تشریحات
بخاری (اردو)
افادات
۱- قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
۲- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ
ترتیب:
حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی مدظلہ
کتب خانہ مجیدیہ ملتان

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً

(اردو)

تشریحات بخاری رح

افادات

قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

استاذ العلماء مولانا محمد عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند رح

ناشر

طبع اول سنہ ۱۹۹۹ء

نام کتاب	———	تشریحات بخاری (جزء ششم)
افادات	———	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح
	———	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح
	———	حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رح
	———	حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی
ترتیب و تالیف	———	" " " " " "
کتابت	———	محمد عبد السلام قاسمی
نظر ثانی	———	محمد ابو بکر قاسمی
ناشر	———	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
تعداد	———	ایک ہزار
صفحات	———	۸۰۶
قیمت مجلد	———	

عرضِ ناشر

آج کے پُر فتن دور میں جہاں مادی اقدار کی غلامی اور مغربی طرزِ فکر سے وابستگی نے مسلم امۃ کو تربیت نبویہ سے بے بہرہ کر دیا ہے وہاں پیغمبر علیہ السلام کی تعلیمات سے روگردانی و ناواقفیت کے نتیجے میں نئی نسل اسلامی تہذیب و تمدن سے ہٹ کر ایک ایسے غلط راستے کی طرف اپنا رختِ سفر باندھ چکی ہے جو اخلاقی قدروں کی تباہی اور معاشی و معاشرتی بربادی کے دہانے پر ختم ہوتا ہے۔ نتائج کے اعتبار سے آج کی نئی نسل یہ نہیں جانتی کہ انسانی عقل اور زندگی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کیا ہیں۔ منہاج و مزاجِ نبوت کیا ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن اپنانے سے ہمیں کیا مفادات حاصل ہو سکتے ہیں اور مغربی طرز فکر پر عمل پیرا ہونے سے ہمیں (نئی نسل کو) کیا قیمت چکانا پڑ رہی ہے اور ہم کتنی بار آخرت فراموشی کے عذاب سے گزر چکے ہیں یا گزر رہے ہیں۔ مادیت کے حصار میں بند رہ کر ہمیں کتنے خساروں سے دوچار ہونا پڑا۔ جب کہ اخروی احتساب اس کے علاوہ ہے۔ چنانچہ ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ نئی نسل کو اسلام کی نئی روح اور نیا شعور دینے کے لئے ایسی کتاب شائع کی جائے۔ جس سے نئی نسل کے تمام مادی و روحانی تقاضے پورے کئے جا سکیں۔ صحیح بخاری شریف اپنے مقام و مرتبے کے اعتبار سے علمی حلقوں میں ایک گراں قدر سرمائے کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ایک اچھوتے اور جدید انداز میں شائع کرنے کے لئے یہی کتاب ہماری نظرِ انتخاب کا مسکن قرار پائی۔ چنانچہ از خود مؤلفؒ نے "تشریحات بخاری" کے نام سے متذکرہ کتاب کو از سر نو مرتب کر کے ہمیں جستجو کی اذیت سے بچا لیا تشریحات بخاری کے مؤلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تدریس و تقریر اور تحریر کے حوالے سے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا۔

مؤلف و ناشر کی مشترکہ کاوشوں سے تشریحات بخاری کی پانچ جلدوں کی اشاعت علمی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ افسوس کہ آج مؤلف "تشریحات بخاری" استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ دارِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ اگرچہ تشریحات بخاری

کا قلمی مسودہ حضرت قاسمیؒ صاحب اپنی زندگی میں مکمل کر گئے تھے۔ لیکن دیگر مراحل طے کرنا ابھی باقی ہیں۔ جنہیں مولف موصوفؒ کے صاحبزادگان محمد عبد السلام قاسمی اور محمد ابوبکر قاسمی نے بتوفیق اللہ تعالیٰ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

آپ کا خیراندیش

بلال احمد شاہ

مالک مکتبہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ

ملتان شہر

عرضِ احوال

منجانب :۔ صاحبزادگان مؤلفؒ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر مشتمل بہت سی کتب موجود ہیں۔ ان کا شمار کرنا دشوار ہے۔ ان تمام کتب احادیث میں اہل علم کے نزدیک سب سے زیادہ مقام صحیح بخاری کو حاصل ہے اکابرین دیوبند نے صحیح بخاری پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔ کہ اس نے تشریحات بخاری کے مؤلف استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ کو ایک عجیب مگر اچھوتے اسلوب میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ قطب العالم علامہ رشید احمد گنگوہیؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہم اللہ کی تشریحات پر مبنی "تشریحات بخاری" تالیف کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقیات وعقائد اور کردار میں یگانہ ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح گفتار میں بھی یکتا ہیں۔ رسول علیہ السلام کی ہی گفتار امت مسلمہ میں احادیث کے عنوان سے معروف ہے۔ جہاں محدثین کرام ودیگر اکابرین امت نے احادیث نبویہ کو نہ صرف مختلف پیرایوں میں پیش کیا۔ بلکہ انتہائی مشقتیں برداشت کرکے ان کی حفاظت بھی کی۔ وہاں روایت و درایت حدیث کے حوالے سے میدانِ علم کی خاک چھان ماری۔ چنانچہ علم کے اسی میدان کی خاک کے چند ذرے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تشریحات بخاری کے مؤلف کو بھی ودیعت فرمائے۔ چونکہ تشریحات بخاری کے مؤلف حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ کا انتقال پُرملال ہو چکا ہے۔ جب کہ تشریحات بخاری کی مزید تین یا چار جلدوں کی اشاعت تاحال باقی ہے۔ جنہیں مؤلف موصوفؒ کے صاحبزادگان (محمد عبدالسلام قاسمی محمد ابوبکر قاسمی) نے کتب خانہ مجیدیہ کے مالک اور تشریحات بخاری کے ناشر کے ساتھ مشترکہ کاوشوں کے نتیجے میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں حضرت والد محترم شیخ الحدیث مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی مزید دینی مساعی کو بروئے کار لانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ازطرف :۔ صاحبزادگان مؤلفؒ
محمد عبدالسلام قاسمی۔ محمد ابوبکر قاسمی
۲۹۴۔ بی۔ شاہ رکن عالم کالونی ملتان
فون :۔ ۵۶۱۵۵۳

فہرست مضامین تشریحات بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مؤلف تشریحات بخاری شیخ الحدیث استاذ العلماء
حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی نور اللہ مرقدہٗ
کے مختصر

حالاتِ زندگی

ترتیب و تحریر:۔ محمد ابوبکر قاسمی

پیدائش استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا مُحَمَّد عَبْدُ القَادِر قَاسِمِیؒ (تقریباً) یکم جنوری ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مَلِکْ مُحَمَّدْ حَمْزَہؒ تھا۔ ارائیں برادری سے ان کا تعلق تھا۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کے والد محترم ملک محمد حمزہؒ کی وفات ہو گئی تھی۔ چنانچہ آپ کے نانا جان اور دادا جان نے مشترکہ طور پر پرورش کی۔

آبائی گاؤں استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی گاؤں بستی باغ والہ موضع سہو تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ تھا۔ بعد ازاں تدریسی و سیاسی مشاغل کی بنا پر محلہ بٹی شیر خان پرانا برف خانہ عقب کچہری روڈ ملتان میں مستقل طور پر تادم حیات (ملتان میں) سکونت پذیر ہوئے۔

ابتدائی تعلیم حضرت قاسمیؒ صاحب کے نانا جان نے دکانداری کا پیشہ ترک کر کے بستی عبد الوالا موضع سہو تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں امدادی پرائمری سکول شروع کیا۔ ان دنوں میں حکومت کی طرف سے گورنمنٹ کی طرف سے دس روپے ماہوار مشاہرہ ملتا تھا۔

ناظرہ قرآن مجید اور تین جماعتیں اسی پرائمری سکول میں پڑھیں۔ پھر جماعت چہارم کے لئے جتوئی (ضلع مظفر گڑھ) میں داخلہ لیا۔ (روزانہ اڑھائی میل پیدل سفر کر کے سکول جانا ہوتا تھا۔) پانچویں جماعت کے سالانہ امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اور دیگر تمام مضامین میں انعام حاصل کیا۔ کمرۂ امتحان میں سب سے آخر میں داخل ہوتے تھے اور سب سے پہلے سوالات کے صحیح جوابات

پر مبنی تمام بیپرز حل کرتے تھے۔ اپنے ماموں ماسٹر جان محمد صاحب (مرحوم) کے اصرار پر لوئر مڈل سکول بستی سجلائے والہ میں داخلہ لیا۔ ایک سال اسی سکول میں (چھ میل پیدل سفر طے کر کے) تعلیم حاصل کی۔ واضح ہو کہ سکول ہذا میں انگلش کی بجائے فارسی زبان میں امتحان دیا۔ بعد ازاں دوبارہ مڈل سکول جتوئی (ضلع مظفر گڑھ) میں داخلہ لیا۔ چھ ماہ بعد مڈل سکول جتوئی کے ہیڈ ماسٹر (مذہبا شیعہ تھے) نے غلط فہمی کی بنیاد پر سخت سزا دی جو کہ سکول چھوڑنے کا باعث ہوئی۔ سکول چھوڑنے کے بعد سانڈھ والہ کے (دینی) مدرسہ میں داخلہ لیا۔ اور فارسی کی کتب کا آغاز کیا۔ جب کہ قصبہ محمد پور دیوان (ضلع ڈیرہ غازی خان) کے قریبی گاؤں بستی بوہڑ والہ میں فارسی کی تعلیم مکمل کی۔ دریں اثنا اپنے آبائی گاؤں (رشتہ داروں سے ملنے کے لئے) آئے تو ماسٹر غلام حیدر تبسم نے اردو تعلیم مکمل کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ جماعت ہفتم و ہشتم (ساتویں، آٹھویں) کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا۔

اپریل ۱۹۳۴ء میں فقیر محمد بخش المعروف بہ (اللہ والہ) (جھگی والہ جتوئی) کے مشورے پر محترم استاذ گامن صاحبؒ کے پاس فارسی کی بقیہ نصابی کتب مکمل کیں۔ بعد ازاں بستی بوہڑ والہ محمد پور دیوان (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں دوسری مرتبہ تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صرف ونحو پڑھی۔ فی زمانہ خان پور (کٹورہ) ضلع رحیم یار خان میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایسے بلند پایہ علماء کرام نے شرکت کی۔ سندھ اور پنجاب کے گدی نشین حضرات بھی شریک ہوئے۔ چنانچہ اس اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کے ہمراہ مسلسل تین دن پیدل سفر کیا۔ نہ صرف اس سہ روزہ اجتماع میں شرکت کی بلکہ اکابر علماء کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دین پوری کی زیارت سے شرف یابی ہوئی۔ متذکرہ سفر کے دوران نوشہرہ غربی داجل ایسے قصبات (جو کہ علوم صرف کے حوالے سے شہرت رکھتے تھے) دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۹۳۵ء میں مدرسہ عربیہ ڈیرہ غازی خان میں داخلہ لیا۔ مدرسہ ہذا کے صدر مدرس حضرت مولانا غلام صدیق رحمۃ اللہ علیہ فاضل دار العلوم دیوبند تھے۔ اور ان کے شاگرد مولانا غلام محمد صاحبؒ (حاجی پور) مسجد پیارے والی میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے تھے۔ استاذ العلماء و شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد عبد القادر صاحب قاسمیؒ نے اکثر و بیشتر اسباق حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ سے پڑھے۔ جب کہ حضرت مولانا غلام صدیق صاحبؒ جو کہ مسجد اخوند والی میں خطیب تھے اور اسی مسجد میں ہی مدرس تھے۔ ان سے ہدایۃ النحو پڑھی۔ حضرت قاسمیؒ صاحب کی رہائش بھی اسی مسجد میں تھی۔ اسی مسجد اخوند والی میں حضرت مولانا خواجہ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ گرے سواگ (جن کے ہاتھ پہ چھ ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا) کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ اور حضرت گرے سواگؒ نے حضرت قاسمیؒ صاحب کو تکمیل علم کی دعا دی۔ بعد ازاں وہاں سے جامعہ عباسیہ بہاول پور میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ گھوٹوی صدر مدرس تھے۔ حضرت کے صاحبزادے مولانا عبد الحیؒ مرحوم ثالثۃ عالم، رابعہ عالم اور اُولیٰ فاضل کی ڈگری کے حامل تھے۔ حضرت قاسمی صاحبؒ کے کلاس فیلو تھے۔

۱۹۳۸ء میں مدرسہ نعمانیہ ملتان میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ صدر مدرس تھے۔ یہاں پہ قطبی، ہدایہ اوّلین، جلالین کا درس حاصل کیا۔ اس دور میں سالانہ امتحان کے پرچہ جات کی جانچ پڑتال (جید علمائے کرام کی زیر نگرانی) اجمیر شریف میں ہوتی تھی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی نور اللہ مرقدہٗ نے جہاں ان کتب (قطبی، ہدایہ اولین، جلالین وغیرہ) میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ وہاں نقد رقم (چار روپے) کی صورت میں انعام بھی ملا۔ اسی انعامی رقم سے دیوبند ضلع سہارنپور کا سفر کیا۔ ایشیا کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی دار العلوم دیوبند میں ۱۹۳۹ء میں داخلہ لیا۔ جلالین، مختصر المعانی، سلم العلوم، مقامات حریری و دیگر مختلف فنون پہ مشتمل کتب کا آغاز کیا۔ حضرت قاسمیؒ صاحب نے تقریباً تین سال کا عرصہ دار العلوم دیوبند میں اکابر علمائے کرام کے زیر سایہ علمی و سیاسی تربیت حاصل کی۔ ۱۹۴۱ء بمطابق ۱۳۶۰ھ میں دورۂ حدیث کا امتحان پاس کیا۔ واضح رہے کہ دینی مدارس میں صحاح ستہ کی کتب احادیث (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور ابن ماجہ) کی تعلیم کو دورۂ حدیث کہا جاتا ہے۔

صحاح ستہ کی تمام کتب میں (سوائے صحیح مسلم کے) باون باون نمبر حاصل کئے جب کہ کل نمبر پچاس تھے۔ البتہ صحیح مسلم میں اکتالیس ۴۱ نمبر حاصل کئے۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے عصائے خاص کے ساتھ ساتھ اجازت حدیث کی سند خاص بھی عطا کی۔ ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد باطنی علوم کی طرف توجہ کرتے ہوئے حضرت قاسمیؒ نے مولانا حسین احمد مدنیؒ

کے ہاتھ پر چاروں سلاسل (چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ۔ نقشبندیہ) میں بیعت کی۔ حضرت قاسمیؒ نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے سلسلۂ چشتیہ کے دو اسباقِ سلوک طے کئے۔ جب کہ بعد ازاں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس سلوک کے بقیہ اسباق طے اور مکمل کئے۔

تبلیغی و علمی خدمات دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا خدا بخش ملتانیؒ (جو کہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خاص مرید اور منظورِ نظر تھے) کی کوششوں سے مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے مدرسہ جامعہ محمودیہ سراجاں مسجد حسین آگاہی ملتان۔ اسی اثناء میں ملتان سے بٹالہ۔ قادیان۔ امرتسر جانا ہوا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مولانا مفتی محمد حسنؒ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ملتان کی بجائے نارووال ضلع سیالکوٹ میں ایک محلہ کی مسجد میں بطور امام و خطیب تقرر کر دیا۔ لیکن باطل فرقوں (بالخصوص شیعیت) کے خلاف سخت تقاریر کرنے کی وجہ سے برخاست ہونا پڑا۔ وہاں سے دیوبند چلے گئے۔ اور دار العلوم دیوبند سے اپنی درس نظامی کی سند حاصل کی۔ واپسی پر ریل گاڑی کی جس بوگی میں سوار تھے بالاتفاق اسی بوگی میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ (بانی انجمن خدام الدین لاہور) سوار تھے۔ جو کہ جمیعت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شمولیت کے بعد دہلی سے لاہور تشریف لا رہے تھے۔ (قاسمی صاحبؒ سے) دریافت کرنے پر حضرت لاہوریؒ نے فرمایا۔ کہ آپ نارووال ہی میں قیام کریں۔ ساتھ ہی یہ فرمایا کہ "قاسمی صاحب" تمہاری تبلیغ سننے اور قبول کرنے کے لئے آسمان سے فرشتے نہیں اتریں گے۔ انہی لوگوں میں رہ کر تدریس و تبلیغ کرو۔ ہم تمہاری خبر گیری کرتے رہیں گے۔ چنانچہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے فرمان و دعا اور برکت سے قاسمی صاحبؒ کو انجمن اسلامیہ نارووال کے نوجوانوں نے جامع مسجد خراسیان نارووال میں امام و خطیب اور مدرس مقرر کر دیا۔ واضح باد کہ لکھنؤ (بھارت) کے بعد نارووال (پاکستان) اہل تشیع کا دوسرا بڑا مرکز ہے۔ یہاں (نارووال) کی سیاست و تجارت پر اہل تشیع قابض تھے اور ہیں چونکہ نارووال بھارت کی سرحد پر واقع ہے۔ اس لئے ملک دشمن عناصر کی سرگرمیاں (بھارت کے حق میں) سر کرنے کے لئے نارووال کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نیز یہ کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کا قریبی علاقہ ہونے کے باعث سارا علاقہ رفض و بدعات کا مرکز بن چکا تھا۔ چنانچہ حضرت قاسمی صاحبؒ رفض و بدعات کے خوگر افراد سے علمی و سیاسی میدان میں برسر پیکار رہتے تھے۔ جب کہ

مولانا محمد شفیع صاحب آف سن کھترہ اور مولانا بشیر احمد پسروری معاون خاص تھے۔ مولانا بشیر احمد پسروری نے قاسمی صاحبؒ کو احرار کی کلہاڑی عنایت کی تھی۔

ناگزیر وجوہات کی بنا پر آپؒ کو نارووال سے مظفر گڑھ آنا پڑا۔ مظفر گڑھ میں کچھ عرصہ سٹیشنری کی دکان پر کام کرتے رہے (دکان ذاتی تھی) بعدازاں قاسمی صاحبؒ کے استاذ محترم مولانا غلام حسین صاحب فاضل دیوبند نے لیہ میں قاسم العلوم کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ چنانچہ انہوں نے قاسمی صاحبؒ کو تدریس و تبلیغ کے لئے اپنے مدرسہ قاسم العلوم لیہ میں روانہ کیا۔ وہاں ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۶ء تک تدریسی و تبلیغی فرائض سرانجام دیئے۔

ملتان میں جمعیت العلماء ہر سال تبلیغی جلسہ منعقد کراتی تھی۔ جس میں ہندوستان کے جید علمائے کرام تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا معظم علی شاہ صاحبؒ ملتان تشریف لائے۔ مولانا قاسمی صاحبؒ اور مدرسہ نعمانیہ قدیر آباد ملتان کے طلباء رضاکارانہ حیثیت سے علماء کرام کی خدمت پر مقرر تھے۔ اس موقع پر جمعیت العلماء ملتان نے فیصلہ کیا۔ کہ ملتان میں ایک ایسا دینی مدرسہ قائم کیا جائے جو آزاد ہو۔ کسی زمیندار یا خانقاہ یا سرمایہ دار تاجر یا پارٹی کے زیر تسلط و اثر نہ ہو۔

چنانچہ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں جمعیت العلماء ملتان کے زیر اہتمام کچہری روڈ پر جمعیت علمائے ہند کی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ متذکرہ کانفرنس کے انعقاد میں مفتی محمد شفیع ملتانیؒ۔ مولانا خدا بخش ملتانیؒ مولانا غلام رسول صاحبؒ ڈیروی نے امتیازی حیثیت سے کام کیا۔ ہندوستان سے تشریف لانے والے علماء کرام کو خاکسار تحریک کے رضاکاروں نے اپنے مخصوص انداز میں سلامی دی۔ جمعیت العلماء ہند کے روح رواں عالم دین حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی شخصیت مذکورہ کانفرنس میں نمایاں تھی۔ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے جمعیت علمائے ہند کانفرنس کے موقع پر مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان کی بنیاد رکھی۔ واضح رہے کہ مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان کے اولین بانی رکن حافظ محمد رفیع ملتانیؒ تھے۔ جنہوں نے اہل محلہ کی طعن و تشنیع اور آج جہاں مدرسہ قائم ہے۔ اس جگہ کے حصول کے لئے عدالتی کارروائی ابتدائی تدریس وغیرہ ایسے مراحل سے گزرنا صرف حافظ محمد رفیعؒ ملتانی کا ہی کام تھا۔

مدرسہ قاسم العلوم کے اصل بانی کارکنان۔ حافظ محمد رفیعؒ ملتانی۔ مفتی محمد شفیعؒ ملتانی۔ (اور ان کے خاندان کے دیگر حضرات) مولانا خدا بخشؒ ملتانی۔ مولانا غلام رسولؒ صاحب ڈیروی۔ مولانا عبدالرشید طالوتؒ۔ مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔ مدرسہ قاسم العلوم کی رسم افتتاح کے بعد حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے مولانا محمود اخترؒ صاحب کو مہتمم اور حضرت مولانا عبدالقادر قاسمیؒ کو نائب مہتمم مقرر کیا۔ جب کہ مولانا قاسمی صاحبؒ جمیعت العلماء کے ناظم اعلیٰ بھی تھے۔ مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ مدرسہ قاسم العلوم کے بیک وقت مدرّس۔ مبلّغ۔ نائب مہتمم اور سفیر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ساتھ ہی جمیعت کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے سیاسی پلیٹ فارم پر بھی نمایاں کام کیا۔ مسلک دیوبند کو فروغ دینے کے لئے جمیعت علمائے احناف کے پلیٹ فارم پر امتیازی حیثیت سے تبلیغی و علمی فرائض سرانجام دیئے۔ بعد ازاں مسجد املی والی گھنٹہ گھر ملتان میں واقع مدرسہ سلیمیہ (جس میں مفتی محمد شفیعؒ ملتانی مدرس و مفتی تھے) کو مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان میں ضم کر دیا گیا۔ اور مفتی محمد شفیعؒ ملتانی کو مہتمم بنا دیا گیا۔ مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ نائب مہتمم، مدرّس مبلّغ کی مسند پر بدستور قائم رہے۔

۱۹۵۲ء میں مفتی محمد شفیعؒ ملتانی فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ تو ان کی مسند تدریس پر بحیثیت مدرّس مفتی محمودؒ صاحب (جو کہ عیسیٰ خیل کے ایک دینی مدرسہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے تھے) کو ڈیرہ اسماعیل خان سے لایا گیا۔ اس وقت مدرسہ قاسم العلوم کو قائم ہوئے سات برس گذر چکے تھے۔ مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ صاحب نے پچاس [۵۰] سال بڑھاپا۔ مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان میں تقریباً پینتیس [۳۵] سال تک تدریسی و تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ بقیہ پندرہ برس جامعہ خیر المدارس ملتان۔ مدرسہ حرث الآخرہ ملتان۔ سراج العلوم کبیروالا ملتان۔ مدرسہ تعلیم القرآن میلسی (ملتان) مخزن العلوم خان پور (ضلع رحیم یار خان) اشرف المدارس فیصل آباد جامعہ مدنیہ لاہور۔ ایسے بلند پایہ مدارس میں تبلیغی و علمی خدمات سرانجام دیں۔

سیاسی خدمات | چونکہ پاکستان میں دینی بنیاد پر اہلِ اسلام کا سیاسی پلیٹ فارم جمیعت علماء اسلام کی صورت میں موجود تھا۔ جس پر علمائے کرام مسلمانان پاکستان کو نہ صرف حکمران طبقے کی غلط پالیسیوں پر تنقید و تنبیہ کرتے تھے بلکہ سیاست کے حوالے سے اسلام کے اصلی چہرے

سے روشناس بھی کراتے تھے۔ چنانچہ پاکستان کی سیاست میں مولانا عبدالقادر قاسمیؒ کا نمایاں اور اہم کردار رہا ہے۔ مولانا عبدالقادر قاسمیؒ نے جمعیت علمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے ملکی سطح پر نمایاں طور پر سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ ملتان کی سیاست میں مولانا عبدالقادر قاسمیؒ اپنے وقت میں ایک قدآور ممتاز شخصیت تھے۔ یہ مولانا عبدالقادر قاسمیؒ ہی تھے جنہوں نے مفتی محمودؒ صاحب کو مختلف سیاسی موضوعات پر اردو میں تقاریر لکھ کر اور یاد کرا کے پبلک سٹیج پر متعارف کرایا تھا۔

۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۶ء تک پاکستان کے مختلف علاقوں میں علمی و سیاسی خدمات، جمعیت العلماء اور جمعیت علمائے احناف اور جمعیت علمائے ہند کے پلیٹ فارم پر (مشترکہ طور پر) پیش کیں۔ ۱۹۴۶ء میں مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان کے قیام کے بعد تادم حیات ملتان ڈویژن کی سطح پر جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر نمایاں حیثیت سے سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ البتہ فتنہ بریلویت کی سرکوبی کے لئے خاص طور پر جمعیت علمائے احناف کے اسٹیج پر کام کیا۔ جب کہ جمعیت علمائے اسلام کے سیاسی پلیٹ فارم کے ساتھ ساتھ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ جس کی پاداش میں تین ماہ کے لئے ڈسٹرکٹ جیل ملتان میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اسی جیل میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری بھی قید تھے۔ انہیں زہر دیا گیا۔ حضرت لاہوریؒ کو زہر دینے کے حوالے سے سپرنٹنڈنٹ جیل انکاری تھا۔ حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحبؒ قاسمی و دیگر احباب نے جیل میں مظاہرہ کرتے ہوئے پرزور مطالبہ کیا کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کو ہمارے سامنے لایا جائے۔ تاکہ ہمیں کلی طور پر یقین ہو جائے۔ چنانچہ ان کا مطالبہ تسلیم کر کے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو سامنے لایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ (حضرت لاہوریؒ) رو بصحت ہیں۔ جب کہ قبل ازیں استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ کو فتنہ بریلویت پر کاری ضرب لگانے کی پاداش میں متعدد بار جیل جانا پڑا۔ واضح رہے کہ اس وقت ڈاکٹر خان کا عہد وزارت تھا۔ اس دور میں ڈسٹرکٹ جیل کا سپرنٹنڈنٹ خوش مزاج آدمی تھا۔ وہ از روئے مزاح و طنز کہتا رہتا تھا کہ دیوبندی نہرو کے اور بریلوی چرچل کے پیروکار ہیں۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور دیگر علمائے کرام کی کوششوں سے جیل سے رہائی کا پروانہ ملا۔ اسی اثناء میں مولانا عبدالقادر قاسمیؒ سمیت تمام گرفتار شدگان علماء نے جیل سے رہا ہونے سے انکار کر دیا تاوقتیکہ مولانا احمد سعید کاظمیؒ جیل میں تشریف نہ لائیں۔ چنانچہ مولانا احمد سعید کاظمیؒ وفد کے ہمراہ جیل میں تشریف

لائے۔ مولانا قاسمیؒ و دیگر گرفتار شدگان علمائے کرام نے کاظمیؒ صاحب کو جیل کی سیر کرائی اور جلوس کی شکل میں جیل سے تھانہ کیپ پہنچے۔ مارشل لاء حکام کے خلاف سخت تقریر کرنے کی وجہ سے مارشل لاء حکام نے مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ کی گرفتاری کے لئے مختلف مقامات پر چھاپے مارے۔ لیکن گرفتار نہ کر سکے۔ بعد ازاں احباب کے مشورے سے خوشاب ضلع سرگودھا میں از خود (مولانا قاسمیؒ نے) گرفتاری پیش کر دی۔ چنانچہ مقدمہ کی سماعت کے لئے فوج کا ایک ٹریبونل بیٹھا۔ اس ٹریبونل میں ایک مجسٹریٹ بھی شامل تھا۔ جمعہ کے دن مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ اور انہوں نے مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ کو بری کر دیا۔ واضح رہے اسی مقدمے کے فیصلہ سے قبل جناب شیخ محمد یعقوب صاحبؒ مولانا مفتی محمودؒ صاحب کے فرستادہ کی حیثیت سے جیل میں ملاقات کرنے کے لئے آتے تھے۔ دریں اثناء صدر محمد ایوب خان نے سرکاری ملازمین کی ترقی کے لئے ان کی نس بندی کا آرڈر جاری کیا۔ جس پہ مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ نے اپنی ایک تقریر میں کہا۔ کہ پہلے نس بندی صدر ایوب خان کی ہونی چاہیئے کیونکہ بقول مولانا غلام غوث ہزارویؒ ایوب خان بین الاقوامی سانڈھ ہے۔ میں تو (مولانا قاسمیؒ) کہوں گا۔ کہ کسی ملک کا بادشاہ یا وزیر اپنے ساتھ بہن، بیٹی، بیوی اپنے ساتھ نہ لائے۔ کیونکہ انٹرنیشنل سانڈھ (ایوب خان) سے خطرہ ہے۔ چنانچہ شہنشاہ ایران کی بیگم فرح پہلوی جب کراچی کے دورے پر آئی۔ تو (بین الاقوامی سانڈھ سے ملاقات کے نتیجے میں) اس کا پاؤں بھاری ہوگیا۔ اسی جرم (بے باکی) میں ڈیڑھ ماہ جیل میں قید رہنا پڑا۔

۱۹۶۸ء میں احمد پور شرقیہ میں مولانا قاسمیؒ نے دوران تقریر کہا۔ کہ ہمارے ملک میں زنا کی دو قسمیں ہیں۔ جو طوائف لائسنس یافتہ ہو اور اپنی کمائی میں سے حکومت کو حصہ دے دے۔ تو وہ (طوائف) سرکاری زنا کرانے کے لئے چکلے میں بیٹھ سکتی ہے۔ البتہ بغیر لائسنس کے غیر سرکاری زنا کرنا جرم ہوگا۔ چنانچہ مشرقی پاکستان میں بتیس ۳۲ ہزار لائسنس یافتہ طوائفیں سرکاری زنا کرا کے اپنی کمائی کا حصہ حکومت کو ادا کرتی تھیں۔ اتنی ہی تعداد (طوائفیں) مغربی پاکستان میں پائی جاتی تھیں۔ اگر وہ صبح و شام ایک ایک سرکاری زنا کریں تو ان کا ثواب (طنزیہ) خواجہ ناظم الدین سے لے کر فیروز خان نون تک جتنے وزرائے اعظم گزر چکے ہیں ان کی ارواح کو پہنچتا رہے گا۔ اگر یہ لوگ چاہتے تو زنا بند کرا سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے زناکاری کو فروغ دیا ہے۔ کراچی پولیس کی رپورٹ کے مطابق

پولیس روزانہ گندی نالیوں سے ڈیڑھ سو حرامی بچے اٹھاتی تھی۔ الہ آباد (بھارت) کی عدالت نے دونوں قسم کے (سرکاری وغیر سرکاری) زنا پہ پابندی لگادی۔ لیکن فیروز خان نون نے (سرکاری) زنا کی اجازت دے دی۔ بقول مولانا غلام غوث ہزارویؒ نون والقلم و مایسطرون الذی یتبدل فی الکوٹ والپتلون (یہاں نون سے مراد فیروز خان نون ہے) چنانچہ مولانا قاسمیؒ گرفتار ہوئے۔ ڈیرہ غازی خان جیل میں بی کلاس میں ڈیڑھ ماہ قید رہے۔ جب کہ بہاول پور جیل میں دو ماہ تک نظر بند رہے۔ مولانا قاسمیؒ نے ۱۹۶۲ء میں بی۔ڈی الیکشن میں ملتان سے حصہ لیا۔ بھاری اکثریت سے کامیاب ہو کر بی۔ڈی ممبر منتخب ہوئے۔ (جب کہ ایک مرتبہ مولانا محمود اخترؒ صاحب بھی کونسلر شپ میں الیکشن جیت کر ممبر منتخب ہوئے تھے۔) کوٹ ادو اور لیہ میں صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ ان (مولانا عبدالقادر قاسمیؒ) کے مقابلے میں بہرام خان اور محمد حسین جھکڑ جیسے جاگیردار تھے۔ کامیابی ناممکن تھی۔ لیکن پولیس والے یہ کہنے پہ مجبور ہوگئے کہ تقریروں کے اعتبار سے مولوی صاحب (مولانا عبدالقادر قاسمیؒ) کی کامیابی یقینی ہے۔ خواہ تم لوگ ووٹ دو یا نہ دو۔ چنانچہ مولانا عبدالقادر قاسمیؒ کوٹ ادو اور لیہ سے صوبائی اسمبلی کا الیکشن نہ جیت سکے۔

جمعیت علمائے اسلام کے ہر جلسہ میں مولانا احمد علیؒ لاہوری اپنی تقریر سے پہلے تقریباً آدھا گھنٹہ استاذ العلماء مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ کو جمعیت کی پالیسی اور حکومت کی پالیسی بیان کرنے کا موقع دیتے تھے۔ اور مولانا قاسمیؒ صاحب کی تقریر کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس فقیر (مولانا قاسمیؒ) نے حکومت کے خلاف جو کچھ کہا ہے۔ میں (احمد علی لاہوری) اس کی حرف بحرف تائید کرتا ہوں۔

میرپور خاص میں علمائے کرام کی ایک میٹنگ ہوئی۔ جس میں مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ مودودی حضرات کہتے ہیں۔ کہ علماء کی ایک آنکھ ہے۔ دنیا کی آنکھ نہیں ہے۔ ہم (مودودی حضرات) دونوں آنکھیں رکھتے ہیں۔ (اس پہ مولانا قاسمیؒ نے کہا کہ) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے لے کر حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ تک تاریخ بیان کر کے حاضرین کو بتایا۔ کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اسلام کی پامالی پہ احمد شاہ ابدالی کو بلا کر نظام اسلام کے نفاذ پہ آمادہ کیا۔ مرہٹوں نے اذانیں بند کرادی تھیں۔ مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اس پہ پانی پت میں مرہٹوں سے دوبارہ لڑائی ہوئی۔ یہ علماء کی دوسری آنکھ ہے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ایک موقع پہ ملتان سے لاہور آنے کی دعوت دیتے

ہوئے فرمایا۔ کہ تدریس بھی دین کی خدمت ہے۔لیکن اسلامی قانون نافذ کرنے کے لئے کوشش کرنا بھی اہم فریضہ ہے۔ چنانچہ ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مولانا قاسمیؒ لاہور چلے گئے۔ اور حضرت لاہوریؒ نے اپنے خصوصی کمرے میں رہائش دے کر بہت بڑا اعزاز بخشا۔ صبح ناشتے کے بعد جمیعت العلماء اسلام کے دفتر (شاہ غوث محمد بیرون دہلی دروازہ لاہور) بھیج دیا کرتے تھے۔ ہفتہ میں دودن (منگل اور بدھ) خدام الدین میں مضامین لکھنے پر مامور کیا ہوا تھا۔ بعد ازاں مرکز میں جمیعت کا ناظم مقرر کر دیا۔ سول نافرمانی۔ بھٹو استعفیٰ دو۔ متحدہ جمہوری محاذ اور قومی اتحاد کی تحریکوں میں قافلے کے ایک مسافر کی حیثیت سے حصہ لیا۔ یوں استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ صاحب کا سیاسی سفر ختم ہو گیا۔

اساتذہ کرام | استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ نے دنیوی تعلیم مڈل تک حاصل کی تھی۔ جب کہ دس سال کے عرصہ میں مختلف اساتذہ کرام سے دینی علوم حاصل کئے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ نے دینی علوم پر مشتمل اکثر کتب حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ (جو کہ مسجد پیارے والی ڈھی جی خان میں مدرس تھے) سے پڑھیں۔ بعد ازاں دوسری کتب دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔

۲۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند ـــــــ (ہدایہ اولین)

۳۔ حضرت مولانا عطاء محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند ـــــــ (قطبی)

۴۔ حضرت مولانا غلام حسین صاحب مظفر گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند ـــــــ (جلالین)

۵۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ ـــــــ (شرح تہذیب)

دار العلوم دیوبند میں جن اساتذہ کرام سے اسباق پڑھے۔ ان کے اسمائے گرامی

۶۔ حضرت مولانا عبد السمیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ـــــــ (مختصر المعانی۔ سلم العلوم)

۷۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (کراچی) رحمۃ اللہ علیہ ـــــــ (مقامات حریری)

۸۔ حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ـــــــ (جلالین)

۹۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ـــــــ (دورۂ تفسیر)

۱۰ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ـــــــ (ہدایہ اخیرین۔ متنبی۔ حماسہ۔ ابوداؤد)

۱۱۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (بخاری۔ ترمذی)

۱۲۔ حضرت العلامہ مولانا محمد ابراھیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ (مسلم شریف)

جن اساتذہ کرام سے باطنی علوم حاصل کیا۔ ان کے اسمائے گرامی

۱۳۔ خواجہ غلام حسین گرے سواگ رحمۃ اللہ علیہ (ان کے ہاتھ پر چھ ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا تھا)

۱۴۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (چاروں سلسلوں کے سلوک طے کئے)

۱۵۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (سلسلہ چشتیہ کے دو اسباق سلوک طے کئے)

تلامذہ ویسے تو استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی کے شاگردان گرامی دنیا کے ہر خطے میں کہیں نہ کہیں علم کی شمع روشن کئے ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں مشاہیر تلامذہ کے اسمار گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمد موسیٰ خانؒ روحانی بازی (جن کا حال ہی میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں انتقال پُر ملال ہوا)

۲۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ (ردجہان) اسلام آباد (جنہیں حال ہی میں لال مسجد اسلام آباد میں شہید کر دیا گیا)

۳۔ حضرت مولانا محمد جان صاحب (مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ)

۴۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ڈیروی (امیر تبلیغی جماعت)

۵۔ حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب (سابق ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

۶۔ حضرت مولانا محمد اکبر صاحب (شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان)

۷۔ حضرت مولانا عبد البر محمد قاسم صاحب (مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان)

۸۔ حضرت مولانا عبد القادر آزاد صاحب (سابق خطیب شاہی مسجد لاہور)

۹۔ حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب (فیصل آباد)

۱۰۔ حضرت مولانا قاری محمد حنیفؒ ملتانی (نابینا) (ملتان)

۱۱۔ حضرت مولانا مفتی منظور احمد تونسوی (مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان)

۱۲ حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحب (جامعہ عبیدیہ قدیر آباد ملتان)

۱۳ حضرت مولانا مفتی عبد القوی صاحب (جامعہ عبیدیہ قدیر آباد ملتان)

۱۴۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن فخر صاحب

۱۵۔ حضرت مولانا نیاز احمد صاحب (وزیر بلوچستان)

۱۶۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب (استاذ حدیث)

تالیفات و تصانیف

۱۔ بریلوی مذہب

۲۔ قند نامہ ترجمہ پند نامہ

۳۔ تقریر ترمذی (اس کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ اسے ہندوستان و بنگلہ دیش کے مکتبوں نے بھی شائع کیا ہے)

۴۔ قرآنی جواہر پارے (علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی نایاب اور غیر مطبوعہ نسخہ کی تحریر)

۵۔ تکثیر نسل بجواب تحدید نسل (بعد میں اس کا نام تبدیل کیا گیا۔ یعنی نسل بڑھاؤ۔ رکھا گیا۔

۶۔ تشریحات بخاری (اس کتاب میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد زکریاؒ صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے افادات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ نیز ابھی کہ اس کی تالیف ۱۹۸۵ء میں شروع ہوئی۔ اس کی پانچ ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں، چھٹی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جب کہ مزید تین جلدوں کا شائع ہونا ابھی باقی ہے)

وفات

استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا مُحَمَّد عَبْدُ الْقَادِرِ قَاسِمِی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ بمطابق ۸ جولائی ۱۹۹۸ء بروز بدھ بوقت ساڑھے بارہ بجے دوپہر نشتر ہسپتال ملتان میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

نوٹ

استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ نے اپنے حالات زندگی خود اپنے مایۂ ناز شاگرد قاری عبد الرحمٰن ہوشیارپوری (ریڈ بلاک نیو ملتان) کو قلمبند کرائے تھے۔ جنہیں ان کے فرزند محمد ابوبکر قاسمی نے مرتب کیا جو کہ نذر قارئین ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سولھواں پارہ

کِتَابُ الْمَغَازِی

بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ اَوِ الْعُسَيْرَةِ وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ

اَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَبْوَاءَ ثُمَّ بُوَاطَ ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ ۔

ترجمہ: غزوہ عشیرہ یا عسیرہ ابن اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ پہلی لڑائی جس میں آپؐ نے شمولیت فرمائی وہ ابواء ثم بواط پھر عشیرہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۵۸ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ كُنْتُ اِلٰى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ فَقِيْلَ لَهٗ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ قِيْلَ كَمْ غَزَوْتَ اَنْتَ مَعَهٗ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ فَاَيُّهُمْ كَانَتْ اَوَّلَ قَالَ الْعُسَيْرَةُ اَوِ الْعُشَيْرَةُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرَةُ ۔

ترجمہ: ابواسحاقؒ سے مروی ہے کہ میں حضرت زید بن ارقمؓ کے پہلو میں بیٹھا تھا کہ ان سے پوچھا گیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی لڑائیوں میں شمولیت فرمائی۔ کہا انیس ۱۹ میں۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ آپؐ کے ہمراہ تم نے کتنی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ انہوں نے کہا سترہ ۱۷ میں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ پہلا غزوہ کون سا تھا۔ انہوں نے کہا عشیر یا عسیرۃ۔ میں نے حضرت قتادہؓ

سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا عشیرۃ ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مغازی جمع مغزیٰ کی ہے جو مصدر میمی ہے اور غزو کے معنی میں ہے ۔ غزو کے معنی قصد کرنا ۔ مغزیٰ ان اسفار کو کہا جاتا ہے ۔ جس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار وغیرہ کے مساکن کا قصد کیا ہو ۔ باعتبار اصل کے اس میں محل دشمن معتبر ہے ۔ مگر پھر کبھی اس میں اتساع کرتے ہوئے مطلق کسی محل یا کسی شخص کی طرف قصد کرنے کو کہا جانے لگا ۔ یہاں اسفار کا ذکر ہے ۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد کیا ہو ۔ خواہ وہ دشمنوں کے مواضع ہوں یا کسی اور کے ۔ چنانچہ ان میں حجۃ الوداع کا ذکر بھی آگیا ہے ۔ ایسے غزوۂ اُحد جو دشمنوں کا وطن نہیں تھا ۔ مگر ان کے حلول اور نزول کی جگہ تھی ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب چالیس برس کی ہوئی ۔ تو آپؐ کو نبوت سے نوازا گیا ۔ اس کے عرصہ تین سال کے بعد حکم ہوتا ہے وانذر عشیرتک الاقربین آپؐ تبلیغ کرتے ہیں جو لوگوں کے مسموعات کے بالکل خلاف تھی ۔ چنانچہ وہ ھذا شیئ عجاب سے تعبیر کرتے ہیں ۔ وہ مشار الیہ توحید ہے ۔ آلھہ باطلہ کی بے بسی بیان فرمائی ۔ تو اس وقت سے مخالفت شروع ہوگئی ۔ آپؐ دلائل وغیرہ سے ان کا مقابلہ کرتے تھے ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اَسّی سے زائد آیات ہیں کہ جن میں حکم ہے کہ آپ نے حکمت کے ذریعہ لوگوں کو توحید کی دعوت دی ۔ تیرہ برس تک آپؐ عدم تشدد کی پالیسی اختیار کئے رہے ، اور لوگوں کی تکالیف اور مصائب کو برداشت کرتے رہے ۔ اور ایسے ہی سال بھر تک مدینہ منورہ میں عدم تشدد پر عمل ہوتا رہا ۔ اور ایسی تکالیف برداشت کیں ۔ جن کی نظیر انبیاء سابقین میں نہیں ملتی ۔ وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات بظاہر تکلیف کم معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن دل پر اثر کا گہرا اثر پڑتا ہے ۔ بالخصوص ذوی القربیٰ کی ایذا رسانی بہت ہی شاق گزرتی ہے ۔ بیٹے کے ناشائستہ الفاظ کہنے سے باپ کے دل پر اتنا اثر پڑتا ہے کہ اجنبی کی مار پیٹ سے محسوس نہیں ہوتا ۔ اسی طرح آپؐ کے قلب اطہر میں مخلوقات کی محبت پھر قریش کی محبت اور اس سے زیادہ اقرباؐ کی محبت تھی ۔ وجہ یہ ہے کہ تربیت کا دارومدار محبت پر ہوتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کافۃ الناس الخلق کی طرف مبعوث ہیں ۔ خواہ انسان ہوں یا جنات یا کوئی اور مخلوق اس لئے سب کے لئے رحمت آپؐ کے قلب میں ڈالی گئی ۔ بنا بریں ان کی ایذا رسانی سے آپؐ کو

زیادہ تکلیف ہوتی۔ صدمہ پر صدمہ کی وجہ سے باری تعالیٰ نے طرح طرح سے تسلی دی۔ صبر کی تلقین فرمائی۔ بہرحال چودہ سال تک صبر و تحمل کے مامور رہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ کہ جب آدمی میں صبر و تحمل کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ کافی شجاعت کا مالک بن جاتا ہے گورے اگرچہ قوی الجثہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے قلوب کمزور ہوتے ہیں۔ میدان میں عمل نہیں کر سکتے اس لئے قوت قلب کے لئے انہیں شراب پلائی جاتی ہے۔ تلوار سے ہمیشہ مسلمان ہی لڑا کرتے تھے چونکہ انگریزوں میں یہ قوت راسخ نہ تھی۔ بنابریں وہ گولہ بارود سے کام لینے لگے۔

الحاصل مسلمانوں کے جس قدر حملے ہوئے ہیں۔ سوائے حنین کے باقی سب میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ اور جو لڑائیاں غیر عرب سے لڑی گئی ہیں ان میں دشمن دگنے تگنے ہوتے تھے۔ یہ تحمل کی عادت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالی ہے۔ اس کی بہت سی حکمتیں ہیں۔ ایک تو حواس کا برقرار رہنا ہے۔ جو کہ شجاعت کا باعث بنتا ہے۔ چاہیئے تھا کہ صبر و تحمل پر دشمن غور کرتا اپنے آپ کو سمجھاتا اور ایذارسانی سے باز آجاتا۔ مگر انہوں نے انصاف سے کام نہ لیا۔ ایذارسانی کے درپے رہے۔ آپؐ کے متبعین کی تعداد بڑھتی گئی۔ چنانچہ جب مدینہ کے اوسؓ خزرج سے آپؐ کا تعلق قائم ہوا ہے۔ تو کفار قریش کو فکر پڑ گئی میٹنگوں میں آپ کے قتل کی سازشیں کرتے رہے۔ اگرچہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے کچھ لوگ آپؐ پر ایمان نہ لائے تھے۔ پھر بھی وہ آپؐ کی امداد کرنے سے دستکش نہ ہوئے۔ جس پر قریش مکہ کو غصہ آیا۔ انہوں نے بنو ہاشم سے ترک موالات کر دی۔ کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہیں کرو گے تمہارے ساتھ قطع تعلق (بائیکاٹ) رہے گا۔ آخر آپؐ ان کی جفاؤں سے تنگ آکر مدینہ پہنچے۔ یہاں بھی یارانِ طریقت نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اگرچہ بظاہر دشمنی کی اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ سوائے اس کے آپؐ لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے تھے۔ لیکن مکہ میں میٹنگ ہوتی ہے۔ جس میں اہل مدینہ کو خط لکھنا تجویز ہوتا ہے۔ کہ جب تک تم لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہیں کرو گے ہم تمہیں اپنا دشمن سمجھتے رہیں گے۔ تمام عرب میں قریش مکہ پر زادے شمار ہوتے تھے۔ بہادری۔ شجاعت۔ فصاحت و بلاغت میں بے نظیر تھے۔ مناسک حج ادا کرنے کے لئے لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ اس لئے تمام عرب ان سے ڈرتا تھا۔ جب ان کا خط

مدینہ والوں کے یہاں پہنچا۔ تو مدینہ میں جو لوگ مسلمان تھے۔ وہ تو کہنے لگے کہ جب تک ہمارے بدن میں جان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بیکا نہیں ہونے دیں گے اور غیر مسلموں کی رائے تھی کہ آپؐ کو واپس کر دیا جائے۔ لیکن اوس وخزرج کے ستر آدمی جو بیعۃ العقبہ کر آئے تھے وہ قریش کی دھمکی سے مرعوب نہ ہوئے۔ جس پر قبیلہ میں جنگ وجدل شروع ہو گیا۔ لوگ تلواریں نکال کر کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ تو ان کو نصیحت فرمائی۔ کہ کیا تم اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائیوں کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ بالآخر جنگ نہ ہوئی۔ قریش کو عدم سپردگی کا خط لکھ دیا گیا۔ جس پر قریش کی میٹنگ ہوتی ہے۔ چندہ جمع کیا جاتا ہے اور سامانِ حرب شام سے منگایا جاتا ہے۔ اس وقت جہاد کی پہلی آیت نازل ہوتی ہے۔ أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا الآیۃ۔ یہ جنگ وقتال کا پہلا حکم ہے جو ہجرت کے ایک سال بعد ماہِ صفر میں جہاد فرض ہوتا ہے۔ جس کے بعد آپؐ جہاد کے لئے نکلتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے ڈاکہ زنی نہیں کی۔ اور نہ ہی ابتداً تشدد کیا۔ چودہ سال صبر وتحمل کے ساتھ گزارنے کے بعد بمصداق "تنگ آمد بجنگ آمد" تلوار اٹھائی ہے۔ جب کہ کوئی چارہ کار نہ رہا۔ کیا ایسا دشمن جو سامانِ جنگ مہیا کر کے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو چکا ہے۔ ایسے دشمن کو نہ روکا جائے۔ آج تو دُول متحاربہ کے سامانِ جنگ کو روکنا ضروریاتِ جنگ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ بہرحال آپؐ نے چار مرتبہ ان کا قصد کیا۔ ماہِ صفر میں۔ ماہِ ربیع الاوّل میں۔ جمادی الاولیٰ میں۔ اور رمضان المبارک میں۔ نو برس میں اڑسٹھ ۶۸ غزوات واقع ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض روایات کے مطابق چوبیس ۲۴ اور بعض کے مطابق ستائیس ۲۷ یا اٹھائیس ۲۸ غزوات ہیں۔ جن میں آپؐ بنفسِ نفیس شامل ہوئے ہیں اور باقی سرایا ہیں۔ ان ستائیس ۲۷ اور اٹھائیس ۲۸ میں سے نو غزوات ایسے ہیں۔ جن میں قتل وقتال کی نوبت آئی۔ اور ان میں طرفین کے مقتولین کی تعداد دس ہزار تک نہیں پہنچی۔ آج تہذیب وتمدن کے دعویدار ایک گھنٹے میں کئی لاکھ جانیں برباد کر رہے ہیں۔ بایں ہمہ اعتراض ہے کہ مذہبی جنون میں لوگوں کو برباد کیا گیا۔ حالانکہ اس نئی تہذیب میں بچے۔ عورتیں غیر محارب وغیرہ سب لوگ مارے جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تہذیب میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ بلکہ شدت سے منع کر دیا گیا۔ محض ان جوانوں کو قتل کرنے کا

حکم تھا۔ جو لڑائی میں حصہ لیں یا نقصان پہنچائیں۔ بلکہ کبھی تو قاتل کو بھی چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ابواء۔ بواط۔ عشیرہ یہ تینوں سرایا ایسے ہیں جن میں آپ شامل نہیں ہوئے۔ ابواء صفر میں۔ بواط ربیع الاول میں اور عشیرہ جمادی الاولی میں اور اس کے بعد رمضان المبارک میں غزوہ بدر واقع ہوا ہے۔ روایت باب سے معلوم ہوتا ہے کہ انیس ۱۹ غزوات ہیں۔ جن میں آپؐ نے شمولیت فرمائی۔ حالانکہ ستائیس یا اٹھائیس غزوات ایسے ہیں جن میں آپؐ نے شمولیت فرمائی ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ بعض غزوات ایسے ہیں جو ایک ہی مہینہ میں اور ایک ہی سفر میں واقع ہوئے ہیں۔ جیسے فتح مکہ کے بعد حنین، طائف اور اوطاس واقع ہوئے۔ غزوۂ احزاب کے بعد غزوۂ بنو قریظہ بعض نے پہلے ایک کہہ دیا۔ غزوہ خندق کے بعد غزوہ بنو قریظہ واقع ہوا تو ان دونوں کو ایک شمار کیا گیا۔ بنو قریظہ نے عہد نامہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ قریش سے تعاون کیا تھا۔ آپؐ غزوۂ احزاب سے فراغت کے بعد غسل کا ارادہ فرما رہے تھے۔ کہ جبرائیلؑ نے آکر کہا کہ آپؐ تو ہتھیار اتار کر غسل فرما رہے ہیں۔ اور فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے۔ جنگ کے لئے چلیئے۔ آپؐ نے پوچھا کہاں! فرمایا بنو قریظہ کی طرف کوچ کرنا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ص ۵۶۳/۲ غزوہ کی تعریف یہ ہے کہ جہاد کی غرض سے کوچ کیا جائے۔ خواہ اس میں لڑائی ہو یا نہ ہو۔ اور جس لڑائی میں آپؐ نے خود شمولیت فرمائی ہو۔ وہ غزوہ کہلاتا ہے۔ اور جس میں تجہیز کی ہو خود نہ گئے ہوں وہ سریہ ہے۔ سب سے پہلے غزوہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ غزوہ عشیرہ ہے جس کی تائید انہوں نے قتادہؒ کے قول سے کر دی۔ ابن اسحاق کا بھی ان کے نزدیک وقیع تھا اس لئے اس کو بھی ذکر کر دیا۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی یہ عادت کہ اختلاف کے وقت وہ غیر معتمد علیہ مقالات کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس طرح عدد غزوات میں بھی اختلاف ہے۔ دراصل اس اختلاف کا منشا راویوں کے اعتبارات ہیں۔ بہت سے راوی مدینہ سے شروع ہونے والے ایک سفر کو ایک ہی غزوہ شمار کرتے ہیں۔ اگرچہ اس سفر میں کئی غزوات وقوع پذیر ہو جائیں۔ چنانچہ اس کی رائے کے مطابق غزوہ فتح طائف۔ حنین اور اوطاس ایک غزوہ ہیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ دوسرے راوی کی رائے کے مطابق جس میں لڑائی کی نوبت آئے خواہ وہ تھوڑی دیر کے لئے کیوں نہ ہو تو وہ غزوہ شمار ہوگا۔ نیز! ثقہ

لوگوں کے نزدیک عدد کے مفہوم کا اعتبار نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ

امام بخاریؒ غزوہ اور سریہ میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کتاب المغازی میں سرایا اور بعوث کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس لئے حافظؒ فرماتے ہیں۔ اس جگہ مغازی سے مراد وہ اسفار ہیں جن میں آپؐ نے کفار کا قصد کیا ہو۔ خواہ بنفس نفیس یا لشکر کے ذریعہ قصد کیا ہو۔ ان کے شہروں میں گئے ہوں یا ان مکانات کا قصد کیا ہو جن پہ کفار کا غلبہ تھا۔ جیسے اُحد اور خندق خواہ ان مقامات پر لڑائی ہوئی یا نہ ہو۔ چنانچہ ان تینوں غزوات میں لڑائی نہیں ہوئی۔ ابن جوزیؒ نے ستائیس[۲۷] غزوات شمار کئے ہیں۔ ان میں سے صرف نو غزوات میں لڑائی ہوئی ہے۔ عام طور پہ محدثین اور اہل سیر غزوہ اور سریہ میں فرق بیان کرتے ہیں۔ اور وہی مشہور و معروف ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب المغازی کی ابتداء غزوۃ العشیرہ سے کی ہے۔ اور اس میں حضرت زید بن ارقم کی روایت کو لائے ہیں۔ لیکن اہل سیر کے نزدیک مشہور وہی ہے۔ جو ابن اسحاق کہہ رہے ہیں کہ عشیرہ سے پہلے تین غزوات اور ہو چکے ہیں۔ بارہ صفر کو غزوہ الابواء ہے۔ پھر ربیع الاوّل میں غزوہ بواط ہے۔ اور جمادی الاوّل میں غزوۂ عشیرہ ہے۔ اور صاحب مواہب نے کہا ہے کہ اول المغازی غزوہ ابواء ہے۔ ابن اسحاقؒ کی تائید سب اہل سیر کرتے ہیں۔ تو پھر زید بن ارقمؓ کے قول کی توجیہ یہ ہوگی کہ زید بن ارقم ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ پہلے مسلمان ہو کر غزوہ عشیرہ میں شریک ہوئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے غزوات تھے۔ اس لئے صحابہ کرام نے اعظم غزوات کو شمار کیا۔ چھوٹے چھوٹے شمار میں نہیں آئے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق بتلا رہے ہیں۔ پہلے غزوات کا انہیں علم نہیں ہو سکا۔ چنانچہ ان غزوات سے پہلے سرایا بھی واقع ہو چکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے سات ماہ پہلے سریہ حمزہ بن عبد المطلب پھر سریہ عبیدہ بن الحارث ہے۔ پھر سریہ سعد بن ابی وقاص ہے۔ پھر غزوہ ابواء ہے۔ بنا بریں میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اوّل المغازی کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ غزوہ عشیرہ کا خاص طور پہ ذکر اس لئے کیا۔ کہ وہ غزوۂ بدر کے لئے بطور توطیہ اور تمہید کے ہے۔ اس لئے ابن اسحاق کے قول سے اوّل المغازی کے وہم کو دفع کیا۔ اصل مقصد بدر کبریٰ کے غزوہ کا

ذکر کرنا ہے۔ کیونکہ یہ غزوہ عشیرہ جس میں خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے۔ یہ قریش کے اس قافلے کا تعاقب کر رہا تھا جو شام کی طرف ہتھیار خریدنے کے لئے جا رہا تھا۔ جب یہ قافلہ شام سے واپس آیا تو تب دوسری مرتبہ بھی آپؐ نے اس کا مقابلہ کیا اور اس غزوہ عشیرہ میں آپ ڈیڑھ سو یا دو سو کے قریب آدمی لے کر گئے تھے اور قریش کا قافلہ پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار اونٹ لے کر شام کی طرف روانہ ہوا تھا۔ واپسی پر بدر کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ جب کہ وہ تجارتی قافلہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ غزوات کی تعداد میں سات اقوال ہیں۔ سترہ سے لے کر ستائیس تک شمار کئے جاتے ہیں۔ نو میں لڑائی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صرف غزوہ احد میں قتال کیا اور اس میں صرف ابی بن خلف کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اور سینتالیس[۴۷] سرایا شمار کئے جاتے ہیں۔ اور واقدی نے اڑتالیس[۴۸] ابن جوزی نے چھپن[۵۶] اور مسعودی نے ساٹھ گنوائے ہیں اور مروزی نے ستر[۷۰] اور حاکم نے سو[۱۰۰] سے اوپر۔ لیکن حافظؒ فرماتے ہیں کہ غزوات اور سرایا کا مجموعہ سو[۱۰۰] ہے۔ اور اس اختلاف کی وجہ وہی ہے۔ جو قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ کہ بعض رواۃ نے صرف سفر کا لحاظ کیا غزوات کا نہیں کیا۔ بعض نے اس سفر میں جس قدر غزوات واقع ہوئے ان کو شمار کر لیا۔ تو یہ نظریہ کا اختلاف ہوا۔ درحقیقت اختلاف نہیں ہے۔ فتح الباری میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُقْتَلُ بِبَدْرٍ

ترجمہ۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان لوگوں کا ذکر کرنا جو بدر کی لڑائی میں قتل کئے گئے۔

حدیث نمبر ۳۵۵۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الخ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ رض عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ صَدِيقًا لِأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَكَانَ أُمَيَّةُ إِذَا مَرَّ بِالْمَدِينَةِ نَزَلَ عَلَى سَعْدٍ وَكَانَ سَعْدٌ إِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلَى أُمَيَّةَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا فَنَزَلَ عَلَى أُمَيَّةَ بِمَكَّةَ فَقَالَ لِأُمَيَّةَ انْظُرْ لِي سَاعَةَ خَلْوَةٍ لَعَلِّي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ فَخَرَجَ بِهِ قَرِيبًا مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ فَلَقِيَهُمَا أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ يَا أَبَا صَفْوَانَ مَنْ هٰذَا

مَعَكَ فَقَالَ هٰذَا سَعْدٌ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْجَهْلٍ اَلَا اَرَاكَ تَطُوْفُ بِمَكَّةَ اٰمِنًا وَقَدْ اَوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَزَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ تَنْصُرُوْنَهُمْ وَتُعِيْنُوْنَهُمْ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّكَ مَعَ اَبِیْ صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ اِلٰی اَهْلِكَ سَالِمًا فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ وَرَفَعَ صَوْتَهٗ عَلَيْهِ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِیْ هٰذَا لَاَمْنَعَنَّكَ مَا هُوَ اَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ طَرِيْقَكَ عَلَی الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ اُمَيَّةُ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلٰی اَبِی الْحَكَمِ سَيِّدِ اَهْلِ الْوَادِیْ فَقَالَ سَعْدٌ دَعْنَا عَنْكَ يَا اُمَيَّةُ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُمْ قَاتِلُوْكَ قَالَ بِمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِیْ فَفَزِعَ لِذٰلِكَ اُمَيَّةُ فَزَعًا شَدِيْدًا فَلَمَّا رَجَعَ اُمَيَّةُ اِلٰی اَهْلِهٖ قَالَ يَا اُمَّ صَفْوَانَ اَلَمْ تَرَیْ مَا قَالَ لِیْ سَعْدٌ قَالَتْ وَمَا قَالَ لَكَ قَالَ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا اَخْبَرَهُمْ اَنَّهُمْ قَاتِلِیَّ فَقُلْتُ لَهٗ بِمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِیْ فَقَالَ اُمَيَّةُ وَاللّٰهِ لَا اَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ اِسْتَنْفَرَ اَبُوْجَهْلٍ النَّاسَ قَالَ اَدْرِكُوْا عِيْرَكُمْ فَكَرِهَ اُمَيَّةُ اَنْ يَّخْرُجَ فَاَتَاهُ اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ يَا اَبَا صَفْوَانَ اِنَّكَ مَتٰی مَا يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ وَاَنْتَ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِیْ تَخَلَّفُوْا مَعَكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ اَبُوْجَهْلٍ حَتّٰی قَالَ اَمَّا اِذَا غَلَبْتَنِیْ فَوَاللّٰهِ لَاَشْتَرِيَنَّ اَجْوَدَ بَعِيْرٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ قَالَ اُمَيَّةُ يَا اُمَّ صَفْوَانَ جَهِّزِيْنِیْ فَقَالَتْ لَهٗ يَا اَبَا صَفْوَانَ وَقَدْ نَسِيْتَ مَا قَالَ لَكَ اَخُوْكَ الْيَثْرِبِیُّ قَالَ لَا مَا اُرِيْدُ اَنْ اَجُوْزَ مَعَهُمْ اِلَّا قَرِيْبًا فَلَمَّا خَرَجَ اُمَيَّةُ اَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا اِلَّا عَقَلَ بَعِيْرَهٗ فَلَمْ يَزَلْ بِذٰلِكَ حَتّٰی قَتَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت سعد بن معاذؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ اُمیّہ بن خلف کے دوست تھے۔ امیّہ جب مدینہ سے گزرتا تو وہ حضرت سعدؓ کا مہمان ہوتا اور جب حضرت سعدؓ کا مکّہ میں آنا ہوتا تو وہ امیّہ کے یہاں قیام کرتا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مدینہ تشریف لائے۔ تو حضرت سعدؓ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکّہ گئے۔ اور امیّہ کے ہاں قیام کیا۔ اور امیّہ سے کہا کہ کوئی خالی وقت دیکھو تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کرلوں۔

چنانچہ وہ ان کو لے کر دوپہر کے قریب روانہ ہوئے۔ تو دونوں سے ابوجہل کی ملاقات ہوگئی۔ اس نے پوچھا اے ابوصفوان یہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت سعدؓ ہیں۔ تو ابوجہل نے کہا۔ کہ میں نہیں دیکھنا چاہتا کہ تم امن کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرو۔ جب کہ دین سے پھر جانے والوں کو تم نے ٹھکانا دیا ہے۔ اور تم یہ بھی کہتے ہو۔ کہ ہم ان کی مدد کریں گے۔ اور ان سے تعاون کریں گے۔ اللہ کی قسم! اگر تم ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو سالم بچ کر اپنے گھر والوں کے پاس نہ پہنچ سکتے تو حضرت سعدؓ نے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر تو نے ہم کو اس طواف سے روکا تو ہم تم کو اس سے گراں چیز سے روکیں گے۔ وہ تمہارا مدینہ والوں سے گذر کر شام کا راستہ ہے۔ امیہ بولا۔ اے سعد! وادی والوں کے سردار ابوالحکم پر اونچی آواز سے بات نہ کرو۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا۔ اے امیہ! چھوڑ دو ہمارے ساتھ باتیں مت بناؤ۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ کہ وہ لوگ مدینہ والے تجھے قتل کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا مکہ میں۔ حضرت سعدؓ بولے یہ میں نہیں جانتا۔ تو اس خبر سے امیہ بہت گھبرایا۔ جب گھر واپس آیا تو اپنی بیوی سے کہنے لگا۔ کہ ام صفوان! تمہیں معلوم نہیں ہے کہ مجھے سعدؓ نے کیا کہا وہ بولی وہ کیا کہہ گئے ہیں۔ بولا وہ کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ مدینہ والے مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ میں نے پوچھا مکہ میں۔ اس نے کہا۔ یہ میں نہیں جانتا۔ تو امیہ نے قسم کھالی۔ کہ اب میں مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا۔ جب بدر کی لڑائی کا دن آیا۔ تو ابوجہل لوگوں کو لڑائی کے لئے نکال رہا تھا۔ کہ اپنے قافلہ کی مدد کے لئے پہنچو تو امیہ مکہ سے نکلنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ابوجہل اس کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ ابوصفوان! تو وادی والوں کا سردار ہے۔ جب لوگ تجھے دیکھیں گے کہ تو پیچھے رہ گیا ہے۔ اور لڑائی میں شامل نہیں ہو رہا۔ تو دوسرے لوگ بھی تیرے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے۔ پس برابر ابوجہل اس کو اکساتا رہا۔ تو امیہ کہنے لگا اے ابوالحکم جب تو مجھ پہ غالب آگیا ہے۔ تو میں مکہ میں ایک عمدہ اونٹ خرید کر لوں گا تاکہ راستہ سے جلد ہی واپس آجاؤں۔ تو اس نے بیوی سے آکر کہا۔ کہ اے ام صفوان! میرے لئے سامان تیار کرو۔ وہ بولی اے ابوصفوان۔ کیا تمہیں اپنے یثربی بھائی سعدؓ کی بات بھول گئی ہے۔ اس نے کہا بھولی تو نہیں۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں ان کے قریش کے لشکر کے ہمراہ تھوڑی سی دور ایک دن دو دن کے لئے جاکر پھر واپس آجاؤں گا۔

چنانچہ وہ روانہ ہوا تو کسی منزل پر پڑاؤ نہیں کرتا تھا۔ مگر یہ کہ اپنے اونٹ کے گھٹنے رسّے سے باندھ لیتا تاکہ بھاگنے میں دیر نہ ہو۔ ایسے کرتے کرتے وہ بدر میں پہنچ گیا۔ جہاں اللہ تعالےٰ نے اس کو قتل کرادیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ امیہ بن خلف صنادید قریش میں سے ہے۔ بہت بڑا تاجر اور مالدار حضرت بلالؓ کا آقا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو لوگ پہلے پہلے ایمان لائے۔ ان میں حضرت بلالؓ بھی تھے۔ ان کی ایمان لانے کی اطلاع جب امیہ کو ہوئی تو اس نے حضرت بلالؓ کو اسلام لانے سے روکا۔ ان کے انکار پر اس نے ان کو ستانا شروع کیا۔ سخت ایذائیں برداشت کرنے کے باوجود حضرت بلالؓ نے توحید کو نہ چھوڑا۔ احد احد کا نعرہ لگاتے رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی مکّہ کے بڑے تاجر تھے۔ ان کا ایک رومی غلام تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے حضرت بلالؓ کی تکالیف نہ دیکھی جاتیں تھیں۔ امیّہ کو نصیحت کی جو کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آخر اپنا رومی غلام دے کر حضرت بلالؓ کو اس سے لے لیا۔ جب قریش اور مسلمانوں میں اعلان جنگ ہو گیا۔ نہ امیّہ بن خلف مدینہ آسکتا تھا اور نہ ہی ان کے دوست حضرت سعدؓ مکّہ آسکتے تھے۔ حضرت سعدؓ نے ان کو خط لکھا۔ کہ میں مدینہ میں تیرے مملوکات کی حفاظت کروں گا۔ اور تم مکّہ میں میرے مملوکات کی حفاظت کرو۔ لڑائی کے ختم ہونے پر جب یہ پکڑا گیا۔ ان کو قتل کر دینے کا حکم تھا۔ چونکہ امیہ سے حضرت سعدؓ کا عہد تھا۔ اس لئے وہ راتوں رات اسے لے کر چلے۔ حضرت بلالؓ نے امیّہ کو دیکھ لیا۔ تو نعرہ لگایا۔ لا نجوت ان نجا امیّۃ بن خلف۔ کہ اگر امیّہ بچ کر نکل گیا تو میری زندگی نہیں ہے۔ حضرت سعدؓ امیّہ پر گر پڑے۔ لیکن حضرت بلالؓ نے انصار کے ایک گروہ کے ساتھ تلواروں سے چونک چونک کر اسے مار دیا۔ غزوۂ بدر سے پہلے حضرت سعدؓ عمرہ کے ارادہ سے مکّہ معظمہ امیّہ کے پاس اترے تو یہ واقعہ پیش آیا۔

صباۃ جمع صابی کی جو شخص ایک دین سے پھر کر دوسرا دین اختیار کرے۔ ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام ہے۔ اسلام سے پہلے اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ فیصلے کرنے والا۔ اسلام میں اسے ابوجہل کے نام سے پکارا جانے لگا۔

انھم قاتلوک میں ھم ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اتباع کی طرف راجع ہے۔ یہ توجیہ مشہور ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ابوجہل اور اس کے اتباع کی طرف راجع ہے۔

ففزع لذلک فزعا شدیدا اگر وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے۔ لیکن آپ کے متعلق ان کا یقین تھا کہ آپ کبھی جھوٹی بات نہیں کہتے۔ جو کچھ آپ فرماتے ضرور ہو کر رہے گا۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے۔ ما کذب محمد اور یہی ابوجہل نے تنہائی میں کہا تھا کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس لئے ایمان نہ لایا کہ یہ بات نفس سرکش کی مرضی کے خلاف تھی۔ سرداری کی انا نے جھکنے نہیں دیا۔ اور غزوۂ بدر کی نوبت اس لئے پیش آئی کہ کفار مکہ نے ابوسفیان کو قافلہ کا سردار بنا کر سامان جنگ لینے کے لئے شام بھیجا جس نے جنگی سامان کے ایک ہزار اونٹ لاد لئے۔ جب یہ قافلہ سامان لئے ہوئے مکہ کو روانہ ہوا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوسوں نے اس عیر قافلہ کی آمد کی اطلاع دی۔ صحابہ کرام اس قافلہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ تاکہ اس کا جنگی سامان چھین لیا جائے۔ ابوسفیان نے ساحلی راستہ اختیار کر کے قافلہ کو بچا کر لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن قبل ازیں اس نے ضمضم بن عمرو انصاری کے ذریعہ قریش کو اطلاع کر دی کہ قافلہ کی حفاظت کے لئے پہنچو۔ چنانچہ وہ الغوث الغوث پکارتا ہوا مکہ پہنچا ابوجہل نے ایک ہزار کا لشکر تیار کیا۔ امیہ بن خلف اس میں جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن ابوجہل نے ایک انگیٹھی میں دھونی رکھ کر اس کو غیرت دلائی کہ عورتوں کی طرح چھپ کر بیٹھ گئے ہو۔ آخر وہ نکلا اور بدر میں قتل ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ص ۵۶۳ س ۱۳ طریقک الی الشام مارا علی اھل المدینۃ دعا برا علیھم یعنی میں تیرا وہ راستہ روک دوں گا جو تو اہل مدینہ سے گزر کر شام کو جاتا ہے۔ اور ان پر سے عبور کر جاتا ہے۔ اب عبور نہیں کرنے دیا جائے گا۔

ص ۵۶۳ س ۱۲ الا عقل لعیرہ اونٹ کا باندھنا دلالت کرتا ہے۔ کہ واپس آنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر اس کا واپسی کا ارادہ ہوتا تو اسے نہ باندھتا۔ بلکہ جب بھی موقعہ ملتا واپس آجاتا۔

الحاصل وہ ہر بڑاؤ پر واپس آنے کا پروگرام بناتا کہ کل جاؤں گا یا پرسوں جاؤں گا۔ یہاں تک کہ اپنے مقتل بدر کے میدان میں پہنچ گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں کہ طریقک منصوب ہے جو لامنعنک کا معمول ہے۔ اور ما ھو اشد علیک سے بدل واقع ہو رہا ہے اور اسرائیل کی روایت میں

متجرک الی الشام ہے ۔ یعنی شام کی طرف جو تیری تجارت کا راستہ ہے لوٹ مار کی جائے گی ۔
عقل بعیرہ جو توجیہ حضرت گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے ۔ وہ لفظ حدیث کے زیادہ قریب ہے ۔
چنانچہ مولانا محمد حسنؒ مکی کی تقریر میں بھی ایسا ہے ۔ عقل بعیرہ بارادۃ ان یذھب منزلا آخر ولو اراد
الرجوع لم یعقل بعیرۃ یعنی وہ اونٹ کو اس ارادہ سے باندھتا تھا ۔ کہ اگلی منزل پر پہنچ کر
واپس آجائے گا ۔ اگر واپسی کا ارادہ ہوتا تو اپنے اونٹ کو نہ باندھتا ۔ اور فوراً واپس آجاتا ۔
اور صاحب فیض فرماتے ہیں ۔ کہ یہ امیہ کا حیلہ تھا ۔ کہ اونٹ کو اپنے پاس باندھتا تھا ۔ تاکہ موقع
پاکر واپس بھاگ جائے ۔

بَابُ قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ وَقَالَ وَحْشِيٌّ قَتَلَ حَمْزَةَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّقَوْلُهٗ تَعَالٰی وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ الْاٰيَةَ ۔

ترجمہ ۔ غزوۂ بدر کا واقعہ ۔ اللہ تعالٰی اپنی ان آیات میں بیان فرماتے ہیں ۔ کہ جب تم لوگ ذلیل شمار کئے جاتے تھے ۔ کہ نہ سامان حرب تھا نہ فوجی نفری تھی ۔ تو اللہ تعالٰی نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی ۔ پس اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہو ۔ شاید کہ تم شکر ادا کرتے رہو ۔ جب کہ آپؐ مومنین سے فرما رہے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالٰی تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے تمہاری امداد کرے ہاں کیوں نہیں ۔ اگر تم صبر کرو گے اور گناہوں سے بچتے رہو گے تو ایسے فوری امداد

پہنچتی رہے گی۔ یہ لو تمہارا رب پانچ ہزار علامت زدہ فرشتوں سے تمہاری امداد فرمارہا ہے۔ یہ فرشتوں کی امداد تو تمہاری خوشخبری کے لئے ہے۔ تاکہ تمہارے دل تسلی کرجائیں۔ ورنہ درحقیقت امداد و نصرت تو اس اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو غالب اور حکمت والا ہے۔ اور یہ امداد اس لئے ہے کہ اللہ تعالےٰ کافروں کی ایک جماعت کا صفایا کرنا چاہتے ہیں یا انہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ نامراد ہوکر واپس لوٹیں۔ وحشیؓ بن حرب حبشی فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر کے دن قتل کیا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کا یہ قول بھی بدر کے بارے میں ہے۔ جب کہ اللہ تعالےٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ ان عیر یا نفیر میں سے ایک تمہارے لئے ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جہاد کے فرض ہونے کے بعد یہ چوتھا غزوہ ہے جو بدر میں واقع ہوا۔ بدر ایک کنویں کا نام ہے جو اپنے مالک کے نام بدر سے مشہور ہوا۔ جو اس کنواں کو کھودنے والا یا اس کی مَن بنانے والا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا پانی بہت صاف تھا۔ اور چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اور بعض نے کہا گول ہونے کی وجہ سے بدر کہلایا۔ لیکن پہلی توجیہ زیادہ مشہور ہے۔ واقعہ کا مفصل بیان ہوچکا ہے۔ کہ کوئی شخص اگر اپنے دشمن سے اسلحہ وغیرہ چھین لے تو یہ عقلمندی کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف کرنا سیاسی غلطی ہوگی۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کا اسلحہ چھیننے کی کارروائی کی اگر ایسا نہ کرتے تو سیاسی غلطی سمجھی جاتی۔ ہنوز دلّی دور است والا معاملہ ہوگا۔

وقول اللہ تعالیٰ الخ یہ آیت کریمہ غزوۂ اُحد کے موقعہ پر نازل ہوئی۔ جس میں غزوۂ بدر کا واقعہ مسلمانوں کی تسلی کے لئے بیان کیا گیا۔ جب مسلمان بدر کے قریب پہنچے اور جواسیس نے اطلاع دی۔ کہ عیر تو نکل گیا۔ اب نفیر کا سامنا ہے۔ تو مسلمانوں کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ کیونکہ تعداد بھی تھوڑی تھی اور ہتھیار بھی نہیں تھے۔ تو مسلمان اَغِثْنَا اَغِثْنَا یا رب کہنے لگے تو اللہ تعالےٰ نے ان کی مدد کے لئے ایک ہزار فرشتہ نازل کیا۔ جب دشمن کا سازو سامان اور تعداد زیادہ سمجھی تو اس سے گھبراہٹ بڑھ گئی۔ تو اللہ تعالےٰ نے تین ہزار فرشتوں سے امداد فرمائی۔ جب خبر آئی۔ کہ سردار کرز بن جابر کی کمک پہنچ رہی ہے تو رہا سہا اطمینان بھی جاتا رہا۔ تو باری تعالےٰ نے پانچ ہزار فرشتے اتارنے کا وعدہ فرمایا۔ لیکن ان کی آمد مشروط تھی۔ اس لئے پانچ ہزار فرشتے نہ اترے۔

اگر شبہ ہو کہ فرشتہ تو اپنی ملکی صورت میں ایک ہی کافی تھا۔ تو جواب یہ ہے کہ بشری صورت میں ابتلا اور امتحان کے لئے بھیجا گیا۔ کہتے ہیں کہ ان فرشتوں کے سر پر سفید عمامے تھے۔

قال وحشی الخ حضرت وحشیؓ طعیمہ بن عدی کے بھائی کے غلام تھے۔ طعیمہ کو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تو اس کے بھائی نے حضرت حمزہؓ کو قتل کے بدلے میں قتل کرنے پر ان کو آزادی دینے کا وعدہ کیا۔ تو اس امید پر یہ غزوۂ اُحد میں ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب حضرت امیر حمزہؓ ایک آدمی کو قتل کر کے واپس آرہے تھے۔ تو انہوں نے پتھر کی اوٹ سے نکل کر چھوٹے نیزے سے وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ابن الخیار راوی کا وہم ہے۔ صحیح ابن نوفل ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۶۰ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ سَمِعْتُ کَعْبَ بْنَ مَالِکٍؓ یَقُوْلُ لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃٍ غَزَاھَا اِلَّا فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ غَیْرَ اَنِّیْ تَخَلَّفْتُ عَنْ غَزْوَۃِ بَدْرٍ وَّلَمْ یُعَاتَبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْھَا اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرِیْدُ عِیْرَ قُرَیْشٍ حَتّٰی جَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ عَدُوِّھِمْ عَلٰی غَیْرِ مِیْعَادٍ۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جس قدر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کئے ہیں۔ میں ان میں سے کسی کے اندر پیچھے نہیں رہا۔ سوائے غزوۂ تبوک کے۔ جس کی مجھے سزا ملی۔ ہاں غزوۂ بدر میں بھی میں پیچھے رہ گیا۔ لیکن یہ وہ لڑائی تھی جس میں پیچھے رہ جانے پر کوئی عتاب نازل نہیں ہوا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے ارادہ سے تو نکلے نہیں وہ محض قافلہ قریش کو لوٹنے کا ارادہ تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اور آپؐ کے دشمنوں کو بغیر کسی مدت مقرر کئے کے جمع کر دیا تھا۔ اور قافلہ قریش تیس چالیس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ جس میں ایک ہزار اونٹ پر سامان حرب لدا ہوا تھا۔ جو پچاس ہزار دینار کی مالیت کا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت کعب بن مالکؓ کا عجیب واقعہ ہے۔ جو بعد میں آرہا ہے۔ تین آدمی مخلص مسلمان غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ جن پر عتاب نازل ہوا کہ پچاس دن تک سلام و کلام بند رہا۔ پھر علی الثلاثۃ الذین خلفوا آیت نازل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ امروز فردا کرتے رہے۔ کہ آج جاتے ہیں کل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ خبر پہنچی آپؐ واپس تشریف لارہے ہیں۔

قسمت کی بات کہ یہ لوگ جہاد میں جا نہ سکے۔ جس پر اہل مدینہ نے ان سے بائیکاٹ کیا۔ اور غزوہ بدر میں اس لئے پیچھے رہ گئے کہ یہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ جس کی بنا پر عتاب نہیں ہوا۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰۤئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰۤئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

ترجمہ۔ وہ وقت یاد کرو جب کہ تم رب سے مدد مانگ رہے تھے۔ تو اس نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بے شک میں تمہاری پے در پے آنے والے ایک ہزار فرشتوں سے امداد کرنے والا ہوں اور یہ امداد تمہارے خوش کرنے کے لئے ہے تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ کیونکہ مدد اصلی تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو بے شک اللہ تعالےٰ غلبہ والے اور حکمت والے ہیں۔ جب کہ تم کو امن کے طور پر اللہ کی طرف سے اونگھ نے ڈھانپ لیا اور تمہارے اوپر آسمان سے پانی اتارا۔ تاکہ تم اس سے طہارت حاصل کرو۔ تاکہ شیطانی وساوس بھی تم سے دور کرے۔ اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے۔ تاکہ تمہارے قدم پھسلن سے محفوظ ہو جائیں۔ یاد رکھو جب کہ تیرے ربّ نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کے قدم جماؤ۔ میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ پس تم ان کی گردنوں پر تلوار زنی کرو۔ اور ان میں سے ہر ایک کے پور دے کاٹ دو۔ یہ حکم اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے سخت عذاب دینے والے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ آیات سورۂ انفال کی ہیں۔ پہلی آیات سورۂ آل عمران کی تھیں۔ امام بخاریؒ ان دونوں آیات کو جمع کرنا چاہتا ہے۔ کہ ان دو آیات میں غزوہ بدر کا ذکر

کیا گیا ہے۔ پہلے ایک ہزار کا وعدہ تھا پھر تین ہزار کا وعدہ ہوا جب کہ گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ پانچ ہزار کا وعدہ اس شرط کے ساتھ مشروط تھا کہ اگر کرز بن جابر کی دو ہزار فوج آجاتی تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار فرشتے بھیجتے وہ نہیں آئے تو پانچ ہزار کی مدد بھی نہیں پہنچی۔

یغشاھم فعل لازم ہے تغشیکم فعل متعدی۔ نعاس کے معنی اونگھ کے ہیں۔ امنۃ مفعول لہ ہے۔ مسلمان جب بدر میں دیر سے پہنچے تو کفار میٹھے چشموں پر قبضہ کر چکے تھے۔ اور سہل زمین بھی ان کے قبضہ میں آچکی تھی۔ بعض صحابہ کرام جنبی ہوئے۔ پانی تھا نہیں۔ تیمم کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اس پر شیطان نے طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈالے۔ کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہیں ان مصائب و تکالیف کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی۔ جس سے طہارت کا انتظام بھی ہو گیا۔ ریتلی زمین جم گئی۔ ان کی زمین پھسلن سے محفوظ ہوئی۔ ان انعامات کا اللہ تعالیٰ ان آیات میں ذکر فرما رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۵۶۱ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ یَقُوْلُ شَهِدْتُّ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ مَشْهَدًا لَاَنْ اَكُوْنَ صَاحِبَهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا عُدِلَ بِهٖ اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَدْعُوْا عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ فَقَالَ لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ یَمِیْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَیْنَ یَدَیْكَ وَخَلْفَكَ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَقَ وَجْهُهٗ وَسَرَّهٗ یَعْنِیْ قَوْلَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت مقداد بن اسود کے جنگی مقام میں حاضر ہوا تاکہ میں ان کا ساتھی ہوں۔ یہ بات مجھے ان سب چیزوں سے زیادہ پسند تھی جو اس کے مقابل ہو سکتی ہیں۔ بہر حال وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ جب کہ آپؐ مشرکین کی طرف لوگوں کو بددعا کر رہے تھے۔ جس پر حضرت مقدادؓ نے کہا ہم اس طرح نہیں کہیں گے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا۔ کہ موسیٰ تو اور تیرا رب جا کر لڑے۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم لوگ تو آپؐ کی دائیں طرف بائیں طرف سامنے پیچھے غرضیکہ ہر طرف سے لڑیں گے۔ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس کا

چہرہ انور چمک اٹھا۔ اور اس بات نے آپ کو خوش کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہی یدعوا علی المشرکین یعنی آپ کے دل میں تردد تھا۔ کہ خدا جانے انصار کیا معاملہ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ پہلی لڑائی تھی اور انصار سے معاہدہ نصرت اور تحفظ کا تھا۔ یہ نہیں کہ آپ کے دشمنوں سے قتال بھی کریں گے۔ اس لئے آپ نے انصار کو مشرکین کے خلاف لڑنے کی دعوت دی۔ جب حضرت مقداد ابن اسودؓ کے مقالہ سے واضح ہو گیا۔ کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کو نہیں چھوڑ دیں گے۔ اور آپ کے ساتھ مل کر دشمنوں سے قتال نہیں کریں گے۔ تب آپ کو تسلی ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریا اصل میں لفظ انی ہے۔ لیکن بخاری کے جمیع نسخوں میں خواہ وہ ہندی ہوں یا مصری لفظ علی موجود ہے۔ شراح میں سے کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس کو ذکر فرمایا۔ اور لفظ حدیث کی تشریح وتفسیر فرمائی کہ آپ لوگوں کو قتال مشرکین کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور انہیں جنگ پر آمادہ کر رہے تھے۔ یہی معنی صاحب تیسیر نے بھی بیان کئے ہیں۔ کہ آمد پیغمبر خدا را در حال آنکہ آنحضرت مے خواند مردم را بر جنگ مشرکان الخ وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان تو اپنے قافلہ ہمراہ نجات پا کے نکل چکا ہے۔ اور قریش نے بدر کا قصد کیا ہے تو آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یکے بعد دیگرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا۔ اسی طرح حضرت مقداد بن الاسودؓ نے بھی یہاں تک کہہ دیا۔ کہ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو آپ کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔ جب کہ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کا اشارہ ہم انصار کی طرف ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مہاجرین تو میرے ساتھ گھر بار چھوڑ کر آگئے ہیں۔ ان کو جہاں لے جاؤں وہ تو انکار نہیں کریں گے انصار نے صرف نصرت وحفاظت پر بیعت کی تھی۔ یہ نہیں کہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ لڑائی میں بھی حصہ لیں گے۔ بنا بریں حضرت مقدادؓ کے جواب سے آپ کو اطمینان ہو گیا۔

حدیث نمبر ۳۵۶۲ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ

وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی کے موقعہ پر یہ دعا مانگی۔ کہ اے اللہ! کہ میں تیرے سے وفاء عہد کی اور دشمنوں پر غلبہ کے وعدہ کے پورا کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اے اللہ! چونکہ میں آخری نبی ہوں۔ اگر آپ چاہیں۔ تو میری اور میری امت کی ہلاکت کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔ اس لئے کہ پھر ایمان کی طرف دعوت دینے والا کون ہوگا۔ جس پر حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بس یہی کافی ہے۔ اللہ آپؐ کی ضرور مدد کرے گا۔ چنانچہ آپؐ وہاں سے نکلے تو زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ ترجمہ آیت۔ عنقریب یہ جماعت مشرکین شکست کھا جائے گی بلکہ پیٹھ دے کر بھاگیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | جب آپؐ میدان بدر میں پہنچے تو مسلمانوں کو عَدد اور عُدد یعنی تعداد اور ہتھیاروں میں کمزور دیکھا۔ کہ غلبہ کے اسباب مسلمانوں میں مفقود ہیں اور کفار میں موجود ہیں۔ آپؐ کے لئے پھونس کا ایک عریش جھونپڑا بنایا گیا تھا۔ جس میں آپؐ نے نہایت تفرع اور زاری سے دعا مانگی۔ عہد و وعد وعدہ تو امر مستقبل کو پورا کرنے کا ہوتا ہے۔ اور عہد میں تاکیدی کلمات لائے جاتے ہیں تو وہ وعدہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اوفوا بالعهد یعنی عہد کو پورا کرنے کا حکم قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے۔

انشاد کے معنی پڑھنے اور طلب کرنے کے آتے ہیں۔ اسی سے انشاد شعر سے شعر پڑھنے کے معنی ہیں۔ اور انشاد ضالۃ میں گمشدہ چیز کو طلب کرنا ہے۔ اس جگہ انشاد سے طلب مراد ہے۔ یعنی اللهم اطلب عهدک ووعدک یا انشاد کے معنی تذکیر اور یاد دلانی کے ہیں۔

ای اذکرک عهدک ووعدک کہ آپ کو اپنا عہد و وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ ان شئت ای اهلاک هذه العصابة لم تعبد کے معنی ہیں۔ یعنی اگر ہم سب کے سب مقتول ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ کا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا۔ اگر بالفرض سب مقتول نہ ہوئے۔ تو مغلوب ہونے کی صورت میں بھی ان میں مقابلہ کی ہمت نہ ہوگی۔ اور نہ ہی کوئی دین اسلام کی طرف رغبت کرے گا۔ اور آپؐ کے بعد کسی نبی نے آنا نہیں تو عبادت الٰہی نہ ہوگی۔ یہ کلام زور دار تھا۔

جب آپؐ ان کلمات تک پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے کولی بھر لی۔ اور کہا حسبک ای حسبک منشادتک اگر اشکال ہو۔ کہ جب باری تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے۔

جاءھم نصرنا الخ تو جس قدر آپؐ کو وعدہ پر یقین کرنا چاہیئے۔ وہ اور کسی کے لائق نہیں پھر ان زوردار الفاظ کے ساتھ مناشدہ یعنی اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرنا عجیب بات ہے۔ دوسرے یہ کہ آپؐ تو مناشدہ کے ذریعہ بے اطمینانی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اطمینان اور تسلی دلا رہے ہیں۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہونا چاہیئے تھا۔ جیسے لاتحزن ان اللہ معنا میں آپؐ نے اطمینان کا اظہار فرمایا تھا۔ تو اس کا ایک تو مشہور جواب ہے۔ کہ آپؐ کا مناشدہ سیاسۃً تھا۔ جس سے صحابہ کرام کو اطمینان اور تسلی دینا تھا۔ کیونکہ آپؐ کا مستجاب الدعوات ہونا صحابہ کرام کے نزدیک مسلّم تھا۔ تو جب وہ آپؐ کو گڑگڑاتا دیکھیں گے تو ان کو اطمینان حاصل ہوگا۔ کہ اب نصرت ایزدی ضرور ہماری دستگیری کرے گی تو گویا اپنے اطمینان حاصل کرنے کے لئے آہ وزاری نہیں تھی۔ بلکہ سیاسی طور پر صحابہ کرام کو اطمینان دلانا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے قول سے آپؐ کو یقین ہو گیا۔ کہ صحابہ کرامؓ مطمئن ہیں۔

لیکن اس سے عمدہ جواب اہل تصوف اور محققین نے دیا ہے۔ کہ اگرچہ باری تعالیٰ نے آپؐ سے غلبہ علی الکفار کا وعدہ کیا تھا۔ مگر وہ وعدہ مجمل تھا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے وعدے کئے جاتے ہیں۔ جن میں امتحانات ہوتے ہیں۔ بالآخر نصرت باری نصیب ہوتی ہے۔ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا۔ ترجمہ۔ یہاں تک کہ جب انبیاء رسل مایوس ہو گئے اور انہیں گمان ہوا کہ کہیں ان کو جھوٹا نہ کہا جائے۔ تو پھر ہماری مدد ان کو پہنچتی ہے۔ یہاں بھی اطمینان نہیں کہ اس جنگ میں غلبہ ہوگا یا نہیں۔ کیونکہ وقت کی کوئی تعیین نہیں تھی۔ بنا بریں آپؐ پریشان تھے۔ جس پر آپؐ نے تفرع وزاری کا اظہار فرمایا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے کندھے سے چادر بھی گر پڑی۔ تیسرا جواب اس سے زیادہ قوی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ باری تعالیٰ کی شانِ بے نیازی پر ہے۔ اور یہ سالک کا کمال درجہ ہے کیونکہ باری تعالیٰ وعدہ پورا کرنے پر مجبور نہیں ہیں۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ اللہ بے نیاز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معرفت میں کامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

یعنی جب تک آپؐ کی ذات ان میں موجود ہے اللہ تعالےٰ ان کو عذاب دینے والے نہیں ہیں۔ بایں ہمہ جب بادل چڑھ آتا۔ آندھی آجاتی۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کا حال قابل دید ہوتا۔ کبھی اندر آتے کبھی باہر جاتے۔ حضرت عائشہؓ کے پوچھنے پہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ بادل کی صورت میں قوم عاد پہ عذاب نازل ہوا۔ مجھے کیا خبر ہے کہ اس بادل میں رحمت ہے یا عذاب ہے۔ یہاں بھی یہی اشکال ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتے۔ پھر بھی آپؐ پریشان نظر آتے ہیں۔ تو جواب یہی ہے کہ باری تعالیٰ کی عظمت اور شانِ بے نیازی ملحوظِ خاطر ہے۔ شانِ جلالت کا غلبہ ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر کے تحت اگر خلاف کر دیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وزیر اعظم شہنشاہ سے زیادہ ڈرا کرتا ہے۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔ اور کبھی کم علم والے کو کسی چیز کا احساس ہو جاتا ہے۔ جیسے گھوڑے کو عذاب قبر کا احساس ہو جاتا ہے جن و بشر کو نہیں ہوتا۔ یہ جواب محققین صوفیاء کا ہے۔ کہ آپؐ مقام خوف پہ نگاہ رکھتے تھے۔ اور صدیق اکبرؓ پہ مقام رجاء کا غلبہ تھا۔ احادیث اس پہ دلالت کرتی ہیں۔ اگر اس پہ اشکال ہو کہ پھر تو وعدہ خلافی ہوئی۔ جو شانِ ربوبیت کے لائق نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ کیا وعدہ کے بعد وہ چیز قدرت سے نکل جائے گی۔ بات یہ ہے کہ جو اشیاء امتناع بالغیر رکھتی ہیں۔ وہ قدرت میں داخل ہیں۔ اور جو ممتنع بالذات ہیں وہ قدرت میں داخل نہیں۔ یہی معاملہ حشر میں پیش آئے گا کہ انبیاء معصوم ہیں۔ جو خلاف شان امور سرزد ہوئے۔ وہ معاف کر دیئے گئے۔ اس کے باوجود وہ شانِ جلالت کی وجہ سے خائف ہوں گے۔ نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ اسی کو امکان کذب کہتے ہیں جس کو بریلوی حضرات سمجھ نہ سکے۔ اور علماء دیوبند پہ اعتراض جڑ دیا۔ کہ ان کا خدا جھوٹ بولتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

حدیث نمبر ۳۵۶۳ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّہٗ سَمِعَہٗ یَقُوْلُ لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُوْنَ اِلٰی بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ الخ میں قاعدین عن بدر اور خارجون الی بدر مراد ہیں۔ کہ بدر کی لڑائی میں حصہ لینے والے اور اس سے پیچھے رہ کر حصہ نہ لینے والے

برابر نہیں ہو سکتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جہاد بالمال والنفس کر رہے ہیں وہ قاعدین عن الجہاد سے افضل ہیں۔ نیز! اس آیت سے اصحاب بدر کی بزرگی اور فضیلت بیان کی گئی۔ کہ ان کے رتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ جیسے کہ آگے آرہا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور عبداللہ بن ام مکتومؓ (نابینا) حاضر ہوئے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ ہم تو معذور ہیں، ھل لنا رخصۃ کیا ہمارے لئے جہاد سے رک جانے کی اجازت ہے تو پھر غیر اولی الضرر کے الفاظ نازل ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لایستوی القاعدون من بدر یعنی قاعدین کا خارجین کے برابر نہ ہونے کا حکم عام ہے۔ جو بدر والوں کو بھی شامل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ اس پر مبنی ہے۔ کہ آیت کا نزول غزوۂ بدر کے بارے میں نہ ہو۔ اس سے زیادہ صراحت کوکب دری میں ہے۔ کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ آیت صرف اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ بلکہ یہ ایک کلیہ ہے جو اہل بدر کو بھی شامل ہے۔ جیسے دوسرے جزئیات کو شامل ہے۔ کیونکہ واقعہ بدر اچانک پیش آیا کسی کو اس کی خبر نہ ہو سکی۔ چہ جائیکہ ابن ام مکتومؓ تک نوبت پہنچ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے کسی متخلف عن بدر پر عتاب نہیں فرمایا۔ اس کی تائید علامہ عینیؒ اور صاحب بحر محیط نے کی ہے۔ اور میرے نزدیک ابن عباسؓ کی مراد من قولہ عن بدر سے یہ ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر میں نازل ہوئی۔ جس کی طرف امام بخاریؒ نے بھی اشارہ کیا ہے کہ اس باب کو غزوۂ بدر میں ذکر فرما دیا۔

بَابُ عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ

ترجمہ۔ اصحاب بدر کی تعداد کیا تھی۔

حدیث نمبر ۳۵۶۴ **حَدَّثَنَا** مُسْلِمٌ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلَى سِتِّينَ وَالْأَنْصَارُ نَيِّفًا وَأَرْبَعِينَ وَمِائَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو چھوٹا سمجھ کر جنگ بدر میں شریک نہیں کیا گیا۔ ایسے بدر کی لڑائی میں مہاجرین کی تعداد ساٹھ سے کچھ زائد تھی۔ اور انصار کی تعداد دو سو چالیس ۲۴۰ سے کچھ زائد تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عمر غزوۂ بدر کے موقعہ پر تیرہ سال کی تھی۔ جہاد کی خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں اور حضرت براءؓ کو اجازت نہیں ملتی۔ غزوۂ خندق میں ان کو اجازت مل گئی۔ استصغرت ای اعددت صغیراً یعنی مجھے چھوٹا شمار کیا گیا۔ نیف ان اعداد کو کہتے ہیں۔ جو بین العقدتین یعنی جو دو دہائیوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۵۶۵ حدثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّهُمْ كَانُوا عِدَّةَ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِيْنَ جَازُوا مَعَهُ النَّهْرَ بِضْعَةَ عَشَرَ وَ ثَلٰثُ مِائَةٍ قَالَ الْبَرَاءُ لَا وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَ مَعَهُ النَّهْرَ إِلَّا مُؤْمِنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ بدر میں حاضر ہوئے ان میں سے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حدیث بیان کی۔ کہ ان کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تھی۔ جنہوں نے ان کے ہمراہ نہر کو عبور کیا تھا۔ وہ تین سو دس ۳۱۰ سے کچھ اوپر تھے۔ حضرت براءؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! ان کے ساتھ نہر کو عبور کرنے والے مؤمن ہی تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ طالوت بنو اسرائیل کے جرنیل تھے۔ جب بنی اسرائیل نے سرکشی کی۔ تو ان پر ایک کافر قوم مسلط کر دی گئی۔ شمعون علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر آئے۔ اور مطالبہ کیا کہ ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کر دو۔ جس کی قیادت میں ہم دشمنوں سے قتال کریں۔ طالوت بادشاہ مقرر ہوا تو ان پر طرح طرح کے اعتراض کرنے لگے۔ حالانکہ بنیامین کے نسب میں سے تھے۔ پہلے ان کے خاندان میں بادشاہت نہیں تھی۔ بلکہ شمعون علیہ السلام کے خاندان میں تھی۔ طالوت دباغ تھا اور قد آور اور ذی علم تھا۔ فنون حربیہ سے خوب واقف تھا۔ اعتراضات کے جواب میں شمعون علیہ السلام نے ان کو معجزات دکھلائے۔ تب طالوت فوجیں لے کر نکلے۔ راستہ میں نہر اردن پڑتی تھی۔ امتحان کے طور پر ان سے کہا گیا۔ کہ سیر ہو کر پانی نہ پینا چلو بھر پانی پر اکتفا کر لینا۔

لیکن اکثر لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر پانی پیا۔ وہ بزدل ہو کر بیٹھ گئے صرف تین سو تیرہ ۳۱۳ نے چلو بھر پانی پر گزارہ کیا یہی نہر عبور کر کے گئے۔ اور جالوت بادشاہ جس کے پاس ہزاروں کی تعداد میں فوج تھی۔ اس کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کے ذریعہ جو گوپیا چلاتا تھا جالوت کو قتل کرا دیا۔ وہ لڑکے داؤد علیہ السلام تھے۔ جن کو تین پتھروں نے ہمکلام ہو کر کہا آپ ہمیں اٹھا لیں۔ ہم جالوت کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہوا۔

قال البراء لا واللہ یہ جملہ مجمل ہے دراصل یہ اس اعتراض کا جواب ہے کہ کیا طالوت کے ہمراہ کسی غیر مؤمنین نے بھی ساتھ دیا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! نہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ صرف مؤمن لوگوں نے دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لم یجاوز معہ الا مؤمن ص ۵۶۴ س ۲۴ مقصد اس حدیث کا یہ ہے۔ کہ جیسے اصحاب طالوت مؤمن تھے۔ ایسے اصحاب بدر بھی سب کے سب مؤمن تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں جو بدر میں حاضر نہیں ہوتے وہ مؤمن ہی نہیں۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ یہ تو ایک ہنگامی جنگ تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اصحاب بدر اصحاب طالوت کے موافق تھے۔ تعداد میں بھی اور صفت ایمان میں بھی کیونکہ ان کے بارے میں فرمایا گیا۔ فمن شرب منہ فلیس منی تو معلوم ہوا پینے والا مؤمن نہیں ہے اور بقول صاحب جلالین وصاحب جمل کہ وہ تین سو تیرہ ۳۱۳ نفر تھے۔ غزوۂ بدر رمضان شریف کی سترہ تاریخ کو واقع ہوا۔ مسلمانوں کے پاس ستّر اونٹ اور دو گھوڑے چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور مہاجرین میں سے ستّر اور انصار میں سے دو سو چھتیس حضرات تھے کفار ومشرکین نو سو پچاس ۹۵۰ لڑاکے نوجوان تھے۔ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی دعا مانگی۔ صدیق اکبرؓ ہمراہ تھے۔ وحی کے ذریعہ غلبہ کی بشارت سنائی گئی۔ کفار میں سے ستّر مارے گئے۔ ستّر قیدی بنائے گئے۔ انصار میں سے آٹھ اور مہاجرین میں سے پانچ شہید ہوئے۔ آپؐ نے غنائم بدر کو تقسیم فرمایا۔ ذوالفقار تلوار اپنے لئے مخصوص کر لی۔ ابوجہل کا اونٹ بھی مال غنیمت میں شامل کیا۔ ابولہب بدر کی لڑائی میں شامل نہیں ہوا۔ وہ سات دن کے بعد عدسہ میں مر گیا۔

فائدہ۔ مشائخ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ اصحاب بدر کے ذکر کے وقت جو دعا مانگی جائے

مستجاب ہو گی مجرب ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۶۶ حدثنا عبداللہ بن رجاء الخ عن البراء قال کنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نتحدث ان عدۃ اصحاب بدر علی عدۃ اصحاب طالوت الذین جاوزوا معہ النہر ولم یجاوز معہ الا مؤمن بضعۃ عشر وثلث مائۃ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ہم حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو تیرہ تھے۔ اصحاب طالوت کی تعداد کے مطابق جنہوں نے ان کے ہمراہ نہر اردن کو عبور کیا تھا اور نہر عبور والے ان کے ہمراہ مؤمن ہی تھے۔

تشریح از قاسمی آٹھ آدمی غزوۂ بدر سے بوجہ کسی عذر کے پیچھے رہ گئے۔ آپؐ نے ان کا حصۂ غنیمت میں مقرر فرمایا۔ ان میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی ہیں جو بی بی رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے رہ گئے تھے۔ طلحہ بن عبیداللہؓ اور سعید بن زیدؓ کو آپؐ نے قافلے کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ابولبابہؓ کو مدینہ والوں کے لئے اور ہاشم بن عدیؓ کو اہل العالیۃؓ کے لئے حارث بن حاطبؓ کو روحاء سے بنو عمرو بن عوف کے لئے واپس بھیجا اور حارث بن حثمہ روحاء میں گر پڑے تھے جن کی ہڈی ٹوٹ گئی آپؐ نے ان کو مدینہ واپس بھیج دیا اور غوات بن جبیر کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔

باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی کفار قریش شیبۃ وعتبۃ والولید وابی جہل بن ہشام وھلاکھم۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار قریش پر بددعا کرنا خصوصاً شیبہ۔ عتبہ۔ ولید اور ابوجہل بن ہشام اور ان سب کا ہلاک ہوجانا۔

حدیث نمبر ۳۵۶۷ حدثنی عمرو بن خالد الخ عن عبداللہ بن مسعودؓ قال استقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکعبۃ فدعا علی نفر من قریش علی شیبۃ بن ربیعۃ وعتبۃ بن ربیعۃ والولید بن عتبۃ

3/2

وَاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ فَاَشْھَدُ بِاللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُھُمْ صَرْعٰی قَدْ غَیَّرَتْھُمُ الشَّمْسُ وَکَانَ یَوْمًا حَآرًّا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی طرف تشریف لائے اور قریش کی ایک جماعت پہ بد دعا کی۔ جو آپ پہ کھل کھلا کر ہنس رہے تھے۔ وہ شیبہ بن ربیعہ۔ عتبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ اور ابوجہل بن ھشام ہیں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے بدر کی لڑائی میں زمین پہ پچھاڑا ہوا دیکھا کہ دھوپ نے ان کی شکلیں بدل دی تھیں اور وہ دن بڑا سخت گرم تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں یہ حدیث مختصر ہے۔ دوسری جگہ مفصل حدیث آ چکی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ سرداران قریش کی جماعت کچھ دور بیٹھی تھی۔ جو کہنے لگے کہ اس ریاکار کو دیکھو کہ یہاں آکر عبادت کر رہا ہے۔ مشورہ کے بعد عقبہ ابن ابی معیط ذبح شدہ اونٹ کی اوجھری گند گی سمیت سجدہ کی حالت میں آپ کی پیٹھ پہ رکھ دیتا ہے۔ اس کا بوجھ اتنا تھا کہ آپ اس کی وجہ سے اٹھ نہیں سکے۔ اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ تو نے رکھا دوسرا کہتا یہ اس نے رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ واقعہ دیکھ رہے تھے۔ مگر قریش میں سے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے اور نہ ہی کچھ کر سکتے تھے۔ روتے ہوئے آپ کے مکان پہ پہنچ کر حضرت فاطمہؓ کو یہ واقعہ سنایا تو ان قریش کو گالیاں دیتی ہوئی آئیں اور آپ کی پیٹھ سے اس بوجھ کو ہٹایا چونکہ حضرت فاطمہؓ شرفا میں سے تھیں۔ اس لئے انہوں نے جرأت سے کام لے کر یہ کام کر دیا۔ تو قریش نے بھی کچھ نہ کہا۔ جس کے بعد آپ نے یہ بد دعا کی۔ اور قریش کا یہ عقیدہ تھا کہ جو دعا خانہ کعبہ کے قریب مانگی جائے۔ اور وہ مظلوم کی بد دعا ہو۔ تو اس کا اثر ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ یہ سب کے سب غزوۂ بدر میں مقتول ہوئے۔ اور آپ کی بد دعا اس بنا پہ تھی۔ جیسے ڈاکٹر عضو فاسد کو کاٹ دیتا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ الشفاء فی الثلاث۔ والعسل والحجامۃ۔ والکی من النار شھد۔ پچھنے لگوانا اور آگ سے داغ دینا۔ کیونکہ ان تینوں سے مادہ فاسد نکل جاتا ہے۔ ہمیشہ طبیب حاذق مرض

کے زہریلے مادہ کا علاج کرتا ہے۔ اگر مادہ فاسد کو نہ نکالا جائے تو وہ اور بگاڑ کرتا ہے۔ شفا اور تندرستی مشکل ہو جاتی ہے۔ تو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے جو مبدء فساد تھے۔ بددعا فرمائی۔ تو یہ لوگ دنبل کی طرح مادۂ فاسد تھے۔ ان کو صفحۂ ہستی سے ہٹایا گیا۔ ساری قوم کے لئے بد دعا آپؐ سے کہیں ثابت نہیں ہے۔ البتہ نوحؑ اور موسیٰؑ سے جو اپنی ساری قوم کے لئے بد دعا ثابت ہے وہ ان کی شانِ جلالی کا مظہر تھا۔ جس پر قیامت کے دن وہ تاسف کا اظہار کریں گے۔

بَابُ قَتْلِ اَبِیْ جَھْلٍ

ترجمہ۔ ابوجہل کا قتل ہونا۔

حدیث نمبر ۳۵۶۸ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِؓ اَنَّہٗ اَتٰی اَبَا جَھْلٍ وَّبِہٖ رَمَقٌ یَّوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اَبُوْجَھْلٍ ھَلْ اَعْمَدُ مِنْ رَّجُلٍ قَتَلْتُمُوْہُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بدر کی لڑائی میں ابوجہل کے پاس پہنچے تو ابھی تک اس میں زندگی کے کچھ سانس باقی تھے۔ تو ابوجہل کہنے لگا کہ کیا میرے سے زیادہ عجیب یا اغضب آدمی تم نے قتل کیا ہے۔ یعنی نہ تمہارے لئے فخر ہے اور نہ میرے لئے عار ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کسی قوم نے اپنے سردار کو قتل کیا ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ صورت یہ پیش آئی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں میدان بدر میں کھڑا تھا۔ اپنے دائیں بائیں دیکھا تو دو نوجوان کھڑے تھے۔ نوجوانوں میں جوش تو ہوتا ہے لیکن تحمل نہیں ہوتا۔ بے سمجھی میں کچھ کا کچھ کر گزرتے ہیں۔ ان کو افسوس ہوا۔ کہنے لگے کہ کاش آج کوئی تجربہ کار میرے ساتھ ہوتا تو جنگ کا نقشہ بدل دیتے۔ تھوڑی دیر گذری کہ ایک نے کہا چچا! یہ تبلاؤ کہ ابوجہل کہاں ہے۔ کیونکہ وہ نوجوان انصاری تھے اور یہ مہاجر تھے۔ جو قریش کے ہر ہر فرد کو اچھی طرح جانتے تھے۔ تو انہوں نے پوچھا اسے دیکھ کر کیا کروگے۔ اس نے کہا سنا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے۔ اور

میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو جب تک اسے قتل نہ کر لوں اپنا بدن اس سے جدا نہیں ہوگا۔ اس طرح دوسری طرف کے نوجوان نے بھی کہا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کو بہت خوشی ہوئی کہ ایسے فدائی موجود ہیں۔ فرمایا اچھا میں بتلا دوں گا۔ غرضیکہ یہ دونوں ابوجہل کو قتل کر کے آپؐ کو بشارت دیتے ہیں۔ یہ دونوں معاذ اور معوذ ابنا عفرء تھے۔ جن کی ماں ایک تھی۔ باپ الگ الگ تھے۔ یعنی یہ اخیافی بھائی تھے۔ تو آپؐ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو ابوجہل کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ سچ مچ ان نوجوانوں نے ابوجہل کو قتل کیا ہے یا کسی اور کو۔ یہ اس لئے کہ یہ انصاری تھے۔ قریش کو نہیں پہچانتے تھے۔ یا یہ دیکھنا تھا کہ اس کی جان نکلی ہے یا ابھی زندہ ہے۔ تو انہوں نے ابوجہل کو دیکھا زمین پہ پڑا ہوا ہے۔ جیسے زخم کاری لگا ہوا ہے۔ بچنے کی امید نہیں تو انہوں نے اس کی داڑھی کو جھٹکا دے کر کہا۔ اخزاک اللہ یا عدو اللہ اے اللہ کے دشمن اللہ نے تجھے رسوا کیا۔ جس پہ ابوجہل نے کہا۔ ھل اعمد بمعنی اھلک۔ یہ اسم تفضیل ہے اور بعض نے اعمد بمعنی اعجب کے لیا ہے۔ یہ بطور تسلی کے کہا اور بعض نے اعمد بمعنی اغضب کے کہا ہے۔ اور اشرف و ازید کے معنی بھی آتے ہیں۔ مگر یہ لازمی معنی ہیں۔ بہرحال اپنے نفس کو تسلی دیتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ ابھی تو ایک کو قتل کیا ہے۔ قوم موجود ہے بدلہ لے گی۔

حدیث نمبر ۳۵۶۹ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّنْظُرُ مَا صَنَعَ اَبُوْجَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَآءَ حَتّٰى بَرَدَ قَالَ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَؒ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو ابوجہل کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ دیکھ کر آئے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے تو اس کو اس حال میں پایا کہ عفرآ کے دو بیٹوں نے اسے گھائل کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ قریب از مرگ ہو گیا۔ تو اس کی داڑھی کو پکڑ کر کہا کہ کیا تو ابوجہل ہے۔ کہا کہ اس آدمی سے بھی بلند کوئی آدمی پایا جس کو

اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ یا کہا کہ تم نے اس کو قتل کیا ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بَرَدَ بمعنی مات اور برد قریب الموت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ برد ای سکن۔ کہ پھڑکنے سے سکون کر گیا۔ اور حرارت کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور یہ کیفیت موت کے قریب ہوتی ہے۔ جب کہ روح کے نکلنے کا وقت قریب ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے شراح کے قول کی عمدہ تاویل کی ہے۔ کیونکہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ برد بمعنی مات کے ہے۔ اور قسطلانیؒ بھی یہی فرما رہے ہیں۔ کہ برد بمعنی مات اور مرے ہوئے کی حالت میں ہو گیا کہ جیسے مذبوح کی صرف حرکت باقی رہ جاتی ہے ایسا ہی حال تھا۔ اور حافظؒ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ برد بمعنی مات لیکن قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ مسلم کی روایت میں حتی برک آیا ہے۔ بمعنی کہ وہ گر پڑا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت ابن مسعودؓ اس سے ہمکلام ہوئے ہیں۔ اگر مر چکا تھا تو پھر کلام کیسے ہوتا۔

حدیث نمبر ۳۵۷۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّىٰ الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَنْظُرُ مَا فَعَلَ أَبُو جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ فَقَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ أَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا۔ کہ کوئی شخص جا کر ابوجہل کا حال دیکھ آئے کہ اس پہ کیا گذری۔ پس ابن مسعودؓ گئے۔ جس نے اس کو اس حال میں پایا۔ کہ عفراء کے دونوں بیٹے معاذ اور معوذ نے اس کو تلوار کے وار سے زخمی کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ قریب از مرگ ہو گیا۔ تو ابن مسعودؓ نے اس کی داڑھی سے پکڑ کر کہا کہ تو ابوجہل ہے۔ اور ایک روایت میں اباجہل ہے۔ یعنی واؤ کے بدلے الف ہے۔ یہ نصب علی الندا ہے یا ان لوگوں کے مسلک کے مطابق ہے جو اسماء ستہ مکبرہ کے الف کو ہر حال باقی رکھتے ہیں۔ پس ابوجہل نے کہا کہ اس آدمی سے بلند کوئی ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو۔ یا کہا کہ تم نے اسے قتل کیا ہو۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ دو سندوں

کے ساتھ اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۰۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ ... عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ وَفِيهِمْ أُنْزِلَتْ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ قَالَ هُمُ الَّذِينَ تَبَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَعُبَيْدَةُ أَوْ أَبُو عُبَيْدَةَ ابْنُ الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں پہلا شخص ہوں گا۔ جو قیامت کے دن رحمٰن کے سامنے گھٹنوں کے بل جھگڑے کے لئے بیٹھوں گا۔ قیس بن عباد فرماتے ہیں کہ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے دین کے بارے میں جھگڑا کیا۔ فرمایا وہی لوگ ہیں جو بدر کی لڑائی میں ایک دوسرے کے مقابلہ کیلئے لڑائی میں نکلے۔ حضرت حمزہؓ۔ علیؓ۔ عبیدہ یا ابوعبیدہ بن الحارث۔ شیبہ بن ربیعہ۔ عتبہ اور ولید بن عتبہ ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ انت ابا جہل کی دو صورتیں ہیں۔ انت مبتدا اور مقتول و مصروع خبر محذوف ہے۔ اور ابا جہل منادیٰ ہے۔ یا یہ کہ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے جس کا اعراب مقدر پڑھا جائے گا۔ ابن مالک نے الفیہ میں اسے نقل کیا ہے کہ تینوں حرکات ایک ہی صورت میں ہوں گی۔ تو ایسے ابا جہل میں ضمہ بالالف مقدرہ ہے۔ دوسری حدیث کی تشریح یہ ہے کہ اولاً باقاعدہ جنگ بدر میں ہوئی۔ قاعدہ یہ تھا کہ ایک آدمی نکلتا اور ھل من مبارز کہہ کر میدان میں آتا۔ وہی اپنے مقابل سے لڑتا۔ باقی صفیں تماشا دیکھتی رہتی تھیں۔ کبھی تو اسی پر فیصلہ ہو جاتا۔ اور کبھی ہلہ بول دیتے تھے۔ قریش مکہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضرت حمزہؓ کے مقابل میں شیبہ۔ علیؓ کے مقابلہ میں ولید بن عقبہ اور عبیدہ کے مقابل میں عتبہ۔ سب سے سن رسیدہ عتبہ بن ربیعہ تھا۔ حضرت حمزہؓ اور علیؓ نے اپنے مقابل کو سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ کہ پہلے وار میں ان کو قتل کر دیا۔ عبیدہ اور عتبہ میں تلوار چل رہی تھی۔ کہ حضرت حمزہؓ اور علیؓ نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ علیؓ اور ولید تو نوجوان تھے اور باقی چاروں شیخ تھے۔ حضرت عبیدہؓ کے گھٹنے میں تلوار کا

زخم لگا جس سے وہ شفایاب نہ ہو سکے۔ واپسی پر صفراء میں وفات پا گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ انا اول من یجثو الخ ص۵۶۵ س۱۵ کفار قریش صحابہ کرامؓ پر دعویٰ کریں گے کہ انہوں نے ان کو ظلماً قتل کیا ہے اور صحابہ کرام کہیں گے کہ ہم نے حق کی حمایت میں ان سے لڑائی کی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا جو فائدہ قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمایا ہے وہ الفاظ آیت کے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ مخاصمہ تو فریقین کے درمیان ہوتا ہے۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ لیکن شراح بخاری نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ چنانچہ جلالین میں ہے۔

ھٰذَانِ خَصْمَانِ ای المؤمنون خصم۔ والکفار خصم اختصموا فی ربھم ای فی دینہ صاحب جمل فرماتے ہیں۔ ھذا خصمان اصحاب بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے مبارزہ و مقابلہ کیا تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں اور اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مؤمن اور کافر کی مثال بیان کی گئی ہے۔ جو بعث کے بارے میں جھگڑتے رہے۔ تو یہ تفسیر سب اقوال کو شامل ہو گی۔ قصہ بدر وغیرہ بھی اس میں آجائے گا۔ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اول من یجثو اس لئے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ جھگڑیں گے تو میں پہلا مخاصم ہوں گا۔

حدیث نمبر ۳۵۷۲ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الخ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ نَزَلَتْ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فِیْ سِتَّةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلِیٍّؓ وَحَمْزَةَؓ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں۔ کہ ھذان خصمان الآیۃ۔ یہ قریش کے چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حمزہؓ۔ حضرت عبیدۃ بن الحارثؓ۔ شیبہ۔ عتبہ۔ اور ولید بن عتبہ۔

حدیث نمبر ۳۵۷۳ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ قَالَ عَلِیٌّؓ فِيْنَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ھذان خصمان الآیۃ۔ یہ آیت کریمہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۵۷۴ حَدَّثَنِیْ يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ الخ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ

سَمِعْتُ اَبَاذَرٍّ يُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتُ فِي هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ السِّتَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ نَحْوَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت قیس بن عباد سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو ذرؓ سے سنا۔ قسم کھا کر فرماتے تھے۔ کہ یہ آیات ان چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئیں جو بدر کی لڑائی میں مقابل ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۵۷۵ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ نَزَلَتْ فِي الَّذِيْنَ بَرَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِيٍّ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذرؓ سے سنا جو خوب قسم کھا کر فرماتے تھے۔ کہ یہ آیت ھذان خصمان الخ یہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کی لڑائی میں ایک دوسرے کے مقابل میں آئے۔ حضرت حمزہؓ۔ علیؓ۔ عبیدۃ بن الحارثؓ۔ عتبہ اور شیبہ جو ربیعہ کے بیٹے ہیں۔ اور ولید بن عتبہ کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۳۵۷۶ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَاَنَا اَسْمَعُ قَالَ اَشَهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا قَالَ بَدْرًا قَالَ بَارَزَ وَظَاهَرَ حَقًّا۔

ترجمہ۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت براءؓ سے پوچھا۔ جب کہ میں سن رہا تھا۔ کہ کیا حضرت علیؓ بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ انہوں نے خوب مقابلہ کیا۔ اور حق کی امداد و نصرت فرمائی کہ یہ کہ انہوں نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | ظاھر بمعنی ایک زرہ کو دوسری زرہ پر پہننا یہ شدت قوت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ زرہ لوہے کی ہوتی ہے۔ اور بوجھل ہوتی ہے۔ دوہری زرہ اٹھانے کے لئے سخت قوت کی ضرورت ہے۔ اور ظاہر کے معنی اعان و نصر کے بھی آتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۵۷۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كَاتَبْتُ اُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَذَكَرَ

قَتَلَهُ وَقَتَلَ ابْنِهِ فَقَالَ بِلَالٌ لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ کہ ایک دوسرے کی امداد کریں گے۔ جب بدر کی لڑائی شروع ہوئی۔ تو حضرت عبدالرحمنؓ کو امیہ کے قتل اور ان کے بیٹے کے قتل کرنے کا ذکر ہوا۔ تو حضرت بلالؓ نے کہا۔ میں نہیں بچ سکوں گا۔ اگر امیہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ انصار کی مدد سے اسے قتل کر دیا گیا۔

حدیث نمبر ۳۵۷۸ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ابْنُ عُثْمَانَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَرَأَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ غَيْرَ اَنَّ شَيْخًا اَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ اِلَى جَبْهَتِهِ فَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کی تلاوت کی۔ تو آیت سجدہ پر آپؐ نے بھی سجدہ تلاوت کیا اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ تھے سب نے سجدہ کیا۔ سوائے ایک بوڑھے امیہ بن خلف کے۔ جس نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور اسے اپنی پیشانی تک اٹھا کر کہا کہ مجھے تو یہ کافی ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ بعد میں جنگ بدر کے اندر اسے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

تشریح از قاسمی امیہ بن خلف نے حضرت بلالؓ کو سخت تکالیف پہنچائی تھیں۔ اس لئے انہوں نے اس کے قتل کی ٹھان لی تھی۔ حضرت عبدالرحمنؓ آڑے آئے۔ لیکن وہ انصار کی مدد سے اس کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ چونکہ وہ بدر میں مارا گیا۔ اس لئے ترجمۃ الباب سے مطابقت ہو گئی کہ غزوہ بدر کا ذکر ہو رہا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۷۹ اَخْبَرَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ كَانَ فِي الزُّبَيْرِ ثَلٰثُ ضَرَبَاتٍ بِالسَّيْفِ اِحْدَاهُنَّ فِيْ عَاتِقِهِ قَالَ اِنْ كُنْتُ لَاُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْهَا قَالَ ضُرِبَ ثِنْتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّوَاحِدَةً يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ قَالَ عُرْوَةُ وَقَالَ لِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ حِيْنَ قُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَا عُرْوَةُ هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ قُلْتُ

نَعَمْ قَالَ فَمَا فِيهِ قُلْتُ فِيهِ فَلَّةٌ فُلَّهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ صَدَقْتَ ۔ بِهِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ ۔ ثُمَّ رَدَّهُ عَلَى عُرْوَةَ قَالَ هِشَامٌ فَأَقَمْنَاهُ بَيْنَنَا ثَلٰثَةَ الْآفٍ وَأَخَذَهُ بَعْضُنَا وَلَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ أَخَذْتُهُ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ زبیرؓ کے بدن پر تلوار کے تین زخم تھے۔ ان میں سے ایک ان کے کندھے پر لگا تھا۔ بچپن میں میں ان مندمل زخموں میں اپنی انگلیاں داخل کر کے کھیلتا تھا۔ اور تلوار کے دو زخم انہیں بدر کی لڑائی میں لگے تھے۔ اور ایک یرموک کی لڑائی میں لگا۔ عروہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی شہادت کے بعد پوچھا کہ کیا تم حضرت زبیرؓ کی تلوار کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ فرمایا اس کی کیا نشانی ہے۔ میں نے کہا اس میں دندانے پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ دندانے اسے بدر کی لڑائی میں پڑے تھے۔ (یہ جملہ محل ترجمہ ہے) اس نے کہا تو نے سچ کہا۔ شاعر کہتا ہے۔ کہ ان کی تلواروں میں دندانے اس لئے پڑ گئے کہ لشکروں کی تلواروں سے کھٹ کھٹا ہوا۔ پھر وہ تلوار حضرت عروہؓ کو واپس کر دی۔ ہشام راوی کہتے ہیں۔ کہ نیلامی میں ہم نے اس تلوار کی قیمت تین ہزار طے کی۔ جس کو بعض ورثا نے لے لیا۔ میری خواہش تھی کہ میں ہی اسے خرید کر لیتا۔ اور عروہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار چاندی سے مزین تھی اور ہشام کہتے ہیں کہ عروہ کی تلوار چاندی سے مرصع تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ضربتہ کے بعد بالسیف کہنا بطور تاکید ہے جو ضربتہ سے مفہوم ہے کہ اس کے معنی تلوار مارنے کے ہیں۔ اور جو زخم تلوار لگنے سے ہو اسے ضربتہ کہتے ہیں۔ عاتق مونڈھے اور گردن کے بیچ کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ یرموک شام کے علاقہ میں ایک مقام ہے۔ جو دمشق کے قریب ہے۔ اس مقام پر رومیوں سے لڑائی ہوئی تھی۔ جس میں انہوں نے چاروں طرف سے اپنی فوجی قوت جمع کر کے مقابلہ کیا تھا۔ فوج کی تعداد تین لاکھ تھی۔ اور مسلمانوں کی کل تعداد چار لاکھ تھی۔ جس میں بوڑھے بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں۔ یہ سنہ ۱۳ھ کا واقعہ ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے جو لوگ میدان جنگ میں آئے ان کی تعداد ایک لاکھ سے

بھی کم تھی۔ جب اس کی اطلاع حضرت فاروق اعظمؓ کو ملی۔ تو انہوں نے تمام فوجوں کو یرموک میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب مسلمان جنگی حکمت عملی کی وجہ سے مقبوضہ علاقوں سے آنے لگے۔ تو علاقہ کے غیر مسلم باشندے جو رومیوں کے مظالم سے تنگ آچکے تھے۔ اور مسلمانوں کی مدارات دیکھ چکے تھے۔ تو وہ دلگیر ہو کر رونے لگے۔ اس لڑائی میں ستّر ہزار رومیوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھا تھا۔ تاکہ کوئی بھاگ نہ سکے۔ اہل بدر میں سے اس لڑائی میں سَو آدمی اور دیگر چار ہزار لوگ شہید ہوئے۔ رومیوں میں سے ایک لاکھ پانچ ہزار قتل ہوئے۔ اور چالیس ہزار قیدی بنائے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔ اس جنگ میں حضرت زبیرؓ کو حملہ کرنے کے لئے کہا گیا اور نصرت و تعاون کا وعدہ کیا گیا۔ چنانچہ یہ حملہ آور ہوئے۔ تمام صفوں کو چیرتے ہوئے اکیلے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے۔ واپسی پر رومیوں نے تین زخم پہنچائے۔ بایں ہمہ وہ مسلمانوں میں واپس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اس لڑائی کے موقعہ پر صرف بارہ برس کی عمر کے تھے۔ طبیعت میں شجاعت تھی۔ ان کے والد نے انہیں اور ان کے گھوڑے کو ایک صحابی کے سپرد کر دیا۔ کہ کہیں یہ حملہ نہ کر دیں۔ جب یہ بڑے ہوئے تو یزید بن معاویہؓ کی بیعت سے انکار کر دیا۔ یزید کی وفات کے بعد مروان بن الحکم کی حکومت چھ ماہ رہی۔ تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مروان کے بعد عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا۔ جس نے حجاج بن یوسف کو حضرت ابن الزبیرؓ کے مقابلہ کے لئے مکّہ معظمہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جس میں وہ کامیاب رہا۔ اس نے عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد ان کا مال و متاع عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا۔ جس میں ان کے دوسرے بھائیوں کی چیزیں بھی تھیں۔ ان میں سے حضرت زبیرؓ کی تلوار بھی تھی جو حضرت عروہؓ کے حصہ میں آئی تھی۔ جس کا واپسی کا انہوں نے عبدالملک سے مطالبہ کیا جو انہیں واپس کر دی گئی۔

بھن فلول الخ یہ مصرعہ نابغہ زبیانی کا ہے۔ جو اپنے ممدوحین کی تعریف کہتا ہے۔ کہ ان میں اور تو کوئی عیب نہیں ہے۔ البتہ پلٹنوں کو قتل کرنے کی وجہ سے ان کی تلواروں میں دندانے پڑ گئے ہیں۔ مدح بصورت ذم ہے۔ یہ بھی مدح کا خاص طریقہ ہے۔ چونکہ ایک تلوار کو تین آدمیوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے تلوارِ زبیرؓ کو نیلام کیا گیا۔ جس کی نیلامی تین ہزار درہم پر ختم ہوئی۔ تبرک کی وجہ سے قیمت میں اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت عروہؓ کو لینے کی نوبت نہ آئی۔ ان کے کسی رشتہ دار نے لے لی۔ جن کی ان کو

حسرت رہی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت زبیرؓ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اس سے ترجمہ ثابت ہوا۔

کان سیف الزبیر محلی بفضۃ۔ قاعدہ ہے جس چیز سے کسی کو محبت ہوتی ہے۔ وہ اسے خوب صورت بناتا ہے۔ عرب کے لوگ تلوار کے دھنی تھے۔ اس لئے اپنے آلات جنگ کو خوب صورت بناتے تھے۔ اور انہیں مرصع آلات کو مکانات کی زینت بنایا کرتے تھے۔ تلوار میں جو جگہ پکڑنے کی نہیں ہوتی۔ اس کے اوپر چاندی جڑی جاتی تھی۔ اس سے ایک تو رعب ڈالنا مقصود ہوتا تھا۔ دوسرے کہ یہ آلات ہمیشہ اس شخص کے پاس رہتے ہیں جنہیں آلاتِ حرب سے دلچسپی رہتی ہے۔ ہمارے لئے جیسے اقیموا الصلوٰۃ کا حکم ہے۔ ایسے اعدوا لہم کا حکم بھی ہے۔ کہ دشمنوں کے خلاف جس قدر ہو سکے مسلح ہو کر رہو۔ آج ہمارے اندر کسی قسم کی تیاری نہیں۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے شرفاء ان جنگی آلات کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ آج اسے مکروہ اور خلافِ شان سمجھا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ضرب ثنتین یوم بدر ۱۱ ص ۵۶۶/۹ اس عبارت کا یہ مقصد نہیں ہے کہ حضرت زبیرؓ کو جنگ یرموک میں صرف ایک تلوار کا زخم آیا۔ بلکہ جیسا آرہا ہے۔ ضرب یوم الیرموک ضربتین بلکہ مقصد یہ ہے کہ یوم یرموک میں ان کو ایک زخم بدر کے دو زخموں کے درمیان لگا۔ اور دوسری ضرب جو تھی وہ ان تینوں ضربات سے الگ ایک جانب تھی۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ دونوں لڑائیوں میں انہیں تلوار کے چار زخم لگے۔ ہر ہر لڑائی میں دو زخم تھے۔ لیکن جو دو زخم یرموک کی لڑائی میں لگے۔ ان میں سے ایک بدر کی لڑائی کے دو زخموں کے درمیان تھا۔ اور دوسری ضرب یوم بدر کے ضربات سے ایک جانب الگ تھی۔ جس کی صورت یہ ہوتی۔

ا یرموک ۱ بدر ا بدر یرموک۔ اس صورت کے بعد روایات میں اختلاف نہیں رہے گا۔ پس جو راوی یرموک کی ایک ضربہ نقل کرتا ہے اس کی مراد بدر کی دو ضربات کے درمیان والی ضربہ ہے۔ مطلق نہیں ہے۔ اگر مطلق مراد ہو تو پھر مفہوم عدد غیر معتبر ہوگا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یا عروۃ ھل تعرف عبد الملک بن مروان نے ان سے سوال اس لئے نہیں کیا کہ اسے اولادِ زبیرؓ سے مخالفت تھی۔ ورنہ وہ تلوار واپس نہ کرتا۔ اس کی مخالفت تو صرف عبد اللہ بن زبیرؓ سے تھی۔ جس نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ اور سات سال تک برسر پیکار رہے۔ ثلثۃ آلاف دراہم تھے۔

تشریح از شیخ زکریا قطب گنگوہیؒ نے جو صورت جمع بین الروایات کی بیان فرمائی ہے۔ اس کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔ راوی جب آپ کی شجاعت فی البدر کا بیان کرتا تو دو ضربات بدر کے اور ایک ضربہ یرموک کا بیان کرتا۔ جب شجاعت فی الیرموک کا بیان ہوتا تو دو ضربہ یرموک کے اور ایک ضربہ بدر کا ذکر کر دیتا۔ دراصل چار ضربات ہے۔ ہر ہر لڑائی میں دو دو زخم آئے تھے۔ اور کرمانیؒ۔ قسطلانیؒ بیان فرماتے ہیں کہ عدد کے مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا۔ باقی سیف عروہ بایں معنی کہا گیا۔ کہ حضرت عروہ بھی مال کے ساتھ شام گئے تھے۔ عبدالملک نے ان سے تلوار کی علامت پوچھی۔ وہ تلوار ان کو مل تو گئی۔ لیکن وہ دوسرے بھائیوں کا بھی حصہ تھا اس لئے اسے نیلام کیا گیا۔ حضرت عروہؓ کی بولی کم تھی اس لئے ان کو نہ مل سکی۔ یرموک کی لڑائی میں امیر عسکر المسلمین حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے اور ہرقل بادشاہ روم کی طرف سے باہان امیر عسکر تھا۔

حدیث نمبر ۳۵۸۰ حدثنا احمد بن محمد الخ عن ابیہ الزبیرؓ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَیْرِ یَوْمَ الْیَرْمُوْکِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدُّ مَعَکَ فَقَالَ اِنِّیْ اِنْ شَدَدْتُّ کَذَبْتُمْ فَقَالُوْا لَا نَفْعَلُ فَحَمَلَ عَلَیْہِمْ حَتّٰی شَقَّ صُفُوْفَھُمْ فَجَاوَزَھُمْ وَمَا مَعَہٗ اَحَدٌ ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا فَاَخَذُوْا بِلِجَامِہٖ فَضَرَبُوْہُ ضَرْبَتَیْنِ عَلٰی عَاتِقِہٖ بَیْنَھُمَا ضَرْبَۃٌ ضُرِبَھَا یَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَۃُؓ کُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِیْ فِیْ تِلْکَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِیْرٌ: قَالَ عُرْوَۃُ وَکَانَ مَعَہٗ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الزُّبَیْرِ یَوْمَئِذٍ وَّھُوَ ابْنُ عَشْرِ سِنِیْنَ فَحَمَلَہٗ عَلٰی فَرَسٍ وَّوَکَّلَ بِہٖ رَجُلًا۔

ترجمہ۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے یرموک کی لڑائی میں کہا۔ کیا آپ دشمنوں پر حملہ نہیں کرتے۔ تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ آور ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں نے حملہ کیا تو تم جھٹلاؤ گے ساتھ نہیں دو گے۔ انہوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے تو دشمن پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان سے آگے بڑھ گئے۔ جب کہ ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ جب واپس ہو کر لوٹے تو دشمنوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور ان کے کندھے پر دو تلوار کے زخم لگائے کہ ان دونوں کے درمیان وہ

زخم بھی تھا جو انہیں بدر کی لڑائی میں لگا تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں ان زخموں میں اپنی انگلیاں داخل کر دیتا۔ کیونکہ میں چھوٹا بچہ تھا ان سے کھیلتا تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ان دنوں ان کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ بھی تھے۔ جو دس برس کی عمر کے تھے۔ آپ نے ان کو گھوڑے پر سوار کیا اور انہیں ایک صحابی کے سپرد کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کذبتم الخ درحقیقت تکذیب قول کی طرف راجع ہوتی ہے۔ مگر کبھی فعل کی طرف بھی تکذیب کی نسبت کر دی جاتی ہے۔ جو فعل قول کے مطابق نہ ہو۔ اس کو تکذیب سے تعبیر کرتے ہیں۔

وھو ابن عشر سنین یہاں پر عشر کا لفظ بالقاء الکسر ہے۔ دراصل اثنا عشر کے معنی میں ہے۔ پہلی روایت میں کہا گیا تھا کہ ایک ضربہ تو عاتق (کندھے) میں تھا۔ دو ضربہ بدر میں اور ایک یرموک میں تھا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ایک ضربہ یوم بدر میں اور یوم یرموک میں دو ضربہ تھے۔ تعارض رفع کرنے کی صورت بیان ہو چکی ہے کہ روایات دونوں صحیح ہیں مگر حجت میں برابر نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہشام بن عروہ کے ایک تلمیذ عبداللہ بن المبارک ہیں۔ جو ضبط اور اتقان کی حیثیت سے معمر جو کہ ھشام کے دوسرے شاگرد ہیں۔ ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ لہذا دوسری روایت کو ترجیح ہوگی۔ اور فقہ کی رو سے جواب یہ ہے کہ عدد کا مفہوم مخالف نہیں ہوتا۔ اور عدد کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا مدلول ضرور بالضرور حاصل ہوگا۔ اس کا زائد ثابت ہوگا یا نہ ہوگا۔ اس سے وہ ساکت ہوتا ہے۔ اور یہ اصولیوں کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ عدد ملحل عدد کثیر کی نفی نہیں کرتا۔ ایسے اس جگہ ایک عدد کا ذکر دوسرے عدد کی نفی نہیں کرتا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جو ضربہ یوم بدر میں دو تھے انہیں ان کو دوسری جگہ ایک کہا گیا۔ تو دونوں بالسیف نہیں ہوں گے۔ بلکہ ایک بالسیف ہوگا۔ دوسرا بالرمح ہوگا۔ پہلی روایت میں تو بالسیف کا لفظ تھا۔ دوسری میں یہ نہیں ہے۔ دراصل چار ضربات تھیں۔ تین بالسیف اور ایک بالرمح اس طرح دو ضرب بالسیف بدر میں ہوئے اور ایک یرموک میں ہوا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ عاتق کے اندر تین ضربات ہیں۔ غیر عاتق میں ضربات ہیں یا نہیں تو احتمال ہے کہ یوم بدر میں ایک ضربہ عاتق میں اور ایک غیر عاتق میں ہو۔ اور یرموک میں دو ضربہ عاتق میں تھے۔ یوم بدر میں کے ثنتین ضربتین

میں تصریح نہیں ہے کہ وہ عاتق میں تھے۔ اس طرح چار ضربات میں سے دو جو بدر میں تھے۔ وہ تو دونوں عاتق میں تھے۔ اور یوم یرموک میں جو دو تھے۔ ان میں سے ایک عاتق میں تھا اور دوسرا غیر عاتق میں تھا۔

احدھما فی عاتقہ میں ایک کی تصریح ہے۔ باقی سے سکوت ہے۔ جس کو دوسری روایت میں بیان کر دیا گیا۔ اس طرح عاتق میں تین ضربات ہوئے۔ اور پہلی روایت میں تصریح آئی۔ کہ ثنتین دو بدر میں تھے۔ اور ایک یرموک میں تھا۔ تو بدر میں دو ضربے ایک عاتق میں اور ایک غیر عاتق میں۔ اس طرح دو روایات میں تطبیق ہو جائے گی۔

حدیث نمبر ۳۵۸۱ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ ذَکَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍؓ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ یَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ نَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِّنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِیْثٍ مُّخْبِثٍ وَّکَانَ اِذَا ظَہَرَ عَلٰی قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَۃِ ثَلٰثَ لَیَالٍ فَلَمَّا کَانَ بِبَدْرٍ الْیَوْمَ الثَّالِثَ اَمَرَ بِرَاحِلَتِہٖ تُشَدُّ عَلَیْہَا رَحْلُہَا ثُمَّ مَشٰی وَاتَّبَعَہٗ اَصْحَابُہٗ وَقَالُوْا مَا نُرٰی یَنْطَلِقُ اِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِہٖ حَتّٰی قَامَ عَلٰی شَفَۃِ الرَّکِیِّ فَجَعَلَ یُنَادِیْہِمْ بِاَسْمَآئِہِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَآئِہِمْ یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَّیَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَیَسُرُّکُمْ اَنَّکُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَہَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا تُکَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَّا اَرْوَاحَ لَہَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْہُمْ۔ قَالَ قَتَادَۃُ اَحْیَاہُمُ اللّٰہُ حَتّٰی اَسْمَعَہُمْ قَوْلَہٗ تَوْبِیْخًا وَّتَصْغِیْرًا وَّنِقْمَۃً وَّحَسْرَۃً وَّنَدَمًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو طلحہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے چوبیس ۲۴ سرداروں کے متعلق حکم دیا۔ کہ ان کو بدر کے خبیث اخبث کنوؤں میں سے کسی ایک کنوئیں میں انہیں پھینک دیا جائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی قوم

پر غلبہ حاصل کرتے تھے۔ تو اس میدان میں تین رات تک قیام فرماتے تھے۔ پس جب بدر میں تیسرا دن ہوا۔ تو آپؐ نے حکم دیا کہ آپؐ کی اونٹنی پر کجاوہ کسا جائے۔ تعمیل ہوئی تو آپؐ چلے جب کہ آپؐ کے اصحاب بھی آپؐ کے پیچھے چل رہے تھے۔ اور انہوں نے دل میں کہا کہ ہم سمجھتے تھے کہ کسی ضروری کام کے لئے آپؐ جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؐ بے من کے کنویں کے کنارے پر آکر کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے اور ان کے باپ دادا کے نام لے کر پکارنے لگے۔ اے فلاں بیٹا فلاں کا اے فلاں بیٹا فلاں کا۔ کہ اب تمہیں یہ بات خوش لگتی ہے۔ کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ کیونکہ ہمیں تو ہمارے ربّ نے جس چیز کا وعدہ کیا اس کو ہم نے سچ پایا۔ کیا تم نے بھی اس کو سچ پایا۔ جس کا تمہارے ربّ نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ ابو طلحہؓ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بول پڑے یا رسول اللہ! آپؐ ان اجسام سے کیا بات کرتے ہیں۔ جن میں روحیں نہیں ہیں۔ جس پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ جو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ تم اس کو زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تاکہ اپنے نبی کی بات ان کو سنائے۔ یہ ڈانٹنے کے لئے ذلیل کرنے اور عذاب دینے کے لئے اور افسوس و پشیمانی کے لئے تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | طوی الخ وہ کنواں جس کی مَن پتھر یا پکی اینٹوں سے بنائی گئی ہو۔ جیسے ذو طویٰ آتا ہے۔ اس کو خبیث اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کا پانی اچھا نہ تھا اور مُخبث اس لئے کہ اس میں خبیث لوگ ڈالے گئے یا اس کا پانی پہلے نجس تھا۔ پھر خبیث لوگ ڈالے گئے اور مُخبِث بکسر الباء بھی پڑھا گیا ہے۔ جو اپنے اصحاب کو خبیث بنا دے۔ اور آپؐ کی عادت تھی کہ جب کسی علاقہ پر کامیابی حاصل کرتے۔ تو تین دن تک وہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ تاکہ شہداء کی قبریں کھود کر ان کو دفن کیا جائے۔ دوسرے کفار کو گڑھے کھود کر ڈالا جائے۔ تیسرے یہ کہ زخمیوں کی مرہم پٹی کی جائے۔ چوتھے یہ کہ مفتوحہ علاقہ کا انتظام کیا جائے۔ پانچواں یہ کہ جو مٹی وغیرہ خراب ہو گئی ہے اسے ٹھیک کیا جائے۔ الرَکی وہ کنواں جس کی ابھی تک مَن نہ بنائی گئی ہو۔ یہاں اس کنواں کو رَکی کہا گیا۔ پہلے اسے طوی کہا گیا تھا۔ حالانکہ کنواں ایک ہی تھا۔ تو کہا جائے گا کہ حقیقۃً کنواں مَن والا تھا۔ پھر اس کی مَن نہ رہی۔ تو طویٰ ماضی کے اعتبار سے ہے اور رَکی بحالت موجودہ ہے یا مجازاً اسے رَکی کہا گیا۔

جیسے منکر نکیر کو جواب دینے کے لئے مردہ کو زندہ کیا جاتا ہے۔ ایسے ان کو بھی زندہ کیا گیا تاکہ عبرت حاصل کریں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قال قتادۃ احیاھم اللہ الخ ص ۵۶۶ / ۲۵ ان کو اس تاویل کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ حضرت عائشہؓ کے مسلک کی طرح ان کا بھی یہ مسلک تھا کہ مُردے نہیں سنتے۔ اور ممکن ہے یہ تاویل بھی کی جائے کہ فرشتوں نے آپؐ کا مقالہ ان کو پہنچایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا محمد حسن مکی کی تقریر میں بھی یہی ہے کہ قتادہ کا مذہب بھی حضرت عائشہؓ کے مذہب کی طرح تھا کہ وہ سماع موتی کے قائل نہیں تھے۔ اس لئے ان کو تاویل کی ضرورت لاحق ہوئی۔ حافظؒ اور ان کے موافقین کہتے ہیں کہ قتادہ کی تاویل پیش کر کے امام بخاریؒ ان لوگوں پر ردّ کرنا چاہتے ہیں۔ جو سماع موتی کے قائل ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قتادہ حضرت عائشہؓ کے مسلک کے خلاف ہیں۔ اس لئے ردّ کی ضرورت پڑی۔ حالانکہ ظاہر کلام یہ ہے کہ قتادہ عدم سماع میں حضرت عائشہؓ کے موافق ہیں۔ اس لئے انہوں نے وہ تاویل کی جو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ انھم یعلمون ما اقول لھم باقی سماع موتی کی بحث کتاب الجنائز میں گذر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۲۵۸۲ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا قَالَ هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ قَالَ عَمْرٌو وَهُمْ قُرَيْشٌ وَّ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ قَالَ النَّارَ يَوْمَ بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ترجمہ آیت۔ کہ جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری میں بدلا۔ وہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اس سے کفار قریش مراد ہیں۔ اور عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ وہ قریش ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔ ترجمہ۔ جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کی جگہ میں اتارا۔ فرمایا وہ آگ ہے جس میں وہ بدر کے دن داخل ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ النار یوم بدر ص ۵۶۶ / ۲۶ از مولانا زکریا۔ مولانا محمد حسنؒ مکی کی تقریر میں ہے۔ النار یعنی کفار نے اپنی قوم کو بدر کے دن نار جہنم میں پہنچایا۔ النار یوم بدر یہ دار بوار کی تفسیر ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۸۳ حدثنی عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الخ عَنْ أَبِيهِ عُرْوَةَ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ فَقَالَتْ إِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيئَتِهِ وَذَنْبِهِ وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ الْآنَ قَالَتْ وَذَاكَ مِثْلُ قَوْلِهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْقَلِيبِ وَفِيهِ قَتْلَى بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَهُمْ مَا قَالَ إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ إِنَّمَا قَالَ إِنَّهُمُ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ ثُمَّ قَرَأَتْ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ تَقُولُ حِينَ تَبَوَّءُوا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر کیا گیا۔ کہ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کا رفع کرتے ہیں۔ کہ بے شک میت کو اپنے اہل وعیال کے رونے کی وجہ سے اسے اپنی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ میت تو اپنے خطاؤں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ اور اس کے اہل وعیال اب اس پر رو رہے ہیں۔ اور یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرح ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب بدر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ جس میں مشرکین کے مقتولین بدر پڑے ہوئے تھے۔ ابن عمرؓ جو فرماتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں وہ سنتے ہیں۔ بلکہ مقصد یہ تھا کہ میں جو کچھ ان سے کہا کرتا تھا وہ اب اس کو خوب جانتے ہیں۔ کہ وہ حق تھا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ۔ بے شک آپ مردوں کو سنانے والے نہیں ہیں اور نہ ہی آپ ان لوگوں کو سنانے والے ہیں۔ جو قبروں کے اندر ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ان المیت لیعذب فی قبرہ الخ حضرت عائشہؓ کا منشا یہ ہے۔ کہ آپؐ کا یہ ارشاد ہر میت کے بارے میں نہیں ہے۔ بلکہ ایک خاص میت کے لئے فرمایا تھا۔ ما قال انھم لیسمعون یعنی آپؐ نے یہ نہیں فرمایا۔ بلکہ ابن عمرؓ کو نسیان ہوا ہے۔

اصل یوں تھا۔ انھم الآن لیعلمون الخ تو جیسے یوم بدر کے واقعہ میں ان سے غلطی اور نسیان واقع ہوا۔ ایسے یہاں بھی ان المیت لیعذب الخ میں ان سے نسیان ہو گیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک خاص شخص کے بارے میں تھا۔ حکم کلی نہیں تھا۔ فقال لھم میں حضرت عائشہؓ نے ابن عمرؓ کی روایت کو مختصر کر دیا۔ وہ یا فلان بن فلان الخ تھا۔ اس مختصر میں سے ایک جملے کی نفی کرتی ہیں۔

بکاء علی المیت اگر بالصوت ہو تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میت معذب نہیں ہوتا۔ ابن عمرؓ نے نسیاناً اسے کلیہ بیان کر دیا۔ نیز لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ والی آیت بھی موجود ہے۔ کہ کوئی گناہ گار کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ کرے کوئی بھرے کوئی۔ دوسرا مسئلہ سماع موتی کا ہے۔ حضرت عائشہؓ اس کی نفی کرتی ہیں اور قلیب بدر کے واقعہ کو نقل کرنے والوں کے الفاظ انھم لیسمعون کی بھی نفی کرتی ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ انھم لیعلمون کے الفاظ ہیں۔ لیسمعون کے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ علم موتی تو بالاتفاق ہے۔ کیونکہ روح سے علم جدا نہیں ہوتا۔ ان کا استدلال انک لا تسمع الموتی الخ والی آیت سے ہے۔ رہا موتی کو سلام کرنا یہ سمع کو مستلزم نہیں۔ جیسے بہرے کو سلام کیا جاتا ہے مُردے بھی ایسے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ آپؐ ان کو سنا ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ کفار نے تو دوزخ میں جانا ہی ہے۔ اور سماع فرع ہے اسماع کی۔ جب اسماع نہیں تو سماع بھی نہیں ہو سکتا۔ دوسرا استدلال ان کا آیت لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ سے ہے۔ کہ درنے والے کا گناہ میت پہ نہ ڈالا جائے گا۔ لہذا قول ابن عمرؓ قابل تسلیم نہیں ہے۔ بہرحال دو مسئلے ہوئے (۱) کیا میت کو دوسرے لوگوں کے گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے یا نہیں۔ (۲) سماع موتی۔ پہلا مسئلہ امام بخاریؒ نے کتاب الجنائز میں ذکر کیا ہے۔ جس سے بی بی عائشہ صدیقہؓ کا اعتراض حل ہو جائے گا (۱) کیونکہ بکاء بالعین۔ ۲۔ بالقلب۔ ۳۔ بالصوت۔ ۴۔ بالید۔ ان یتوجع القلب۔ کہ دل غمناک ہو۔

وان یتوجع العین ولسیل آنکھ غمناک ہو کر آنسو بہائے۔ یہ دونوں معاف ہیں ان پہ کوئی گرفت نہیں۔ البتہ بکاء بالصوت و بالید باعث عذاب ہے۔ اس کے لئے مصنف بخاری جلد اول ص۱۷۱ پہ باب باندھا ہے۔ بعض کے لفظ کو موضع ترجمہ قرار دے کر بین الصحابہ فیصلہ کرتا ہے کہ اگرچہ اس جگہ مطلق بکاء کا ذکر ہے۔ لیکن ابن عمرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم جزئی ہے۔

یعنی ببعض بکاء اھلہ علیہ اذا کان النوح من سنتہ کہا کہ جب کہ نوحہ کرنا اس کے عادت ہو۔ تاکہ مطابقت اور جمع کی صورت پیدا ہو جائے۔ کیونکہ لا تزر الخ کا استدلال مطلق منع کو تقاضا کرتا ہے۔ لیعذب ببکاء اھلہ اس کے معارض ہے۔ تو جمع کی صورت یہ ہوئی کہ ہر میت کو عذاب نہیں ہوتا۔ بلکہ جس میت کی عادت بکار نوحہ کی تھی اس کو عذاب ہوگا۔ کیونکہ آپ کا ارشاد ہے۔ من سن سنۃ سیئۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا وارد ہوا ہے کہ جس نے کوئی برا طریقہ چالو کیا۔ لہذا وہ معذب ہوگا اور ایسے من عمل بھا اور کلکم راع کے تحت یہ شخص مسئول ہے۔ جب کہ اس نے یہ بدعت جاری کی تو اب وہ ذمہ دار ہوگا۔ البتہ اگر نوحہ اس کی عادت نہ ہو تو پھر معذب نہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۳۵۸۴ حدثنی عثمان الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَلِيْبِ بَدْرٍ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ثُمَّ قَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ يَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ رض فَقَالَتْ اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِيْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَاَتْ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى حَتّٰى قَرَاَتِ الْاٰيَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قلیب بدر پہ آکر کھڑے فرمایا جو کچھ تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو برحق پایا پھر فرمایا کہ اب وہ لوگ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں وہ سن رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رض کے سامنے ابن عمر رض کا قول ذکر کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ میں ان سے کہا کرتا تھا۔ اب یہ لوگ جانتے ہیں کہ وہ حق تھا۔ پھر تائید میں انک لا تسمع الموتی آیت پڑھی۔

تشریح از شیخ مدنی بخاری جلد اول کتاب الجنائز میں ہے۔ وزر اخری ای ذنب اخری۔ لایحمل اول کی تاکید ہے۔ معلوم ہوا نوحہ کے بغیر ممانعت رونے کی نہیں ہے۔ اب نظیر من غیر الجنس سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔

لا تقتل ظلماً کہ اب کوئی نفس بھی قتل ہو تو قابیل پر کچھ نہ کچھ عذاب ضرور پڑے گا۔ کیونکہ

وہ شیخ قتل ہے ۔ الحاصل امام بخاریؒ نے بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ ابن عمرؓ کی روایت بھی صحیح ہے ۔ جو حضرت عائشہؓ کی روایت کے معارض ہے تو رفع تعارض کی کئی توجیہات ہیں ۔ (۱) میت کو مطلقاً عذاب دیا جائے گا خواہ سنت نوحہ ہو یا نہ ہو ۔ اور میت مومن ہو یا کافر ۔ گویا المیت میں الف ولام استغراق کا ہے ۔ اور عذاب سے عذاب آخرت مراد ہے ۔ اور بار سببیہ کا ہے اور بکار سے بکار صوت مراد ہے ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور بعض صحابہ کی یہی رائے ہے ۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ آیت لاتزر وازرۃ الخ اپنے عموم پہ باقی ہے ۔ اور احادیث اس کے ساتھ معارض ہونے کی وجہ سے متروک ہیں ۔ میت کو بکار کی وجہ سے بالکل معذب نہ ہو گا ۔ یہ حضرت ابوہریرہؓ اور ان کے موافقین کی رائے ہے ۔ چنانچہ جب حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ اگر شہید کی بیوی بچے روئیں تو کیا وہ بھی معذب ہو گا ۔ انہوں نے نعم میں جواب دیا ۔ ان دونوں اقوال میں پوری مخالفت ہے ۔ جمہور کا مسلک بین بین ہے ۔ جمع بین الایات والاحادیث کی کی توجیہات حضرت عائشہؓ سے تین منقول ہیں ۔

(۱) المیت میں الف ولام عہد خارجی کا ہے ۔ میت سے مراد یہودیہ ہے ۔ جس پہ اس کے اہل رو رہے تھے تو حدیث اس کے ساتھ خاص ہوئی ۔ لام بیان نوع کے لئے ہو اور بار وقت کے معنی ہوئے ۔ ای فی وقت بکائہم یا بار موقعہ حال میں ہے ۔ ای حال تعذیبہا ۔

(۲) المیت سے مراد کافر ہے ۔ اور یعذب بمعنی یزداد عذاباً کے ہے ۔ جیسے فذوقوا فلن نزیدکم الا عذاباً کے ہے ۔ تو جدید عذاب نہ ہوا ۔ اس صورت میں بار سببیہ کے لئے ہو گا ۔

(۳) یہ کہ وہ بالکل عذاب کا انکار کرتی ہیں ۔ صرف لاتزر وازرۃ الخ کو تسلیم کرتی ہیں ۔

امام بخاریؒ کا پہلا قول یہی ہے کہ عذاب ضرور ہو گا ۔ خواہ سنت ہو یا نہ ہو ۔ تو لام استغراق کا ہوا ۔ دوسرا قول امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ میت سے مراد خاص سنت والا آدمی ہے ۔ اور لاتزر وازرۃ الخ والی آیت اسی کے ساتھ خاص ہے ۔ اس لئے کہ من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرھا ووزر من عمل بہا اور دوسرے کا وزر نہیں بلکہ یہ تو خود اس فعل کا موجد ہے ۔ وازرۃ میں تخصیص نہ ہوئی ۔ تیسرا قول امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ یعذب من اوحی بذلک ۔ کہ جو نوحہ

کی وصیت کر کے مرا ہے۔ یہ اس کے لئے مختص ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے اذا مت فانعینی بما انا اھلہ یعنی جب میں مر جاؤں تو میری موت کی خبر اس طرح دینا جس کا میں مستحق ہوں الخ یعنی اگر میت کی وصیت پر نوحہ کیا جائے تو اس کو عذاب ہوگا۔

چوتھا قول یہ ہے اذا کان الرجل اھل نھیہ من البکاء یعنی جس نے نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا۔ حالت حیات میں اس پر عذاب ہوگا۔ اب المیت کی توجیہات ختم ہوئیں۔

پانچواں قول یہ ہے کہ ببکاء اھلہ میں تاویل کی جائے۔ کہ ان المیت لیعذب بمثل مایبکی علیہ ای الافعال عرب کی عادت تھی۔ کہ متوفی کے افعال مدحیہ جو درحقیقت افعال قبیحہ تھے۔ جیسے شرب خمر۔ قتل وغارت وغیرہ۔ تو بکاء میں ان کا تذکرہ کیا جاتا تھا۔ تو ان پر عذاب ہوگا۔ چھٹا قول یہ ہے کہ ان المیت لیعذب بعین مایبکی علیہ۔ تو اس صورت میں لاتزر وازرۃ الخ کا خلاف بھی نہ ہوگا۔

ساتواں قول یہ ہے کہ لیعذب میں تاویل کی جائے۔ کہ لیعذب بمعنی یوبخ کہ اسے ڈانٹا ڈپٹا جائے گا۔ عذاب النار مراد نہیں جو آخرت میں ہوگا۔

بلکہ عذاب ملائکہ مراد ہے۔ چنانچہ صحاح میں موجود ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ کی بہن یا وبلاہ یا ببلاہ کہہ کر روتی تھی تو فرشتے ان کو طعنہ دیتے تھے۔ کہ صاحب کیا تم پہاڑ ہو۔ تو دوزخ کا عذاب نہ ہوا۔ بلکہ طعنہ زنی مراد ہوئی۔

آٹھواں قول یہ ہے کہ یعذب بمعنی یتالم کے ہے۔ کہ بکاء غیر سے میت کو تکلیف ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی روح تو زندہ ہے۔ اس کو ایسی بے چینی حاصل ہوتی ہے۔ جیسے محبوب کے رونے سے محب کو تکلیف ہوتی ہے۔

نانواں قول یہ ہے۔ کہ عالم تین ہیں۔ عالم دنیا۔ عالم شہادت۔ عالم آخرت یہ عالم غیب ہے۔ تیسرا عالم ان کے بین بین ہے۔ جسے عالم برزخ کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو جرائم سے دنیا میں دوسرے کو پکڑ لیا جاتا ہے۔ جیسے طاعون اور زلزلہ میں مجرم اور بے گناہ سب پکڑے جاتے ہیں۔ جیسے ارشاد ہے۔ فبظلم من الذین ھادوا حرمنا تو لاتزر وازرۃ یہ عالم دنیا کے اعتبار سے نہیں بلکہ عالم آخرت کے اعتبار سے ہے۔ چونکہ عالم برزخ دونوں عالموں کے

مشابہ ہے۔ جس میں مادیت نہ مغلوب اور غالب ہوتی ہے۔ بلکہ روحانیت غالب ہوتی ہے۔ تو جس طرح دنیا میں بعض کو بعض کے افعال کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے۔ ایسے عالم برزخ میں پکڑا جائے گا۔ تو یہ عذاب عالم برزخ کے اعتبار سے ہوا۔ اس کو حافظ ابن حجرؒ نے اختیار کیا۔

(ب) حکم آیت آخرت کے اعتبار سے ہے۔ دوزخ میں ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ روح کو عذاب ہوگا۔ پھر تعذیب روح میں بھی اختلاف ہے۔ یہ مسئلہ ختم ہوا۔ دوسرا مسئلہ سماعِ موتیٰ کا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آپؐ نے علم کے متعلق فرمایا ہے کہ میت کو علم ہوتا ہے۔ سماع کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ لیکن ابن عمرؓ لفظ سماع نقل کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ ان کا تخطیہ کرتی ہیں۔ مگر اس کا صحیح جواب یہ تھا کہ آپؐ نے کافر میت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

الغرض سماعِ موتیٰ کے بارے میں احناف ایک فقہی مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کہا۔ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا۔ تو کیا موت کے بعد کلام کرنے سے حانث ہوگا یا نہیں۔ تو احنافؒ فرماتے ہیں کہ عرف میں کلام کرنا اس کو کہتے ہیں کہ جس میں تفہیم ہو۔ چونکہ میت نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ لہٰذا متکلم حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ ایمان یعنی قسموں کا اعتبار دنیا میں ہے۔ البتہ اگر تفہیم بالقوت ہے تو پھر حانث ہوگا۔ ابن ہمامؒ نے یہی نقل کیا ہے کہ اکثر حنفیہؒ اور حنابلہؒ سماعِ موتیٰ کے قائل نہیں ہیں۔ شوافع اور مالکیہ بالاجماع سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں۔ شوافع کا استدلال قلیب بدر کے واقعہ سے ہے۔ اور زیارت قبور کے وقت آپؐ السلام علیکم یا اهل القبور۔ یہ مخاطبت ہے۔ کسی پتھر کو کوئی خطاب نہیں کرتا۔ آپؐ کی تعلیم کا تقاضا ہے۔ کہ مُردے سنتے ہیں۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مُردے قبر کے پاس سے گزرنے والے کو پہچانتے بھی ہیں۔ اور بخاریؒ میں روایت ہے۔ کہ اموات قرعِ نعال جوتے کی آواز کو سنتے ہیں۔ سماع قرع نعال پہ امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے۔ اور شہداء اُحد پہ جاکر آپؐ نے مخاطبت کی ہے۔ احنافؒ اور حنابلہؒ فرماتے ہیں۔ کہ طریان موت سے قوائے جسمانیہ سب کے سب معطل ہوجاتے ہیں۔ اب نہ قوت لامسہ ہے نہ قوت باصرہ ہے نہ قوت سامعہ ہے۔ تو سماع کیسے ثابت ہوگا۔ رہا قلیب بدر کا واقعہ وہ اگرچہ سنداً ثابت ہے۔ لیکن معنیً ثابت نہیں۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ انکار کر رہی ہیں اور آیات سے ان کا استدلال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نص کے اندر کوئی علۃ قادحہ ضرور موجود ہے۔ جیسے روایت کی

صحت میں راوی کے حفظ اور عدالت کو دخل ہے۔ ایسے روایت کے عدم ثبوت کے اور بھی کئی اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ خبر واحد کسی نص قطعی کے خلاف ہو۔ چاہے وہ کتنی ہی قوی السند ہو۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ بہر حال خبر واحد تو ثابت نہ ہوگی۔ البتہ خبر متواتر کو ظاہر پہ محمول نہ کیا جائے گا۔ تو یہ روایت صحابی جس کا صحابہ کے دور میں شدّ ومدّ سے انکار کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف دلائل بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا روایت میں بحسب المعنی کچھ کلام ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تسلیم کر لیا ابن عمرؓ جو کچھ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے۔ مگر یہ اس واسطے نہیں کہ مُردے سنیں۔ بلکہ زندوں کی عبرت اور نصیحت کے لئے ہے استدلال تو تب صحیح تھا جب سماع کو حقیقی معنی پہ محمول کیا جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کلام کسی سے ہوتا ہے سُنانا کسی دوسرے کو مقصود ہوتا ہے۔ جیسے لئن اشرکت لیحبطن عملک میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد امت ہے۔ کیونکہ نبی سے شرک کا صدور ممتنع بالغیر ہے۔ اس سے مقصد امت کو تنبیہ کرنا ہے۔ تو ایسے یہ خطاب بھی دوسروں کو تنبیہ کرنے کے لئے ہو۔ وہ احیاء ہیں۔ اگرچہ وہ مسلمان ہیں۔ مگر ممکن ہے کہ ان میں کئی لوگ منافق ہوں اور جائز ہے کہ مخلص ہوں۔ تو اس تخاطب سے آپؐ کا مقصد احیاء کو تنبیہ کرنا ہے۔ جیسے حضرت علیؓ نے اہل قبور کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ان اموالکم قد قسمت وازواجکم قد نکحت ودیارکم قد سکنت یعنی تمہارا مال تقسیم ہو چکا۔ تمہاری بیویوں سے نکاح ہو چکا تمہارے مکانات میں سکونت اختیار کر لی گئی۔ تو اس خطاب سے سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ کبھی انسان اپنے مال اور ازواج اور مکانات کے شغل میں آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ تو ان کو نصیحت کی گئی۔ کہ جیسے یہ لوگ ساتھ نہیں لے گئے تم بھی نہیں لے جاؤ گے۔

تیسری توجیہ یہ ہے۔ کہ ابن عمرؓ کے الفاظ نقل کردہ صحیح ہیں۔ مگر یہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔ تو یہ خوارق عادات میں سے ہوا۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہم تو عادت مشہورہ پہ کلام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل قلیب بدر کو آپؐ کا کلام سنوا دیا۔ تاکہ ان کو ندامت ہو۔ ان کے عذاب میں زیادتی ہو۔

چوتھا جواب یہ ہے۔ جو حضرت قتادہؒ فرما رہے ہیں۔ کہ یہ کلام توبیخ اور ذرج کے لئے سنایا گیا۔ تنبیہ کرنے کے لئے زندہ کیا گیا۔ جیسے منکر نکیر کے سوال جواب کے لئے مُردہ کو زندہ کیا جاتا ہے تو یہ سماع

عادۃً متحقق ہوا خوارق عادت میں سے نہ ہوا۔ اور زندگی کے مختلف شعبے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ اٹھ بیٹھے۔ جیسے لولا۔ لنگڑا۔ گونگا بہرہ زندہ تو ہے۔ دیگر صفات ضروری نہیں۔

پانچواں جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ یقیناً وہاں موجود نہیں تھیں۔ قلیب بدر والوں سے گفتگو تب ہوئی جب کہ مہاجرین و انصار میں سے کوئی عورت وہاں موجود نہ تھی۔ اصولی قاعدہ ہے کہ جب نفی و اثبات میں تعارض ہو۔ تو مثبت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جیسے بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنے کی خبر حضرت بلالؓ دیتے ہیں۔ بعض انکار کرتے ہیں۔ تو حضرت بلالؓ کی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کہ وہ مثبت ہے۔ ایسے یہاں بھی ابن عمرؓ کی روایت کو ترجیح ہوگی کہ وہ مثبت ہے۔ بلکہ حضرت طلحہؓ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ حضرت عائشہؓ انکار کر رہی ہیں۔ تو مثبت کو ترجیح ہوگی۔ احنافؒ اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ ابن عمرؓ بھی وہاں موجود نہیں تھے۔ صغیر سن ہونے کی وجہ سے انہیں ساتھ نہیں لے جایا گیا۔ تو عدم حضور میں دونوں برابر ہوئے۔ ضرور انہوں نے کسی دوسرے سے سنا ہوگا۔ مراسیل صحابہ قابل قبول ہیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کے مسموع کو ابنِ عمرؓ کے مسموع پر اس لئے ترجیح دی جاتی ہے کہ وہ ان سے کئی مسائل میں نسیان ہوگیا۔ ان المیت لیعذب انہیں بھی ایسا ہوا۔ البتہ حضرت طلحہؓ حاضر تھے۔ اس کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ انہوں نے سماع کا لفظ یاد رکھا۔ حالانکہ آپؐ نے علم کا لفظ فرمایا تھا۔ اس پر سہیلیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب موتٰی کے لئے علم ہے تو سماع کیسے محال ہوگا۔ ممکن ہے دونوں ہوں۔ اگر علم خرق عادت کے طور پر ہے تو سماع بھی ایسے ہوگا۔ یا جیسے علم کے لئے احیاء ہوا ایسے سماع کے لئے بھی احیاء ہوا ہوگا۔ مگر کہا جائے گا کہ علم کا تعلق تو روح سے ہے۔ جو موجود ہے اور سماعِ آلۂ روح ہے۔ روح کے زندہ ہونے میں تو کوئی کلام نہیں۔ اس کے علوم یقینی اور باقی ہیں۔ بحث تو سماع کے متعلق ہے۔ آیا یہ بھی آلۂ روح سے حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔

چھٹا جواب حضرت عروہؓ نے دیا ہے۔ جو کہ حضرت عائشہؓ کے تلمیذ ہیں اور بھانجے ہیں۔ کہ عدم سماع اس وقت ہے جب کہ وہ لوگ نار جہنم میں داخل کئے گئے ہوں۔ جب تک جہنم میں داخل نہیں ہوتے تو سماع کا تحقق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔ کہ میّت لوگوں کے رونے چیخنے چلانے کی آواز سنتا ہے۔ مگر وہ مقعد یعنی قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہے۔

ساتواں جواب یہ ہے ۔ کہ خطاب السلام علیکم مقصود نہیں بلکہ احیار کو تنبیہ کرنا ہے ۔ کیونکہ مخاطبت کے لئے ضروری نہیں ۔ کہ مخاطب کو سنانا ہے ۔ اور مخاطب ہی اسے سن رہا ہو ۔ بلکہ کبھی غفلت کی وجہ سے عبرت دلانا تو ہے ۔ جیسے السلام علیکم ایھا النبی ۔ نہ مخاطب ہے اور نہ ہی حقیقی سماع ہے ۔ نیز ! قرعِ نعال کی آواز سننا ۔ یہ دفن کرنے کے بعد جب اسے سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے ۔ تو اس وقت سماع ہوتا ہے ۔ ہر وقت نہیں ۔ روایات سے ایسے ہی ثابت ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ مجاز پر محمول ہے ۔ جس سے بُعد کی مقدار بتلانا ہے ۔ کہ اتنی دیر کے بعد منکر نکیر آجاتے ہیں ۔ تو قرب مسافت سے کنایہ ہوگا ۔ اور انک لا تسمع الموتی الخ سے استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں تشبیہ بلیغ ہے ۔ کہ موتیٰ سے موتیٰ کفار مراد ہیں ۔ کہ جن کے قویٰ بالکل معطل ہوگئے ہوں ۔ موتیٰ مشبہ بہ اور کفار مشبہ اور مثل اداۃِ تشبیہ محذوف ہے ۔ تو موتیٰ محذوف ہے ۔ تو موتیٰ سے حقیقی معنی مراد نہ ہوئے ۔ بلکہ کفار مراد ہوئے ۔ جن کو موتیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ احناف اس کا جواب دیتے ہیں کہ جو حکم مشبہ بہ کے لئے ہوتا ہے وہی مشبہ کے لئے ثابت کیا جاتا ہے ۔ کفار کے لئے عدم سماع علی طریق تشبیہ بلیغ تب ثابت ہو سکتا ہے ۔ جب کہ موتیٰ کے لئے بھی عدم سماع ثابت ہو ۔ یہاں ایسا نہیں بلکہ موتیٰ کے لئے سماع ثابت ہے ۔ نیز ! یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ بحث تو سماعِ موتیٰ میں ہے ۔ اسماعِ موتیٰ میں نہیں پھر استدلال عائشہؓ کیسے صحیح ہوگا تو کہا جائے گا ۔ کہ استدلال دو طرح پر صحیح ہے ۔ اس لئے کہ یا تو آپ میں قوت اسماع نہیں ۔ یا میت میں قوتِ سماع نہیں ۔ اگر آپؐ میں قوت اسماع نہیں تو پھر آپؐ کی بعثت کس کے لئے ہوئی ۔ حالانکہ آپؐ کو تبلیغ کے لئے بھیجا گیا ہے ۔ تو جب آپؐ کے لئے اسماع ثابت ہوا ۔ تو موتیٰ میں قوت سماع کا سلب ماننا پڑے گا ۔ اور یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ لا تسمع الصم الدعاء اور انک لا تسمع الموتیٰ میں نفس سمع کی نفی نہیں بلکہ نفع کی نفی ہے ۔ اس کا جواب بھی وہی ہے کہ معنی حقیقی مراد ہیں ۔ مجازی معنی مراد نہیں ۔

الحاصل محققین کا قولِ فیصل یہ ہے کہ وہ سماع جو دنیا میں تھا ۔ اس کو تو شوافع بھی نہیں مانتے ۔ اور مجرد سماع کو حنفیہ بھی رد نہیں کرتے ۔ بلکہ بین بین فی الجملہ سماع ہے ۔ جسمانی سماع تو ہے نہیں ۔ اس لئے کہ یہ روح جسم کا آلہ تھا ۔ اور اس میں سمع ۔ بصر وغیرہ کی طاقت تھی ۔ آلات تب نافع

ہوتے ہیں۔ جب ذو آلہ میں طاقت ہو۔ تو سمع و بصر وغیرہ تب نافع ہوتے جب کہ ذو آلہ روح میں طاقت ہوتی۔ روح کا سننا ہمارے لئے اس طرح ہے۔ جیسے ان کانوں کے لئے تھا۔ اس لئے کہ ان کے لئے ہوا کا تموج وغیرہ مختلف اسباب سے تھا۔ ممکن ہے کہ روح کے سننے کے لئے اور اسباب ہوں۔ جن کا ہمیں علم نہ ہو۔ جن چیزوں کے لئے سماع کا ورود ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے وہاں پہ کوئی اور انتظام کیا ہو۔ جیسے یا اھل القبور میں۔ اور جہاں ورود نہیں ہے۔ اس میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شوافع سماع سے سماع روحانی ثابت کرتے ہیں۔ اور احناف سماع جسمانی کی نفی کرتے ہیں۔ اس طرح نزاع لفظی ہوا۔ احنافؒ بھی اس کے قائل ہیں۔ کہ قبرستان والوں کے سماع کے متعلق جو چیز ثابت ہے وہ صحیح ہے۔ یہ بین بین قول ہے۔

شیخ شہاب الدینؒ سہروردی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ ابن برجان دہلویؒ نے فرمایا کہ جسم میں تین روحیں ہیں۔ روح ہوائی جو ان اغذیہ کے ذریعہ بنتی ہے۔ جسے روح حیوانی اور نسمہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ اغذیہ کی بھاپ ہے۔ طبعی کاروائیاں اسی میں چلتی ہیں۔ اور ایک روح مرکب روح انسانی ہے۔ جو کہ خون کی بھاپ ہے۔ اور یہ جسم کا خلاصہ ہے۔ جس قسم کی غذائیں کھائی جائیں ویسے یہ روح بنے گی۔ یہ روحِ انسانی عالمِ علوی کی چیز ہے اور روحِ حیوانی عالمِ سفلی کی ہے روحِ انسانی دو روحوں سے مرکب ہے۔ نفس ناطقہ اور دوسرے روح ملکوتی۔ نفس ناطقہ روحِ عالم کا جزء ہے۔ دوسری روح ملکوتی ہے جو عالمِ امر سے آتی ہے۔ ان دونوں کا مجموعہ روحِ انسانی ہے۔ تو ابن برجانؒ فرماتے ہیں کہ روحِ حیوانی کا مرکز بین السماء والارض ہے۔ اور روحِ انسانی کا مرکز آسمان ہیں۔ مرنے کے بعد اس جسم کا سماع بالکل منقطع ہے۔ البتہ روحِ انسانی کا سماع ممکن ہے۔ جس کا مستقر آسمانوں تک ہے۔ بہر حال یہاں پہ جو بھی توجیہ کی جائے آپ نے قلیب بدر والوں سے خطاب فرمایا ہے۔ اور خرق عادت کے طور پہ ان کو سنایا گیا۔ جس کا مقصد احیاء کے لئے عبرت اور نصیحت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | انه لیعذب بخطیئته ص۲/۵۶۷ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ نہیں سنے جو حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے نے سنے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بھی ان الفاظ نبوی کو سنا۔ مگر انہوں نے اس کی وہ تاویل

کی۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قول لسانی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد قصد وارادہ ہے۔ اور ببکاء اہلہ میں باء سببیت کے لئے نہیں بلکہ استصحاب کے لئے ہے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ میت کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں یہ نہیں کہ بکاء اہل اس کے عذاب کا سبب بن گیا۔ اس توجیہ پر آپ کی گفتگو کا مقصد قریش کو عار دلانا اور ان کو ذلیل کرنا ہے جب انہیں یہ بات پہنچے گی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مُردوں کو ان کلمات کے ساتھ خطاب فرمایا۔ نیز! فرشتوں نے بھی ان کو آپ کا یہ پیغام پہنچا دیا۔ تو دوہری ذلت ہوئی۔

یقول حین تبوؤا مقاعدھم۔ الآن کی تفسیر کرنا مقصود ہے۔ اس وقت یقول کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عائد ہوگی۔ اور تبوؤھم مقاعد من النار سے مراد ان کا عذاب قبر اور مصائب برزخ میں مبتلا ہونا ہے۔ یہ بعض راویوں کی تفسیر ہے۔ اس وقت یقول کے معنی یعنی کے ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریا

حدیث عائشہؓ میں انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیعذب بخطیئتہ یہ الفاظ دال ہیں کہ انہوں نے وہ حدیث سنی ہے جو حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے ابن عمرؓ نے سنی۔ لیکن انہوں نے تاویل کر دی۔ کہ عذاب اس کو کسی گناہ پر ہوگا۔ تو ابن عمرؓ کی تکذیب اس طرح ہوئی کہ ابن عمرؓ نے اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا ہے۔ اور ابن عمرؓ نے مجاز پر محمول کیا۔ اور ابن عمرؓ کے قول میں حضرت عائشہؓ والی تاویل اس لئے نہیں چل سکتی۔ کہ آیت کریمہ کے معنی ان کے نزدیک یہ ہوں کہ انک لا تسمع لکن اللہ ھو اسمیع آپ تو نہیں سنا سکتے اللہ تعالیٰ سنانے والے ہیں۔ نیز! دوسرے حضرات موتٰی سے کفار مراد لیتے ہیں۔ کہ اگرچہ ان کی صورتیں زندہ والوں کی ہیں۔ لیکن ان کے دل مردہ ہیں۔ اور ما انت بمسمع من فی القبور کے معنی ہوں گے کہ ان کا حال مقبور مین دفن کئے ہوئے لوگوں جیسا ہے۔

علی ھذا فغائدۃ مقالتہ یعنی جب عدم سماع اہل قلیب بدر اور باء استصحاب کے لئے ہو تو پھر آپ کے ارشاد کا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس کلام سے آپ قریش کو عار دلانا چاہتے ہیں۔ اور ان کو ذلیل کرنا مقصود ہے۔

تبوٴن الخ الاٰن لیعلمون سے مراد یہ ہے کہ جب وہ لوگ قلیب بدر میں ہیں اور برزخ کا عذاب ان پر ہو رہا ہے۔ اب وہ جان رہے ہیں۔

ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ حافظؒ فرماتے ہیں۔ یقول حین تبوءا الخ کا قائل حضرت عروہؓ ہے۔ اور وہ حضرت عائشہؓ کی مراد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انک لاتسمع الموتی الخ یہ ان کے استقرار فی النار کے ساتھ مقید ہے۔ اس صورت میں انکار عائشہؓ اور اثبات ابن عمرؓ میں کوئی معارضہ نہیں ہوگا۔ لیکن مابعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ مطلقاً عذاب کی منکرہ ہیں۔ کیونکہ ان کے الفاظ میں ہے انھم لیعلمون اور ابن عمرؓ کے الفاظ ہیں انھم لیسمعون گویا کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک تاحال عذاب کا تحقق نہیں ہوا۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے جو الآن کی تفسیر کی ہے وہ زیادہ دقیع ہے۔ یعنی جب ان کو قلیب بدر میں پھینکا گیا اور عذاب قبر میں مبتلا ہوئے۔ اس وقت آپؐ کا ارشاد ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا

ترجمہ۔ جو لوگ بدر کی لڑائی میں حاضر ہوئے ان کی فضیلت کے بارے میں

حدیث نمبر ۳۵۸۵ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا رضی یَقُوْلُ اُصِیْبَ حَارِثَۃُ یَوْمَ بَدْرٍ وَّھُوَ غُلَامٌ فَجَاءَتْ اُمُّہٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَۃَ حَارِثَۃَ مِنِّیْ فَاِنْ یَّکُنْ فِی الْجَنَّۃِ اَصْبِرْ وَاَحْتَسِبْ وَاِنْ تَکُ الْاُخْرٰی تَرٰی مَا اَصْنَعُ فَقَالَ وَیْحَکِ اَوَھَبِلْتِ اَوَجَنَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ ھِیَ اِنَّھَا جِنَانٌ کَثِیْرَۃٌ وَاِنَّہٗ فِیْ جَنَّۃِ الْفِرْدَوْسِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن سراقہ انصاری بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ وہ نوجوان لڑکے تھے۔ ان کی والدہ حضرت انسؓ کی پھوپھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں۔ یارسول اللہ! آپؐ خوب جانتے ہیں کہ حارثہ مجھے کس قدر پیارا تھا۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور ثواب کی امید رکھوں اگر کوئی دوسری حالت ہے۔ تو پھر آپؐ

دیکھیں گے۔ کہ میں کیا کرتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تیرے لئے افسوس ہے یا تیرا بچہ گم ہوجائے۔ کیا جنّت ایک ہے۔ وہ تو بہت ساری جنّتیں ہیں۔ وہ تیرا بیٹا تو جنّت الفردوس میں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت حارثہ بن سراقہؓ بدر کے میدان میں ایک حوض سے پانی پی رہے تھے۔ کہ ایک کافر نے ان کے تیر مارا جس سے وہ شہید ہوگئے۔ چونکہ یہ قتل معرکہ بدر میں واقع نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ان کی والدہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئیں۔ کہ میرا لڑکا مارا بھی گیا اور صفِ قتال میں اس کی شہادت نہ ہوئی۔ ھبلت بنی جننت کہ تو پاگل ہوگئی۔ وہ تو جنّت الفردوس میں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص معرکہ کارزار سے باہر مارا جائے جب وہ جنّت میں ہے۔ تو جو صفِ قتال میں مارا گیا وہ تو بطریق اولیٰ جنّت میں داخل ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اوھبلت ص ۵۶۷ ۱۱ ھبل کے معنی عقل گم ہونے کے ہیں۔ معنی ہوئے کہ تو پاگل ہوگئی۔ کہ بیٹے کے جنّتی اور غیر جنّتی ہونے کا سوال کرتی ہے۔ یقین سے کیوں نہیں کہتی کہ میرا بیٹا جنّت میں ہے۔ تو یہ کون سی جنّت میں ہے۔ سوال یہ کرنا چاہیئے تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ لفظ اوھبلت واؤ عاطفہ اور ہمزہ استفہام کا ہے۔ معنی ہیں او فقدت عقلک یا ثکلان سے ثکلانِ عقل مراد ہے۔

کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے کہ من اتاہ سھم غرب آگے اس میں ہے کہ اجتھدت فی البکاء کہ میں رونے میں اپنی کوشش صرف کر دیتی۔

حدیث نمبر ۳۵۸۶ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الخ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا مَرْثَدٍ وَّالزُّبَیْرَ وَکُلُّنَا فَارِسٌ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰی تَاْتُوْا رَوْضَۃَ خَاخٍ فَاِنَّ بِھَا امْرَاَۃً مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ مَعَھَا کِتَابٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَۃَ اِلَی الْمُشْرِکِیْنَ فَاَدْرَکْنَاھَا تَسِیْرُ عَلٰی بَعِیْرٍ لَّھَا حَیْثُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا الْکِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعَنَا کِتَابٌ فَاَنَخْنَاھَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ کِتَابًا فَقُلْنَا مَا کَذَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتُخْرِجَنَّ الْکِتَابَ اَوْ لَنُجَرِّدَنَّکِ فَلَمَّا رَاَتِ الْجِدَّ اَھْوَتْ اِلٰی حُجْزَتِھَا وَھِیَ مُحْتَجِزَۃٌ بِکِسَاءٍ فَاَخْرَجَتْہُ فَانْطَلَقْنَا

بِهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَلِأَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ حَاطِبٌ وَاللّٰهِ مَا بِي أَنْ لَا أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْتُّ أَنْ يَّكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَّدْفَعُ اللّٰهُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي وَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا لَهُ هُنَاكَ مِنْ عَشِيرَتِهِ مَنْ يَّدْفَعُ اللّٰهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ وَلَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ إِنَّهُ قَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَلِأَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ أَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ أَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اور ابو مرثد اور حضرت زبیرؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا۔ ہم میں سے ہر ایک شہسوار تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ چلے چلو یہاں تک کہ جب تم لوگ خاخ کے باغ تک پہنچو۔ تو وہاں مشرکین کی ایک عورت ہے جس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو انہوں نے مشرکین مکّہ کی طرف لکھا ہے۔ پس ہم نے اس عورت کو پالیا جو اپنے اونٹ پر سوار چل رہی تھی۔ جس جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا۔ پس ہم نے اس سے کہا خط نکالو۔ وہ کہنے لگی ہمارے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ تو ہم نے اس کی اونٹنی کو بٹھلا دیا۔ اور اس کی تلاشی لی۔ لیکن ہمیں خط نظر نہ آیا۔ ہم نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ تم خط نکالو۔ ورنہ ہم تمہیں ننگا کر دیں گے۔ پس جب اس نے چارہ کار نہ دیکھا تو اس نے اپنے کمر بند کا قصد کیا اور اس نے ایک اونی چادر سے اپنی کمر کو کسا ہوا تھا۔ جس سے اس نے خط نکال کر دے دیا۔ ہم اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کی خیانت کی ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حاطب سے

پوچھا۔ تجھے اس کام پر کس نے آمادہ کیا۔ حاطبؓ فرمانے لگے۔ اللہ کی قسم! یہ نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے ایسا کیا ہے بلکہ میرا مقصد یہ تھا کہ قوم قریش پر میرا اس طرح احسان ہو جائے گا جس کے طفیل شاید اللہ تعالیٰ میرے اہل اور مال کی حفاظت فرمائے۔ آپؐ کے اصحاب میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے قبیلہ کا آدمی وہاں موجود نہ ہو۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے اہل اور مال کی حفاظت فرمائیں گے۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ بولا۔ لہٰذا سوائے خیر کے اس سے اور کوئی بات نہ کہو۔ پھر بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ حضرت! یہ شخص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی خیانت کر چکا ہے۔ پس مجھے اس کی گردن اڑا دینے کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا یہ اہل بدر میں سے نہیں ہے۔ جب ہے تو شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرمایا ہو کہ جو کچھ تمہاری مرضی آئے عمل کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی۔ یا میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ جس پر خوشی کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی دونوں آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمانے لگے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ہمیں ان رموز کا علم نہیں

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ واقعہ غزوہ فتح مکہ کا ہے۔ صلح حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ ہوا تھا۔ کہ عرصہ دس سال تک نہ تو قریش آپؐ سے لڑائی لڑیں گے اور نہ ان کے حلفاء آپؐ سے اور آپؐ کے حلفاء سے جنگ کریں گے اور ایسے ہی مسلمان اور ان کے حلفاء نہ قریش سے اور نہ ان کے حلفاء سے نبرد آزما ہوں گے۔ بنو بکر قریش کے حلیف تھے۔ اور بنو خزاعہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے۔ بنو بکر اور بنو خزاعہ کی اس سے پہلے چپقلش چلی آرہی تھی۔ ظہور اسلام کے بعد ان کی آپس کی لڑائی بند ہو گئی۔ وہ قریش کی حمایت میں اسلام کی مخالفت میں کھڑے ہوں گے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں سے لڑائی بند ہو گئی تو پھر آپس میں لڑائی شروع کر دی۔ کہ نوفل نے خزاعہ کے چند لوگوں پر شب خون مارا۔ خزاعہ کے آدمیوں نے نوفل کا تعاقب کیا تو وہ حرم میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ اس غدر کی اطلاع بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ تو آپؐ نے مکہ پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا۔ حاطبؓ بن ابی بلتعہ ہجرت کر کے آئے تھے۔ لیکن ان کا سب مال و عیال مکہ میں رہ گیا تھا۔ تو انہوں نے اس خیال سے کہ میں قریش کو حملہ کی اطلاع دے کر ان پر احسان کر لوں۔ شاید وہ میرے اہل و عیال اور مال کی حفاظت کریں اور اسے نقصان نہ پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کو فتح دینی ہی ہے۔ تو انہوں نے ایک عورت کو خط لکھ کر دیا جس کی بذریعہ وحی آپ ﷺ کو اطلاع کر دی گئی۔ تو آپ ﷺ نے مکہ جانے کے تمام راستے بند کروا دئے۔ ایسی صورت میں مکہ والے پریشان ہو کر نکلے ہیں۔ اس روایت سے حضرت علیؓ ابو مرثدؓ اور حضرت زبیرؓ کے بھیجے جانے کا علم ہوتا ہے۔ دوسری روایت میں حضرت مقدادؓ کا نام بھی ہے تو اس میں منافات نہیں۔ ممکن ہے راوی نے اختصاراً ذکر نہ کیا ہو یا نسیاناً رہ گیا ہو۔

الکتاب ای اخرجی الکتاب اس عورت کو دس دینار اجرت کے دیئے گئے تھے۔

اناخته لفظ نخ کا استعمال کرنا۔ اونٹ بٹھلاتے وقت نخ یا بخ کہا جاتا ہے۔ **حجزہ** وہ جگہ جہاں پر پاجامہ کے ازار بند کو باندھا جاتا ہے۔ یا جہاں پر لنگی اور تہبند باندھا جاتا ہے۔

اھوت ای اھوت بیدھا یعنی مائل کیا۔ **وھی محتجزۃ بکساء**۔ قدماء کا طریقہ تھا کہ وہ چستی پیدا کرنے کے لئے کمر میں ٹپکا باندھتے تھے۔ جس سے تھکاوٹ نہیں ہوتی تھی اسے احتجاز کہتے ہیں۔

فاخرجته دوسری روایت میں ہے کہ **اخرجته من عقاصها** وہ مینڈھیاں جن کا سر کے اوپر جھوڑا بنایا جاتا ہے۔ اگر خطوط متعدد ہوں پھر تو کوئی اشکال نہیں۔ ایک کو عقاص سے اور دوسرے کو حجزہ سے نکالا۔ اگر ایک خط ہو۔ تو پھر اس کو دو جگہ سے نکالنے کی صورت ہوگی۔ کہ جب اس عورت نے ان حضرات کی کوشش کو دیکھا تو حجزہ سے چپکے سے نکال کر عقاص میں رکھ دیا۔ لیکن سخت جدوجہد کی بنا پر عقاص سے نکال کر دیا۔

قد خان اللہ الخ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ کہ **ماحملک علی ما صنعت** یہ کلام مقدم تھا۔ اس کو مؤخر کر دیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ دشمن کی کسی طرح سے امداد کرنا گردن زنی کا باعث ہے۔ **لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الخ** والی آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ پہلے اس کی ممانعت نہ تھی۔ اب اس روایت میں کئی اشکالات ہیں۔

(۱) کہ آپ ﷺ تصدیق فرما رہے ہیں کہ صدق اس نے سچ کہا۔ یعنی عدم ایمان کی وجہ سے خط نہیں لکھا۔ محض ایک احسان جتلانے کے لئے بھیجا تھا۔ تو کفر نہ پایا گیا تو پھر قتل کے مستحق کیسے ہو گئے۔ نیز اس کے بعد آپ ﷺ نے **لا تقولوا الا خیرا** بھی فرما دیا۔ تو ان حالات میں حضرت عمرؓ **لاضرب عنقه** کیوں فرما رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ دینی امور میں مغلوب الغضب تھے۔

اشدھم فی امر اللہ عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں حضرت عمرؓ بڑے سخت ہیں۔ ایسا آدمی جب کوئی بات اپنے عقیدہ کے خلاف دیکھتا ہے تو وہ مغلوب العقل ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ کہ سامری نے سونے کا بچھڑا تیار کر کے اس کی عبادت شروع کرا دی تھی۔ حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام بھی موجود تھے۔ تو اس حالت کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام طورِ عقل سے نکل گئے۔ غصہ میں آکر کتاب اللہ کو زمین پر پھینک دیا۔ اور بڑے بھائی کی داڑھی پکڑ کر اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اس میں ایک پیغمبر کی اور کتاب اللہ کی اہانت پائی گئی۔ دونوں کفر ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اپنی لغزشوں کا ذکر کریں گے تو قبطی کے قتل کا خوف طاری ہو گا۔ لیکن ان کا کوئی خوف نہیں۔ تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی تعظیم سے اس قدر مغلوب ہو گئے۔ کہ اس کے خلاف کو نہ دیکھ سکے۔ اور طورِ عقل سے نکل گئے۔ تو جو مجنون اور دیوانہ ہو جائے اس پر کون گرفت کرتا ہے۔ اور جو جنون اور دیوانگی فی سبیل اللہ ہو۔ اس میں تو کوئی گرفت نہ ہوگی۔ یہی معاملہ حضرت عمرؓ کا ہے۔ جن کے حق میں اشداء علی الکفار رحماء بینھم فرمایا گیا تو غصے کی حالت میں انسان اپنے سامنے کی چیز کو بھی نہیں دیکھتا اور بسا اوقات اپنے افعال کو بھی نہیں سمجھتا۔ کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ تو ایسے حضرت عمرؓ نے لاتقولوا الہ الاخیراً آپؐ کا ارشاد بھی نہ سنا۔ فرماتے ہیں وہ منافق ہے۔ مجھے اس کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے۔ شدت غیظ و غضب میں آپؐ کا ارشاد نہ سن سکے۔ اس جواب میں کوئی زیادہ تکلف نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی منافق سے نرمی کا برتاؤ کرتے۔ یا کسی وجہ سے نرمی کا برتاؤ کرتے۔ تو حضرت عمرؓ اس پر مؤاخذہ کرتے تھے۔ کہ ایسی تالیف قلوب نہ ہونی چاہیئے۔ اس سے نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین جس نے طرح طرح سے آپؐ کو اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت صدیقہؓ پر تہمت لگانے اور اس کا پروپیگنڈہ کرنے میں پیش پیش رہا۔ اس کی وفات پر ان کا صاحبزادہ مخلص صحابی حضرت عبداللہؓ آکر آپؐ سے کفن کے لئے کرتہ لے جاتا ہے اور ان کی درخواست پر آپؐ اس منافق کا جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس پر حضرت عمرؓ آپؐ کا دامن پکڑ کر کھینچتے ہیں۔ اور اس کی اذیتیں

یاد دلاتے ہیں۔ آپؐ زور سے دامن جھٹک کر فرماتے ہیں کہ مجھے ستر دفعہ استغفار کرنے سے روکا گیا ہے۔ بالکل منع نہیں کیا گیا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس سے زیادہ استغفار کرنا اس کے لئے سودمند ثابت ہوگا۔ تو میں ضرور استغفار کردوں گا۔ دیکھئے احترام نبوتؐ کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ حالانکہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی کا حکم ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے تم اپنی آواز اونچی نہ کرو۔ مگر اپنے غضب لوجہ اللہ کی بنا پر تالیف قلب سے آپؐ کو روکتے ہیں۔ صدق اور لاتقولوا لہ الاخیرًا کو سننے اور سمجھنے کے بعد پھر بھی فرماتے ہیں کہ یہ نرمی کا موقع نہیں ہے۔ اس کی گردن اڑا دینی چاہیئے۔ تو یہ مشورہ ہوا۔ کہ یہ تالیف قلب کا موقعہ نہیں ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے۔ کہ تالیف قلب کے معنی تو یہ ہیں کہ حقیقی واقعہ کے خلاف کیا جائے۔ لیکن اس جگہ تو آپؐ فرماتے ہیں لعل اللہ اطلع علی اھل بدر۔ لعلّ حرف شک نہیں بلکہ حرف ترجی ہے۔ اطلاع بمعنی گردن اٹھا کر کسی چیز کو دیکھنا۔ جھانکنا یہاں صرف توجہ الٰہی مراد ہے۔ لعلّ کے لفظ سے اشکال نہ ہو۔ کیونکہ محاورات میں تو لعلّ مشکوک چیز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن کلام باری تعالیٰ میں ایسے نہیں ہوتا۔ چنانچہ مفسرین حضرات لکھتے ہیں۔ کہ لعلّ ہمارے کلام میں تو ترجی کے لئے وارد ہوتا ہے۔ لیکن کلام باری تعالےٰ میں تحقیق کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ نیز! حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں لعلّ کی بجائے ان اللہ اطلع کے الفاظ ہیں۔ تو راوی نے روایت بالمعنی کردی۔ یا اس کی تفسیر اس روایت ابوہریرہؓ سے کردی گئی۔ دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے۔ کہ لعلّ حرف ترجّی شک کے لئے نہیں۔ فارسی اور اردو میں تو شک اور ترجّی کے لئے الفاظ الگ الگ نہیں ہیں۔ مگر عربی زبان میں ان کے درمیان فرق موجود ہے۔ ترجّی رجاء سے ماخوذ ہے۔ مستقبل میں طمع تین طرح سے ہوتی ہے۔ ایک رجاء بالنتیجہ کہ جب تمام موقوف علیہا انجام دے دیئے جائیں تو نتیجہ کی امید کی جائے۔ اسے ترجّی کہتے ہیں۔ اور اگر بعض موقوف علیہا انجام دیئے جائیں تو اسے تمنّیٰ کہتے ہیں۔ اور جو امر مستقبل ایسا ہو کہ اس کے موقوف علیہ میں سے کسی کو انجام نہ دیا جائے۔ اسے غرور کہتے ہیں۔ جیسے نہ کوئی ہل چلائے اور نہ بیج بوئے اور غلّہ اگنے کی امید رکھے یہ غرور ہے۔ اگر کچھ کام انجام دے۔ مثلاً ہل چلایا۔ بیج ڈالا۔ لیکن حفاظت نہیں کی پھر امید رکھے تو یہ تمنّیٰ کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمنّیٰ کا تعلق ممکن اور غیر ممکن دونوں سے ہوتا ہے۔

مگر ترجی کا تعلق ممکن الوقوع سے ہوتا ہے۔ جب کہ تمام موقوف علیہ انجام دے دیئے جائیں تو لعلّ کے معنی ترجّی کے ہوئے۔ کیؔ اور انؔ کے معنی مراد لینا اس کو اپنے محل سے نکالنا ہے۔ شاید کے معنی کبھی استحقاق کے بھی آتے ہیں۔ شاید کہ از بہر کرم سوئے غریباں بنگری مگر عموماً ہم لوگ شاید کے معنی شک کے کرتے ہیں۔ حالانکہ لغتِ عرب میں ترجّی ممکن الوقوع کے لئے ہوتی ہے۔ اب اشکال نہ رہا۔

اعملوا ما شئتم اعملوا صیغہ امر کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان اہلِ بدر کے لئے تمام اشیاء کو مباح قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ تشریع کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ تشریع میں بعض امور کی ممانعت اور بعض کا امر ہوتا ہے۔

ایک جماعت صوفیاء کرام کی اس کی قائل ہے۔ کہ جب نفوس مہذب ہو جاتے ہیں تو ان سے امور شرعیہ کی پابندی اٹھ جاتی ہے۔ مگر محققین صوفیاء اس کے خلاف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے تکلیف امور شرعیہ اٹھالی جاتی۔ کیونکہ آپؐ سے زیادہ مہذّب اور کون ہو سکتا ہے۔ بہرحال اس جگہ اعملوا اگرچہ امر کا صیغہ ہے۔ اور وہ طلب العقل جزماً علی الاستعلاء کے لئے ہوتا ہے۔ مگر وہ کبھی اباحت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جیسے اجلس الحسن وابن سیرین اور کبھی امر تہدید کے لئے ہوتا ہے۔ من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر اور کبھی تسخیر کے لئے آتا ہے۔ کونوا قردۃً خاسئین اور کبھی تمنّی کے لئے جیسے الا یا ایھا اللیل الطویل الا انجلی اور کبھی دعا کے لئے اللّٰھم اغفر لی تو اس جگہ اعملوا امر کا صیغہ اباحت معاصی کے لئے نہیں۔ بلکہ کنایہ ہے۔ تشریف اور تکریم سے یعنی شرافت ظاہر کرنے کے لئے جیسے کوئی بادشاہ کسی مجرم سے کہہ دے۔ جا ہم نے تیرے اگلی پچھلی سب تقصیرات معاف کر دیں۔ جو چاہے کرتے رہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بغاوت بھی کرتے پھرو وغیرہ۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس امر کو بیان کرنا ہے۔ کہ ان لوگوں کی حالت ایسی صالح ہوگئی ہے۔ کہ اب ان سے گناہ سرزد نہ ہوں گے اگر ہو بھی جائیں تو اب وہ اس قابل ہیں کہ ان پر مؤاخذہ نہ کیا جائے۔ ان الحسنات یذھبن السیئات کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ تو بعض حضرات نے اسے اخبار قرار دیا ہے۔ کہ اب حضرات سے اعمال سیئہ کا صدور بھی نہیں ہوگا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے

کیونکہ حضرت قدامہ نے شراب پی۔ حضرت عمرؓ نے ان کے کوڑے لگائے۔ پھر ان کی آپس میں تراضی کرادی گئی۔ تو جب اس صحابی کے حسن عمل کا اظہار ہوا۔ تو حضرت عمرؓ کے آنسو بہہ پڑے۔ کیونکہ فاروق اعظمؓ بھی اہلِ بدر میں سے تھے۔ ان انعامات کو سن کر خوشی سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ جیسے حضرت ابی بن کعبؓ سید القرار کو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کو لم یکن الذین کفروا الخ قرآن سنانے کا حکم دیا ہے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ کیا باری تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا ہاں نام لے کر فرمایا۔ تو خوشی سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابی بن کعبؓ سے قرآن سننے کا حکم ہوا۔ تو وہ فرمانے لگے۔ کہ اقرأ علیك و علیك انزل کہ کیا میں آپؐ پر قرآن پڑھوں حالانکہ وہ آپؐ پر اتارا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ میں دوسرے سے قرآن مجید سنوں۔ تو انہوں نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ نے فرمایا حسبك اب رک جاؤ۔ دیکھا تو آپؐ رو رہے تھے۔ وجئنا بك علی ھؤلاء شھیدا کہ ہم آپؐ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ تو یہاں بھی جواب دیا جاتا ہے کہ مسرت و فرحت کا رونا تھا۔

دوسرا جواب روایت کا یہ بھی ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کا رونا رنج و غم کی بنا پر تھا۔ کہ حضرت عمرؓ کو شرمندگی اور رنج لاحق ہوا کہ میں نے ایسے مقبول باری تعالیٰ کے بارے میں ایسے سخت الفاظ کیوں استعمال کئے اور رنج کے آنسو گرم ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ولا تقولوا لہ الا خیرا ص۵۶۷ ج۲ حضرت عمرؓ کو تنبیہ کرنا تھا۔ کہ ایسے شخص کی طرف کفر اور نفاق کی نسبت نہیں کرنی چاہیئے۔ اگرچہ اس سے کچھ نہ کچھ خیانت سرزد ہوئی ہے۔ لیکن وہ کفر و نفاق کی حد تک نہیں پہنچتی۔ صدق اور لا تقولوا لہ الا خیرا سننے کے بعد کہ وہ مؤمن ہے پھر بھی قتل کی اجازت مانگنا یہ سیاستہً تقریب کے لئے تھا تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو۔ تو اب محشیؒ کا اشکال لازم نہ آئے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ قسطلانیؒ نے اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام قتل حضرت عمرؓ کی عادت کے مطابق ہے۔ کہ وہ دین کے معاملہ میں بڑے سخت تھے اور منافقین سے ان کا بغض رکھنا مشہور ہے۔ تو انہوں نے گمان کیا کہ اس کا یہ فعل جرم موجب قتل ہے۔ لیکن

یقین نہیں تھا۔ تبھی تو آپؐ سے اجازت طلب کی اور اس پر نفاق کا اطلاق اس لئے کیا کہ وہ ظاہر کے خلاف تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معذور قرار دیا۔ کیونکہ وہ اس فعل کی تاویل کرتا تھا۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو حضرت عمرؓ نے تالیف قلب پر محمول کیا اور مشورہ دیا۔ ایسے موقعہ پہ تالیف لائق نہیں۔ بلکہ اس کے حق میں تادیب مناسب ہے اور کوکب دری میں قطب گنگوہیؒ نے لکھا ہے کہ جرم ثابت ہو جانے کے باوجود جب آپؐ نے اسے معاف کر دیا۔ تو حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ ایسی جنایات میں تعزیر مناسب ہے معافی مناسب نہیں ہے۔ یہ فوجی غلطی ہے کورٹ مارشل ہونا چاہیئے اور نفاق کا اطلاق نفاق عمل کے طور پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اس پہ منع نہیں فرمایا۔ نیز المحشیؒ نے بھی وہی قسطلانیؒ کا سوال وجواب نقل کیا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس حدیث کے لانے میں یہ ہے۔ کہ اس سے اہل بدر کی فضیلت پر استدلال کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بشارت عظیمہ سنائی۔ قد غفرت لکم اور وجبت لکم الجنۃ اور لعل اللہ اطلع کے الفاظ اس مدعا پر دال ہیں۔ اور اعملوا ما شئتم کے متعلق جواب یہ ہے کہ یہ اباحت معاصی کے نہیں جو خلاف شرع ہے بلکہ یہ اخبار عن الماضی کہ زمانہ گذشتہ میں جو گناہ تم سے سرزد ہوئے میں نے ان سب کو معاف کر دیا ہے۔ فعل ماضی کا لفظ اختیار کیا گیا ساغفرہ لکم نہیں فرمایا۔ لیکن یہ جواب صحیح نہیں۔ اس لئے کہ یہ واقعہ حاطب بدر کے چھ سال بعد کا ہے تو مستقبل ہی مراد ہوگا۔ اور بعض نے تشریف اور تکریم کے لئے بتلایا ہے کہ اعمال صادرہ پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ یا یہ کہ اب ان سے اعمال سیئہ سرزد نہیں ہوں گے۔ لیکن یہ جواب بھی صحیح نہیں اس لئے حضرت قدامہ بدری صحابی ہیں۔ انہوں نے شراب پی۔ حضرت عمرؓ نے ان پہ شرعی حد قائم کی۔ جس کے سبب وہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے خواب میں دیکھا کہ انہیں ان سے مصالحت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ان کی باہمی رضامندی ہوگئی۔ تو معلوم ہوا کہ بشارت کا تعلق احکام آخرت سے ہے۔ احکام دنیا سے نہیں ہے۔ حدود وغیرہ ان پہ قائم ہوں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فدمعت عینا عمرؓ الخ ص۵۶۷ ج۲ | شدت فرح اور سرور کی وجہ سے رونا آیا۔ کہ یہ ایسی بشارت عظیمہ تھی جو حضرت عمرؓ اور دیگر حضرات کو بھی شامل تھی۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔

کہ رونا رنج وغم کی وجہ سے ہو کہ میں نے خواہ مخواہ حضرت حاطب کو منافق کہا۔ اگرچہ وہ نفاق عملی تھا۔ لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے واضح ہو گیا۔ کہ ان کی شان اس نفاق عملی سے بھی بلند اور ارفع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ سرور اور غم کے دونوں احتمال قطب گنگوہیؒ نے ذکر کر کے خوب توجیہ بیان فرمائی۔ شراح میں سے کسی نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔

باب حدثنی عبد اللہ بن محمد الجعفی **حدیث نمبر ۳۶۸۷** عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ اِذَا اَکْثَبُوْکُمْ فَارْمُوْھُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَکُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابی اسیدؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ جب وہ کفار تمہارے نزدیک آجائیں تو تب ان پر تیر اندازی کرو۔ اپنے تیروں کو بچاؤ۔ دور پھینک کر ضائع نہ کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اکثبوکم ای قاربوکم اس لئے کہ اگر تیر دور سے پھینکے گئے۔ تو بسا اوقات وہ نہیں لگتے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا تیر چلانے میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ تاکہ تمہارے تیر غارت نہ جائیں۔

واستبقوا نبلکم اگر صورۃً ارموا پر عطف ہے۔ لیکن معنیً عطف نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب تیر اندازی ہو گی تو تیر ضرور خرچ ہوں گے تو بعض حضرات نے توجیہ کی ہے۔ کہ فارموھم بالحجارۃ فاستبقوا نبلکم معنی ہیں کہ پہلے پتھر پھینکو اور تیروں کو باقی رکھو۔ لیکن یہ معنی بعید ہیں۔ کیونکہ پتھر تو دور نہیں جائے گا وہ تو قریب ہی جا کر پڑے گا۔ بخلاف تیر کے کہ وہ دور جاتا ہے۔ تو معنی ہوئے کہ دور سے تیر نہ مارو۔ بلکہ اس طرح پھینکو کہ پھر ان کو اٹھا بھی سکو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یوم بدر سے بدر کبریٰ مراد ہے اور مولانا محمد حسن مکیؒ کے قول کے مطابق ترجمہ سے مناسبت اس طرح ہے کہ بدر کبریٰ کے بعد غزوہ اُحد واقع ہوا اس کے بعد بدر صغریٰ کا وقوع ہوا۔ اور ان دونوں میں مسلمانوں کو بہت سے انعامات سے نوازا گیا ہے۔ یا کلمہ بعد مقطوع الاضافۃ ہے ای بعد ھذہ القصۃ اور یوم آتانا کا مفعول ہو۔ تو اس وقت بدر صغریٰ

مراد ہوگا۔ لیکن اس صورت میں ترجمہ سے مطابقت نہیں ہوگی۔ کیونکہ ترجمہ میں بدر کبریٰ کا ذکر ہے۔ اور بدر صغریٰ تو اُحد کے بعد واقع ہوا ہے۔ محشی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علاماتِ نبوت کی حدیث کا اختصار ہے۔ کہ آپؐ نے خواب دیکھا تھا۔ کہ گائے ذبح کی گئی اور پھر خیر واقع ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو اُحد میں شکست کا سامنا ہوا بعد ازاں فتح نصیب ہوگی۔ چنانچہ بدر صغریٰ اس کامیابی کا نشان ہے۔ بعض نے کہا کہ مقتولین کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے سلوک کیا وہ ان کے لئے بہتر ہے۔ یا بعد ثانیہ کے بعد جو ثابت قدمی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیب فرمائی وہ مراد ہے کہ کفار کی کمک سے مسلمانوں کو ڈرایا گیا تھا۔ بہر حال کثب کے معنی قرب کے ہیں۔ اور نبل غیر تراشیدہ تیر کو کہا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۸۸ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِیْمِ الخ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ اِذَا اَکْثَبُوْکُمْ یَعْنِیْ کَثَرُوْکُمْ فَارْمُوْھُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَکُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو اسیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بدر کی لڑائی فرمایا۔ کہ جب یہ لوگ تم پر ہجوم کر کے آئیں تو ان کی طرف تیر پھینکو اور تیروں کو باقی رکھو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اکثبوکم ای قاربوکم اور ابو داؤد میں غشوکم کے الفاظ ہیں کہ جب وہ تمہارا گھیراؤ کر لیں۔ اس جگہ کثروکم کے معنی کئے گئے ہیں۔ حالانکہ لغت میں یہ معنی نہیں ہیں۔ تو بعض شراح نے فرمایا کہ یہ راوی کی غلطی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ معنی تو قاربوکم کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ایسی مقاربت ہو۔ کہ جس میں ان کا ہجوم بھی ہو جائے۔ تو نہایت احتیاط سے تیر اندازی کرو۔ زمین اور سمندر میں تیر پھینک کر ضائع نہ کرو۔ کہ اس سے دشمن کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

حدیث نمبر ۳۵۸۹ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ سَمِعْتُ بَرَاءَ بْنَ عَازِبٍؓ قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الرُّمَاۃِ یَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ جُبَیْرٍؓ فَاَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِیْنَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ اَصَابُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعِیْنَ وَمِائَۃً سَبْعِیْنَ اَسِیْرًا وَّسَبْعِیْنَ قَتِیْلًا قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ یَوْمٌ بِیَوْمِ بَدْرٍ وَّالْحَرْبُ سِجَالٌ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں تیر اندازوں پہ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو امیر مقرر کیا تھا تو مشرکوں نے اس دن ہمارے ستّر آدمی شہید کر دیئے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ بدر کی لڑائی میں ایک سو چالیس آدمیوں کو قتل کیا۔ اس طرح کہ ستّر تو ان کے قیدی تھے اور ستّر قتل ہوئے تھے۔ ابو سفیانؓ نے کہا تھا۔ کہ آج اُحد کا دن بدر کے دن کے بدلے ہے۔ اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہے۔ کبھی بھرا ہوا آتا ہے اور کبھی خالی آتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مسلمانوں کو اُحد کی لڑائی میں جو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ ان کی ایک نافرمانی کی وجہ سے تھا۔ ہوا یوں کہ کفار مکہ مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر آکر ٹھہرتے ہیں۔ آپؐ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا بعض نے کہا۔ کہ جہاں پہ کفار پڑے ہیں۔ ہمیں وہاں جا کر ان سے لڑنا چاہیئے۔ اکثر نوجوان مہاجرین اور انصار کی یہی رائے تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ مدینہ کی ناکہ بندی کر کے کفار کی مدافعت مدینہ کے اندر کی جائے۔ یہی رائے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی بھی ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ہمارا سابقہ تجربہ یہ ہے کہ ہم نے جب تک شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کیا ہے۔ غالب رہے ہیں۔ دشمنوں کو مار بھگایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ میں ایک زرہ مضبوط میں ملبوس ہوں۔ جس کی تعبیر آپؐ نے یہ بیان فرمائی کہ مدینہ زرہ حصینہ مضبوط کی مانند ہے۔ اور آپؐ نے یہ بھی دیکھا کہ ایک گائے ذبح کی گئی جس کی تعبیر آپؐ نے یہ فرمائی کہ کچھ مسلمان شہید ہوں گے۔ اور یہ بھی دیکھا کہ میری تلوار ٹوٹ گئی۔ یہ مسلمانوں کے نقصان کی طرف اشارہ تھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ ایک شخص واللہ خیر کہہ رہا ہے۔ بہر حال آپؐ کی منشاء مدینہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی تھی۔ لیکن کثرت رائے پر فیصلہ کرتے ہوئے آپؐ نے مدینہ سے خروج کا حکم دیا اور خود جنگی لباس پہننے کے لئے اندر گھر میں تشریف لے گئے۔ دریں اثنا رائے دہندگان کو تنبہ ہوا۔ کہ شاید مدینہ سے نکلنا ہمارے لئے مفید نہ ہو۔ لہذا آپؐ کو اپنی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ ہمیں اپنی تجویز سے رجوع کر لینا چاہیئے۔ لیکن آپؐ نے فرمایا۔ پیغمبر خدا جب ہتھیار لگا لیتا ہے۔ تو جب تک لڑائی ختم نہ ہو وہ ہتھیار نہیں اتارا کرتا۔ اب پرچہ باد ا باد دیکھا جائے گا۔

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ کرام مہاجرین اور انصار کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ ایک یا دو میل کے فاصلہ پہ عبداللہ بن ابی مع اپنے ساتھیوں کے الگ ہو جاتا ہے۔ کہ

ہم جان بوجھ کر موت کے منہ میں نہیں جاتے۔ ایک تو ہمارے تجربہ کے خلاف ہے۔ دوسرے ہم تھوڑے آدمی ہیں۔ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ آخر کار اپنے تین سو آدمی لے کر وہاں سے چلا آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی سات سو آدمیوں کو لے کر میدان اُحد میں پہنچ گئے۔ آپؐ نے مورچہ بندی اس طرح کی کہ جبل اُحد کو پیٹھ کے پیچھے رکھا۔ آگے جبل رومہ تھا۔ اور سامنے کفار کا لشکر تھا۔ فوج کے کمانڈر کو جنگ میں اہم کام فوج کی ترتیب اور مورچہ بندی کا ہوتا ہے۔ اگر تم اونچی جگہ پر ہو۔ اور دشمن نیچی جگہ پر ہو تو تمہیں فتح نصیب ہوگی اس کے برعکس میں نتیجہ برعکس ہوگا۔ اگر ایسی جگہ مورچہ بندی کی جہاں زور کی ہوا پہنچتی ہے تو بھی شکست کا سامنا ہوگا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں لوگوں کو عالم، زاہد، قاضی اور صوفی بنایا وہاں ان کو حربی فنون کی تعلیم بھی دی۔ چنانچہ اذ تبوء المؤمنین مقاعد للقتال[1] کہ آپ مؤمنوں کو قتال کی جگہوں پر ٹھہرا رہے تھے۔ پشت پر جبل اُحد کو رکھا تاکہ پشت محفوظ ہو۔ کیونکہ اگر دشمن پیچھے سے ٹوٹ پڑے تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ پہاڑ کی زمین اونچی نیچی ہوتی ہے۔ دشمن کی فوج نچلی زمین میں پڑی ہوئی ہے۔ آپؐ نے ایک پہاڑی درہ پر پچاس تیر اندازوں کو بٹھلایا تاکہ دشمن یہاں سے مسلمانوں پر حملہ نہ کر دے۔ حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ اب مسلمان تین ہزار کفار پر حملہ کرتے ہیں۔ کفار حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگنے لگے۔ اور مشہور ہے کہ بھاگتے وقت اپنے جسم کے کپڑے بھی بوجھ بن جاتے ہیں۔ وہ اپنا مال واسباب پھینکتے جا رہے تھے۔ مسلمانوں کو فکر لاحق ہوئی کہ کسی طرح ان کے مال ومتاع کو چھین لیا جائے۔ چنانچہ تعاقب کرتے اور مال واسباب جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جو لوگ پہاڑی پر تھے۔ انہوں نے سوچا۔ اب ہماری فتح ہوگئی۔ لہذا ہمیں مال غنیمت جمع کرنا چاہیئے۔ حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ امیر رماۃ نے انہیں روکا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی جگہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم فرما دیا تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے تم نے یہاں سے ہلنا نہیں۔ وہ کہنے لگے۔ یہ حکم جنگ کے دوران تھا اب لڑائی ختم ہوگئی دشمن بھاگ رہا ہے۔ اس لئے وہ نہ رکے۔ صرف دس آدمی پہاڑی پر باقی رہ گئے حضرت خالد بن ولیدؓ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ کافروں کے ایک دستہ کے سالار تھے۔ ایک دو مرتبہ اس پہاڑی درّے کے راستہ سے آنا چاہا۔ مگر تیر اندازوں نے تیر برسا کر ان کو مار بھگایا۔ جب انہوں نے درّہ پر صرف دس آدمی دیکھے تو اپنے دو سو آدمی لے کر حملہ کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے مع اپنے ہمراہیوں کے خوب مقابلہ کیا۔ مگر دس آدمی کیا تاب لا سکتے تھے سب کے سب شہید کر دیئے گئے۔ جس سے مسلمان بہت گھبرا گئے۔ شیطان وہاں زور سے پکارا۔ کہ اللہ کے بندو! پیچھے مڑ کر دیکھو۔ دیکھا تو خالد بن ولید اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ شیطان کی آواز پر تو بھاگتے ہوئے آدمیوں نے مل کر ادھر سے حملہ کر دیا۔ اب مسلمان درمیان میں گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے۔ دریں اثنا مسلمانوں کے تین فریق ہو گئے۔ ایک تو مدینہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرا پریشان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آگیا اور تیسرا گروہ ہمت ہار کر کنارے پر بیٹھ گیا۔ اس لڑائی میں ستّر مسلمان شہید ہو گئے۔ شیطان نے وساوس اور خطرات سے ان کو حیرت زدہ کر دیا۔ تو قریباً اسّی آیات قرآنیہ میں ان کے وساوس دور کرتے ہوئے تسلی کا سامان مہیا کیا گیا۔

حتّٰی اذا فشلتم وتنازعتم کہ تمہاری شکست کا سبب تمہارا جھگڑا تھا۔ جس کا نتیجہ بربادی ہی بربادی ہوتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور اہل دنیا کے نزدیک بغاوت بڑا جرم ہے۔ مگر ہارون علیہ السلام نے تفرقہ جیسی بری چیز کو پسند نہ کیا اور شرک کو باقی رہنے دیا۔ آج دنیا بھر کے مسلمانوں کو بالعموم اور ہند و پاکستان کے مسلمانوں کو بالخصوص جس چیز نے برباد کیا ہے۔ وہ یہی فرقہ پرستی اور انتشار ہے اور حکومت برطانیہ کا اصل الاصول ہے۔ کہ تفرقہ ڈالو۔ اور حکومت کرو۔ الغرض مسلمانوں کو اس غزوۂ احد میں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ یوم احد عبداللہ بن جبیرؓ اس کے بعد کلام مختصر ہو گیا۔ تنازعوا۔

غزوۂ بدر میں کفار کے ایک سو چالیس افراد کو فنا کر دیا گیا۔ ستّر قتل ہوئے اور ستّر قیدی بنے۔ اور غزوۂ احد میں مسلمانوں کے صرف ستّر آدمی شہید ہوئے۔ ان کا ڈبل نقصان ہوا۔ اور یہ مسلمان کا نقصان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی وجہ سے ہوا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا جس نے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان خطا کر دیئے کہ شیطان نے یہ آواز دی ان محمداً قد قتل کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے جا چکے ہیں۔ واقعی شدید جنگ میں اس آواز نے بجلی کا کام کیا۔ حضرت جبرائیلؑ۔ میکائیلؑ اور کچھ صحابہ کرام آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ دریں اثنا کسی نے آپؐ کے پتھر مارا جس سے آپؐ کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ ابوسفیان نے جب

مسلمانوں کو جمع ہوتے دیکھا۔ تو کہنے لگا کہیں ان کے جمع ہونے سے ہمیں شکست نہ ہو جائے۔ اس نے جنگ کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور کہا۔ الیوم بیوم بدر الحرب سجال اب آئندہ سال بدر کے میدان میں پھر لڑائی ہوگی۔ موعدکم البدر من عام مقبل اس سے قبل اس نے پوچھا تھا۔ افیکم محمد کیا تمہارے اندر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ چپ رہو۔ پھر اس نے پوچھا۔ افیکم ابوبکر کیا تمہارے اندر ابوبکرؓ ہے۔ اس پر بھی آپؐ نے فرمایا۔ چپ رہو۔ پھر اس نے پوچھا افیکم عمر کیا تمہارے اندر عمرؓ موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ چپ رہو۔ لیکن حضرت عمرؓ سے چپ نہ رہا گیا۔ بولے اے عدو اللہ! ہم سب زندہ موجود ہیں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ راستے میں خیال آیا کہ مسلمانوں میں افراتفری ہے۔ مدینہ خالی ہے۔ خوب لوٹ مار کرتے واپس لوٹ رہا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ستر آدمی ان کے تعاقب میں بھیجے۔ جو اسیس نے اس کو اس کی اطلاع کی۔ وہ مرعوب ہو کر مکہ کو واپس چلا گیا۔

حدیث نمبر ۳۵۹ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِی مُوْسٰی اُرَاهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاِذَا الْخَیْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَیْرِ بَعْدُ وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِیْ اٰتَانَا بَعْدَ یَوْمِ بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اس کے بعد لائے۔ اور وہ سچا بدلہ ہے۔ جس کو بدر کے بعد اللہ تعالیٰ ہمارے لئے لائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اذا الخیر یہ اس خواب کا واقعہ ہے کہ آپؐ نے دیکھا کہ گائے ذبح کی گئی ہے تو مسلمانوں کی ہزیمت کی طرف اشارہ تھا اور اذا الرجل یقول واللہ خیر کہ اس کے بعد آدمی کہہ رہا تھا کہ واللہ خیر ہی خیر ہے۔

والثواب الصدق مرفوع بھی پڑھا گیا ہے اور مجرور بھی۔ جر کی حالت میں اس کا عطف الخیر پر ہوگا۔ اور اذا الخیر یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ ہے۔ البقرۃ منبح واللہ الخیر اور بعض کہتے ہیں کہ یہ آپؐ کے خواب کا حصہ نہیں ہے۔ الگ ہو کر مبتدا خبر ہوں گے۔ جس جگہ باب بلا ترجمہ ہو۔ وہ بمنزلے فصل کے ہوتا ہے یہاں بھی باب بمنزل فصل کے ہے جس میں خاص متعلقات بدر کو بیان

کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹۱ حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ الخ عَنْ جَدِّہٖ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اِنِّیْ لَفِی الصَّفِّ یَوْمَ بَدْرٍ اِذِ الْتَفَتُّ فَاِذَا عَنْ یَّمِیْنِیْ وَ عَنْ یَّسَارِیْ فَتَیَاتٌ حَدِیْثَ السِّنِّ فَکَاَنِّیْ لَمْ اٰمَنْ بِمَکَانِہِمَا اِذْ قَالَ لِیْ اَحَدُہُمَا سِرًّا مِّنْ صَاحِبِہٖ یَا عَمِّ اَرِنِیْ اَبَا جَہْلٍ فَقُلْتُ یَا ابْنَ اَخِیْ وَ مَا تَصْنَعُ بِہٖ قَالَ عَاہَدْتُّ اللّٰہَ اِنْ رَّاَیْتُہٗ اَنْ اَقْتُلَہٗ اَوْ اَمُوْتَ دُوْنَہٗ فَقَالَ لِیَ الْاٰخَرُ سِرًّا مِّنْ صَاحِبِہٖ مِثْلَہٗ قَالَ فَمَا سَرَّنِیْ اَنِّیْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ مَکَانَہُمَا فَاَشَرْتُ لَہُمَا اِلَیْہِ فَشَدَّا عَلَیْہِ مِثْلَ الصَّقْرَیْنِ حَتّٰی ضَرَبَاہُ وَ ہُمَا ابْنَا عَفْرَآءَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں ایک قطار کے اندر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر جھانک کر دیکھا۔ تو میرے دائیں اور بائیں دو نوخیز جوان کھڑے تھے گویا کہ ان کے ہونے کی وجہ سے میں بے خوف نہیں تھا۔ کہ اچانک ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے چھپاتے ہوئے آہستہ سے مجھ سے کہا کہ اے چچا جان! مجھے ابوجہل تو دکھلاؤ۔ میں نے پوچھا بھتیجے تمہارا اس سے کیا کام ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں نے اس کو دیکھ لیا۔ تو میں اسے قتل کر دوں گا یا خود موت کے منہ میں چلا جاؤں گا۔ دوسرے نے بھی اپنے ساتھی سے چھپاتے ہوئے آہستہ سے اسی طرح گفتگو کی۔ پس اب تو مجھے ان کی بجائے کسی دو آدمیوں کے درمیان کھڑے ہونے کی تمنا نہ رہی۔ ابوجہل گھومتا پھرتا جب سامنے آیا تو میں نے اس کی طرف ان دونوں کو اشارہ کیا۔ پس وہ دونوں دو بازوؤں کی طرح اس پر جھپٹے یہاں تک کہ تلوار کے وار کر کے اسے نیچے گرا دیا۔ وہ دونوں عفراء کے بیٹے معاذ اور معوذ تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فکانی لم آمن بمکانہما کی توجیہ بعض حضرات نے یہ فرمائی ہے۔ کہ مجھے اطمینان نہ ہوا کہ آیا دونوں نوجوان دشمن ہیں یا ہمارے آدمی ہیں۔ لیکن یہ توجیہ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ دشمن ایسے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ نوخیز نوعمر ہونے کی وجہ سے ان کو تردد ہوا کہ اگر کہیں یہ بھاگ کھڑے ہوئے تو میں اکیلا رہ جاؤں گا۔

عاهدت اللہ الخ سے خالص بغض فی اللہ ثابت ہوتا ہے۔ یہاں واقعہ قتل ابوجہل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹۲ حدثنا موسی بن اسمعیل الخ عن ابی ہریرۃ رض قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ عینا وامر علیہم عاصم بن ثابت الانصاری جد عاصم بن عمر بن الخطاب حتی اذا کانوا بالھدۃ بین عسفان ومکۃ ذکروا الحی من ھذیل یقال لھم بنو لحیان فنفروا الیھم بقریب من مائۃ رجل رام فاقتصوا اثارھم حتی وجدوا ماکلھم التمر فی منزل نزلوہ فقالوا تمر یثرب فاتبعوا اثارھم فلما احس بھم عاصم واصحابہ لجئوا الی موضع فاحاط بھم القوم فقالوا لھم انزلوا فاعطوا بایدیکم ولکم العھد والمیثاق ان لا نقتل منکم احدا فقال عاصم بن ثابت ایھا القوم اما انا فلا انزل فی ذمۃ کافر ثم قال اللھم اخبر عنا نبیک صلی اللہ علیہ وسلم فرموھم بالنبل فقتلوا عاصما ونزل الیھم ثلثۃ نفر علی العھد والمیثاق منھم خبیب وزید بن الدثنۃ ورجل اخر فلما استمکنوا منھم اطلقوا اوتار قسیھم فربطوھم بھا قال الرجل الثالث ھذا اول الغدر واللہ لا اصحبکم ان لی بھؤلاء اسوۃ یرید القتلی فجرروہ وعالجوہ فابی ان یصحبھم فانطلق بخبیب وزید بن الدثنۃ حتی باعوھما بعد وقعۃ بدر فابتاع بنو الحارث بن عامر ابن نوفل خبیبا وکان خبیب ھو قتل الحارث بن عامر یوم بدر فلبث خبیب عندھم اسیرا حتی اجمعوا قتلہ فاستعار من بعض بنات الحارث موسی یستحد بھا فاعارتہ فدرج بنی لھا وھی غافلۃ حتی اتاہ فوجدتہ مجلسہ علی فخذہ والموسی بیدہ قالت ففزعت فزعۃ عرفھا خبیب فقال اتخشین ان اقتلہ ماکنت لافعل ذلک قالت واللہ مارایت اسیرا

قطُّ خيرًا من خبيبٍ واللهِ لقد وجدته يومًا يأكل قطفًا من عنبٍ في يده وإنه لموثقٌ بالحديد وما بمكة من ثمرةٍ وكانت تقول إنه لرزقٌ رزقه الله خبيبًا فلما خرجوا به من الحرم ليقتلوه في الحل قال لهم خبيبٌ دعوني أصلي ركعتين فتركوه فركع ركعتين فقال والله لولا أن تحسبوا أن ما بي جزعٌ لزدت ثم قال اللهم أحصهم عددًا واقتلهم بددًا ولا تبق منهم أحدًا ثم أنشأ يقول.

فلست أبالي حين أقتل مسلمًا ... على أي جنبٍ كان لله مصرعي

وذلك في ذات الإله وإن يشأ ... يبارك على أوصال شلوٍ ممزعِ

ثم قام إليه أبو سروعة عقبة بن الحارث فقتله وكان خبيبٌ هو سن لكل مسلمٍ قتل صبرًا الصلوة وأخبر أصحابه يوم أصيبوا وبعث ناسٌ من قريشٍ إلى عاصم بن ثابتٍ حين حدثوا أنه قتل أن يؤتوا بشيءٍ منه يعرف وكان قتل رجلًا عظيمًا من عظمائهم فبعث الله لعاصمٍ مثل الظلة من الدبر فحمته من رسلهم فلم يقدروا أن يقطعوا منه شيئًا وقال كعب بن مالكٍ ذكروا مرارة بن الربيع العمري وهلال بن أمية الواقفي رجلين صالحين قد شهدا بدرًا۔

ترجمہ ۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی جاسوس بناکر بھیجے اور ان پر امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کو مقرر فرمایا۔ جو حضرت عاصم بن عمر بن الخطابؓ کے نانا لگتے تھے۔ جن کی ماں کا نام جمیلہ تھا۔ چلتے چلتے یہ لوگ جب ھدّہ کے مقام پر پہنچے جو عسفان اور مکّہ کے درمیان واقع ہے اور عسفان سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ تو ھذیل کے ایک قبیلے جس کو بنولحیان کہا جاتا ہے۔ ان کے سامنے ان جاسوسوں کا ذکر ہوا۔ تو سو کے قریب تیرانداز ان سے لڑنے کے لئے نکلے۔ پس وہ ان کے نشاناتِ قدم پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک پڑاؤ جہاں وہ اترے تھے۔ ان کے کھانے کی جگہ پر کھجور کو پایا۔ تو کہنے لگے کہ یہ کھجور تو یثرب کا ہے۔ اور یہ یثربی لوگ ہیں۔ تو ان کے نشانات قدم دیکھتے ہوئے پیچھے چل پڑے۔ جب حضرت عاصمؓ اور ان کے

ساتھیوں کو ان دشمنوں کے پیچھا کرنے کا احساس ہوا تو وہ ایک جگہ میں گھس گئے۔ جن کا قوم نے گھراؤ کر لیا۔ تو یہ لوگ ان صحابہ کرام سے کہنے لگے۔ کہ اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ تمہارے لئے عہد و پیمان ہے کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے تو حضرت عاصم بن ثابتؓ نے فرمایا۔ کہ اے قوم! میں تو ایک کافر کی ذمہ داری میں اترنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ پھر دعا مانگی کہ اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے نبی کو اطلاع دے دے۔ تو دشمنوں نے ان لوگوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ اور حضرت عاصمؓ کو قتل کر دیا۔ اور تین آدمی ان کے عہد و پیمان پر اعتبار کرتے ہوئے ان کے پاس اتر آئے۔ ان میں حضرت خبیبؓ اور زید بن الدثنہؓ اور ایک دوسرا آدمی تھا۔ وہ عبداللہ بن طارقؓ تھے۔ جب ان دشمنوں نے ان حضرات کو پوری طرح قابو میں لے لیا۔ تو اپنی کمانوں کے تانت (زہ) کھول کر ان سے ان حضرات کو باندھ دیا۔ جس پر تیسرے آدمی حضرت عبداللہؓ نے فرمایا۔ کہ یہ پہلا دھوکہ ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو تمہارے ساتھ نہیں چلوں گا۔ میرے لئے تو ان مقتولین کا نمونہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے کھینچا اور طرح طرح سے اسے ستایا۔ لیکن اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ آخر وہ قتل ہو گئے۔ حضرت خبیبؓ اور زید بن الدثنہؓ کو لے جایا گیا۔ یہاں تک کہ ان دونوں کو واقعہ بدر کے بعد جا کر بیچ دیا۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل نے خرید کر لیا۔ ان حضرت خبیبؓ نے حارث بن عامر کو بدر کی لڑائی میں قتل کر دیا تھا۔ تو حضرت خبیبؓ ان کے ہاں قیدی بن کر رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ان کے قتل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ پس حضرت خبیبؓ نے پاکی حاصل کرنے کے لئے حارث کی کسی بیٹی سے استرا مانگا جس نے انہیں استرا عاریۃً دے دیا۔ اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ تھا جو چلتے چلتے حضرت خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا۔ جس کو انہوں نے اپنی ران پر بٹھا رکھا تھا۔ اور استرا حضرت خبیبؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ عورت کہتی ہے کہ میں سخت گھبرا گئی۔ میری گھبراہٹ کو حضرت خبیبؓ نے بھی محسوس کر لیا۔ فرمانے لگے۔ کیا تیرا گمان ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ میں ایسا نہیں کروں گا وہ کہتی ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے حضرت خبیبؓ سے بہتر قیدی آج تک نہیں دیکھا۔ واللہ! میں نے اسے ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ ان کے ہاتھ میں ہے جس سے وہ کھا رہے ہیں۔ جب کہ وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے۔ حال یہ ہے کہ مکہ میں ان دنوں کوئی پھل نہیں تھا وہ کہتی تھی یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق تھا جس کو حضرت خبیبؓ کھا رہے تھے پس جب وہ لوگ حضرت خبیبؓ

کو حرم سے نکال کر لے گئے۔ تاکہ اسے حل میں قتل کریں۔ یعنی حرم سے باہر قتل کریں تو حضرت خبیبؓ نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دو۔ جس پر ان لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا تو آپ نے دو رکعت نماز نفل پڑھ لی اور فرمانے لگے۔ اللہ کی قسم! اگر تم لوگ میرے ساتھ گھبراہٹ کا گمان نہ کرتے تو میں اور زیادہ نماز پڑھتا پھر دعا مانگی۔ اے اللہ! ان دشمنانِ خدا و رسول کو گِن گِن کر تہس نہس کر دے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو قتل کر دے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ رہنے دے۔ چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی۔ ایسے ہی یہ لوگ کافر ہو کر قتل ہوئے۔ ان کی جڑ و نسل باقی نہ رہی۔ پھر حضرت خبیبؓ نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔ ترجمہ۔ جب میں مسلمان ہو کر قتل کیا جا رہا ہوں۔ تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ کہ اللہ کے راستہ میں کون سے پہلو پر میرا قتل ہوگا۔ اور یہ قربانی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے بدن کے ہر جوڑ میں برکت عطا فرما دے۔ پھر ابو سروعہ عقبہ بن الحارث اٹھا جس نے حضرت خبیبؓ کو قتل کر دیا۔ اور حضرت خبیبؓ نے ہر مظلوم مسلمان شخص کے لئے یہ طریقہ جاری کر دیا کہ مقتول ہونے سے پہلے وہ دو رکعت نماز ادا کرے۔ جس دن ان حضرات کو قتل کیا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو اس کی اطلاع دے دی۔ قریش کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابتؓ کو قتل کر دیا گیا ہے تو ان کے کچھ آدمی اس مقصد کے لئے بھیجے کہ حضرت عاصمؓ کے بدن کا کچھ حصہ لایا جائے۔ جس سے وہ پہچانا جائے۔ کیونکہ انہوں نے قریش کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے شہد کی نر مکھیوں کا ایک جھتہ حضرت عاصمؓ کے لئے بھیجا جو چھاتے کی طرح چھا گئے جنہوں نے قریش کے قاصدوں سے ان کی نعش کو محفوظ کر لیا۔ کہ وہ لوگ ان کی نعش میں سے کچھ بھی نہ کاٹ سکے۔ اور حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے ذکر فرمایا کہ مرارہ بن الربیع العمریؓ اور ھلال بن امیہؓ واقعی نیک بخت آدمی تھے یہ دونوں بدر میں حاضر تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | عیناً جاسوس کو کہتے ہیں۔ اصلی معنی عین کے آنکھ کے ہیں۔ کیونکہ جاسوس اپنے فرائض کی ادائیگی میں آنکھ سے کام لیتا ہے۔ اس لئے اسے عین کہا جاتا ہے، جیسے کان لگانے والے کو اُذن کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُذن کہا گیا۔ قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّکُمْ۔

نفروا فوج کو قتال کے لئے نکالنا۔ جیسے انفروا خفافا وثقالا لفظ نفر اور نفیر اس جماعت کو کہتے ہیں۔ جو جہاد کے لئے نکالی جائے۔ اور کبھی غیر جہاد پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

حتی وجدوا فأ کلهم المتمر الخ پہلے زمانہ میں ایک سو تین قسم کی کھجوریں ہوا کرتی تھیں۔ آج بھی ساٹھ ستر قسم کی کھجور پائی جاتی ہے۔ اس لئے سارے عرب میں یثرب کی کھجور مشہور تھی۔

اما انا فلا انزل الخ حضرت عاصمؓ نے عہد کیا تھا اور نذر مانی تھی کہ میرا جسم کسی کافر کے جسم سے نہ چھوئے گا اور نہ ہی میں کسی کافر کی ذمہ داری میں آؤں گا۔ دوسرے غیرت اسلامی بھی اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ چنانچہ مقابلہ ہوا۔ سات مسلمان شہید ہوئے تین بچ گئے۔

لما استمکنوا الخ قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی اسیر ہو جاتا تو اسے اپنے حال پر رہنے دیا جاتا۔ اس سے خدمت لی جاتی اسے قتل نہیں کرتے تھے۔ تو استمکنوا کے معنی ہوئے پورا قابو پالیا۔

وتر اس پٹھے کو کہتے ہیں۔ جو کمان کے دونوں سروں سے بندھا ہوتا ہے۔ جب تیر غلیل سے پھینکتے ہیں۔ تو اس تانت کو چڑھا لیا جاتا ہے اسے بندھا ہوا نہیں چھوڑتے۔ ورنہ اس کی قوت کم ہو جاتی ہے۔

بعد وقعة بدر کا تعلق باعوها سے نہیں ہے بلکہ مقدر ہے۔ وقع هذا بعد وقعة بدر فلبث خبیبؓ عندهم کیونکہ یہ زمانہ اشہر الحرام کا ہے۔ فدرج ای ذهب ساعةً۔

ماکنت لافعل دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ اسلامی تہذیب تھی کہ وحشی اس قدر سدھر گئے تھے۔ ورنہ عام دستور یہ تھا کہ دشمن کو جس قدر تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے پہنچائی جائے۔

یأکل قطفا من عنب الخ اس واقعہ میں بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ ایک یہ بھی ہے کہ مکہ میں کوئی پھل فروٹ نہیں تھا۔ مگر یہ انگور کے خوشے سے انگور کھا رہے تھے۔ وہاں تو حضرت بی بی مریم کو بے موسم کا رزق دیا گیا۔ یہاں یہ آپؐ کے غلاموں کو بغیر موسم کے پھل مل رہے ہیں۔

احصهم عددا یعنی گن گن کر ان کو ہلاک کر دے اور ایک ایک کر کے قتل کرنے میں ذلت ہوتی ہے۔ بدد بمعنی اکیلا۔ اوصال بمعنی اعضاء۔ شلو بمعنی جسد۔ ممزع بمعنی منقطع۔

مثل الظلة من الدبر شہد کی مکھیاں جو نر ہوں۔ یہ گھنوں کا جتھہ بادل کی طرح حضرت عاصمؓ پر چھا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کو پورا کر دکھایا۔ لیکن وہ قاصد چھپ کر بیٹھ گئے کہ رات کے

وقت یہ مکھیاں چلی جائیں گی تو ہم سر کاٹ کر لے جائیں گے۔ لیکن رات کو اتنی موسلا دھار بارش آئی۔ جو حضرت عاصمؓ کے جسد خاکی کو بہا کر لے گئی۔ جس کا ان کو پتہ نہ چل سکا۔

قال کعب بن مالکؓ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس قال کعب بن مالکؓ سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ مرارہ بن ربیع اور ھلال بن امیۃ کا کسی نے بدری صحابی میں ذکر نہیں کیا اور فتح الباری میں ہے کہ بعض لوگ ان دونوں حضرات کے بدری ہونے کا انکار کرتے تھے۔ اور وہم کی نسبت امام زہریؒ کی طرف کرتے تھے۔ مصنفؒ نے اس کا رد کرتے ہوئے اس کی نسبت حضرت کعب بن مالک کی طرف کی جو تمام مشاہد میں حاضر تھے۔ غزوۂ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے تھے جن سے پچاس دن تک بائیکاٹ رہا۔ اور یہ سیاقِ حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث انہی سے لی گئی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قال کعب بن مالکؓ ص۵۶۹ یہ ایک دوسری حدیث کا ٹکڑا ہے۔ جس کو امام بخاریؒ اس لئے لائے ہیں کہ دلیل بیان کرنی ہے کہ حضرت مرارہؓ اور ھلالؓ دونوں بدری صحابی ہیں۔ ویسے ایک حدیث حضرت خبیبؓ کی روایت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ امام بخاریؒ کا مقصود شہدائے بدر کے فضائل بیان کرنا ہے۔ اور یہ دونوں حضرات بدری صحابی تھے۔ اس لئے ان کے بارے میں رجلین صالحین قد شھدا بدرا کہہ کر ان کی مدح اور منقبت بیان فرمائی۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ قال کعب یہ اس لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو حضرت کعب بن مالکؓ اپنی توبہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کافی تتبع اور تلاش کے بعد معلوم کر لیا کہ پہلے پہل ان کے بدری ہونے کا کس نے انکار کیا۔ تو حضرت امام احمدؒ کے ایک شاگرد ہیں اثرم جس کا نام احمد بن محمد بن ہانی ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ان ابواب مذکورہ کا تعلق غزوۂ بدر سے تھا اور ان میں پہلا ترجمہ عدۃ اصحاب بدر تھا۔ اس لئے اس حدیث سے امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ مرارہ اور ھلال دونوں بدری صحابہ میں شمار ہیں۔ دوسرے مثبت نافی سے اولیٰ ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ ذُكِرَ لَهُ اَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَّكَانَ بَدْرِيًّا مَرِضَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ

فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ وَ قَالَ اللَّيْثُ الخ

حدیث نمبر ۳۵۶۴ حَدَّثَنَا أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيثِهَا وَعَنْ مَا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَا لِي أَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ تُرَجِّينَ النِّكَاحَ فَإِنَّكِ وَاللهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِي ذٰلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي وَأَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِي تَابَعَهُ أَصْبَغُ الخ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا أَخْبَرَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے اس کا ذکر ہوا کہ حضرت سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل جو بدری صحابی تھے جمعہ کے دن بیمار ہو گئے۔ دن چڑھ آنے کے بعد جب کہ جمعہ کا وقت قریب آگیا تھا ان کی بیمار پرسی کے لئے سوار ہو کر گئے اور جمعہ چھوڑ دیا۔

ترجمہ حدیث نمبر ۳۵۹۴۔ حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے باپ عبد اللہ بن عتبہ نے حضرت عمر بن عبد اللہ بن الارقم نے زہری کی طرف لکھا۔ وہ انہیں حکم دیتے تھے کہ حضرت سُبیعہ بنت الحارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کی بات چیت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کو جواب دیا۔ جب کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا تھا دریافت کر کے

آئیں۔ عمر بن عبداللہ نے عبداللہ بن عتبہ کی طرف لکھا جو ان کو خبر دیتے تھے کہ حضرت سبیعہؓ بنت الحارث انہیں خبر دیتی ہیں کہ وہ حضرت سعد بن خولہ کے نکاح میں تھیں جو بنو عامر بن لوئی کے قبیلہ میں سے تھے اور ان لوگوں میں ان کا شمار تھا جو بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ان کی وفات ہوگئی۔ جب کہ حضرت سبیعہؓ حاملہ تھیں۔ پس ان کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ ٹھہری ہوں گی کہ انہیں وضع حمل ہوگیا۔ جب وہ نفاس کے خون سے پاک ہوگئیں۔ تو خطبہ کرنے والوں کے لئے وہ بن سنور کر بیٹھ گئیں۔ حضرت ابوالسنابل بن بعکک جو قبیلہ بنو عبدالدار کے ایک آدمی تھے۔ جنہوں نے اس سے کہا کہ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم خطبہ کرنے والوں کے لئے بن ٹھن کر بیٹھ گئیں کیا نکاح کرنے کی امید رکھتی ہیں۔ اللہ کی قسم! تو اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتی جب تک تجھ پر عدّت متوفی عنہا زوجہا کے چار مہینہ اور دس دن نہ گزر جائیں۔ حضرت سبیعہؓ فرماتی ہیں جب اس نے میرے سے یہ بات کہی تو میں نے شام کے وقت اپنے کپڑے سمیٹ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کے بارے میں دریافت کیا۔ جس پر آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ وضع حمل کے بعد تم حلال ہوگئی ہو عدّت ختم ہوگئی۔ اگر تم ضرورت محسوس کرتی ہو تو نکاح کرسکتی ہو۔ اصبغ نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔ اپنی سند بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ محمد بن ایاس بن بکیر خبر دیتے ہیں کہ ان کے باپ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت سعید بن زیدؓ حضرت عمر بن الخطابؓ کے چچازاد بھائی ہیں۔ اور ان کے بہنوئی بھی ہیں۔ یہ غزوۂ بدر میں شریک تو نہیں ہوسکے لیکن انہیں بدری کہا جاتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت طلحہؓ کو تجسس کے لئے کہیں بھیجا تھا۔ غزوۂ بدر کے بعد واپس آئے۔ آپؐ نے ان دونوں حضرات کے لئے غنیمت کا سہم مقرر فرمایا۔ تو حکماً ان کو بدری کہا جائے گا۔ بنابریں اس حدیث میں انہیں بدری کہا گیا ہے۔

ترک الجمعۃ الخ حضرت ابن عمرؓ نے جمعہ ترک کر دیا۔ کیونکہ ان کو عذر تھا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ قریب المرگ تھے۔ شوافعؒ تو فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن طلوع شمس کے بعد سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر احنافؒ فرماتے ہیں کہ زوال کے بعد سفر پہ نہیں جانا چاہیئے۔ یہ روایت مسلک احنافؒ کی مؤید ہے۔ لیکن شوافعؒ فرماتے ہیں کہ یہ اضطراری حالت تھی۔ حضرت سعیدؓ قریب الموت تھے۔ ورنہ حکم

وہی ہے جو بیان ہوا۔

تشریح حدیث نمبر ۳۵۹۴۔ لما وضعت حملھا قرآن مجید کی دو آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔
الذین یتوفون منکم الآیۃ۔ یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا اور اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ پہلی آیت سے متوفی عنہا زوجہا کی عدّت چار ماہ اور دس دن اور دوسری آیت سے وضع حمل عدت معلوم ہوتی ہے۔ تو ایک جماعت نے تو کہہ دیا کہ ابعد الاجلین یعنی ان دو مدتوں میں جو بھی بعید ہو وہی مدّت عدّت ہوگی۔ مگر حضرت ابوالسنابل بن بعکک کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ابعد الاجلین یا چار مہینے دس دن کا انتظار کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ وضع حمل کافی ہے۔ تو یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہوگی جو وضع حمل کو عدّت قرار دیتے ہیں۔

کانت تحت سعید بن خولۃ اس سے ان کا بدری ہونا ثابت کرنا ہے۔

جمعت علی ثیابی یعنی اپنے گھر کے اندر رہنے والے کپڑے اتار لئے اور باہر نکلنے والے کپڑے پہن لئے۔ جو جلباب کی صورت میں لئے جاتے تھے۔ بہرحال اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابعد الاجلین کا فتویٰ دینا غلط ہے۔ بلکہ حاملہ وفات زوج والی کی عدّت وضع حمل ہے۔ جمہور ائمہ کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعیؒ کا پہلا قول یہی تھا۔ مگر انہوں نے بعد میں رجوع کر لیا۔ تو اب آیات میں تعارض نہ رہا۔ کیونکہ الذین یتوفون الخ کو سورۃ نسا طولیٰ میں ہے اور اولات الاحمال الخ نسار قصریٰ سورۃ طلاق میں ہے جو بعد میں نازل ہوئی۔ لہٰذا اولات الاحمال والی روایت ان کے لئے ناسخ ہوگی۔ فقہار کرام کے ہاں بیان (تم) کو بھی نسخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ پہلی عدّت غیر حاملات کے لئے اور دوسری آیت حاملات کے لئے ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کو بیان فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | واقتربت الجمعۃ ص۵۶۹ ۹ اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ قبل از زوال جمعہ کے دن سفر کرنا جائز ہے۔ البتہ بعد از زوال مناسب نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ اقتربت الجمعۃ سے معلوم ہوا کہ ابھی جمعہ کا وقت داخل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے خروج جائز ہے اگرچہ اولیٰ ترک ہے۔ لیکن بعد دخول وقت الجمعہ خروج برائے سفر بالکل جائز نہیں ہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب میں تصریح کی ہے کہ قبل از زوال تو سفر کرنا جائز ہے۔ اصح یہی ہے۔ البتہ

بعد از زوال اس لئے جائز نہیں کہ سبب وجوب جمعہ جو وقت ہے وہ آگیا۔ ابن عابدین نے اس صورت سے اور بھی مستثنی کی ہے۔ کہ اگر اس نے جمعہ پڑھنا شروع کر دیا تو رفقاء سفر سے بچھڑ جائے گا اور اس کے لئے اکیلا چلنا مشکل ہو جائے گا۔ تو اس صورت میں بھی جمعہ چھوڑ دے۔ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ دخول وقت جمعہ کے بعد لازم الجمعہ کے لئے سفر جائز نہیں۔ قبل از زوال میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ امام احمدؒ صرف جہاد کے لئے اجازت دیتے ہیں۔ جیسے عبد اللہ بن رواحہ کی روایت سے ثابت ہے۔ جو ایک سریہ میں جمعہ کی صبح کو جہاد کے لئے تیار ہوئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے آگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر تو روئے زمین کے خزانے فی سبیل اللہ خرچ کر دے تو جہاد کی روانگی کا ثواب حاصل نہیں کر سکتا۔ دوسرا قول امام شافعیؒ کا ہے کہ بعد از زوال ان کے نزدیک سفر کرنا بالکل حرام ہے۔ البتہ قبل از زوال میں ان کے دو قول ہیں۔ جواز و عدم جواز کا۔ تیسرا قول امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ کہ بعد از زوال سفر نہ کرے قبل از زوال سفر کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ الجمعۃ لاتحبس مسافراً جمعہ مسافر کو نہیں روکتا۔ اور ایک روایت میں ہے مالم یحضر وقتھا کہ جب تک اس کا وقت نہ آجائے حدیث باب کو یہ حضرات اضطرار پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت سعیدؓ قریب الھلاک تھے اور حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی تھے۔

بَابُ شُهُودِ الْمَلٰٓئِكَةِ بَدْرًا

ترجمہ۔ بدر کی لڑائی میں فرشتوں کا حاضر ہونا۔

حدیث نمبر ۳۵۹۵ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِيْهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِيِّ وَكَانَ اَبُوْهُ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَآءَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ قَالَ مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع اپنے باپ رفاعہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے باپ اہل بدر میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جبرائیلؑ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ اور پوچھا کہ آپؐ حضرات اہل بدر کو اپنے نزدیک کیا مقام دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں سے افضل ہیں یا اس کے مثل کوئی کلمہ فرمایا۔ تو انہوں نے فرمایا اسی طرح فرشتے بھی جو بدر میں حاضر ہوئے وہ افضل الملائکہ ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی فرشتے بھیج کر مدد فرمائی۔ اوّلاً ایک ہزار فرشتے کی بشارت دی۔ پھر تین ہزار کی جب گھبراہٹ زیادہ ہوئی اور جب مشرکین کو کمک پہنچنے کی خبر پہنچی تو پانچ ہزار کی بشارت دی گئی۔ اگرچہ ایک فرشتہ کی طاقت بے پناہ ہے اور اس عالم دنیا میں فرق عادت کے خلاف امداد کرنا حکمت الٰہی کے خلاف ہے۔ اس لئے باری تعالیٰ نے انسانی شکل میں فرشتوں کو بھیج کر امداد فرمائی۔ چنانچہ ان کے ہاتھوں سے جو آدمی قتل ہوتے تھے وہ ممتاز ہوتے تھے۔ کہ ان کی گردن پہ داغ ہوتا تھا۔ اور وہ جوڑوں پہ مارتے تھے۔ چنانچہ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان سے ایک پرتلہ اترتے دیکھا جس میں چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں معلوم ہوتی تھیں۔ جس سے مسلمانوں میں تقویت پیدا ہو گئی اور بعض روایات میں ہے کہ پہلے آندھی آئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ جبرائیلؑ اترے پھر میکائیلؑ آئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم اگر کسی کے قتل کرنے کے لئے جاتے تو ہمارے تلوار مارنے سے پہلے کافر کی گردن تن سے جدا ہوتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۵۹۶ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الخ عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍؓ وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ وَكَانَ رَافِعٌؓ مِنْ اَهْلِ الْعَقَبَةِ فَكَانَ يَقُوْلُ لِابْنِهٖ مَا يَسُرُّنِيْ اَنِّيْ شَهِدْتُّ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ قَالَ سَأَلَ جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن رفاعہ سے مروی ہے کہ ان کے باپ رفاعہ اہل بدر میں سے تھے۔ اور ان کے دادا رافعؓ بیعت عقبہ والوں میں سے تھے جو اپنے بیٹے رفاعہ سے فرمایا کرتے تھے کہ بیعت عقبہ کی حاضری کے بدلہ مجھے بدر کی حاضری خوش نہیں کرتی۔ اس کے بارے میں جبرائیلؑ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت رفاعہؓ بن رافعؓ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ لیکن ان کے

باپ رافعؓ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ شریک نہ ہو سکے۔ جب اہل بدر کے فضائل کی شہرت ہوئی۔ تو بعض اوقات باپ بیٹے میں مباحثہ ہو جاتا۔ تو رفاعہؓ فرماتے کہ میں افضل المسلمین میں سے ہوں، اور حضرت رافعؓ فرماتے کہ میں افضل المسلمین میں سے ہوں، واقعہ یہ ہے کہ ابوطالب کی وفات کے بعد قریش مکہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ جب لوگوں سے یوں کہتے کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے میں میری مدد کرو گے۔ لوگ کہتے کہ ہاں ضرور کریں گے لیکن قریش سے ڈر لگتا ہے۔ اوس اور خزرج قبائلِ مدینہ یہود مدینہ سے تنگ آ چکے تھے۔ وہ انہیں دھمکیاں دیتے کہ ہم نبی آخر الزمان کے ساتھ مل کر لڑائی کریں گے اور تمہیں زیر و زبر کر دیں گے۔ اوس و خزرج نے سوچا۔ کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہوں۔ جن کے متعلق یہود کہا کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے پیش قدمی کرتے ہوئے آپؐ سے بیعت کر لی۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ پہلے چھ آدمیوں نے آپؐ سے بیعت کر لی۔ جسے بیعت عقبیٰ اولیٰ کہا جاتا ہے۔ پھر بارہ آدمیوں نے دوسرے سال بیعت کی۔ یہ بیعت عقبیٰ ثانیہ کہلاتی ہے۔ پھر ستر آدمیوں نے تیسرے سال بیعت کی۔ اور آپؐ کو مدینہ چلنے کی دعوت دی۔ یہی بیعت عقبہ ہجرت کا باعث بنی اور ہجرت سے ہی اسلام کو عروج ملا۔ بنا بریں حضرت رافعؓ کا یہ خیال تھا کہ چونکہ بیعت عقبہ کی شیوعِ اسلام کا اصل ہے۔ اس لئے افضلیت ان لوگوں کو حاصل ہے۔ اور حضرت رفاعہؓ اپنے آپ کو اس بنا پر افضل کہتے تھے کہ اگرچہ غزوۂ بدر ہجرت کی فرع ہے۔ مگر کبھی فرع اصل سے بڑھ جاتی ہے۔ شاگرد استاد سے بڑھ جاتا ہے۔ اس جگہ عقبہ سے عقبہ ثانیہ مراد ہے۔ بہرحال باپ بیٹے میں مباحثہ جاری تھا۔ کہ جبرائیلؑ نے اس بارے میں آپؐ سے دریافت فرمایا۔

سائل جبرائیل پر اشکال یہ ہے کہ حضرت معاذ تابعی ہیں۔ انہیں کیسے معلوم ہوا کہ جبرائیلؑ نے آپؐ سے سوال کیا۔ تو حدیث مرسل ہوئی۔ تو کہا جائے گا کہ مؤلف اس روایت کو اولاً بیان کر چکے ہیں۔ وہاں مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔ لہذا یہاں بھی متصل ہوگی۔ البتہ سند میں تغیر آگیا۔ معاذ بن رفاعہ کے بعد سند ایک ہے۔

عقبہ بمعنی گھاٹی۔ جہاں جمرات ہیں۔ جمرہ عقبہ جسے آج کل بڑا شیطان کہتے ہیں۔ وہ

ایک گھاٹی کے قریب ہے۔ اور منیٰ سے ایک کنارے پر ہے۔ جہاں پر آپؐ نے ان لوگوں سے بیعت لی تھی۔ العقبہ میں الف ولام عہد کا ہے۔ مگر کبھی تعیین بالعلم ہوتی ہے کبھی بالحضور، کبھی بالذکر اور کبھی بالفہم ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۲۵۹۷ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفَاعَةَ اَنَّ مَلَكًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ يَحْيٰى اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ الْهَادِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ كَانَ مَعَهُ يَوْمَ حَدَّثَهُ مُعَاذُ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ يَزِيْدُ فَقَالَ مُعَاذُ اِنَّ السَّائِلَ هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ترجمہ۔ یحییٰ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے معاذ بن رفاعہ سے سنا کہ ایک فرشتہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اور یحییٰ سے مروی ہے کہ یزید بن الہاد نے انہیں خبر دی کہ جس دن معاذ انہیں یہ حدیث بیان کر رہے تھے وہ یحییٰ یزید بن الہاد کے ہمراہ تھے۔ یزید نے کہا کہ معاذ فرماتے تھے کہ وہ سائل جبرائیلؑ تھے۔ اس ابہام کو دوسری روایت سے بسند آخر زائل کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ صـ۵۶۹ـ۲۶ عن یحییٰ ان یزید الخ خلاصہ یہ ہے کہ یزید بن الہاد یحییٰ کو خبر دیتے ہیں کہ جس دن معاذ نے تمہیں یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس دن میں تمہارے ساتھ تھا۔ نیز! یزید نے یہ بھی ذکر کیا کہ معاذ نے تو سائل کا نام لیا تھا لیکن یحییٰ بھول گئے انہیں یاد نہیں رہا۔ اب سوال کس بارے میں ہے۔ شاید وہی جسے مؤلف ابھی ذکر کر آئے ہیں۔ ما تعدون اھل بدر فیکم تو جبرائیلؑ بھی افضل الملائکہ ہوئے۔ کیونکہ وہ بدر میں حاضر تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ عن معاذ بن رفاعہ کے بارے میں حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت تین طرق سے وارد ہے۔ جریر کی روایت میں معاذ عن ابیہ ہے یہ تو متصل ہوگئی۔ اور حماد کی روایت میں معاذ بن رفاعہ وکان رفاعہ من اھل بدر یہ صورت مرسل ہے۔ تامل سے واضح ہو جائے گا کہ معاذ بن رفاعہ عن ابیہ عن جدہ تو یہ بھی متصل ہوئی۔ تیسرا طریق یزید بن ہارون کا ہے۔ جس میں ہے قال معاذ ان ملکا سأل الخ تو یہ ظاہر الارسال ہے۔ چونکہ جریر کی روایت میں نام آچکا ہے۔ لہذا یحییٰ کی روایت میں تسمیہ ادراجاً ہو جائے گا۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں۔ کہ

یزید بن الہاد اور ہے اور یحییٰ کا شاگرد یزید بن ابراہیم ہے اگر سوال ہو کہ مشہود بہ کیا ہوگا۔ تو کرمانی فرماتے ہیں وہ مشہود بدر ہے اور افضلیت عقبہ بھی ہوسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹۷ حدثنا ابراہیم بن موسیٰ الخ عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم بدر ھذا جبریل اخذ براس فرسہ علیہ اداۃ الحرب۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی میں فرمایا یہ جبرائیل ہے جو اپنے گھوڑے کے سر کو تھامے ہوئے ہے جو جنگی ہتھیار پہنے ہوئے ہے۔

باب حدیث نمبر ۳۵۹۸ حدثنی خلیفۃ الخ عن انسؓ قال مات ابوزید ولم یترک عقبا وکان بدریا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوزیدؓ وفات پاگئے جنہوں نے اپنے پیچھے کوئی ولد یا ولد الولد نہ چھوڑا اور وہ بدری صحابی تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابوزید بنو النجار میں سے حضرت انسؓ کے چچاؤں میں سے ہیں اور ان چار افراد میں شامل ہیں جن سے قرآن مجید لینے کا آپؐ نے حکم دیا تھا وہ جامع قرآن ہیں۔ انصار سے تعلق ہے۔ حدیث میں اختصار ہے۔ صرف کان بدریا کہہ دیا دوسری جگہ آجائے گی۔

حدیث نمبر ۳۵۹۹ حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن ابن خباب ان ابا سعید بن مالک الخدریؓ قدم من سفر فقدم الیہ اھلہ لحما من لحوم الاضحیٰ فقال ما انا باکلہ حتی اسال فانطلق الی اخیہ لامہ وکان بدریا قتادۃ بن النعمان فسالہ فقال انہ حدث بعدک امر نقض لما کانوا ینہون عنہ من اکل لحوم الاضحیٰ بعد ثلثۃ ایام۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک باغات کو پانی پلانے والا شخص گھر واپس آیا تو گھر والوں نے اس کے سامنے قربانی کا گوشت پیش کیا۔ اس نے کہا کہ میں اس کو نہیں کھاؤں گا۔ جب تک اس کے متعلق پوچھ نہ لوں۔ چنانچہ وہ اپنے ماں جائے بھائی قتادہ بن نعمان کے پاس گئے جو بدری صحابی تھے۔ ان سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے جانے کے بعد

ایک ایسا حکم آگیا۔ جس نے اس حکم کو توڑ دیا۔ جو لوگ کہتے تھے کہ تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے وہ حکم منسوخ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فقر وفاقہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت کر دی تھی۔ جب فراخی ہوئی تو ممانعت نہ رہی ان کو علم نہیں تھا اس لئے حضرت قتادہؓ بدری صحابی سے پوچھنے آئے جنہوں نے اس حکم کی منسوخی کی اطلاع دی۔

تشریح از قاسمی حضرت قتادہ بن نعمان عقبی اور بدری صحابی ہیں۔ فضلاء صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اُحد کی لڑائی میں ان کی آنکھ کا ڈھیلا بہہ کر چہرے پر آرہا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! میری ایک بیوی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ اگر اس نے میری یہ حالت دیکھ لی تو میرا گمان ہے کہ نفرت کرنے لگے گی۔ آپؐ نے ان کی آنکھ کے ڈھیلے کو لیا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا اور ایسی جم گئی کہ دونوں آنکھوں میں خوب صورت بھی وہی تھی اور چمکدار اور روشن بھی وہی تھی۔

حدیث نمبر ۳۶۰۰ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ اَبِیْهِ عُرْوَةَ قَالَ الزُّبَیْرُ لَقِیْتُ یَوْمَ بَدْرٍ عُبَیْدَةَ بْنَ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ هُوَ مُدَجَّجٌ لَا یُرٰی مِنْهُ اِلَّا عَیْنَاهُ وَهُوَ یُکْنٰی اَبُوْ ذَاتِ الْکَرِشِ فَقَالَ اَنَا اَبُوْ ذَاتِ الْکَرِشِ فَحَمَلْتُ عَلَیْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهٗ فِیْ عَیْنِهٖ فَمَاتَ قَالَ هِشَامٌ فَاُخْبِرْتُ اَنَّ الزُّبَیْرَ قَالَ لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِیْ عَلَیْهِ ثُمَّ تَمَطَّاْتُ فَکَانَ الْجَهْدَ اَنْ نَزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنٰی طَرَفَاهَا قَالَ عُرْوَةُ فَسَاَلَهٗ اِیَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا اَبُوْ بَکْرٍ فَاَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ اَبُوْ بَکْرٍؓ سَاَلَهَا اِیَّاهُ عُمَرُؓ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُؓ اَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهَا فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُؓ وَقَعَتْ عِنْدَ اٰلِ عَلِیٍّؓ فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ فَکَانَتْ عِنْدَهٗ حَتّٰی قُتِلَ۔

ترجمہ۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی میں میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا۔ جو زرہ اور خود سے ڈھکا ہوا تھا۔ سوائے اس کی دو آنکھوں کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی کہ سخت قوت وطاقت کا مالک ہے۔ تو اس نے کہا میں بڑا طاقتور ابو ذات الکرش ہوں۔ چھوٹے نیزے سے میں نے اس پر حملہ کیا اور اس کی آنکھوں میں ایسا تاک کر نیزہ مارا کہ وہ اس کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ ھشام فرماتے ہیں کہ مجھے بتلایا گیا کہ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھ کر انگڑائی لی۔ میری کوشش یہ تھی کہ میں اس نیزے کو کھینچ لوں۔ جب کہ اس کے دونوں کنارے ٹیڑھے ہو چکے تھے۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ وہ نیزہ ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا جو انہوں نے آپؐ کو دے دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ تو انہوں نے وہ نیزہ واپس لے لیا۔ پھر ابو بکر صدیقؓ نے مانگا تو انہوں نے ان کو دے دیا۔ جب ابو بکرؓ کی وفات ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے ان سے مانگ لیا جو انہوں نے دے دیا۔ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی تو انہوں نے اسے واپس لے لیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے ان سے مانگا جو انہوں نے اسے دے دیا۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو وہ حضرت علیؓ کے خاندان کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے ان سے واپس لے کر اپنے پاس رکھا جو ان کی شہادت تک ان کے پاس رہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مدجج مغطی یعنی تمام بدن کو زرہ اور خود سے ڈھک لیا تھا۔ کرش دراصل چوپایوں کے معدہ کو کہتے ہیں اور کرش جماعت کو بھی کہتے ہیں تو طاقتور ہونے کی وجہ سے یا یہ کہ اس میں ایک جماعت کی طاقت ہے۔ اس کو ابو ذات الکرش کہا جاتا تھا۔

تمطأت چلتے وقت دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھا لینا جسے انگڑائی لینا کہتے ہیں۔ انثنی طرفاہ اس کی آنکھوں کی ہڈی اس قدر قوی تھی کہ نیزہ ٹیڑھا ہو گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت زبیرؓ نے اتنے زور سے نیزہ مارا۔ کہ اس کی آنکھ کی سخت ہڈی سے آگے گذر گیا۔ جس کو لات رکھ کر اس کے بدن سے کھینچا۔ بالآخر وہ مر گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وضعت رجلی علیہ ص۵ پاؤں اس لئے رکھا۔ تا کہ نیزہ کا کھینچنا آسان ہو جائے اور نیزہ کھینچنے سے کہیں مقتول نہ کھچا جائے۔ اور نیزے کا ٹیڑھا ہو جانا اس

بات کی دلیل ہے کہ وہ بہت عمدہ تھا۔ اگر عمدہ نہ ہوتا تو نہ ٹوٹتا۔ اور اس نیزے کو گھمانے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں وہ ٹیڑھا ہوا۔ کیونکہ نیزہ جب زمین وغیرہ میں دھنس جاتا ہے۔ تو جب تک وہ سیدھا ہے اس کا کھینچنا آسان نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ خوب جم جاتا ہے۔ جب تک اسے ہلایا نہ جائے تو جس قدر کھینچنے میں قوت اور زور آزمائی کی جائے وہ سب بیکار ہوتا ہے۔ جیسے میخیں جب زمین اور دیوار میں گڑھ جاتی ہیں تو ان کا نکالنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ نیزے کے دونوں کنارے سخت کھینچنے کی وجہ سے ہاتھ کے پکڑنے کی طرف مڑ گئے۔ مدجج معطی السلاح اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ اور ذات الکرش کے معنی پیٹو کے لکھے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۰۱ حدثنا ابو الیمانؒ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِؓ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَايِعُوْنِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبادة بن الصامتؓ جو بدر میں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سے بیعت کرو۔ شهد بدرًا محل ترجمہ ہے۔ حدیث کتاب الایمان گذر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰۲ حدثنا یحیی بن بکیرؒ عَنْ عَائِشَةَؓ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَبَا حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَنّٰى سَالِمًا وَاَنْكَحَهٗ بِنْتَ اَخِيْهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِاِمْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ كَمَا تَبَنّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَكَانَ مَنْ تَبَنّٰى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ اِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيْرَاثِهٖ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ فَجَاءَتْ سَهْلَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابو حذیفہؓ جو ان لوگوں میں سے تھے جو بدر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت سالمؓ کو اپنا لے پالک قرار دیا۔ اور ان سے اپنی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ کا نکاح کر دیا۔ جو انصار کی ایک عورت کے غلام تھے۔ جس طرح کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت زید بن حارثہؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ اور زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ لوگ متبنّٰی اس شخص کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے اور وہ اس کی متروکہ جائداد کا وارث قرار پاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ کہ ان کو اپنے باپ کا نام لے کر پکارو۔ تو حضرت سہلہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ پھر بقیہ حدیث کو ذکر فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت سالمؓ حضرت ابو حذیفہؓ کی بیوی کے شبینہ کے غلام تھے۔ جنہوں نے اپنا غلام اپنے خاوند حضرت ابو حذیفہؓ کو ھبہ کر دیا۔ جنہوں نے اسے اپنا لے پالک بنالیا۔ اور جاہلیت کے دور میں لے پالک کا حکم بیٹے جیسا ہوتا تھا۔ لوگ ان کو سالم بن ابی حذیفہ کہہ کر پکارتے تھے۔ سالم بن معقل کوئی نہیں کہتا تھا۔ اوّلاً حضرت ابو حذیفہؓ کی شادی شبینہ نامی عورت سے تھی۔ پھر حضرت سہلہؓ سے ہوئی۔ حضرت سالمؓ بالغ ہو چکے تھے۔ گھر میں آتے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے حضرت ابو حذیفہؓ کا چہرہ متغیر ہو جاتا۔ جس کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہوئی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم اسے دودھ پلا دو۔ سہلہ نے دودھ پلا دیا۔ جس سے حضرت ابو حذیفہؓ کا شک و شبہ جاتا رہا۔

تشریح از قاسمیؒ ھند بنت الولیدؓ انصار میں کسی صحابیہ کا نام نہیں ہے سوائے بخاری کے اور حضرات نے فاطمہ بنت الولید بن عتبہ نقل کیا ہے۔ بہرحال شبینہ انصاریہ تھی اور سہلہ قرشیہ تھی۔

حدیث نمبر ۳۶۰۲ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ الخ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتّٰى قَالَتْ جَارِيَةٌ۔ ع وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولِي هٰكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِيْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں۔ میری شب زفاف کی صبح کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ان کے پاس تشریف لائے ان کی شادی ایاس بن بکر سے ہوئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم میرے بستر پر اس طرح آکے بیٹھ گئے جیسے اے خالد بن ذکوان تم میرے قریب بیٹھے ہو۔ اور کچھ لڑکیاں دف بجا کر اپنے ان آباء کے محاسن ذکر کر رہی تھیں جو بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ ایک تو ان کا باپ معوذ تھا اور دوسرا ان کا چچا عوف تھا جن کو بدر کی لڑائی میں عکرمہ بن ابو جہل نے قتل کیا تھا یہاں تک

کہ ایک لڑکی نے یہاں تک کہہ دیا۔ کہ ہمارے اندر ایک ایسا نبی موجود ہے۔ جو کچھ کل ہونے والا ہے۔ وہ اسے بھی جانتے ہیں۔ جس پہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح نہ کہو وہی کہو جو کہہ رہی تھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جویریات جویریہ کی جمع ہے۔ بہت چھوٹی بچی کو جویریہ کہتے ہیں۔ دف وہ آلہ مزمار جس کے ایک طرف جھلی چڑھی ہوتی ہے (دفڑہ) اس سے ثابت ہوا کہ بیاہ وشادی کے موقعہ پہ گانا بجانا جائز ہے۔ جس پہ لوگ کہتے ہیں کہ قوالی جائز ہے۔ کہ جویریات چھوٹی بچیاں ہیں کوئی مشتہات عورتیں نہیں ہیں اور مضمون بھی ایسا نہیں جس سے خواہشات میں تہیج پیدا ہو۔ بہادروں کی شجاعت کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ جس سے بہادری اور جذبہ جہاد پیدا ہوتا ہے۔ شوق شہادت موجزن ہوتا ہے۔

لاتقولی ھکذا غالی لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ حالانکہ آپؐ اسے منع کر رہے ہیں۔ یعلم مافی غد والی بات مت کہو۔ شجاعت کی بات کہو۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے بعد آپؐ سے زیادہ اعلم کوئی نہیں ہے۔ جو علوم کمالیہ آپؐ کی شان کے مناسب ہیں ان میں آپؐ سب سے بالاتر ہیں۔ اس جگہ دو بحثیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کیا آپؐ تمام مغیبات پر حاوی ہیں یا نہیں۔ اس کو تو بدعتی بھی مانتے ہیں کہ جمیع مغیبات کو آپؐ کا علم حاوی نہیں۔ البتہ کونیات تمامی کا آپؐ کو علم ہے کوئی ذرہ آپؐ سے غائب نہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بدعتی لوگ کہتے ہیں۔ جس قدر آپؐ کو علم ہے اس پہ علم غیب کا اطلاق کیا جائے۔ مگر کہا جائے گا۔ کہ کونیات میں سے شعر۔ نجوم۔ کہانت وغیرہ وہ علوم ہیں۔ جن سے آپؐ کا دامن بالکل پاک ہے۔ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ تو تمام کونیات کا احاطہ کرنا بھی صحیح نہ ہوا۔ رہا عالم الغیب کا اطلاق۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کس حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث تو اس سے انکار کرتے ہیں۔ آپؐ تو مغیبات پہ اطلاع پاکر ہمیں خبر دیتے ہیں۔ اگر بعض غیر معین کی وجہ سے اطلاق ہو۔ تو یہ سب کو حاصل ہے۔ کسی کو تھوڑا کسی کو بہت۔ اگر بعض معین کے لئے اطلاق ہو۔ تو اس کے لئے دلیل چاہیئے۔ اور کل مغیبات پر تم بھی نہیں مانتے۔ اور عقائد کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہے۔ اخبار آحاد سے عقائد ثابت نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی واسطہ

کے خود بخود جمیع اشیاء سے واقف ہیں۔ جیسے باری تعالیٰ کلیات اور جزئیات سب کے عالم ہیں، تو ایسا شخص مشرک ہوگا۔ ان کے علاوہ چیزوں کا قائل اس پر ایسے الفاظ کا اطلاق کرنا قابل احتیاط ہے۔ الغرض یہ خرافات ہیں۔ اصل چیز کی طرف توجہ نہیں کی جاتی بلکہ حکومت کے فارمولے "تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" کا تختۂ مشق بنتے ہیں۔ دراصل یہ مسئلہ اس طرح شروع ہوا کہ بعض بدعتی کہنے لگے یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ امداد و حمایت تب ہو سکتی ہے۔ جب کہ کسی چیز کا علم ہو۔ اس سے لازم آتا تھا کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو جمیع اشیاء کا علم ہو۔ اس پر کسی نے اعتراض کر دیا۔ کہ جمیع اشیاء کا علم تو نبی کو بھی نہیں ہے۔ ایک پیر یا پیرانِ پیر کے لئے کیسے ثابت ہو گا تو یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ اولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا وہ عالم ماکان و یکون ہیں۔ تو اس سے پیرانِ پیر بھی عالم الغیب ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین ہے۔ قرآن و حدیث کے علاوہ ایک اجماعی مسئلہ کا خلاف ہے۔ کیونکہ اس پر اجماع امت ہے۔ کہ مخلوقات میں سے جو کوئی بھی کسی کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اوسع علماً مانے وہ مشرک ہے۔

نوٹ:۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ سبق شروع کرنے سے پہلے یہ خطبہ پڑھا کرتے تھے۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد فان اصدق الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی سیدنا و مولٰنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و شر الامور محدثاتھا و کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار و بالسند المتصل الی الامام الحافظ الحجۃ امیر المؤمنین فی الحدیث ابی عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراھیم بن مغیرہ ابن بردزبہ الجعفی البخاریؒ نفعنا اللہ بعلومہ اٰمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

حدیث نمبر ۳۶۰۴ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْطَلْحَۃَؓ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ قَدْ شَھِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ

بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ يُرِيْدُ التَّمَاثِيْلَ الَّتِيْ فِيْهَا الْاَرْوَاحُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو طلحہؓ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر کی لڑائی میں حاضر تھے خبر دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ کی رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ جس میں پالتو کتا ہو یا تصویر ہو۔ اس سے مراد ان مورتیوں کی تصویر ہے جن میں روحیں ہیں۔ یا تصویر ذی روح مراد ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فیہ کلب بظاہر اس سے تعمیم ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ایک جماعت تخصیص کرتی ہے۔ کہ کلاب حرس۔ ماشیہ۔ زروع وصید یعنی نگرانی کا کتا۔ کھیتی اور جانوروں کی حفاظت کرنے والا اور شکاری کتا رکھنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح ان تصویروں کے رکھنے کی اجازت ہے۔ جو غیر ذی روح کی ہوں یا روندی جاتی ہوں۔ جیسے قالین وغیرہ پر ہوتی ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ ان کی اجازت ہے۔ مگر دخول ملائکہ نہیں ہوگا۔ مصنفؒ کا مسلک تخصیص کا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی ابن عباسؓ کی تخصیص تفسیر کا مقصد ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰۵ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّؓ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا فِيْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَاتِيَ بِاِذْخِرٍ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهٗ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ فَنَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ فَبَيْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مِنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ اِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ حَتّٰى جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ فَاِذَا اَنَا بِشَارِفَيَّ قَدْ اُجِبَّتْ اَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَاُخِذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَاَيْتُ الْمَنْظَرَ قُلْتُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا قَالُوْا فَعَلَهٗ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِؓ وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ عِنْدَهٗ قَيْنَةٌ وَّاَصْحَابُهٗ فَقَالَتْ

فِیْ غِنَآئِھَا۔ ؎ اَلَا یَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَآءِ ٭ فَوَثَبَ حَمْزَۃُ اِلَی السَّیْفِ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَھُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَھُمَا وَاَخَذَ مِنْ اَکْبَادِھِمَا قَالَ عَلِیٌّ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ زَیْدُ بْنُ حَارِثَۃَ وَعَرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ لَقِیْتُ فَقَالَ مَالَکَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ غَدَا حَمْزَۃُ عَلٰی نَاقَتَیَّ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَھُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَھُمَا وَھَا ھُوَ ذَا فِیْ بَیْتٍ مَّعَہٗ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرِدَآئِہٖ فَارْتَدٰی ثُمَّ انْطَلَقَ یَمْشِیْ وَاتَّبَعْتُہٗ اَنَا وَزَیْدُ بْنُ حَارِثَۃَ حَتّٰی جَآءَ الْبَیْتَ الَّذِیْ فِیْہِ حَمْزَۃُ فَاسْتَاْذَنَ عَلَیْہِ فَاَذِنَ لَہٗ فَطَفِقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلُوْمُ حَمْزَۃَ فِیْمَا فَعَلَ فَاِذَا حَمْزَۃُ ثَمِلٌ مُّحْمَرَّۃٌ عَیْنَاہُ فَنَظَرَ حَمْزَۃُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی رُکْبَتِہٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی وَجْھِہٖ ثُمَّ قَالَ حَمْزَۃُ وَھَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عُبَیْدٌ لِّاَبِیْ فَعَرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ ثَمِلٌ فَنَکَصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَقِبَیْہِ الْقَھْقَرٰی فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت حسین بن علیؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی کی غنیمت کے میرے حصہ کی ایک اونٹنی تھی۔ اور دوسری اونٹنی مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فئے کے مال میں سے اپنے خمس میں سے اس دن عطا فرمائی تھی۔ پس جب میرا ارادہ ہوا کہ میں فاطمۃ الزہراؓ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصتی کرا کے لے آؤں۔ تو میں نے بنو قینقاع کے ایک زرگر سے معاہدہ کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے تاکہ ہم اذخر بوٹی لاد کر لے آئیں۔ تاکہ میں اس کو زرگروں کے پاس بیچ کر اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں۔ پس ابھی میں اپنی اونٹنیوں کے لئے پالان تھیلا اور رسیاں جمع کر رہا تھا۔ اور میری اونٹنیاں انصار کے ایک آدمی کے حجرہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ میں نے جو کچھ جمع کرنا تھا جمع کر لیا۔ تو اپنی اونٹنیوں کے پاس آکر کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ان کی کوہانیں کاٹ دی گئی ہیں۔ ان کی کوکھیں چیر کر اس سے ان کے جگر نکال لئے گئے ہیں۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو آنکھوں پہ مجھے قابو نہ رہا۔ بے اختیار رونے لگا۔ میں نے پوچھا ایسا کس نے

کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب نے کیا ہے اور وہ اس نزدیکی گھر میں انصار کے کچھ شرابیوں کے ساتھ موجود ہے جس کے پاس ایک گانے والی اور اس کے سازندے ہیں۔ جنہوں نے اپنے گانے میں یہ کہا۔ کہ اے حمزہ! ان موٹی تازی اونٹنیوں کا گوشت کھانا چاہیئے۔ حضرت حمزہ اپنی تلوار کی طرف کودے۔ ان کی کوہانیں کاٹ ڈالیں۔ کوکھیں چیر کر ان کے اندر سے جگر نکال لیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں چل پڑا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کہ آپؐ کے پاس حضرت زید بن حارثہؓ بھی موجود تھے۔ جو تکلیف مجھے پہنچی تھی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محسوس کر لیا۔ پوچھا اے علی! تجھے کیا ہو گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آج جیسا دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت حمزہ نے میری اونٹنیوں پر ظلم کیا ہے کہ ان کی کوہانیں کاٹ لیں اور ان کی کوکھیں چیر ڈالیں۔ اور وہ شرابیوں کے جھرمٹ میں ایک گھر کے اندر موجود ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی اسے زیب تن کیا۔ پھر پیدل چل پڑے۔ میں اور حضرت زید بن حارثہؓ آپؐ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس گھر تک پہنچ گئے۔ جس میں حضرت حمزہؓ تھے۔ آپؐ نے داخلہ کی اجازت مانگی جو دے دی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ کو ان کی کارگزاری پر ملامت کرنے لگے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ تو نشے میں ہیں۔ اور ان کی دونوں آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ حضرت حمزہ نے ایک نظر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا پھر نظر کو اونچا کر کے آپؐ کے گھٹنے کی طرف نگاہ ڈالی۔ پھر نظر گھما کر آپؐ کے چہرۂ انور کو دیکھا۔ پھر حضرت حمزہؓ گویا ہوئے۔ کہ تم لوگ تو میرے باپ کے غلام ہو۔ جس سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح ہو گیا۔ کہ ابھی وہ نشے کی حالت میں ہے۔ تو آپؐ الٹے پاؤں واپس لوٹے۔ آپؐ بھی وہاں سے نکلے اور ہم لوگ بھی آپؐ کے ہمراہ نکل آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ شارف شرف سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی بلندی کے ہیں۔ شارف اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کی کوہان بلند ہو۔ اونٹ کا موٹاپا کوہان سے معلوم ہوتا ہے اور دنبے کا اس کی چکی سے۔ تو شارف موٹے تازے اونٹ کو کہتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کی رخصتی غزوۂ بدر کے بعد ہوئی ہے۔ حضرت علیؓ ولیمہ کے لئے اذخر بوٹی کو جنگل سے کاٹ کر لائے تھے۔ جس کی آگ نہایت قوی ہوتی ہے۔ سنار اور لوہار اسے استعمال کرتے تھے۔

اقتاب جمع قتب کی۔ اونٹ کا زین۔ گھوڑے کے زین کو سرج اور گدھے کے زین کو اکاف کہتے ہیں۔ غرائر وہ جھولا جو گھاس وغیرہ کے جمع کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس جھولے میں لکڑی وغیرہ ہوتی ہے۔ جس سے دو جھولے بن جاتے ہیں۔ جس سے لادنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ حجرہ وہ صحن جو چاروں طرف دیوار سے گھرا ہوا ہو۔ اجبت ای قطعت۔ اسنمتھا سنام کی جمع بمعنی کوہان۔ بقرت خواصرھا خواصر جمع خاصرہ کی۔ بمعنی کوکھ۔ اور بقر بمعنی چیر دینا۔ شرب جمع شارب شرابی جیسے شرف جمع شارف کی بمعنی اونچی کوہان والی اونٹنی۔ نوی جمع نادیہ کی بمعنی موٹا تازہ۔

جعل انتم الا عبید لابی اگر اشکال ہو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ تو مسلمان تھے۔ اور حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر عبید کی کیوں کہہ رہے ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ عرب میں پوتے کو غلام کہا جاتا تھا۔ اور حضرت حمزہؓ نشہ شراب میں چکنا چور اور بدمست تھے۔ اسی لئے یہ الفاظ استعمال کئے۔ ثمل بمعنی نشہ دار۔ قہقری بمعنی ایڑی کے بل لوٹنا۔ نشہ کی حالت میں الفاظ کی درستی کہاں ہوتی ہے۔ اور قہقری چلنا اس بنا پر تھا۔ کہ کہیں پیچھے سے حملہ نہ کر دیا جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | عبید لابی ص ۵۷۱/۱۲ شراحؒ نے اس کلام کی صحت کے لئے توجیہات میں تکلف کیا ہے۔ حالانکہ یہ نشہ میں بدمست آدمی کا کلام ہے۔ جس میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حضرت شیخ گنگوہیؒ کی غرض یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ کا کلام ایک مخمور اور نشہ دار کا کلام ہے۔ جس کی توجیہ کی ضرورت نہیں۔ اور شراحؒ نے جو توجیہات کی ہیں وہ بعید ہیں۔ اس لئے کہ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ حمزہ کے باپ عبدالمطلب تھے۔ جو حضرت نبی اکرمؐ اور حضرت علیؓ دونوں کے دادا تھے۔ اور دادا کو سردار پکارا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم پوتے ہو۔ میں بیٹا ہوں۔ مجھے تم پر اقرب ہونے کی وجہ سے فخر ہے۔ صاحب التیسیر بھی یہی فرماتے ہیں۔ کہ ایں گفتار او از مستی و ہذیان بودہ بتوجیہ حاجت نیست۔ اور یہ واقعہ تحریم خمر سے پہلے کا ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۶ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ اَسْمَعَهُ مِنِ ابْنِ مَعْقِلٍ اَنَّ عَلِيًّا كَبَّرَ عَلٰى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ فَقَالَ اِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا۔

ترجمہ۔ ابن معقل فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے سہل بن حنیفؓ کے جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں۔ اور فرمایا کہ وہ بدر میں حاضر تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | کبر علیؓ یہ حدیث مختصر ہے۔ طویل روایت میں ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے پانچ تکبیرات کہیں۔ اور فرمایا کہ یہ ان کے بدری ہونے کی وجہ سے ہے۔ جنازے کی تکبیرات بعض جگہ پانچ ۵ بعض جگہ سات اور بعض جگہ نو ۹ ہیں۔ مگر نجاشیؓ اور صاحبزادہ ابراہیم کے جنازے پر جو آخری جنازہ ہے اس میں آپؐ نے چار تکبیریں کہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۰ **حدثنا** ابو الیمان الخ سمع عبد اللہ بن عمرؓ یحدث ان عمر بن الخطابؓ حین تایمت حفصۃ بنت عمرؓ من خنیس بن حذافۃ السہمی وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد شہد بدرا توفی بالمدینۃ قال عمرؓ فلقیت عثمان بن عفانؓ فعرضت علیہ حفصۃؓ فقلت ان شئت انکحتک حفصۃ بنت عمرؓ قال سانظر فی امری فلبثت لیالی فقال قد بدا لی ان لا اتزوج یومی ھذا قال عمرؓ فلقیت ابا بکرؓ فقلت ان شئت انکحتک حفصۃ بنت عمرؓ فصمت ابو بکرؓ فلم یرجع الی شیئا فکنت علیہ اوجد منی علی عثمان فلبثت لیالی ثم خطبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانکحتھا ایاہ فلقینی ابو بکرؓ فقال لعلک وجدت علی حین عرضت علی حفصۃؓ فلم ارجع الیک قلت نعم قال فانہ لم یمنعنی ان ارجع الیک فیما عرضت الا انی قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد ذکرھا فلم اکن لافشی سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو ترکھا لقبلتھا۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ جب حضرت خنیس بن حذافہ سہمی سے بیوہ ہوئیں۔ جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے اور بدر میں حاضر تھے۔ ان کی مدینہ میں وفات ہو گئی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے حضرت حفصہؓ کا معاملہ ان کے سامنے

پیش کیا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ کا تمہارے سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے معاملہ میں ذرا غور کر لوں۔ پس کچھ عرصہ ٹھہرے رہے۔ پھر فرمایا کہ میری رائے یہ بنی ہے کہ میں آج کے دن یعنی اس وقت شادی نہ کروں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت ابوبکرؓ سے ہوئی۔ ان سے بھی میں نے یہی کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حضرت حفصہؓ کا آپ سے نکاح کر دوں۔ حضرت ابوبکرؓ چپ رہے کوئی جواب مجھے نہ دیا۔ تو میں ان پر حضرت عثمانؓ سے بھی زیادہ ناراض ہوا۔ کیونکہ انہوں نے کھل کر جواب دیا یہ خاموش ہی ہو گئے۔ کچھ عرصہ ٹھہرا رہا۔ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منگنی کا پیغام دیا۔ جس پر میں نے اس کا آپؐ سے نکاح کر دیا۔ بعد ازاں حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ جب آپ نے حضرت حفصہؓ کا معاملہ نکاح میرے سامنے پیش کیا۔ تو میں نے آپ کو کوئی جواب نہ دیا۔ تو شاید آپ مجھ پر ناراض ہو گئے ہوں گے۔ میں نے کہا ہاں ناراضگی تو ضرور ہوئی۔ انہوں نے فرمایا آپ کی پیشکش کا میں نے اس لئے جواب نہ دیا۔ کہ مجھے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ذکر فرما رہے تھے۔ میں آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر آپؐ یہ خیال ترک کر دیتے تو میں ضرور قبول کر لیتا۔

حدیث نمبر ۳۶۰۸ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ يَزِيْدَ سَمِعَ اَبَا مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰی اَهْلِهٖ صَدَقَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو مسعودؓ بدری سے سنا جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ آدمی کا اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا بھی صدقہ و خیرات ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰۹ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِيْ اِمَارَتِهٖ اَخَّرَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ الْعَصْرَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْكُوْفَةِ فَدَخَلَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیُّ جَدُّ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَصَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا اُمِرْتَ کَذٰلِكَ کَانَ بَشِیْرُ بْنُ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْہِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ حضرت عمر بن عبد العزیز کو ان کی گورنری کے زمانہ میں یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک دن عصر کی نماز کو دیر کر دی ۔ جب کہ وہ کوفہ کے گورنر تھے ۔ تو حضرت ابومسعود جن کا نام عقبہ بن عمر انصاری تھا ۔ جو حضرت زید بن حسن کے دادا تھے ۔ اور بدر کی لڑائی میں حاضر تھے ۔ ان کے پاس حاضر ہو کر فرمانے لگے ۔ کہ میں خوب جانتا ہوں کہ جبرائیلؑ نے نازل ہو کر پانچ نمازیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھائیں ۔ پھر فرمایا آپؐ کو یا مجھے اس طرح نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ بشیر بن مسعود بھی اپنے باپ سے اسی طرح حدیث بیان کرتے تھے ۔

حدیث نمبر ۳۶۱۰ حَدَّثَنَا مُوْسٰی الخ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاٰیَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ مَنْ قَرَأَھُمَا فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَتَاہُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِیْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ وَّھُوَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَسَاَلْتُہٗ فَحَدَّثَنِیْہِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابومسعودؓ بدری فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ سورہ بقرہ کے آخری دو آیات ہیں جس نے ان کو رات کے وقت تہجد میں پڑھا تو وہ آیات مصائب دنیا سے اس کی کفایت کریں گی ۔ عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ جب ابومسعودؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو میں نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | آیتان سے آمن الرسول الخ اور لا یکلف اللہ الخ مراد ہیں ۔ لیلۃ ای فی صلوۃ التہجد اور کفتاہ مصائب لیل سے پناہ دینے میں کافی ہو جائیں گی یا دخول جنت یا قیام اللیل یا زوال الآثام کے لئے کافی ہو جائیں گی ۔

حدیث نمبر ۳۶۱۱ حَدَّثَنَا یَحْیَی ابْنُ بُکَیْرٍ الخ اَخْبَرَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَّکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَھِدَ بَدْرًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّہٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ الخ ثُمَّ سَاَلْتُ الْحُصَیْنَ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَّھُوَ اَحَدُ بَنِیْ سَالِمٍ

وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ فَصَدَّقَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت محمود بن الربیع خبر دیتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالکؓ جو اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے۔ جو ان انصار کے لوگوں میں سے تھے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دوسری سند میں ہے کہ حصین بن محمد جو قبیلہ بنو سالم کے ایک آدمی تھے۔ اور ان کے سرداروں میں سے تھے۔ محمود بن الربیع کی روایت جو عتبانؓ بن مالک سے ہے۔ اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کر دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عتبان بن مالکؓ نابینا صحابی تھے۔ ان کے گھر کے آگے وادی تھی۔ جو بارش کے وقت بھر جاتی تھی۔ جس سے گزرنا ان کے لئے مشکل ہوتا تھا۔ اس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر میں نماز پڑھوائی اور اسے اپنی جائے نماز بنا لیا۔

فصدقہ اس حدیث میں ہے کہ آپؐ کے سامنے مالک بن دخشم کا واقعہ پیش ہوا۔ وہ منافق ہے۔ لا یحب اللہ ورسولہ آپؐ نے اس پر انکار فرمایا کہ وہ کلمہ پڑھتا ہے مخلص مسلمان ہے۔ ابن شہاب نے بعض حضرات کے سامنے اس روایت کو پیش کیا۔ تو ان کے انکار پر یہ مدینہ منورہ گئے۔ تو بنو سالم کے سردار سے اس کی تصدیق کرائی۔ یہاں تک عبارت رہ گئی تھی۔ جسے پورا کر دیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۲ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ وَكَانَ مِنْ أَكْبَرِ بَنِي عَدِيٍّ وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ خَالُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَؓ وَحَفْصَةَؓ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ جو بنی عدی کے بڑے آدمی تھے۔ جن کا باپ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر میں حاضر تھا۔ تو فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے قدامہ بن مظعونؓ کو بحرین کا حاکم بنایا۔ جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت حفصہؓ کے ماموں لگتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ أَنَّ سَالِمًا ابْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَؓ أَنَّ عَمَّيْهِ وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ

قُلْتُ لِسَالِمٍ فَتُكْرِيهَا أَنْتَ قَالَ نَعَمْ إِنَّ رَافِعًا أَكْثَرَ عَلَى نَفْسِهِ.

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو خبر دیتے ہیں کہ ان کے دونوں چچا ظہیر اور مظہر دونوں بدر میں حاضر تھے۔ وہ دونوں اسے خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل کاشت زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا تھا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم سے کہا کہ آپ تو زمین کرایہ پر دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ البتہ حضرت رافعؓ اپنے نفس پر سختی کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کبھی محاصل حبوب سے اور کبھی ثمرات سے اور کبھی نقدی سے۔ بہرحال اس کی کئی صورتیں ہیں۔ جن میں منازعت اور جھگڑا ہو تو اس کی ممانعت ہے یا جن میں جزئیت مخصوصہ کی قید لگائی جائے وہ بھی ممنوع ہے۔ اگر جزء شائع اور مشترک مقرر کیا جائے تو امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ اس کو بھی منع کرتے ہیں۔ صاحبین اور بعض شوافع اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ دراصل کراء المزارع میں روایات مختلف ہیں۔ بعض میں ہے کہ مزارعت بالکل ممنوع ہے۔ خواہ نقود ہوں۔ حبوب ہوں۔ ثمار ہوں۔ اس لئے اس روایت کو مضطرب قرار دیا گیا۔

اکثر علی نفسہ کہ انہوں نے اپنے نفس پر تشدد کیا۔ کہ روایت کو موضوعہ قرار دیا۔ یا ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہو سکا۔ یا حبوب و نقود میں فرق نہیں کیا۔ اس لئے ہم اسے قابلِ عمل قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ ما خرج من الارض وما لا یخرج میں فرق نہیں کیا۔ حالانکہ نقود کے ساتھ مزارعت جائز ہے۔ نہی کا حکم جزئیت مخصوصہ پر ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۴ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ رَأَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا.

ترجمہ۔ عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت رفاعہ بن رافع انصاری کو دیکھا ہے۔ ان کی زیارت کی وہ بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۵ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَآهُمْ ثُمَّ قَالَ أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ قَالُوا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ حضرت عمرو بن عوف جو بنی عامر بن لوئی کے حلیف تھے۔ اور بدر کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بحرین کی طرف بھیجا تاکہ وہاں سے جزیہ کا مال لے آئیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں سے ۹ھ میں صلح کر لی تھی۔ اور ان پر حاکم حضرت علاء بن حضرمیؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ بحرین سے مال لے کر آئے۔ تو انصار نے حضرت ابو عبیدہؓ کے آنے کی خبر سنی تو سب صبح کی نماز میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمع ہو گئے۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے پھر کر بیٹھے۔ تو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ تو آپؐ ان کو دیکھ کر مسکرا دیئے۔ فرمایا کہ تمہارے متعلق میرا گمان یہ ہے۔ کہ تم نے سنا ہوگا کہ حضرت ابو عبیدہؓ کچھ مال لائے ہوں گے۔ وہ بولے ہاں یارسول اللہ! فرمایا کہ تم خوش ہو جاؤ۔ اور جو چیز تمہیں خوش کرے اس کی امید لگاؤ۔ پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر افلاس کا خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اگر مجھے کوئی خطرہ ہے تو اس بات کا کہ کہیں دنیا تم پر اس طرح نہ پھیلا دی جائے جس طرح تم سے پہلوں پر پھیلا دی گئی۔ پس تم اسی طرح اس میں رغبت کرنے لگو گے۔ جس طرح انہوں نے رغبت کی اور تمہیں بھی ایسے ہلاکت پہنچائیں گی جس طرح ان کو ہلاک کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آپؐ نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی۔ یہاں پر بدل صلح کو جزیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جزیہ کی وصولی کے لئے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو مقرر فرمایا تھا۔

ما الفقر اخشی علیکم فقر کا خطرہ نہیں ہے اور جس قدر ضرر غنی میں ہوتا ہے فقر میں نہیں ہوتا۔

بلکہ فقر میں تو خدا یاد آتا ہے۔ یا مقصد یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی طرف سے تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم خلیفہ ہو گے۔ ارشاد باری ہے۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّكُمْ الآية۔ تو ان بشارتوں کی وجہ سے آپؐ کو فقر کا خوف نہیں تھا۔ لیکن دنیا کے چھا جانے کا خوف تھا۔ کہ لڑنے جھگڑنے غیبت وغیرہ سے ہلاکت کی نوبت آجائے گی۔

س باده نوشیدن و هوشیار نشستن سهل است
گر بدولت برسی مست نه گردی مردی

حدیث نمبر ۳۶۱۶ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهَا حَتَّى حَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ الْبَدْرِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوتِ فَأَمْسَكَ عَنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابن عمرؓ تمام قسم کے سانپوں کو مار ڈالتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو لبابہؓ بدری نے انہیں حدیث بیان کی۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں چھپتے پھرتے سانپوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے تو پھر وہ ان کے قتل کرنے سے رک گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جنان جمع جان کی وہ سانپ جو سفید اور پتلا ہوتا ہے۔ وہ زہریلا نہیں ہوتا۔ عموماً جنات ان کی شکلوں میں آتے ہیں۔ اس لئے آپؐ نے ان کے قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ کیونکہ مدینہ کے قریب جنات رہتے تھے۔ جنان کی اشکال میں آتے تھے۔ لوگوں کو تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔ ایسے واقعات پیش آئے ہیں۔ چنانچہ ایک صحابی غزوۂ خندق میں گئے ہوئے تھے واپس آئے۔ تو دیکھا کہ ان کی دلہن گھر کے دروازے پر کھڑی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ اندر فرش پر سانپ لیٹا ہوا تھا۔ حملہ کرنے پر دونوں مر گئے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنان کو قتل نہ کیا کرو۔ اور بعض روایات میں ہے کہ پہلے ان پر تین دن کی تضییق کرو۔ تین دن کے بعد اگر رہ جائیں تو پھر مار ڈالو۔

حدیث نمبر ۳۶۱۷ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ قَالَ وَاللهِ لَا تَذَرُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ آدمیوں نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ آکر کہنے لگے کہ ہمیں اپنے بھانجے حضرت عباسؓ کے فدیۂ بدر چھوڑ دینے کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا واللہ! اس کے فدیہ سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | قد تنذرون الخ یہ اس لئے فرمایا کہ دین میں قرابت کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ ؎

برادر باپ بیٹا کوئی ہو جب دشمنِ دین ہے
تو اس کی پاسداری سر بسر توہین آئین ہے

حدیث نمبر ۳۶۱۸ حدثنا ابو عاصم الخ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ وَكَانَ حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَاَقْتُلُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَطَعَ اِحْدٰى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهٗ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ۔

ترجمہ۔ حضرت مقداد بن الاسود اور دوسری سند میں مقداد بن عمر کندی ہے جو بنو زھرۃ کے حلیف تھے۔ اور ان لوگوں میں سے تھے۔ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر میں حاضر تھے۔ وہ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ مجھے بتلایئے اگر کافروں کے کسی آدمی سے میری مڈبھیڑ ہو جائے۔ پس ہم نے لڑنا شروع کر دیا۔ اس نے میرے ایک ہاتھ پر تلوار کا وار کرکے اسے کاٹ ڈالا۔ پھر وہ میرے سے بھاگ کر ایک درخت کی اوٹ میں چلا گیا۔ پھر کہنے لگا۔ میں تو اللہ کے لئے اسلام لے آیا۔ تو کیا اس کلمہ کے کہنے کے بعد یا رسول اللہ میں اسے قتل کر سکتا ہوں۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو قتل مت کرو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے۔ اور ہاتھ کاٹ ڈالنے کے بعد محض بچاؤ کے لئے

اس نے یہ کلمہ کہا ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر بھی تم اسے قتل نہ کرو۔ اگر تم نے اسے قتل کر دیا۔ تو تیرے قتل کرنے سے پہلے وہ تیرے مقام پہ ہوگا۔ اور تو اس کے اس کلمہ کہنے سے پہلے اس کے مقام پہ ہوگا۔

تشریح از قاسمی حدیث نمبر ۳۶۱۷ ابن اختنا عباس واقعہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہاشم جو عبد المطلب کے باپ تھے تجارت کی غرض سے شام گئے۔ واپسی پہ مدینہ میں عمرو خزرجی بخاری کے ہاں مہمان ہوئے۔ جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ اسے اس کی لڑکی سلمیٰ پسند آگئی خطبہ کیا۔ شادی ہوگئی۔ اس شرط پہ کہ لڑکی مدینہ میں اس کے پاس رہے۔ یہاں سے انصار کا رشتہ بنو ہاشم سے قائم ہوا۔ حضرت عباسؓ مالدار تھے بدر میں قیدی بنے۔ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام اور قرابت داری کی وجہ سے فدیہ چھوڑ دینے کی درخواست کی جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کر دیا۔ کیونکہ عباس اس وقت مشرک تھے۔ اس حدیث کو باب سے مناسبت اس طرح ہوئی۔ کہ عباس بدر میں قیدی ہوئے اور سفارشی انصار بدری تھے لہٰذا باب سے مناسبت واضح ہوگئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حدیث نمبر ۳۶۱۸ لا تقتلہ وجہ یہ ہے کہ کلمہ توحید کا اقرار کرنے سے پہلے وہ معصوم الدم نہیں تھا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد معصوم الدم ہو گیا۔ اگر تم نے اب اسے قتل کر دیا۔ تو تم محفوظ الدم نہ رہو گے۔ کہ قصاصاً قتل کئے جاؤ گے۔ اس قتل کرنے سے مسلمان نہ تو کافر ہو جاتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔ قتل کی سزا بھگت کر پھر جنت میں آجائے گا۔ یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اس جگہ انک بمنزلتہ کہنا اس بنا پہ ہے کہ اب تمہارا خون محفوظ نہیں رہا۔ قصاص لیا جائے گا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ اس کلمہ کہنے سے پہلے کافر تھا۔ کلمہ کہنے سے مسلمان ہوا۔ اور تم قتل کرنے سے پہلے مسلمان تھے۔ اب اس کو مستحل الدم کہ اس کے خون کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہو جاؤ گے۔ اگر حلال جان کر نہیں کیا تو قریب کفر کے تو ہو جاؤ گے آپ کا ارشاد وقتالہ کفر اور قریب الشیئ کو نفس الشیئ کا حکم دیا جاتا ہے۔ اگرچہ احتمال ہے کہ اس نے خوف کی وجہ سے کلمہ پڑھا ہو۔ لیکن شبہ کی بنا پر قتل نہیں کیا جا سکتا۔ فان الحدود والقصاص تندرء بالشبھات کہ حدود و قصاص شبہ سے دفع ہو جاتے ہیں۔ لیکن پہلی توجیہ بے تکلف ہے۔ کیونکہ اس تاویل پہ استحلال موجب کفر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۹ حَدَّثَنِیْ یعقوب بن ابراھیم الخ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ مَنْ یَّنْظُرُ مَا صَنَعَ اَبُوْجَھْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَہٗ قَدْ ضَرَبَہُ ابْنَا عَفْرَآءَ حَتّٰی بَرَدَ فَقَالَ اَنْتَ اَبَا جَھْلٍ قَالَ ابْنُ عُلَیَّۃَ قَالَ سُلَیْمَانُ ھٰکَذَا قَالَھَا اَنَسٌ قَالَ اَنْتَ اَبَا جَھْلٍ قَالَ وَھَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْہُ قَالَ سُلَیْمَانُ اَوْ قَالَ قَتَلَہٗ قَوْمُہٗ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ قَالَ اَبُوْجَھْلٍ فَلَوْ غَیْرُ اَکَّارٍ قَتَلَنِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی میں فرمایا۔ کہ ابوجہل کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ کون دیکھ کر آتا ہے۔ جس پر حضرت ابن مسعودؓ چلے گئے۔ جس نے ابوجہل کو اس حال میں پایا کہ عفراء کے دو بیٹوں نے تلوار کے وار کر کے اسے گھائل کر لیا ہے تو انہوں نے کہا کہ تو ابوجہل ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس سے اونچے کسی آدمی کو تم نے قتل کیا ہے یا اس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو۔ ابومجلز کہتے ہیں کہ ابوجہل نے یہ بھی کہا کہ کاش مجھے کسان کے سوا کوئی اور قتل کرتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ھکذا قالھا انسؓ ص۵۷۳ اس عبارت سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ یہ کسی راوی کا وہم نہیں ہے بلکہ حضرت انسؓ نے اسی طرح کہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یعنی قواعد کا مقتضیٰ یہ تھا کہ ابوجہل کہا جاتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں انت ابوجھل وارد ہوا ہے۔ لیکن انت اباجھل بھی حضرت انسؓ سے وارد ہے۔ جس کو ان لوگوں کی لغت پر محمول کیا جائے گا۔ جو اسماء ستہ مکبرہ میں الف کو ہر حالت میں باقی رکھتے ہیں اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں۔ منادیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ انت المقتول الذلیل اباجھل یہ توبیخ کی بنا پر ہوگا۔ حضرت انسؓ اگرچہ بدری نہیں ہیں۔ لیکن یہ روایت مراسیل صحابہ میں سے ہوگی۔ عبداللہ بن مسعودؓ تو بدری ہیں۔ جن سے ابوجہل نے کہا تھا یا رویع الغنم ارتقیت مرتقا صعبا کہ اے بکریوں کے چرواہے تو ایک سخت چوٹی پر چڑھا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۰ حَدَّثَنَا موسیٰ الخ حَدَّثَنِی ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ لَمَّا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لِاَبِیْ بَکْرٍ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰی اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَقِیْنَا مِنْھُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَھِدَا بَدْرًا فَحَدَّثْتُ عُرْوَۃَ

ابنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ ہمیں اپنے انصار بھائیوں کی طرف چلنا چاہیے۔ کہ ان میں سے ہمیں دو آدمی ملے تھے جو نہایت نیک بخت تھے جو دونوں بدر میں حاضر تھے۔ میں نے جب حضرت عروہ بن الزبیرؓ کو یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا وہ دونوں حضرت عویم بن ساعدہؓ اور معن بن عدیؓ تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۱ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ قَيْسٍ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّيْنَ خَمْسَةَ الْآفٍ خَمْسَةَ الْآفٍ وَقَالَ عُمَرُ لَأُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت قیس سے مروی ہے کہ بدری صحابہ کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ کہ میں ان کو بعد میں آنے والوں پر ضرور بالضرور فضیلت دوں گا۔

تشریح از قاسمی فتح الباری میں ہے۔ کہ مالک بن اوس کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ مہاجرین کو پانچ پانچ ہزار اور انصار کو چار چار ہزار اور ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کو بارہ ہزار وظیفہ دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۲ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ وَذٰلِكَ أَوَّلُ مَا وَقَرَ الْإِيمَانُ فِي قَلْبِي وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي أُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُولٰى يَعْنِي مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ أَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ۔

ترجمہ۔ حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ آپ مغرب کی نماز میں سورۃ طور پڑھ رہے تھے۔ اور یہ پہلی مرتبہ تھی کہ ایمان نے میرے دل میں قرار پکڑا۔ اور امام زہریؒ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں

کے بارے میں فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ ان بدبودار لوگوں کے بارے میں سفارش کرتا جو قلیب بدر میں پڑے ہیں۔ تو میں اس کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیتا۔ لیث اپنی سند سے حضرت سعید بن مسیبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ پہلا جب واقع ہوا یعنی حضرت عثمانؓ کا ناحق قتل ہونا۔ تو اس نے اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہ رکھا۔ پھر جب دوسرا فتنہ یعنی حرہ کا واقعہ پیش آیا تو اس نے اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ پھر تیسرا فتنہ ازارقہ کا عراق میں واقع ہوا۔ تو اس نے کسی صحابی کو باقی نہ رکھا کہ لوگوں میں عقل اور خیر نہ رہی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت جبیرؓ نے بدر کا زمانہ پایا ہے۔ لیکن اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے۔ یہ فدیہ دینے کے لئے آئے تھے۔ اور مغرب کی نماز میں آپؐ سے قرآن مجید سنا۔ تو اس وقت سے ایمان سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ اساریٰ بدر کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے قریبی رشتہ کو قتل کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ تمہارے اندر شان ابراہیمیؑ اور عیسویؑ جلوہ گر ہے۔ جو کہ مظہر جمال تھے۔ جن کی تربیت صفت رحمت نے کی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے متعلق فرمایا کہ تم حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ کی طرح ہو۔ جو مظہر جلال تھے اور ان کی تربیت باری تعالیٰ کی صفت غضب اور قہاریت نے کی تھی۔ بنابریں آپؐ پر درود کے الفاظ میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ آپؐ نے حضرت صدیقؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔ اگرچہ عنداللہ پسندیدہ ان ائمہ کفر کا قتل تھا۔ تاکہ صنادید قریش اور کفار کے سرغنوں کی بیخ کنی ہو جاتی۔ لیکن مسبقت رحمتی علیٰ غضبی کے مطابق ان قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ مطعم بن عدی قریش میں بڑے پائے کے سردار تھے۔ بلکہ صنادید قریش میں ان کا شمار تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہاشم کو مع ابو طالب کے خیف بنی کنانہ میں نظر بند کیا گیا۔ تو اولاً قریش نے ابو طالب سے مطالبہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ کر دو۔ ورنہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سے ترک موالات یعنی مقاطعہ بائیکاٹ کریں گے۔ اس عہد نامہ کو ان دو خاندان کے علاوہ باقی سب قریش نے جمع ہو کر بیت اللہ کے دروازہ پر لٹکایا تھا۔ یہ معاہدہ اور اپنی میٹنگ میں قریش نے آپؐ کو تین چیزوں کی پیش کش کی تھی۔ رقم۔ بادشاہی اور شادی

جس پہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں کسی صورت میں توحید باری تعالےٰ کو خیرباد نہیں کہہ سکتا۔ جس کے بعد خیف بنی کنانہ کا واقعہ پیش آیا۔ جس سے آپؐ کو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو سخت تکلیف پہنچی۔ مطعم بن عدی نے اس معاہدہ کو توڑنے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر عرصہ تین سال کے بعد جب آپؐ نے عہدنامہ کو دیمک لگ جانے کی خبر دی۔ جس کی کسی کو توقع نہیں تھی۔ تو ابوطالب کے خبر سنانے پر قریش ڈھیلے ہوئے۔ کہ واقعی آپؐ حق پہ ہیں تب عہدنامہ ٹوٹا۔ آپؐ اور آپؐ کے خاندان کو نجات و آزادی ملی۔ اس مشرک کے احسان کا بدلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چکانا چاہتے تھے۔ دوسری وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ ابوطالب کی وفات کے بعد جب قریش نے آپؐ کی ایذارسانی میں اضافہ کر دیا۔ تو آپؐ تبلیغ کے لئے طائف کے سرداروں کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بڑے شریر لوگ تھے۔ انہوں نے اوباش اور لوفر لڑکوں سے آپؐ کی پنڈلیاں لہولہان کرائیں۔ آپؐ واپس مکہ تشریف لائے۔ مطعم بن عدی کو آپؐ کی اس تکلیف کی اطلاع پہنچی تو اس نے اپنے چاروں بیٹوں سے کہا کہ تلواریں لے کر بیت اللہ کے ارد گرد کھڑے ہو جاؤ۔ جو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستائے۔ اسے اڑا دو۔ جس پہ قریش ٹھنڈے پڑ گئے۔

تیسرا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو مطعم بن عدی نے قریش سے کہا کہ جب تم نے آپؐ کو مکہ سے نکال دیا ہے تو اب ستانا چھوڑ دو۔ لیکن وہ باز نہ آئے۔ مطعم بن عدی حضرت فاروق اعظمؓ کے ماموں تھے۔ حضرت عمرؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلے۔ بہن اور بھائی کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر ان کی پٹائی کی۔ بالآخر مسلمان ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہونے کی خبر جب سارے مکہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ تو لوگوں نے چاروں طرف سے ان کے گھر کا گھیراؤ کیا کہ ہم انہیں قتل کر دیں گے۔ قریب تھا کہ دروازے توڑ دیتے۔ کہ مطعم بن عدی آگے بڑھے اور لوگوں کو واپس کر کے ان کی جان چھڑائی۔

الغرض ان احسانات کے بدلے میں آپؐ مطعم بن عدی کی سفارش قبول کرنا چاہتے تھے۔

نَتنیٰ جمع نتن کی جس کے معنی بدبودار کے ہیں۔ کفار کی تحقیر کے لئے ان کو نتنیٰ کہا اور کسی محسن کے احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے آپؐ ان کو چھوڑ دینے پہ تیار ہو گئے تھے۔ دوسرے یہ بھی بتانا تھا کہ ہمارے ہاں مال و دولت کی کوئی عزت نہیں۔ جیسے بادشاہِ روم کو مسلمانوں نے نہیں خریدا ایک کتے کو خریدنا چاہا۔

جس سے ان کی تذلیل وتحقیر مقصود تھی۔ یا اس جگہ حضرت جبیر بن مطعم کی تالیف قلب منظور ہے۔ کہ آپؐ ان کے باپ کی اس قدر عزت کرتے ہیں۔ شاید وہ اسلام کی طرف راغب ہو جائیں۔ چنانچہ اس کا اچھا اثر ہوا۔

سب سے پہلا فتنہ حضرت عثمانؓ کا قتل ہے۔ یہ بلاگناہ شہادت تھی۔ جس میں انہوں نے مخالفین کا مقابلہ نہیں کیا۔ وجہ نزاع حضرت محمد بن ابی بکرؓ کا معاملہ بنا۔ جن کو والیٔ مصر کے پاس خط لکھ کر بھیجا گیا۔ اور ایک سازش کے تحت حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ جو آخر تک عدم تشدد کی پالیسی پر گامزن رہے۔ تلوار نہیں اٹھائی۔ اس مظلوم کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انتقام لیا۔ تو جنگ جمل۔ صفین اور نہروان میں ہزارہا مسلمان مارے گئے۔

اور ۶۳ھ میں دوسرا واقعہ حرہ پیش آیا۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ کے بعد حضرت امام حسنؓ نے خلیفہ بننا تھا۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں ہی ان کی وفات ہو گئی۔ یزید نے دعویٰ خلافت کیا۔ تو اہل مدینہ مخالف ہو گئے۔ حاکم مدینہ کو نکال دیا گیا۔ یزید نے مدینہ والوں کے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی۔ مقام حرہ میں لڑائی ہوئی۔ حرہ وہ پہاڑ جو زیادہ اونچے نہ ہوں۔ اور اس کے پتھر کالے کالے ہوں۔ مدینہ منورہ کی جنوبی۔ شرقی اور کچھ غربی حصہ حرہ ہے جسے لابہ بھی کہتے ہیں۔

وقعت الثالثۃ اس کے بارے میں اقوال مختلفہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ازارقہ کا فتنہ ہے۔ جو عراق میں برپا ہوا۔ اور بیس برس تک رہا۔ اور بعض فتنہ بنو امیہ مراد لیتے ہیں اور بعض کے نزدیک فتنہ حجاج مراد ہے۔ لیکن وہ بہت بعد کا واقعہ ہے۔

وللناس طباخ وہ فتنہ اٹھ نہیں سکا کہ خیر الناس باقی نہ رہے۔ طباخ کے اصلی معنی قوت کے ہیں۔ عقل مراد ہے۔ کہ اس فتنہ کے وقت مسلمانوں میں کوئی قوت اور عقل نہ رہی۔ بدریین میں سے آخر بدری حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات ہے۔ واقعہ حرہ میں صحابہ اور تابعین کی بڑی جماعت کام آئی۔ اور فتنہ ابوحمزہ خارجی کا ۱۳۰ھ میں پیش آیا۔

حدیث نمبر ۳۶۲۳ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلٌّ حَدَّثَنِي

طَآئِفَةً مِّنَ الْحَدِيْثِ قَالَتْ فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ اُمُّ مِسْطَحٍ فِيْ مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ بِئْسَ مَا قُلْتِ تَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَذَكَرَ حَدِيْثَ الْاِفْكِ۔

ترجمہ۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں عروہ بن الزبیر۔ سعید بن المسیّب۔ علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبداللہ سے حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی۔ جن میں سے ہر ایک نے اس کا ایک حصّہ بیان کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں اور امّ مسطحؓ مناصع سے واپس آرہی تھیں۔ کہ حضرت امّ مسطح اپنی گرم چادر کے اڑجانے کی وجہ سے گر پڑیں۔ تو کہنے لگیں مسطح ہلاک ہو۔ میں نے کہا آپ نے بُرا کیا کہ ایک ایسے شخص کو گالی دیتی ہیں جو بدر میں حاضر ہوا۔ پھر افک کا واقعہ ذکر کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ امّ مسطح حضرت عائشہؓ کی پھوپھی لگتی تھیں۔ بیمار ہوگئیں تو کمزوری کی وجہ سے چادر کے اٹکنے پر گر گئیں۔ یہ حدیث افک کا ایک ٹکڑا ہے۔ تعس مسطح جملہ دعائیہ ہے کہ اکب لوجھہ کے معنی ہیں کہ خدا کرے کہ مسطح منہ کے بل اوندھا گرے یہ بد دعا کے لئے ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ جبیر بن مطعم کا مدینہ میں آنا۔ اساریٰ بدر کے فدیہ ادا کرنے کے بارے میں ہوا۔ اسی لئے اس جگہ اس کا لانا صحیح ہوا۔ اور لوکان مطعم بن عدی۔ یہ جبیر کی تالیف قلب کے لئے ہے۔ یہ ان کے ایمان لانے کا دوسرا سبب ہے۔ وہ فتح مکّہ کے موقع پر مسلمان ہوئے ہیں۔ اور ان کے احسانات بیان ہو چکے ہیں۔

وقعت الفتنۃ الاولیٰ حضرت عمرؓ کی شہادت کو فتنہ اس لئے نہیں کہا گیا۔ کہ وہ ایک مسلمان کا قتل تھا۔ اور فتنہ وہ ہوتا ہے جس کا معاملہ مسلمانوں پر مل جل جائے۔ کوئی بات واضح نہ ہوسکے۔

لم تبق من اصحاب بدر احداً کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب صحابہ اسی فتنہ کا شکار ہوئے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس فتنہ سے ان کی ہلاکت شروع ہوگئی۔ یہاں تک بہت جلد ختم ہوگئے۔ اور یہی حال دوسرے دو فتنوں کا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ حافظؒ بھی فرماتے ہیں کہ مقتل عثمان سے شروع ہوکر واقعہ حرّہ تک بدری صحابہ فنا ہوگئے۔ کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ واقعہ حرّہ سے چند سال پہلے وفات پاگئے۔ چنانچہ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں۔ لم تبق کا مطلب ہے۔ تواتر وکثر قتل البدریین بعدہ الخ اور

لم ترتفع یعنی لوگوں کی بہت مشقت اور کلفت کے بعد یہ فتنہ فرو ہوا۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں۔ و للناس طباخ ای راحة تو واؤ حالیہ ہوگی۔

حدیث نمبر ۳۶۲۴ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ هٰذِهٖ مَغَازِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُلْقِيْهِمْ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ مُوْسٰى قَالَ نَافِعٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُنَادِیْ نَاسًا اَمْوَاتًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا قُلْتُ مِنْهُمْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَمِيْعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنْ قُرَيْشٍ مِّمَّنْ ضُرِبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ اَحَدٌ وَّثَمَانُوْنَ رَجُلًا وَّكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ قَالَ الزُّبَيْرُ قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ فَكَانُوْا مِائَةً وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ ابن شہاب زھریؒ فرماتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا بیان ہے۔ حدیث ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کہ آپؐ ان کفار کی لاشوں کو قلیب بدر میں پھینکوا رہے تھے۔ کیا تم نے اس کو حق پالیا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے کہا۔ یا رسول اللہ! کیا آپؐ مُردہ لوگوں کو پکارتے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ قریش میں سے جو لوگ بدر میں حاضر ہوئے اور جن کا غنیمت کے مال میں سے حصّہ مقرر ہوا۔ وہ سب کے سب اکیاسی آدمی تھے۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ان سب کے حصہ سَو تھے۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قریش مہاجرین کے اکیاسی آدمی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ ان کے سہام سَو تھے۔ وجہ یہ ہے کہ ان میں تین گھوڑے سوار تھے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک گھوڑے سوار کو تین حصے ملتے ہیں اور امام صاحبؒ کے نزدیک دو حصے اس طرح سَو ہوگئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض آدمیوں کو آپؐ نے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔ بعض کو امامت کے لئے اور بعض کو خبر گیری اور نگرانی کے لئے چھوڑا گیا تھا۔ بنابریں ان کے سہام تو سَو ہوئے۔ لیکن شرکاء جنگ اکیاسی تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۵ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ ضُرِبَتْ یَوْمَ بَدْرٍ لِلْمُهَاجِرِیْنَ بِمِائَةِ سَهْمٍ۔

ترجمہ۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں مہاجرین کے لئے سَو حصّے بنائے گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وَهُوَ یُلَقِّیْهِمْ ص۵۷۳ج۲ یا مضارع افعال یا تفعیل سے ہے۔ جیسے قرآن مجید میں سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ۔

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ حافظؒ نے بھی دونوں باب کا ذکر کیا ہے۔ تشدید سے باب تفعیل ہے اور تخفیف سکون سے باب افعال ہے۔

مِمَّنْ ضُرِبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ اَحَدٌ وَّ ثَمَانُوْنَ ص۵۷۰ج۲ یہ تعداد ماسبق کے مخالف ہیں۔ کیونکہ ص۵۶۴ پہ ہے۔ کہ مہاجرین ساٹھ کے کچھ اوپر تھے۔ جس کا تقاضہ ہے کہ اسّی سے کم تھے ورنہ نیف کا لفظ صحیح نہ ہوگا۔ تو جواب یہ ہے۔ حاضرین حصہ لینے والوں کی تعداد ساٹھ سے اوپر تھی۔ لیکن بعض حضرات ایسے تھے جن کو آپؐ نے کسی کام کے لئے بھیجا تھا اور بعض کو مدینہ میں نگرانی و امامت کے لئے چھوڑ آئے تھے۔ تو دونوں کے حصے سَو تک پہنچ گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ نے بھی دونوں حدیثوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ پہلی حدیث حاضرین حسًا کا ذکر تھا حدیث باب میں حاضرین حسًا و حکمًا دونوں کا ذکر ہے اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ پہلی حدیث سے مہاجرین احرار مراد ہوں اور حدیث سے احرار عبید وغیرہم سب کو شمار کیا گیا۔

بَابُ تَسْمِیَةِ مَنْ سُمِّیَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فِی الْجَامِعِ

ترجمہ۔ جامع بخاری کے اندر جن جن بدریوں کا نام لیا گیا ہے ان کے ناموں کا بیان کرنا۔

حدیث نمبر ۳۶۲۶ اَلنَّبِیُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (۲) اِیَاسُ بْنُ الْبُکَیْرِ (۳) بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ الْقُرَشِیِّ۔ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِیُّ۔ حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَةَ حَلِیْفٌ لِقُرَیْشٍ۔ اَبُوْ حُذَیْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ الْقُرَشِیُّ حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِیْعِ الْاَنْصَارِیُّ۔ قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ وَّهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ کَانَ فِی النَّظَّارَةِ خُبَیْبُ بْنُ عَدِیٍّ الْاَنْصَارِیُّ۔ خُنَیْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِیُّ۔ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ

الانصاریُّ۔ رِفاعۃُ بن عبدِ المنذرِ[۱۱] ابو لُبابۃَ الانصاریُّ۔ الزُّبیرُ بن العوّامِ[۱۲] القرشیُّ۔ زیدُ بن سہلٍ[۱۳] ابو طلحۃَ الانصاریُّ۔ ابو زیدٍ[۱۴] الانصاریُّ۔ سعدُ بن مالکٍ[۱۵] الزُّہریُّ۔ سعدُ بن خولۃَ[۱۶] القرشیُّ۔ سعیدُ بن زیدِ[۱۷] بن عمرِو بن نُفیلٍ القرشیُّ۔ سہلُ بن حُنیفٍ[۱۸] الانصاریُّ۔ ظُہیرُ بن رافعٍ[۱۹] الانصاریُّ واخوہ[۲۰]۔ عبدُ اللہِ بن عثمانَ[۲۱] ابو بکرٍ الصدیقُ القرشیُّ۔ عبدُ اللہِ بن مسعودٍ[۲۲] الہُذلیُّ۔ عتبۃُ بن مسعودٍ[۲۳] الہذلیُّ۔ عبدُ الرحمٰن بن عوفٍ[۲۴] الزُّہریُّ۔ عُبیدۃُ بن الحارثِ[۲۵] القرشیُّ۔ عُبادۃُ بن الصامتِ[۲۶] الانصاریُّ۔ عمرُ بن الخطّابِ[۲۷] العدویُّ۔ عثمانُ بن عفّانَ[۲۸] القرشیُّ خلّفہ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنتِہٖ وضرب لہٗ بسہمِہٖ۔ علیُّ بن ابی طالبٍ[۲۹] الہاشمیُّ۔ عمرُو بن عوفٍ[۳۰] حلیفُ بنی عامرِ بن لُؤَیٍّ۔ عقبۃُ بن عمرٍو[۳۱] الانصاریُّ۔ عامرُ بن ربیعۃَ[۳۲] العنزیُّ۔ عاصمُ بن ثابتٍ[۳۳] الانصاریُّ۔ عُویمُ بن ساعدۃَ[۳۴] الانصاریُّ۔ عتبانُ بن مالکٍ[۳۵] الانصاریُّ۔ قدامۃُ بن مظعونٍ[۳۶]۔ قتادۃُ بن النعمانِ[۳۷] الانصاریُّ۔ معاذُ بن عمرِو بن الجموحِ[۳۸]۔ معوّذُ بن عفراءَ[۳۹] واخوہ[۴۰]۔ مالکُ بن ربیعۃَ[۴۱] ابو اُسیدٍ الانصاریُّ۔ مرارۃُ بن الربیعِ[۴۲] الانصاریُّ۔ معنُ بن عدیٍّ[۴۳] الانصاریُّ۔ مسطحُ بن اُثاثۃَ بن عبّادِ[۴۴] بن المطلبِ بن عبدِ منافٍ۔ مقدادُ بن عمرٍو[۴۵] الکندیُّ حلیفُ بنی زہرۃَ۔ ہلالُ بن امیۃَ[۴۶] الانصاریُّ رضی اللہ عنہم۔

تشریح از شیخ مدنی ویسے تو جنگ بدر میں تین سو تیرہ [۳۱۳] صحابہ کرام حاضر تھے۔ امام بخاریؒ کو اپنی شرط کے مطابق جو نام مل سکے ان کو ذکر کردیا باقی کو چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ دکان فی النظارۃ دیکھ بھال کے لئے نکلے تھے حرب اور لڑائی کے لئے نہیں، یہ وہی ہیں۔ جن کی والدہ آپؐ سے سوال کرنے آئی تھی۔ کما تقدم قریبًا۔

تشریح از شیخ زکریا حافظؒ نے حماد بن سلمہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ انہ خرج نظارا وزاد فاخرج للقتال کہ دشمن کے حالات کی خبرگیری کے لئے نکلے تھے کہ اچانک ان کے تیر لگا اور شہید ہوگئے۔ لڑکے تھے اونچے مکان پر چڑھ کر دشمن کے حالات بتلاتے تھے۔

تقدم قریبا فی اول باب فضل من شہد بدرًا میں۔

تشریح از قاسمی | جامع سے یہ صحیح بخاری مراد ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال۔ افعال۔ احوال اور غزوات کا بیان ہے۔ اس کتاب میں اجمالاً اصحاب بدر کا ذکر ہوا۔ ورنہ بہت سے حضرات ایسے ہیں جن کا بدری ہونا مشہور ہے۔ جس میں کسی کا اختلاف نہیں ان کا ذکر نہیں کیا۔ جیسے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور بہت سے مذکورین ایسے ہیں جن سے کوئی روایت نہیں جیسے حارثہ وغیرہ۔ معلوم رہے کہ امام بخاریؒ نے حروف تہجی کے اعتبار سے اسمار بدریین ذکر فرماتے ہیں۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفار اربعہؓ کہ ان حضرات کو غیر پر مقدم کیا اور بعض نسخوں میں صرف جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پہلے ہے اور باقی کا ترتیب سے ہے۔ جیسے اس ہندی نسخہ میں ہے۔ ان کے ذکر کرنے کا فائدہ ایک تو ان کی فضیلت سبقت کی بیان کرنا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے علی التعیین ان کے لئے رضامندی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور لمعات میں ہے۔ جو شخص ان اسمار مذکورین فی البخاری کا ذکر کر کے دعا کرے گا اس کی دعا قبول ہو گی۔ تجربہ ہے۔

بَابُ حَدِيثِ بَنِي النَّضِيرِ وَ مَخْرَجِ رَسُولِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ وَمَا أَرَادُوا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ كَانَتْ عَلَى رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحٰقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُونَةَ وَأُحُدٍ۔

ترجمہ۔ باب بنو النضیر کے واقعہ کا بیان اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو آدمیوں کی دیۃ کے بارے میں ان کے پاس جانا اور ان کا آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غدر کا ارادہ کرنا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ عروہ سے روایت ہے کہ غزوہ بنو النضیر واقعہ بدر کے چھ ماہ کے اختتام پر غزوہ اُحد سے پہلے واقع ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ تو وہ ذات ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان سے نکالا جزیرۃ العرب سے۔ یہ پہلی

جلاوطنی تھی۔ اور ابن اسحاق نے قتال بنو نضیر کو بئر معونہ اور اُحد کے واقعہ کے بعد بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۷ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَارَبَتِ النَّضِیْرُ وَقُرَیْظَةُ فَاَجْلٰی بَنِی النَّضِیْرِ وَاَقَرَّ قُرَیْظَةَ وَمَنَّ عَلَیْهِمْ حَتّٰی حَارَبَتْ قُرَیْظَةُ فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَاَوْلَادَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوْا بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَهُمْ وَاَسْلَمُوْا وَاَجْلٰی یَهُوْدَ الْمَدِیْنَةِ کُلَّهُمْ بَنِیْ قَیْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَیَهُوْدَ بَنِیْ حَارِثَةَ وَکُلَّ یَهُوْدٍ بِالْمَدِیْنَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا۔ تو آپؐ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا۔ کہ وہ شام کی طرف چلے گئے۔ اور بنو قریظہ پر احسان کرتے ہوئے انہیں برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بھی قریش کی امداد میں لڑائی کے اندر حصہ لیا۔ تو آپؐ نے ان کے مردوں کو قتل کرا دیا۔ ان کی عورتیں۔ بچے اور مال واسباب مسلمانوں میں تقسیم کرا دیا۔ مگر ان کے بعض لوگوں نے آپؐ کے پاس آکر پناہ لی۔ جن کو آپؐ نے امن دے دیا۔ اور وہ مسلمان ہوگئے۔ باقی مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔ بنو قینقاع جو حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا خاندان ہے۔ اور یہود بنو حارثہ غرضیکہ تمام یہود مدینہ کو اس سے نکال دیا گیا۔ بچے کھچے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جلاوطن کئے گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد کفار کی تین جماعتیں ہوگئی تھیں۔ ایک تو وہ جنہوں نے اعلانِ جنگ کر رکھا تھا۔ وہ قریش تھے۔ جنہوں نے آپؐ کے قتل کا مشورہ کر رکھا تھا۔ اور اس کی صورت اختیار کی تھی کہ ہجرت والی رات تمام سردارانِ قریش یک لخت مل کر حملہ کریں۔ تاکہ بنوہاشم قصاص نہ لے سکیں۔ جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی بکرؓ ہجرت کر کے بچ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ قریش مکہ نے عبداللہ بن ابی کی طرف تھدیدی خط لکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کرو۔ ورنہ ہم سب مل کر تم پر حملہ کر دیں گے۔ آپؐ نے اہل مدینہ کو سمجھایا جس پر وہ متفرق ہوگئے۔ اس

کے بعد غزوۂ بدر واقع ہوتا ہے ۔ قریش کی کمر ٹوٹ جاتی ہے ۔ وہ اور زیادہ مشتعل ہو جاتے ہیں ۔ پھر وہ بنو النضیر یہود مدینہ کو خط لکھتے ہیں ۔ مدینہ میں چار بڑے خاندان تھے ۔ بنو النضیر ۔ بنو قریظہ ۔ اوس اور خزرج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کر لی تھی ۔ کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ ملکی مصالح میں ساتھ رہیں گے ۔ اور جنگی مصارف بھی اکٹھے برداشت کریں گے ۔ عرب کے باقی قبائل انتظار میں تھے کہ آپؐ کا اپنے خاندان قریش سے کیا فیصلہ ہوتا ہے اس کے بعد ہم اپنا راستہ متعین کریں گے ۔ غرضیکہ جب غزوۂ بدر کے بعد مسلمانوں کی شوکت اور دبدبہ قائم ہو گیا ۔ تو قریش نے بنو النضیر کو بھڑکایا ۔ بنو قینقاع نے تو عہد توڑ دیا ۔ بنو النضیر لڑائی پر آمادہ ہو گئے ۔ عبداللہ بن ابی خزرج کا سردار تھا ۔ جس کو آپؐ کی آمد سے پہلے وہ لوگ مذہبی پیشوا بنانے کا پروگرام بنا چکے تھے ۔ وہ بھی اندر اندر آگ سلگا رہا تھا ۔ بالآخر بنو النضیر آمادہ پیکار ہو گئے ۔ ایک جماعت کہتی ہے ۔ کہ واقعہ بنو النضیر بئر معونہ کے بعد برپا ہوا ہے ۔ بعض کہتے ہیں اس سے پہلے کا ہے ۔ امام بخاریؒ اسی کو ترجیح دے رہے ہیں ۔ جو بعد میں کہتے ہیں ۔ ان کے مطابق بیان کیا جاتا ہے ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قراء بنو عامر کی طرف بھیجے ۔ راستہ میں کفار نے انہیں قتل کر دیا ۔ صرف عمرو بن امیہ ضمری اور ایک لنگڑا آدمی بچ گیا ۔ جب واپس آ رہے تھے ۔ تو بنو عامر کے دو آدمی جو آپؐ سے عہد کر کے آئے تھے ۔ ان کے عہد کا عمرو بن امیہ ضمری کو علم نہیں ۔ اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا ۔ جس پر آپؐ نے دیت دینے کا اعلان کر دیا ۔ روپیہ جمع ہونے لگا ۔ حسب معاہدہ آپؐ بنو النضیر کے پاس رقم لینے کے لئے گئے ۔ کیونکہ وہ بنو عامر کے حلیف تھے ۔ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو بٹھلایا کھانا کھلایا ۔ لیکن حسب مشورہ ایک آدمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری پتھر پھینکنے پر آمادہ کر لیا ۔ آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی ۔ آپؐ وہاں سے بچ کر واپس آئے تو اپنے مجاہدین کو ساتھ لے کر بنو النضیر کا محاصرہ کر لیا ۔ یہ ۴ھ کا واقعہ ہے ۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اسی کو ترجیح دیتے ہیں ۔ اور سند قوی سے اسے بیان کرتے ہیں ۔ اور بعض فرماتے ہیں ۔ کہ بنو النضیر نے مناظرہ کا پروگرام بنایا ۔ کہ تین عالم آپؐ کے اور تین ہمارے ۔ مناظرے میں ہمارے علماء نے آپؐ کے دین کو سچا سمجھ لیا ۔ تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے ۔ لیکن اندرونِ خانہ یہ مشورہ تھا کہ ہمارے تین آدمی خنجر چھپا کر لے جائیں گے اور تین مسلمان عالم کو قتل کر دیں گے ۔ اس سازش کی اطلاع ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو کر دی۔ جس پر آپؐ نے پہلے تو ان کو خط لکھا۔ کہ دونوں واقعات میں تم نے میرے قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا۔ اب تمہیں دس دن کی مہلت ہے۔ اس کے اندر اندر جزیرۃ العرب سے نکل جاؤ۔ ورنہ ہم تم سے لڑائی کریں گے۔ عبداللہ بن ابی نے بنو النضیر کو مشورہ دیا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم کہلا بھیجو ہم نہیں نکلتے۔ آپؐ جو کچھ ہمارے ساتھ سلوک کرتے ہیں کر گزریں اور آپؐ کے والا نامہ کے جواب میں یہی لکھ دیا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانانِ مدینہ کو ان کے خلاف خروج کا حکم دیا۔ جنہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ منافقین مرعوب ہو گئے۔ وہ حسب وعدہ امداد کے لئے نہ نکلے۔ بنو النضیر چھ دن تک محاصرہ میں رہے۔ بالآخر آپؐ سے صلح کر لی۔ کہ ہم جلا وطن ہو جائیں گے۔ آپؐ نے اس شرط پر صلح منظور کر لی۔ کہ سونا۔ چاندی اور ہتھیار ہمراہ نہ لے جاؤ۔ باقی جو اسباب اپنے اونٹوں پر لاد سکتے ہو وہ لے جاؤ۔ اب خط بھیجنا دونوں روایتوں میں ہے۔ امام بخاریؒ مشہور قول پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ غزوۂ بدر کے بعد بئر معونہ کے واقعہ سے قبل بنو النضیر کا واقعہ پیش آیا ہے۔

اول الحشر حشر بمعنی ہانکنا۔ ایک حشر ان کا خیبر کی طرف ہوا۔ پھر شام کی طرف اور تیسرا قیامت میں ہوگا۔ پہلا حشر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیبر کی طرف ہنکایا۔ دوسرا حضرت عمرؓ نے ان کو شام کی طرف ہنکایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر۔ بنو قینقاع اور بنو حارثہ قریباً سب کے سب یہود کو جلا وطن کر دیا۔ بنو قریظہ رہ گئے۔ ان کی شرارت پر ان سب کے آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ عورتیں، بچے اور مال تقسیم ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حدیث بنو النضیر ص۵۷۴ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنے مذہب کے مطابق ترتیب مغازی میں اس کو غزوۂ اُحد اور بئر معونہ سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔ جو حضرت عروہؓ کی روایت کے مطابق ہے۔ لیکن عامۃ المؤرخین کے خلاف ہے۔ اور یہ اشکال اس وقت قوی ہو جاتا ہے۔ جب کہ دیۃ کا قصہ بالاتفاق محدثین اور مؤرخین بئر معونہ کے بعد کا ہے۔ چنانچہ زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے۔ بعد سریہ بئر معونہ غزوہ بنو النضیر ہے جو ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا۔ اور ابن اسحاق جو امام اہل المغازی ہے اس نے بھی بئر معونہ کے بعد بتلایا ہے۔ جس کو امام بخاریؒ خود اپنی صحیح میں نقل کر رہے ہیں۔ بہر حال غزوہ بنی النضیر کے سبب میں اختلاف ہے۔ اگر مناظرہ والا قصہ صحیح ثابت ہو جائے تو پھر امام بخاریؒ اسے بعد واقعہ بدر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

لیکن قصہ دیت میں اشکال باقی رہے گا۔ تو جمع کی صورت یہ ہے۔ کہ آپؐ کا جرالی الیہود توکسی اور سبب کی بنا پر ہو۔ اور غزوہ بنی النضیر لنقض عہد اور دیت کی وصولی کے لئے ہو۔ جس میں انہوں نے آپؐ کو اچانک قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ جس پر آپؐ نے ۴ھ ربیع الاول میں محاصرہ کے بعد ان کو جلا وطن کردیا۔

اول الحشر مولانا مکیؒ فرماتے ہیں۔ اخراج من المدینہ ہے اور حشر آخر من خیبر الی الشام ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۲۸ حَدَّثَنِیْ الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِکٍ الخ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ الْحَشْرِ قَالَ قُلْ سُوْرَةُ النَّضِیْرِ تَابَعَهٗ هُشَیْمٌ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا۔ یہ سورۃ الحشر ہے انہوں نے فرمایا اسے سورۃ النضیر کہو۔ ھشیم نے اس کی متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابن عباسؓ سورہ حشر کہنے سے گریز کرتے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں میں حشر سے حشر آخرت قیامت مشہور ہے۔ اور لاول الحشر سے حشر نضیر مراد ہے۔ اس لئے انہوں نے اسے سورہ نضیر کہنا پسند کیا۔ دوسرے یہ کہ اصل قصہ کی طرف اشارہ ہوجاتا ہے۔ لہذا یہی مناسب ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قل سورۃ النضیر ص۲/۷۲۵ سورہ نضیر کہنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ سورہ حشر میں تو ابہام رہتا کہ شاید اس میں بعث بعد الموت النشور کے احوال ہوں گے۔ لیکن جمیع قرار نے اس سورۃ کا یہی نام تجویز کیا ہے۔ کیونکہ اس نام کی بھی شہرت ہے۔ جیسے ذکر ہوچکا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اعلام میں یعنی نام رکھنے میں لغوی معنی کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ داؤدی فرماتے ہیں کہ دو وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے اس سورہ حشر کے نام کو ناپسند کیا ایک تو اس وجہ سے ہے۔ کہ حشر سے یوم القیامت کا گمان نہ کیا جائے۔ دوسرے وہ مجمل ہے اس لئے غیر معلوم کی طرف نسبت کو ناپسند فرمایا۔ اور ایک تیسری وجہ بھی ابن مردویہ نے ذکر فرمائی ہے۔ کہ سورہ حشر بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر اللہ تعالٰے کا عذاب نازل ہوا۔ بہرحال اس سے مراد اخراج بنی النضیر ہے۔

اور شہرت کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سورۃ کے اسماء توصیفیہ میں اور خود ابن عباسؓ نے دوسری جگہ اسے سورۃ حشر سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ بیہقیؒ نے نقل کیا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا سورۃ حشر مدینہ میں نازل ہوئی۔ وغیرھا من الروایات۔

حدیث نمبر ۳۶۲۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ انصار کے آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور بطور ہدیہ کے آپؐ کو دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کو آپؐ نے فتح کیا۔ تو ان کے بعد وہ کھجور کے درخت آپؐ نے ان کو واپس کر دیئے۔ بلکہ مہاجرین پہ ہدیہ کردہ کھجور بھی واپس کر دی گئیں۔

حدیث نمبر ۳۶۳۰ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ حَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَنَزَلَتْ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنو النضیر کی کھجوروں کو جلانے اور ان کو کاٹنے کا حکم دیا۔ جو بویرہ کے مقام پر تھی۔ تو لوگوں کے طعن پر اللہ تعالےٰ نے آیت نازل فرمائی۔ کہ جو کچھ تم نے کھجوروں کے درخت کاٹے یا ان کو اپنے تنوں پہ باقی رہنے دیا۔ تو یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے حکم سے تھا۔

حدیث نمبر ۳۶۳۱ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ قَالَ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍؓ ؎

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

قَالَ فَاَجَابَهٗ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ ؎

اَدَامَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيْعٍ وَحَرَّقَ فِيْ نَوَاحِيْهَا السَّعِيْرُ

سَتَعْلَمُ اَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ وَتَعْلَمُ اَيَّ اَرْضَيْنَا تَضِيْرُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کی کھجور کو جلانے کا حکم دیا۔ تو اس بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ بنو لوی کے سرداروں پر بویرہ مقام میں پھیلتی ہوئی آگ لگانا آسان ہوگیا۔ کہ کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ تو ابو سفیان بن الحارثؓ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ یہ کام ہمیشہ رکھے کہ یہ بھڑکتی آگ بویرہ کے اطراف یعنی مدینہ میں پہنچے جہاں مسلمانوں کے گھر ہیں۔ اور عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ ہم میں سے کون اس آگ سے بچتا ہے اور تمہیں معلوم ہوگا کہ ہماری کون سی زمین کو نقصان پہنچتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ھان بمعنی سہل۔ سراۃ جمع سری کی بمعنی سردار قوم۔ حریق بمعنی احتراق مصدر کے یا محروق کے معنی ہیں۔ مستطیر بمعنی منتشر ہونے والی۔ پھیلنے والی۔ نزہ بمعنی دور۔ بنو لوی قریش کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا مکیؒ نے لکھا ہے کہ سراۃ قریش اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اس میں قریش مکہ کو اشارہ دیا گیا کہ تم عنقریب مغلوب ہوگے۔ اس لئے ابو سفیان نے جواب دیا۔ کیونکہ قریش اور بنو نضیر معاہد تھے۔ تو حضرت حسانؓ نے کفار قریش کو عار دلائی کہ وہ اپنے بنو النضیر کی کوئی مدد نہ کرسکے۔ مسلمانوں پر ان کے کھجور جلانا آسان ہوگیا۔ کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ اور ابو سفیان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آگ کا پھیلنا ہمیں تو کوئی نقصان نہیں دے گا۔ کیونکہ ہماری ارض مکہ تو بہت دور ہے۔ اگر بالفرض وہ آگ بھڑکی تو وہ مدینہ پہنچ کر تمہارے گھروں کو جلائے گی ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ غرض یہ ہے کہ ہماری دعا بھی یہی ہے کہ یہ آگ لگی رہے تاکہ بویرہ کے نواحی مدینہ تک پہنچ جائے جہاں تمہارے گھر ہیں۔ جو اس آگ سے جلیں گے۔ ہمارے گھر تو مکہ میں دور ہیں وہاں کیسے پہنچے گی۔

حدیث نمبر ۳۷۶۳ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيُّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَعَاهُ إِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَأْذِنُونَ فَقَالَ نَعَمْ فَأَدْخِلْهُمْ فَلَبِثَ قَلِيلًا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ يَسْتَأْذِنَانِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا دَخَلَا قَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ

فِي الَّذِي أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ فَاسْتَبَّ
عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ فَقَالَ الرَّهْطُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا
مِنَ الْآخَرِ فَقَالَ عُمَرُ اتَّئِدُوا أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهٖ تَقُومُ السَّمَاءُ
وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ
مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهٗ قَالُوا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ عُمَرُ عَلٰى
عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ
إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ كَانَ خَصَّ رَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا
الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهٖ أَحَدًا غَيْرَهٗ فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى
رَسُولِهٖ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ إِلٰى قَوْلِهٖ
قَدِيرٌ فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِّرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثُمَّ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَهَا عَلَيْكُمْ لَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا
وَقَسَمَهَا فِيكُمْ حَتّٰى بَقِيَ هٰذَا الْمَالُ مِنْهَا فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى أَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ
فَيَجْعَلُهٗ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَيَاتَهٗ ثُمَّ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَأَنَا وَلِيُّ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهٗ أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهِ بِمَا عَمِلَ
بِهٖ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ فَأَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَّ
عَبَّاسٍ وَّقَالَ تَذْكُرَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ فِيهِ كَمَا تَقُولَانِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنَّهٗ فِيهِ
لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ أَنَا وَلِيُّ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ فَقَبَضْتُهٗ سَنَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِي
أَعْمَلُ فِيهِ بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي فِيهِ صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِي كِلَاكُمَا

وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ فَجِئْتَنِي يَعْنِي عَبَّاسًا فَقُلْتُ لَكُمَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِي أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا قُلْتُ إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيهِ بِمَا عَمِلَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَمَا عَمِلْتُ فِيهِ مُذْ وَلِيتُ وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فَقُلْتُمَا ادْفَعْهُ إِلَيْنَا بِذَلِكَ فَدَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا أَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ فَوَاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهِ بِقَضَاءٍ غَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهُ فَادْفَعَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهُ قَالَ فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ صَدَقَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ فَقُلْتُ لَهُنَّ أَلَا تَتَّقِينَ اللهَ أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ فَانْتَهَى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَا أَخْبَرَتْهُنَّ قَالَ فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ كِلَاهُمَا يَتَدَاوَلَانِهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا۔

ترجمہ۔ مالک بن اوس بن الحدثان النصیری خبر دیتے ہیں نے ان کو بلایا۔ جب کہ ان کے دربان یرفا نے آکر کہا کہ حضرت عثمانؓ۔ عبد الرحمنؓ۔ زبیرؓ اور سعدؓ آپ سے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں! ان کو آنے دو۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا۔ کہ حضرت عباسؓ اور علیؓ آنے کی

اجازت طلب کرتے ہیں ۔ فرمایا ان کو بھی آنے دو۔ جب وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو حضرت عباسؓ نے کہا اے امیرالمؤمنین! آپ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کریں۔ وہ بنی النضیر کے ان باغات کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو بغیر لڑائی کے اللہ تعالےٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا۔ حضرت علیؓ اور عباسؓ نے ایک دوسرے کو سخت سُست کہا۔ تو اس جماعت بزرگان نے فرمایا۔ اے امیرالمؤمنین! آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرکے بعض سے ایک کو دوسرے سے راحت پہنچائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ جلدی مت کرو۔ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ کیا تمہیں علم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس سے مراد آپؐ کی ذات مبارکہ تھی۔ ان سب نے کہا کہ واقعی یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ علیؓ اور عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ان سے بھی پوچھا۔ کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ تم بھی جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ان دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب میں تمہیں اس کی حقیقت بتلاتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے یہ فیئ کا مال اپنے رسول کے لئے خاص کر دیا۔ کہ اس میں سے کوئی چیز کسی کو نہ دیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے بغیر لڑائی کے ان یہود کی طرف سے آپؐ کو دیا۔ پس تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ آخر آیت قدیر تک پڑھا۔ تو یہ خالص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ لیکن اللہ کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے روک کر اپنے لئے اسے جمع نہیں کر لیا اور نہ ہی اس کو تمہارے اوپر ترجیح دے کر اپنے لئے خاص کر لیا۔ بلکہ وہ سب مال آپؐ نے تم کو دے دیا۔ اور اسے تمہارے اندر تقسیم کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ باقی ماندہ مال رہ گیا۔ تو اس مال میں سے سال بھر کا خرچہ اپنے اہل و عیال پر کرتے تھے۔ پھر اس سے جو بچ جاتا اسے اللہ کے مال کی جگہ رکھ دیتے۔ کہ ہتھیار گھوڑے وغیرہ دوسری مسلمانوں کی ضروریات کی جاتیں۔ پس زندگی بھر آپؐ اس پر عمل پیرا رہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوں۔ تو ابوبکرؓ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے اسی طرح انہوں نے بھی خرچ کیا۔ اور تم سب حضرات

ان دنوں موجود تھے۔ پھر حضرت علیؓ اور عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ کہ تمہیں اچھی طرح یاد ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں سچے تھے۔ ہدایت یافتہ اور حق کے پیروکار تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کو وفات دے دی۔ تو میں نے کہا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کا جانشین ہوں۔ میں نے اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں اس پر قبضہ رکھا۔ اور اس میں اسی طرح تصرف کیا جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کرتے تھے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس معاملہ میں سچا۔ نیکوکار۔ ہدایت یافتہ اور حق کا پیروکار رہا۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے۔ تم دونوں کا مطالبہ ایک تھا۔ اور میرا معاملہ اکٹھا تھا۔ پس اے عباس! تم میرے پاس آئے تو میں نے تم دونوں سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہم انبیاء کی وراثت نہیں چلتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ و خیرات ہے۔ پس جب مجھے واضح ہوا کہ یہ مال فئی تمہارے سپرد کر دوں۔ تو میں نے اس شرط پر تمہیں دیا کہ تم دونوں عہد و پیمان دو کہ اس میں اسی طرح تصرف کرو گے۔ جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کرتے تھے۔ اور جیسے اپنی امارت کے ابتدائی دور میں میں اس میں تصرف کرتا رہا۔ اگر آپ لوگ ایسا نہیں کر سکتے تو اس بارے میں میرے ساتھ بات چیت نہ کرنا۔ تم دونوں نے کہا کہ ہم اسی دستور کے مطابق عمل کریں گے۔ آپ ہمیں دے دیں۔ تو میں نے تمہارے سپرد کر دیا۔ اب اگر تم لوگ میرے سے کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ میں اس کے علاوہ قطعاً کوئی فیصلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ اگر تم عاجز ہو گئے ہو تو مجھے واپس کر دو۔ میں خود تمہارے بجائے ان کا انتظام کر لوں گا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت عروہ بن الزبیرؓ کو سنائی۔ اس نے کہا کہ مالک بن اوسؓ نے بالکل سچ کہا۔ میں نے بھی حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ وہ فرماتی تھیں کہ حضرات ازواج مطہرات نے حضرت عثمانؓ کو حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیجنے کا پروگرام بنایا کہ وہ اپنے آٹھویں حصہ کا فئی کے مال سے مطالبہ کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے انہیں روکتے ہوئے کہا کہ اللہ سے ڈرو۔ کیا تمہیں علم نہیں ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہتے تھے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہیں چلتی۔

جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس سے مراد آپ کی ذاتِ شریفہ ہوتی تھی۔ البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل وعیال اس مال فئی سے گزارے کے مطابق کھا سکتا ہے۔ یہ ان کی خصوصیت ہے۔ تو میری اطلاع اور خبر کرنے پہ وہ سب بیبیاں یعنی ازواج مطہرات رک گئیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ یہ صدقہ کا مال حضرت علیؓ کے ہاتھ میں آیا۔ توانہوں نے حضرت عباسؓ کو روک کر خود اس پہ غلبہ حاصل کر لیا۔ پھر وہ حسنؓ بن علیؓ کے ہاتھ میں آیا۔ بعد ازاں حسینؓ بن علیؓ کے ہاتھ میں۔ پھر علیؒ بن حسینؓ اور حسنؒ بن حسنؒ دونوں کے ہاتھ میں رہا۔ جو اس میں تصرف کرتے رہے۔ پھر یہ زید بن حسن کے قبضہ میں آیا۔ بہرحال یقیناً یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہی تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت مالک بن اوسؓ حضرت فاروق اعظمؓ کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ یرفاءؓ فاروق اعظمؓ کے دربان کا نام ہے۔ پہلے حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت ابی بکر صدیقؓ سے میراث طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ **نحن معشر الانبیاء لانرث ولانورث ماترکنا فھو صدقۃ** یعنی ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت نہ کسی کی جائداد کے وارث بنتے ہیں اور نہ ہی ہماری کوئی وراثت چلتی ہے۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ وہ یہ حدیث سن کر خاموشی سے واپس چلی گئیں۔ چھ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ دوسرا وفد حضرت عباسؓ اور علیؓ پر مشتمل حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتا ہے کہ آپ بہت سے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔ آپ بنو نضیر وغیرھم والی زمین ہمیں دے دیں ہم اس کی خدمت کریں۔ فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث تو جاری نہیں ہوتا۔ اگر دستور نبوی کے مطابق تصرف کر کے زمین کی خدمت کرنا چاہتے ہو تو لے لو۔ اس شرط پہ ان کو زمین مل گئی۔ جس پہ ان دونوں چچا بھتیجا کا بہت جھگڑا ہوا۔ حضرت عباسؓ منتظم آدمی تھے اور حضرت علیؓ بہت فیاض۔ نباہ نہ ہو سکا۔ اب تیسری مرتبہ تقسیم کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ کہ الگ الگ حصہ کر دیں۔ تاکہ جھگڑا نہ ہو۔ بعض لوگوں کو اشکال ہوا۔ کہ جب ایک مرتبہ ان کو جواب مل گیا۔ کہ میراث نہیں چلتی۔ تو پھر یہ بار بار آنے کا کیا مطلب ہے۔ تو کہا جائے گا کہ پہلی مرتبہ طلب میراث کے لئے آنا تھا۔ پھر دوسری مرتبہ تصرف حاصل کرنے کے لئے اور تیسری مرتبہ تقسیم کے لئے تھا اور تقسیم کرنے سے ملک ہو جاتا۔ ایک حصہ چچا کا اور لڑکی کے خاوند علیؓ کا حصہ ہو جاتا۔ تو میراث بن جاتی۔ اس لئے تقسیم نہیں کی گئی۔ کیونکہ اصل تو یہی ہے۔

کہ مال غنیمت تو مملوک ہوتا ہے۔ اور اس کی تقسیم بھی ہو سکتی ہے۔ فیٔ کا مال مملوک نہیں ہو سکتا۔ وہ تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ جس میں ہر ایک تصرف کر سکتا ہے۔ ملکیت کسی کی نہیں ہوتا۔ روافض ملکہ کہتے ہیں۔ اتئد در جلدی نہ کرو۔ منعھا علی عباسا یعنی تصرف کرنے سے روک دیا۔ ورنہ ملک کے تو آدھے کے حضرت عباسؓ اور آدھے کے حضرت علیؓ مستحق تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | لم یعط احدا غیرہ ص۵۷۵ / ۱۷ مقصد یہ ہے کہ غانمین مجاہدین کا اس میں حق نہیں ہے۔ ان ابابکر فیہ لکا تقولان یعنی کیا وہ ظالم اور خائن تھا۔ اللہ جانتا ہے کہ وہ ایسا نہیں تھا بلکہ صادق بار راشد تھا۔

فغلبہ علیھا ثم کان بید حسن بن علیؓ ص۵۷۶ / ۱۰ یہ سب حضرات اس مال فیٔ کے متولی تھے مالک نہیں تھے۔ باوجود تصرف کرنے اور متولی ہونے کے انہوں نے اس کو تقسیم نہیں کیا۔ پس اگر یہ مال حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہوتا۔ اور ابو بکرؓ نے اہل بیت رسالت پر ظلم کرتے ہوئے اسے روک لیا تھا۔ تو جب حضرت علیؓ کو اقتدار ملا تو وہ تقسیم کر دیتے۔ یا حضرت علیؓ کے بعد آنے والے متولی حضرات ہی تقسیم کر دیتے۔ لیکن جب ان میں سے کسی نے تقسیم نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ اراضی ان حضرات کے نزدیک بھی صدقہ تھی ملکیت نہ تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | خلاصہ آیت وحدیث کا یہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے اس مال فیٔ کے حاصل کرنے میں کوئی مشقت نہیں اٹھائی بغیر قتال وجدال کے یہ مال اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ تو اب ان کی مرضی پر ہے۔ جس طرح اس میں تصرف فرمائیں۔ چنانچہ آپؐ نے اس کو غانمین پر تقسیم نہیں فرمایا۔ بلکہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ سوائے تین آدمیوں کے جو فقیر تھے۔ بنا بریں یہ آیت مجملہ ہے۔ جس کو دوسری آیت ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القرٰی سے بیان کر دیا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آیت اولیٰ تو اموال بنو النضیر کے ساتھ خاص ہے اور دوسری آیت ان اموال فیٔ کے بارے میں ہے۔ جو جمیع قریٰ سے حاصل ہوں۔ قاضی عیاضؒ نے صدقات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ ان احادیث کے اندر جو ذکر ہے وہ تین قسم کے حقوق ہیں ایک تو وہ جو آپؐ کو ھبہ کئے گئے دوسرے وہ جو بنی نضیر کے جلا وطن ہونے پر آپؐ کو مال فیٔ کا خاص طور پر حقدار قرار دیا گیا تیسرا آپؐ کا وہ حصہ جو خمس خیبر اور فدک وغیرہ سے آپؐ کو حاصل ہوا۔ جن میں اور کسی کا کوئی حق نہیں تھا۔

یہ سب خالص آپؐ کے مملوک تھے۔ جن کو آپؐ اہل و عیال کے نفقہ اور مصالح مسلمین پر خرچ کرتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی ملکیت ختم ہو گئی۔ اب وہ سب صدقہ ہیں۔ جس پر خود اہل بیت کا عمل بھی رہا ہے۔

جاٸرغاٸن کی تائید خود صحیح بخاری کتاب النفقات میں آ رہی ہے۔ جس کے الفاظ ہیں۔ وانتما حینئذ تزعمان ان ابابکر کذا وکذا واللہ یعلم انہ فیہا صادق الخ اور مسلم شریف میں اس سے زیادہ واضح الفاظ ہیں فرأیتماہ کاذباً اثماً غادراً خائناً واللہ یعلم انہ لصادق بار الخ۔ غلب علی عباسا علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ اور کرمانیؒ نے بھی یہی کہا ہے کہ حضرت علیؓ نے تصرف میں غلبہ حاصل کر لیا۔ یہ نہیں کہ محاصل ان کے ملک ہو گئے۔

لکان علی اولی بالتقسیم خطابی فرماتے ہیں کہ بعد ازاں حضرت عباسؓ غالب آ گئے اور ان کے دورِ خلافت میں وہی قابض رہے۔ تو ان روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ اور عباسؓ کا جھگڑا املاک میراث میں نہیں تھا۔ ورنہ جب خلافت ان کو ملی تھی تو وہ اسے اپنی جاگیر بنا لیتے۔ انہوں نے اس دور میں بھی اسے صدقہ قرار دیا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ عبداللہ بن حسن کے دور تک یہی حال رہا۔ البتہ بعد میں بنو عباس نے اس پر قبضہ مالکانہ کر لیا۔ اور حضرت علیؓ نے جو غلبہ حاصل کیا۔ تو وجہ یہ ہوئی۔ کہ حضرت عباسؓ خلافتِ عثمان میں اس تولیت سے اعراض کر لیا تھا۔ بعد میں ان کے خاندان میں تولیت رہی۔

حدیث نمبر ۳۶۳۳ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ اَنَّ فَاطِمَۃَ وَعَبَّاسَ اَتَیَا اَبَابَکْرٍؓ یَلْتَمِسَانِ مِیْرَاثَهُمَا اَرْضَهٗ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهٗ مِنْ خَیْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا یَاْکُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِیْ هٰذَا الْمَالِ وَاللّٰهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ دونوں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آ کر اپنی میراث طلب کرنے لگے۔ آپؐ کی زمین جو فدک میں سے تھی اور آپؐ کا جو حصہ خمس کا خیبر میں سے تھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ فرماتے تھے کہ ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

خاندان اس مال فئی میں سے کھاتا رہے گا۔ اللہ کی قسم! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری مجھے اپنی رشتہ داری سے زیادہ عزیز ہے کہ میں اس سے بہتر سلوک کروں۔

بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ

ترجمہ۔ کعب بن اشرف یہودی قرظی تھا۔ شاعری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔ اور ساٹھ آدمیوں کا وفد لے کر قریش مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی پر اکسانے کے لئے مکہ معظمہ گیا تھا۔ ایسے سازشی کا قتل کرنا عین صواب ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۳۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ ابْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ أَذَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ قَالَ وَأَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتّٰى نَنْظُرَ إِلٰى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ أَرٰى فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ نَعَمْ ارْهَنُونِي قَالُوا أَيَّ شَيْءٍ تُرِيدُ قَالَ ارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَجَاءَهُ لَيْلًا وَمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ أَيْنَ تَخْرُجُ هٰذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو

قَالَتْ اَسْمَعُ صَوْتًا كَاَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ اِنَّمَا هُوَ اَخِيْ مُحَمَّدُ بْنُ
مَسْلَمَةَ وَرَضِيْعِيْ اَبُوْ نَائِلَةَ اِنَّ الْكَرِيْمَ لَوْ دُعِيَ اِلٰى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَاَجَابَ
قَالَ وَيُدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ قِيْلَ لِسُفْيَانَ سَمَّاهُمْ
عَمْرٌو قَالَ سَمّٰى بَعْضَهُمْ قَالَ عَمْرٌو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو
اَبُوْ عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ وَالْحَارِثُ بْنُ اَوْسٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ عَمْرٌو وَجَاءَ مَعَهُ
بِرَجُلَيْنِ فَقَالَ اِذَا مَا جَاءَ فَاِنِّيْ قَائِلٌ بِشَعْرِهٖ فَاَشَمُّهُ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْنِيْ
اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَاْسِهٖ فَدُوْنَكُمْ فَاضْرِبُوْهُ وَقَالَ مَرَّةً ثُمَّ اُشِمُّكُمْ
فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيْحُ الطِّيْبِ فَقَالَ مَا رَاَيْتُ
كَالْيَوْمِ رِيْحًا اَيْ اَطْيَبَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَ عِنْدِيْ اَعْطَرُ نِسَاءِ
الْعَرَبِ وَاَكْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ عَمْرٌو فَقَالَ اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اَشُمَّ رَاْسَكَ قَالَ
نَعَمْ فَشَمَّهُ ثُمَّ اَشَمَّ اَصْحَابَهُ ثُمَّ قَالَ اَتَاْذَنُ لِيْ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ
مِنْهُ قَالَ دُوْنَكُمْ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کعب بن اشرف کے قتل کرنے کا کون ذمہ لیتا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت تکلیف پہنچائی ہے تو حضرت محمد بن مسلمہؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے اے اللہ کے رسول! اگر آپؐ کو پسند ہو تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں پسند ہے۔ تو اس نے کہا پھر مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں آپؐ کے بارے میں کچھ کہہ دوں۔ آپؐ نے فرمایا کہہ دو۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہؓ اس کعب بن اشرف کے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ اس آدمی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے چندے مانگ مانگ کر ہمیں تو تنگ کر دیا ہے۔ اب میں آپ کے پاس کچھ قرضہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے کہا واللہ! ابھی تو وہ تمہیں اور تنگ کرے گا۔ انہوں نے فرمایا۔ اب ہم کیا کریں۔ بے شک ہم لوگ آپؐ سے بیعت کر چکے ہیں یا پیروکاری کا عہد کر چکے ہیں۔ پس پسند نہیں کرتے کہ آپؐ کو چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ دیکھ لیں کہ آپؐ کے دین کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ آپ ہمیں ایک وسق یا دو وسق اناج قرضہ پہ دے دیں۔ (وسق ساٹھ صاع کا اور صاع چار سیر کا ہوتا ہے) یعنی

چھ من اناج ادھار دے دیں۔ سفیان فرماتے ہیں کہ عمرو نے ہمیں کئی مرتبہ حدیث سنائی۔ لیکن اس میں وسق یا دو وسق کا ذکر نہیں کیا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا وسق یا دو وسق کے الفاظ حدیث میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ یہ الفاظ وسق یا دو وسق کے موجود ہیں۔ تو کعب نے کہا کہ ہاں! لیکن کوئی چیز میرے پاس گروی رکھو۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کیا رکھنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا اپنی عورتیں گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا۔ عورتیں کیسے گروی رکھیں۔ حالانکہ آپ تو عرب کے خوب صورت ترین آدمی ہیں۔ عورتیں تو تجھ پر لٹو ہو جائیں گی۔ اس نے کہا کہ پھر اپنے بیٹوں کو گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا بیٹے کیسے گروی رکھیں۔ جب انہیں گالی ملے گی تو کہا جائے گا کہ تمہیں تو ایک وسق یا دو وسق کے بدلے گروی رکھا گیا۔ یہ تو ہمارے لئے شرم کی بات ہے۔ لیکن ہم آپ کے پاس زرہ گروی رکھتے ہیں۔ سفیان فرماتے ہیں کہ مقصد ہتھیار گروی رکھنا ہے۔ چنانچہ وہ اس سے واپس آنے کا وعدہ کر آئے۔ پھر رات کو اس کے پاس گئے۔ کہ ابونائلہ بھی اس کے ہمراہ تھا۔ وہ کعب بن اشرف کا رضاعی بھائی لگتا تھا۔ تو اس نے ان کو اپنے قلعہ کی طرف بلایا۔ اور ان کے لئے بالاخانہ سے نیچے اتر آیا۔ اس کی بیوی عقیلہ کاہنہ نے اس سے کہا بھی کہ اس وقت کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا۔ بس ایک تو محمد بن مسلمہ ہے اور دوسرا میرا رضاعی بھائی ابونائلہ ہے۔ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی فرماتے ہیں کہ اس دلہن نے یہ بھی کہا کہ میں تو ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے گویا کہ خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ اس نے کہا نہیں ایک تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ ہے اور دوسرا میرا دودھ پیتا بھائی ابونائلہ ہے۔ اگر کسی شریف آدمی کو رات کے وقت نیزہ زنی کی طرف بلایا جائے۔ تو اسے یہ دعوت قبول کر لینی چاہیئے۔ راوی کہتا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے ابونائلہ کے ہمراہ دو اور آدمی بھی اندر داخل کر لئے۔ سفیان سے پوچھا گیا۔ کیا عمرو نے ان کا نام لیا تھا۔ تو اس نے کہا کہ بعض کا نام لیا تھا۔ عمرو کی روایت میں ہے۔ جاء معہ برجلین فقال اذا ماجاء اور غیر عمرو نے کہا۔ کہ وہ آدمی ابوعبس بن جبر اور حارث بن اوس اور عباد بن بشر تھے۔ اور عمرو کی عبارت ہے کہ جاء معہ برجلین تو اس نے کہا جب کعب آجائے تو میں اس کے بالوں کو پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب مجھے دیکھو کہ میں نے اس کے سر کو خوب قابو کر لیا ہے۔ تو تم اس کو پکڑ کر تلواریں مار مار کے ختم کر دینا۔ اور کبھی یوں کہتا تھا۔ کہ میں تمہیں بھی سونگھواؤں گا۔ بہر حال کعب ان کی طرف بالاخانہ سے نیچے اترا کہ کپڑے یا تلوار کو گلے کا ہار بنایا ہوا تھا۔ کہ اس سے خوشبو مہک رہی تھی تو حضرت محمد بن مسلمہ رض

نے کہا کہ آج کے دن کی طرح تو میں نے کوئی عمدہ خوشبو نہیں دیکھی۔ اور غیر عمرو کا بیان ہے۔ کہ اس نے کہا میرے پاس وہ عورت ہے جو عرب کے سردار اور عرب کے کامل ترین آدمی سے زیادہ خوشبو اور عطر استعمال کرنے والی ہے۔ عمرو کا کہنا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے پوچھا کہ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں تمہارے سر کی خوشبو سونگھ لوں۔ اس نے کہا ہاں سونگھ لو۔ تو انہوں نے خود بھی سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھوایا۔ پھر دوسری دفعہ کہا کہ یہ تو بہتر خوشبو ہے۔ کیا اب بھی سونگھنے کی اجازت ہے اس نے کہا ہاں۔ تو جب انہوں نے پوری طرح گرفت میں لے لیا۔ تو کہا کہ پکڑ لو۔ پس انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ بعد ازاں وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس سارے واقعہ کی اطلاع دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کعب بن اشرف بنو النضیر سے بطور موالات کے تھا۔ اس کا باپ اشرف بنو نبھان میں سے تھا۔ اشرف نے کسی آدمی کو قتل کیا تھا۔ تو وہاں سے بھاگ کر مدینہ منورہ میں بنو النضیر کا حلیف بن گیا۔ تجارت شروع کی جس سے اسے بہت نفع ہوا۔ بنو عتیق کی لڑکی سے شادی رچائی۔ اس سے کعب پیدا ہوا۔ جو ماں باپ کی عزت کی وجہ سے عزت والا بن گیا۔ یہ شاعر بھی تھا عمدہ قصائد لکھا کرتا تھا۔ جب جنگ بدر ختم ہوگئی تو اس کی ایذا رسانی اور بھی زیادہ ہوگئی۔ تشبیب کے اشعار میں صحابہ کرام کی عورتوں کے بارے میں بدگوئی کرتا تھا۔ قریش کو عار دلاتا تھا کہ تم سے کچھ نہ ہو سکا۔ اور ساٹھ آدمیوں کا وفد لے جا کر مکہ معظمہ میں قریش سے حلف لے کر انہیں مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ مال و اسباب اور تعاون کا یقین دلایا۔ وہاں سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ کہ جب آپؐ مکان کے اندر تشریف لے آئیں۔ تو سب لوگ یکبارگی حملہ کر کے آپؐ کو شہید کر دیں۔ آپ اپنی وسعت اخلاق اور تالیفِ قلوب کے لئے تشریف لائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ان یہودیوں کی سب کارروائی سے آپؐ کو مطلع کر دیا۔ اور آپؐ کو اپنے پروں میں چھپا کر لے آئے۔ یہود کو خبر نہ ہو سکی بہرحال آپ نے واپس آکر یہ الفاظ فرمائے۔ کہ اس کی ایذا رسانی کی حد ہو گئی ہے۔ اب ان امور مذکورہ بالا میں سے ایک ایک امر ایسا ہے جو قتل کا موجب بن سکتا ہے۔ محمد بن مسلمہؓ کعب بن اشرف کے بھانجے لگتے تھے۔ ہجو کے اشعار میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ اگر وہ اشعار آپؐ تک پہنچ جاتے تو آپؐ کو سخت تکلیف ہوتی۔ اس لئے پیشگی آپؐ سے اجازت طلب کر لی۔ آپؐ نے اجازت دے دی۔

استسلفت سلف سے ماخوذ ہے۔ بیع سلم یا قرض مانگنا دونوں معنی صحیح ہیں۔ لتملنہ ملول سے ماخوذ ہے۔ اکتا جانا۔ وسق ساٹھ صاع کا اور صاع چار مد کا اور ایک مد دو رطل کا اور ایک رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے۔ ارھنونی گروی رکھنا۔ لامہ دراصل زرہ کو کہتے ہیں۔ لیکن اس جگہ عام آلات حرب مراد ہیں۔ اس طرح آنے میں حکمت یہ تھی کہ رہن کے مال پہنچانے کی صورت میں رکاوٹ کوئی نہیں ہوگی۔ اسمع صوتاً کعب بن اشرف نے ابھی تازہ شادی کی تھی اور عرب میں شادی کے موقعہ پر عطر کا استعمال بہت زیادہ ہوتا تھا۔ اس کی بیوی نے اسے بہت عطر لگایا۔ کیونکہ یہ مالدار تھا۔ سوڈان اور یمن سے عطر مشک وعنبر بکثرت منگایا کرتا تھا۔ جب یہ نکلنے لگا تو اس کی بیوی نے فراست یا کہانت سے عداوت کی آواز پہچان لی۔ وہ آڑے آئی تو اس نے کہا کہ ایک میرا بھانجا ہے دوسرا رضاعی بھائی ہے ان سے کیا خوف وخطر ہوسکتا ہے۔ آواز سے پہچان لینا یہ ذکاوت کی دلیل ہے۔

قائلے لفظ قول افعال عامہ میں سے ہے۔ اس جگہ آخذ کے معنی میں ہے۔ نفح کے معنی لپیٹ مارنا۔ مہکنا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ

وھو ابو کعب بن الرضاعۃ ص۵۷۶ / ۲۴ محمد بن مسلمہؓ بھی اس کا رضاعی بھائی تھا۔ اس لئے جن روایات میں اخی محمد بن مسلمہ آیا ہے۔ اس سے منافات لازم نہ آئے گی۔ ویسے رشتہ میں بھانجا بھی لگتا تھا۔

کانہ یقطر منہ الدم شاید وہ دلہن کاہنہ نجومی تھی۔ جنات وغیرہ کے جوڑ سے تو کاہنوں کی قوت خیالیہ کو تقویت ملتی ہے۔ بنابریں ان کا گمان خطا نہیں جاتا۔ اگر وہ کاہنہ نہیں تھی تو بھی احتمال ہے کہ اس نے فراست سے سمجھ لیا ہو۔ جس کے کئی مراتب ہیں۔ بعض کو ایسی مہارت ہوتی ہے کہ وہ ایک بات کو سمجھ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ دوسرے کی سمجھ نہیں پہنچ سکتی۔ عرب کے فال نکالنے والے لوگ اسی قبیلہ سے تھے۔ کہ محض پرندہ کی آواز سے وہ بات سمجھ لیتے تھے۔ جو دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا۔

لو دعی الی طعنتہ الخ یہ عذر نزول میں ترقی ہے۔ کہ اگر کسی شریف آدمی کو رات کے وقت ہلاکت کی طرف بلایا جائے تو اسے چلا جانا چاہیئے۔ اب میں کیسے رک سکتا ہوں۔ جبکہ انہوں نے مجھے ایک ضروری کام کے لئے بلایا ہے۔ اور وہ ضرورت بھی میری ہے۔ کہ رہن کا سامان لے آئے ہیں۔ رات کو آنے کا فیصلہ اس لئے کیا گیا۔ تاکہ کسی کو قرض لینے کی اطلاع نہ ہوسکے۔ اگر یہ لین دین کے وقت ہوتا تو پھر یہ

ممکن نہیں تھا۔ دوسرے آدمی ساتھ اس لئے کرلئے تاکہ وہ اناج کا بوجھ اٹھانے میں مدد دیں۔
ہر جلین میں زیادہ کی نفی نہیں ہے۔ تو اب پانچ آدمی ہوگئے۔

تشریح از شیخ زکریا ابو نائلہ کے متعلق کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کعب کا ندیم تھا۔ اکٹھے شراب پیتے تھے۔ اسی لئے اس کا میلان اس کی طرف تھا۔

کانت تکھن حافظؒ نے کلبی سے نقل کیا ہے کہ وہ عورت اسے چمٹ گئی۔ اور کہنے لگی کہ ٹھہر جاؤ میں اس آواز کے ساتھ خون کی سرخی دیکھ رہی ہوں۔ کہانت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں عرب ہر اس شخص کو کاہن کہتے تھے جو کسی چیز کے واقع ہونے سے قبل اس کی اطلاع دے دے۔ بعض میں جنات سے مدد حاصل کرتے تھے۔ بعض ظن اور تخمین سے کام لیتے تھے۔ اور کبھی تجربہ اور عادت کی بنا پر بات کرتے تھے۔

ھذا اترق منہ یعنی اگر وہاں کوئی لڑائی جھگڑا ہوا تو میں اس کے لائق ہوں۔ مواہب میں ہے کہ یہ پانچوں قبیلہ اوس کے آدمی تھے۔

بَابُ قَتْلِ اَبِىْ رَافِعٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى الْحَقِيْقِ

وَيُقَالُ سَلَّامُ بْنُ اَبِى الْحَقِيْقِ كَانَ بِخَيْبَرَ وَيُقَالُ فِىْ حِصْنٍ لَّهٗ بِاَرْضِ الْحِجَازِ وَقَالَ الزُّهْرِىُّ هُوَ بَعْدَ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ۔

ترجمہ۔ ابو رافع عبداللہ بن ابی الحقیق یہودی کا قتل ہونا۔ جسے سلام بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا تھا۔ وہ خیبر میں رہتا تھا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ حجاز کی سرزمین میں اس کا ایک قلعہ تھا۔
امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ قتل کعب بن الاشرف کے قتل کے بعد ہوا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۵ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا اِلٰى اَبِىْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهٗ لَيْلًا وَّهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع یہودی کے قتل کرنے کے لئے ایک جماعت بھیجی تو حضرت عبداللہ بن عتیکؓ رات کے وقت جب کہ

وہ سویا ہوا تھا۔ اس کے گھر میں گھس گئے۔ بس اسے قتل کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۶۲۳ حدثنا یوسف بن موسیٰ الخ عن البراء قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی رافع الیہودی رجالا من الانصار فامر علیہم عبد اللہ بن عتیک وکان ابو رافع یوذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویعین علیہ وکان فی حصن لہ بارض الحجاز فلما دنوا منہ وقد غربت الشمس وراح الناس بسرحہم فقال عبد اللہ لاصحابہ اجلسوا مکانکم فانی منطلق ومتلطف للبواب لعلی ان ادخل فاقبل حتی دنا من الباب ثم تقنع بثوبہ کانہ یقضی حاجۃ وقد دخل الناس فہتف بہ البواب یا عبد اللہ ان کنت ترید ان تدخل فادخل فانی ارید ان اغلق الباب فدخلت فکمنت فلما دخل الناس اغلق الباب ثم علق الاغالیق علی ود قال فقمت الی الاقالید فاخذتہا ففتحت الباب وکان ابو رافع یسمر عندہ وکان فی علالی لہ فلما ذہب عنہ اہل سمرہ صعدت الیہ فجعلت کلما فتحت بابا اغلقت علی من داخل فقلت ان القوم لو نذروا بی لم یخلصوا الی حتی اقتلہ فانتہیت الیہ فاذا ھو فی بیت مظلم وسط عیالہ لا ادری این ھو من البیت فقلت یا ابا رافع قال من ھذا فاھویت نحو الصوت فاضربہ ضربۃ بالسیف وانا دہش فما اغنیت شیئا وصاح فخرجت من البیت فامکث غیر بعید ثم دخلت الیہ فقلت ما ھذا الصوت یا ابا رافع فقال لامک الویل ان رجلا فی البیت ضربنی قبل بالسیف قال فاضربہ ضربۃ اثخنتہ ولم اقتلہ ثم وضعت ظبۃ السیف فی بطنہ حتی اخذ فی ظہرہ فعرفت انی قتلتہ فجعلت افتح الابواب بابا بابا حتی انتہیت الی درجۃ لہ فوضعت رجلی وانا اری انی قد انتہیت الی الارض فوقعت فی لیلۃ مقمرۃ فانکسرت ساقی فعصبتہا بعمامۃ ثم انطلقت حتی جلست علی الباب فقلت لا اخرج اللیلۃ حتی اعلم

اَقْتُلُهُ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيكُ قَامَ النَّاعِي عَلَى السُّورِ فَقَالَ اَنْعِي اَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ اَهْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ اِلَى اَصْحَابِي فَقُلْتُ النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ اَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّهَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع یہودی کے قتل کرنے کے لئے انصار کے کچھ آدمی بھیجے۔ جن پہ امیر حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کو مقرر فرمایا۔ ابورافع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اور آپؐ کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا۔ اور ان کی امداد کرتا تھا۔ اور وہ حجاز کی سرزمین میں ایک قلعہ میں رہتا تھا۔ جب یہ حضرات اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ اور لوگ اپنے مال مویشی واپس گھروں کو لا رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اپنی اس جگہ پہ بیٹھ جاؤ۔ میں جاتا ہوں اور دربان سے کوئی حیلہ سازی کرتے ہوئے شاید میں اندر داخل ہو جاؤں۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ پھر اپنے سر پہ کپڑا ڈال دیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ قضاء حاجت کر رہا ہے۔ جب کہ لوگ داخل ہو چکے تھے۔ دربان نے ان کو آواز دی۔ کہ اے اللہ کے بندے! اگر تو نے اندر داخل ہونا ہے جلدی آ کر داخل ہو جاؤ۔ میں دروازے کو بند کرنے لگا ہوں۔ چنانچہ میں اندر داخل ہو کر کہیں چھپ گیا۔ جب سب لوگ داخل ہو چکے تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور چابیاں ایک کھونٹی پہ لٹکا دیں۔ میں اٹھا چابیاں لے کر دروازہ کھول لیا۔ ابورافع کے پاس قصہ گوئی ہو رہی تھی۔ وہ اپنے ایک بالاخانہ میں تھا۔ جب قصہ گو چلے گئے تو میں اوپر چڑھ گیا۔ جب میں کوئی دروازہ کھولتا تھا۔ تو اس کو اندر سے بند کر دیتا تھا۔ خیال یہ تھا کہ اگر قوم کو میرا علم ہو بھی گیا۔ تو اس وقت تک میرے پاس نہیں پہنچ سکیں گے۔ یہاں تک کہ میں اسے قتل کر لوں گا۔ چنانچہ جب میں ابورافع کے پاس پہنچا۔ تو وہ ایک تاریک گھر میں اپنے اہل و عیال کے درمیان میں سویا ہوا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ گھر کے کس گوشہ میں سویا ہوا ہے۔ میں نے آواز دی۔ اے ابورافع۔ وہ بولا کون ہے۔ میں نے اس آواز کی طرف قصد کیا۔ اور اس پہ تلوار کا ایسا وار کیا۔ کہ مجھے پریشانی تھی۔ کہ میں اپنا پورا کام نہیں کر سکا۔ اور اس نے آواز کی تو میں گھر سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر

ٹھہرنے کے بعد میں پھر اس کے پاس گھر میں داخل ہوا۔ میں نے پوچھا۔ اے ابورافع! یہ کیسی آواز تھی۔ وہ بولا! تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو۔ میرے گھر کے اندر ابھی کسی نے مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے۔ تو صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا بھرپور وار کیا کہ وہ گھائل ہو گیا۔ اور قتل نہ ہوا۔ تو میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھی۔ یہاں تک کہ وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ جس سے مجھے محسوس ہوا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ پس میں ایک ایک کمرے کے دروازے کھولنے لگا۔ یہاں تک کہ میں اس کی ایک سیڑھی تک پہنچ گیا۔ میں نے جو اس پر پاؤں رکھا میرا خیال تھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں۔ تو چاندنی رات میں میں اس سے گر پڑا۔ جس سے میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ جس کو میں نے پگڑی سے باندھ لیا۔ پھر چلتے چلتے باہر کے دروازہ تک پہنچ کر وہاں بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں کہا۔ آج تک میں اس وقت باہر نہیں نکلوں گا جب تک یقین نہ ہو جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ پس جب مرغ نے بانگ دی تو موت کی اطلاع دینے والا فصیل پر چڑھا اور کہنے لگا۔ کہ حجاز والوں کے تاجر ابورافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں۔ تو میں اپنے ساتھیوں کے پاس چل کر پہنچا ان سے کہا جلدی جلدی بچ نکلو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کروا دیا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنی لات لمبی کر لی۔ آپؐ نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ پس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی اس کو کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچی۔

حدیث نمبر ۳۷۶۳ حدثنا احمد بن عثمان الخ سمعت البراءؓ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی رافع عبد اللہ بن عتیکؓ و عبد اللہ بن عتبۃ فی ناس معہم فانطلقوا حتی دنوا من الحصن فقال لہم عبد اللہ بن عتیک امکثوا انتم حتی انطلق انا فانظر قال فتلطفت ان ادخل الحصن ففقدوا حمارا لہم قال فخرجوا بقبس یطلبونہ قال فخشیت ان اعرف قال فغطیت راسی کانی اقضی حاجۃ ثم نادی صاحب الباب من اراد ان یدخل فلیدخل قبل ان اغلقہ فدخلت ثم اختبات فی مربط حمار عند باب الحصن فتعشوا عند ابی رافع وتحدثوا حتی ذہبت

ساعة من الليل ثم رجعوا الى بيوتهم فلما هدأت الاصوات ولا اسمع
حركة خرجت قال ورأيت صاحب الباب حيث وضع مفتاح الحصن في كوة
فاخذته ففتحت به باب الحصن قال قلت ان نذر بي القوم انطلقت على مهل
ثم عمدت الى ابواب بيوتهم فغلقتها عليهم من ظاهر ثم صعدت الى
ابي رافع في سلم فاذا البيت مظلم قد طفئ سراجه فلم ادر اين الرجل
فقلت يا ابا رافع قال من هذا قال فعمدت نحو الصوت فاضربه وصاح
فلم تغن شيئا قال ثم جئت كاني اغيثه فقلت ما لك يا ابا رافع وغيرت
صوتي فقال الا اعجبك لامك الويل دخل علي رجل فضربني بالسيف
قال فعمدت له ايضا فاضربه اخرى فلم تغن شيئا فصاح وقام
اهله قال ثم جئت وغيرت صوتي كهيئة المغيث فاذا هو مستلق على
ظهره فاضع السيف في بطنه ثم انكفئ عليه حتى سمعت صوت العظم ثم
خرجت دهشا حتى اتيت السلم اريد ان انزل فاسقط منه فانخلعت
رجلي فعصبتها ثم اتيت اصحابي احجل فقلت انطلقوا فبشروا رسول الله
صلى الله عليه وسلم فاني لا ابرح حتى اسمع الناعية فلما كان في
وجه الصبح صعد الناعية فقال انعى ابا رافع قال فقمت امشي ما بي
قلبة فادركت اصحابي قبل ان ياتوا النبي صلى الله عليه وسلم فبشرته۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع کی طرف
حضرت عبد اللہ بن عتیکؓ اور عبد اللہ بن عتبہؓ اور ان کے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ یہ لوگ
چلتے چلتے جب قلعہ کے قریب پہنچے تو حضرت عبد اللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ تم لوگ
یہاں ٹھہرو میں جاکر دیکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں قلعہ کے اندر داخل ہونے کا حیلہ سوچ رہا تھا۔
کہ ان لوگوں نے ایک گدھا گم پایا۔ جس کو تلاش کرنے کے لئے ایک بتی لے کر نکلے۔ مجھے خطرہ لاحق
ہوا کہ کہیں پہچانا نہ جاؤں۔ تو میں نے اپنا سر اور پاؤں ڈھانپ لئے اور میں اس طرح بیٹھ گیا۔ کہ
قضائے حاجت کر رہا ہوں۔ پھر دربان پکارا کہ جس نے داخل ہونا ہو وہ جلدی میرے دروازے

بند کرنے سے پہلے داخل ہو جائے۔ تو میں بھی اندر گھس گیا۔ اور قلعہ کے دروازے کے پاس جو گدھوں
کے باندھنے کا اصطبل تھا اس میں چھپ گیا۔ درباریوں نے ابو رافع کے پاس شام کا کھانا کھایا۔
اور باتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ رات کا کافی حصّہ گزر گیا۔ درباری اپنے اپنے گھروں کو واپس
لوٹے۔ جب آوازیں ٹھہر گئیں اور میں کسی کی نقل و حرکت کی آوازیں نہیں سنتا تھا۔ تو وہاں سے نکلا۔
فرماتے ہیں کہ میں نے دربان کو قلعہ کی چابیاں ایک طاقچہ میں رکھتے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ میں نے چابی
لی۔ جس سے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اگر ان لوگوں کو میرا علم ہو گیا تو مہلت
پاکر میں چلا جاؤں گا۔ پھر میں نے ان درباریوں کے گھروں کے دروازوں کا قصد کیا۔ اور باہر سے
میں نے ان پہ دروازے بند کر دیئے۔ پھر ابو رافع کی طرف ایک سیڑھی کے لئے اوپر چڑھ گیا۔ کیا
دیکھتا ہوں کہ گھر میں اندھیرا ہے۔ اس کا چراغ بجھا دیا گیا ہے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ آدمی کہاں
ہے۔ میں نے ابو رافع کہہ کر آواز دی۔ اس نے پوچھا کون ہے۔ میں نے آواز کی طرف توجہ کر کے
تلوار کا وار کیا۔ وہ چیخا معلوم ہوا کہ اس وار نے کام پورا نہیں کیا۔ پھر میں آیا۔ گویا کہ میں اس کی
مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا ابو رافع کیا ہوا۔ جب کہ میں نے آواز میں تبدیلی کر لی تھی۔ وہ بولا
تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو۔ کیا تمہیں تعجب نہ دلاؤں۔ کہ کوئی آدمی اندر گھس آیا اور اس نے مجھ
پر تلوار سے وار کیا۔ تو یہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر دوسری دفعہ اس کا قصد کیا۔ اور دوسرا بھرپور
وار کیا۔ لیکن اس نے بھی کام پورا نہ دیا۔ پھر وہ چیخا اور اس کے گھر والے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر میں
نے واپس آکر آواز میں تبدیلی کی۔ جیسے کسی فریاد کو پہنچنے والے کی حالت ہوتی ہے۔ دیکھا کہ وہ پیٹھ کے
بل لیٹا ہوا ہے۔ میں نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھ کر اس پہ زور دیتے ہوئے حرکت دی۔ یہاں تک
کہ میں نے ہڈی کے ٹوٹنے کی آواز سنی۔ پھر وہاں سے پریشان ہو کر نکلا۔ یہاں تک کہ سیڑھی تک پہنچ
گیا۔ میں اس سے نیچے اترنا چاہتا تھا۔ کہ اس سے گر پڑا۔ جس سے میرے پاؤں کو موچ آگئی۔ جس
پر میں نے پٹی باندھ لی۔ پھر لنگڑاتا ہوا میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ میں نے ان سے کہا۔ چلو اور
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دو۔ اور میں اس وقت تک یہاں رہوں گا جب تک
کہ موت کی خبر دینے والے کی آواز نہ سن لوں۔ چنانچہ جب صبح صادق کا وقت ہوا تو موت کی خبر
دینے والی فصیل پہ چڑھ کر ندا دی کہ میں ابو رافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں۔ میں اٹھ کر چلنے لگا۔

جب کہ مجھے درد اور پریشانی تھی۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے میں اپنے ساتھیوں سے آملا۔ پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سنائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ محمد بن مسلمہؓ اور ابو نائلہ بلکہ پانچوں افراد کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ جب ان لوگوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ تو خزرج والوں کو خیال آیا۔ کہ یہ فضیلت تو اوس والے لے گئے۔ اب یہ جگہ جگہ گاتے پھریں گے۔ لہذا ہم بھی کسی ایسے دشمن کو قتل کریں جو کعب بن اشرف کے پائے کا ہو۔ تاکہ میدان مفاخرت میں اوس بڑھ نہ جائیں۔ تو انہوں نے سلام بن ابی الحقیق کے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یعنی علیہ کہا جاتا ہے۔ غزوہ خندق کے برپا کرنے میں ابورافع نے اہم کردار ادا کیا۔ مخالفین کو بہت سا ساز و سامان دیا۔ سرح بمعنی مویشی۔ متلطف نرمی اور سہولت سے حیلہ کرنے والا۔ حتی دنا من الباب روایت میں اختصار ہے۔ کہ جب قلعہ کے لوگ اندر گئے تو ان کا ایک گدھا باہر رہ گیا تھا۔ جس کی تلاش کے لئے دروازہ دوبارہ کھولا گیا۔ بتی ان کے پاس تھی۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ پہچانے جانے کے خوف سے چھپ کر بیٹھ گئے۔ دربان نے سمجھا کہ قلعہ کا آدمی پیشاب کر رہا ہے۔ تو اس نے ان کو پکارا۔ تو یہ بھی منہ لپیٹے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ ھتف آواز دینا۔ اغالیق جمع اغلوق کی کنجیاں دستہ لکڑی کی کھونٹی۔ لوہے کی کھونٹی کو مسمار کہتے ہیں۔ سمر عندہ درحقیقت سمر قصہ گوئی کو کہتے ہیں۔ بادشاہوں اور سرداروں کے پاس داستان گو آکر کہانیاں سناتے تھے۔ جس سے تفریح مقصود ہوتی تھی۔ علالی جمع علیۃ کی بمعنی بالاخانہ۔ قلت ای فی نفسی نذروابی ای دعلموا۔

وانا دھش اور لکل داخل دھشۃ مقولہ مشہور ہے یہ پریشان تھے۔ فاضربہ مضارع ہے جس سے مقصد حکایت حال ماضیہ ہے۔ جیسے نجوت واذھنم مالکا۔ ھو الذی یرسل الریاح اصل میں ارسل الریاح تھا۔ اس صورت میں ماضی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔

ما اغنیت شیئا یعنی میں نے کوئی کامیابی کا کام نہ کیا۔ لامک الویل یہ جملہ بددعا کے لئے ہے۔ جو تعجب کے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔ ضبیب تلوار کی نوک۔ اثخن زخمی کرنا۔ صاح الدیک۔ عرب میں مرغا آدھی رات کو بولتا ہے۔ فمسحہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پھیرنے سے چورہ چورہ ہڈی درست ہو کر جڑ گئی۔ دوسری روایت میں توضیح زیادہ ہے۔ تعشوا یعنی شام کا

کھانا کھایا۔ کوّۃ دیوار میں جو سوراخ ہوتا ہے کبھی تو وہ آر پار ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جو آر پار نہ ہو اسے کوّۃ کہتے ہیں۔ پہلی روایت میں وتد کا ذکر تھا۔ تو ان میں منافات نہیں بڑے طاقچے میں کھونٹی تھی۔ اس پر چابیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ اعجل بٹیڑی کو عجل کہتے ہیں۔ کہ بٹیڑی لگے ہوئے شخص کی طرح چلتا تھا۔ اور کبک رفتار کو بھی اجل کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قتل ابی رافع بنی النضیر کے جلاوطن کرنے سے پہلے حوالی مدینہ میں تھا۔ اور جب آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جلاوطن کر دیا تو یہ ابو رافع خیبر میں جا کر مقیم ہوا۔ تو اس صورت میں دونوں قول صحیح ہو گئے۔ منافات نہ رہی۔ اگر مؤمن کا مقصد قتل کے وقت حوالی مدینہ میں رہنا مقصود ہو۔ تو پھر اختلاف ہے۔ جمع کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ بلکہ دوسرے قول کی صحت کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے دونوں اقوال کو جمع کرنے کی توجیہ بیان فرمائی ہے۔ جس کی طرف شراح میں سے کسی نے بھی تعرض نہیں کیا۔ بات یہ ہے کہ ابن سعد نے بیان کیا ہے۔ کہ سریہ عبداللہ بن عتیکؓ رمضان ۶ھ میں روانہ ہوا۔ جب کہ بنو خزرج نے آپؐ سے ابو رافع کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ تاکہ بنو اوس ان پر فخر نہ کر سکیں۔ امام بخاریؒ نے اسے قتل کعب بن الاشرف کے بعد ذکر کیا ہے۔ تو امام زہریؒ کے قول کے مطابق یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ۳ھ کا ہے۔ بہرحال بنو نضیر کے جلاوطن ہونے کے بعد کچھ سردار لوگ اپنا مال و اسباب لے کر خیبر پہنچ گئے۔ ان میں حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق بھی تھے۔ پہلے ان کا قیام حوالی مدینہ میں تھا۔ تو قتل کے وقت ابو رافع کا خیبر میں ہونا مجمع علیہ ہے۔ اور حافظؒ نے یہ توجیہ کی ہے کہ ابو رافع خیبر کے جس قلعہ میں رہتا تھا۔ وہ ارض حجاز کے قریب تھا۔ تو کان فی حصن له بارض الحجاز کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ پہلے وہ حجاز میں رہ کر ایذا رسانی کرتا تھا۔ قتل کے وقت خیبر کے قلعہ میں تھا۔ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں کہ فی حصن له توضیح ہے۔ ممکن ہے۔ اس کا ایک رہائشی مکان خیبر میں ہو اور دوسرا حجاز میں ہو تو اب دونوں قول صحیح ہو جائیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فغلقتها علیهم من ظاهر ص۵۷۸ من ظاهر یہ ان مقیمین کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ جب وہ نکلیں گے تو دروازوں کا اندر کا حصہ ان کے سامنے ظاہر ہو گا۔ ان بند کرنے والے کی بنسبت ظاہر نہیں ہو گا۔ بلکہ ان کی بنسبت داخل اور باطن ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بات یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں تعارض ہوگیا۔ کہ ابواسحاق کی پہلی روایت میں ہے۔ اغلقت علی من داخل اور دوسری میں ہے۔ غلقتھا علیھم من ظاھر شیخ کے رفع تعارض کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ کہ دونوں حدیثوں میں دروازے تو ایک ہیں۔ ان کا داخلی سے بند کرنا۔ بند کرنے والے کے اعتبار سے ہے۔ اور ظاہر ہونا خارجین کے اعتبار سے ہے۔ لیکن میرے نزدیک پہلی اور دوسری حدیث میں ابواب الگ الگ ہیں۔ کیونکہ دوسری حدیث میں خدام مقیمین فی الحصن کے گھروں کے دروازے مراد ہیں۔ جن کو حضرت عبداللہؓ نے اولاً ظاہر سے بند کردیا۔ تاکہ ان کا نکلنا ممکن نہ ہو جب کہ وہ شور وشغب کی آواز سنیں۔ اور پہلی حدیث میں ابواب سے وہ دروازے مراد ہیں جن سے وہ بالاخانہ تک پہنچے۔ جن کو وہ اندر سے بند کرتے گئے۔ بنابریں پہلی حدیث میں ہے۔ صعدت الیہ۔ تو دوسری حدیث میں دروازوں کا بند کرنا۔ اوپر چڑھنے سے پہلے ہے۔ اور پہلی حدیث میں بالاخانہ پر چڑھنے کے بعد ہے۔ لہٰذا یہ توجیہ بہتر ہوگی۔

تشریح از قاسمی علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ان دونوں سرداروں کے قتل سے ثابت ہوا۔ کہ مشرکین کے حال کا تجسس جائز ہے۔ ان کو بے عزت کرنا صحیح ہے اور جب ان کی ایذارسانی حد سے تجاوز کر جائے۔ تو ان کو اچانک قتل کرنا جائز ہے۔ اور جب دعوت اسلام پہنچ چکی ہو۔ تو قبل از قتل دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب کافر مشرک کا کفر پر اصرار و ہمیشگی واضح ہو جائے تو سوتے وقت قتل کرنا روا ہے۔ اور اس کا علم وحی یا قرائن قویہ سے ہوسکتا ہے۔ قبیلہ خزرج کے حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کے ہمراہی معوذ بن سنان۔ عبداللہ بن انیس۔ ابوقتادہ اور خزاعی بن الاسود تھے۔ نیز پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو کوئی شکایت نہ رہی۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ درد و اضطراب تھا تو جمع کی یہ صورت ہوگی۔ کہ اس کا کچھ اثر باقی رہ گیا۔ یا پہلی حالت عود کر آئی۔

بَابُ غَزْوَةِ اُحُدٍ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ وَقَوْلِهٖ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا. الْاٰيَةَ۔

ترجمہ۔ غزوہ اُحد کے بارے میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ جب کہ آپ صبح کے وقت گھر سے نکلے کہ مؤمنوں کو لڑائی کی جگہوں پر ٹھہرا رہے تھے۔ اللہ تعالےٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کا ذکر بلند ہے برتر ہے۔ فرماتے ہیں سُست نہ پڑو۔ گھبراؤ نہیں تم ہی بلند رہو گے اگر تم مؤمن رہے۔ اگر تمہیں اُحد میں زخم پہنچا ہے تو اُنہیں بھی بدر میں زخم پہنچ چکا ہے۔ یہ دن تو لوگوں کے درمیان الٹ پلٹ ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ ھزیمت اس لئے ہوئی کہ اللہ تعالےٰ جاننا چاہتے تھے۔ کہ تم میں سے ایمان اور یقین رکھنے والا کون ہے۔ اور تاکہ تم میں سے بعض کو شہادت کا مقام ملے۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ ظالموں مشرکوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اس لئے بھی تاکہ اللہ تعالےٰ ایمان والوں کو گناہوں سے پاک کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔ اور کیا تم نے گمان کر لیا کہ جنّت میں گھس جاؤ گے۔

اور اللہ تعالیٰ دنیا کو نہیں دکھائے گا کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور کون صبر کرنے والے ہیں۔ اب گھبراتے کیوں ہو اس مڈبھیڑ سے پہلے تو تم موت کی آرزو کرتے تھے۔ اب تم نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا۔ تو اب گھبراہٹ اور فریاد کیسی۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ سچا کر دیا۔ جب کہ تم اللہ کے حکم سے ان کی بیخ کنی کرنے کے لئے قتل کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ جب تم بزدل ہو گئے اور تیر اندازوں کے معاملہ میں جھگڑنے لگے۔ اور اپنی پسندیدہ چیز فتح مندی دیکھنے کے بعد تم نے ہمارے رسول کی نافرمانی کی کہ مرکز کو چھوڑ دیا۔ بات یہ ہے کہ کچھ لوگ تو تم میں دنیا چاہتے تھے۔ اور کچھ آخرت کے طلب گار تھے۔ پھر تمہاری آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ تم کو ان سے پھیر دیا، ورنہ وہ تمہیں کچلنا چاہتے تھے۔ رب نے تمہارا غلبہ کرا دیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں معافی دے دی۔ اور اللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کر دیئے جائیں انہیں مردہ گمان مت کرو۔

حدیث نمبر ۳۶۳۸ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ هٰذَا جِبْرِيْلُ اٰخِذٌ بِرَاسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں فرمایا۔ یہ جبرائیل ہے جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوتے ہیں۔ اور اس پر لڑائی کے ہتھیار ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ کی جانب شمال مشرق پر واقع ہے۔ سامنے نظر آتا ہے۔ اور مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں شوال کی گیارہ، نو، یا آٹھ تاریخ ۳ھ میں لڑائی ہوئی۔ اس کا بڑا سبب مشرکین مکہ کا بدر میں ناکام ہونا ہے۔ ان کے دل میں انتہائی دشمنی بھر گئی تھی۔ پہلے بھی ان کی دشمنی کچھ کم نہ تھی۔ لیکن غزوۂ بدر میں جو ان کی شوکت کو بٹا لگا۔ تو اس سے عداوت کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ چنانچہ انہوں نے تین ہزار کا لشکر لے کر حملہ آور ہوئے۔ جبل اُحد کے سامنے سبخ کے شور میں میدان میں اترے۔ مدینہ منورہ کی جانب شرقی غربی اور جنوبی لابتین یعنی سنگلاخ زمین ہے۔ جس میں اونٹوں کا دوڑنا مشکل ہوتا ہے۔

اور ایسی جگہیں بھی ہیں جن میں باغات لگائے جاتے ہیں۔ چونکہ شمالی جانب پہاڑ نہیں ہیں۔ مدینہ کو آنے والے راستے اسی جانب ہیں۔ اس لئے ان کی فوج یہاں فروکش ہوگئی۔ لابتین کے درمیان والی زمین کا پانی میٹھا ہوتا ہے اور شمالی جانب کی شوریدہ زمین کا پانی کھاری ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ایک خواب دیکھا کہ گائے ذبح کی جارہی ہے۔ جس پر ایک آدمی نے کہا واللہ خیر! اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ ذوالفقار تلوار آپؐ کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی اور پھر لوٹ آئی۔ ایک یہ بھی دیکھا۔ کہ کبش مینڈھا آپؐ کا ردیف ہے۔ جمعہ کی صبح کو آپؐ نے خواب ذکر فرمایا۔ جس کی تعبیر دیتے ہوئے آپؐ نے بتلایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ مگر بعد ازاں بہتری ہوگی۔ اور زور سے اشارہ ہے۔ کہ ہم مدینہ میں رہ کر مقابلہ کریں۔ اور کبش مینڈھا سے لشکر مراد لیا۔ نوجوانوں نے اسے پسند نہ کیا۔ پہلے غزوہ کی وجہ سے ان کی ہمتیں بلند ہو چکی تھیں۔ کہنے لگے کہ ہم جوانمرد ہیں۔ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ غرضیکہ اکثریت کی یہی رائے تھی کہ باہر میدان میں نکلنا چاہیئے۔ عبداللہ بن ابی غزوۂ بدر کے بعد مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کا کفر کے ساتھ مدینہ میں رہنا دشوار تھا۔ اس وجہ سے کہ اوس وخزرج کے بڑوں میں سے یہی باقی رہ گیا تھا۔ جسے سردار بنانے کی امید تھی۔ مگر عقبہ اولی میں جب تین چار اوس کے آدمی آپؐ سے بعیت کر کے آئے اور دوسرے سال بارہ آدمی بعیت کر آئے تو لوگوں کے دل میں یہ بات جم گئی۔ کہ اب ہمارے سردار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ حبّ جاہ کی وجہ سے یہ بات اسے ناگوار گزری۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ دو بھیڑیئے بھوکے شکار کے عادی بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو ان سے اتنا فساد نہیں پھیلے گا جس قدر حبّ جاہ کی وجہ سے دین میں فساد پھیلتا ہے۔ یہی حبّ جاہ اس میں تھی۔ اس لئے اعلانیہ آپؐ کو گزند پہنچاتا رہا۔ جب بس نہ چلا تو مسلمان ہو گیا۔ لیکن حسد کی آگ اندر سلگتی رہی۔ جب بھی موقعہ ملتا ڈنک مارنے سے نہ چوکتا۔ البتہ ان کا بیٹا عبداللہ مخلص مسلمان تھا۔ غرضیکہ اس کی بھی یہی رائے تھی۔ کہ ہمارا تجربہ ہے۔ جب بھی ہم نے مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا ہے فتح پائی ہے۔ نوجوان نہ مانے۔ آپؐ اندر گھر میں جا کر دوہری زرہ لگا کر آئے۔ تو بڑوں کے سمجھانے پر نوجوانوں کو ہوش آ گئی۔ کہ جب آپؐ اللہ کے رسول ہیں، کوئی لیڈر اور مصلح نہیں ہیں تو ہمیں اپنی رائے چھوڑ کر آپؐ کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ آپؐ جب باہر تشریف لائے۔ تو آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ جو حکم دیں ہم اس پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔

ہم اپنی رائے ترک کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب پیغمبر خدا ہتھیار لگا کر آتا ہے تو جب تک جنگ کا فیصلہ نہ ہو وہ ہتھیار نہیں اتارا کرتا۔ تو آپؐ ایک ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ شوط ایک باغ کا نام ہے۔ جو اُحد اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ وہاں تک پہنچ کر عبداللہ بن ابی نے کہا چونکہ ہماری رائے ٹھکرادی گئی۔ اس صورت میں ہمیں بربادی اور ہلاکت معلوم ہوتی ہے۔ ہم تو نہیں جاتے اپنے تین سو آدمی الگ کر کے واپس چلا آیا۔ اسے سمجھایا گیا کہ اب تو سب کی عزت کا سوال ہے۔ بادل نخواستہ ہی ساتھ دو۔ لیکن نہ سمجھے۔ بلکہ دو اور قبائل پر بھی اس کا اثر پڑا وہ سمجھانے پر باز رہے۔ تو اب آپؐ کے ہمراہ میدان اُحد میں صرف سات سو آدمی پہنچے۔ ان کی ترتیب سورۂ آل عمران میں بیان کی گئی ہے۔ قریبًا اسی آیات ایسی ہیں جن میں غزوۂ اُحد کا بیان ہے۔ اس غزوہ میں ستر مسلمان شہید ہوئے کئی زخمی ہوئے۔ جس سے مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ شیطانی وساوس نے اور پریشان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو تسلی دی ہے۔ بہرحال آپؐ نے دامنِ کوہ میں جا کر اپنی فوج کو کھڑا کیا۔ جس میں کئی فائدے تھے۔ ایک تو پشت محفوظ ہو گئی۔ اگر بالفرض شکست ہو تو اونچی جگہ پر چڑھ کر دشمنوں کو پتھر بھی مار سکتے ہیں۔ اونچی جگہ سے پتھر اور تیر برسانے سے دشمنوں کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ تو مورچہ بندی کی گئی۔ میمنہ میسرہ، قلب، مقدمۃ الجیش اور ساقہ میں لشکر کو تقسیم کیا گیا۔ لشکر کو خمیس کہنے کی یہی وجہ ہے۔ اسی مورچہ بندی کا اس آیت میں ذکر ہے۔ تبوئ المومنین مقاعد للقتال مبارزہ یعنی مقابلہ کے لئے پہلوانوں کو بلایا گیا۔ حضرت امیر حمزہؓ کا مبارز سب سے پہلے قتل ہوا۔ دیر تک ایسے واقعات ہوتے رہے۔ ایک پہاڑی درّہ جہاں سے دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا۔ اس پر آپؐ نے پچاس تیراندازوں کو بٹھلایا۔ اور انہیں بہرحال ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی۔ قریش کے دو سو سوار تھے۔ جن کے سالار حضرت خالد بن ولید تھے۔ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے تین مرتبہ پہاڑی سے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے منہ کی کھانی پڑی۔ آخر جب کفار کو شکست ہوئی۔ اور مسلمان ان کے خیموں تک پہنچ گئے۔ تو وہ لوگ سامان وغیرہ چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ خالد بن ولید تاک میں تھے۔ درہ پر اب صرف دس رماۃ (تیرانداز) رہ گئے تھے۔ ان دس آدمیوں کو شہید کر دیا۔ ادھر شیطان نے آواز دے دی۔ یاعباد اللہ اُخرٰکم دوسری ندا تھی۔ ان محمدا قد قتل جس سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان خطا ہو گئے۔ تین گروہ بن گئے ایک

جماعت بھاگ کھڑی ہوئی جو مدینہ تک پہنچ گئی۔ دوسری وہیں منتشر ہو کر میدان چھوڑ گئی۔ تیسری جماعت برابر مقابلہ کرتی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں پناہ گزیں ہوئے۔ منتشر لوگوں کو جمع کرنا چاہا۔ لیکن وہ جمع نہ ہو سکے۔ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے۔ پھر یکبارگی جمع ہونے لگے۔ ابوسفیان نے یہ کیفیت دیکھی۔ تو اعلان کر دیا۔ کہ ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ اب آئندہ سال بدر میں لڑائی ہوگی۔ اب جنگ موقوف کر دی جائے۔

ان کنتم مؤمنین شرط ہے۔ اور فلا تھنوا ولا تحزنوا جزا محذوف ہے۔ انتم الاعلون جزا نہیں۔ کیونکہ ان شرطیہ پر جزا مقدم نہیں ہوا کرتی۔ جب کہ وانتم الاعلون پر واؤ حالیہ بھی داخل ہے۔ تو ارشاد ہوا کہ ایمان کا تقاضا ہے۔ کہ تم سُست اور غمناک نہ ہو۔ تقدیر الٰہی میں جو کچھ تھا وہ ہو چکا اب دھن اور حزن کے کیا معنی؟ عام طور پر مفسرین یہی معنی لکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض مفسرین نے انتم الاعلون کو جزا قرار دیا ہے۔ مگر صحیح پہلے معنی ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت یہی ہے۔ اہل حق کا امتحان ہوتا ہے۔ منافقین کا پتہ چل جاتا ہے۔ ہرقل نے یہی کہا تھا۔ کذالک الرسل۔ قرح بمعنی زخم یعنی جیسے تمہیں زخم پہنچا تمہارے دشمن کو بھی اس کے برابر زخم پہنچا ہے۔ گھبرانے کی کیا بات ہے۔ نداول دولت سے ماخوذ ہے۔ نوبت بنوبت کسی چیز کا واقع ہونا۔ دولات اسی سے ہے۔ لیعلم اللہ ای نداولھا لیکون کیت وکیت ولیعلم اللہ۔ یعنی ایک حکمت یہ بھی تھی۔ کہ باری تعالٰی کو تمیز بین المؤمن والمنافق کا تفصیلی علم ہو جائے۔ اجمالی علم تو قدیم ہے۔ یتخذ منکم شھداء کیونکہ شہداء کے کئی مراتب ہیں۔ جو بغیر قربانی کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ تمحیص۔ گناہوں سے پاک کرنا۔ خالص کرنا۔ فقد رأیتموہ بمعنی علمتم الموت یا تمہارے دوستوں نے اس کو دیکھ لیا۔ ایسی حالت میں کہ تم دیکھ رہے تھے۔ تحسون حس بمعنی کھیتی وغیرہ کا کاٹنا۔ تحسون کی تفسیر تستأصلون قتلاً سے کر دی۔ کہ قتل کر کے ان کی بیخ کنی کر رہے تھے۔ استیصال کے معنی جڑ سے اکھیڑ دینا۔ مقصد یہ ہے کہ اپنا کیا تمہارے پیش آیا۔ اور نافرمانی کی سزا فوراً میدان جنگ میں مل گئی۔ ھذا جبرائیل الخ حضرت جبرائیل علیہ السلام بشری صورت میں بشری طاقت کے ساتھ اترے۔ تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔ فرشتہ کی بے پناہ طاقت ہوتی ہے۔ یوم احد ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مشہور حدیث کے لفظ یوم بدر ہے۔ جس طرح گزر چکا یوم احد نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | یوم احد الخ ص ۵۷۸ سطر ۲۲ اسے یوم بدر پر محمول کرنا واجب نہیں ہے۔ کما قالہ المحشی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آپ نے دو جگہ یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ دوسرے نزول ملائکہ۔ دونوں غزوات میں ثابت ہے۔ عنقریب خود مؤلفؒ اس کی تصریح کرے گا۔ مقاتلہ جبرائیل معہ یوم احد۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | غزوۂ احد ۳ھ سات شوال کو واقع ہوا۔ صورت یہ پیش آئی کہ جب بدر سے مکہ واپس آئے تو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کا سب مال و اسباب لشکر کے ساز و سامان پر خرچ کر دیا۔ اور دیہاتیوں سے بھی اس میں مدد طلب کی۔ جس کی اطلاع حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی۔ کہ کفار اس طرح آرہے ہیں۔ تین ہزار کا لشکر ہے جس میں سات سو زرہ پوش ہیں۔ دو سو گھوڑے ہیں اور تین ہزار اونٹ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کر مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ مسلمانوں میں صرف ایک سو زرہ پوش تھے۔ جبل قناة پر آپؐ نے پچاس تیر انداز مقرر فرمائے۔ جن کا سردار عبداللہ بن جبیرؓ کو نامزد کیا۔ اس لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت شہید ہوئے۔ ابی بن خلف کے چھوٹے نیزے سے آپؐ زخمی ہوئے۔ جس سے آپؐ زمین پر گر پڑے۔ وحشی نے حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا۔ اس لڑائی میں کل ستر مسلمان شہید ہوئے۔ اور مشرکین کے بائیس آدمی مارے گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں جب اُحد پہاڑ سے نہریں نکالنے کا پروگرام بنا۔ تو وہ قبور شہداء سے گزاری گئیں۔ شہداء کو نکالا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوئے ہوتے ہیں۔

سیصرح المؤلف کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اُحد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ جن کو اس سے پہلے اور بعد میں میں نے نہیں دیکھا۔ مسلم شریف میں ہے کہ وہ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ تھے۔ تو معلوم ہوا کہ ملائکہ کی حاضری یوم بدر سے مختص نہیں ہے۔ اُحد میں بھی ان کی حاضری بلکہ قتال ثابت ہے۔ اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت مصعبؓ جب شہید ہو گئے۔ تو ان کی شکل کے ایک فرشتہ نے ان کا جھنڈا لے لیا۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مصعبؓ آگے بڑھو۔ تو فرشتہ نے کہا کہ میں مصعب نہیں ہوں بلکہ آپؐ کی تائید کے لئے میں فرشتہ آیا ہوں۔ اور ابن عباسؓ کی

روایت زرقانی نے نقل کی ہے۔ کہ بدر کے موقعہ پہ فرشتوں کی پگڑیاں سفید تھیں اور حنین میں سبز پگڑیاں تھیں۔

حدیث نمبر ۳۶۳۹ حدثنا محمد بن عبد الرحیمؒ عن عقبة بن عامرؓ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد بعد ثمانی سنین کالمودع للاحیاء والاموات ثم طلع المنبر فقال انی بین ایدیکم فرط وانا علیکم شهید وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیه من مقامی هذا وانی لست اخشی علیکم ان تشرکوا ولکنی اخشی علیکم الدنیا ان تنافسوها قال فکانت اخر نظرة نظرتها الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ آٹھ سال کے عرصہ کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد پہ نماز جنازہ پڑھی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ آپؐ زندہ اور مردہ سب سے رخصت کرنے والے ہیں۔ پھر منبر پہ جلوہ افروز ہوئے۔ فرمایا کہ میں تمہارے آگے نمائندہ بن کر جارہا ہوں۔ تمہارے ایمان کی گواہی دینے والا ہوں۔ اور تمہارے وعدے کی جگہ حوض کوثر ہے۔ میں اس کی طرف ابھی اسی مقام سے نظر کر رہا ہوں۔ مجھے تم سے شرک کا خطرہ نہیں ہے۔ اگر مجھے خوف ہے۔ تو اس بات کا کہ دنیا میں تمہاری سخت رغبت ہو جائے گی۔ صحابی فرماتے ہیں کہ یہ میری آخری ملاقات تھی۔ جس میں میں نے آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا۔ پھر دیکھنے کا موقعہ نہ ملا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے فراغت کے بعد آپؐ اُحد تشریف لے گئے۔ اور شہداء اُحد پہ نماز جنازہ پڑھی۔ بعض روایات میں ہے۔ کالمیت جیسے کہ میت کا نماز جنازہ پڑھا جاتا ہے۔ چونکہ شوافعؒ کے نزدیک شہداء کی نماز جنازہ نہیں جیسے غسل نہیں تو وہ صلی کے معنی دعا کے کریں گے۔ ان کا استدلال اسی شہداء اُحد کے واقعہ سے ہے کہ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ لیکن احنافؒ فرماتے ہیں کہ شہداء کو غسل تو نہ دیا جائے البتہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کا استدلال بھی اسی واقعہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے شہداء اُحد پہ جا کر نماز پڑھی ہے۔ تو آپؐ کے آخری فعل کو لیا جائے گا۔ اور یہ آپؐ کی خصوصیت تھی کہ آپؐ نے

آٹھ سال بعد جا کر نماز پڑھی۔ اور آپؐ نے مسجد کی خادمہ ایک عورت کی نماز جنازہ بعد از دفن پڑھی تھی۔ جس کو رات کے وقت آپؐ کو اطلاع دیئے بغیر دفن کر دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا دلونی علی قبرها الخ مجھے اس کی قبر بتلاؤ۔ جس پر جا کر آپؐ نے نماز پڑھی۔ اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا بھی غائبانہ جنازہ پڑھا یہ آپؐ کی خصوصیات ہیں۔ ایسے شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔

حدیث نمبر ۳۶۴۰ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَقِينَا الْمُشْرِكِينَ يَوْمَئِذٍ وَأَجْلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا مِنَ الرُّمَاةِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللهِ وَقَالَ لَا تَبْرَحُوا إِنْ رَأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا وَإِنْ رَأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا فَلَمَّا لَقِينَا هَرَبُوا حَتَّى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ رَفَعْنَ عَنْ سُوقِهِنَّ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ فَأَخَذُوا يَقُولُونَ الْغَنِيمَةَ الْغَنِيمَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَبْرَحُوا فَأَبَوْا فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَ وُجُوهُهُمْ فَأُصِيبَ سَبْعُونَ قَتِيلًا وَأَشْرَفَ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ فَقَالَ لَا تُجِيبُوهُ فَقَالَ أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ قَالَ لَا تُجِيبُوهُ فَقَالَ أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ قُتِلُوا فَلَوْ كَانُوا أَحْيَاءً لَأَجَابُوا فَلَمْ يَمْلِكْ عُمَرُ نَفْسَهُ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللهِ أَبْقَى اللهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِيكَ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ اُعْلُ هُبَلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجِيبُوهُ قَالُوا مَا نَقُولُ قَالَ قُولُوا اللهُ أَعْلَى وَأَجَلُّ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجِيبُوهُ قَالُوا مَا نَقُولُ قَالَ قُولُوا اللهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ وَتَجِدُونَ مُثْلَةً لَمْ آمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِي۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں مشرکین سے ہماری مٹھ بھیڑ ہوئی۔ تو آپؐ نے تیر اندازوں کا ایک لشکر جبل قناۃ پر بٹھا دیا۔ جن کا سالار حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو مقرر فرمایا۔ ان سے کہا کہ دیکھو تم نے اس جگہ سے ہٹنا نہیں ہے۔ خواہ ہمیں دیکھو کہ ہم ان پر غالب آگئے ہیں یا دہ

ہم پر غالب آگئے۔ پھر تم نے ہماری مدد کو نہیں پہنچنا۔ پس جب ہماری جنگ چھڑی تو مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ میں نے ان کی عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑی علاقہ میں دوڑ رہی تھیں۔ جب کہ اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے تھیں۔ جس سے ان کے پازیب ظاہر ہو چکے تھے۔ تو ان تیراندازوں نے کہنا شروع کر دیا کہ غنیمت جمع کرو غنیمت جمع کرو۔ حضرت عبداللہؓ نے ان سے کہا بھی کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ لیا تھا۔ کہ تم نے یہاں سے نہیں ہٹنا۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ جب انکار کیا تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے۔ نصرت ایزدی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو ان کے ستر آدمی شہید کر دیئے گئے۔ اور ابوسفیان نے اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ کہ کیا قوم میں محمدؐ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جواب مت دو۔ پھر اس نے پوچھا کیا قوم میں ابن ابی قحافہؓ ہے۔ آپؐ نے فرمایا جواب نہ دو۔ پھر اس نے پوچھا کیا قوم میں ابن الخطابؓ ہے۔ جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ اگر یہ لوگ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ حضرت عمرؓ اپنی ذات پر قابو نہ رکھ سکے۔ فرمایا اے اللہ کے دشمن! اللہ تعالیٰ نے تیری رسوائی کے لئے ان کو باقی رکھا ہے۔ ابوسفیان بولا۔ اے ھبل! آج تو بلند ہوا۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو جواب دو۔ صحابہ نے کہا کیا کہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے۔ پھر ابوسفیان بولا۔ ہمارا عزیٰ بت ہے۔ تمہارے لئے عزیٰ عزت دینے والا کوئی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو جواب دو۔ صحابہ کرام بولے۔ کیا کہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم کہو اللہ ہمارا مددگار ہے۔ تمہارا مددگار کوئی نہیں ہے۔ ابوسفیان بولا آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی ایک ڈول ہے۔ جو کبھی بھرا ہوا آتا ہے اور کبھی خالی آتا ہے۔ ایسے لڑائی میں کبھی فتح اور کبھی شکست ہوتی ہے کوئی حرج نہیں۔ باقی تم دیکھو گے کہ تمہارے آدمیوں کے ناک۔ کان کاٹے گئے ہیں۔ اس مثلہ کا میں نے حکم نہیں دیا۔ ویسے یہ مجھے برا بھی نہیں لگتا۔ دشمن جس طرح ذلیل ہو اسے ذلیل کرنا چاہیئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یومئذ سے مراد یوم اُحد ہے۔ مشرکین کے تیرانداز دو سو تھے۔ اور بعض میں ہے کہ ایک سو تھے۔ لیکن مسلمانوں کے پچاس تھے۔ یشتدون الخ بمعنی تیزی سے دوڑنا۔ پندرہ عورتوں کو لڑائی میں اس لئے لائے تھے۔ ایک تو یہ کہ ان کی حفاظت ہو۔ دوسرے اگر کوئی میدان حرب سے بھاگنے لگے تو عورتیں اُسے عار دلائیں۔ خلاخل جمع خلخال کی۔ پازیب کو

کہتے ہیں، صرف وجوھھم یعنی اب دشمنوں کے آگے بھاگنے لگے۔ فلا تجیبوہ اب جواب نہ دو تاکہ ان کو ان کی وفات پر خوشی حاصل ہو اور جب آپؐ کا اور شیخینؓ کا ظہور ہوگا تو زیادہ رنج میں مبتلا ہوں گے۔ یہ بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ فقال کذبت الخ اس روایت میں اختصار ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ تیسری مرتبہ کہنے پر اجازت چاہی اور یہ الفاظ کہے۔ اعل ھبل ای ارتفع یا ھبل قد ظھر دینک کہ تیرا دین غالب آگیا۔ یوم بیوم بدر ھذا یوم مقابل یوم بدر۔ تجدون مثلۃ عورتیں جب بھاگ رہی تھیں۔ اب انہوں نے صحابہ کرام کو شہید ہوتے دیکھا۔ تو ان کے ناک، کان وغیرہ کاٹ کر ان کا ہار بنا لیا۔ جس کو ابوسفیان کی بیوی نے گلے میں ڈالا۔ یہ بہادری اور شجاعت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابوسفیان اگرچہ ابھی مشرف بالاسلام نہیں ہوئے تھے۔ لیکن خلافِ انسانیت فعل سے اپنی برأت کر رہے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فلم یملک عمر نفسہ ص ۵۷۹ حضرت عمرؓ نے جب قرینہ سے معلوم کر لیا۔ کہ مقصود یہ ہے کہ جب تک ابوسفیان بولتا رہے تم چپ رہو۔ لیکن فراغت کے بعد کوئی ممانعت نہیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ کا جواب دینا نافرمانی اور حکم عدولی نہیں ورنہ جواب دینے پر آپؐ عتاب فرماتے۔ اور چپ رکھنے کی حکمت یہ تھی کہ اس کے دل کا راز معلوم ہو جائے کہ کس مقصد کے لئے پوچھ رہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ نہی کے باوجود حضرت عمرؓ کا جواب دینا حمایت دین کے لئے تھا۔ کہ اس نے گمان کیا تھا کہ آپؐ قتل ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ میں سستی آ گئی۔ تو درحقیقت یہ نافرمانی نہیں ہے۔ نیز طبرانیؒ اور حاکمؒ نے ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ اجازتِ جواب طلب کی۔ دو مرتبہ تو اجازت نہ ملی۔ تو تیسری مرتبہ اجازت مل گئی۔ مولانا سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ قول باطل کا انکار کرنا تھا۔ نافرمانی کا قصد نہیں تھا۔

حدیث نمبر ۳۷۱۴ اَخْبَرَنِی عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ اصْطَبَحَ الْخَمْرَ یَوْمَ اُحُدٍ نَاسٌ ثُمَّ قُتِلُوْا شُہَدَآءَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اُحد کی لڑائی کے موقعہ پر صبح کو کچھ لوگوں نے شراب پی۔ پھر وہ شہید کر دیئے گئے۔ معلوم ہوا کہ ابھی شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ یہ درجہ شہادت کیسے حاصل ہوا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ابھی شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ کہ صبح کو کچھ

لوگوں نے شراب پی لی۔ جہاد کا اعلان ہوگیا تو شارب خمر شام کو شہید ہوگئے۔ اگر یہ فعل قبیح ہوتا تو شہادت کا انعام نہ ملتا۔ معلوم ہوا کہ ابھی شراب کی حرمت نہیں ہوئی تھی۔ دو چیزوں کے متعلق صحابہ کرام کو شبہ ہوا۔ ایک شراب کے متعلق کہ یہ شرابی شہید کیسے بنے۔ نسخ بیان مدت حکم کو کہتے ہیں۔ نسخ کے بعد اس پر عمل کرنا گمراہی ہے۔ قبل از نسخ کوئی جرم نہیں۔ صحابہ کرام کو شبہ ہوا کہ جب شراب کی حرمت تدریجاً ہوئی ہے۔ لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاریٰ۔ کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ سمجھ دار لوگوں نے تو اس وقت ہی اسے پینا چھوڑ دیا۔ بعض لوگ صریح حکم کے منتظر رہے۔ حضرت عمرؓ نے بارہا آپؐ سے درخواست کی کہ شراب پینے میں خلافِ انسانیت باتیں ہیں۔ کئی گناہ کا باعث ہے اس لئے اسے چھڑوا دیا جائے۔ بنا بریں بین لنا بیانا شافیاً کہ اللہ شافی بیان واضح فرما۔ اثمھما اکبر من نفعھما نازل ہوئی تو بھی بعض لوگ صریح حکم کے منتظر رہے۔ کہ اخف ضرراً ہے۔ پھر آیت نازل ہوئی انما الخمر والمیسر الخ رجس من عمل الشیطٰن الخ فانتھوا تو اب حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ انتھینا انتھینا ہم رک گئے رک گئے۔ تو شبہ ہوا کہ ہم لوگ نہیں سمجھ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا تو ابتدا سے منع کرنے کا تھا۔ تو اپنے آپ کو خطا کار سمجھنے لگے۔ تو لیس علی الذین اٰمنوا جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا الخ نازل ہوئی۔ کہ اس میں تمہاری کوئی خطا نہیں ہے۔

دوسرا شبہ تحویل قبلہ کے وقت ہوا۔ درحقیقت قبلہ بیت اللہ تھا۔ بیت المقدس عارضی تھا۔ آزمائش کے لئے تھا۔ تو جو لوگ تحویل سے پہلے وفات پا گئے۔ ان کی نمازیں اکارت گئیں۔ کہ حقیقی قبلہ کی طرف نماز نہ پائی گئی تو ما کان اللہ لیضیع ایمانکم نازل ہوئی کہ اللہ تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ تو یہاں بھی قتلوا شھداء سے شبہ کا ازالہ کیا گیا۔ کہ ابھی تک حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ تو گناہ کا ارتکاب کیسے ہوگیا۔ اور انعام سے محرومی کیسے لازم آئی۔

حدیث نمبر ۳۷۴۲ حدثنا عَبْدَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ

اَوْ قَالَ اُعْطِیْنَا مِنَ الدُّنْیَا مَا اُعْطِیْنَا وَقَدْ خَشِیْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ یَبْكِیْ حَتّٰی تَرَكَ الطَّعَامَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس کھانا لایا گیا۔ وہ روزے سے تھے۔ تو فرمایا۔ کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ جو میرے سے بہتر تھے وہ شہید کر دیئے گئے اور ان کو کفن ایک ایسی چادر میں دیا گیا۔ کہ اگر ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اگر پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ اور میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت حمزہؓ شہید کئے گئے جو میرے سے بہتر تھے۔ پھر ہمارے لئے دنیا کی وہ فراوانی ہوئی جو قابل رشک ہے یا فرمایا کہ ہمیں اتنی دنیا کی نعمتیں دی گئیں جن کا کوئی شمار نہیں۔ ہمیں تو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی دنیا میں نہ دے دیا جائے۔ پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت حمزہؓ دونوں شہدائے اُحد میں سے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۴۳ حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ اَرَأَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَیْنَ اَنَا قَالَ فِی الْجَنَّةِ فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ فِیْ یَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُحد کی لڑائی کے دن عرض کی کہ مجھے بتلایئے کہ اگر میں آج قتل ہو جاؤں تو کہاں ٹھکانا ہوگا۔ فرمایا جنت میں۔ تو ان کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ پھینک دیں لڑائی میں حصہ لیا اور شہید ہو گئے۔

حدیث نمبر ۳۶۴۴ حدثنا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ عَنْ خَبَّابٍؓ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِیْ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَی اللّٰهِ وَمِنَّا مَنْ مَضٰی اَوْ ذَهَبَ لَمْ یَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْئًا كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَیْرٍ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ لَمْ یَتْرُكْ اِلَّا نَمِرَةً كُنَّا اِذَا غَطَّیْنَا بِهَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غُطِّیَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا بِهَا رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰی رِجْلِهِ الْاِذْخِرَ

اَوْ قَالَ اَلْقُوا عَلٰی رِجْلِهٖ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ قَدْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا اَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ

ترجمہ۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہجرت کی جس سے ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے طلب گار تھے۔ پس ہمارا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہو گیا۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جو گزر گئے اور انہوں نے اپنے ثواب کا کچھ بھی بدلہ نہ چکھا۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔ جو اُحد کی لڑائی میں شہید کئے گئے۔ جنہوں نے ایک اونی رنگدار چادر کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔ ہم لوگ اس چادر سے ان کے سر کو چھپاتے تھے۔ تو ان کے پاؤں نکل آتے تھے۔ پاؤں کو چھپاتے تو سر نکل آتا۔ جس پر ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس چادر سے ان کا سر ڈھانپ لو۔ اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے ثواب کا پھل پک چکا ہے۔ وہ ان کو چن رہا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ وجب اجرنا علی اللہ اس سے اجر اخروی مراد ہے۔ لم یأکل من اجرہ سے اجر دنیاوی مراد ہے۔ واجب شرعی دراصل اس کو کہتے ہیں۔ جس میں کوتاہی کرنے سے مجتنب ہو۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے اوپر شفقت اور مہربانی کے طور پر واجب کیا ہے۔ نمرۃ مخطط چادر دھاری دار۔ یھدب خوشہ سے اچھے اچھے چھوہارے چننا۔

حدیث نمبر ۳۶۴۵ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ عَمَّهٗ غَابَ عَنْ بَدْرٍ فَقَالَ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ اَشْهَدَنِيَ اللّٰهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَجِدُّ فَلَقِيَ يَوْمَ اُحُدٍ فَهُزِمَ النَّاسُ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُسْلِمِيْنَ وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهٖ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍؓ فَقَالَ اَيْنَ يَا سَعْدُ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ دُوْنَ اُحُدٍ فَمَضٰى فَقُتِلَ فَمَا عُرِفَ حَتّٰى عَرَفَتْهُ اُخْتُهٗ بِشَامَةٍ اَوْ بِبَنَانِهٖ وَبِهٖ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّضَرْبَةٍ وَّرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ ان کے چچا انس بن نضر کسی کام پر جانے کی وجہ سے غزوہ بدر میں حاضر نہ ہو سکے۔ کہنے لگے کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی لڑائی سے غیر حاضر رہا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی اور لڑائی میں حاضر کیا تو پھر اللہ تعالیٰ ضرور دیکھ لے گا۔ کہ میں کس قدر کوشش کرتا ہوں۔ پس اُحد کی لڑائی میں دشمن سے ملاقی ہوئے۔ لوگوں کو شکست ہو گئی۔ تو کہنے لگے اے اللہ! مسلمانوں سے جو فرار وغیرہ سرزد ہوئی اس کی طرف سے میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ اور جو کچھ مشرکوں نے کیا ہے اس سے میں بیزار ہوں۔ پس تلوار لے کر آگے بڑھے۔ حضرت سعد بن معاذؓ سردار اوس سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے اے سعد! تم کہاں پھرتے ہو۔ میں تو اُحد پہاڑ کے درّے سے جنّت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ پس چلے گئے قتل ہوئے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی ہمشیرہ نے انہیں بڑے خال تل سے یا ان کے پوروں سے پہچانا۔ ان کے بدن میں اسّی سے زیادہ زخم تلوار نیزے اور تیر لگنے کے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ انی اعتذر الیک یہ مسلمانوں کے لئے سفارش تھی۔ ابراء الیک یہ اعداء اسلام کے فعل سے براءۃ ہے۔ شامۃ بڑے تل کو کہتے ہیں۔ حضرت انس بن نضر کے بدن میں اسّی زخم تھے۔ جس سے ان کا پہچاننا مشکل تھا۔ ان کی بہن نے اس تل کی وجہ سے ان کو پہچانا جو ان کی انگلیوں کے درمیان تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ان عمہ غاب عن بدر ص۵۷۹ س۲۳ ان کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑائی پر جانے کی اطلاع نہ ہو سکی۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ اس دن مدینہ میں موجود نہ تھے۔ جب واپس آئے یہ قصہ سنا تو یہ الفاظ کہے۔ وانی لاجد ریح الجنۃ ظاہر یہ ہے کہ مجازی معنی مراد ہیں کہ یقیناً شہادت کے بعد جنت میں داخل ہوں گا۔ یا حقیقت پر محمول ہو۔ جیسے ایسے وقت شہید کو جنت نظر آتی ہے تو یہ ان کی کرامت ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ اور ابن بطال نے بھی مجاز اور حقیقت پر دونوں پر محمول کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس کو مجاز پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ اسے ظاہر اور حقیقت پر محمول کیا جائے۔ کیونکہ روایات میں وارد ہے کہ جب مؤمن کی موت

کا وقت آتا ہے تو اسے رضوان کی بشارت دی جاتی ہے۔ تو اس وقت اس کے نزدیک لقاء اللہ سے کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ بلکہ جنت کی خوشبوئیں اور اس کے اکفان سے محظوظ ہوتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان کان من المقربین فروح و ریحان وجنتہ نعیم یعنی اگر کوئی مقربین میں سے ہے تو اس کے لئے خوشبوئیں اور جنت کی نعمتیں ہیں۔ اسی طرح بہت سی روایات میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۴۶ حدثنا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ يَقُولُ فَقَدْتُ آيَةً مِنَ الْأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ فَأَلْحَقْنَاهَا فِي سُورَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب ہم قرآنی دستاویز لکھنے لگے تو میں نے سورۂ احزاب کی ایک آیت کو گم پایا۔ جس کو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ تو ہم تلاش کرتے کرتے اس کو حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس لکھا ہوا پایا۔ آیت یہ تھی۔ ترجمہ۔ کہ مؤمنوں میں کچھ تو وہ آدمی ہیں۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے معاہدہ کو سچا کر دکھایا۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی حاجت پوری کر لی۔ اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں تو ہم نے اس کو سورۂ احزاب میں مصحف کے اندر لاحق کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی تھے۔ وہ صالح نوجوان تھے۔ آپؐ نے انہیں فرمایا تھا۔ کہ تم عبرانی زبان سیکھ لو۔ کیونکہ یہود خائن ہیں۔ جو خطوط آپؐ کی طرف آتے تھے یا باہر جاتے تھے۔ ان پر آپؐ کو اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ بنا بریں آپؐ کی برکت سے انہوں نے چودہ دن میں عبرانی زبان سیکھ لی۔ صدیقی دور میں قرآن مجید کی کتابت کا انتظام کیا گیا۔ کیونکہ پہلے قرآن مجید صرف صدور میں محفوظ تھا۔ کسی کے پاس ایک آیت کسی کے پاس دو آیات لکھی ہوئی ہوتی تھیں۔ یمامہ کی لڑائی میں بہت سے صحابہ کرام جام شہادت نوش فرما گئے۔ قراء بھی

شہید ہوئے۔ تو بہت سی آیات کے گم ہونے کا خوف لاحق ہوا۔ تو حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو جمع قرآن کے متعلق مشورہ دیا۔ تو انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو بلا کر کہا۔ کہ قرآن مجید کو سب مقامات سے جمع کر کے ایک صحیفہ میں لکھ دو۔ انہوں نے اس کا اہتمام کیا۔

من المؤمنین الخ یہ آیت ان کو یاد تو تھی لیکن لکھی ہوئی نہیں ملی۔ یعنی تواتر حفظی تو تھا۔ تواتر کتابی نہ تھا۔ نحبہ بمعنی حاجتہ۔ اور یہ آیت غزوۂ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جو انس بن نضرؓ کے بارے میں ہے۔ جو غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ بہر حال اس سے قرآن مجید کے تواتر میں کوئی خلل نہیں آیا۔ کیونکہ لفظ میں تواتر کافی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں۔ کہ چونکہ لفظ صرف ان کو یاد تھا۔ اور کسی کو یاد نہ تھا۔ جیسے وجدنا ھا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب انہوں نے اس آیت کو پڑھا تو سب کو یاد آ گیا۔ تو تواتر برقرار رہا۔ جیسے وما محمد الا رسول صدیق اکبرؓ کے پڑھنے سے سب کو یاد آ گئی۔ تو علم تو تھا مگر یاد نہیں تھی۔ یاد دلانے پر یاد آ گئی۔ تو تواتر بحال رہا۔

حدیث نمبر ۳۶۴۷ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ یُحَدِّثُ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ لَمَّا خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِمَّنْ خَرَجَ مَعَہٗ وَکَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَیْنِ فِرْقَۃٌ تَقُوْلُ نُقَاتِلُہُمْ وَفِرْقَۃٌ تَقُوْلُ لَا نُقَاتِلُہُمْ فَنَزَلَتْ فَمَا لَکُمْ فِی الْمُنَافِقِیْنَ فِئَتَیْنِ وَاللّٰہُ اَرْکَسَہُمْ بِمَا کَسَبُوْا وَقَالَ اِنَّہَا طَیْبَۃُ تَنْفِی الذُّنُوْبَ کَمَا تَنْفِی النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّۃِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی طرف کوچ فرمایا۔ تو جو لوگ آپ کے ہمراہ نکلے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ واپس چلے گئے۔ اب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک تو کہتا تھا کہ ان کی یہ سنگین غلطی ہے۔ اس لئے ان سے لڑائی کرنی چاہیئے۔ دوسرا کہتا تھا کہ ہمیں ان سے قتال نہ کرنا چاہیئے۔ جس میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے بارے میں تمہارے دو گروہ ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ نے تو ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ان کو کفر کی طرف رد کر دیا۔ اور مدینہ کو طیبہ ہے۔ یعنی

پاک ہے۔ جو گناہوں کو ایسے دور کر دیتا ہے جیسے آگ چاندی کے کھوٹ کو دور کر دیتی ہے۔

تشریح از شیخ مدنی شوط ایک باغ کا نام ہے۔ جو مدینہ اور احد پہاڑ کے درمیان واقع ہے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اس مقام پر پہنچ کر کہنے لگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجربہ والی ہماری بات کو نہیں مانا اور نوجوانوں کی اکثریت کی بات کو ترجیح دی۔ ہم تو خواہ مخواہ موت کے منہ میں جانے کے لئے تیار نہیں۔ اپنے تین سو آدمی لے کر وہاں سے واپس ہو گیا۔ خروج کے بعد فوج سے واپس آجانا یہ ایک سیاسی سنگین جرم تھا۔ کیونکہ اس سے فوج میں بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ عسکری قانون کے تحت ایسا شخص گولی سے اڑا دینے کے قابل ہے۔ غزوہ احد کے بعد آپس میں یہ مشورہ ہونے لگا۔ کہ ان تین سو باغیوں کے خلاف کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ ایک گروہ ان سب کو قتل کر دینے کا کہتا تھا۔ دوسرا گروہ کہتا تھا۔ کہ بظاہر مومن تو ہیں ان سے غلطی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا تم بھی معاف کر دو۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ارکسھم رکس سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی نجس کے بھی آتے ہیں۔ انھا رکس فالقھا اور رکس کے معنی رد کرنے کے بھی آتے ہیں۔ واپس کر دینا۔ لوٹا دینا۔ تو اب معنی ہوں گے۔ کہ واللہ جعلھم نجسا باعمالھم اللہ تعالیٰ نے ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں نجس قرار دیا۔ یا ارکسھم ردھم الی الکفر یا یہ کہ ان کو کفر کی طرف لوٹا دیا۔ انھا طیبۃ مدینہ منورہ بھٹی کی طرح ہے۔ تنفی خبث الفضۃ یعنی منافقین کو نکال دے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ ایسے مصائب اور آلام نازل ہوں۔ کہ اہل مدینہ کے ذنوب مضمحل ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اس کو مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کی تطہیر مقصود ہوتی ہے۔ بنابریں انبیاء اور صلحاء انہیں خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں۔ بلکہ ان کی آرزو کرتے ہیں۔ پہلی توجیہ کی تائید ایک اعرابی کے واقعہ سے ہوتی ہے۔ جو آپ سے بیعت کرنے کے بعد بخار میں مبتلا ہوا۔ بیعت توڑ کے بھاگ گیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ عام معنی مراد ہوں۔ کہ جو لوگ احد سے لوٹ کر آئے ہیں۔ وہ یا تو مدینہ سے چلے جائیں گے۔ یا مدینہ ان کے خبث کو دور کر دے گا۔ اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ بعض تو ہدایت پر آ گئے اور بعض امراض مختلفہ میں مبتلا ہو کر مر گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہی رجع ناس ص ۵۸۲/۵ ان لوٹنے والوں سے وہ لوگ مراد نہیں۔

جو قتال کے بعد بھاگ آئے تھے۔ کیونکہ وہ تو مسلمان تھے۔ کچھ منافق بھی تھے اور یہ واپس آنے والے تو وہ تھے جن کا نفاق واضح تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی تقریر سے معلوم ہوا۔ کہ منافقین دو قسم کے تھے۔ ایک تو خالص النفاق جو عبداللہ بن ابی کے ساتھی تھے جو قتال شروع ہونے سے پہلے واپس آ گئے تھے۔ جن کی تعداد تین سو ۳۰۰ تھی۔ اور دوسرے ظاہر النفاق نہیں تھے۔ وہ انہزام کے وقت بھاگ کر مدینہ منورہ تک پہنچ گئے تھے۔ ان میں مسلمان بھی تھے اور منافق بھی تھے۔ ان کے بارے میں اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ الخ یہ مسلمان تھے۔ کیونکہ ان کے بارے میں ارشاد ہوا۔ لقد عفا اللہ عنہم نازل ہوئی۔ اور بعض کا منافق ہونا طبرانی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگ بھاگ کر پہاڑ میں پناہ گزیں ہوئے۔ کہنے لگے کاش کوئی قاصد جا کر ابوسفیان سے امان طلب کرتا۔

بَابُ اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ جب کہ تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ بزدلی کا مظاہرہ کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے مدافعت کرنے والا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ پر ہی مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ فِیْنَا اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا بَنِیْ سَلِمَۃَ وَ بَنِیْ حَارِثَۃَ وَمَا اُحِبُّ اَنَّھَا لَمْ تَنْزِلْ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ الآیۃ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی بنو سلمہ اور بنو حارثہ انصار کے دو قبائل کے بارے میں۔ اور اب میں نہیں چاہتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کا کارساز ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ طائفتان سے بنو حارثہ اور بنو سلمہ انصار کے دو قبیلے مراد ہیں۔ جو عبداللہ بن ابی کے چلے جانے کے وقت پھسلنے لگے تھے۔ کہ یہ بھی واپسی کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن لوگوں

نے ان کو سمجھایا۔ جس کے بعد وہ آپؐ کے ساتھ رہ گئے۔ فشل کے معنی بزدلی کے ہیں۔ کسی آیت کا اس طرز پر اترنا کہ اس میں کسی شخص کی قباحت مذکور ہو۔ وہ اپنے عیب کے مستور ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ اور اسے ناگوار گزرتی ہے۔ مگر جب آخر آیت میں ان کی تسلی نازل ہوئی۔ اَللّٰہُ وَلِیُّهُمَا تو اول آیت سے جو ذنب معلوم ہوتا تھا۔ وہ آخر آیت سے زائل ہو گیا۔

حدیث نمبر ۳۶۴ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَکَحْتَ یَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَاذَا اَبِکْرًا اَمْ ثَیِّبًا قُلْتُ لَا بَلْ ثَیِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِیَةً تُلَاعِبُكَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اَبِیْ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ کُنَّ لِیْ تِسْعَ اَخَوَاتٍ فَکَرِهْتُ اَنْ اَجْمَعَ اِلَیْهِنَّ جَارِیَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ وَلٰکِنِ امْرَاَةً تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَیْهِنَّ قَالَ اَصَبْتَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے شادی کی۔ میں نے جواب دیا ہاں! فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے۔ میں نے کہا نہیں بلکہ بیوہ سے کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا نوجوان لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی جو تم سے ہنستی کھیلتی جس سے الفت تامہ پیدا ہوتی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے والد عبداللہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے نو ۹ لڑکیاں چھوڑ گئے ہیں۔ میں اکلوتا بیٹا ہوں جس کی نو بہنیں ہو گئیں۔ میں نے پسند نہ کیا۔ کہ ان کے ساتھ ان جیسی ایک اور ناتجربہ کار لڑکی جمع کر دوں۔ بلکہ ایک ایسی عورت ہو جو ان کی کنگھا پٹی کرے۔ ان کا انتظام کرے۔ آپؐ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت جابرؓ کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے۔ یہ ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ سب کاروبار ان کے سپرد ہوا بہت غمگین رہتے تھے اس لئے آپؐ نے ان سے پوچھا۔ شادی کی باکرہ سے یا بیوہ سے۔ جب بتلایا بیوہ سے تو آپؐ نے فرمایا هَلَّا جَارِیَةً یعنی نوجوان لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی۔ تاکہ اس سے محبت و الفت زیادہ ہوتی۔ ہمسری کا یہی تقاضا تھا۔

خرقاء حمقاء اخرق بمعنی احمق۔ ناتجربہ کار۔

حدیث نمبر ۳۶۵ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ سُرَیْجٍ الخ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ اَبَاهُ اسْتُشْهِدَ یَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ عَلَیْهِ دَیْنًا وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ

فَلَمَّا حَضَرَ جِزَازُ النَّخْلِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِىْ قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَّاِنِّىْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ فَقَالَ اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهٗ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْا بِىْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ اَطَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ادْعُ لَكَ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَّالِدِىْ اَمَانَتَهٗ وَاَنَا اَرْضٰى اَنْ يُّؤَدِّىَ اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِىْ وَلَا اَرْجِعَ اِلٰى اَخَوَاتِىْ بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتّٰى اَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں ان کے باپ شہید کر دیئے گئے۔ جنہوں نے اپنے اوپر بہت سا قرضہ چھوڑا اور چھ کنواری بیٹیاں چھوڑ گئے۔ جب کھجوروں کے کاٹنے کا موسم آیا تو میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپؐ کو معلوم ہے میرے باپ اُحد میں شہید ہو گئے۔ اور بہت سا قرضہ چھوڑ گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپؐ کو دیکھ کر شاید میرے قرضخواہ کچھ رعایت برتیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم جا کر کھجور کی الگ الگ ڈھیریاں لگاؤ پھر مجھے بلاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا اور آپؐ کو آنے کی دعوت دی۔ جب قرض خواہ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا تو اس گھڑی مجھ پر مشتعل ہو کر غصّہ کا اظہار کیا۔ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی اس کارکردگی کو دیکھ لیا۔ تو ان ڈھیروں میں سے جو سب سے بڑی ڈھیری تھی۔ آپؐ نے اس کے اردگرد تین چکر لگائے۔ پھر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر مجھے فرمایا کہ اپنے ساتھی قرضخواہوں کو بلاؤ۔ پس آپؐ برابر ان کے لئے پیمانہ سے کھجور بھرتی کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے میرے باپ سے ان کی امانت ادا کرا دی۔ اور میں اس پر راضی تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ میرے باپ کی امانت کو پورے طور پر ادا کر دے اور میں اپنی بہنوں کی طرف کھجور کا ایک دانہ بھی لے کر نہ جاؤں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ساری ڈھیریوں کو سالم رکھا یہاں تک کہ میں

اس ڈھیری کو دیکھ رہا تھا۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہ اس سے کھجور کا ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ترک ست بنات پہلی روایت میں ۹ بنات کا ذکر تھا بظاہر تعارض ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تین بیٹیاں شادی شدہ تھیں۔ جو اپنے خاوندوں کے گھر رہتی تھیں۔ چھ کنواری بہنیں حضرت جابرؓ کے پاس تھیں۔

عضو جزاذ النخل یہ روایت مختصر ہے۔ حضرت جابرؓ نے اپنے قرضخواہوں سے کہا تھا۔ کہ جو کچھ میرے پاس ہے لے لو۔ باقی معاف کر دو۔ لیکن وہ نہ مانے۔ حضرت جابرؓ آپؐ کو ان یہود کے پاس سفارش کے لئے لے گئے۔ جس پر پھر بھی وہ نہ مانے۔ آپؐ کا تین مرتبہ جانا احادیث سے ثابت ہے۔ پہلے سفارش کے لئے گئے۔ بعد ازاں تمام باغ کا دورہ کیا۔ ارشاد فرمایا۔ کھجور کاٹنے کے موسم میں ان کے انواع الگ الگ رکھو۔ پھر مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ پھر تیسری مرتبہ خرمنوں کے تمایز کے بعد بڑے خرمن پر بیٹھ گئے۔ اور تمام قرضہ ادا کر دیا۔ اور خرمن سب کے سب صحیح وسالم بچ گئے۔

اغروا بی اغراء کا معنی بھڑکانا۔ اور بھڑکانے کی صورت میں غصہ کی وجہ سے آدمی چمٹ جاتا ہے تو وہ سب مجھے چمٹ گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فسلم اللہ البیادر کلھا ص۵۸۰ سلامتی سے مراد بالکل فنا نہ ہونا نہیں ہے۔ اگر کچھ حصہ باقی رہ جائے تو اس کے منافی نہ ہوگا۔ چنانچہ بعد میں کانھا لم تنقص الخ اس کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ لفظ کانَّ در حقیقت نقصان پہ دلالت کرتا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ کمی ہوئی ضرور ہے۔ مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ نیز بعض دوسری روایات میں صراحۃً وارد ہے۔ کہ کچھ کمی واقع ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے روایات کے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے۔ کہ تیس وسق تو ادا ہوگئے اور سترہ وسق بچ رہے۔ یا اختلاف روایات ہو تو مدد عزما پر محمول کیا ہے۔ ایک نوع میں سے ایک یہودی کو ادا کیا۔ اس سے کچھ بچ رہا دوسرے نوع سے دوسرے کو ادا کیا اس سے کچھ نہ بچا۔

حدیث نمبر ۲۶۵۱ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍؓ

قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ وَمَعَهُ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں اُحد کی لڑائی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ کے ہمراہ دو آدمی ہیں جو آپ کی طرف سے لڑائی میں حصہ لے رہے ہیں جن پر سفید کپڑے تھے اور وہ سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔ جن کو میں نے نہ اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا۔

حدیث نمبر ۳۶۵۲ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ نَثَلَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِنَانَتَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ ارْمِ فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے اُحد کی لڑائی میں ان کا ترکش جھاڑا اور فرمایا تیر پھینکو میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | نثل بمعنی جھاڑنا۔ کنانہ وہ تھیلی جس میں تیر رکھے جاتے ہیں۔ حضرت سعدؓ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ جن کے بارے میں آپؐ نے فداک ابی وامی فرمایا۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۵۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ جَمَعَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفدیہ کے لئے اُحد کی لڑائی میں میرے لئے اپنے والدین کو جمع فرمایا۔ یعنی فداک امی وابی فرمایا۔ ورنہ آپؐ کے والدین تو کب کے وفات پا چکے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۵۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ لَقَدْ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَبَوَيْهِ كِلَيْهِمَا يُرِيْدُ حِيْنَ قَالَ فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ وَهُوَ يُقَاتِلُ۔

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں میرے لئے اپنے دونوں والدین کو جمع فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ جب یہ قتال کر رہے تھے۔ تو آپؐ نے فداک ابی وامی فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۶۵۵ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ مَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ اَبَوَیْہِ لِاَحَدٍ غَیْرَ سَعْدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کے متعلق نہیں سنا کہ آپؐ نے اپنے والدین کو جمع کیا ہو سوائے حضرت سعدؓ کے۔ اگرچہ آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو بھی فداک ابی وامی فرمایا۔ مگر حضرت علیؓ نے نہیں سنا۔ تو حصر نہ ہوا۔

حدیث نمبر ۳۶۵۶ حَدَّثَنَا یَسْرَۃُ بْنُ صَفْوَانَ الخ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَعَ اَبَوَیْہِ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاِنِّیْ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ یَوْمَ اُحُدٍ یَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کے لئے اپنے والدین کو جمع کرتے نہیں سنا۔ سوائے حضرت سعد بن مالکؓ کے کہ ان کے متعلق میں نے اُحد کی لڑائی میں سنا۔ اے سعد! تیر پھینکو۔ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

حدیث نمبر ۳۶۵۷ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ زَعَمَ اَبُوْعُثْمَانَ اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ تِلْكَ الْاَیَّامِ الَّتِیْ یُقَاتِلُ فِیْھِنَّ غَیْرُ طَلْحَۃَ وَسَعْدٌ عَنْ حَدِیْثِھِمَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بعض ان لڑائیوں میں جن میں آپؐ نے لڑائی میں حصہ لیا۔ سوائے طلحہؓ اور سعدؓ کے کوئی باقی نہ رہا۔ یہ ان دونوں کی حدیث میں سے بیان کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۵۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ الخ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ یَزِیْدَ قَالَ صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَطَلْحَۃَ بْنَ عُبَیْدِ اللّٰہِ وَالْمِقْدَادَ وَسَعْدًا فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا مِّنْھُمْ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنِّیْ سَمِعْتُ طَلْحَۃَ یُحَدِّثُ عَنْ یَوْمِ اُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت مقدادؓ اور سعد رضی اللہ عنہم کی صحبت میں کافی عرصہ رہا۔ پس میں نے ان میں سے کسی سے

نہیں سنا کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوں۔ احتیاط کا یہ عالم تھا۔ مگر میں نے حضرت طلحہؓ سے سنا جو اُحد کی لڑائی کے بارے میں حدیث بیان کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بہت سے صحابہ کرام اس خوف سے کہ کہیں کوئی غلط بات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔ بنا بریں وہ احتیاطاً حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ اور بعض صحابہ پر ضرورت تبلیغ کا غلبہ تھا۔ اس لئے وہ احادیث بیان کرتے تھے۔ ان میں سے حضرت طلحہؓ بھی ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۵۹ حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی شَیْبَةَ الخ عَنْ قَیْسٍ قَالَ رَأَیْتُ یَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقٰی بِهَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت قیسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ کے ہاتھ کو میں نے بے حس و حرکت مثل دیکھا جس سے اُحد میں انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچاؤ کیا تھا۔

حدیث نمبر ۳۶۶۰ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ بَیْنَ یَدَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَیْهِ بِحَجَفَةٍ لَّهٗ وَکَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَجُلًا رَّامِیًا شَدِیْدَ النَّزْعِ کَسَرَ یَوْمَئِذٍ قَوْسَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا وَکَانَ الرَّجُلُ یَمُرُّ مَعَهٗ بِجَعْبَةٍ مِّنَ النَّبْلِ فَیَقُوْلُ انْثُرْهَا لِاَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ وَیُشْرِفُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ اِلَی الْقَوْمِ فَیَقُوْلُ اَبُوْ طَلْحَةَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَا تُشْرِفْ یُصِیْبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِیْ دُوْنَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَأَیْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍؓ وَاُمَّ سُلَیْمٍؓ وَاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰی خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلٰی مُتُوْنِهِمَا تُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِیْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّیْفُ مِنْ یَدَیْ اَبِیْ طَلْحَةَ اِمَّا مَرَّتَیْنِ وَاِمَّا ثَلٰثًا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب اُحد کی لڑائی میں کچھ مسلمان لوگ شکست کھا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگ گئے۔ تو حضرت ابو طلحہؓ اپنے چمڑے کی ڈھال لے کر آپؐ کے اوپر

ڈھال بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابو طلحہؓ سخت تیر انداز اور سخت کمان کھینچنے والے تھے۔ اس دن ان کی دو یا تین کمانیں ٹوٹ گئیں۔ اور جو آدمی بھی آپ کے پاس سے تیروں کا ترکش لے کر گزرتا تو اس سے کہتے تھے کہ ان تیروں کو ابو طلحہؓ کے لئے پھیلاتے جاؤ۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونچے ہو کر قوم کی طرف دیکھتے تھے۔ حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپؐ اونچے ہو کر نہ دیکھیں کہیں قوم کے تیروں میں سے کوئی تیر آپؐ کو آ کر نہ لگے۔ میرا سینہ آپؐ کے سینے کے آگے قربانی کے لئے موجود ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ بنت ابی بکر اور حضرت انسؓ کی والدہ اُمّ سلیم کو دیکھا۔ جو اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے تھیں۔ میں ان دونوں کی پنڈلیوں کے مغز کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی پیٹھوں پر مشکیزے بھر بھر کے لاتی تھیں اور قوم کے منہ میں انڈیلتی تھیں۔ پھر واپس جا کر ان کو بھر لاتیں اور انہیں قوم کے منہ میں انڈیل دیتی تھیں۔ اور اس دن حضرت ابو طلحہؓ کے ہاتھ سے دو مرتبہ یا تین مرتبہ تلوار گر پڑی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ تو مہاجر ہیں اور عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ لیکن ابو طلحہؓ زید بن سہل انصاری حضرت انسؓ کے سوتیلے والد اور حضرت اُمّ سلیمؓ کے خاوند ہیں۔ مجوب جوبہ سے ہے۔ جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔ ڈھال کو بھی جوبہ کہتے ہیں۔ اور چمڑے کی ڈھال کو جحفہ کہتے ہیں۔ ملشمرتان یہ ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے۔ جب کہ آیاتِ حجاب نازل نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے یہ حضرات بیبیاں میدانِ حرب میں پھرتی تھیں۔ خدم خلخال اور کڑے کو اور جعبہ ترکش کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ولقد وقع السیف من ید ابی طلحۃ (۵۸۱/۲۲) عین لڑائی کی حالت میں غزوۂ اُحد میں جن حضرات کو اونگھ آ گئی تھی۔ ان میں سے حضرت ابو طلحہؓ بھی تھے۔ جن کے ہاتھ سے دو تین مرتبہ تلوار گر پڑی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ صاحب جلالین فرماتے ہیں۔ کہ وہ مومن لوگ تھے جن کے سر ڈھالوں کے نیچے حرکت کرتے تھے۔ اور تلواریں ان کے ہاتھوں سے گر رہی تھیں۔ بلکہ حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میرے ہاتھ سے کئی دفعہ تلوار گر پڑی۔

حدیث نمبر ۳۷۶۱ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ

لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَصَرَخَ إِبْلِيْسُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَيْ عِبَادَ اللّٰهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ فَبَصُرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيْهِ الْيَمَانِ فَقَالَ أَيْ عِبَادَ اللّٰهِ أَبِيْ أَبِيْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰى قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَاللّٰهِ مَازَالَتْ فِيْ حُذَيْفَةَ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ بَصُرْتُ عَلِمْتُ مِنَ الْبَصِيْرَةِ فِي الْأَمْرِ وَأَبْصَرْتُ مِنْ بَصَرِ الْعَيْنِ وَيُقَالُ بَصُرْتُ وَأَبْصَرْتُ وَاحِدٌ۔

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اُحد کی لڑائی بپا ہوئی۔ تو مشرکوں کو پہلے شکست ہوگئی شیطان لعنۃ اللہ تعالیٰ زور سے چیخا کہ او اللہ کے بندو! پچھلی طرف دیکھو لڑائی ہو رہی ہے۔ تو پہلی جماعت بھاگتی ہوئی بھی واپس آگئی۔ تو پہلی اور دوسری دونوں جماعتوں نے مل کر گھمسان کی لڑائی شروع کر دی۔ حضرت حذیفہؓ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے باپ یمان گھیرے میں ہیں۔ کہنے لگے اے اللہ کے بندو! میرا باپ ہے باپ ہے اس کو بچاؤ۔ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! وہ لوگ نہ رکے یہاں تک کہ میرے باپ کو ان لوگوں نے قتل کر دیا۔ سمجھے کہ دشمن کا آدمی ہے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ میں یہ دعا خیر و استغفار مرتے دم تک باقی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ امام بخاریؒ لفظی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بصرت جب مجرد میں ہو تو علمت کے معنی میں ہوتا ہے۔ تو بصیرۃ فی الامر سے ماخوذ ہوگا۔ اور جب ابصرتُ مزید میں چلا جائے تو پھر آنکھ سے دیکھنے کے معنی آتے ہیں۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ بصرت اور ابصرت یعنی مجرد اور مزید دونوں ایک معنی میں ہیں۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ای عباد اللہ ممکن ہے اس سے کفار کو متوجہ کرنا ہو۔ یا مسلمانوں کو دونوں معنی صحیح ہیں۔

رجعت اولاھم ای لقتال اخراھم اگر خطاب کفار کو ہو تو معنی ہوں گے کہ جو آگے بھاگے جا رہے تھے وہ لوٹ پڑے۔

بقیۃ خیر بقیہ دعا اور بعض نے خیر سے حزن مراد لیا ہے۔ کہ مرتے دم تک یہ غم باقی رہا۔

بصرت علمت مصنف کی عادت ہے کہ روایت میں کوئی لفظ قابل تفسیر ہو۔ تو قرآن مجید سے اس کی تفسیر کر دیتے ہیں۔ بصرت از باب کرم بصیرۃ سے ہے۔ جس سے رؤیۃ قلبی مراد ہے اور مزید فیہ میں البصرت بصارت سے رؤیۃ عین مراد ہوتی ہے۔ بعض نے کوئی فرق نہیں کیا۔ دونوں کے ایک معنی ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جس دن کہ دونوں جماعتیں مسلمان اور مشرکوں کی آپس میں لڑائی شروع ہوئی تو جن لوگوں نے تم میں سے پیٹھ پھیری۔ ان کی کرتوتوں کی وجہ سے شیطان نے، ان کو پھسلا دیا تھا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَیْتَ فَرَاٰی قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقُعُوْدُ قَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَیْشٌ قَالَ مَنِ الشَّیْخُ قَالُوا ابْنُ عُمَرَؓ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُكَ عَنْ شَیْءٍ اَتُحَدِّثُنِیْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَیْتِ اَتَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَؓ فَرَّ یَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُهُ تَغَیَّبَ عَنْ بَدْرٍ فَلَمْ یَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُ اَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَیْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ یَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَبَّرَ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ تَعَالَ لِاُخْبِرَكَ وَلِاُبَیِّنَ لَكَ عَمَّا سَاَلْتَنِیْ عَنْهُ اَمَّا فِرَارُهُ یَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا تَغَیُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِیْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ وَاَمَّا تَغَیُّبُهُ عَنْ بَیْعَةِ الرِّضْوَانِ فَاِنَّهُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ عُثْمَانَ وَكَانَ بَیْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُؓ اِلٰی مَكَّةَ فَقَالَ النَّبِیُّ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہِ الْیُمْنٰی ھٰذِہٖ یَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِھَا عَلٰی یَدِہٖ فَقَالَ ھٰذِہٖ لِعُثْمَانَ اَذْھَبْ بِھٰذَا الْاٰنَ مَعَکَ۔

ترجمہ۔ عثمان بن موہبؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بیت اللہ کے حج کے ارادہ سے گیا۔ تو کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ پوچھا یہ بیٹھے ہوئے لوگ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ قریش ہیں۔ پوچھا یہ بوڑھے شیخ کون ہیں۔ لوگوں نے بتلایا کہ یہ حضرت ابن عمرؓ ہیں۔ وہ آپ کے پاس آکر پوچھنے لگا۔ کہ میں کچھ باتیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ ان کے متعلق کچھ بیان فرمائیں گے۔ کہنے لگا میں آپ کو اللہ تعالےٰ کے اس گھر کی عزت کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ اُحد کی لڑائی سے بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! پھر پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ غزوۂ بدر سے بھی غائب رہے۔ اس میں حاضر نہیں ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں! پھر پوچھا۔ کیا وہ بیعت رضوان سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جس میں وہ حاضر نہ ہوئے۔ انہوں نے کہا ہاں! تو اس نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ادھر آؤ۔ میں تمہیں بتلاؤں اور جن چیزوں کے متعلق تم نے سوال کیا ہے۔ ان کے متعلق وضاحت کرتا ہوں۔ سنو! ان کا اُحد کی لڑائی سے بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ ان کا غزوۂ بدر سے غائب رہنا۔ اس وجہ سے تھا۔ کہ ان کے نکاح میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ تھی جو سخت بیمار ہو گئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم ان کی تیمارداری کرو۔ تمہیں شہداء بدر کے برابر ثواب ملے گا۔ اور ان کا حصہ بھی ملے گا۔ اور اُن کا بیعت رضوان سے غائب رہنا اس وجہ سے تھا کہ اگر حضرت عثمان بن عفانؓ سے مکہ کی وادی میں کوئی زیادہ عزت والا ہوتا تو آپؐ ان کی بجائے ان کو روانہ فرماتے۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ چلے جانے کے بعد عمل میں آئی۔ اور اس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حضرت عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ پھر اس ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ پر مارتے ہوئے فرمایا۔ کہ یہ حضرت عثمانؓ کی بیعت ہوئی۔ اب ان جوابات کو لے کر جاؤ اور جو کچھ مرضی آئے کہتے پھرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جو لوگ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ ان کے متعلق بتلانا ہے۔ کہ یہ ان کی معصیت کی وخامت تھی۔

جاء رجل یہ یزید بن بشر اسکسکی خوارج میں سے تھا۔ خوارج ختنین یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی شان میں بہت گستاخی کرتے تھے۔

اتعلم ان عثمان سے حضرت عثمانؓ کی تذلیل کرنا چاہتا ہے۔ فکبر سے اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ کہ میں نے صحابیؓ سے ان جرائم کا اقرار کرالیا۔

ان اللہ عفا عنہ عفا اللہ عنھم یہ آیت کے الفاظ ہیں۔ جب معافی ہوگئی تو اب کیا اعتراض ہے۔ کانت تحتہ بنت رسول اللہ حضرت رقیہؓ سخت بیمار تھیں۔ کوئی ان کی خبرگیری کرنے والا نہیں تھا۔ تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو اور اسامہ بن زیدؓ کو جو آپؐ کے پوتے لگتے تھے۔ متبنیٰ کے متعلق تو آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اس سے قبل تو ان کے باپ زید بن محمد کے نام سے مشہور تھے۔ تو حضرت اسامہؓ ابھی بچے تھے۔ آپؐ نے ان دونوں کو اس خدمت کے لئے مقرر فرمایا۔ تو یہ حکماً غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اس سے غائب نہ ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو قریش میں ایک ذی وجاہت آدمی تھے ان کو بھیجا۔ کہ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں لڑائی کے لئے نہیں آئے۔ قریش نے صلح کی پیشکش کو قبول نہ کیا۔ آپؐ نے مسلمانوں سے اس بات پر بیعت لی۔ کہ خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کی نوبت آئی تو میدانِ حرب سے کوئی نہیں بھاگے گا۔ گویا کہ یہ بیعت علی الموت تھی۔ دوسرے آپؐ نے اپنے داہنے ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا۔ اور بائیں ہاتھ پر مارتے ہوئے ان کی طرف سے بھی بیعت کرلی۔ تو تخلف کیسے ہوا۔ بلکہ اس سے تو حضرت عثمانؓ کی صداقت اور واضح ہوتی ہے۔ پہلے حضرت عمرؓ کو بھیجنے کا پروگرام تھا۔ لیکن انہوں نے فرمایا۔ مجھے جانے سے کوئی عذر نہیں۔ مگر میرا وہاں کوئی حامی نہیں ہے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ بنو امیہ میں سے تھے۔ جن کے مکہ میں بہت سے حامی تھے۔ اس لئے ان کو سفارت پر بھیجا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ

بصرت علمت ص ۵۸۱/۲۶ مقصد یہ ہے کہ روایت میں بصرت مجازی معنی پر ہے۔ اور یقال بصرت و ابصرت واحد کہنے سے مجاز نہ ہوا۔

انشدک بحرمۃ ھذا البیت چونکہ بیت اللہ کی تکریم و تحریم بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کی قسم ہوئی۔ غیر اللہ کی قسم نہ ہوئی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقسم بہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہو جس کو عبارت میں ذکر نہیں کیا گیا۔ مراد وہی ہے۔ اور حرمت بیت

کا ذکر وسیلہ کے طور پر ہوگا۔ نفل اسے مقسم بہ نہیں بنایا گیا۔

تشریح از شیخ زکریا قطب گنگوہیؒ کی غرض یہ ہے کہ حدیث حذیفہؓ میں لفظ بصر وارد ہوا ہے۔ یہ بمعنی علم کے ہے تو یہ مجازی معنی ہوں گے۔ اور جو لوگ بصر اور البصر کو ایک کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مجاز نہ ہوگا۔ قسطلانیؒ اور علامہ عینیؒ بھی یہی توجیہ کر رہے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس سے اپنی عادت کے مطابق سورۂ طٰہٰ کی آیت فبصرت بمالم یبصروا بہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

بحرمۃ ھٰذا البیت سے قطب گنگوہیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس طرح کہنے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ابن عمرؓ کا سکوت بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن حلف بالکعبہ جائز نہیں۔ اور نہ ہی اس سے قسم منعقد ہوتی ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے بھی ان کے درمیان فرق کر دیا۔ قسم بالحرمت اور ہے اور قسم بالکعبہ اور ہے۔ چنانچہ مجمع میں ہے۔ وفی الحرام کفارۃ یمین یعنی جو شخص کہے حرام اللہ لا افعل کذا۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی کہے یمین اللہ افعل کذا۔

بَابُ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ تُصْعِدُوْنَ تَذْهَبُوْنَ اَصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَابِ۔

ترجمہ۔ جب کہ تم بھاگتے ہوئے جا رہے تھے کسی کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور اللہ کا رسول تمہیں پیچھے سے بلا رہا تھا۔ غم کے بدلے غم دیا تاکہ تم کسی فوت ہو جانے والی چیز پر غم نہ کرو۔

حدیث نمبر ۳۶۶۳ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رض قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ یَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَیْرٍ رض وَّاَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِیْنَ فَذَاكَ اِذْ یَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِیْ اُخْرٰهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں پیدل تیر انداز دستہ پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو سالار مقرر فرمایا اور شکست خوردہ مدینہ کی

طرف جارہے تھے۔ پس یہی ہے کہ جب انہیں اللہ کا رسول پیچھے سے پکار رہا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اصعد فی الارض اذا ذھب بھا جیسے مصعد بمعنی ذاھب۔ ھوای مع الرکب الیمانی مصعد ای ذاھب والرسول یدعوکم کہ آپؐ فرمارہے تھے۔ الی عباد اللہ من یکیر فلہ الجنۃ۔ کہ اے اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔ جو شخص دوبارہ حملہ کرے گا۔ اس کے لئے جنت ہے۔ یہ آپؐ فرمارہے تھے۔ لیکن بھاگنے والے مُڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔

اصابکم غما بغم یعنی تم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غم میں ڈالا۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں غم میں مبتلا کردیا۔ اور بعض حضرات نے بغم میں بار سببیہ قرار دیا ہے۔ اور بعض نے بار بمعنی مع کے بھی لیا ہے۔ کہ غم پہ غم آئے۔ ایک تو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے زخمی ہوئے اور تمہارے ستّر آدمی بھی مارے گئے۔ لیکیلا تحزنوا الخ تاکہ آگے تمہارا غم نہ بڑھے۔

رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آسان ہوگئیں

علی اصابتہ الغم یہ تو تمہاری عادت بنانے کے لئے غم دیا کیونکہ تو معنی ہوں گے ہر کام میں عادت کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ عادت کی صورت میں غم خفیف ہوجاتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو بڑے غم میں مبتلا کردو تو اسے چھوٹے غم بھول جاتے ہیں۔ جب ستّر آدمیوں کی شہادت کا سنا تو شکست کا غم جاتا رہا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اصعد وصعد فوق البیت ص۵۸۲ امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ اصعد صعد مجرد اور مزید ذھاب فی الارض اور اوپر کو چڑھنے دونوں میں لفظ مشترک ہے۔ نیز مجرد اور مزید میں بھی کوئی فرق نہیں۔ حتیٰ کہ جب اصعدت وصعدت کہو۔ تو دونوں کے معنی اذا ذھبت وارقیت یعنی جانے اور چڑھنے دونوں کے معنی ہوں گے۔

فذاک اذ یدعوھم ص۵۸۲ کیونکہ جب یہ لوگ شکست کھا کر مدینہ کی طرف بھاگے جارہے تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے رہ گئے اور آخر میں کھڑے ہوکر اپنی طرف پکار رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ کی تحقیق سے ثابت ہوا۔ کہ دونوں لفظ مترادف

ہیں۔ اور ثلاثی رباعی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور صاحب جمل نے اختلاف قرائتین ذکر کیا ہے۔ تو اس وقت معنی ہوں گے۔ کہ پہلے تو یہ لوگ وادی میں جارہے تھے۔ لیکن جب دشمنوں نے راستہ تنگ کر دیا تو پہاڑوں پہ چڑھنے لگے۔ تو اس بناپر اصعدا زا صعد میں فرق ہو جائے گا۔ اور شیخ گنگوہیؒ کی تفسیر ترادف کے مطابق امام بخاریؒ کا قول اصعد وصعد فوق البیت ایک جملہ ہوگا۔ لیکن حافظؒ کی تفسیر کے مطابق صعد ثلاثی ارتفع کے معنی میں ہوگا۔ اور رباعی ذھب کے معنی میں۔ اس صورت میں صعد فوق البیت جملہ مستانفہ ہوگا۔ واؤ

حین اقبلوا انضرمین ابن عباسؓ نے اذ تصعدون کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ صعدوا فی احد فرارا والرسول یدعوھم فی اخرھم الی عباد اللہ اور حافظؒ نے لکھا ہے۔ کہ جب قتل محمد کی خبر مشہور ہوئی۔ تو مسلمان پیچھے مڑے اس طرح کہ غیر شعوری طور پر ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت یمانؓ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ کمامر۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم ٹھہرے رہے اور انہیں پکارتے رہے۔ من یکبر فلہ الجنۃ۔

بَابُ قَوْلِهِ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا

يَغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

حدیث نمبر ۳۶۶۴ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ الخ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ كُنْتُ فِيْمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ اُحُدٍ حَتّٰى سَقَطَ سَيْفِيْ مِنْ يَّدِيْ مِرَارًا يَسْقُطُ وَاٰخُذُهٗ وَيَسْقُطُ فَاٰخُذُهٗ۔

ترجمہ حدیث و باب۔ پھر اللہ تعالیٰ شکست کے غم کے بعد تم پر اونگھ کو امن دینے کے لئے

اتارا۔ جس نے تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانپ لیا۔ اور ایک گروہ ایسا تھا جن کو اپنی فکر دامن گیر تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ناحق جاہلیت کا گمان کرتے تھے۔ کہ ہمارے لئے نصرت اور کامیابی کا وعدہ کیوں نہ پورا ہوا۔ آپؐ فرمادیں معاملہ تو سب اللہ کے سپرد ہے۔ یہ لوگ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپاتے ہیں جو آپؐ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کوئی نصرت اور فتح ہوتی۔ تو ہم اس جگہ قتل کیوں ہوتے۔ آپؐ ان سے فرمادیں۔ کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کے متعلق قتل لکھا جاچکا ہے وہ ضرور اپنے اپنے ٹھکانے تک پہنچتے۔ یہ شکست کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے نمودار کیا تاکہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لے۔ اور جو تمہارے دلوں کے اندر ہے اسے خالص کردے اور اللہ تعالیٰ تو سینے کے بھیدوں کو خوب جاننے والے ہیں۔

ترجمہ حدیث۔ حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جن کو اُحد کی لڑائی میں اونگھ نے آکر ڈھانپ لیا۔ یہاں تک کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے کئی مرتبہ گر گئی۔ وہ گرتی تھی میں اسے پکڑتا تھا۔ وہ گرتی تھی میں پکڑتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اونگھ کا جنگ کی حالت میں نازل ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور امن کا پیغام تھا۔ یہ واقعہ شکست کھانے کے بعد پیش آیا۔

قد اھمتھم انفسھم یہ منافقین تھے جو لشکر میں باقی رہ گئے تھے۔ یخفون فی انفسھم الخ یا تو کفر و شرک کی باتیں چھپائے ہوئے تھے یا ندامت و پشیمانی تھی۔ کہ ہم عبداللہ بن ابی کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے۔

بَابُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ آپؐ کو بددعا کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے دے۔ یا ان کو عذاب میں مبتلا کرے۔ کیونکہ یہ لوگ ظالم ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۶۵ قَالَ حُمَيْدٌ وَّثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍؓ شُجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ فَنَزَلَتْ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ اُحد کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ وہ قوم کیسے کامیاب ہو گی۔ جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کیا۔ تو آیت کریمہ اتری۔ ترجمہ۔ آپؐ کو اختیار نہیں ہے کہ آپؐ ان کے لئے بددعا کریں۔

حدیث نمبر ۳۷۶۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کہ آپؐ نے فجر کی نماز کی آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھایا۔ تو فرمانے لگے۔ اے اللہ! فلاں۔ فلاں اور فلاں پر لعنت نازل فرما۔ یہ آپؐ نے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد فرمایا۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت لیس لک من الامر شیئ سے فانہم ظٰلمون تک نازل فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۷۶۷ وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عَلَى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَزَلَتْ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوان بن امیہ سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر بددعا فرمایا کرتے تھے۔ جس پر یہ آیت لیس لک من الامر شیئ سے فانہم ظٰلمون تک نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود زیادہ شفیق اور رحیم پیدا ہوئے تھے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ اور عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ آپؐ کی شان میں فرمایا گیا۔ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ کا عطف اَوْ يَكْبِتَهُمْ پر ہے۔ جو اسی آیت میں ہے۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ یہ جملہ معترضہ ہے۔ کہ آپؐ كيف يفلح قوم الخ نہ فرمائیں۔ اس لئے کہ یہ جملہ بد دعا ہے۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت دے دے یا ان کی نسلوں سے کوئی نیک لوگ پیدا ہو جائیں۔ لہٰذا آپؐ بد دعا نہ کریں۔ اوّلاً تو آپؐ بد دعا کرتے نہیں تھے۔ اگر بالفرض کسی وقت تنگ ہو کر بد دعا کرنے کے لئے آمادہ ہوتے تو آپؐ کو روک دیا جاتا۔ کہ آپؐ رؤف رحیم ہیں۔ صبر کریں۔ لیس من الامر الی من الاختیار۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لیس لک من الامر شئی ص ۵۸۲/۱۵ چونکہ اس آیت کے سبب شانِ نزول میں اختلاف ہے۔ اس لئے بعض دوسرے اقوال بھی اس کی تفسیر میں لائے گئے ہیں۔ اگرچہ اُحد کے واقعہ سے ان کا تعلق نہیں۔ لیکن تبعاً اور طرداً للباب ان کا ذکر ہو گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ کی غرض یہ ہے۔ کہ باب کی حدیث اوّل کا تعلق تو غزوۂ اُحد سے ہے۔ لیکن دوسری حدیث سے اس سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا آپؒ نے تنبیہ فرما دی۔ کہ چونکہ سبب نزول میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رباعی ٹوٹی اور پیشانی لہولہان ہوئی تو آپؐ نے فرمایا۔ كيف يفلح قوم الخ اور بعض فرماتے ہیں۔ منافقین کی ایک جماعت پر آپؐ نے بد دعا فرمائی۔ تب آیت کا نزول ہوا۔ اور بعض نے اُحد کی لڑائی میں شکست کا سبب بننے والوں کے لئے بد دعا فرمائی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ جو عصیہ اور ذکوان دو قبائل کی طرف تبلیغ کے لئے گئے تھے وہ قتل کر دیئے گئے تو ان پر چالیس دن تک قنوت نازلہ پڑھی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ قصۂ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

بَابُ ذِكْرِ أُمِّ سَلِيْطٍ

ترجمہ۔ حضرت اُمِّ سلیط کا تذکرہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ وَقَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ اَبِيْ مَالِكٍ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَبَقِيَ مِنْهَا مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْطِ

هٰذَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ أُمَّ كَلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ أُمُّ سَلِيْطٍ أَحَقُّ بِهٖ وَأُمُّ سَلِيْطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ثعلبہ بن ابی مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مدینہ والوں کی مسلمان عورتوں کے درمیان گرم چادریں تقسیم فرمائیں۔ تو ان میں سے ایک عمدہ چادر بچ گئی تو جو لوگ آپ کے پاس تھے ان میں سے کسی نے کہا۔ کہ آپ یہ چادر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی جو آپ کے نکاح میں ہے اس کو دے دیں۔ ان کا مقصد تھا کہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کو دے دی جائے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت ام سلیطؓ اس کی زیادہ حق دار ہے۔ حضرت ام سلیطؓ انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ اور اس کو خوب نبھایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ اُحد کی لڑائی میں مشکیزے بھرے ہوئے اٹھا کر ہمارے لئے لاتی تھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت علیؓ نے حضرت ام کلثوم بنت علی بنت فاطمہؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا تھا۔ اس خیال سے کہ حضرت عمرؓ کا نسب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائے۔ مگر روافض بڑی بے حیائی سے کہتے ہیں۔ اول فرج غصیب عنا فرج ام کلثوم بہرحال حضرت ام کلثومؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی تھی۔ اور حضرت عمرؓ کی بیوی تھی۔ حضرت عمرؓ اپنے اقارب کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے وہ عمدہ گرم چادر حضرت ام سلیطؓ کو عنایت فرمائی جو اُحد کی لڑائی میں حضرت عائشہؓ اور ام سلیمؓ کے ہمراہ پانی پلانے کی خدمت انجام دیتی تھیں۔ حضرت ام سلیطؓ ابو سلیط کی بیوی تھی۔ جن کے خاوند کا انتقال ہجرت سے پہلے ہو گیا تھا۔ تو مالک بن سنان نے ان سے شادی کی جن سے حضرت ابو سعید خدریؓ پیدا ہوئے۔
تزفر کے معنی تحمل کے ہیں۔

بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ رض

حدیث نمبر ۳۷۶۹ حَدَّثَنِیْ اَبُوْجَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّةَ الضَّمْرِیِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ قَالَ لِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ هَلْ لَّكَ فِیْ وَحْشِیٍّ نَسْأَلُهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ قُلْتُ نَعَمْ وَكَانَ وَحْشِیٌّ یَسْكُنُ حِمْصَ فَسَأَلْنَا عَنْهُ فَقِیْلَ لَنَا هُوَ ذَاكَ فِیْ ظِلِّ قَصْرِهٖ كَاَنَّهٗ حَمِیْتٌ قَالَ فَجِئْنَا حَتّٰی وَقَفْنَا عَلَیْهِ بِیَسِیْرٍ فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ وَعُبَیْدُ اللّٰهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهٖ مَا یَرٰی وَحْشِیٌّ اِلَّا عَیْنَیْهِ وَرِجْلَیْهِ فَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ یَا وَحْشِیُّ اَتَعْرِفُنِیْ قَالَ فَنَظَرَ اِلَیْهِ ثُمَّ قَالَ لَا وَاللّٰهِ اِلَّا اَنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّ عَدِیَّ بْنَ الْخِیَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً یُّقَالُ لَهَا اُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ اَبِی الْعِیْصِ فَوَلَدَتْ لَهٗ غُلَامًا بِمَكَّةَ فَكُنْتُ اَسْتَرْضِعُ لَهٗ فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ اُمِّهٖ فَنَاوَلْتُهَا اِیَّاهُ فَلَكَاَنِّیْ نَظَرْتُ اِلٰی قَدَمَیْكَ قَالَ فَكَشَفَ عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنْ وَّجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ اَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ رض قَالَ نَعَمْ اِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَیْمَةَ بْنَ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ بِبَدْرٍ فَقَالَ لِیْ مَوْلَایَ جُبَیْرُ بْنُ مُطْعِمٍ اِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ رض بِعَمِّیْ فَاَنْتَ حُرٌّ قَالَ فَلَمَّا اَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَیْنَیْنِ وَعَیْنَیْنِ جَبَلٌ بِحِبَالِ اُحُدٍ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهٗ وَادٍ خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ اِلَی الْقِتَالِ فَلَمَّا اصْطَفُّوْا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ قَالَ فَخَرَجَ اِلَیْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ یَا سِبَاعُ یَا ابْنَ اُمِّ اَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُوْرِ اَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ شَدَّ عَلَیْهِ فَكَانَ كَاَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ رض تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّیْ رَمَیْتُهٗ بِحَرْبَتِیْ فَاَضَعُهَا فِیْ ثُنَّتِهٖ حَتّٰی خَرَجَتْ مِنْ بَیْنِ وَرِكَیْهِ قَالَ فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدُ بِهٖ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَاَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتّٰی فَشَا فِیْهَا الْاِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ اِلٰی

الطَّائِفِ فَارْسَلُوا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهُ لَا يَهِيْجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰنِىْ قَالَ اَنْتَ وَحْشِىٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْاَمْرِ مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّىْ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ لَاَخْرُجَنَّ اِلٰى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّىْ اَقْتُلُهُ فَاُكَافِئَ بِهِ حَمْزَةَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ اَمْرِهِ مَا كَانَ قَالَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِىْ ثَلْمَةِ جِدَارٍ كَاَنَّهُ جَمَلٌ اَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّاْسِ قَالَ فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِىْ فَاَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ قَالَ وَوَثَبَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلٰى هَامَتِهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ فَاَخْبَرَنِىْ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ وَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْاَسْوَدُ۔

ترجمہ۔ حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری فرماتے ہیں کہ میں عبید اللہ بن عدی بن الخیار کے ہمراہ روانہ ہوا پس جب ہم حمص پہنچے تو مجھے عبید اللہ نے کہا۔ کیا آپ حضرت وحشیؓ سے ملنا پسند کریں گے۔ تاکہ ہم ان سے حضرت حمزہؓ کی شہادت کے متعلق دریافت کریں۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ اور حضرت وحشیؓ حمص میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ تو ہم نے ان کے متعلق دریافت کیا۔ تو بتلایا گیا کہ وہ اپنے محل کے سائے کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کالی مشک ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے پاس آئے۔ تو تھوڑی دیر ان کے پاس آ کر رکے۔ پس ہم نے ان پر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ عبید اللہ نے اپنی پگڑی کے ساتھ ڈھانڈھا باندھا ہوا تھا۔ کہ سوائے دو آنکھوں اور دو پاؤں کے حضرت وحشیؓ کو کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ عبید اللہ نے کہا۔ کہ اے وحشی! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے غور سے ان کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا اور تو کچھ نہیں جانتا مگر اتنا معلوم ہے کہ عدی بن خیار نے ایک عورت جس کو ام قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا اس سے

شادی کی۔ جس نے مکہ میں اس کے لئے ایک بچہ جنا۔ جس کے لئے میں دودھ پلانے والی تلاش کرتا تھا۔ اس لڑکے کو اس کی ماں کے ہمراہ اٹھائے اٹھائے پھرتا تھا۔ پس میں نے اسے تلاش کر کے وہ بچہ اس مرضعہ کو دے دیا۔ پس البتہ اب پچاس سال گزر جانے کے باوجود تمہارے قدموں کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ یہ وہی بچہ ہے۔ فرماتے ہیں تو عبید اللہ نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ کہ واقعی آپ نے صحیح پہچانا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں حضرت امیر حمزہؓ کے قتل کا واقعہ بتلائیں گے۔ انہوں نے فرمایا۔ ہاں جی۔ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا تھا۔ تو میرے آقا جبیر بن مطعم نے مجھے یہ کہا کہ اگر تو نے میرے چچا کے بدلہ میں حضرت حمزہؓ کو قتل کر دیا۔ تو تو آزاد ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ عینین والے سال لڑائی کے لئے نکلے۔ عینین احد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جس کے درمیان وادی چلتی ہے۔ میں بھی لوگوں کے ہمراہ لڑائی کے لئے روانہ ہوا۔ جب لڑائی کے لئے صف بندی ہوئی۔ تو سباع بن عبد العزیٰ خزاعی میدان میں نکل کر حسب دستور اپنے مقابل لڑنے والے کو پکارنے لگا۔ تو اس کے مقابلہ کے لئے حضرت حمزہؓ نکل کر فرمانے لگے۔ کہ اے ام انمار کے بیٹے! جو عورتوں کے ختنہ کرنے والی تھی۔ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی مول لیتا ہے۔ پس آپ نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ تو کل گذشتہ کی طرح ہو گیا۔ یعنی فوراً قتل ہو گیا۔ اس کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک پتھر کے نیچے چھپ کر حضرت حمزہؓ کی تاک میں بیٹھ گیا۔ جب وہ واپسی پر میرے قریب پہنچے تو میں نے اپنے چھوٹے نیزہ سے ان پر حملہ کر دیا۔ اور میں نے وہ نیزہ ان کی ناف پر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ وہ ان کی دونوں سرینوں کے درمیان سے نکل گیا۔ فرماتے ہیں کہ پس یہ معاملہ تو اسی طرح ہونا تھا ہو گیا۔ جب لوگ مکہ واپس آئے تو میں بھی ان کے ہمراہ واپس آ گیا۔ اور مکہ میں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ اس میں اسلام پھیل گیا۔ تو میں طائف چلا گیا۔ طائف والوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد بھیجا۔ کہا جاتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفد کے قاصدوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کہ کیا تو ہی وحشی ہے۔ میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا کہ تو نے ہی میرے چچا حمزہؓ کو قتل کیا تھا۔ میں نے کہا۔ معاملہ تو کچھ ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ کو پہنچا۔ آپؐ نے فرمایا تیرا اسلام تو قبول ہے۔ لیکن

تم میری آنکھوں کے سامنے نہ آیا کرو۔ تمہیں دیکھنے سے مجھے چچا یاد آجاتے ہیں جس سے خون کھولتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا گیا کبھی سامنے نہیں گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ تو مسیلمہ کذاب کا خروج وظہور ہوا۔ تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں مسیلمہ کی طرف ضرور جہاد کے لئے جاؤں گا۔ ممکن ہے کہ میں اسے قتل کر سکوں۔ تاکہ حضرت حمزہؓ کے قتل کا بدلہ چکا سکوں۔ تو فرماتے ہیں کہ میں بھی لوگوں کے ساتھ ہو لیا۔ پس پھر وہی کچھ ہوا جو ہونا تھا۔ ہوا یوں کہ وہ مسیلمہ ٹوٹی ہوئی دیوار کے ایک درّہ میں کھڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سفید رنگ کا اونٹ ہے۔ جو سیاہی مائل تھا۔ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہی چھوٹا نیزہ میں نے اس کی طرف پھینکا۔ جس کو میں نے اس کے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دیا۔ جو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سے نکل گیا۔ فرماتے ہیں کہ انصار کا ایک آدمی عبداللہ بن زیدؓ کود کر اس کی طرف گیا۔ اور اس کی کھوپڑی پر تلوار مار دی۔ اس سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ عبداللہ بن الفضل اپنی سند سے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے۔ کہ ایک باندی گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر کہنے لگی کہ امیر المومنین یعنی مسیلمہ کو ایک کالے غلام نے قتل کر دیا ہے۔ حضرت وحشیؓ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے کفر میں خیر الناس کو قتل کیا اور اسلام کے دور میں شر الناس کو قتل کیا۔ تلک بتلک۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری اور عبید اللہ بن عدی بن الخیار دونوں تابعی ہیں۔ عہد بنو امیہ میں ایک غزوہ میں زرم کی طرف گئے ہوئے تھے۔ حمص کے پاس سے ان کا گذر ہوا جہاں حضرت وحشیؓ مقیم تھے۔ تو انہوں نے قتل حمزہؓ کی تفتیش شروع کی۔

کانہ حمیت گھی رکھنے کی مشک جو کالی ہو جاتی ہے اسے حمیت کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت وحشیؓ سوڈانی تھے اور رنگ کے سیاہ تھے۔ اس لئے حمیت سے تشبیہ دی۔ اعتجار تلفف بعمامتہ یعنی اپنی پگڑی کے ساتھ منہ کو لپیٹ رکھا تھا۔ سوائے آنکھوں اور پاؤں کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اتعرفنی حضرت وحشیؓ کی ذکاوت اور فراست کا امتحان لینا ہے۔ فناولتھا میں ھا ضمیر مرضعہ کی طرف راجع ہے۔ جو کہ استرضع سے سمجھا جاتا ہے۔

فلکانی نظرت الی قدمیک بچپن کی حالت سے اس وقت تک پچاس برس کا عرصہ گذر چکا تھا۔ مگر پھر بھی پہچان لیا۔ یہ کمال ذکاوت اور کمال حافظہ کی دلیل ہے۔

عام عینین سے عام احد مراد ہے۔ عینین ایک پہاڑ کا نام تھا جو اُحد کے بالکل سامنے تھا۔ قریش اس کے پاس آکر اترے تھے۔ کیونکہ یہ بھی قریش کے ہمراہ تھے۔ اس لئے اسی پہاڑ کا ذکر کیا۔

امم انمار سباع کی ماں کا نام ہے۔ مکہ میں جو لڑکیوں کا ختنہ کیا کرتی تھی۔ لڑکوں کا ختنہ تو واجب ہے۔ مگر عورتوں کا ختنہ واجب نہیں۔ ایسی عورت کی اگر مدح کرنی ہو تو اسے ختّانہ کہا جاتا تھا۔ مذمت کرنی ہوتی تو مقطعۃ البظور کہا جاتا۔ بظور بظر کی جمع ہے۔ عورت کی فرج کے اوپر جو گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے اسے بظر کہتے ہیں۔ جس کو ختانہ کاٹ دیتی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کے کاٹنے سے جماع میں لذت آتی ہے۔

امس اگرچہ کل گذشتہ کو کہتے ہیں۔ لیکن ذاھب کی قید لگانے کا یہ فائدہ ہے۔ کہ اس کا اثر باقی نہ رہا۔ سوڈان کے لوگوں کو نیزہ پھینکنے کی خوب مہارت ہوتی تھی۔ اس کے مطابق ان کو بھی مشق تھی۔ حربہ چھوٹا نیزہ۔ ثنتہ ناف کو کہتے ہیں۔ ورک بمعنی سرین۔ اہلِ طائف نے غزوۂ حنین کے بعد اپنے آپ کو قلعہ بند کرلیا تھا۔ آپ نے ان کا گھیراؤ کیا۔ چوبیس دن تک محاصرہ کرنے کے باوجود کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ مسلمانوں کے تیر اور پتھر نیچے سے جاتے جو اکثر خطا ہو جاتے تھے۔ ان کے تیر اور پتھر اوپر سے آتے جو خطا نہیں جاتے تھے۔ جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔ جس کی وجہ سے آپؐ نے واپسی کا ارادہ فرمالیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ اس طرح واپس جانا مناسب نہیں ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا اچھا حملہ کردو۔ مگر دوسرے روز بھی بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔ آپؐ نے تبسم فرمایا۔ اور واپس لوٹ کر مدینہ پہنچے۔ حضرت عروہ بن مسعود جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ صفاتِ حمیدہ آکر بیان کی تھیں اور زوردار الفاظ میں قریش کو صلح کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد ان کو خیال آیا۔ کہ ثقیف کا معاملہ بھی طے کرالینا چاہیئے۔ طائف میں بڑا قبیلہ ثقیف تھا۔ حضرت عروہ بن مسعودؓ نے ان کو اسلام کی تبلیغ کی۔ جس پر انہوں نے ان کو قتل کردیا۔ جس کا بعد میں انہیں بہت افسوس ہوا۔ مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے ایک وفد بنا کر بھیجا۔ جس میں ستر آدمی تھے۔ انہوں نے اطاعت کی درخواست پیش کی۔ اور اپنے اسلام کے متعلق کہا۔ حبشی غلام کو خوف لاحق ہوا کہ میں اب نہیں بچ سکتا۔ ان لوگوں نے ان کو اس وفد میں شامل کرلیا۔ اور وفد کے کسی آدمی کو گزند نہیں پہنچایا جاتا۔ یہ بھی اس وفد میں شامل ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ آپؐ کو اس کا علم نہ ہوسکا۔ اس کے اسلام لانے کے بعد علم ہوا۔ قصاص لیا نہیں جاسکتا تھا۔

قد کان من الامر ما بلغک یہ فصاحت کا کلمہ ہے۔ اگرچہ نعم کہہ سکتے تھے۔ مگر اس سے آپؐ کو تکلیف ہوئی۔ جس کا انہوں نے احساس کیا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے کہا بھی۔ کہ یہ حضرت حمزہؓ کا قاتل ہے۔ ہمیں اس کے قتل کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا ہزاروں کے قتل سے میرے نزدیک ایک آدمی کا اسلام احب ہے۔ ان کا اسلام تو آپؐ نے قبول فرمالیا لیکن چونکہ اس کے دیکھنے سے زخم تازہ ہوتا تھا۔ فرمایا مدینہ سے چلے جاؤ۔ جس کو انہوں نے بلاچون وچرا قبول کرلیا۔ ثلمہ ٹوٹی ہوئی دیوار کا سوراخ۔ اورق گندم گون رنگ۔ امیر المؤمنین کا لقب حضرت عمرؓ کے زمانہ سے چلا ہے۔ مسیلمہ نبوت کا جھوٹا دعویدار تھے۔ لیکن جو لوگ اس کو مانتے تھے اور ایمان لائے تھے۔ یہ ان کا سردار بلکہ بادشاہ تھا۔ اس اعتبار سے اسے امیر المؤمنین کہا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول تائید میں امام بخاریؒ نے پیش کیا۔ کہ مسیلمہ کا قاتل وحشی ہے انصاری نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کانہ حمیت مشکیزے کے ساتھ تشبیہ سیاہی اور موٹاپے میں ہے۔ معتجر بعمامتہ یہ اپنا منہ چھپانا یا تو سردی اور گرمی سے بچاؤ کے لئے تھا یا وحشیؓ کا امتحان لینا تھا۔ کہ وہ مجھے پہچانتا ہے یا نہیں۔

فلکانی نظرت الی قدمیک اس روایت میں حذف اختصار ہے۔ یعنی جب میں نے تیرے قدموں کو دیکھا تو مجھے وہ لڑکا یاد آگیا۔ یا معنی یہ ہیں کہ جب میں نے اس کے قدموں کو دیکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ میں نے تمہارے قدموں کو دیکھا تھا۔

طعیمہ بن عدی بن الخیار یہ وہم ہے۔ صحیح طعیمہ بن عدی بن نوفل ہے۔ اگر یہ معنی نہ لئے جائیں۔ تو پھر قتلت حمزہ بھی صحیح نہیں بنتا۔ کیونکہ اگر ابن عدی بن الخیار ہو تو پھر بھتیجا لگتا ہے چچا نہیں بنتا۔ بینہ وبینہ واد یعنی احد اور عینین کے درمیان وادی ہے۔ یا اس کے برعکس ہے۔

ھل تستطیع ان تغیب وجھک اسلام قبول کرلیا۔ اور اسلام پہلے کے سب گناہ مٹا دیتا ہے۔ بایں ہمہ پھر بھی آپؐ نے فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ آپؐ کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں قومی غیرت اور حمایت کا غلبہ ہوجائے تو آپؐ اس کے خلاف بددعا کرنے لگیں۔ یا اور کوئی دینی نقصان ہوجائے۔

جب وہ غائب ہوں گے سامنے نہ ہوں گے تو نہ یاد دہانی ہوگی اور نہ نقصان دینی اور دنیوی کی صورت پیدا ہوگی۔

درقب الرجل صـ ۵۸۳ کودنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ چھوٹا نیزہ لگنے سے مسیلمہ گھائل ہو کر گھر سے باہر دیوار کے نیچے جا گرا۔ کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ مقتول اور زخمی شکار جان کنی کے وقت تڑپتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حمیت موٹے اور جسیم آدمی کو مشک سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ وہ موٹا آدمی تھا جس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ اور شیخ کبیر ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا۔ اعتجاز کے معنی سر پہ پگڑی لپیٹ لینا۔

لکانی نظرت الی قدمیک ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ واللہ ما رأیتک منذ اتیتک انک اسعدیہ التی ارضعنک بذی طوی فانی اعطیتک وھی علی بعیرھا فاخذتک فلمعت لی قدمک حین رفعتک فماھوالا ان وقفت علی نعرفتھا۔ یعنی اللہ کی قسم! جب سے میں نے تجھے تیری والدہ سعدیہ کو دیا تھا۔ جس نے ذی طوی میں تجھے دودھ پلایا تھا۔ اس وقت سے نہیں دیکھا۔ اور وہ بھی میں نے اس حالت میں اسے دیا تھا۔ کہ وہ اپنے اونٹ پہ سوار تھی۔ میں نے جب تجھے اٹھا کر اس کے حوالہ کیا تھا۔ تو اٹھاتے وقت صرف تیرا قدم چمکا تھا۔ پس اس وقت سے لے کر اس وقت تک پھر نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ تو میرے پاس آکر کھڑا ہوا تو میں نے اس قدم کو پہچان لیا۔ تو اس روایت نے وضاحت کر دی کہ آپ نے ان دو قدموں کو اس لڑکے کے قدموں سے تشبیہ دی جس کو پچاس سال پہلے اٹھایا تھا۔ تو وہی قدم تھے۔ تو یہ قیافہ اور ذکاوت تامہ کی دلیل ہوا۔

کان ابن اخیہ لاعمہ عامۃ الشراح نے تو انہی کو چچا قرار دیا ہے۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ اور مولانا خلیل احمدؒ نے اسے وہم قرار دیا۔ کیونکہ عدی بن الخیار طعیمہ کا بھتیجا ہے چچا نہیں ہے۔ کیونکہ سلسلہ نسب یوں ہے۔ عدی بن الخیار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔

عینین حضرت وحشیؓ نے عینین پہاڑ کا نام لیا اُحد کا نہیں لیا۔ حالانکہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ وجہ یہ کہ قریش کا پڑاؤ یہیں تھا۔ اور حضرت وحشیؓ اس وقت قریش

کے ہمراہ آئے تھے۔

انما فعل ذلک الخ وجہ یہ ہوئی کہ ان کے دیکھنے سے چچا یاد آجاتے۔ آپ اگر اور کچھ بھی نہ کرتے اور سلام پیدم کے تحت۔ لیکن آپ کے قلب اطہر میں تکدر تو ضرور پیدا ہوتا۔ غمناک ہوتے۔ اور تجربہ ہے کہ مشائخ کے تکدر سے بھی لوگوں کو نقصان پہنچا ہے۔ بلکہ لبسا اوقات ہلاکت کی نوبت آتی ہے (از مرتب)

حضرت مولانا مدنیؒ اور اسی طرح دیگر علماء کی شان میں ۴۶، ۴۷ئ میں گستاخیاں کرنے والے بُری طرح ذلت کے ساتھ لقمۂ اجل ہوئے ہیں۔ چنانچہ شیخ زکریاؒ لکھتے ہیں کہ ہذا مجرب۔

ذلک لان مسیلمۃ الخ سے شیخ گنگوہیؒ نے ایک اشکال کا دفعیہ کیا ہے۔ کہ جب مسیلمہ ٹوٹی ہوئی دیوار کے سوراخ میں کھڑا تھا۔ تو انصاری نے اس کی کھوپڑی پر تلوار کیسے جاکر ماری۔ تو جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نیزہ لگنے سے مسیلمہ گھر سے باہر دیوار کے نیچے جا گرا۔ جس پر انصاری کو کھوپڑی پر تلوار چلانے کا موقعہ ملا۔

بَابُ مَا اَصَابَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِرَاحِ یَوْمَ اُحُدٍ

ترجمہ۔ اُحد کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کیا زخم پہنچے۔

حدیث نمبر ۳۶۷ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِیِّہٖ یُشِیْرُ اِلٰی رَبَاعِیَتِہٖ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی رَجُلٍ یَّقْتُلُہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب ان لوگوں پر سخت ہو جاتا ہے جو اپنے نبی سے یہ سلوک کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی رباعی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اور اس آدمی پر بھی اللہ کا سخت غضب نازل ہوتا ہے۔ جس کو اللہ کے راستہ میں اللہ کا رسول قتل کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۳۶ حدثنا مخلد بن مالك الخ عن ابن عباسؓ قال اشتد غضب الله على من قتله النبي صلى الله عليه وسلم في سبيل الله اشتد غضب الله على قوم دموا وجه نبي الله صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص پر اللہ کا غضب و غصہ بہت سخت ہوتا ہے۔ جس کو اللہ کا نبی اللہ کے راستے میں قتل کرے۔ ان لوگوں پر بھی اللہ کا غضب سخت ہوتا ہے جنہوں نے اللہ کے نبی کے چہرہ کو خون آلود کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جب خالد بن ولیدؓ نے عقب سے حملہ کیا تو آپؐ میدان میں سب سے پیچھے تھے۔ کچھ افراتفری میں کچھ مسلمان بھاگ رہے تھے۔ اور کچھ لڑ رہے تھے۔ مشرکین یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر آپؐ پر بھی حملہ کر دیا۔ تقریباً ستر زخم تلوار کے لگے۔ آپؐ کی حفاظت کرنے والی فدائی جماعت میں حضرت طلحہؓ اور ابو طلحہؓ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ تھے۔ عتبہ بن ابی وقاصؓ نے آپؐ پر حملہ کیا۔ جس سے آپؐ کے نیچے کے ہونٹ زخمی ہو گئے۔ اور دائیں طرف کی رباعی ٹوٹ گئی۔ آپؐ خون کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ بلکہ کپڑے سے خشک کر لیتے تھے۔ کیونکہ باری تعالیٰ کی عادت ہے۔ جب کسی پیغمبر کا خون زمین پر گرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بنابریں آپؐ نے اشجع الناس ہونے کے باوجود آپؐ نے عمر بھر میں صرف ابی بن خلف جمحی کو قتل کیا ہے۔ جس نے آپؐ سے لڑنے کے لئے گھوڑا پال رکھا تھا۔ یہ شفقت تھی کہ عمداً طرح دے جاتے تھے۔ کسی کو قتل نہیں کرتے تھے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم الآیۃ۔ جب نبی اپنی جنس میں سے ہوگا تو ہر طرح کی مراعات دلائے گا۔ چنانچہ آپؐ نے پچاس نمازوں میں سے پانچ نمازیں فرض رہنے دیں۔ مسواک کی فرضیت سنیت سے تبدیل ہوئی۔ دوسروں کا یہ حال ہے۔ کہ مالٹا میں جب ہم اسیر تھے۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں ایک ایسا گرجا ہے کہ جس کی دیواریں اور چھت مسلمانوں کی کھوپڑیوں سے بنی ہے۔ اندلس میں مساجد کو گرا کر گرجے بنائے گئے۔ مسلمانوں کو جبراً مرتد بنایا گیا۔ آج بھی مالٹا میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو اقرار کرتے ہیں کہ ہمیں جبراً مرتد بنایا گیا۔ جب کہ ہماری حمایت کے لئے کوئی آدمی نہیں آیا۔

عتبہ بن ابی وقاص کے متعلق آیا ہے۔ کہ اس کی نسل کا جو بچہ بھی پیدا ہوتا تھا اس کے سامنے والے دانت ٹوٹے ہوئے ہوتے تھے۔ یہ اس کی اولاد کی نشانی بن گئی۔

باب حدیث نمبر ۳۶۷۲ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ وَهُوَ یُسْئَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ مَنْ کَانَ یَغْسِلُ جُرْحَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ کَانَ یَسْکُبُ الْمَآءَ وَبِمَا دُوْوِیَ قَالَ کَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُهٗ وَعَلِیٌّ یَسْکُبُ الْمَآءَ بِالْمِجَنِّ فَلَمَّا رَاَتْ فَاطِمَةُ اَنَّ الْمَآءَ لَا یَزِیْدُ الدَّمَ اِلَّا کَثْرَةً اَخَذَتْ قِطْعَةً مِّنْ حَصِیْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا وَاَلْصَقَتْهَا فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ وَکُسِرَتْ رَبَاعِیَتُهٗ یَوْمَئِذٍ وَّجُرِحَ وَجْهُهٗ وَکُسِرَتِ الْبَیْضَةُ عَلٰی رَاْسِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے متعلق پوچھا جا رہا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ خبردار واللہ! میں اس شخص کو بھی پہچانتا ہوں۔ جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کو دھویا تھا۔ اور اسے بھی جو پانی انڈیلتا تھا۔ اور کس چیز سے آپؐ کے زخموں کا علاج کیا گیا۔ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخم کو دھوتی تھیں۔ اور حضرت علیؓ اپنی ڈھال سے پانی ڈالتے تھے۔ جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ خون رکنے میں نہیں آتا بڑھتا جا رہا ہے۔ تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر اسے جلایا اور خاکستر کو زخم سے چمٹا دیا۔ جس سے خون تھم گیا۔ اور اس دن آپؐ کی رباعی (دانت) بھی ٹوٹ گیا تھا۔ اور چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ کہ خود آپؐ کے چہرہ پر ٹوٹ گئی تھی۔

حدیث نمبر ۳۶۷۳ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ قَتَلَهٗ نَبِیٌّ وَّاشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ دَمّٰی وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص کو نبی قتل کر دے اور جس نے اللہ کے رسول کا چہرہ خون آلود کیا ہو ان دونوں پہ اللہ کا سخت غضب نازل ہوتا ہے۔

13/2

تشریح از شیخ مدنیؒ اُحد کی لڑائی کے بعد کفار تو چلے گئے۔ ابھی پردہ کی آیات نازل نہیں ہوئی تھیں۔ تو چند مسلمان عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے مدینہ سے اُحد کی طرف آئیں۔ ان میں سے ایک حضرت فاطمہؓ بھی تھیں۔ ابن قمیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو زخمی کر دیا تھا۔ جبکہ کہتا تھا۔ انا ابن قمیہ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ یہ بکریاں چراتا تھا۔ ایک بکری نے اسے کھر ماری۔ تو پہاڑ سے لڑھکتا ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گرا۔

تشریح از قاسمیؒ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے سے ثابت ہوا۔ کہ انبیاء بشر ہوتے ہیں۔ جو تکلیفیں دوسرے انسانوں کو پہنچتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام بھی ان مصائب اور اسقام (بیماریوں) میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ معجزات دکھانے سے وہ بشریت سے خارج نہیں ہو جاتے۔ وہ اللہ کی مخلوق ہیں۔ مصائب و آلام کا نشانہ بنتے ہیں۔ اس احادیث باب سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ خود اور زرہ کا پہننا۔ علاج معالجہ کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ حالانکہ آپؐ کو حکم تھا۔ وتوکل علی الحی الذی لا یموت۔

بَابُ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

ترجمہ۔ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کی۔

حدیث نمبر ۳۷۶۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ قَالَتْ لِعُرْوَةَ يَا ابْنَ اُخْتِيْ كَانَ اَبُوْكَ مِنْهُمُ الزُّبَيْرُؓ وَاَبُوْ بَكْرٍؓ لَمَّا اَصَابَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَابَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُوْنَ خَافَ اَنْ يَّرْجِعُوْا قَالَ مَنْ يَّذْهَبُ فِيْ اَثَرِهِمْ فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلًا قَالَ كَانَ فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍؓ وَّالزُّبَيْرُؓ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ الذین استجابوا للہ والرسول الخ کی تفسیر میں فرماتی ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا کہ اے بھانجے! تیرا باپ زبیرؓ اور ابوبکرؓ بھی ان میں سے تھا۔ جب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد کی لڑائی میں زخم لگے۔ اس کے بعد مشرکوں آپؐ سے پھر گئے۔ تو آپؐ کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں کافر واپس نہ لوٹ آئیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے واپسی کا پروگرام بنایا تھا۔ جس پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو ان کے نشانِ قدم پہ جائے۔ تو صحابہ کرام میں سے ستر آدمیوں نے لبیک کہا۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ اور زبیرؓ بھی تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ الذین استجابوا الخ ممکن ہے کہ کلامِ سابق سے منقطع ہو۔ اور امدح محذوف کا معمول بنے اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ الذین صلہ موصول مبتدا ہو اور للذین اس کی خبر ہو۔ ابوسفیان جنگ کے ختم ہونے کا اعلان کرکے جب مقام روحاتک پہنچا تو اسے مسلمانوں کے تہس نہس کرنے اور خالی مدینہ کو لوٹنے کا خیال آیا۔ آپؐ کو بھی فکر ہوئی کہ کہیں واپس نہ آجائیں۔ اس لئے آپؐ نے ان کے تعاقب میں مسلمانوں کی ایک جماعت بھیجی۔ حالانکہ یہ لوگ زخمی تھے۔ حمراء الاسد جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پہ ہے۔ وہاں پہنچ کر معبد خزاعی نے قریش سے کہا۔ کہ پہلی فوج سے بھی زیادہ فوج تمہارے تعاقب میں آرہی ہے۔ جس سے ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور مکہ چلے گئے۔ جن لوگوں نے تعاقب کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح سرائی فرماتے ہوئے ان کے اجر و ثواب کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۵ شوال کو پیش آیا ۱۶ شوال کو آپؐ نے منادی کرائی۔

استجاب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لبیک کہنے والے سب محسنین تھے۔ لیکن للذین احسنوا سے تخصیص معلوم ہوتی ہے۔ تو کہا جائے گا۔ للذین احسنوا تخصیص کے لئے نہیں۔ بلکہ صفت بیانیہ اور کاشفہ ہے۔

منہم ابوبکرؓ والزبیرؓ حضرت ابوبکرؓ کو مجازاً ابوک کا کہا گیا۔ ورنہ وہ حقیقت میں عروہ کے نانا لگتے تھے۔

بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ أُحُدٍ مِّنْهُمْ

حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَالْيَمَانُ وَأَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ

ترجمہ: جو مسلمان اُحد کی لڑائی میں شہید ہوئے ان میں سے حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ

حضرت یمانؓ حضرت نضر بن انسؓ اور مصعب بن عمیرؓ ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۷۵ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ أَكْثَرَ شَهِيدًا أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ سَبْعُونَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُونَ قَالَ وَكَانَ بِئْرُ مَعُونَةَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ يَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ کہ عرب کے قبائل سے کوئی قبیلہ ہمیں ایسا معلوم نہیں جس کے انصار سے زیادہ شہید ہوں۔ جو قیامت کے دن سب سے زیادہ عزت والے ہوں گے اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس بن مالکؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ اُحد کی لڑائی میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ بئر معونہ کے دن بھی ستر مسلمان شہید ہوئے اور یمامہ کی لڑائی میں بھی ستر مسلمان شہید ہوئے۔ بئر معونہ کا واقعہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیش آیا۔ اور یمامہ کی لڑائی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں مسیلمۃ الکذاب سے لڑائی ہوئی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اکثر شہیدا الخ کثرت اور عزت دونوں قیود کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ یوم احد سبعون سے بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ستر کے ستر انصار تھے۔ حالانکہ چھ مہاجرین بھی تھے۔ تو کہا جائے گا کہ سبعون من الانصار تحدید کے لئے نہیں بلکہ تقریب کے لئے ہے۔ کسر کو حذف کر کے عقود کو لایا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ ستر انصار کے تھے۔ اور چھ مہاجر اس کے علاوہ تھے۔ مگر راجح اور صحیح قول اول ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قتل منهم يوم احد سبعون ص ۵۸۴ ۱۳ یہ ستر کا لفظ تغلیباً ہے ورنہ بعض مہاجرین تھے۔ جیسے حضرت حمزہؓ وغیرھم تو کثرت کا اعتبار کیا گیا قلیل کو ترک کر دیا اور اس دن انصار اور مہاجرین میں انصار کے مقتول زیادہ تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | تعداد مقتولین کے بارے میں حافظؒ نے اختلاف کیا ہے مواہب میں ہے کہ ستر میں سے چار مہاجر تھے۔ ابن حبان اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ چونسٹھ انصار تھے اور چھ مہاجر تھے۔

امام شافعیؒ سے بہتر منقول ہیں۔ امام مالکؒ پچھتر فرماتے ہیں۔ اور یعمری نے چھیانوے نقل کئے ہیں۔ جن میں سے مہاجرین گیارہ ہیں باقی انصار ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۶۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِّلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوا وَقَالَ أَبُو الْوَلِيدِ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَبْكِي وَأَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهِ فَجَعَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنِي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْكِيهِ أَوْ مَا تَبْكِيهِ مَا زَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہداء میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے۔ پھر فرماتے تھے۔ ان میں سے کون آدمی قرآن مجید کا زیادہ حافظ ہے۔ جب کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا۔ تو آپؐ اس کو لحد میں آگے رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ قیامت کے دن میں ان پر گواہ ہوں گا۔ اور آپؐ نے ان کو ان کے خونوں سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ تو ان کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ ہی ان کو غسل دیا گیا۔ حضرت ابو الولید اپنی سند سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا۔ جب میرے باپ شہید ہو گئے۔ تو میں رونے لگا اور اپنے باپ کے چہرہ سے کپڑا کھولنے لگا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام مجھے اس سے روکتے تھے۔ آپؐ نے نہ روکا۔ بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو مت روؤ۔ کیونکہ فرشتے برابر اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو اٹھا لیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ انا شہید الخ ای شاھد علی اطاعتھم اللہ اور بعض نے شہید بمعنی شفیع کہا ہے۔ کہ ان کی خصوصی طور پر شفاعت ہو گی۔ فی سبیل اللہ شہید کے متعلق تو سب

ائمہ کا اتفاق ہے کہ اسے غسل نہ دیا جائے۔

لم یصل علیھم یہ امام شافعیؒ کی دلیل ہے۔ وہ اور ان کے موافقین فرماتے ہیں۔ کہ شہید معرکہ پہ نماز نہ پڑھی جائے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اس پہ نماز پڑھی جائے۔ مستدرک اور مصنف ابن ابی شیبۃ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ نے شہداء احد پہ نماز پڑھی ہے۔ وہ روایات نہایت قوی ہیں۔ اور اثبات کی روایات ہیں۔ جن کو نفی کی روایات پہ ترجیح ہوگی۔ اور لم یصل علیھم کے معنی یہ ہوں گے کہ الگ الگ کسی پہ نماز نہیں پڑھی گئی۔ بلکہ آٹھ آٹھ، نو نو کو جمع کر کے نماز پڑھی گئی۔ یا معنی ہیں لم یصل علیھم فی یوم واحد بل فی یوم ثانٍ چنانچہ حضرت جابرؓ جو اپنے باپ کی لاش کو لے کر گئے تھے۔ آپؐ نے واپس لانے کا حکم دیا۔ تو ممکن ہے ان کی غیبوبت میں نماز پڑھی گئی ہو۔ ان کو علم نہ ہوسکا ہو۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ آپؐ نے آٹھ سال بعد جا کر شہداء احد پہ ایسی نماز پڑھی جیسے میت پہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ تو اس طرح آپؐ کے آخری فعل کا اعتبار ہوگا۔ جو اول کے لئے ناسخ بنے گا۔ شوافع یہ بھی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ مغفرت کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ اور ان کے فی سبیل اللہ شہید ہونے سے مغفرت ہوگئی۔ اب نماز جنازہ پڑھنے کے کیا معنی؟ مگر کہا جائے گا۔ کہ نماز جنازہ بہر حال مشروع ہے خواہ کوئی مغفور ہو یا نہ ہو۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اور نابالغ معصوم بچے۔ باایں ہمہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ یہ جمع کی صورت ہے ورنہ ترجیح کی صورتیں اوپر ذکر ہو چکی ہیں۔

واکشف الثوب عن وجھہ الخ روایت میں اختصار ہے۔ حضرت جابرؓ کپڑا اٹھا کر روتے تھے اکلوتے بیٹے تھے۔ ان کی پھوپھی فاطمہ بنت عمرؓ نے آکر چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ لاتبکیہ اگر خطاب حضرت فاطمہؓ کو ہے تو تا تانیث کی ہے۔ اگر خطاب حضرت جابرؓ کو ہے۔ تو یا محض اشباع کے لئے ہوگی۔ اور ماتبکیہ میں ما استفہام کے لئے ہے۔ اور بعض نے ما کو نافیہ قرار دیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ تو ایسے اونچے مرتبہ کو پہنچ گئے۔ جس میں تمہیں خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ رد یا کیوں جاتا ہے۔ لم ینہ آپؐ نے اولاً اس لئے نہیں روکا۔ کہ بکاء بالدمع تھی بالصوت نہیں تھی۔ یا ابھی تک بکاء بالصوت کی ممانعت نہیں آئی تھی۔ اس لئے آپؐ نے نہیں روکا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | واکشف الثوب عن وجھہ ص ۵۸۴/۱۹ اس سے معلوم ہوا کہ میت

کے چہرہ سے کپڑا ہٹا دینا جائز ہے۔ لیکن جب کوئی فائدہ متضمن نہ ہو تو چہرہ کھولنا خلافِ اولیٰ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ اس سے حزن وغم میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور خلافِ اولیٰ ہونے پر صحابہ کرام کا منع کرنا دلالت کرتا ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہی پر انکار نہ کرنا بھی دلیل ہے کہ چہرہ نہ کھولا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ کتاب الجنائز میں اس کا جواز ثابت کر چکے ہیں۔ تقریر یہ ہے کہ میت کے لئے موت محاسن کی تبدیلی کا باعث ہے۔ اس لئے دعا پڑھنے کا حکم ہے آنکھیں بھی بند کردی جائیں۔ بنابریں منع کیا گیا ہو۔ امام نخعیؒ بھی فرماتے ہیں۔ کہ غاسل کے سوا اور کوئی اسے نہ دیکھے۔

حدیث نمبر ۳۶۷ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ اُرٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ اَنِّیْ هَزَزْتُ سَیْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰی فَعَادَ اَحْسَنَ مَا كَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَآءَ بِهِ اللّٰهُ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَاَیْتُ فِیْهَا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَیْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ اُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے خواب میں دیکھا۔ کہ میں نے تلوار ہلائی جس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ جس کی تعبیر یہ ہوئی۔ کہ جو احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست کی مصیبت پہنچی۔ پھر دوسری دفعہ اسے حرکت دی۔ تو پہلے سے بھی اچھی حالت میں واپس آئی۔ تو یہ فتح اور مسلمانوں کا اکٹھا ہو جانا تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ لے آئے۔ اور میں نے اس میں گائے کو دیکھا۔ واللہ وہ خیر ہے۔ تو اس کی تعبیر مسلمانوں کی احد کی لڑائی میں شہادت ہے۔ واللہ خیر ای واللہ عندہ خیر۔

حدیث نمبر ۳۶۸ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ عَنْ خَبَّابٍؓ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَبْتَغِیْ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَی اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰی اَوْ ذَهَبَ لَمْ یَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْئًا كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ یَتْرُكْ اِلَّا نَمِرَةً كُنَّا اِذَا غَطَّیْنَا بِهَا رَاْسَهٗ

خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الْإِذْخِرَ أَوْ قَالَ أَلْقُوا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا ۔

ترجمہ ۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں ۔ کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی ۔ جب کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے تھے ۔ تو ہمارا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہو گیا ۔ پس بعض ہم میں سے ایسے ہیں ۔ جو اس دنیا سے چلے گئے اور انعام و ثواب میں سے کچھ بھی نہ کھا سکے ۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے ۔ جو اُحد کی لڑائی میں شہید ہو گئے ۔ جنہوں نے ایک رنگ برنگی چادر کے کچھ بھی نہ چھوڑا ۔ جب ہم اس سے اس کا سر ڈھانپتے تھے تو اس کے دونوں پاؤں نکل آتے تھے ۔ اور جب ان کے پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر نکل آتا تھا ۔ تو ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ چادر سے تو ان کا سر ڈھانپ لو ۔ اور دونوں پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو ۔ یا اجعلوا کی بجائے القوا فرمایا ۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کا پھل پک چکا ہے ۔ جن کو وہ چُن رہے ہیں ۔

بَابُ أُحُدٍ يُحِبُّنَا قَالَهُ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ ۔ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ۔ یہ عباس بن سہل نے ابو حمید سے اور انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے ۔

حدیث نمبر ۳۶۷۹ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ ۔

ترجمہ ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اُحد ایک پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اُحد کو اُحد اس لئے کہتے ہیں ۔ کہ وہ سلسلہ جبال میں متوحد ہے ۔ یا یہ کہ اس کے قریب اور سائے میں رہنے والے موحدین ہیں جو مسلمان ہیں ۔ اشکال یہ ہے کہ پہاڑ ایک جامد چیز ہے وہ محبت کیسے کر سکتا ہے ۔ جو ذوی الارواح کا خاصہ ہے ۔ بعض نے جواب میں کہا ۔ کہ

اس میں مجاز بالحذف ہے۔ ای اھل احد یحبنا و نحبہ اور وہ اہل اُحد انصار ہیں۔ جو اُحد کے سائے میں رہتے تھے۔ یا مجاز مرسل ہے۔ کہ ہمیشہ اہلِ محبت ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ تو معنی ہوں گے کہ ہم اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور وہ ہمیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ تو محبت اور سرور سے کنایہ ہوا۔ یہ ارشاد آپ کا حج کے موقعہ پہ ہے یا کسی اور سفر میں فرمایا۔ تو اُحد کی طرف مسرت کی نسبت بطور مشاکلہ کے ہوگی۔ لیکن اہل تحقیق کا کہنا ہے۔ کہ جمادات میں بھی محبت پائی جاتی ہے۔ جیسے آپؐ نے جبل عیر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم اس سے بغض رکھتے ہیں۔ دجّال اس کے پاس آکر ٹھہرے گا۔

حدیث نمبر ۳۶۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اَللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّيْ حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب اُحد پہاڑ ظاہر ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنوایا تھا۔ میں مدینہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان والے حصہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حرام قرار دینے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ لیکن اس حرمت کا اظہار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔ جس کو آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا۔ حرمها الله لا الناس کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے لوگوں نے نہیں کیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تحریم کے معنی ممنع کرنے کے اور دوسرے معنی احترام کرنے کے بھی آتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اس کے ثمرات میں برکات وغیرہ کے لئے تھی۔ اور آپؐ نے مدینہ کی برکت کے لئے دعا فرمائی۔ بناءً علیہ اگر کوئی حرم مکہ میں شکار کرے گا۔ تو اس پہ جزا لازم آئے گی۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ حرم مدینہ منورہ کا یہی حکم دیتے ہیں۔ کہ جزا لازم ہوگی۔ مگر حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ مدینہ میں شکار کرنا وغیرہ اشیاء ممنوع نہیں۔ مکہ میں جانور و پرندہ کو بند کرنا جائز نہیں۔ مدینہ میں نغیر کو پنجرہ میں بند رکھا گیا۔ یا عمیر ما فعل النغیر آپؐ کا ارشاد ہے۔ الحاصل جمہور ائمہ بلکہ امام شافعیؒ اور

امام مالکؒ کے نزدیک بھی تحریم مدینہ تحریم مکہ جیسی نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ان ابراھیم حرم مکۃ ص۵۸۵ یعنی ابراہیمؑ نے اس کی حرمت کا اظہار فرمایا اعلان کیا۔ ورنہ وہ تو آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اس کی حرمت چلی آرہی ہے۔ بلکہ اس سے پہلے سے چلی آرہی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ ان ھذا البلد حرمہ اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیامۃ یعنی جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ اسی دن سے اللہ تعالےٰ نے مکہ کو حرم بنایا اور قیامت کے دن تک اس کی حرمت باقی رہے گی۔

تو حافظؒ فرماتے ہیں۔ ان ابراھیم حرم مکۃ بامر اللہ تعالیٰ لا باجتھادہ۔ یا معنی ہیں۔ ان ابراھیم اول من اظھر تحریمھا بین الناس وکانت قبل ذلک عند اللہ حراما۔ یا اول من اظھرہ بعد الطوفان الخ

حدیث نمبر ۱۲۶۸ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ عُقْبَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَھْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَہٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور اہل احد پر ایسے نماز پڑھی جیسے میت پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف پھر کر آئے۔ اور فرمایا میں تمہارے لئے نمائندہ بن کر جا رہا ہوں۔ اور میں تمہارے ایمان کی گواہی دوں گا یا شفاعت خصوصی کروں گا۔ اور میں اپنے حوض کو ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ یا فرمایا زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور واللہ! مجھے تم سے اپنے بعد شرک کرنے کا خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اس بات کا خطرہ ضرور ہے۔

کہ دنیا تم پر پلٹی جائے گی اور تم اس میں خوب رغبت کروگے۔

بَابُ غَزْوَةِ الرَّجِيعِ وَرِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبِئْرِ مَعُونَةَ وَحَدِيثِ عَضَلٍ وَّالْقَارَةِ وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَّخُبَيْبٍ وَّأَصْحَابِهِ۔

ترجمہ۔ غزوہ رجیع، رعل، ذکوان اور بئر معونہ۔ عضل۔ قارہ عاصم بن ثابت اور حضرت خبیبؓ اور ان کے ساتھیوں کی حدیث بیان ہوگی۔

قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ أَنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ۔

ترجمہ۔ اور ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ عاصم بن عمرؓ فرماتے تھے کہ یہ اُحد کے بعد کے واقعات ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۸۲ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً عَيْنًا وَّأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ وَّهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ فَانْطَلَقُوا حَتّٰى إِذَا كَانَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُّقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ فَتَبِعُوهُمْ بِقَرِيبٍ مِّنْ مِّائَةِ رَامٍ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتّٰى أَتَوْا مَنْزِلًا نَّزَلُوهُ فَوَجَدُوا فِيهِ نَوَى تَمْرٍ تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَتَبِعُوا آثَارَهُمْ حَتّٰى لَحِقُوهُمْ فَلَمَّا انْتَهٰى عَاصِمٌ وَّأَصْحَابُهُ لَجَئُوا إِلٰى فَدْفَدٍ وَّجَاءَ الْقَوْمُ فَأَحَاطُوا بِهِمْ فَقَالُوا لَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ إِنْ نَّزَلْتُمْ إِلَيْنَا أَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ اَللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ فَقَاتَلُوهُمْ حَتّٰى قَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ وَبَقِيَ خُبَيْبٌ وَّزَيْدٌ وَّرَجُلٌ آخَرُ فَأَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ فَلَمَّا أَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ نَزَلُوا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ حَلُّوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِي مَعَهُمَا هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ فَأَبٰى أَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ وَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَّزَيْدٍ حَتّٰى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ فَاشْتَرٰى خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ فَمَكَثَ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى إِذَا أَجْمَعُوا قَتْلَهُ اسْتَعَارَ مُوسَى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ وَاسْتَحَدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ قَالَتْ فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِي فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتَّى أَتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَ ذَاكَ مِنِّي وَفِي يَدِهِ الْمُوسَى فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَاكِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَكَانَتْ تَقُولُ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ فِي الْحَدِيدِ وَمَا كَانَ إِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ فَخَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فَقَالَ دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَرَوْا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ مِنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ثُمَّ قَالَ۔

مَا إِنْ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي

وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلَى عَاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ يَعْرِفُونَهُ وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللَّهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ جاسوسی کے لئے بھیجا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابتؓ کو امیر نامزد فرمایا۔ جو حضرت عاصم بن عمر بن الخطابؓ کے دادا تھے۔ پس یہ حضرات چل پڑے۔ جب یہ حضرات عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو ھذیل کے ایک قبیلہ جسے بنولحیان کہا جاتا ہے کے سامنے ان حضرات مجاہدین کا ذکر کیا گیا۔ تو ان کے ایک سو تیر اندازوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور یہ لوگ ان کے نشانات قدم کو تلاش کرتے کرتے ایک ایسی جگہ تک پہنچ گئے۔ جہاں ان حضرات نے پڑاؤ کیا تھا۔ تو وہاں انہیں کھجور کی گٹھلیاں ملیں۔ جو یہ مجاہد لوگ

توشہ کے طور پر مدینہ سے لائے تھے۔ تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ تو یثرب (مدینہ) کا کھجور ہے۔ تو انہوں نے نشان اقدام پر ان حضرات کا پیچھا کیا۔ یہاں تک انہوں نے مجاہدین کو جالیا۔ تو حضرت عاصم اور ان کے ساتھی رک گئے اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے۔ مشرک قوم نے وہاں پہنچ کر ان کا گھراؤ کر لیا۔ اور مجاہدین سے کہنے لگے تمہارے لئے ہمارا عہد و پیمان ہے۔ کہ اگر تم ہماری طرف اتر کر آ گئے۔ تو ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ جس پر امیر لشکر حضرت عاصمؓ نے فرمایا۔ میں کسی کافر کی ذمہ داری میں اترنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ بلکہ دعا مانگی۔ کہ اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے رسول کو اطلاع کر دے۔ چنانچہ انہوں نے ان سے لڑائی شروع کر دی اور خوب تیر برسائے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عاصم سمیت سات آدمیوں کو تیر مار مار کر قتل کر دیا۔ اب صرف تین آدمی حضرت خبیبؓ۔ زیدؓ اور ایک تیسرا آدمی بچ گئے۔ جن کو ان کافروں نے یقین دلاتے ہوئے عہد و پیمان کیا۔ اس عہد و پیمان پر اعتبار کرتے ہوئے یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے۔ لیکن جب مشرکین نے ان حضرات پر قابو پا لیا تو اپنی کمانوں کی تانتوں کو کھولا۔ اور ان سے ان حضرات کو باندھ لیا۔ تو اس تیسرے آدمی نے جو ان کے ہمراہ تھا۔ فرمایا کہ یہ پہلی دھوکہ بازی ہے۔ انہوں نے ان کفار کے ہمراہ جانے سے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے اس کو کھینچنا شروع کیا۔ اور ساتھ چلنے پر انہیں بہت مجبور کیا۔ جنہوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ جس پر انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور وہ لوگ حضرت خبیبؓ اور زیدؓ کو ساتھ لے کر چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان حضرات کو مکہ میں جا کر بیچ دیا۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید کر لیا۔ کیونکہ حضرت خبیبؓ نے ان کے باپ حارث کو بدر میں قتل کر دیا تھا۔ پس یہ تو ان کے پاس کچھ عرصہ قیدی بن کر رہے۔ یہاں تک کہ جب ان لوگوں نے ان کو قتل کرنے پر عزم کر لیا۔ تو انہوں نے حارث کی بعض لڑکیوں سے انہوں نے ایک استرا اندام نہانی کی صفائی کے لئے مانگا۔ جس نے وہ استرا ان کو عاریۃً دے دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں اپنے ایک بچہ سے غافل ہو گئی تھی۔ جو اس قیدی کے پاس گھستے ہوئے پہنچ گیا۔ جس کو حضرت خبیبؓ نے اپنی ران پر بٹھا لیا۔ جب اس نے یہ حال دیکھا تو سخت گھبرا گئیں۔ جس کی گھبراہٹ کا اندازہ حضرت خبیبؓ نے بھی کر لیا۔ جبکہ ان کے ہاتھ میں استرا تھا۔ تو فرمانے لگے کہ کیا تمہیں خطرہ ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا۔ یہ میرا شیوہ نہیں ہے۔ کہ میں اس جاہلیت کے کام کو انجام دوں۔ اگر اللہ نے چاہا تو ایسا نہیں ہو گا۔ وہ کہتی ہے کہ

میں نے حضرت خبیبؓ سے بہتر قیدی کبھی نہیں دیکھا، اور تحقیق میں نے ان کو انگور کے خوشہ سے انگور کھاتے دیکھا، حالانکہ ان دنوں میں مکہ کے اندر موسم کا کوئی پھل نہیں دیکھا اور وہ لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ جب مشرک لوگ ان کو حرم سے باہر لے جاکر قتل کرنے لگے۔ تو انہوں نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ تاکہ میں دو رکعت نفل ادا کرلوں۔ پھر وہ جلدی ان کی طرف پھر کر آگئے۔ کہنے لگے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ کہ تم لوگ سمجھو گے کہ مجھے موت سے گھبراہٹ ہے تو میں اور زیادہ رکعت نماز پڑھتا۔ پس وہ پہلے شخص نے جنہوں نے قتل ہوتے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ جاری کیا۔ پھر دعا مانگی اے اللہ! میرے ان دشمنوں کو گن گن کر تہس نہس فرمانا۔ پھر یہ شعر پڑھنے لگے۔

ترجمہ۔ جب میں مسلمان ہو کر قتل ہو رہا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کس پہلو پہ میں گر رہا ہوں گا۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات کی خوشنودی کے لئے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے بدن کے جوڑوں میں برکت پیدا کر دے۔

پھر حارث کا بیٹا عقبہ ان کی طرف اٹھا اور انہیں قتل کر دیا۔ قریش نے حضرت عاصمؓ کی طرف قاصد بھیجے کہ اس کے بدن کا کوئی حصّہ لے آئیں۔ جن سے وہ ان کو پہچان سکیں۔ اور حضرت عاصمؓ نے قریش کے ایک بڑے سردار کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چھاتے کی طرح شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا۔ جنہوں نے قاصدوں کی دست برد سے حضرت عاصمؓ کی حفاظت فرمائی۔ کہ جس کے بعد وہ ان کے بدن کے کسی حصہ پر قادر نہ ہو سکے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ دونوں واقعے غزوۂ اُحد کے بعد پیش آئے ہیں۔ ۳ھ کے اخیر میں غزوۂ رجیع ہے اور ۴ھ کے اوائل میں غزوۂ بئر معونہ ہے۔ اس میں مصنفؒ نے خلط کر دیا ہے۔ غزوہ رجیع عضل اور قارہ قبیلہ کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ ہوا یوں کہ ان کے کچھ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں۔ کہ کچھ آدمی تعلیم و تبلیغ کے لئے ہمارے ساتھ بھیجیں۔ آپؐ نے دس بارہ آدمی ساتھ کر دیئے۔ جب یہ قبیلہ ھذیل کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان حضرات سے خیانت اور غداری کی۔ کہ ھذیل کے آدمیوں نے انہیں قتل کر دیا۔ اور بئر معونہ کا واقعہ دوسرا ہے۔ کہ عامر بن مالک نے صفر ۴ھ میں آکر کہا۔ کہ ہماری تعلیم و تبلیغ کے لئے کچھ آدمی روانہ فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ مجھے تم لوگوں پر اعتماد نہیں۔ اس نے امان کا وعدہ کیا۔ اصحاب صفہ میں سے ستر قرار آپؐ نے ہمراہ کر دیئے۔ مالک بن البراء کا بھتیجا عامر بن طفیل بہت گستاخ تھا۔ جس نے آپؐ سے کہا تھا کہ نصف سلطنت مجھے دے دو۔ ورنہ بنو غطفان کو ساتھ لے کر حملہ کر دوں گا۔ مالک بن البراء جب ان قراء کو لے کر جا رہے تھے۔ عامر بن طفیل کو ان کی خبر ہو گئی۔ تو اس نے ذکوان اور رعل قبائل کے لوگوں کو ہمراہ لے کر ان حضرات پر حملہ کر دیا۔ اور ان سب صحابہ کرام کو شہید کر دیا۔ بنو عامر نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ آپؐ کو اس کی اطلاع کی گئی۔ جن پر آپؐ نے ایک ماہ تک بد دعا کی۔ بعض نے کہا کہ یہ قریش کے جاسوس تھے۔ بہر حال اس طرح دونوں صحیح ہو گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | غزوۃ الرجیع ص ۵۸۵/۱ مصنفؒ نے اس عنوان میں خلط ملط کر دیا ہے۔ بظاہر ایک واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ دو واقعے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | غزوہ رجیع تو حضرت عاصمؓ اور خبیبؓ کا سریہ ہے۔ جن کا مقابلہ عضل اور قارہ سے ہوا۔ اور بئر معونہ کا واقعہ رعل اور ذکوان سے پیش آیا۔ البتہ ان دونوں واقعات کی اطلاع آپؐ کو ایک ہی رات میں پہنچی۔ صاحب مواہب نے لکھا ہے کہ سریہ رجیع سریہ بئر معونہ سے پہلے واقع ہوا۔ رجیع ھذیل کے قبیلہ کے چشمہ کا نام ہے۔ جو مکہ اور عسفان کے درمیان ہے۔ اور عضل اور قارہ کا قصہ بحث رجیع میں ہے نہ کہ بئر معونہ میں۔

وھو جد عاصم الخ یعنی اباامہ (نانا)

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ما انا ابالی الخ یہ اشعار بھی حضرت خبیبؓ کی طرف منسوب ہیں۔ اشعار حضرت گنگوہیؒ نے نقل کئے ہیں۔ اردو ترجمہ حضرت شیخ زکریاؒ کا ہے۔

لَقَدْ جَمَعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِیْ وَاَلَّبُوْا ۔۔۔ قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا كُلَّ مَجْمَعٖ

گروہ بہت سے گروہ جمع ہو گئے ہیں ۔۔۔ اور انہوں نے بہت سے قبائل کو جمع کر رکھا ہے اور زیادہ سے زیادہ مجمع اکٹھا ہو رہا ہے۔ البوا تالیب سے ہر طرف سے جمع کرنا۔

وَكُلُّهُمْ مُبْدِی الْعَدَاوَةِ جَاهِدٌ ۔۔۔ عَلَیَّ لِاَنِّیْ فِیْ وِثَاقٍ بِمَضِیْعٖ

ہر ایک ان میں سے دشمنی ظاہر کرنے والا ہے۔ اور میرے خلاف کوشش کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ میں رسیوں میں جکڑا ہوا ہوں اور بربادی کی جگہ پر پڑا ہوا ہوں۔ مضیع اسم ظرف اسم فاعل وثاق کی صفت ہے۔

وَقَدْ اَجْمَعُوْا اَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِيْلٍ مُمَنَّعٍ

ان لوگوں نے میرا تماشا دیکھنے کے لئے اپنی سب عورتوں اور بچوں کو جمع کر رکھا ہے اور میں سولی دینے کیلئے قریب لایا گیا ہوں۔ ایک بہت بڑے درخت کے تنے کے جو محفوظ ہے یا بہت زیادہ طویل ہے۔

قربت ماضی مجہول ہے۔ ممنع اسم مفعول تمنیع بمعنی محفوظ۔ ممنع بمعنی ممنوع۔

اِلَى اللّٰهِ اَشْكُوْا غُرْبَتِيْ ثُمَّ كُرْبَتِيْ وَمَا اَرْصَدَ الْاَحْزَابُ لِيْ عِنْدَ مَصْرَعِيْ

اللہ تعالیٰ سے اپنی بیکسی اور مصیبت کا شکوہ کرتا ہوں۔ اور اس چیز کا جو ان کافر جماعتوں نے میرے قتل کے وقت میرے لئے تیار کر رکھی ہے۔ ارصد بمعنی عدّ تیار کرنا غربت مسافری۔ بے کسی۔ کربت پریشانی مصیبت۔

فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِيْ عَلٰى مَا يُرَادُ بِيْ فَقَدْ بَضَّعُوْا لَحْمِيْ وَقَدْ يَاسَ مَطْمَعِيْ

پس اے عرش کے مالک تو مجھے صبر عطا فرما اس چیز پر جس کا یہ لوگ میرے ساتھ ارادہ کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اور مجھے ہر اس چیز سے مایوسی ہو گئی ہے جس کی مجھے خواہش ہو۔ بڑی خواہش قید سے چھوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور زندگی کی خواہش بھی اس میں داخل ہو سکتی ہے۔ ذا العرش منادٰی ہے۔ بحذف اللہ۔ یاس بین السطور ییٔس لکھا ہے۔ مایوس ہو جانا۔ بضع ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ مایراد۔ مضارع مجہول ہے۔

ذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ شانہ کی پاک ذات کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرے ٹکڑے ہوتے بدن کے ٹکڑوں میں برکت عطا فرما دے۔ اوصال جمع وصل کی بمعنی عضو شلو بمعنی جسم جثہ۔ ممزع بمعنی مقطع۔

وَقَدْ خَيَّرُوْنِي الْكُفْرَ وَالْمَوْتُ دُوْنَهٗ وَقَدْ هَمَلَتْ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَجْزَعٍ

ان لوگوں نے مجھے کفر اور بغیر اس کے موت کا اختیار دیا ہے اور میری دونوں آنکھیں بغیر گھبراہٹ کے آنسوؤں سے بہ رہی ہیں۔ وجہ اگلے شعر میں ہے۔ ہملت از نصر مجزع مصدر میمی گھبراہٹ کے معنی ہیں۔

وَبَالِيْ حِذَارُ الْمَوْتِ اِنِّيْ لَمَيِّتٌ وَلٰكِنْ حِذَارِيْ حَجْمُ نَارٍ مُلَقَّعٍ

مجھے موت کا ڈر اس لئے نہیں کہ آخر ایک دن ضرور مرنے والا ہوں۔ لیکن مجھے خوف اس آگ کی جسامت کا ہے۔ جو بہت شعلوں والی ہے۔ یعنی انسانوں کو کھا جانے والی ہے۔ مراد جہنم کی آگ ہے۔

حجم بمعنی جسامت۔ ملقع ملھب۔ شعلے والی۔ ادحجم آگ کی لپیٹ۔

فَوَاللّٰهِ مَا أَرْجُوْا إِذَا مِتُّ مُسْلِمًا عَلٰى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ فِي اللّٰهِ مَصْرَعِيْ

پس اللہ کی قسم اگر میں بحالتِ اسلام کر دیا جاؤں تو مجھے ذرا پرواہ نہیں کہ اللہ کے بارے میں کس کروٹ پر گرا۔ یہ شعر بخاری میں چھٹے شعر سے مقدم ہے۔ یہ دونوں شعر بخاری میں ہیں۔

ارجو۔ رجاء بمعنی امید۔ پرواہ۔ مصرعی۔ گرنا۔ مصدر میمی ہے۔

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا وَلَاجَزَعًا إِنِّيْ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعِيْ

پس میں دشمن کے سامنے نہ تو کسی قسم کی عاجزی کو اور نہ کسی قسم کی گھبراہٹ کو ظاہر کرنے والا ہو۔ اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن کی طرف اشارہ ہے۔

یہ اشعار سیرت ابن ہشام میں مرقوم ہیں اور کلام الملوک میں ترجمہ کے ساتھ درج ہیں۔ جو اردو رسالہ ہے۔

من الامر زنابیر۔ یا ذکور النحل۔ فحمتہ الخ ان لوگوں نے ایک رات اور دوسرے دن انتظار کیا۔ کہ یہ مکھے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیجا جوان کی لاش کو بہا کر لے گیا۔ کسی کو علم نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ وہ شہد کے مکھے ان کے چہروں میں اڑتے تھے۔ اور انہیں ڈنک مارتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے بدن کا کوئی حصہ نہ کاٹنے دیا۔ وہ سیلاب حضرت عاصمؓ کو جنت میں لے گیا۔ اور پچاس مشرکوں کو جہنم پہنچا دیا۔ حضرت عاصمؓ کی لاش کو مسلمانوں نے دفن کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۶۸۳ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ الَّذِيْ قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ أَبُوْ سَرْوَعَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص نے حضرت خبیبؓ کو شہید کیا تھا وہ ابو سروعہ تھا۔

حدیث نمبر ۳۶۸۴ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ رِعْلٌ وَّذَكْوَانُ عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا بِئْرُ مَعُوْنَةَ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللّٰهِ مَا إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُوْنَ فِيْ حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلُوْهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا

فِي صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَذٰلِكَ بَدْءُ الْقُنُوتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَسَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوتِ أَبَعْدَ الرُّكُوعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ لَا بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیوں کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ تو قبیلہ بنو سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان بئر معونہ کے پاس ان کے سامنے آئے۔ صحابہ کرام نے ان لوگوں سے کہا۔ اللہ کی قسم! ہم تم پر فوج کشی کر کے نہیں آئے۔ ہم تو تمہارے پاس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کام کے لئے جاتے ہوئے گزر رہے ہیں لیکن انہوں نے ایک نہ سنی بلکہ ان حضرات کو قتل کر دیا۔ تو صبح کی نماز میں مہینہ بھر آپؐ نے ان کے لئے بددعا کی۔ یہاں سے دعاء قنوت کی ابتداء ہوئی۔ اس سے پہلے ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ عبدالعزیز کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ وہ رکوع کے بعد ہے یا قرآت سے فارغ ہونے کے بعد۔ انہوں نے فرمایا قرآت سے فارغ ہونے کے بعد۔

حدیث نمبر ۳۶۸۵ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُوا عَلٰى أَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر رکوع کے بعد عرب کے قبائل پر بددعا کی۔ یہ قنوت نازلہ کہلاتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۸۶ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ أَنَّ رِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ اسْتَمَدُّوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَدُوٍّ فَأَمَدَّهُمْ بِسَبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ كُنَّا نُسَمِّيهِمُ الْقُرَّاءَ فِي زَمَانِهِمْ كَانُوا يَحْتَطِبُونَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ حَتّٰى كَانُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قَتَلُوهُمْ وَغَدَرُوا بِهِمْ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوا فِي الصُّبْحِ عَلٰى أَحْيَاءٍ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ قَالَ أَنَسٌ فَقَرَأْنَا فِيهِمْ قُرْآنًا ثُمَّ إِنَّ ذٰلِكَ رُفِعَ بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ يَدْعُوْا عَلٰى أَحْيَاءٍ مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ زَادَ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ أُولٰئِكَ السَّبْعِيْنَ مِنَ الْأَنْصَارِ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنًا كِتَابًا نَحْوَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ رعل۔ ذکوان۔ عصیّہ اور بنو لحیان نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کی۔ آپؐ نے ان کی مدد کے لئے انصار کے ستّر آدمی بھیجے۔ جن کو ہم اس زمانہ میں قراء کے نام سے پکارتے تھے۔ دن کو وہ لوگ لکڑیاں جمع کرتے اور رات کو نفل نماز پڑھتے۔ جب یہ لوگ بئر معونہ تک پہنچے تو ان لوگوں نے ان سے غدر کرتے ہوئے انہیں قتل کر دیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر پہنچی تو آپؐ نے صبح کی نماز میں عرب کے ان قبائل پر مہینہ بھر قنوت نازلہ پڑھی۔ یعنی رعل۔ ذکوان۔ عصیّہ اور بنو لحیان پر۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ان کے بارے میں قرآن مجید میں پڑھتے تھے۔ بعد ازاں اس کو اٹھایا گیا۔ کہ ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقی ہوئے وہ ہم سے راضی ہو گیا۔ اور ہمیں راضی کر دیا۔ دوسری سند سے حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھی کہ رعل۔ ذکوان۔ عصیہ اور بنو لحیان پر بد دعا کرتے تھے خلیفہ کی سند میں ہے کہ حضرت انسؓ نے حدیث بیان کی۔ وہ ستّر انصار میں سے تھے جو بئر معونہ میں قتل کر دیئے گئے۔ قرآنا یعنی کتابا پہلی حدیث کی طرح ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | حتی کانوا ببئر معونة ص ۵۸۶ | قتل کرنے والے وہ لوگ نہیں تھے۔ جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدد طلب کرنے کے لئے آئے تھے۔ قاتل دوسرے لوگ ان کے علاوہ تھے۔ لیکن وہ تھے ان کے قبیلہ کے۔ پس قتل کی نسبت ان سب کی طرف کر دی گئی۔ نیز! دراصل ان کی طلب تعلیم القرآن اور شرائع و احکام اسلام سیکھنے کے لئے تھی۔ مگر ان سے یہ بھی ذکر کیا گیا کہ انہوں نے ان کے ہمراہ مل کر دشمنوں اور کفار سے جہاد بھی کرنا ہے۔ تو اب دو روایتوں میں تنافی نہیں رہے گی۔ کہ ایک میں ہے ان کو جہاد کے لئے بھیجا گیا اور دوسری میں ہے کہ ان کو تعلیم کے لئے بھیجا گیا۔ تو اس طرح تعارض دفع ہوا۔ حضرت قطب گنگوہیؒ کے فائدہ کا خلاصہ

یہ ہے کہ قرار کو قتل کرنے والے دوسرے لوگ ان کے قبیلہ والے تھے جو لوگ آپؐ کے پاس سے ان کو لائے تھے وہ نہیں تھے۔ اور اس سریہ کو سریۃ القرا بھی کہا جاتا ہے، واقعہ یوں ہے کہ ابوبرا، عامر بن مالک بن جعفر عامری جس کے مسلمان ہونے میں اختلاف ہے، جو نیزہ بازی کا کھلاڑی مشہور تھا۔ یہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا وہ اسلام نہ لایا۔ البتہ یہ کہا کہ اے محمدؐ دین تیرا اچھا ہے۔ میری قوم میرے پیچھے ہے، اگر آپؐ کچھ لوگ اپنے اصحاب میں سے میرے ساتھ بھیج دیں۔ تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپؐ کے دین کو قبول کر لیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اہل نجد سے خطرہ ہے کہ کہیں ان پہ حملہ نہ کر دیں۔ ابو البرار نے کہا کہ میں ان کو پناہ دینے والا ہوں۔ آپؐ نے ستر قرار اس کے ہمراہ بھیج دیئے۔ جب بئر معونہ تک پہنچے۔ تو انہوں نے حرام بن ملحان کو اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جو ابو البرار کا بھتیجا تھا۔ جب وہ قاصد اس کے پاس پہنچا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکھے بغیر اس پہ حملہ کر کے قتل کر دیا۔ عامر بن طفیل نے اپنی قوم بنو عامر سے ان کے خلاف مدد طلب کی۔ مگر انہوں نے کہا کہ ہم ابو برار کی توہین کرتے ہوئے عہد شکنی نہیں کرتے۔ جس نے ان کو پناہ دی ہے، عامر نے بنو سلیم کے دوسرے قبائل رعل اور ذکوان سے مدد طلب کی۔ جنہوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ ان حضرات صحابہ کرام کو گھیر لیا۔ لڑائی ہوئی جس میں یہ حضرات قتل کر دیئے گئے۔ ابو برار کو جب اطلاع ہوئی۔ تو ان حضرات کی وفات پر افسوس کرتے ہوئے اپنے بھتیجے کی کارگذاری پر افسوس کا اظہار کیا بالآخر مر گیا۔

فلا اتینا فی الخ کتاب الجہاد میں گزرا ہے کہ خود رعل۔ ذکوان وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی تھی۔ اور یہاں قتادہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عامر بن طفیل نے ان سے مدد طلب کی تھی۔ تو اس میں کوئی منافات نہیں۔ احتمال ہے کہ ظاہراً انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی ہو اور دل میں ان کے غدر ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کے دوسرے لوگوں سے عامر بن طفیل نے مدد طلب کی ہو، حافظؒ فرماتے ہیں کہ بنو لحیان کا ذکر اس قصہ میں وہم ہے وہ غزوہ رجیع حضرت خبیبؓ کے قصہ میں بنو لحیان تھے۔ بئر معونہ میں نہیں تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۸ حَدَّثَنَا مُوسَی بْنُ إِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنِیْ أَنَسٌ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالَہٗ أَخٌ لِأُمِّ سُلَیْمٍ فِیْ سَبْعِیْنَ رَاکِبًا

وَكَانَ رَئِيسُ الْمُشْرِكِينَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلٰثِ خِصَالٍ فَقَالَ يَكُونُ لَكَ أَهْلُ السَّهْلِ وَلِي أَهْلُ الْمَدَرِ أَوْ أَكُونُ خَلِيفَتَكَ أَوْ أَغْزُوكَ بِأَهْلِ غَطَفَانَ بِأَلْفٍ وَأَلْفٍ فَطُعِنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فُلَانٍ فَقَالَ غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَكْرِ فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ آلِ فُلَانٍ ائْتُونِي بِفَرَسِي فَمَاتَ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ فَانْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُو أُمِّ سُلَيْمٍ وَهُوَ رَجُلٌ أَعْرَجُ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ قَالَ كُونَا قَرِيبًا حَتَّى آتِيَهُمْ فَإِنْ آمَنُونِي كُنْتُمْ وَإِنْ قَتَلُونِي أَتَيْتُمْ أَصْحَابَكُمْ فَقَالَ أَتُؤْمِنُونِي أُبَلِّغْ رِسَالَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ وَأَوْمَئُوا إِلَى رَجُلٍ فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ قَالَ هَمَّامٌ أَحْسِبُهُ حَتَّى أَنْفَذَهُ بِالرُّمْحِ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَلُحِقَ الرَّجُلُ فَقُتِلُوا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْأَعْرَجِ كَانَ فِي رَأْسِ جَبَلٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْنَا ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمَنْسُوخِ إِنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِي لِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ الَّذِينَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں جو حضرت ام سلیمؓ کے بھائی تھے ستر سواروں کے ساتھ بھیجا۔ مشرکین کا سردار عامر بن طفیل تھا جس نے تین باتوں میں اختیار دیا۔ کہنے لگا یا تو شہری آبادی تمہاری اور دیہی آبادی میری۔ یا یہ کہ آپؐ کے بعد میں خلیفہ ہوں گا۔ یا یہ عطفان والوں کے ایک ہزار آدمی ایک ہزار سرخ گھوڑوں کے ساتھ آپؐ سے جنگ کروں گا۔ تو عامر کو تو ام فلان کے گھر طاعون نے آپکڑا۔ وہ ایک گلٹی ہوتی ہے۔ جیسے اونٹ کی گلٹی کان کے پاس نکلتی ہے۔ سلول نامی عورت کے گھر جو آل سلول کے خاندان سے تھی۔ کہنے لگا میرے پاس میرا گھوڑا لے آؤ۔ تو گھوڑے کی پیٹھ پر اس کو موت نے دبوچ لیا۔ تو حضرت ام سلیم کا بھائی حرامؓ جو لنگڑا آدمی تھا اور بنو فلاں کا ایک آدمی بھی چل پڑے۔ عرجؓ کا نام کعب بن زید تھا اور دوسرے آدمی کا نام منذرؓ بن محمد تھا۔ تو حرامؓ نے ان دونوں سے کہا کہ تم قریب قریب رہنا۔ میں ان مشرکین کے پاس جاتا ہوں۔ پس اگر انہوں نے مجھے امان دے دی تو تم ٹھکے رہنا۔ اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا۔

تو تم اپنے ساتھیوں کے پاس آجانا تو حضرت حرامؓ نے ان مشرکین سے کہا۔ اگر تم مجھے امان دو تو میں تمہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دوں۔ یہ ان سے باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ ھمام کہتے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ اس نے نیزہ آر پار کر دیا۔ تو حضرت حرامؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور کہنے لگے رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ دوسرا ساتھی منذر بن محمد کو بھی پکڑ لیا گیا۔ سوائے کعب بن زید اعرج کے جو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے۔ باقی سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے بارے میں ہمارے اوپر قرآن اتارا جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔ ترجمہ آیت۔ بے شک ہم اپنے رب سے ملاقی ہوئے۔ پس وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہمیں راضی کر دیا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیس۳۰ صبح تک ان کے خلاف بد دعا کرتے رہے۔ وہ قبائل رعل۔ ذکوان۔ بنو لحیان اور عصیۃ تھے۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | خیر بین ثلث خصال الخ یعنی یا تو مملکت کی تقسیم کی جائے یا مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دو۔ یا ایک ہزار سرخ پہلوان اور سرخ گھوڑے لے کر غطفان والوں سے آپؐ سے جنگ کروں گا۔ جس پر آپؐ نے عامر بن طفیل کے لئے بد دعا فرمائی۔ جس کا اثر بعد میں ظاہر ہوا۔ کہ طاعون کی گلٹی اس کے کان کے پیچھے نکل آئی۔ جبکہ یہ ایک عورت کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ غدہ گلٹی کو کہتے ہیں۔

فمات علی فرسہ بہادر آدمی فرش پر موت کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق مشہور ہے۔ کہ ان کا سارا بدن زخموں سے چھلنی تھا۔ لیکن مرتے وقت فرماتے تھے۔ کہ آج میں گدھے کی طرح بستر پر مر رہا ہوں۔ یہ عبرت کی چیز ہے۔ بہر حال بئر معونہ کے واقعہ کے بعد عامر بن طفیل آپؐ کے پاس آیا اور یہ تین باتیں پیش کیں۔ جن میں سے آپؐ نے کسی کو قبول نہ فرمایا۔ یہ واقعہ بطور جملہ معترضہ کے تھا۔ اب فانطلق حرام سے اصل واقعہ شروع کرتے ہیں۔ وھو رجل غلط ہے۔ اصل میں ھو و رجل اعرج ہے اور واؤ کی تقدیم تصحیف کاتب ہے۔

قال کونا قریبا روایت میں اختصار ہے۔ اصل میں تھا کہ فاعترضھم عامر بن طفیل۔ کہ عامر بن طفیل نے ان کو آکر روکا۔ حضرت حرامؓ نے اس سردار کے پاس جا کر کہا کہ ہمیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانے دو۔ لیکن وہ باتوں میں مصروف تھے۔ کہ ایک آدمی نے ان کے اشارہ

پر اچانک حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ دوسرا آدمی بھی شہید کر دیا گیا۔ البتہ تیسرا آدمی اعرج پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جانے کی وجہ سے بچ گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قطعن عامر بن طفیل ص۵۸۶/۲۴ یہاں سے عامر بن طفیل کی موت کا واقعہ بطور جملہ معترضہ کے بیان کیا ہے۔ کہ اس کی موت کہاں اور کیسے واقع ہوئی۔ ویسے یہاں کلام اور اصل واقعہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | سریہ قراء سے عامر بن طفیل کی موت کا کوئی تعلق نہیں۔ مگر عامر کی غداری کی وجہ سے ان حضرات کی شہادت واقع ہوئی۔ تو تبعاً عامر کی موت کا بھی ذکر آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی غداری اور اپنے چچا ابو براء کی امان کا لحاظ نہ کرنے پر بد دعا فرمائی۔

اللّٰھم اکفنی عامراً چنانچہ وہ ایک عورت آلِ سلول کے گھر آیا۔ جس کا نام سلول بنت ذہل بن شیبان تھا۔ جس نے مرہ بن صعصعہ سے شادی کی۔ جو عامر بن صعصعہ کا بھائی تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | وھو رجل اعرج ص۵۸۶/۲۴۔ ضمیر مذکور اخوام سلیم کی طرف راجع نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت حرامؓ اعرج نہیں تھے۔ بلکہ ضمیر مبہم ہے۔ جس کی تفسیر اس کے بعد رجل اعرج کے قول سے کی ہے۔ کونا قریباً ان دونوں کو سردار کے قریب رہنے کا کہا اپنے ساتھ نہیں رکھا۔ تاکہ بالفرض اگر یہ لوگ حضرت حرامؓ کو قتل کر دیں تو یہ دونوں خود بھی بھاگ کر نجات پا جائیں گے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی بچا کر لے جائیں گے۔ اگر امان دے دی۔ تو یہ لوگ صحیح سالم اپنے ساتھیوں کے پاس آ جائیں گے۔ مگر ان مشرکوں نے ان دونوں کو بھی شر پہنچانے کے لئے نہ چھوڑا۔ بلکہ سوائے اعرج کے باقی سب کو شہید کر دیا۔ حضرت اعرج بھاگ گئے تھے۔ تاکہ دوبارہ حملہ نہ کریں

تشریح از شیخ زکریاؒ | قطب گنگوہیؒ امام بخاریؒ کی علوشان کے پیش نظر ان کا احترام کرتے ہوئے عبارت کی توجیہ کر دی ہے۔ ورنہ تمام شراح کے نزدیک ناسخ کی غلطی ہے۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ وھو رجل اعرج بظاہر حرامؓ کی صفت معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ حضرت حرامؓ اعرج نہیں تھے۔ وہ تو دوسرا آدمی تھا جو بچ گیا تھا۔ چنانچہ عثمان بن سعید کی روایت میں ہے۔ فانطلق حرام و رجلان معہ رجل اعرج ورجل من بنی فلان لہٰذا ظاہر یہ ہے کہ حرف واؤ سہواً مقدم کر دیا۔ ورنہ اصل عبارت یوں تھی۔ فانطلق حرام ورجل اعرج اعرج کا نام کعب بن زید تھا۔

اور دوسرے کا نام منذرؓ بن محمد تھا۔ جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں مرقوم ہے۔ اور بعض بخاری کے نسخہ میں هو ورجل اعرج واقع ہوا ہے وہی صحیح ہے۔ عینیؒ، قسطلانیؒ اور کرمانیؒ سب نے سہو کاتب پر محمول کیا ہے البتہ کرمانیؒ نے حضرت قطب گنگوہیؒ کی مطابقت فرمائی ہے۔ کہا یہ ھو ضمیر مبہم ہے۔ جس کی تفسیر مفرد سے کی گئی ہے اور ضمیر شان کی تفسیر جملہ سے کی جاتی ہے۔

مولانا محمد حسن مکی بھی لکھتے ہیں کہ ھو ورجل اعرج میں ضمیر مبہم ہے۔ جس کی تفسیر مابعد سے کی گئی اور کونا قریبًا کا خطاب رجل اعرج ورجل من بنی فلان کو ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو دور دور کھڑا کیا۔ سات ساتھیوں کے بعد اعرج کو اعرج کے بعد رجل ثالث کو کھڑا کیا تاکہ اس طرح وہ ایک دوسرے کو مطلع کر سکیں گے۔

فلحق الرجل سے رجل ثالث مراد ہے۔ حضرت کعب بن زیدؓ کو مشرکوں نے مرا ہوا سمجھا۔ حالانکہ وہ چپکے سے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے۔ وہ زندہ رہے۔ یہاں تک غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔ عمرو بن امیہ ضمری قید ہوئے۔ جب عامر بن طفیل کو پتہ چلا کہ آپ مضر خاندان میں سے ہیں۔ تو عامر نے انہیں پکڑ کر اپنی ماں کے کفارہ میں انہیں آزاد کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۷۸۸ حدثنی حِبَّانُ الخ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهُ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا فَنَضَحَهُ عَلٰى وَجْهِهِ وَرَاْسِهِ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب ان کے ماموں حضرت حرامؓ بن ملحان کو نیزہ مار کر زخمی کیا گیا بئر معونہ کی لڑائی میں۔ تو انہوں نے اس طرح اپنے خون کو ہاتھ میں لیا اور اپنے چہرہ اور سر پر چھڑک دیا۔ پھر فرمانے لگے۔ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ یہ ان کے کمال شجاعت اور دربار الٰہی کی حاضری کی خوشی پر دال ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قال بالدم هكذا ص ۵۸۷ حضرت حرامؓ نے چہرہ اور سر پر خون کے چھینٹے اس لئے لگائے کہ انہیں معلوم تھا کہ خون شہداء کے حق میں پاک ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خون ان سے نہیں دھویا جاتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | کیونکہ حدیث میں وارد ہے۔ دم الشهيد يفوح ريح المسك

کہ شہید کا خون کستوری کی طرح مہکتا ہے۔ اس لئے اسے میت جیسا غسل نہیں دیا جاتا۔ تو غسل نہ دینے کی حکمت بیان کر دی گئی۔ آپ کا ارشاد ہے۔ لاتغسلوا قتلیٰ احد فان کل جرح و کل دم یفوح مسکا یوم القیامۃ۔ یہ روایت حضرت جابرؓ کی فتح الباری میں ہے

حدیث نمبر ۳۶۸۹ حَدَّثَنِی عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتِ اسْتَأْذَنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ فِی الْخُرُوْجِ حِیْنَ اشْتَدَّ عَلَیْہِ الْاَذٰی فَقَالَ لَہٗ اَقِمْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَطْمَعُ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکَ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا ذٰلِکَ قَالَتْ فَانْتَظَرَہٗ اَبُوْبَکْرٍؓ فَاَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ ظُہْرًا فَنَادَاہُ فَقَالَ اَخْرِجْ مَنْ عِنْدَکَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ اِنَّمَا ھُمَا ابْنَتَایَ فَقَالَ اَشَعَرْتَ اَنَّہٗ قَدْ اُذِنَ لِیْ فِی الْخُرُوْجِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الصُّحْبَۃَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصُّحْبَۃُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عِنْدِیْ نَاقَتَانِ قَدْ کُنْتُ اَعْدَدْتُّھُمَا لِلْخُرُوْجِ فَاَعْطَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْدٰھُمَا وَھِیَ الْجَدْعَآءُ فَرَکِبَا فَانْطَلَقَا حَتّٰی اَتَیَا الْغَارَ وَھُوَ بِثَوْرٍ فَتَوَارَیَا فِیْہِ فَکَانَ عَامِرُ بْنُ فُھَیْرَۃَ غُلَامًا لِّعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الطُّفَیْلِ بْنِ سَخْبَرَۃَ اَخُوْ عَائِشَۃَؓ لِاُمِّھَا وَکَانَتْ لِاَبِیْ بَکْرٍ مِنْحَۃٌ فَکَانَ یَرُوْحُ بِھَا وَیَغْدُوْ عَلَیْھِمْ وَیُصْبِحُ فَیَدَّلِجُ اِلَیْھِمَا ثُمَّ یَسْرَحُ فَلَا یَفْطُنُ بِہٖ اَحَدٌ مِّنَ الرِّعَآءِ فَلَمَّا خَرَجَا خَرَجَ مَعَھُمَا یُعْقِبَانِہٖ حَتّٰی قَدِمَا الْمَدِیْنَۃَ فَقُتِلَ عَامِرُ بْنُ فُھَیْرَۃَ یَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَۃَ وَعَنْ اَبِیْ اُسَامَۃَ قَالَ قَالَ ھِشَامُ بْنُ عُرْوَۃَ فَاَخْبَرَنِیْ اَبِیْ قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِیْنَ بِبِئْرِ مَعُوْنَۃَ وَاُسِرَ عَمْرُو بْنُ اُمَیَّۃَ الضَّمْرِیُّ قَالَ لَہٗ عَامِرُ بْنُ الطُّفَیْلِ مَنْ ھٰذَا فَاَشَارَ اِلٰی قَتِیْلٍ فَقَالَ لَہٗ عَمْرُو بْنُ اُمَیَّۃَ ھٰذَا عَامِرُ بْنُ فُھَیْرَۃَ فَقَالَ لَقَدْ رَاَیْتُہٗ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ اِلَی السَّمَآءِ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی السَّمَآءِ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْاَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَبَرُھُمْ فَنَعَاھُمْ فَقَالَ اِنَّ اَصْحَابَکُمْ قَدْ اُصِیْبُوْا وَاِنَّھُمْ قَدْ سَاَلُوْا رَبَّھُمْ فَقَالُوْا اَخْبِرْ عَنَّا اِخْوَانَنَا

بِمَا رَضِينَا عَنْكَ وَرَضِيتَ عَنَّا فَأَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَأُصِيبَ يَوْمَئِذٍ فِيهِمْ عُرْوَةُ بِهِ وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو وَسُمِّيَ بِهِ مُنْذِرًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی جب کہ آپ پر کفار مکہ کی سختیاں زیادہ ہوگئیں۔ تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ ابھی ٹھہرے رہو۔ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! کیا آپؐ کو بھی اجازت ملنے کی امید ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ میں اس کی امید رکھتا ہوں۔ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اس کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن ظہر کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آکر پکارے کہ باہر آؤ۔ اور جو لوگ آپ کے پاس ہوں ان کو نکال دو۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اور کوئی نہیں۔ صرف میری دو بیٹیاں ہیں۔ فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ تو انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! ساتھ کون ہوگا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ ہی ساتھ ہوں گے۔ کہنے لگے یارسول اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے ہجرت کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ تو ایک کان کٹی اونٹنی انہوں نے آپؐ کو دے دی۔ دونوں سوار ہو کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ اور اس میں دونوں چھپ رہے۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضؓ جو عبداللہ بن الطفیل بن سنجرۃ کے غلام تھے جو حضرت عائشہؓ کا ماں کی طرف سے بھائی لگتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کی ایک دودھ دینے والی اونٹنی تھی۔ جس کو حضرت عامر صبح و شام چرانے کے لئے لے جاتے اور لے آتے۔ صبح اندھیرے میں ان دونوں حضرات کے پاس آتے۔ پھر شام کو چرا کر واپس آتے۔ تو چرواہوں میں سے کسی کو اس کا علم نہ ہوسکا۔ جب یہ دونوں حضرات غارِ ثور سے نکل کر روانہ ہوئے تو حضرت عامرؓ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوا۔ کہ وہ دونوں حضرات اس کو اپنا ردیف بناتے تھے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں پہنچ گئے۔ عامر بن فہیرہؓ بھی بئر معونہ کے غزوہ میں شہید ہوگئے۔ ابی اسامہ کی سند میں ہے۔ کہ عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب بئر معونہ میں یہ حضرات شہید کر دیئے گئے۔ اور عمرو بن امیہ ضمری قید کر دیئے گئے۔ تو عامر بن طفیل نے پوچھا یہ کون ہے۔ جب کہ اس نے ایک مقتول کی طرف اشارہ کیا تھا۔ تو عمرو بن امیۃ نے اس سے کہا۔ یہ عامر بن فہیرہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے قتل ہونے کے بعد دیکھا۔ کہ اسے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ میں اب بھی اس کو آسمان کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

جو اس کے اور زمین کے درمیان حائل ہے۔ پھر اسے زمین پر رکھ دیا گیا۔ یہ ان کی رفعت شان کے لئے تھا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی شہادت کی اطلاع ہوئی۔ تو آپؐ نے ان حضرات کی موت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تمہارے ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے رب سے درخواست کی ہے۔ کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر دے دیں۔ کہ ہم تیرے سے راضی ہو گئے۔ اور تو ہم سے راضی ہو گیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کی طرف سے یہ خبر دے دی۔ اور اس دن ان لوگوں میں حضرت عروہؓ بن اسماؓ بن الصلت بھی شہید ہوئے۔ تو عروہ بن الزبیر کا نام انہی کی مناسبت سے عروہ رکھا گیا۔ اور منذر بن عمرو کی مناسبت سے منذر بن زبیر کا نام رکھا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ الصحبۃ ای اتریدا الصحبۃ یا اسألک الصحبۃ کے معنی ہیں۔ جدعاء اونٹنی کا نام ہے۔ جدع کان کاٹ لینے کو کہتے ہیں۔ جس سے سواری میں تیز رفتاری آجاتی ہے۔ اگرچہ اس اونٹنی کے کان کٹے ہوئے نہیں تھے۔ مگر چھوٹے تھے۔ اس مناسبت سے اسے جدعاء کہا گیا۔ حضرت صدیقہؓ کی والدہ امّ رومانؓ نے صدیق اکبرؓ سے پہلے طفیل بن عبداللہ بن سنجرہ کو جنا تھا۔ جب ان کا والد مر گیا۔ تو امّ رومانؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے نکاح کیا۔ جس سے حضرت صدیقہؓ اور ان کی بہن اسماءؓ پیدا ہوئیں۔ عامرؓ بن فہیرہ عبداللہ بن طفیل کے غلام تھے۔ اونٹ چرانے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ اور یہ بھی بئر معونہ میں شہید ہوئے تھے۔

اسر عمرو بن امیہ الخ جب انہوں نے اس جگہ پرندوں کو اڑتے دیکھا۔ جو ان کے ہاں قتل کی دلیل ہوتی تھی۔ تو یہ تحقیق احوال کے لئے آئے۔ عامر بن طفیل کے ساتھ جنگ میں شامل ہوتے۔ ان کے ساتھی تو قتل کر دیئے گئے۔ لیکن ان کو قید کر لیا گیا۔ ضمری ہونے کی وجہ سے اور عامر بن طفیل کے ماں کے ذمہ نذر کا کفارہ تھا۔ اس لئے عمرو بن امیہ کے قتل سے بچ گئے۔ قید ہوئے اور کفارہ میں آزاد کر دیئے گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ھی الجدعاء ص ۵۸۷ یہ کان کٹی اونٹنی نہیں تھی۔ کان چھوٹے تھے۔ کبھی اسے جدعاء بھی کہہ دیتے۔ ورنہ یہ قصواء کے نام سے ناقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ واقدی تو کہتے ہیں کہ جو اونٹنی آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے لی تھی وہ قصواء تھی جو بنی قشیر کے جانوروں میں سے تھی اور خلافت صدیقی میں مر گئی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ جدعاء تھی۔ جو بنی الحریش کے اونٹوں میں سے تھی۔ اور ابن حبان کی روایت سے بھی اس کے جدعاء ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ عراقی فرماتے ہیں۔ عضباء دعا أهما القصواء صحیح یہ ہے کہ عضباء وہ اونٹنی تھی جس سے آگے کوئی جانور نہیں نکل سکتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فرکبا انطلقا ص۵۸۷ س۱ یا تو اسے مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ کہ آپؐ نے سوار ہونے کا قصد فرمایا۔ یا یہ کہ اس وقت سوار ہوئے جبکہ غار سے نکل کر مدینہ جا رہے تھے یہ نہیں کہ جب مکہ سے غار کی طرف آ رہے تھے تو اس وقت سوار ہوئے۔ تو اس صورت میں روایت میں تقدیم و تاخیر ہوگی۔ انطلقا غار کی طرف چلنے کا بیان ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کو تاویل کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ مکہ سے غار کی طرف تو سوار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ حضرات تو غارِ ثور کے اندر چھپنے کے لئے جا رہے تھے۔ اور قائفین ان کے نشان قدم تلاش کر رہے تھے۔ وہ نشان قدم پہ پہاڑ پر پہنچے۔ غار ثور سے بھی ان کا گزر ہوا۔ لیکن اس کے دروازہ پہ تارِ عنکبوت دیکھ کر مایوس ہو گئے۔ کہ اب نشان نہیں ملتا۔ اور تین راتوں کے بعد عامرؓ بن فہیرہ اونٹنیاں لے کر آئے تھے۔ تو یہ بھی شیخ کی توجیہ کے مؤید ہے۔

لعبد اللہ بن الطفیل کتب مشہورہ میں عبد اللہ بن الطفیل کی بجائے طفیل بن عبد اللہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مسمی کے متعدد اسماء ہو سکتے ہیں۔ تو ممکن ہے ان میں سے ہر ایک کے دو نام ہوں۔ عبد اللہ اور طفیل۔

تشریح از شیخ زکریاؒ دمیاطی فرماتے ہیں کہ طفیل بن عبد اللہ بن سنجرہ ازد قبیلہ کا آدمی ہے۔ جس کا باپ ام رومان والدہ حضرت عائشہؓ کا خاوند تھا۔ یہ دونوں باپ بیٹا زمانہ جاہلیت میں مکہ کے اندر آئے۔ اور وہ ابوبکرؓ کے حلیف بن گئے۔ عبد اللہ مر گیا۔ اور طفیل کو پیچھے چھوڑ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی بیوی ام رومان سے شادی کر لی۔ جس سے حضرت عبد الرحمٰن اور عائشہؓ پیدا ہوئے۔ تو طفیل ماں کی طرف سے ان دونوں کے بھائی ہوئے۔ اور عامر بن فہیرہ کو حضرت ابوبکرؓ نے طفیل سے خرید کر لیا تھا۔

یعقبانہ ص۵۸۷ س۱۴ **تشریح از شیخ گنگوہیؒ** یہ بھی مشکل ہے۔ کیونکہ دیلی جو دلیل تھا۔ وہ اور عامر ایک اونٹ پہ تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ دوسرے اونٹ پہ سوار تھے۔ تو پھر اعقاب کے کیا معنی۔ تو مجاز پر محمول کرتے ہوئے کہا جائے گا۔ کہ اتارا چڑھاؤ مراد ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ کبھی حضرت ابوبکرؓ ان کو اپنے

اس اونٹ پر بٹھا دیتے تھے۔ جس پر وہ اس سے پہلے سوار تھے۔ اور خود دیلی دلیل کے پیچھے سوار ہو جاتے۔ بات یہ ہے کہ دلیل بھاری بھر کم آدمی تھا۔ تو تخفیف کے لئے حضرت عامرؓ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف بنا دیتے۔ تاکہ کچھ تخفیف ہو جائے اور کبھی آدمی کو سفر میں ضروریات پیش آجاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے سواریوں کے تبادلے کی صورت بھی پیش آجاتی ہے۔ اور کبھی نوبت بنوبت سوار ہونا پڑتا ہے۔ گویا کبھی سوار بدلے گئے کبھی سواریاں بدلی گئیں۔ اس کو اعقاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا محمد حسن مکیؒ نے حدیث ہجرت میں لکھا ہے۔ وھو ردف ای حین خرج من الغار تو غار سے نکلتے وقت یہ دونوں حضرات ایک اونٹنی پر سوار تھے۔ اور عبداللہ و عامر دوسری اونٹنی پر تھے۔ اور عبداللہ سے مراد عبداللہ لیثی دلیل دیلی مراد ہے۔

قد یعرض للمرء فی السفر چونکہ روایات مختلفہ ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ کی اس توجیہ سے تمام تمام روایات میں تطابق ہو جائے گا۔ کہ سفر میں رفقاء احیاء سواریوں کو ادل بدل کر لیتے ہیں۔ تو ایک روایت میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان معروف ابی بکرؓ اور دوسری میں کان ردیف ابی بکرؓ اور ایک روایت میں ہے۔ ان ابا بکرؓ اردف عامرًا اور ایک چوتھی روایت میں ہے۔ کہ خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و معہ ابو بکر و عامر بن فہیرہ مردفہ ابو بکرؓ وخلفہ عبداللہ بن اریقط۔

حدیث نمبر ۳۶۹۰ حَدَّثَنِی مُحَمَّدٌ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَنَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ شَھْرًا یَدْعُوْا عَلٰی رِعْلٍ وَّ ذَکْوَانَ وَیَقُوْلُ عُصَیَّۃُ عَصَتِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھی۔ آپؐ قبیلہ رعل و ذکوان پر بد دعا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے عصیّہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حدیث نمبر ۳۶۹۱ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الَّذِیْنَ قَتَلُوْا یَعْنِیْ اَصْحَابَہٗ بِبِئْرِ مَعُوْنَۃَ ثَلٰثِیْنَ صَبَاحًا حِیْنَ یَدْعُوْا عَلٰی رِعْلٍ وَّ ذَکْوَانَ وَلِحْیَانَ وَعُصَیَّۃَ عَصَتِ اللّٰہَ

وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَسٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِينَ قُتِلُوا أَصْحَابِ بِئْرِ مَعُونَةَ قُرْآنًا قَرَأْنَاهُ حَتَّى نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوا قَوْمَنَا فَقَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر تیس ۳۰ صبحوں تک بددعا کی۔ جنہوں نے آپؐ کے اصحاب کو بئر معونہ میں قتل کیا تھا۔ جبکہ آپؐ نے رعل۔ ذکوان۔ لحیان اور عصیّہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ ان سب پر آپؐ نے بددعا کی۔ اور انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان لوگوں کے بارے میں جو قتل کردیئے گئے تھے۔ یعنی اصحاب بئر معونہ کے بارے میں قرآن نازل کیا۔ جس کو ہم پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کے بعد اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔ ہماری قوم کو پہنچادو۔ کہ تحقیق ہم لوگ اپنے ربّ سے ملاقی ہوئے۔ پس وہ ہم سے راضی ہوگیا اور ہم اس سے راضی ہوگئے۔

حدیث نمبر ۳۶۹۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قُلْتُ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَهُ قَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أَنَّهُ كَانَ بَعَثَ نَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ وَهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ قِبَلَهُمْ فَظَهَرَ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ ۔

ترجمہ۔ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں نماز میں قنوت ہے۔ میں نے پوچھا کہ رکوع سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ہے۔ میں نے کہا۔ فلاں آدمی نے تو آپ کی طرف سے مجھے یوں خبر دی۔ کہ آپ قنوت بعد الرکوع کے قائل ہیں۔ فرمایا اس نے ٹھیک نہیں کہا۔ قنوت نازلہ کے بارے میں ہے۔ کہ آپؐ نے ایک مہینہ بعد رکوع قنوت نازلہ پڑھی تھی۔ وجہ یہ ہوئی کہ آپؐ نے کچھ لوگ جن کو قراء کہا جاتا تھا

جو ستر آدمی تھے۔ ان کو آپؐ نے ان مشرکین کی تبلیغ کے لئے بھیجا جن کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ان کے بارے میں عہد و پیمان تھا۔ لیکن یہ معاہدین بدعہدی کر کے ان حضرات پر غالب آگئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد الرکوع ایک مہینہ ان پر قنوت نازلہ پڑھی۔ کہ آپؐ ان پر بد دعا کرتے تھے۔

تشریح از قاسمی | اگر سوال ہو کہ جب آپؐ نے ان ستر قرار کے لئے ان مشرکین سے امان لے لی تھی۔ پھر لشکر ان کی طرف کیوں بھیجا۔ جواب یہ ہے کہ بینہم و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد یہ جملہ ظرفیہ حالیہ ہے۔ کہ آپؐ نے مشرکین غیر معاہدین کی طرف ان کو بھیجا تھا۔ درآنحالیکہ رعل۔ ذکوان وغیرہ غیر معاہدین ان کے معاہدین پر غالب آگئے۔ بدعہدی کی کہ اپنے سردار ابو البراء کی امان کی پرواہ نہ کی۔ اور ان کی امداد پر آنے والے لوگوں کو قتل کر دیا۔ تو قنوت نازلہ بعد الرکوع ہے اور قنوت وتر قبل الرکوع ہے۔ اور ابن ہمام نے ابن مسعودؓ و دیگر اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ قبل الرکوع وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔

بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْاَحْزَابُ قَالَ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ كَانَتْ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ اَرْبَعٍ

ترجمہ۔ غزوہ خندق جسے احزاب بھی کہتے ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ ۴ھ میں شوال کے مہینہ میں واقع ہوا۔

حدیث نمبر ۳۶۹۳ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهٗ يَوْمَ اُحُدٍ وَّهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ فَلَمْ يُجِزْهُ وَعَرَضَهٗ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشَرَةَ فَاَجَازَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ اُحد کی لڑائی کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش ہوئے۔ جب کہ یہ چودہ سال کی عمر کے تھے۔ تو آپؐ نے ان کو شمولیت کی اجازت نہ دی۔ اور خندق کے موقعہ پر پیش ہوئے۔ تو وہ پندرہ سال کے تھے۔ تو آپؐ نے ان کو جنگ میں شمولیت کی اجازت دے دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مسلمانوں پر قریش کا یہ سب سے بڑا معرکہ ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کے قول کے مطابق سنہ ۴ھ میں واقع ہوا ہے۔ مگر مشہور قول یہ ہے کہ سنہ ۵ھ میں واقع ہوا۔ اس لئے کہ سنہ ۴ھ میں کوئی غزوہ واقع نہیں ہوا۔ سنہ ۳ھ میں غزوۂ اُحد کے موقعہ پر ابوسفیان کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال پھر بدر کے مقام پر لڑائی ہوگی۔ مگر قحط پڑ جانے کی وجہ سے ان سے تیاری نہ ہوسکی۔ غزوہ بدر کے بعد بنوالنضیر کو جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ وہ خیبر میں مقیم ہوئے۔ کچھ شام چلے گئے۔ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو جزوی شکست ہوئی۔ تو بنوالنضیر نے موقعہ غنیمت سمجھا۔ اور ایک وفد قریش مکہ کی طرف بھیجا۔ ادھر بنوغطفان۔ فزارہ۔ اسد وغیرہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ الغرض عرب کی تمام شہری اور دیہاتی آبادی کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا۔ جو دس ہزار کی تعداد میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔

حیی بن اخطب یہودی خیبر سے بنوقریظہ کی طرف پہنچا اور انہیں بہلا پھسلا کر دروازہ کھلوا کر اندر پہنچا۔ اور ان سے کہنے لگا۔ کہ مسلمانوں کے استیصال کے لئے تمام قریش اور قبائل عرب تیار ہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ اب قریش کے ساتھ مل جاؤ۔ لیکن بنوقریظہ کو ڈر تھا کہ اگر ہم نے عہد توڑا اور مسلمانوں کو فتح ہوگئی تو ہمارا حشر بھی بنوالنضیر جیسا ہوگا۔ لیکن حیی بن اخطب کی چال کامیاب رہی۔ ان کو عہد شکنی پر راضی کر لیا۔ کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ تو ہم بھی تمہارے ہمراہ قلعہ میں محصور ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کے شریکِ حال رہیں گے۔ اِدھر مسلمانوں نے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے کو پسند کرتے ہوئے آپؐ نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ جانب شمال وغرب میں زمین نرم تھی۔ اس میں خندق کھودی گئی۔ حرّہ یعنی پتھریلی زمین کی جانب فوج کو بٹھلا دیا گیا۔ خندق کے اردگرد پہاڑ تھے جبل سلع وغیرہ قریش جب مدینہ پہنچے تو خندق کو دیکھا۔ یہ خندق بہت تیز رفتاری سے کھودی گئی تھی۔ کہ آپؐ نے ہر ایک کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا تھا۔ قریش نے خندق کو دیکھا تو وہ دوسری طرف پڑاؤ کرنے پر مجبور ہوگئے۔ مسلمانوں نے کفار کی اس قدر جمعیت اور ادھر بنوقریظہ کی غداری دیکھ کر بہت پریشانی لاحق ہوئی۔ سورۂ احزاب میں اس غزوہ کے حالات تفصیل سے مذکور ہوئے ہیں۔ منافقین کے حالات اس غزوہ میں بہت زیادہ نمودار ہوئے۔ مسلمانوں کے دس آدمی شہید ہوئے۔ کفار خندق سے گزرنا چاہتے تھے۔ لیکن تیروں کی بوچھاڑ نے ان کو روک دیا تھا۔ ایک مہینہ تک یہی حال رہا۔ آپؐ کا ارادہ ہوا کہ بنوغطفان کو قریش سے الگ کر کے ان سے صلح کر لی جائے۔ مشورہ کے لئے آپؐ نے اوس اور خزرج کے سرداروں

سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو مشورہ کے لئے بلایا۔ انہوں نے کہا حضرت! اگر یہ حکم خداوندی ہے۔ تو بسر و چشم۔ اگر آپؐ کا مشورہ ہے۔ تو چونکہ آج تک مدینہ کے پھلوں کو کسی نے نہیں چاہا۔ ہم تو بغیر تلوار کے مدینہ کے پھل کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ آپؐ کو یہ مشورہ پسند آیا۔ گفتگو ملتوی کر دی۔ دریں اثنا قدرت کی طرف سے ایک اور انتظام ہو گیا۔ کہ نعیم بن مسعود مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے آکر کہا۔ کہ ابھی تک میرے مسلمان ہونے کا کسی کو علم نہیں ہے۔ آپؐ مجھ سے جو خدمت لینا چاہیں۔ میں انجام دینے کیلئے تیار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ کسی طرح ان احزاب کو یہاں سے واپس کر دو۔ چنانچہ یہ بنو قریظہ کے پاس گئے۔ انہیں سمجھایا کہ تم نے ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ قریش باہر سے آئے ہیں۔ وہ فتحمند ہوں یا نہ ہوں تمہیں کسی قسم کا فائدہ نہیں۔ لہذا تم قریش سے کہو۔ اپنے کچھ آدمی ہمارے پاس رہن رکھ دو۔ تاکہ ہمیں اطمینان ہو جائے کہ تم ہمیں چھوڑ کر نہیں بھاگو گے۔ انہوں نے اس تجویز کو پسند کر کے آمادگی کا اظہار کیا۔ ادھر قریش سے کہا کہ بنو قریظہ کو اپنی عہد شکنی پر ندامت ہوئی ہے۔ وہ پھر آپؐ سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ ان کے پاس گئے ہیں۔ ان کو سمجھا بجھا کر معاہدہ پر آمادہ کر لیا ہے۔ اب وہ آپ لوگوں سے کچھ آدمی رہن لینا چاہتے ہیں۔ جن کو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کریں گے تاکہ وہ انہیں قتل کر دیں۔ تو قریش نے کہا کہ واقعی تو نے بات تو پتے کی کہی ہے۔ ادھر بنو غطفان سے کہا سنا۔ تو اس تحریک کی وجہ سے ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ غطفان کو بھی اطمینان نہ رہا۔ ادھر آپؐ نے جبل سلع کے کنارے مسجد فتح میں تفرع سے دعا مانگی۔ سردی کا زمانہ تھا۔ مکے والے سردی کا تحمل نہیں کر سکتے تھے۔ دعا کا یہ اثر ہوا کہ خوب آندھی چلی۔ یہ دا ہوا تھی۔ صحابہ کرام کے خیمے تو جبل سلع کے دامن میں تھے۔ ان پر تو ہوا کا کچھ اثر نہ ہوا۔ قریش وغیرہ کے خیمے میدان میں تھے۔ ان پر بہت اثر ہوا۔ دیگیں ریت سے بھر گئیں۔ خیمے اکھڑ گئے۔ گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے۔ افراتفری کا عالم برپا ہو گیا۔ جس سے قریش کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ ادھر باری تعالیٰ نے فرشتے نازل فرمائے۔ جنہوں نے کفار کے دلوں میں رعب ڈالا۔ جس سے وہ لوگ بھاگنے لگے۔ لڑائی دو تین دن تک جاری رہی۔ بعض جگہ سے خندق تنگ تھی۔ وہاں سے بعض لوگوں نے گھسنے کی کوشش کی۔ مگر ان کو مار بھگایا گیا۔ اس مدافعت میں چار نمازیں قضا ہو گئیں۔ یہ فتنہ داخلی طور سے تو بنو قریظہ کی عہد شکنی سے تھا۔ اور فتنہ خارجی قریش قبائل عرب کے حملہ کرنے سے تھا۔ موسیٰ بن عقبہ نے حدیث باب کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ کہ جب ابن عمرؓ کی

عمر غزوہ اُحد میں چودہ سال تھی۔ اور غزوہ خندق میں پندرہ سال تھی۔ اس طرح ان دونوں غزوات میں فاصلہ ایک سال کا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ غزوہ اُحد میں چودھویں سال کی ابتدا تھی۔ اور غزوہ خندق میں ان کی عمر کے پندرھویں سال کا اختتام تھا۔ اس طرح دو سال کی مدت کا پورا ہونا کوئی مستبعد نہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۹۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَنْدَقِ وَهُمْ يَحْفِرُوْنَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى اَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں۔ خندق کھودنے میں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ وہ لوگ کھودتے تھے۔ اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی اٹھاتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔

حدیث نمبر ۳۶۹۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسًاؓ يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِيْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ عَبِيْدٌ يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَاٰى مَا بِهِمْ مِّنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ۔ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ۔ فَقَالُوْا مُجِيْبِيْنَ لَهٗ۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا ۵ عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ مہاجرین اور انصار سخت سردی والی صبح میں خندق کھود رہے ہیں۔ ان کے غلام نوکر چاکر نہیں تھے۔ جو یہ خدمت ان کے لئے انجام دیتے۔ جب آپؐ نے ان کی مشقت اور بھوک کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ اے اللہ! بے شک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔ تو صحابہ کرام جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد کرنے کے لئے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔

حدیث نمبر ۳۶۹۶ حدثنا ابو معمر الخ عن انسؓ قال جعل المهاجرون والانصار يحفرون الخندق حول المدينة وينقلون التراب على متونهم وهم يقولون.

نحن الذين بايعوا محمدا ۵
على الاسلام ما بقينا ابدا

قال يقول النبي صلى الله عليه وسلم وهو يجيبهم اللهم انه لاخير الا خير الآخرة. فبارك في الانصار والمهاجرة. قال يؤتون بملء كفي من الشعير فيصنع لهم باهالة سنخة توضع بين يدي القوم والقوم جياع وهي بشعة في الحلق ولها ريح منتن.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرات مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم مدینہ کے ارد گرد خندق کھودتے تھے۔ اور مٹی کو اپنی پیٹھوں پر اٹھاتے تھے۔ اور یہ شعر پڑھتے تھے ۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لئے جہاد پر بیعت کی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے۔ اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے۔ انصار اور مہاجرین میں برکت پیدا فرما۔ فرماتے ہیں۔ ان مجاہدین حضرات کے لئے میری دو مٹھی بھر جو لائے جاتے۔ پس ان کے لئے بدبو دار سالن بنایا جاتا۔ جو بھوکی قوم کے سامنے رکھا جاتا۔ جو گلے میں اچھو کی طرح پھنس جاتا جس کی بدبو ہوتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۶۹۷ حدثنا خلاد بن يحيى الخ قال اتيت جابراً فقال انا يوم الخندق نحفر فعرضت كدية شديدة فجاؤا النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا هذه كدية عرضت في الخندق فقال انا نازل ثم قام وبطنه معصوب بحجر ولبثنا ثلاثة ايام لا نذوق ذواقا فاخذ النبي صلى الله عليه وسلم المعول فضرب فعاد كثيبا اهيل او اهيم فقلت يا رسول الله ائذن لي الى البيت فقلت لامرأتي رأيت بالنبي صلى الله عليه وسلم

شَيْئًا مَّا كَانَ فِي ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ عِنْدِي شَعِيرٌ وَّعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْاَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ اَنْ تَنْضَجَ فَقُلْتُ طُعَيِّمٌ لِّي فَقُمْ اَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهٗ قَالَ كَثِيرٌ طَيِّبٌ قَالَ قُلْ لَّهَا لَا تَنْزِعُ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ فَقَالَ قُوْمُوْا فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى امْرَاَتِهٖ قَالَ وَيْحَكِ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَمَنْ مَّعَهُمْ قَالَتْ هَلْ سَاَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ ادْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ اِذَا اَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ قَالَ كُلِي هٰذَا وَاَهْدِي فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْهُمْ مَّجَاعَةٌ ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم خندق کی لڑائی میں کھدائی کر رہے تھے۔ کہ ایک سخت چٹان سامنے آگئی۔ تو صحابہ کرام جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ کہ خندق کی کھدائی میں ایک چٹان سامنے آگئی ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ میں اترنے والا ہوں۔ پس پھر آپؐ کھڑے ہو گئے۔ جب کہ آپؐ کے پیٹ مبارک پتھر سے بندھا ہوا تھا تاکہ بھوک کی حرارت کم ہو جائے۔ اس حال میں ہم تین دن سے ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ ہم نے کچھ بھی نہیں چکھا تھا۔ آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال اور پھاوڑے کو ہاتھ میں پکڑا۔ جو ریت کے بہتے ہوئے ٹیلے کی طرح ہو گیا۔ پس میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اپنی بیوی سہلہ بنت مسعود انصاریہ سے آکر کہا۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا ہے جس میں صبر نہیں ہو سکتا۔ تو تیرے پاس کچھ کھانے کا سامان ہے۔ اس نے کہا کچھ جو ہیں اور ایک بزغالہ ہے (بکری کا بچہ) تو میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کر دیا۔ اس نے جو پیس لئے۔ یہاں تک کہ ہم نے گوشت کو ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کہ آٹا گوندھا ہوا ٹوٹ

چکا تھا۔ یعنی خوب بھگ گیا تھا۔ اور ہنڈیا چولہے پر چڑھی ہوئی تھی۔ قریب تھا کہ پک جاتی۔ تو میں نے کہا کہ میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے۔ آپؐ اور ایک یا دو آدمی اور آپؐ کے ساتھ چل کر کھانا تناول فرمائیں۔ آپؐ نے پوچھا کتنا ہے۔ میں نے اس کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ پاکیزہ کھانا بہت ہے۔ لیکن بیوی سے جا کر کہو کہ وہ ہنڈیا کو نہ اتارے۔ اور نہ ہی میرے آنے تک تنور سے روٹی کو نکالے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ سب اٹھ کھڑے ہو۔ تو مہاجرین سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بیوی سے آکر کہا۔ کہ تیرے لئے ہلاکت ہو۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مہاجرین انصار اور ان کے سب ہمراہیوں کو لا رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپؐ نے تجھ سے کچھ پوچھا تھا۔ تو میں نے ہاں میں جواب دیا۔ اس نے کہا پھر کوئی فکر کی بات نہیں۔ چنانچہ آپؐ جب تشریف لائے تو حکم دیا کہ سب آرام سے اندر داخل ہو جاؤ۔ بھیڑ بھاڑ نہ کرو۔ پس آپؐ شروع ہوئے کہ روٹی کے ٹکڑے توڑتے تھے۔ اس پہ گوشت رکھتے تھے۔ ہنڈیا اور تنور کو چھپا لیتے۔ جب اس سے گوشت روٹی نکال لیتے تھے اور اپنے اصحاب کے قریب کرتے تھے۔ پھر کپڑا کھینچ لیتے۔ بس برابر اسی طرح روٹی کے ٹکڑے توڑتے رہے اور چمچہ سے سالن بھرتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کے پیٹ بھر گئے۔ ابھی کچھ باقی بھی رہ گیا۔ آپؐ نے حضرت جابرؓ کی بیوی سے کہا۔ تم بھی کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ بھی دو۔ کیونکہ لوگ بھی بھوک کا شکار ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | **بطنہ معصوب بحجر** کیونکہ بھوک کی وجہ سے پیٹ میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے کمزوری لاحق ہو جاتی ہے۔ جب چھوٹا سا پتھر اس پہ باندھ دیا جائے۔ تو حرارت دفع ہو کر مفقودہ آجاتی ہے۔ اور کمزوری رفع ہو کر قوت و طاقت آجاتی ہے۔ **اهیل بهنا۔ عندی شعیر** اور بعض روایات میں صاع من الشعیر یعنی چار سیر جو ہیں اور عناق بکری کے بچہ کو کہتے ہیں جو سال سے کم عمر کا ہو۔ **العجین قد انکسر** آٹے میں جب خمیر ڈالا جائے۔ تو اس کے اثر کی علامت یہ ہے۔ کہ آٹا پھٹنے لگتا ہے۔ اثافی ان پتھروں کو کہتے ہیں۔ جن میں ہنڈیا رکھی جاتی ہے۔ **ولا الخبز من التنور** یعنی ابھی روٹی پکانا شروع نہ کرے۔ **ولا تضاغطوا ای لا تزدحموا** بھیڑ بھڑ کا نہ کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **والعجین قد انکسر** صفحہ ۵۸۸/۲۲ اس سے مراد یہ ہے کہ آٹے کے اجزاء آپس میں خوب گھل مل جائیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ آٹا بالخصوص جو کا آٹا پانی کے اجزاء کو نہ جذب کرتا ہے اور نہ ہی پانی اس میں سرایت کرتا ہے۔ جب تک تھوڑی دیر کے لئے اسے مہلت نہ دی جائے۔

جس کے بعد روٹی بہترین اور نرم ہو جاتی ہے۔

فجعل یکسر الخبز الخ توڑنے سے مراد تنور سے لینا ہے۔ ینزع پھر ٹھہر جاتے۔ اور تھوڑی مہلت دے دیتے۔

تشریح از شیخ زکریا انکسر لان در طب نرم ہو جائے اور بھگ جائے یعنی خمیر اٹھ جائے۔ مولانا مکی کی تقریر میں ہے۔ انکسر ای عجن آٹا گوندھا گیا۔ یکسر الخبز کے معنی میرے نزدیک یہ مناسب ہیں۔ کہ روٹی کے ٹکڑے کر کے پیالے میں گوشت ڈال دیتے۔ دس آدمی آ کر کھالیتے پھر دوسرے دس کا گروپ آ کر کھانا شروع کرتا ہے۔ علی ہذا القیاس۔ یہاں تک کہ سب کے سب سیر ہو گئے۔ ینزع کے معنی قسطلانی اور حافظ نے ہنڈیا سے گوشت لینے کے لئے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک زیادہ مناسب یہ ہے کہ تنور سے روٹی کو کھینچتے تھے۔ طعیم طعام کی تصغیر ہے۔ اس کی تائید لا الخبز من التنور کے لفظ سے ہوتی ہے اور قطب گنگوہی کی توجیہ کی تائید مختار صحاح سے ہوتی ہے۔ جس نے نزع بمعنی انتہی کے لئے ہیں کہ رک گئے۔

حدیث نمبر ۳۶۹۸ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَیْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِیْدًا فَانْکَفَأْتُ اِلٰی امْرَأَتِیْ فَقُلْتُ ھَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ فَاِنِّیْ رَأَیْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِیْدًا فَاَخْرَجَتْ اِلَیَّ جِرَابًا فِیْہِ صَاعٌ مِّنْ شَعِیْرٍ وَّلَنَا بُھَیْمَۃٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُھَا وَطَحَنَتِ الشَّعِیْرَ فَفَرَغَتْ اِلٰی فَرَاغِیْ وَقَطَّعْتُھَا فِیْ بُرْمَتِھَا ثُمَّ وَلَّیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْنِیْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِمَنْ مَّعَہٗ فَجِئْتُہٗ فَسَارَرْتُہٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ذَبَحْنَا بُھَیْمَۃً لَّنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ کَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَکَ فَصَاحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا اَھْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَیَّ ھَلًا بِکُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَکُمْ وَلَا تُخْبِزُنَّ عَجِیْنَکُمْ حَتّٰی اَجِیْءَ فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْدُمُ النَّاسَ

حَتّٰى جِئْتُ امْرَأَتِيْ فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِيْ قُلْتِ فَأَخْرَجَتْ لَهُ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ إِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِيْ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ أَلْفٌ فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی۔ تو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک میں مبتلا دیکھا۔ تو میں ہٹ کر اپنی بیوی سہلہ کے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے۔ کیونکہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک میں مبتلا دیکھ کر آیا ہوں۔ تو اس نے میری طرف ایک تھیلہ نکالا جس میں ایک صاع کے قریب جو تھے۔ اور ہمارے ہاں ایک پالتو بکری کا بچہ تھا۔ جس کو میں نے ذبح کیا۔ اس نے جو پیسے۔ میری فراغت کے ساتھ وہ بھی فارغ ہوگئی۔ میں نے گوشت کاٹ کاٹ کر ہنڈیا میں ڈالا۔ پھر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پھر کر واپس آنے لگا۔ تو بیوی کہنے لگی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کی وجہ سے مجھے رسوا نہ کرنا۔ پس میں نے آکر آہستہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات کی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ تھا۔ جسے ہم نے ذبح کیا۔ اور میری بیوی نے صاع برابر آٹا کو پیس دیا۔ جو کچھ ہمارے پاس تھا۔ پس آپؐ اور چند لوگ اور بھی آپؐ کے ہمراہ آئیں۔ پس آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دیتے ہوئے فرمایا۔ اے خندق والو! حضرت جابرؓ نے کھانا بنایا ہے۔ تم سب لوگ آجاؤ۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے آنے تک نہ تو ہنڈیا کو نیچے اتارو اور نہ ہی گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی پکانی شروع کرو۔ پس میں بھی واپس آیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آگے آگے تشریف لا رہے تھے۔ میں نے جلدی سے آکر بیوی کو اطلاع کی۔ تو وہ کہنے لگی خدا تیرے ساتھ ایسا ایسا سلوک کرے۔ میں نے کہا۔ جو تو نے کہا تھا وہ تو میں آپؐ کو کہہ چکا ہوں۔ بہرحال اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آٹا نکالا۔ جس میں آپؐ نے لب مبارک ڈالی اور برکت کی دعا کی۔

پھر ہماری ہنڈیا کا قصد فرمایا۔ جس میں لب مبارک ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ کوئی دوسری عورت روٹی پکانے والی بُلالو۔ جو میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ روٹی پکاتی رہے۔ اور ہماری ہنڈیا سے چمچ بھر بھر کے نکالتی رہے۔ پس اس کو اتارنا نہیں۔ وہ ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ ان سب نے کھایا۔ یہاں تک کہ اسے بچا کر چھوڑ دیا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کر مڑ گئے۔ لیکن ہماری ہنڈیا جیسے تھی ویسے جوش مار رہی تھی۔ اور ہمارا آٹا جیسے تھا ویسے اس کی روٹی پکائی جا رہی تھی۔ غرضیکہ دونوں سے کوئی چیز کم نہ ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خمص کے معنی اصلی گہرائی کے ہیں۔ چونکہ بھوک کی وجہ سے پیٹ میں گہرائی پڑ جاتی ہے۔ اس لئے اسے بھوک کو بھی خمص کہا گیا۔ بھیمہ چھوٹا بچہ بکری یا بھیڑ کا۔ داجن گھر کی پالتو جو باہر چرنے کے لئے نہ جائے۔ سؤرا بالہمزہ بقیہ طعام اور کبھی مطلق طعام کو بھی سؤرا کہہ دیتے ہیں۔ یسق تھوکا۔ فلتخبز معی اور بعض میں معک ہے۔ جو صحیح ہے۔ اور معی کی صورت میں حاکم کی طرف نسبت ہوگی۔ بنی الامیر المدینۃ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فلتخبز معی یہ حکایت حال کی ہے۔ جس میں حاضر کو متکلم کی طرف نقل کیا گیا ہے۔ جسے راوی نے بعینہٖ نقل کر دیا۔ یا معنی یہ ہیں کہ تم لوگ میری موجودگی میں روٹی پکاؤ۔ یعنی میرے سامنے بیٹھ کر۔ تو مضاف محذوف ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حضرت جابرؓ کی بیوی کا مقولہ ہے جو انہیں کہہ رہی ہے کہ دوسری عورت لاؤ جو میرے ساتھ روٹی پکائے۔ مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں معی بمعنی عندی کے ہے۔ یا عورت کے قول کی حکایت ہے۔ قالت نعم فلتخبز معی اور اسماعیلی کے نسخہ میں معک کے الفاظ ہیں جس میں کوئی تکلف نہیں کرنا پڑتا۔

حدیث نمبر ۳۶۹۹ حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ الخ عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا اِذْ جَاءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ قَالَتْ کَانَ ذَاکَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ اذ جاء وکم الخ یہ جنگ خندق کے بارے میں ہے۔ ترجمہ۔ جب کہ وہ لوگ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے چڑھ کر آئے تھے۔ جبکہ تمہاری آنکھیں پھر رہی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۷۰۰ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى اَغْمَرَ بَطْنَهُ اَوِ اغْبَرَّ بَطْنُهُ يَقُولُ۔

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ اَبَيْنَا اَبَيْنَا

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خندق کی لڑائی میں مٹی اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کا پیٹ غبار آلودہ ہو گیا۔ اور آپؐ فرماتے تھے۔ اللہ کی قسم! کہ اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔ اور نہ ہی صدقہ خیرات کر سکتے۔ اور نہ ہی نماز پڑھ سکتے۔ پس اے اللہ! ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما۔ اور جب ہماری لڑائی شروع ہو جائے تو ہمارے قدموں کو جمائے رکھنا۔ بے شک ان کفار نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ جب وہ فتنہ یعنی شرک یا قتل کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔ ابینا ابینا پر آواز کو اونچا کر دیتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لولا اللہ ای ھدایۃ اللہ۔ فضل اللہ و رحمۃ اللہ کے معنی مراد ہیں۔ یا نفس وجود باری مراد ہے۔ الاولی اسم اشارہ کفار کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ نسیم صبح سے میری مدد کی گئی ہے۔ اور پچھوا ہوا سے عاد کی قوم ہلاک کر دی گئی۔

صباء شرقی ہوا۔ اور دبور غربی ہوا۔ جب احزاب نے مدینہ کا محاصرہ کیا تو شرقی ہوا چلی جس نے ان کے خیمے اکھیڑ دیئے۔ دیگیں الٹ دیں۔ جس سے وہ بھاگ گئے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۲ حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاَحْزَابِ وَخَنْدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رَأَيْتُهُ يَنْقُلُ مِنْ تُرَابِ الْخَنْدَقِ حَتَّى وَارَى عَنِّي الْغُبَارُ جِلْدَةَ بَطْنِهِ وَكَانَ كَثِيرَ الشَّعْرِ فَسَمِعْتُهُ يَرْتَجِزُ بِكَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَهُوَ يَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ يَقُولُ.

اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ۔ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا ۔ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأُولَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ۔ وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

قَالَ ثُمَّ يَمُدُّ صَوْتَهُ بِآخِرِهَا.

ترجمہ۔ حضرت براءؓ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ جب احزاب کی لڑائی شروع ہوئی۔ جب کہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھود رہے تھے۔ میں نے آپؐ کو خندق کی مٹی اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ گرد وغبار نے میرے سے آپؐ کے پیٹ کے چمڑے کو چھپا لیا تھا۔ اور بہت بالوں والے تھے۔ ابن رواحہؓ کے اشعار کے ساتھ آپؐ کو رجزیہ اشعار پڑھتے سنا۔ جب کہ آپؐ مٹی اٹھا رہے تھے۔ فرماتے تھے اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو نہ ہم ہدایت پاتے نہ صدقہ دیتے اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ پس ہم پر سکون نازل فرما۔ اور جب ہماری لڑائی شروع ہو تو ہمارے پاؤں جمائے رکھ۔ بے شک ان کفار نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ اگر وہ فتنہ شرک یا قتل کا ارادہ کریں گے۔ تو ہم انکار کر دیں گے۔ اس آخری کلمہ ابینا پر آواز کو دراز فرماتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۳ حَدَّثَنِي عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ إِنَّ ابْنَ عُمَرَؓ قَالَ أَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُّهُ يَوْمُ الْخَنْدَقِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پہلی لڑائی جس میں میں حاضر ہوا۔ وہ خندق کی لڑائی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۴ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَؓ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ فَقَالَتِ الْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ وَأَخْشٰى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰى ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ

فِی هٰذَا الْاَمْرِ فَلْیُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهٗ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ بِهٖ مِنْهُ وَمِنْ اَبِیْهِ قَالَ حَبِیْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَهَلَّا اَجَبْتَهٗ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَلَلْتُ حُبْوَتِیْ وَهَمَمْتُ اَنْ اَقُوْلَ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَاَبَاكَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَخَشِیْتُ اَنْ اَقُوْلَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَیْنَ الْجَمْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَیُحْمَلُ عَنِّیْ غَیْرُ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ فِی الْجِنَانِ قَالَ حَبِیْبٌ حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ قَالَ مَحْمُوْدٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَنَوْسَاتُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام المومنین حفصہؓ کے پاس حاضر ہوا۔ جب کہ ان کی مینڈھیاں پانی بہا رہی تھیں۔ یعنی وہ نہا چکی تھی۔ میں نے کہا کہ خلافت کے معاملہ میں جو کچھ ہو چکا اسے آپ دیکھ چکی ہیں۔ کہ میرے لئے تو اس میں سے کوئی حصّہ نہیں رکھا گیا۔ انہوں نے فرمایا جلدی پہنچو وہ لوگ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور مجھے تو خطرہ ہے۔ کہ تمہارے رک جانے کی وجہ سے کہیں ان میں افتراق نہ پیدا ہو جائے۔ پس انہوں نے اسے نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ چلے گئے۔ پس جب لوگ الگ ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے خطبہ دیا۔ فرمانے لگے کہ جو شخص اس امارت کے معاملہ میں بات کرنا چاہتا ہو وہ اپنا سر نکالے۔ کیونکہ ہم تو اس سے اور اس کے باپ سے امارت کے زیادہ حقدار ہیں۔ حبیب بن سلمہ نے کہا کہ آپ نے ان کو جواب کیوں نہ دیا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ میں نے تو تیاری کر کے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ میں انہیں جواب دوں۔ کہ اس امارت کا حقدار تیرے سے زیادہ وہ شخص ہے جس نے تیرے سے اور تیرے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ لڑی۔ یعنی حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ وغیرھم زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ وہ قدیم الاسلام ہیں۔ لیکن مجھے خطرہ لاحق ہوا۔ کہ میں ایسا کلمہ نہ کہہ دوں جس سے مسلمانوں کی جماعت میں افتراق پیدا ہو۔ اور خون بہانے کا سبب بن جائے اور میری طرف سے ایسی بات پھیلائی جائے جو میں نے نہ کہی ہو۔ تو مجھے وہ اجر و ثواب یاد آ گیا۔ جو صبر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہشتوں میں تیار رکھا ہے۔ حبیب نے فرمایا کہ اے عبداللہ! آپ محفوظ رہے اور بچ گئے۔ محمود نے اپنی سند میں نوسا تھا کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ واقعہ صفین کی جنگ کے بعد کا ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ

کا قصاص نہیں لیا تھا۔ لوگوں نے ان کی بیعت کر لی تھی۔ سب سے پہلے بیعت کرنے والے اہل فتنہ تھے۔ جن میں صاحبزادہ محمد بن ابی بکرؓ بھی شامل تھے۔ جو حضرت علیؓ کے ربیب تھے۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے حضرت اسماء بنت عمیس بیوہ ابی بکرؓ سے شادی کر لی تھی۔ جو محمد بن ابی بکرؓ کی والدہ تھیں۔ جو اس وقت دو برس کے تھے۔ حضرت عثمانؓ سے انہوں نے درخواست کی تھی۔ کہ میں بیکار ہوں مجھے کسی مقام کا حاکم مقرر کر کے وظیفہ خوار بنا دیجئے۔ جنہوں نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ مصر کی امارت کا پروانہ لکھ دیا۔ لیکن چونکہ حضرت عثمانؓ کی مہر مروان بن حکم کے پاس رہتی تھی۔ اس نے شرارت کر کے بجائے وظیفہ کے ان کے قتل کا حکم لکھ دیا۔ راستہ میں خط کھول کر پڑھا۔ تو بہت غصہ ہوئے۔ اور اپنے اخوال یعنی ماموں کو ہمراہ لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اور یہ سمجھے کہ ان کے قتل کے متعلق حضرت عثمانؓ نے لکھا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں بہت سمجھایا کہ انہوں نے یہ خط نہیں لکھا۔ مگر وہ لوگ نہ مانے۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے طرفدار تھے۔ اپنے صاحبزادوں کو دوسرے نوجوانوں کے ہمراہ حفاظت کے لئے دروازہ پر کھڑا کر دیا۔ اہلِ فتنہ جو مصری۔ بصری اور کوفی فسادیوں پر مشتمل تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ اب بھی خلافت سے دستبردار نہیں ہو رہے۔ تو بالاخانہ پر پچھلی طرف سے چڑھ آئے۔ محمد بن ابی بکرؓ تو پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن کسی دوسرے آدمی نے آگے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ بعد ازاں وہ سب لوگ حضرت علیؓ کے پاس آکر انہیں بیعت لینے پر مجبور کیا۔ حضرت علیؓ واقعی اس معاملہ میں بری تھے۔ بنوامیہ سمجھے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت میں حضرت علیؓ کا ہاتھ ہے۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے بیعت کرنے کے بعد یہ کہہ کر بیعت توڑ دی۔ کہ خونِ عثمانؓ کا بدلہ پہلے لیا جائے۔ تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائے۔ حضرت عائشہؓ نے بھی حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے مطالبہ پر مخالفت کا اعلان کر دیا۔ یہ لوگ بصرہ میں جمع ہو گئے۔ ادھر حضرت امیر معاویہؓ نے فوج کشی کی اور صفیدہ کے مقام پر جنگ شروع ہو گئی۔ جو جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ قریب تھا کہ حضرت علیؓ کی فوج کو فتح حاصل ہو۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے وزیر حضرت عمرو بن العاصؓ کے مشورہ پر قرآن کو نیزوں پر لٹکا لیا اور اعلان کر دیا کہ ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب اللہ ہے۔ جنگ بند کر دی جائے۔ جس پر حضرت علیؓ کے فوجی جوانوں نے جنگ کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت علیؓ فرماتے رہے کہ یہ قریش کی ایک چال ہے۔ قتال سے ان کا

فیصلہ کرو۔ لیکن شیعانِ علیؓ نہ مانے۔ چنانچہ جنگ رُک گئی۔ قرار پایا کہ دومۃ الجندل کے مقام پر ایک اجتماع ہو۔ اور اصحاب الرائے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں۔ ان الحکم الا للہ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کلمہ حق ارید بھا الباطل۔ کلمہ تو سچ کا ہے۔ لیکن مراد باطل ہے۔ بہر حال لوگ جمع ہوئے۔

دریں اثنا ابن عمرؓ اپنی بہن حضرت حفصہؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ غسل کر کے فارغ ہوئی تھیں۔ ابھی ان کی مینڈھیوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ نوسا تھا اور دوسری روایت میں نوسا تھا ہے۔ نوسہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی مینڈھیوں کے ہیں۔

اناس من حلی اذنی اناس بمعنی حرک مینڈھیوں کو نوسہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ زلفیں حرکت کرتی رہتی ہیں۔ تو نوسا تھا اسم راوی پر محمول ہوگا۔

تنظف ای تقطہ من الامر سے موامرہ مشورہ کو کہتے ہیں۔ فانھم ینتظرونک چونکہ تم خلیفہ ثانی کے بیٹے ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہو۔ اور تمہارے ساتھ بھی بہت سے لوگ ہیں۔ دوسرے آپ میں حضرت عمرؓ کی شان پائی جاتی ہے۔ وہ حق گوئی ہے۔ آپ کے جانے سے لوگوں میں اختلاف پیدا نہیں ہوگا۔ وہاں اجتماع میں یہ طے پایا کہ فریقین کی جانب سے ایک ایک حکم مقرر کیا جائے۔ جس شخص کو یہ لوگ خلیفہ تسلیم کر لیں۔ وہ خلیفۃ المسلمین قرار پائے گا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے حامیوں میں حکم مقرر کرنے پر اختلاف پیدا ہوگیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے تو حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکم نامزد کر دیا۔ حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ کو حکم بنانا چاہتے تھے۔ بنو امیہ نے کہا کہ یہ تو حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ یہ تو خود حضرت علیؓ پر حکم مانا ہوا۔ شیعانِ علیؓ بھی یہی کہتے تھے۔ ادھر حضرت علیؓ سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے تھے اور ان کی مخالفت بھی کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نہایت ذکی تھے۔ قریش کے مکائد اور چالاکیوں کو جانتے تھے۔ لیکن وہ لوگ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے حکم بنانے پر اڑ گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ زاہد اور سادہ لوح آدمی ہیں۔ قریش کے مکائد سے ناآشنا ہیں۔ بالآخر بحث وتمحیص کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حکم نامزد ہوئے۔ دونوں حکم اس بات پر متفق ہو گئے۔ کہ ہر ایک اپنے مؤکل کو معزول کر دے۔ پھر جس پر مسلمان اتفاق کر لیں اسے خلیفہ مان لیا جائے۔ لیکن اس میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ دھوکہ کھا گئے۔ کہ انہوں نے پہلے حضرت علیؓ کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ جس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت امیر معاویہؓ

کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ جس پہ مسلمانوں میں افتراق پیدا ہو گیا۔ ادھر خوارج نے کہہ دیا۔ کہ فتنہ انگیزی اور افتراق کی وجہ سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کافر ہیں۔ انہوں نے دو حکم کیوں مانے۔ حکم کتاب اللہ ہے۔ بارہ ہزار آدمی اسی بنا پر مخالف ہو گئے۔ حضرت ابن عباسؓ کو اصلاح احوال کے لئے بھیجا گیا۔ ان کی تبلیغ کے نتیجہ میں آٹھ ہزار آدمی تائب ہو گئے۔ چار ہزار آدمی اپنی ضد پہ قائم رہے۔ اس وقت خوارج کی بنیاد پڑی۔ یہ لوگ بہادر تھے۔ تقیہ نہیں کرتے تھے۔ آج کل زنجبار اور مسقط صرف دو شہروں میں خوارج پائے جاتے ہیں۔ مسقط بحر عمان کے کنارے واقع ہے۔ مطرح شہر عمان دونوں شہروں کے درمیان ہے۔ وہاں سب کے سب سنی آباد ہیں۔

الغرض استحقاق خلافت کے بارے میں اختلاف تھا۔ حضرت ابن عمرؓ قدم اسلام اور زہد و تقویٰ کو خلافت کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کا خیال یہ تھا کہ بنو امیہ کثیر الرجال ہیں۔ قوت و طاقت ان کے پاس ہے۔ بنو ہاشم کے رجال قلیل ہیں۔ دوسرے بنو امیہ کے اکثر رجال متمول تھے۔ جو دنیا داری جانتے تھے۔ بنو ہاشم ابتدا ہی سے زہد و تقویٰ کے قائل رہے۔ عبد المطلب نے خواب دیکھا۔ جبکہ بنو جرہم نے قریش کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ اور بئر زمزم کو مٹی سے بھر دیا۔ بعد میں وہ آئے اور خواب کے ذریعہ معلوم ہوا کہ جہاں کوا آکر بیٹھے وہاں بئر زمزم ہے۔ اپنی بڑائی جتلانے کے لئے قریش نے کنواں نہ کھودنے دیا۔ عبد المطلب نے کثرت سے نکاح کئے۔ ان کے ہاں بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک کو ذبح کرنے کی نذر مانی گئی۔ اور ان کو فن سپہ گری سکھایا گیا۔ پھر زمزم کو کھدوایا گیا۔ اس لئے صقایہ ان کے ہاں چلی آرہی تھی۔

الغرض بنو ہاشم میں زہد و تقویٰ تھا قوت نہیں تھی۔ بنو امیہ میں قوت تھی۔ چنانچہ جب تک ان میں قوت رہی۔ انہوں نے بنو ہاشم کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا۔ دیکھئے ابو سفیان آخر وقت تک جنگ آزما رہا۔ فتح مکہ میں جا کر مسلمان ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مفاخرات کو مٹا دیا تھا۔ ان حضرات سے اجتہادی غلطی ہوئی۔ جیوہ وہ چادر جس سے اختبار کیا جائے۔

یا اعداللہ فی الجنان اور اشارہ ہے۔ من ترك المراد وهو محق بنى له بيت فى وسط الجنة۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی۔ کہ مفضول کے ہاتھ پہ بیعت کر لینا مسلمانوں کے خون بہانے سے بہتر ہے۔ بنا بریں انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ بعد ازاں

یزید بن معاویہ۔ عبدالملک بن مروان کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی۔ اور چپکے رہے۔
فلنحن احق منہ ومن ابیہ یعنی ہم بنو امیہ حضرات حسنین اور حضرت علیؓ سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس لئے کہ یہی حضرات طالب تھے۔ حضرت ابن عمرؓ تو طالب تھے ہی نہیں۔ ابوسفیان اور معاویہؓ سے اسلام لانے پر جنگ وقتال ہوا۔ اس طرح غزوۂ خندق سے مناسبت ہوگئی۔ کہ حضرات خلفاء راشدینؓ اور ابن عمرؓ غزوۂ خندق میں حاضر تھے۔ ابوسفیان ومعاویہ مخالفِ اسلام تھے۔
تشریح از شیخ گنگوہیؒ فی احتباسک فرقة ۵۸۹/۲۶ یعنی وہ لوگ گمان ظاہر کریں گے۔ کہ آپ ان کی مصالحت پر راضی نہیں ہیں۔ بلکہ اسے مکروہ سمجھتے ہیں تبھی تو حاضر نہیں ہوئے۔
تشریح از شیخ زکریاؒ تقریر مولانا مکیؒ میں ہے کہ من امر الناس سے مصالحت بین علیؓ و معاویہؓ مراد ہے۔ اور یہ بھی فی الحال حضرت علیؓ کے بیعت کر لی جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ اس کے نائب ہوں گے اور من الامر شیئ سے شرکت فی المشورہ مراد ہے۔ اور من الامر سے امارة اور ملک مراد ہے۔ یظنون تقریر مولانا مکیؒ میں ہے۔ کہ آپ میں اور مسلمانوں میں فرقت اس لئے پڑ جائے گی۔ کہ وہ گمان کریں گے۔ کہ آپ نے دشمنی کی وجہ سے اور صلح پیا ور بیعت علی پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے اجتماع میں شمولیت نہیں کی۔ فلما تفرق الناس یعنی اپنی بات چیت سے فارغ ہوئے۔ اور تحکیمین کی تقریر ختم ہوئی۔ تو اس وقت حضرت معاویہؓ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ مصنف عبدالرزاق میں اسی طرح ہے۔ اور بعض نے اجتماع اخیر جو حضرت معاویہؓ اور حسن بن علیؓ کی صلح کے موقعہ پر ہوا وہ مراد لیا ہے۔ اور بعض نے یزید کی ولی عہدی کا زمانہ مراد لیا ہے۔ لیکن یہ مستند نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے۔ جس کو عبدالرزاق نے صراحةً بیان کیا ہے۔
تشریح از قاسمیؒ نحن احق بہ منہ ومن ابیہ اس سے ابن عمرؓ اور ان کے والد عمرؓ کی طرف اشارہ ہے۔ من قاتلک واباک علی الاسلام یعنی یوم اُحد ویوم الخندق میں معاویہ اور ان کے باپ ابوسفیان سے قتال کیا۔ تو اس مقالہ میں حضرت علیؓ اور مہاجرین حاضرین خندق مراد ہوں گے۔ جن میں حضرت ابن عمرؓ بھی شامل تھے۔ اس اعتبار سے اس قصّہ کو غزوۂ خندق میں لایا گیا۔
حدیث نمبر ۳۷۰۵ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَحْزَابِ نَغْزُوْھُمْ وَلَا یَغْزُوْنَنَا۔

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صردؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔ وہ ہم پر چڑھ کر نہیں آئیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یوم الاحزاب یہ قول کا ظرف ہے غزو کا نہیں ہے۔ معنی یہ ہیں۔ کہ آج کے دن کے بعد وہ لوگ ہماری طرف چل کر نہیں آئیں گے۔ بلکہ ہم ان کی طرف جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ واقدی فرماتے ہیں کہ ذیقعدہ سے ابھی سات دن باقی تھے۔ کہ آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپؐ کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔ کہ اگلے سال ۶ھ میں آپؐ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حدیبیہ کے مقام پر بیت اللہ پہنچنے سے قریش نے روک دیا۔ صلح حدیبیہ ہوئی جس کو قریش نے توڑ دیا جو فتح مکہ کا موجب ہوا۔ اور مسند بزار میں ہے۔ کہ جب کہ قریش نے یوم الاحزاب میں بہت بڑی جماعت جمع کر لی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ آج کے بعد ہمیشہ کے لئے یہ لوگ تم پر چڑھائی کر کے نہیں آئیں گے۔ بلکہ تم لوگ ہی ان پر چڑھائی کرو گے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۶ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ أَجْلَى الْأَحْزَابُ عَنْهُ الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صردؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب قبائل عرب کے گروہ آپؐ سے واپس کر دیئے گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے اختیار سے نہیں گئے۔ تو میں نے آپؐ کو کہتے سنا۔ کہ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔ وہ ہم پر چڑھائی کر کے نہیں آئیں گے۔ بلکہ ہم ہی ان کی طرف چل کر جائیں گے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۷ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الخ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ مَلَأَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُونَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے خندق کی لڑائی میں ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں درمیانی نماز سے روک دیا۔ حتی کہ سورج غائب ہو گیا۔

تشریح از قاسمی ملأ اللہ الخ کہ آگ ان کو دنیا اور آخرت میں چمٹی رہے کبھی جدا نہ ہو۔

کیونکہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے روک دیا۔

حدیث نمبر ۳۷۰۸ حدثنا المكي بن ابراهيم الخ عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه ان عمر بن الخطاب جاء يوم الخندق بعد ما غربت الشمس جعل يسب كفار قريش وقال يا رسول الله ما كدت ان اصلي حتى كادت الشمس ان تغرب قال النبي صلى الله عليه وسلم والله ما صليتها فنزلنا مع النبي صلى الله عليه وسلم بطحان فتوضأ للصلوة وتوضأنا لها فصلى العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعدها المغرب۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ خندق کی لڑائی کے دن سورج ڈوب جانے کے بعد تشریف لائے۔ اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے۔ اور کہا یا رسول اللہ! میں تو نماز نہیں پڑھ سکا۔ یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللہ! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ پس ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ وادی بطحان میں اترے۔ آپؐ نے نماز کے لئے وضو بنائی۔ اور ہم نے بھی نماز کے لئے وضو بنائی۔ سورج غروب ہو جانے اور آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۷۰۹ حدثنا محمد بن كثير الخ سمعت جابرا رضي الله عنه يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاحزاب من ياتينا بخبر القوم فقال الزبير انا ثم قال من ياتينا بخبر القوم فقال الزبير انا ثم قال ان لكل نبي حواري وان حواري الزبير رضي الله عنه۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ احزاب کی لڑائی کے دن آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہمارے لئے قوم کی جاسوسی کر کے کون آئے گا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ میں لاؤں گا۔ پھر آپؐ نے پوچھا۔ قوم کی خبر کون لائے گا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ میں لاؤں گا۔ پھر آپؐ نے تیسری بار پوچھا کہ کون کی خبر کون لائے گا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ میں لاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ ہر نبی کا ناصر اور خاص آدمی ہوتا ہے۔ میرا خاص مددگار حضرت زبیرؓ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | مسلم شریف میں ہے۔ کہ حضرت حذیفہؓ گئے تھے۔ تو روایات میں

تعارض ہوا۔ مگر کہا جائے گا۔ کہ دونوں جماعتوں کی خبر لینے کے لئے آپؐ نے دونوں کو بھیجا تھا۔ قریش کی خبر لانے کے لئے حضرت حذیفہؓ گئے تھے۔ اور بنو قریظہ جو آپؐ کے حلفاء تھے۔ ان کی خبر منگانے کے لئے آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو بھیجا۔ چنانچہ یہ ان کے مکانات میں داخل ہو کر خبریں لے آئے۔ سردی کا موسم تھا۔ سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ آپؐ نے ان کو اپنے ساتھ سلایا۔ تاکہ وہ آپؐ سے گرمی حاصل کریں۔ حواری بمعنی خالص۔ مددگار۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | من یأتینا بخبر القوم صفحہ ۹۵ سطر ۱۴ قوم سے بنو قریظہ مراد ہیں۔ کہ جاؤ ان کی خبر لے آؤ۔ وہ کس حال میں ہیں۔ اور ہمارے متعلق ان کے کیا ارادے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | کتاب الجہاد میں اس بارے میں مبسوط کلام ہو چکا ہے۔ حضرت حذیفہؓ اور زبیرؓ کی تطبیق بھی بیان ہو چکی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۱۰ حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو غلبہ دیا۔ اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اور اکیلے ہی لشکروں پر غالب آئے۔ اور اس کے وجود کے مقابلہ میں جمیع اشیاء کالعدم ہیں۔ یا یہ کہ اس واقعہ کے بعد اب لشکروں کا کوئی خوف باقی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۱۱ حدثنا مُحَمَّدٌ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ يَقُولُ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مختلف گروہوں پر بد دعا فرمائی۔ فرماتے تھے۔ اے کتاب اتارنے والے اللہ۔ اے جلدی حساب لینے والے ان گروہوں کو شکست سے دوچار کر دے۔ اے اللہ! ان کو شکست دے دے۔ اور

ان کو ہلا دے۔

حدیث نمبر ۳۷۱۲ حدثنا محمد بن مقاتل الخ عن عبد اللہؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قفل من الغزو او الحج او العمرۃ یبدأ فیکبر ثلث مرار ثم یقول لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی جہاد سے یا حج یا عمرہ سے واپس لوٹتے تو ابتدا میں تین مرتبہ تکبیر کہتے۔ پھر فرماتے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو اکیلا ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لئے حمد وثنا ہے۔ اور وہی ہر چیز پہ قدرت رکھنے والا ہے۔ ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے ربّ کو سجدہ کرنے والے اور اپنے ربّ کی حمد وثنا کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اور اکیلے ان سب لشکروں کو شکست سے دوچار کیا یوم احزاب میں۔

باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظۃ ومحاصرتہ ایاھم۔

ترجمہ۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ احزاب سے واپس آنا۔ پھر بنو قریظہ کی طرف آپؐ کا لشکر کشی کرنا اور آپؐ کا ان کا گھراؤ کرنا۔

حدیث نمبر ۳۷۱۳ حدثنی عبد اللہ بن ابی شیبۃ الخ عن عائشۃؓ قالت لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق ووضع السلاح و اغتسل اتاہ جبریل علیہ السلام فقال قد وضعت السلاح واللہ ما وضعناہ فاخرج الیھم قال فالی این قال ھھنا واشار الی بنی قریظۃ

فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ خندق سے واپس لوٹے اور ہتھیار اتار لیئے اور غسل کر لیا۔ تو جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ کہنے لگے۔ آپؐ نے تو ہتھیار اتار دیئے۔ واللہ ہم نے انہیں نہیں اتارا۔ ان کی طرف کوچ فرمایئے۔ پوچھا کس طرف کو جانا ہے۔ فرمایا اس طرف اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف لشکر کشی کی۔

حدیث نمبر ۳۷۱۴ حَدَّثَنَا مُوسَى الخ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِي غَنْمٍ مَوْكِبِ جِبْرِيلَ حِينَ سَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ بنو غنم کی گلیوں کے اندر جبرائیلؑ کی سواری کی وجہ سے گرد و غبار کو ابھی اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مختلف قبائل سے صلح نامہ پہ دستخط لے کر مخالفت یعنی حلیف بنا لیا تھا۔ بنو قریظہ بھی ان میں شامل تھے۔ لیکن حیی بن اخطب رئیس خیبر کی ترغیب پر غزوۂ احزاب میں انہوں نے غدر کیا۔ اور قریش سے مل گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بدعہدی پر سمجھانے بجھانے کے لئے آدمی بھیجے۔ تو ان لوگوں نے درشت کلامی کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ کہنے لگے ہم یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے اب جب آپؐ غزوۂ احزاب سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ بنو قریظہ نے دیکھا کہ قریش تو چلے گئے۔ ہم مسلمانوں کے غضب کا نشانہ بنیں گے۔ اس لئے وہ مع حیی بن اخطب کے قلعہ کو مضبوط کر کے اس میں رہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار آدمی لے کر ان کی طرف خروج کیا۔ چھتیس ۳۶ گھوڑے آپؐ کے لشکر میں تھے۔ موکب جماعت کے چلنے کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جبرائیلؑ نے بھی خروج کیا۔ بنی غنم من الخزرج کی گلیوں سے گزر ہوا۔ جب گھوڑوں کی ٹاپوں سے ان گلیوں میں غبار اٹھا۔ تو حضرت انسؓ اس حالت کا استحضار کر کے

بیان فرما رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ ابھی دیکھ رہے ہیں۔

موکب جبرائیل حضرت جبرائیلؑ اور دیگر ملائکہ اس وقت بشری شکل وصورت میں تھے۔ اور گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرت انسؓ وحضرت عائشہؓ کو جبرائیلؑ کی معرفت یا تو آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے ہوئی یا علامات وقرائن سے معلوم کر لیا۔

حدیث نمبر ۳۷۱۵ حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَاَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّيْ حَتّٰى نَاْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّيْ لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذٰلِكَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاحزاب میں فرمایا۔ کہ تم سب بنو قریظہ میں جا کر عصر کی نماز ادا کرو۔ بعض کو عصر کی نماز کا وقت راستے میں آگیا۔ اور بعض نے کہا۔ ہم تو جب تک وہاں نہیں پہنچیں گے نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور بعض نے کہا مقصد جلدی پہنچنا تھا۔ خواہ مخواہ وہاں پڑھنا مقصود نہیں تھا۔ اس لئے ہم تو یہیں پڑھ لیتے ہیں۔ جب یہ معاملہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا۔ تو آپؐ نے کسی پر ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | لا یصلین احد الخ سے مقصود جلدی کرنا تھا۔ لیکن لوگ تھکے ہوئے تھے۔ کپڑے بھی میلے تھے۔ لوگوں نے خروج کیا تو درمیان میں عصر کی نماز کا وقت آگیا۔ تو لشکریوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض نے تو راستہ میں نماز پڑھ لی۔ دوسری جماعت نے وہاں جا کر نماز ادا کی۔ کہ حکم ایسا ہی تھا۔ آپؐ نے واقعہ سننے کے بعد کسی کو ملامت نہیں کی۔ کیونکہ دونوں کا مقصد ایک تھا۔ محض رائے کا اختلاف تھا۔ اب یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ المجتهد فی الفروع یصیب دائماً ام لا۔ اصول تو ایک ہیں۔ کیونکہ حقائق کا تعلق تو محکی عنہ سے ہوتا ہے۔ ان میں حق متعدد نہیں۔ بلکہ حق ان میں معدوم ہو گا یا موجود قطعیات خواہ عقائد ہوں یا اعمال ان میں تو اجتہاد جائز نہیں۔ جو قطعیات کا مخالف ہو گا۔ یقیناً وہ خطا کار ہو گا۔ جیسے روافض، مرجئہ، معتزلہ وغیرہ ہیں۔ اس ضابطہ کے تسلیم ہو جانے کے بعد اب کل مجتہد مصیب ہو گا۔ تو قطعیات میں حق متعدد نہ ہو گا۔ البتہ ظنیات

اور فروعات میں نہ مجتہد سے مواخذہ ہوتا ہے۔ نہ اس نے مقلد سے ماسوا رکان القول خطاءً او صواباً
ہاں احکام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ احکام میں بھی حق متعدد نہیں ہے۔ بلکہ حق واحد ہے۔
اور مجتہد کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ اگر اس کا اجتہاد مصیب ہو تو اسے دو اجر ملیں گے۔ ورنہ ایک
اجر ملے گا۔ اور ایسے مقلد کا حکم ہے۔ اسی پہ اجماع امت ہے۔ اور اجتہاد ببذل الوسع والطاقة
لادراک حکم الحق کو کہتے ہیں۔ حکم تو ایک ہی ہوگا۔ دونوں اصابت کا درجہ نہیں رکھتے۔ یہ مذہب
جمہور مصنفین کا مشہور ہے۔ بنا بریں کہا جاتا ہے کہ مجتہد محل ملامت نہیں۔ کیونکہ اس نے اپنی وسعت
کے مطابق اجتہاد کیا۔ ایسے مقلد بھی خطا پہ عمل کرنے سے قابل ملامت نہیں ہے۔ مگر محققین فرماتے
ہیں کہ فروع میں حق متعدد ہے۔ یہ مسلک احناف کا ہے۔ کہ انشارات میں حق متعدد ہے البتہ اخبارات
میں متعدد نہیں اور ہر مجتہد فی الفروع مصیب ہے۔ اور حق موضع خلاف میں متعدد ہوتا ہے۔ مصنفین
جو حق کو واحد کہتے ہیں۔ وہ اس جماعت کو مصوبہ کہتے ہیں۔ اور مصوبہ کی جماعت میں امام ابو حنیفہؒ
امام الحرمین امام ابو الحسن اشعری اور ماتریدیہ شامل ہیں۔ ان کے مسلک پہ مصنفین نے اعتراض کیا۔
اور صاحبِ توضیح نے امام صاحبؒ کے اس قول کو لے کر تاویل کی۔ امام صاحبؒ کا مذہب کل مجتہد
مصیب قول مشہور کے مخالف ہے۔ لہذا تاویل کی جائے گی۔ کہ مصیب فی الابتداء وفی
ترتیب المقدمات ومخطئ فی تخریج النتائج کہ وہ مجتہد ابتداء میں اور مقدمات کی
ترتیب میں صواب پہ ہے۔ لیکن نتائج کے نکالنے میں خطاکار ہے۔ لیکن یہ تاویل شبہات سے خالی
نہیں۔ کیونکہ تحقیق یہی ہے۔ کہ کل مجتہد مصیب۔ چنانچہ شمس الائمہ سرخسیؒ نے اس پہ ایک مستقل
رسالہ لکھا ہے۔ اور یہی قول صاحبِ قصیدہ بردہ کا ہے۔ علامہ سرخسیؒ کی تحقیق کا ماحصل یہ ہے
کہ نجات صواب اور ما اشبہ بہ پہ موقوف ہے اور شبیہ بالشیٔ کو وجوہات مختلفہ کے اعتبار
سے کبھی مقصود ہو سکتا ہے۔ اس لئے ارشاد نبوی ہے اختلاف امتی رحمۃ میری امت کا
اختلاف رحمت ہے۔ وحدتِ حق کی صورت میں اختلاف کو رحمت قرار دینا مشکل ہو جائے گا۔
شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے اپنی کتاب کشف الغمہ میں مذاہب اربعہ کے متعلق لکھا ہے۔
کہ حق ایک حوض ہے۔ جس سے ہر امام نالیاں نکال رہا ہے۔ اور ہزار در ہزار لوگ اس سے
سیراب ہو رہے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کی نالی بہت وسیع وعریض ہے۔ جس سے بہت لوگ سیراب

ہو رہے ہیں۔ اس سے انہوں نے مذہب حنفیہ کو دیرپا رہنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ یہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کی نصف آبادی سے بھی زیادہ مسلمان حنفی المذہب ہیں اور باقی نصف قلیل آبادی دیگر مذاہب پر مشتمل ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے اسی قسم کے مکاشفات منقول ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رکون (جھکاؤ) جمیع مذاہب کی طرف برابر تھا۔ مگر جو غوامض مذہب حنفی میں مضمر ہیں۔ وہ ان غوامض کے موافق ہیں۔ جن پر زمانہ نبوی میں شریعت کا نزول ہوا ہے۔ تو اس بحث سے معلوم ہوا کہ زمان واحد میں حق اشخاص متعددہ سے متعدد ہو سکتا ہے۔ بنا بریں ہر امام اپنے مسلک کو صحیح کہتا ہے۔ اس کی مثال اطباء کا ایک مریض کے بارے میں مختلف ادویہ کا تعین کرنا ہے۔ مثلاً یونانی ایک دوا تجویز کرتا ہے ڈاکٹر اس کے خلاف کرتا ہے۔ شفا من جانب اللہ ہر ایک سے حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن خیال رہے کہ جب طبیب کی دوائی استعمال کر رہا ہے۔ تو اس کے جمیع اصول کی پابندی لازم ہوگی۔ ورنہ بجائے نفع کے نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس طرح جس شخص نے مذہب حنفی کو اختیار کیا۔ تو اسے دوسرے مسلک کا اتباع نہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ یہ ہوا پرستی ہوگی۔ تصویب کے استدلات میں سے یہ بنو قریظہ کا واقعہ بھی ہے۔ کہ آپؐ کا ایک حکم تھا۔ بعض لوگوں نے ظاہر پر عمل کیا۔ اور بعض نے حقیقت کو سمجھا۔ آپؐ نے دونوں پر ملامت نہیں فرمائی۔ معلوم ہوا کہ دونوں جماعتیں حق پر تھیں اور صواب پر عمل پیرا تھیں۔ تو حق متعدد ہوا۔ یہی قول اقرب الی التحقیق ہے۔

وآتینا داؤد وسلیمان علما اذ یحکمان فی حرث القوم ففھمناھا سلیمان

دونوں حکم داؤدؑ اور سلیمانؑ کے ایک واقعہ میں مختلف ہیں۔ مگر پھر بھی کلا آتینا حکما وعلما فرمایا جاتا ہے۔

الحاصل معلوم ہوا کہ مسئلہ واحدہ میں حق متعدد ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں حضرت شعیبؑ ان کے مربی ہیں۔ ان کی نبوت متحقق ہے۔ یقیناً ان کے فروع میں ضرور اختلاف ہوگا۔ نیز! نصوص سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے زمانہ میں ایک ہی امت میں متعدد انبیاء ہوتے تھے۔ تو حضرت شعیبؑ کی شریعت حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے مخالف تھی۔ تو احکام بھی متخالف ہوں گے۔ اور وہ سب صواب تھے۔ معلوم ہوا کہ حق متعدد ہو سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۱۶ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ الخ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ وَإِنَّ أَهْلِي أَمَرُونِي أَنْ آتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْأَلَهُ الَّذِينَ كَانُوا أَعْطَوْهُ أَوْ بَعْضَهُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَعْطَاهُ أُمَّ أَيْمَنَ فَجَاءَتْ أُمُّ أَيْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِي عُنُقِي تَقُولُ كَلَّا وَالَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَا يُعْطِيكَهُمْ وَقَدْ أَعْطَانِيهَا أَوْ كَمَا قَالَتْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَكِ كَذَا وَتَقُولُ كَلَّا وَاللّٰهِ حَتَّى أَعْطَاهَا حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ عَشَرَةَ أَمْثَالِهِ أَوْ كَمَا قَالَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ابتداء اسلام میں مدینہ والوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ کھجوروں کے درخت ہبہ کر دیئے تھے۔ تاکہ مہاجرین حضرات ان کے پھلوں سے فائدہ حاصل کریں۔ یہاں تک کہ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کے باغات فتح ہو گئے۔ تو میرے گھر والوں نے مجھے حکم دیا۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ان کھجوروں کی واپسی کا مطالبہ کروں۔ جو ان لوگوں نے دیئے تھے یا ان کا بعض حصہ واپس کر دیں۔ ہماری کچھ کھجوریں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمنؓ کو دے رکھی تھیں۔ تو حضرت ام ایمنؓ نے آکر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا۔ اور کہنے لگی۔ کہ ہرگز نہیں۔ اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کھجوریں مجھے دے چکے ہیں وہ تمہیں واپس نہیں کر سکتے۔ یا اس طرح کے کلمات کہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرما رہے تھے۔ کہ تم اس کے بدلے اس قدر لے لو اور ان کو چھوڑ دو۔ وہ کہتی جا رہی تھیں۔ کہ واللہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ یہاں تک میرا گمان ہے کہ آپؐ نے انہیں دس گنا دے کر راضی کیا۔ کیونکہ آپؐ ان کا حق حضانت ادا کر رہے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ سے کہا کہ مہاجرین سے مواسات اور مواخات کا معاملہ کرو۔ اور کچھ عرصہ تک کے لئے کھجوریں نفع اٹھانے کے لئے انہیں دے دو۔ اگرچہ انہوں نے یہ نخلات ہبہ کرنے کے لئے کہا تھا مگر آپؐ

نے ہبہ نہ کرنے دیا۔ بلکہ کچھ عرصہ تک نفع اٹھانے کے لئے فرمایا۔ بنا بریں حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ نے آپؐ پر چند نخلات ہبہ کئے تھے۔ جو آپؐ نے ام ایمنؓ کو عطا کر دیئے۔ حضرت ام ایمنؓ آپؐ کو والد کی طرف سے ورثہ میں ملی تھیں۔ جب حضرت زیدؓ بن حارثہ آپؐ کے ملک میں آئے تو آپؐ نے ام ایمنؓ کا نکاح ان سے کر دیا۔ جن سے حضرت اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔ چونکہ حضرت ام ایمنؓ آپؐ کی پرورش کنندہ اور خدمت گزار تھیں۔ جس پر ان کو ناز تھا۔ نیز اپنی گود میں بھی آپؐ کو کھلایا تھا۔ حق حضانت کی وجہ سے آپؐ ان کا احترام کرتے تھے۔ جب بنو قریظہ فتح ہوا۔ اور بنو قریظہ اور بنو النضیر کے باغات مہاجرین میں تقسیم ہوئے تو انہوں نے انصار کو ان کی نخلات واپس کر دیں۔ حضرت انسؓ اپنی کھجور جب واپس لینے کے لئے آئے تو حضرت ام ایمنؓ نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے حضرت ام ایمنؓ سے بہت کچھ کہا سنا۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس کے بدلے تمہیں دس گنا نخلات دی جائیں گی۔ تب انہوں نے وہ نخلات واپس کر دیئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فاسألہ الذی کانوا اعطوہ ص۵۹۱ اس روایت باب سے ثابت ہوا کہ ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے۔ اور یہ بھی کہ جب موھوب لہ کسی دوسرے کو ھبہ کر دے تو واہب اول موھوب لہ اول سے واپسی کا حق نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمنؓ کو نخلات واپس کرنے کا حکم دیا۔ اگر آپؐ خود واپس کرنے کا اختیار رکھتے ہوتے تو اس ردوکد کی ضرورت نہ تھی۔ اور ھبہ میں رجوع کرنے کا جواز ظاہر ہے۔ کیونکہ انصار نے جو کچھ مہاجرین کو دیا تھا۔ ان سے واپس لے لیا۔ اور اس معاملہ کو ھبہ کی بجائے عاریۃ پر محمول کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ اگر عاریۃ کا معاملہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام انسؓ کے عطیہ کی ام ایمنؓ کو عطا نہ فرماتے۔ کیونکہ عاریت کا ہبہ کرنا جائز نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت قطب گنگوہیؒ نے کیسی دقت نظر سے فقاہت اور درایت کا حق ادا کر دیا۔ کہ مسلک حنفی کے مطابق ھبہ میں رجوع کرنا جائز ہے۔ اور سیاقِ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ھبہ کا تھا عاریت کا نہیں تھا۔ اور جو لوگ ہبہ میں رجوع کو جائز نہیں کہتے وہ اسے عاریۃ پر محمول کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ مہاجرین مالک نہیں بنے تھے۔ حضرت ام ایمنؓ نے گمان کیا کہ وہ نخلات کے رقبہ کی مالک ہے۔ اس لئے رد کرنے سے انکار

کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاطفت سے ان کو دس گنا عوض دے کر راضی کر لیا۔
لیکن اس تاویل پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے گمان کو باطل کرنا تھا۔ اور آپؐ کے
سکوت سے تو وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ ھبہ میں رجوع جائز
ہے۔ وہی ہماری مراد ہے۔ لیکن ان کے مسلک پر جائز نہیں ہے۔

ان الموھوب لہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہبہ میں رجوع کرنا سات شرائط سے مشروط
ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ ھبہ موھوب لہ کے ملک سے نکل جاتا ہے۔

ولو ملک ردھا چنانچہ روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت ام ایمنؓ کو رد کرنے کا حکم دیا۔
خود رد نہیں فرمایا۔

رجوع الانصار اگر اشکال ہو۔ کہ اگرچہ احنافؒ کے نزدیک رجوع فی الھبہ جائز ہے لیکن
در مختار میں اسے مکروہ تحریمی یا تنزیہی کہا گیا ہے۔ تو انصار نے اس مکروہ فعل کا ارتکاب کیوں
کیا۔ تو کہا جائے گا کہ جب ان نخلات کی واپسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرزد ہوئی۔
تو پھر کراہت کیسے رہی۔

لا یمکن حملہ علی العاریۃ لیکن میرے نزدیک اس پر یہ اشکال ہے کہ جو لوگ اسے عاریت پر
محمول کرتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیہ ام ایمنؓ کو بھی عاریت پر حمل کرتے ہیں۔
جیسے کہ حافظؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ام ایمنؓ نے اسے ملکیت گمان کیا تھا۔ حالانکہ
ملکیت نہ تھی۔

حدیث نمبر ۱۷۳۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّؓ
يَقُوْلُ نَزَلَ اَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍؓ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى سَعْدٍ فَاَتٰى عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنٰى مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْاَنْصَارِ
قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ اَوْ خَيْرِكُمْ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ فَقَالَ تَقْتُلُ
مُقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِيْ ذَرَارِيَّهُمْ قَالَ قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ وَرُبَّمَا قَالَ
بِحُكْمِ الْمَلِكِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ قریظہ والے حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ پر اترے

آئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کی طرف قاصد بھیجا تو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ تو جب آپ مسجد کے قریب پہنچے تو آپؐ نے انصار سے فرمایا۔ کہ اپنے سردار یا اپنے بہتر آدمی کی طرف اٹھو۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر راضی ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کے لڑائی کے قابل لوگ قتل کر دیئے جائیں۔ اور ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ دیا۔ اور کبھی فرماتے کہ بادشاہانہ فیصلہ کیا۔ جب بنو قریظہ نے بدعہدی کی تو حضرت سعدؓ کو بھی سخت غصہ آیا۔ کیونکہ یہ ان کے حلیف تھے۔ اور دشمنوں سے مل گئے تھے۔
حضرت سعدؓ کو اس غزوۂ خندق میں ایک زخم آیا تھا۔ جس پر انہوں نے دعا مانگی تھی۔ یا اللہ! اگر قریش سے مسلمانوں کی کوئی جنگ باقی ہو۔ تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھیو۔ ورنہ اگر اتنا ضرور ہو۔ کہ بنو قریظہ کا فیصلہ اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ اس پر ان کا بہتا ہوا خون بند ہو گیا۔ اور آپؐ نے ان کا خیمہ اپنے قریب لگوایا۔ تاکہ برابر تیمارداری کرتے رہیں۔ جب بنو قریظہ کا محاصرہ ہوا تو آپؐ نے ان سے فرمایا۔ ہماری وجہ سے تم قلعہ کا دروازہ مت کھولو۔ اس میں کئی سیاسی مصالح تھے۔ ایک تو یہ کہ اوس قبیلہ کو شکایت کا موقعہ نہ ملے کہ آپؐ نے ان کو قتل کیوں نہ کیا۔ اس لئے آپؐ نے ان بنو قریظہ سے کہا کہ حضرت سعدؓ تمہارے متعلق جو فیصلہ کریں اسے مان لو۔ ان کو سابقہ تعلقات کی بنا پر توقع تھی کہ وہ ہماری رعایت کریں گے۔ دوسرے اوس کے لوگ خوش ہو جائیں گے۔ کہ ہمارے سردار کو حکم مقرر کیا گیا ہے۔ اگر وہ کوئی رعایت بھی کرے گا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ وہ گدھے پر سوار تشریف لائے۔ کیونکہ زخم گہرا ہونے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور ورم آگیا تھا۔ تو حضرت سعدؓ نے فیصلہ دیا کہ ان کے نوجوان لڑائی کے قابل لوگ قتل کر دیئے جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے غدر کیا تھا۔ حالانکہ یہ اوس کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے حلیف تھے مشرکین اور دیگر دشمنانِ اسلام سے ایسا معاملہ نہیں کیا گیا۔ وجہ یہ کہ یہ لوگ دانا دشمن تھے۔ باری تعالیٰ بھی ان سے سخت برہم تھے۔ لہٰذا ان پر تشدد ہوا۔ یا اھل الکتاب اٰمنوا من قبل ان نطمس وجوھا (الآیۃ)
قوموا الی سیدکم سے امام نوویؒ نے استدلال کیا ہے کہ کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں۔ کیونکہ آپؐ نے اسے فعل اعاجم قرار دیا ہے۔ لا تقوموا الی کما تقوم الاعاجم بعاظمہم کہ جس طرح عجمی لوگ اپنے بڑوں

کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تم میرے لئے کھڑے نہ ہوا کرو۔ اور حضرت معاذؓ کی روایت ہے۔ کہ من سرہ ان یقوم لی احد فلیتبوا مقعدہ فی النار۔ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ کوئی اس کے لئے کھڑا ہو۔ تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہیئے۔ تو معلوم ہوا کہ امام نوویؒ کا استدلال صحیح نہیں۔ ورنہ انصار کی تخصیص کی کیا ضرورت تھی۔ سب مسلمانوں کو تعظیم کا حکم دیا جاتا۔ دوسرے قوموا الی سیدکم ہے لسیدکم نہیں فرمایا۔ قوموا الی سیدکم کے معنی قوموا الی تنزیل سیدکم ہمارے فقہاء نے قیام للقادم کے لئے یباح لاباس کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی۔ کہ کھڑا نہ ہونے سے حقد اور کینہ پیدا ہوتا ہے۔ لہذا قیام کی اجازت دی گئی۔ ورنہ درحقیقت اجازت نہیں تھی۔ ابن حجرؒ کا قول صحیح ہے۔ اس سے قیام مولود کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ وتعزروہ وتوقروہ کے اول مخاطب صحابہ کرامؓ تھے۔ وہاں حقیقتاً قدوم ہوتا تھا۔ جس پر صحابہ کرامؓ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ مولود میں تو درحقیقت قدوم بھی نہیں ہے۔ تو اس پر التزام کیسے صحیح ہوگا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۷ حدثنا زکریا بن یحییٰ الخ عن عائشۃؓ قَالَتْ أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ حِبَّانُ بْنُ الْعَرِقَةِ رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ اخْرُجْ إِلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَيْنَ فَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلُوا عَلَى حُكْمِهِ فَرَدَّ الْحُكْمَ إِلَى سَعْدٍ قَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ فِيهِمْ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَأَنْ تُسْبَى النِّسَاءُ وَالذُّرِّيَّةُ وَأَنْ تُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ قَالَ هِشَامٌ فَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَؓ أَنَّ سَعْدًا قَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْرَجُوهُ اللّٰهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ

فَابْقِنِى لَهُ حَتَّى أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ وَإِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتَتِي فِيهَا فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوا يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ خندق کی لڑائی میں حضرت سعدؓ زخمی ہو گئے۔ قریش کے آدمی جس کو حبان بن العرقہ کہا جاتا تھا۔ اس نے تیر پھینکا تھا۔ جو ان کے بازو کی رگ میں لگا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگا دیا۔ تاکہ نزدیک سے ان کی بیمار پرسی کرتے رہیں۔ جب آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے گھر کو واپس ہوئے تو ہتھیار اتار کر غسل کیا۔ تو جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس اس حال میں آئے کہ وہ اپنے سر سے غبار کو جھاڑ رہے تھے۔ فرمایا! حضرت! آپ نے تو ہتھیار اتار دیئے ہیں۔ واللہ! میں نے ابھی انہیں نہیں اتارا۔ آپ ان کی طرف روانہ ہوں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کہاں۔ تو انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ان کا محاصرہ کیا۔ تو وہ آپ کے فیصلہ کرنے پر راضی ہو گئے۔ آپ نے فیصلہ حضرت سعدؓ کے سپرد کر دیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہوں۔ کہ ان کے لڑاکے نوجوان قتل کر دیئے جائیں۔ ان کی عورتیں اور چھوٹے بچے قیدی بنائے جائیں۔ اور ان کا مال و دولت تقسیم کر دیا جائے۔ ہشام فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے حضرت عائشہؓ سے خبر دی ہے۔ کہ حضرت سعدؓ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! آپ کو بخوبی علم ہے کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی محبوب نہیں کہ میں تیری رضا کے لئے ان لوگوں سے جہاد کروں جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا۔ اور اسے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی کی طرح ڈال دی ہے۔ پس اگر قریش کی لڑائی کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ تو مجھے ان کے لئے باقی رکھ تاکہ میں تیری رضا کے لئے ان سے جہاد کروں۔ اگر آپ نے ان کی لڑائی کو اٹھا لیا ہے۔ تو میرے اس زخم کو چالو کر دے۔ اور اسی میں میری موت واقع کر دے۔ پس ان کے سینہ سے خون جاری ہو گیا۔ مسجد میں بنو غفار کا خیمہ تھا۔ خون بہتا ہوا اچانک اہل مسجد تک پہنچ گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہم تک پہنچ رہا ہے۔ پس کیا دیکھتے ہیں۔

کہ وہ تو حضرت سعدؓ کے زخم کا خون بہہ رہا ہے۔ پس اسی زخم سے ان کی شہادت واقع ہوئی۔ ان کی موت سے عرش رحمٰن کانپ اٹھا۔ ستر ہزار فرشتہ ان کے جنازہ کے ہمراہ تھا۔ (قسطلانی)

حدیث نمبر ۳۷۱۹ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ اهْجُهُمْ اَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ وَزَادَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ اهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ ان کی ہجو کرو۔ اور جبرائیلؑ تمہارے ساتھ ہیں۔ ابراہیم نے زیادہ بیان کیا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریظہ کی لڑائی میں حضرت حسان بن ثابتؓ سے فرمایا کہ تم مشرکین کی اشعار میں مذمت کرو۔ بے شک جبرائیلؑ تمہارے ساتھ ہیں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ

وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِيْ ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ فَنَزَلَ نَخْلًا وَّهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِاَنَّ اَبَا مُوْسٰى

حدیث نمبر ۳۷۲۰ جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِاَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِيْ غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَوْفَ بِذِيْ قَرَدٍ وَّقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَّثَعْلَبَةَ وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ سَمِعْتُ جَابِرًا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَّخْلٍ فَلَقِيَ جَمْعًا مِّنْ غَطَفَانَ فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ وَّاَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ وَقَالَ يَزِيْدُ عَنْ سَلَمَةَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقَرَدِ ۔

ترجمہ ۔ غزوہ ذات الرقاع کے بارے میں ۔ یہ لڑائی محارب خصفہ بن بنی ثعلبہ بن غطفان کی جماعت سے ہوئی ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نخل کے مقام پہ قیام فرمایا تھا ۔ جو مدینہ سے دو دن کے فاصلہ پہ ایک وادی ہے ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے ۔ کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ غزوہ خیبر کے بعد تشریف لائے ہیں ۔

حدیث نمبر ۳۷۲۰ ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے ۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ خوف میں اپنے اصحابؓ کو ساتویں غزوہ غزوت ذات الرقاع میں نماز خوف پڑھائی ۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد میں صلوٰۃ خوف پڑھائی ہے ۔ اور دوسری سند میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام نخل سے ذات الرقاع کی طرف روانہ ہوئے ۔ تو قبیلہ غطفان کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی ۔ لیکن ان سے لڑائی نہیں ہوئی ۔ بلکہ لوگوں نے ایک دوسرے کو ڈرایا دھمکایا ۔ تو آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو رکعت صلوٰۃ خوف پڑھائی ۔ اور چوتھی سند میں سلمہؓ سے مروی ہے کہ یوم القرد میں میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیا ۔

حدیث نمبر ۳۷۲۱ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰىؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ وَّنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيْرٌ نَعْتَقِبُهُ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ أَظْفَارِيْ وَكُنَّا نَلُفُّ عَلٰى أَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلٰى أَرْجُلِنَا وَحَدَّثَ أَبُوْ مُوْسٰى بِهٰذَا ثُمَّ كَرِهَ ذَاكَ قَالَ مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُوْنَ شَيْءٌ مِّنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں ۔ کہ ایک غزوہ میں ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے اور ہم چھ آدمی تھے ۔ ہمارے درمیان صرف ایک اونٹ تھا ۔ جس پہ ہم باری باری سوار ہوتے تھے ۔ اس سفر میں ہمارے پاؤں زخمی ہوگئے ۔ میرے تو پاؤں زخمی ہوتے اور ناخن بھی گر گئے تو ہم اپنے پاؤں پہ کپڑے کے چیتھڑے لپیٹتے تھے ۔ پس اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا ۔ کیوں کہ

اس میں ہم اپنے پاؤں پہ کپڑے کے ٹکڑوں کی پٹیاں باندھتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے یہ حدیث بیان تو کر دی۔ لیکن پھر وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ نیکی ہم نے اس لئے نہیں کی تھی۔ کہ میں اس کا ذکر کرتا پھروں۔ گویا کہ اپنے نیک عمل کو ظاہر کرنا پسند نہ کیا۔ عمل کا چھپانا افضل ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بعض نے کہا کہ پتھریلی زمین میں چلنا پڑتا تھا۔ مجاہدین کے جوتے پھٹ گئے تھے۔ اور پیدل چلنے سے پاؤں زخمی ہو گئے۔ جن پہ چیتھڑے باندھے گئے۔ بعض نے کہا جس مقام پہ یہ غزوہ واقع ہوا۔ وہاں مختلف رنگوں کے پہاڑ تھے۔ کوئی سفید۔ کوئی کالے اور کوئی سرخ تھے۔ جیسے کہ چیتھڑے مختلف الوان کے ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ذوات الالوان یعنی مختلف رنگوں والے جھنڈے بنائے گئے تھے۔

محارب ایک قبیلہ ہے۔ غطفان جدّ اعلیٰ ہے۔ جن کا ایک بطن ثعلبہ ہے۔ اور اس کا چھوٹا بطن خصفہ ہے۔ اور اس کا چھوٹا بطن محارب ہے۔

فنزل نخلا نخل ایک مقام کا نام ہے۔ جہاں پہ نخلات بہت تھے۔ اور بعض نے حقیقی معنی مراد لئے ہیں۔ اہل سیر نے غزوہ ذات الرقاع میں بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض نے قبل از خیبر بعض نے بعد از خیبر اور بعض نے قبل از تبوک اور بعض نے کہا بعد از خندق اور قریظہ واقع ہوا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے۔ کہ قبل از خیبر واقع ہوا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ بعد از خیبر واقع ہوا۔ پھر اعتراض ہوگا۔ کہ اسے غزوۂ خیبر کے بعد ذکر کیا جاتا۔ تو شاید اس طرف اشارہ کرتا ہو۔ کہ ذات الرقاع دو مختلف غزووں کا نام ہے۔ ایک قبل از خیبر اور دوسرا بعد از خیبر یہ امام بیہقیؒ نے کہا ہے۔ اب امام بخاریؒ اس پہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ غزوۂ خیبر میں آپؐ کے پاس آئے تھے۔ کیونکہ یہ یمن سے ایک کشتی میں سوار ہو کر بھٹک گئے۔ اور حبشہ پہنچ گئے۔ وہاں حضرت جعفر طیارؓ سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دن وہاں رہ کر سب کے سب حضرات مدینہ منورہ کے قریب بندر پہ پہنچے۔ پھر پیدل چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ابھی غنائم خیبر تقسیم نہیں کئے تھے۔ ان حضرات کو غنائم سے حصّہ دیا گیا۔

صلی باصحابہ فی الخوف الخ غزوہ خندق تک تو صلوٰۃ خوف کا حکم معلوم نہیں ہوتا۔ آپؐ نے صلوٰۃ وسطیٰ کو ترک کیا ہے۔ اور بعض دفعہ ظہر، عصر اور مغرب کو ترک کرنا پڑا۔ تو بعض نے کہا۔ کہ صلوٰۃ خوف کا حکم غزوہ ذات الرقاع میں نازل ہوا۔ بعض نے غزوۂ عسفان میں کہا۔ اور بعض غزوہ ذو قرد میں کہا۔ جو ایک

مقام ہے جہاں صلوٰۃ خوف کو ادا کیا گیا۔

فی غزوۃ السابعۃ یہ امام بخاریؒ کی دوسری دلیل ہے۔ کہ یہاں صراحۃً غزوہ سابعہ کا ذکر ہے۔ پہلا بدر۔ دوسرا احد۔ تیسرا خندق۔ چوتھا قریظہ۔ پانچواں مریسیع اور چھٹا خیبر ہے۔ اور ساتواں ذات الرقاع ہے۔ تو نص سے ثابت ہوا کہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے۔

نعتقبہ نوبت بنوبت سوار ہونا۔ نقب بمعنی سوراخ ہو جانا زخمی ہونا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وھی غزوۃ محارب خصفۃ ص ۵۹۲ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ثعلبہ محارب کا جد ہے۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ غطفان اور محارب چچازاد بھائی ہیں۔ تو اعلیٰ ادنیٰ کی طرف کیسے منسوب ہوگا۔ لہٰذا صحیح وہ ہے جو باب لاحق میں ہے۔ وبنی ثعلبہ واؤ عطف کے ساتھ۔ چنانچہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ محارب خصفہ وبنی ثعلبہ بن غطفان بواؤ العطف۔ ترجمہ میں ان مختلف آثار کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف کے بارے میں جو اختلاف ہے۔ اس کو بیان کرنا ہے کہ پہلے پہل صلوٰۃ خوف کس مقام پر پڑھی گئی۔ تو روایات میں جمع کی صورت یہ ہے۔ کہ اولیت کی قید نہ لگائی جائے۔ صرف یہ کہا جائے کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غزوات میں صلوٰۃ خوف ادا فرمائی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ خلاصہ بحث یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع ابن اسحاق کے نزدیک بنو النضیر کے واقعہ کے بعد ہوا ہے اور خندق سے پہلے ۴ھ میں اور ابن سعد و ابن حبان کے نزدیک محرم ۵ھ میں ہوا۔ امام بخاریؒ کا میلان یہ ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔ بایں ہمہ اسے غزوہ خیبر سے پہلے ذکر کر دیا۔ یا تو اصحاب مغازی کی رائے کو امام بخاریؒ نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ قبل از خیبر اس کا وقوع ہے۔ یا یہ رواۃ کا تصرف ہے۔ یا اس نام کے دو غزوات کی طرف اشارہ ہے۔ بہرحال جمہور کا مسلک یہ ہے کہ پہلے پہل صلوٰۃ خوف آپؐ نے غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی ہے۔ پھر اختلاف ہوا۔ کہ وہ کس سن میں ہے۔ سن چار۔ پانچ۔ چھ یا سات میں ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اولیت کی قید نہ لگائی جائے۔ بس آپؐ نے غزوہ ذات الرقاع۔ ذی قرد۔ غزوہ انمار میں صلوٰۃ خوف ادا کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۲۲ حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ

عَمَّنْ شَهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلّٰى صَلٰوةَ الْخَوْفِ اَنَّ طَآئِفَةً صَفَّتْ مَعَهٗ وَطَآئِفَةٌ وِّجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّتِيْ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَآئِمًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وُجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّآئِفَةُ الْاُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ مِنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ وَقَالَ مُعَاذٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَذَكَرَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ قَالَ مَالِكٌ وَّذٰلِكَ اَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِيْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ تَابَعَهُ اللَّيْثُ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهٗ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ بَنِيْ اَنْمَارٍ۔

ترجمہ۔ حضرت صالح بن خوات اس صحابی سے روایت کرتے ہیں جو غزوہ ذات الرقاع میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صلوٰۃ خوف ادا کرتے وقت حاضر تھا۔ تو لشکر کے ایک گروہ نے آپؐ کے ہمراہ صف باندھی اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابل میں کھڑا رہا۔ جو طائفہ آپؐ کے ہمراہ تھا آپؐ نے اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ اس وقت تک کھڑے رہے کہ ان لوگوں نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ پھر کر گئے اور دشمن کے سامنے جا کر صف بندی کی۔ دوسرا طائفہ آیا۔ تب آپؐ نے ان کو دوسری رکعت پڑھائی۔ جو باقی رہ گئی تھی۔ پھر آپؐ ٹیک کر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ پھر آپؐ نے ان کے ساتھ سلام پھیرا۔ اور معاذ دوسری سند سے حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم مقام نخل میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ پھر انہوں نے صلوٰۃ خوف کا ذکر کیا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت جابرؓ ان تمام صورتوں سے اچھی صورت ہے جو میں نے صلوٰۃ خوف کے بارے میں سنی ہیں۔ لیث نے معاذ کی متابعۃ کی۔ قاسم بن محمد حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بنی انمار میں ان کو صلوٰۃ خوف پڑھائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ صلوٰۃ خوف میں یہ طریقہ شوافع۔ مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں مرغوب ہے۔ کہ امام ایک رکعت ادا کر لینے کے بعد کھڑا رہے۔ اور مقتدی اپنی نماز کو تمام کریں۔ پھر دوسرا

طائفہ آئے۔ اس صورت میں سلام مع طائفہ اخری ہوا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسرا طائفہ دوسری رکعت کو پورا کرے۔ حضرت امام اعظمؒ ابن عمرؓ کی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں۔ جس میں قلب موضوع نہیں ہے کہ امام مقتدیوں کا انتظار کرے۔

غزوہ بنی انمار بعض نے کہا یہی غزوہ ذات الرقاع ہے۔ اور بعض نے کہا۔ یہ کوئی دوسرا غزوہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۲۳ حدثنا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ قَالَ يَقُوْمُ الْاِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَطَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَهُ وَطَآئِفَةٌ مِّنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وُجُوْهُهُمْ اِلَی الْعَدُوِّ فَيُصَلِّیْ بِالَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَقُوْمُوْنَ فَيَرْكَعُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَّيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ فِیْ مَكَانِهِمْ ثُمَّ يَذْهَبُ هٰؤُلَآءِ اِلٰی مَقَامِ اُولٰٓئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ ثِنْتَانِ ثُمَّ يَرْكَعُوْنَ وَيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں۔ کہ امام قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہو جائے۔ اور ایک گروہ امام کے ساتھ رہے اور دوسرا دشمن کی طرف جائے۔ کہ ان کے چہرے دشمن کی طرف ہوں۔ جو لوگ امام کے ہمراہ ہیں امام ان کو ایک رکعت پڑھائے۔ پھر وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں۔ خود بخود ایک رکعت کا رکوع کریں اور اسی جگہ دو سجدے کریں۔ پھر یہ لوگ اُن لوگوں کی جگہ چلے جائیں وہ جماعت آئے امام انہیں رکعت پڑھائے۔ تو امام کی دو رکعت ہو گئیں۔ پھر وہ لوگ رکوع کریں اور دو سجدے کریں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام نے ان کے اتمام سے پہلے سلام پھیرا۔ دراصل یہ حدیث مرسل ہے۔ سہل بن ابی حثمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صغیر السن تھے۔ اور اس روایت میں تین تابعی مدنی ہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۲۴ حدثنا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ۔

ترجمہ۔ یہ حدیث اس سند سے مرفوع ہو گئی۔

حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ سَهْلٍ حَدَّثَهٗ قَوْلَهٗ۔

کہ انہوں نے اپنا قول بیان کیا۔

حدیث نمبر ۳۷۲۵ حدثنا ابو الیمان الخ ان ابن عمرؓ قال غزوت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل نجد فوازینا العدو فصاففنا لھم صفین۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ نجد کی طرف ایک غزوہ میں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ پس جب دشمن سے ہمارا آمنا سامنا ہوا تو ہم نے ان کے لئے دو صفیں بنالیں۔

حدیث نمبر ۳۷۲۶ حدثنا مسدد الخ عن ابیہ ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی باحدی الطائفتین والطائفۃ الاخری مواجھۃ العدو ثم انصرفوا فقاموا فی مقام اصحابھم فجاء اولئک فصلی بھم رکعۃ ثم سلم علیھم ثم قام ھؤلاء فقضوا رکعتھم وقام ھؤلاء فقضوا رکعتھم۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طائفہ کو نماز پڑھائی۔ اور دوسرا طائفہ دشمن کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر جن لوگوں نے ایک رکعت پڑھ لی تھی۔ وہ پھرے اور ان حضرات کی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور جو دشمن کے مقابل میں تھے وہ آئے۔ تو آپؐ نے انہیں ایک رکعت پڑھائی پھر ان پر سلام پھیرا۔ پھر یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اپنی رکعت قضا کی۔ اور وہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنی رکعت قضا کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ ابن عمرؓ کی روایت احنافؒ کا مستدل ہے۔ صلوٰۃ خوف کی پندرہ صورتیں ہیں۔ جمہور سوائے دو کے باقی سب کو جائز کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۲۷ حدثنا ابو الیمان الخ ان جابراؓ اخبر انہ غزا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل نجد فلما قفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قفل معہ فادرکتھم القائلۃ فی واد کثیر العضاہ فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتفرق الناس فی العضاہ یستظلون بالشجر ونزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحت سمرۃ

فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ قَالَ جَابِرٌ فَنِمْنَا نَوْمَةً ثُمَّ إِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُونَا فَجِئْنَاهُ فَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ لِي مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قُلْتُ اللّٰهُ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَبَانُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ فَإِذَا أَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ تَخَافُنِي قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ اللّٰهُ فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوا وَصَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ اسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ وَقَاتَلَ فِيهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَصَلَّى الْخَوْفَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ صَلٰوةَ الْخَوْفِ وَإِنَّمَا جَاءَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ خَيْبَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ نے خبر دی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لئے گیا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو وہ بھی آپؐ کے ہمراہ واپس لوٹے۔ تو صحابہ کرامؓ کو قیلولہ کے وقت نے ایک ایسی وادی میں پالیا۔ جس میں جھاڑ کے بڑے بڑے درخت بہت تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا۔ لوگ ان جھاڑ کے درختوں میں پھیل گئے۔ اور درختوں کا سایہ تلاش کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ اور اپنی تلوار اس درخت کے ساتھ لٹکا دی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ

ہم لوگ گہری نیند سو گئے۔ پھر کیا سنتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے ہیں۔ پس ہم لوگ دوڑ کر آپؐ کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپؐ کے پاس ایک دیہاتی بیٹھا ہوا ہے۔ پس آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے میری تلوار سونت لی۔ جب کہ میں سویا ہوا تھا۔ پس میں جب بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں ننگی تھی۔ تو میرے سے کہنے لگا۔ کہ آپؐ کو اب میرے سے کون بچائے گا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ بچائیں گے۔ پس وہ یہ بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہ دی۔ اور ابان اپنی سند سے حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب ہم کسی سایہ دار درخت کے پاس آتے تھے۔ تو وہ آپؐ کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ تو مشرکوں کا ایک آدمی آیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ اس نے اس کو نیام سے نکال کر کہا۔ کہ کیا آپ میرے سے ڈرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ تو اس نے کہا۔ میری طرف سے آپؐ کی کون حفاظت کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کریں گے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے اس کو ڈانٹا ڈپٹا۔ اور نماز کے لئے تکبیر کہی گئی۔ آپؐ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر یہ لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ اور آپؐ نے دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ تو آپؐ کی چار رکعتیں ہوگئیں اور قوم کی دو رکعتیں۔ مسدّد اپنی سند سے ابی لبشر سے راوی ہیں۔ کہ اس مشرک آدمی کا نام غورث بن الحارث تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں محارب خصفہ قبیلہ سے لڑائی کی۔ اور ابوالزبیر حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ نخل کے مقام پر تو آپؐ نے صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوۂ نجد میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صلوٰۃ خوف پڑھی ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ خیبر کی لڑائی کے موقعہ پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عضاہ ایک خاص قسم کا ببول کا بڑا درخت ہے۔ قائلہ دوپہر کی گرمی کا وقت۔ صلتاً بمعنی مصلوت یعنی تلوار کا سونتنا اور نیام سے نکالنا۔

فصلی بطائفۃ رکعتین الخ یہ ایسی صورت ہے کہ جس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ کیونکہ اگر قصر ہے تو سب کو قصر کرنا چاہیئے۔ آپؐ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود چار کیوں پڑھتے۔ تو اس کی توجیہ یہ

کی گئی۔ کہ آپؐ قصر کی مسافت تک نہیں پہنچے تھے۔ تو آپؐ نے جماعت کے ساتھ چار رکعت پڑھیں۔ اور قوم نے جماعت کے ساتھ دو دو رکعت پڑھی۔ اور دو دو رکعت انہوں نے الگ الگ ادا کیں۔ دوسری توجیہ امام طحاویؒ کی ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب فرائض ایک وقت میں دو مرتبہ پڑھے جاتے تھے۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے۔ کہ قصر کی مسافت تھی۔ کہ آپؐ نے فرائض کی دو رکعت پہلے طائفہ کو پڑھائی۔ اور دوسرے طائفہ کے وقت آپؐ متنفل تھے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے۔ جب کہ اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہے۔ یہ توجیہ امام نوویؒ نے کی ہے۔ جن کے نزدیک ایسی اقتداء جائز ہے۔

انما جاء ابو هريرةؓ یہ دوسری دلیل ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ

مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيعِ قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَقَالَ النُّعْمَانُ ابْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَدِيثُ الْإِفْكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيعِ۔

ترجمہ۔ خزاعہ کے قبیلہ بنو المصطلق کا غزوہ جسے غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ یہ غزوہ ۶ھ میں واقع ہوا ہے۔ لیکن موسیٰ بن عقبہ کا کہنا ہے کہ وہ ۴ھ میں ہوا۔ نعمان بن راشد امام زہریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ افک کا واقعہ غزوہ مریسیع میں ہوا تھا۔

حدیث نمبر ۳۷۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اِلَّا وَهِیَ کَائِنَةٌ۔

ترجمہ۔ ابن محیریز فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا۔ تو میں نے ابوسعید خدریؓ کو دیکھا تو میں ان کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ اور عزل کے متعلق سوال کیا۔ تو حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا۔ کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ بنوالمصطلق میں روانہ ہوئے۔ تو ہمیں عرب کی قیدی عورتیں دستیاب ہوئیں۔ پس ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی۔ کیونکہ ہمیں بیویوں سے الگ رہنا گراں گزرا۔ تو اور ہم نے عزل کرنا پسند کیا۔ پس ہم نے عزل کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا۔ کہ ہمیں خیال آیا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ تو آپؐ سے اس کے متعلق دریافت کرنے سے پہلے عزل کرنا کیسے جائز ہوگا۔ تو ہم نے آپؐ سے اس بارے سوال کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم پہ لازم ہے کہ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ کوئی جی جو قیامت کے دن تک ہونے والا ہے۔ وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس غزوہ کو مریسیع اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مریسیع کے مقام پہ واقع ہوا۔ اور جن مشرکین سے لڑائی ہو وہ قبیلہ بنوالمصطلق تھا۔

سالتہ عن العزل عزل کے معنی ہیں کہ جماع کرتے وقت حمل کے خوف سے منی کو فرج سے باہر نکالے۔ باندی سے بوجہ کمزوری نسب کے یا بوجہ کمی ثمن کے عزل کرنا جائز ہے۔ اور حرہ بیوی سے اس صورت میں جائز ہے۔ جب کہ وہ بیمار ہو اور حمل ہو جانے سے مزید کمزور ہو جانے کا خدشہ ہو۔

عزبۃ شدت خواہش نکاح وجماع کو کہتے ہیں۔ عزل کرنے کو یہود وأد خفی یعنی بچے کو زندہ درگور کر دینے سے تعبیر کرتے تھے۔ اس لئے صحابہ کرام کو کراہت معلوم ہوتی تھی کہ کہیں یہود کا اتباع نہ ہو جائے۔

ما علیکم الا تفعلوا معلوم ہوا کہ عزل کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ البتہ عزل نہ کرنا بہتر ہے۔

ما علیکم یعنی عدم فعل تم پہ واجب نہیں ہے۔ یا لا زائدہ ہے کہ اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ امام بخاریؒ نے جو حضرت ابوہریرہؓ کی موجودگی سے غزوہ ذات الرقاع کے بعد از خیبر پہ استدلال کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ نجد کی طرف غزوات متعددہ ہیں ممکن ہے وہ اس غزوہ میں حاضر ہوئے ہوں۔ جو بعد از خیبر واقع ہوا ہے۔

بنوالمصطلق یہ خذیمہ بن سعد کا لقب ہے۔ جو خزاعہ کا ایک بطن ہے۔ خزاعہ کی وجہ تسمیہ

یہ ہے کہ وہ اپنی قوم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور مکہ میں مقیم ہو گئے۔ اور خذیمہ کو مصطلق حسن آواز کی وجہ سے کہا جاتا تھا۔ اور خزاعہ قبیلہ کا یہ پہلا آدمی تھا جس نے گانا شروع کیا۔ اور مریسیع مرسوع کی تصغیر ہے۔ یہ خزاعہ کا چشمہ تھا۔ فرع اور اس کے درمیان ایک دن کا فاصلہ تھا۔ بہر حال غزوہ بنو المصطلق اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہوا۔ اور اسی میں آیت تیمم نازل ہوئی۔ عزل کے بارے میں علماء کا اختلاف ہوا۔ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ باندی سے عزل کرنے کی مطلقاً اجازت دیتے ہیں۔ حرہ سے اس کی اجازت پر موقوف ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۲۸ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ فَلَمَّا أَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ وَهُوَ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَّاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهٗ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرِ يَسْتَظِلُّوْنَ وَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَعَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْنَا فَإِذَا أَعْرَابِيٌّ قَاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا أَتَانِيْ وَأَنَا نَائِمٌ فَاخْتَرَطَ سَيْفِيْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِيْ مُخْتَرِطٌ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قُلْتُ اللّٰهُ فَشَامَهٗ ثُمَّ قَعَدَ فَهُوَ هٰذَا قَالَ وَلَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ نجد کے غزوہ میں ہم جہاد کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ کہ آپؐ کو سخت گرمی نے ایک ایسی وادی میں آلیا۔ جس میں ببول کے بڑے بڑے بہت سے درخت تھے۔ تو آپؐ نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا کہ آپؐ اس کے سایہ سے مستفید ہونا چاہتے تھے۔ اور آپؐ اپنی تلوار اس پر لٹکا دی۔ لوگ سایہ حاصل کرنے کے لئے دوسرے درختوں کے نیچے پھیل گئے۔ ہم اسی حالت میں تھے۔ کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا۔ ہم فوراً آئے تو ایک دیہاتی آپؐ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا جب میں سویا ہوا تھا تو یہ آیا۔ میری تلوار نیام سے نکال لی۔ پس میں بیدار ہوا تو یہ میرے سر پہ کھڑا ہوا تھا تلوار سونتی ہوئی تھی۔ کہنے لگا کہ آپؐ کو میرے سے کون بچا سکتا ہے۔ میں نے کہا اللہ! تو اس نے تلوار پھر نیام کے اندر کر دیا اور بیٹھ گیا۔ پس وہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی سزا دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ حدیث جابرؓ پہلے باب کی ہے۔ ناسخین نے غلطی سے اس کو اس باب میں لکھ دیا ہے۔ یا اس لئے کہ اس میں غزوہ نجد کی تصریح ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا غزوہ بنو المصطلق سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اگر غزوہ نجد کے تحت اس واقعہ کا ذکر آگیا ہے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور متقاربین ہونے کی وجہ سے راوی نے اسے ایک غزوہ کا حکم دے دیا۔ غالب یہ ہے کہ یہ قصہ حاشیہ پر تھا۔ ناسخ نے اسے اس باب میں ذکر کر دیا۔

شامہ بمعنی غمدہ یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نیام میں کر دیا۔ بعض شراح کی یہی تاویل ہے۔ جو مشہور ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اثر ملائکہ سے مرعوب ہو کر خود اس شخص نے اسے نیام میں رکھ لیا۔

بَابُ غَزْوَةِ اَنْمَارٍ

حدیث نمبر ۳۷۲۹ حَدَّثَنَا آدمُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ اَنْمَارٍ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَطَوِّعًا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ انمار میں اپنی اونٹنی پر نفل نماز پڑھتے دیکھا۔ جب کہ آپؐ مشرق کی طرف منہ کرنے والے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس میں استقبال قبلہ ضروری نہیں۔ اور رکوع و سجود اشارہ سے جائز ہے۔ وضع الجبہہ علی الارض واجب نہیں۔ مگر گاڑی خواہ اس کو بیل کھینچے یا انجن کھینچے اس کا حکم ظہر دابہ کا نہیں ہے۔ وہ خود زمین پر چل رہی ہے۔ اس لئے استقبالِ قبلہ بھی واجب ہوگا۔ اور رکوع و سجود اشارۃً جائز نہ ہوگا۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

تشریح از قاسمی بنو انمار قبیلہ بجیلہ کی شاخ ہے۔ اس غزوہ کا ذکر غزوہ بنی المصطلق سے پہلے ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس کے بعد حدیث افک کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جو غزوہ بنی المصطلق میں واقع ہوا۔ تو غزوہ بنو انمار کو ان دونوں کے درمیان داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ یہ ناسخین کی غلطی ہے۔ یا یہ کہ امام بخاریؒ نے ترتیب ابواب کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ یہ دونوں

غزوات کی مناسبت کا لحاظ کیا گیا ہے ۔

بَابُ حَدِیْثِ الْاِفْكِ

اَلْاِفْكُ وَالْاَفْكُ بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسِ يُقَالُ اِفْكُهُمْ وَاَفْكُهُمْ وَاَفَكُهُمْ ۔

حدیث نمبر ۳۷۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ رحمہ اللہ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ لَهَا اَهْلُ الْاِفْكِ مَا قَالُوْا وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنْ حَدِيْثِهَا وَبَعْضُهُمْ كَانَ اَوْعٰى لِحَدِيْثِهَا مِنْ بَعْضٍ وَّاَثْبَتَ لَهُ اقْتِصَاصًا وَّقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا وَّاِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ اَوْعٰى لَهُ مِنْ بَعْضٍ قَالُوْا قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ اَزْوَاجِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا فَاَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا اُنْزِلَ الْحِجَابُ فَكُنْتُ اُحْمَلُ فِيْ هَوْدَجِيْ وَاُنْزَلُ فِيْهِ فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهٖ تِلْكَ وَقَفَلَ دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَافِلِيْنَ اٰذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ فَقُمْتُ حِيْنَ اٰذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَاْنِيْ اَقْبَلْتُ اِلٰى رَحْلِيْ فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ فَاِذَا عِقْدٌ لِّيْ مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهٗ قَالَتْ وَاَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَرْحَلُوْنِيْ فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْا عَلٰى بَعِيْرِيَ الَّذِيْ كُنْتُ اَرْكَبُ عَلَيْهِ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنِّيْ فِيْهِ وَكَانَ النِّسَاءُ اِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَّمْ يَهْبُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ اِنَّمَا يَاْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِيْنَ رَفَعُوْهُ وَحَمَلُوْهُ

وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ فَسَارُوا وَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي وَوَاللَّهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ وَهَوَى حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ عَلَى يَدِهَا فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ وَهُمْ نُزُولٌ قَالَتْ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَ الْإِفْكِ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ قَالَ عُرْوَةُ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ كَانَ يُشَاعُ وَيُتَحَدَّثُ بِهِ عِنْدَهُ فَيُقِرُّهُ وَيَسْتَمِعُهُ وَيَسْتَوْشِيهِ وَقَالَ عُرْوَةُ أَيْضًا لَمْ يُسَمَّ مِنْ أَهْلِ الْإِفْكِ أَيْضًا إِلَّا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَمِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ فِي نَاسٍ آخَرِينَ لَا عِلْمَ لِي بِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ عُصْبَةٌ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنَّ كِبْرَ ذَلِكَ يُقَالُ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ أَنْ يُسَبَّ عِنْدَهَا حَسَّانُ وَتَقُولُ إِنَّهُ الَّذِي قَالَ۔

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي ؎
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ وَهُوَ يَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ

رسول الله صلى الله عليه وسلم فيسلم ثم يقول كيف تيكم ثم
ينصرف فذلك يريبني ولا اشعر بالشر حتى خرجت حين نقهت
فخرجت مع ام مسطح قبل المناصع وكان متبرزنا وكنا لا نخرج
الا ليلا الى ليل وذلك قبل ان نتخذ الكنف قريبا من بيوتنا قالت
وامرنا امر العرب الاول في البرية قبل الغائط وكنا نتاذى بالكنف
ان نتخذها عند بيوتنا قالت فانطلقت انا وام مسطح وهي ابنة
ابي رهم بن المطلب بن عبد مناف وامها بنت صخر بن عامر خالة
ابي بكر الصديق وابنها مسطح قبل بيتي حين فرغنا من شأننا
فعثرت ام مسطح في مرطها فقالت تعس مسطح فقلت لها بئس ما قلت
اتسبين رجلا شهد بدرا فقالت اي هنتاه ولم تسمعي ما قال قالت
وقلت ما قال فاخبرتني بقول اهل الافك قالت فازددت مرضا
على مرضي فلما رجعت الى بيتي دخل علي رسول الله صلى الله عليه
وسلم فسلم ثم قال كيف تيكم فقلت له اتاذن لي ان اتي ابوي
قالت واريد ان استيقن الخبر من قبلهما قالت فاذن لي رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقلت لامي يا امتاه ماذا يتحدث الناس
قالت يا بنية هوني عليك فوالله لقلما كانت امراة قط وضيئة عند
رجل يحبها لها ضرائر الا كثرن عليها قالت فقلت سبحان الله
اولقد تحدث الناس بهذا قالت فبكيت تلك الليلة حتى اصبحت
لا يرقا لي دمع ولا اكتحل بنوم ثم اصبحت ابكي قالت ودعا رسول
الله صلى الله عليه وسلم علي بن ابي طالب واسامة بن زيد حين
استلبث الوحي يسالهما ويستشيرهما في فراق اهله قالت فاما
اسامة فاشار على رسول الله صلى الله عليه وسلم بالذي يعلم
من براءة اهله وبالذي يعلم لهم في نفسه فقال اسامة اهلك

وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا وَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيرَةَ فَقَالَ أَيْ بَرِيرَةُ هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يُرِيبُكِ قَالَتْ بَرِيرَةُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا قَطُّ أَغْمِصُهُ غَيْرَ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ قَالَتْ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي عَنْهُ أَذَاهُ فِي أَهْلِي وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَمَا يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ أَخُو بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعْذِرُكَ فَإِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بِنْتَ عَمِّهِ مِنْ فَخِذِهِ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ قَالَتْ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ وَلَوْ كَانَ مِنْ رَهْطِكَ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ يُقْتَلَ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ قَالَتْ فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَتْ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ قَالَتْ فَبَكَيْتُ يَوْمِي ذٰلِكَ كُلَّهُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ قَالَتْ وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَا يَرْقَأُ لِي

دمع ولا اكتحل بنوم حتى انى لاظن ان البكاء فالق كبدى فبينا
ابواى جالسان عندى وانا ابكى فاستاذنت علىّ امرأة من الانصار
فاذنت لها فجلست تبكى معى قالت فبينا نحن على ذلك دخل رسول
الله صلى الله عليه وسلم علينا فسلم ثم جلس قالت ولم يجلس
عندى منذ قيل ما قيل قبلها وقد لبث شهرا لا يوحى اليه فى شانى
بشئ قالت فتشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين جلس ثم
قال اما بعد يا عائشة انه بلغنى عنك كذا وكذا فان كنت بريئة
فسيبرئك الله وان كنت الممت بذنب فاستغفرى الله وتوبى اليه
فان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه قالت فلما قضى
رسول الله صلى الله عليه وسلم مقالته قلص دمعى حتى ما احس منه قطرة
فقلت لابى اجب رسول الله صلى الله عليه وسلم عنى فيما قال فقال ابى
والله ما ادرى ما اقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت لامى اجيبى
رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما قال قالت امى والله ما ادرى ما
اقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت وانا جارية حديثة السن
لا اقرأ من القرآن كثيرا انى والله لقد علمت لقد سمعتم هذا
الحديث حتى استقر فى انفسكم وصدقتم به فلئن قلت لكم انى
بريئة لا تصدقونى ولئن اعترفت لكم بامر والله يعلم انى منه
بريئة لتصدقنى فوالله لا اجد لى ولكم مثلا الا ابا يوسف حين
قال فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون ثم تحولت واضطجعت
على فراشى والله يعلم انى حينئذ بريئة وان الله مبرئى ببراءتى ولكن
والله ما كنت اظن ان الله منزل فى شانى وحيا يتلى لشانى فى نفسى كان
احقر من ان يتكلم الله فىّ بامر ولكن كنت ارجو ان يرى رسول الله صلى الله
عليه وسلم فى النوم رؤيا يبرئنى الله بها فوالله مادام رسول الله صلى الله

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِنَ الْعَرَقِ مِثْلُ الْجُمَانِ وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِّنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْهِ قَالَتْ فَسُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ أَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ قَالَتْ فَقَالَتْ لِي أُمِّي قُومِي إِلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ فَإِنِّي لَا أَحْمَدُ إِلَّا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَتْ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ الْعَشْرَ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذَا فِي بَرَاءَتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ وَاللّٰهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ إِلَى قَوْلِهِ غَفُورٌ رَّحِيمٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ بَلَى وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِي فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي فَقَالَ لِزَيْنَبَ مَاذَا عَلِمْتِ أَوْ رَأَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ قَالَتْ وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنِي مِنْ حَدِيثِ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ ثُمَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي قِيلَ لَهُ مَا قِيلَ لَيَقُولُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا كَشَفْتُ مِنْ كَنَفِ أُنْثَى قَطُّ قَالَتْ ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ تہمت کی حدیث۔ ابن شہابؒ فرماتے ہیں۔ ہمیں عروۃ بن زبیر۔ سعید بن مسیب۔ علقمہ بن وقاص۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ

تہمت لگانے والے نے جو کچھ کہا اس کے جواب میں ان سب لوگوں نے کچھ کچھ حصہ مجھے بیان کیا۔ بعض دوسرے کی بنسبت حدیث کو زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں۔ اور ان کا سیاق سباق سے زیادہ تعلق ہے۔ میں نے ان میں سے ہر ایک سے حدیث کو محفوظ کیا ہے۔ جو حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں۔ بعض کی حدیث دوسری حدیث کی تصدیق کرتی ہے۔ اگرچہ بعض بعض سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ کہ جب کسی سفر پہ جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے تھے۔ جس کا قرعہ نکل آتا آپؐ اس کو ہمراہ لے جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ایک غزوہ میں میرا قرعہ نکل آیا۔ تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ یہ پردہ کے حکم کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں ایک پردہ دار شغدف میں سوار کی جاتی اور اتاری جاتی تھی۔ بہرحال ہم چلے یہاں تک کہ آپؐ اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس لوٹے۔ اور لوٹتے ہوئے ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ تو رات کو کوچ کرنے کا اعلان ہو گیا۔ جب کوچ کرنے کا اعلان ہوا تو میں قضاء حاجت کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ چلتے چلتے لشکر سے آگے نکل گئی۔ پس جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو گئی۔ تو اپنے ٹھکانے پہ واپس آئی۔ میں نے اپنے سینے کو ٹٹولا۔ تو میرا ظفار مقام کے خرمہرہ کا ہار ٹوٹ چکا تھا۔ میں ہار تلاش کرنے کے لئے واپس آئی۔ تو تلاش کرنے میں مجھے دیر لگ گئی۔ فرماتی ہیں کہ وہ لوگ جو میرے کجاوے کو کس کر کوچ کرایا کرتے تھے۔ انہوں نے میرے شغدف کو اٹھایا۔ اور میرے اس اونٹ پہ اسے کس دیا۔ جس پہ میں سواری کرتی تھی۔ ان کا گمان تھا۔ کہ میں شغدف کے اندر ہوں۔ کیونکہ اس وقت عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ وہ بھاری بھرکم نہیں ہوتی تھیں۔ اور نہ ہی گوشت نے انہیں ڈھانپ کر موٹا کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ تھوڑا سا کھانا کھایا کرتی تھیں۔ پس ان کو شغدف کا ہلکا پھلکا ہونا محسوس نہ ہو سکا۔ جب کہ انہوں نے اسے اٹھایا۔ اور اسے اونٹ پہ رکھا۔ اور میں ایک نوخیز لڑکی تھی۔ جس کی عمر پندرہ سال تھی۔ پس انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل دیئے۔ جب لشکر جا چکا تو مجھے میرا ہار مل گیا۔ پس میں ان کے پڑاؤ کی جگہ آئی جہاں نہ ان میں سے کوئی پکارنے والا اور نہ ہی کوئی جواب دینے والا تھا۔ پس میں نے اپنی اسی جگہ کا قصد کیا جہاں میرا ٹھکانا تھا۔ کیونکہ میرا گمان تھا کہ کسی پڑاؤ پہ جا کر وہ مجھے گم پائیں گے۔ تو میری

طرف واپس آئیں گے۔ پس دریں اثنا میں اپنی جگہ پر بیٹھی تھی۔ کہ نیند کا غلبہ ہوا تو میں سوگئی۔ حضرت صفوانؓ بن المعطل السلمی ثم الذکوانی لشکر کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لئے رہتے تھے وہ صبح کے وقت میری جگہ تک پہنچے۔ انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا جثہ دیکھا۔ کیونکہ انہوں نے مجھے پردہ کے حکم سے پہلے دیکھا تھا۔ اس لئے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا۔ تو اس کے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے سے میں بیدار ہوگئی۔ وہ مڑے اپنی اونٹنی بٹھائی اس کے اگلے ہاتھ کو روندا میں اس کی طرف اٹھ کر سوار ہوگئی۔ وہ پیدل اونٹنی کو کھینچتے ہوئے عین دوپہر کے وقت سخت گرمی میں ہم لشکر کے اندر پہنچ گئے۔ وہ لوگ پڑاؤ کرنے والے تھے۔ پس پھر تو طوفان باندھنے والے مجھ پر تہمت لگا کر ہلاکت کا سامان کرنے لگے۔ اور اس طوفان کی لڑائی کا سرپرست عبداللہ بن ابی بن سلول منافق تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ اسی کے پاس پروپیگنڈا کیا جاتا۔ باتیں ہوتیں۔ پس وہ اس کا اقرار کرتا اور کان لگا کر سنتا اور اسی کے ہاں بحث ومباحثہ ہوتا۔ نیز حضرت عروہؓ اہل افک میں اور کسی کا نام نہیں سوائے ان تین آدمیوں کے نام نہیں لیا جاتا۔ ایک حضرت حسان بن ثابتؓ۔ مسطحؓ بن اثاثہ۔ اور حمنہؓ بنت جحش دوسرے لوگ بھی تھے۔ جن کے ناموں کا مجھے علم نہیں ہے۔ البتہ وہ ایک چھوٹا سا گروہ تھا۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔ عصبۃ منکم۔ لیکن ان میں سے بڑی کارگذاری والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ پسند نہیں کرتی تھیں کہ ان کے پاس حضرت حسانؓ بن ثابت کو برا بھلا کہا جائے۔ وہ فرماتی تھیں کہ یہ وہ شخص ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہا ہے۔ ؎ کہ میرا باپ اور اس کا والد اور میری آبرو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر قربان ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم جب مدینہ پہنچے تو میں مہینہ بھر بیمار رہی اور لوگ افک والوں کی باتوں کا چرچا کر رہے تھے۔ مجھے کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔ البتہ میں اس بیماری میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ لطف اور مہربانی نہیں محسوس کرتی تھی جو میں عموماً اپنی بیماری کے وقت دیکھا کرتی تھی۔ بس اتنا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے پاس تشریف لاتے۔ تو سلام کرنے کے بعد صرف اتنا فرماتے کہ وہ کیسی ہے یا اس کا کیا حال ہے پھر چلے جاتے۔ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی تھی۔ لیکن مجھے اس شرارت کا کوئی علم نہیں تھا۔ جب میں بیماری کی

وجہ سے بہت کمزور ہو گئی تو ایک دن میں گھر سے باہر نکلی تو میرے ہمراہ مناصع یعنی بیت الخلاء کی طرف حضرت ام مسطحؓ بھی باہر گئیں۔ اور ہم قضاء حاجت کے لئے صرف رات کے وقت نکلا کرتی تھیں۔ کیونکہ ہمارے گھروں کے نزدیک ابھی بیت الخلاء نہیں بنائے گئے تھے۔ اور ہمارا حال پہلے عرب کے لوگوں جیسا تھا۔ کہ ہم قضاء حاجت کے لئے جنگل کی طرف جاتے تھے۔ ہمیں گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے بدبو سے تکلیف پہنچتی تھی۔ بہرحال میں اور حضرت ام مسطحؓ چل پڑیں۔ ام مسطح ابی رھم بن عبدالمطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھی۔ ان کی ماں ام سلمیٰ صخر بن عامر کی بیٹی تھی۔ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خالہ لگتی تھیں۔ اور ان کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب تھے۔ قضاء حاجت سے فارغ ہونے کے بعد میں اور ام مسطحؓ واپس آرہی تھیں کہ ام مسطحؓ اپنی گرم چادر میں پھسلنے کی وجہ سے گر پڑیں۔ تو فرمانے لگیں اے مسطح تو ہلاک ہو جائے۔ میں نے یہ سن کر ان سے کہا۔ کہ آپ نے بہت برا کہا۔ کہ آپ ایک ایسے شخص کو برا بھلا کہہ رہی ہیں۔ جو بدر کی لڑائی میں حاضر ہو چکا ہے۔ اس نے کہا۔ اے بھولی! کیا تو نے وہ نہیں سنا جو وہ کہتا پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے۔ تو اس نے مجھ پر طوفان برپا کرنے والوں کی باتوں سے مجھے آگاہ کیا۔ جس سے میری بیماری میں اور اضافہ ہو گیا چنانچہ میں گھر واپس آئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول میرے پاس تشریف لا کر سلام کیا۔ میرا حال پوچھا۔ میں نے میکے جانے کی اجازت مانگی۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے والدین کی طرف سے اس خبر کی تصدیق کر دوں۔ تو آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میکے جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے اپنی ماں سے آکر پوچھا کہ یہ لوگ کیا باتیں کرتے پھرتے ہیں۔ اس نے کہا بیٹی! دل کو نہ لگاؤ۔ اپنے اوپر سہولت کرو۔ کیونکہ جو عورت اپنے خاوند کی محبوبہ اور حسینہ ہو۔ اور اس کی سوکنیں بھی ہوں۔ تو اکثر وہ اس کی عیب چینی کیا کرتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کتنا تعجب ہے۔ کہ لوگ اس کا چرچا کر رہے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ بس میں تو رات بھر روتی رہی۔ یہاں تک کہ صبح کر دی۔ کہ میرے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ اور نہ ہی مجھے سرمہ کے برابر نیند آتی تھی۔ بہرحال میں صبح تک روتی رہی۔ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ ابن ابی طالب اور اسامہؓ بن زیدؓ کو اس وقت بلایا جب کہ وحی کے آنے میں دیر لگ گئی۔ آپؐ ان سے سوال کرتے اور اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں مشورہ طلب کرتے تھے۔ فرماتی ہیں کہ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نے تو آپ کی اہلیہ محترمہ کی

براءۃ کے متعلق جو وہ جانتے تھے وہ بتلایا اور جو اپنے طور پر وہ جانتے تھے اس کی اطلاع بھی کی بہرحال حضرت اسامہؓ فرمانے لگے کہ حضرت! وہ آپ کی اہلیہ ہیں ہم تو ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے۔ لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ ان کے سوا اور عورتیں بہت ہیں۔ ویسے آپؐ ان کی باندی سے دریافت فرمائیں وہ آپؐ کو سچ سچ بتادیں گی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہؓ کو بلا کر پوچھا کہ اے بریرہ تونے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس نے تمہیں پریشان کیا ہو۔ حضرت بریرہؓ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں نے تو ان کے خلاف کوئی عیب کی بات نہیں دیکھی سوائے اس کے وہ نوخیز لڑکی ہے۔ گھر کا آٹا گھوند کر سو جاتی ہے گھر کی بکری آکر کھا جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہو کر عبد اللہ بن ابی منافق کے بارے میں لوگوں سے مدد طلب کرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت اس شخص کے بارے میں کون میری مدد کرتا ہے جس کی ایذارسانی میرے گھر والوں تک پہنچ گئی ہے۔ واللہ! میں تو اپنے گھر والوں پر سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔ اور جس آدمی کا تہمت کے سلسلہ میں وہ لوگ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی سوائے خیر کے میں اور کچھ نہیں جانتا۔ وہ میرے گھر والوں کے پاس میرے ہمراہی کے سوا کبھی کوئی نہیں داخل ہوا۔ فرماتی ہیں کہ حضرت سعدؓ جو بنو عبد الاشہل کے بھائی ہیں اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میں آپؐ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر وہ شخص اوس کے قبیلہ سے ہے۔ تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اگر وہ ہمارے بھائی خزرج کے قبیلہ سے ہے۔ تو آپؐ حکم دیں ہم آپؐ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ فرماتی ہیں کہ خزرج کا ایک آدمی اٹھا۔ کہ حضرت حسانؓ کی والدہ اس کے قبیلہ سے ان کی چچا زاد بہن تھی۔ وہ سعد بن عبادہ تھے۔ جو خزرج کے سردار تھے۔ فرماتی ہیں کہ وہ واقعہ سے پہلے بہت نیک آدمی شمار ہوتے تھے۔ لیکن اب انہیں ان کی خاندانی غیرت نے برانگیختہ کیا۔ حضرت سعدؓ سے کہنے لگے کہ آپ نے ٹھیک نہیں کہا۔ کہ اللہ کی قسم! آپؐ اس خزرجی کو نہ قتل کریں گے۔ اور نہ ہی آپ کو ان کے قتل کرنے کی قدرت ہے۔ اگر وہ آپ کے قبیلہ کا آدمی ہوتا تو آپ اس کا قتل کیا جانا پسند نہ کرتے۔ حضرت اسید بن حضیرؓ جو حضرت سعدؓ کے چچا زاد بھائی تھے اٹھ کر سعد بن عبادہؓ سے کہنے لگے۔ کہ تو نے غلط کہا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم اس شخص کو ضرور قتل کریں گے تو منافق ہے۔

اور منافقوں کی حمایت کرتا ہے۔ فرماتی ہیں کہ دونوں قبیلے اوس اور خزرج بھڑک اٹھے۔ یہاں تک وہ لڑائی کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پہ کھڑے کھڑے ان کو ٹھنڈا کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بھی خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی چپ ہو گئے۔ فرماتی ہیں کہ وہ سارا دن میں روتی رہی نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے دن بھر نیند آتی تھی۔ فرماتی ہیں۔ صبح کو میرے ماں باپ میرے پاس آئے جب کہ میں دو راتیں مسلسل اور ایک دن کامل رو چکی تھی۔ نہ مجھے ذرہ بھر نیند آتی تھی اور نہ ہی میرے آنسو تھمتے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا۔ کہ کہیں میرا رونا میرے جگر کو نہ پھاڑ ڈالے۔ پس دریں اثنا کہ میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی۔ کہ انصار کی ایک عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ جسے میں نے اجازت دے دی۔ پس وہ بھی میرے پاس آکر بیٹھی اور رونے لگی۔ فرماتی ہیں کہ دریں اثنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے سلام کیا۔ پھر بیٹھ گئے۔ اور جب سے یہ قصہ ہوا تھا اس وقت سے آج تک میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ اور مہینہ بھر انتظار کے باوجود میرے بارے میں کچھ وحی آپؐ پہ نازل نہیں ہوتی تھی۔ پس آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے ہی کلمہ تشہد پڑھا۔ پھر فرمایا اما بعد اے عائشہ! آپ کی طرف سے اِس اِس طرح تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ اگر تم پاک وصاف ہو تو اللہ تعالےٰ عنقریب تمہیں بری قرار دے دیں گے۔ اگر تم نے گناہ کا کام کر لیا ہے تو اللہ تعالےٰ سے مغفرت طلب کرو۔ اور اس کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ ابھی آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو ختم کی تھی کہ میرے آنسو تھم گئے۔ یہاں تک کہ مجھے اس کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے اس قصہ کے بارے میں جواب دیں۔ میرے باپ نے کہا واللہ میں نہیں جانتا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ اس بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں۔ میری ماں نے کہا واللہ! میں بھی نہیں جانتی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔ پس میں خود بولی اور میں نوخیز لڑکی تھی۔ میں نے بہت قرآن نہیں پڑھا تھا۔ میں نے کہا واللہ! میں جانتی ہوں کہ آپ لوگ میرے خلاف یہ بات سن چکے ہو۔

یہاں تک کہ وہ تمہارے دلوں میں قرار پکڑ چکی ہے ۔ اور تم اس کو سچا سمجھ چکے ہو۔ اب اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ میں پاک دامن ہوں تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے ۔ اگر میں کسی معاملہ کا اقرار کروں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم مجھے سچا سمجھو گے اور اللہ کی قسم میرا اور تمہارا حال ایسا ہے جیسا کہ یوسفؑ کے والد یعقوبؑ نے فرمایا تھا۔ میرے لئے صبر جمیل ہے اور جو کچھ تم لوگ بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں ۔ پھر میں منہ پھیر کر اپنے بستر پر لیٹ گئی ۔ اور اللہ جانتا ہے ۔ کہ میں اس وقت پاک دامن ہوں ۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور میری برأت نازل فرمائیں گے ۔ اور واللہ میرا یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائیں گے جو قیامت تک تلاوت کی جائے گی ۔ میں اپنے آپ کو اس سے حقیر سمجھتی تھی ۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کلام فرمائیں ۔ لیکن مجھے امید تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند کے اندر کوئی خواب دکھایا جائے گا ۔ جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بری قرار دیں گے ۔ فرماتی ہیں ۔ واللہ ابھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس سے جدا نہیں ہوئے تھے ۔ اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا تھا ۔ یہاں تک کہ آپؐ پر وحی نازل کی گئی ۔ تو آپؐ کو اس سختی نے آپکڑا جو نزول وحی کے وقت آپؐ کو گھیرا کرتی تھی ۔ یہاں تک کہ پسینہ چھوٹے چھوٹے موتیوں کی طرح آپؐ سے بہنے لگا ۔ یہ قول باری تعالیٰ کا بوجھ تھا جو سخت جاڑے کے دن کے اندر آپؐ پر نازل کیا گیا ۔ فرماتی ہیں کہ جب یہ کیفیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھل گئی تو آپؐ ہنس رہے تھے ۔ اور پہلا کلمہ جو آپؐ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا ۔ کہ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ ! تجھے اللہ تعالیٰ نے بری قرار دیا ہے ۔ فرماتی ہیں ۔ میری والدہ نے مجھے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھو اور شکریہ ادا کرو ۔ میں نے کہا ۔ واللہ ! میں آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکریہ کے لئے نہیں اٹھوں گی ۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کروں گی ۔ جس نے میری برأت نازل فرمائی ۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ ان الذین جاؤا بالافک سے دس آیات تک نازل فرمائیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صراحۃً میری برأت والی آیات نازل فرمائی ۔ اولئک مبرؤن الخ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ رشتہ داری اور فقیری کی وجہ سے حضرت مسطحؓ پر خرچ کرتے تھے ۔ فرمانے لگے اللہ کی قسم ! میں تو اب مسطحؓ پر کچھ بھی خرچ نہیں کروں گا ۔ کیونکہ اس نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں یہ پارٹ ادا کیا ہے ۔ کہ دشمنوں کی سازش میں شامل ہو گئے ۔ تو

تو اللہ تعالٰی نے ولا یأتل اولوا الفضل سے لے کر غفور رحیم تک نازل فرمائی۔ جس پہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ واللہ کیوں نہیں، میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالٰی میری مغفرت فرمائیں۔ پس حضرت مسطحؓ کو وہ خرچہ پھر دینا شروع کر دیا جو ان پہ اس سے پہلے خرچہ کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ اب میں ان کا یہ نفقہ کبھی بند نہیں کروں گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ بنت جحش سے میرے معاملہ کے بارے پوچھا اور حضرت زینبؓ سے فرمایا کہ تو کیا جانتی ہے اور تو نے کیا دیکھا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں تو اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ رکھتی ہوں۔ کہ میں نے نہ تو سنا اور نہ دیکھا۔ واللہ! مجھے خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں۔ حضرت عائشہؓ یہی بی بی تھی۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات میں سے میرا مقابلہ کیا کرتی تھی۔ لیکن اللہ تعالٰی اسے ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے بچا لیا۔ لیکن ان کی بہن حمنہؓ بنت جحش ان کی خاطر لڑائی کرتی رہتی تھی۔ چنانچہ وہ بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو کر ہلاکت کا شکار ہوئی۔ ابن شہابؒ زہری فرماتے ہیں کہ یہ بیان کردہ حدیث مجھے ان حضرات کی طرف سے پہنچی۔ پھر عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ وہ شخص جس کو اس قصّہ میں متّہم کیا گیا یعنی حضرت صفوان بن معطلؓ وہ فرماتے ہیں سبحان اللہ! مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے آج تک کبھی کسی عورت کا ستر نہیں کھولا فرماتی ہیں کہ وہ اس واقعہ کے بعد اللہ کے راستہ میں شہید ہو گئے۔ اگر ان کا کچھ بھی قصور ہوتا تو وہ شہادت کا اعزاز حاصل نہ کرتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | ان الذین جاؤا بالافک آیت کریمہ میں افک بمعنی کذب کے ہے۔ اس کے اندر جو اسم جنس ہے اس کے اندر بھی کئی لغات ہیں۔ اور اس سے فعل بھی بنتا ہے۔

امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ جو لفظ متعدد مقام پہ آئے۔ تو اس کا مشتق بیان فرما دیتے ہیں۔ افک بفتح الہمزہ وبکسرہا جیسے نَجَسٌ و نَجِسٌ میں جیم کو مفتوح اور مکسور پڑھتے ہیں۔ نظیر صرف ایک لفظ کے فتح اور کسر میں ہے۔ مصدر اِفک ہے و اَفَکٌ ہے۔ ماضی اَفکھم ہے۔

حدثنا عبد العزیز الخ امام ابن شہابؒ زہری نے اپنے چار اساتذہ سے طویل حدیث تو نہیں سنی۔ البتہ اس کا بعض حصہ کسی سے سنا اور بعض کسی دوسرے سے۔ لیکن جمیع حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ افک کے معنی صرف یعنی پھیرنے کے بھی آتے ہیں۔ اس لئے کہ کذب بہت سے چیزوں سے پھیر

دیتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ افکہ من افک ای صرفہ من صُرف۔

اقرع بین ازواجہ آپؐ پر تسویہ بین النساء یعنی باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا۔ بلکہ ترجی من تشاء منھن کہ آپؐ جس کو چاہیں پیچھے کر دیں جس کو چاہیں ٹھکانا دے دیں۔ اس عدم ایجاب کے باوصف آپؐ اپنی ازواج میں عدل کیا کرتے تھے۔ یعنی کھانے پینے اور رات گزارنے میں انصاف ہوتا تھا۔ چونکہ سفر میں یہ صورت ممکن نہیں تھی۔ اس لئے قرعہ اندازی کرتے تھے۔ تاکہ ان کے دلوں کو تسلی ہو۔ ھودج پالکی کی طرح شقدف بنایا جاتا تھا۔ آذن لیلۃ بالرحیل قاعدہ یہ تھا کہ قافلہ کی روانگی سے پہلے ایک گھنٹہ امیر قافلہ ندا دیتا تھا۔ الفلاح الفلاح یا اس کے مناسب جو الفاظ ہوتے وہ پکارتا تھا۔ تو ہر مسافر تیاری کر لیتا۔ دوسری ندا پر اونٹوں پر اسباب لاد دیا جاتا اور تیسری ندا پر قافلہ چل پڑتا تھا۔

عقدلی بن جزع ظفار ظفار یمن میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں خرمہرہ کے ہار لائے جاتے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہ ناخن کی مانند ہوتے تھے۔ لم یھبلن ھبل کے معنی موٹا ہونا۔ علقہ وہ مقدار جو انگلی میں لٹکائی جائے۔ شئی قلیل کفایہ ہے۔ بعد ما استمر مرور سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی چلے جانے کے ہیں۔ لیس بھا منھم داع ولا مجیب یہ ایک محاورہ ہے۔ میدان کے جو خالی ہونے سے کنایہ ہے۔ ذکوانی من وراء الجیش قافلہ والوں کی عادت ہوتی تھی۔ کہ چند آدمی مقرر کر لیتے تھے جو قافلہ کی روانگی ڈیڑھ دو گھنٹہ بعد آتے۔ اگر کوئی آدمی قافلہ سے بچھڑ جاتے یا کوئی سامان رہ جائے۔ تو وہ اس کو لے کر قافلہ میں پہنچا دے۔ حضرت صفوان بن المعطلؓ کی یہ ڈیوٹی تھی۔ جلباب وہ چادر جو تمام بدن کو ڈھانپ لے۔ بجائے برقعہ کے اسے استعمال کیا جاتا تھا۔ ھوی بمعنی سقط۔ نزل۔ فوطئ علی یدھا عادت یہ ہے کہ کسی ناتجربہ کار کو اونٹ پر سوار کرنے کے لئے اونٹ کے گھٹنوں کو دباتے ہیں۔ تاکہ وہ کھڑا نہ ہو جائے۔ موغرین سخت گرمی میں آنے والے۔ عبداللہ بن ابی ابی اس کے باپ کا نام تھا۔ اور سلول اس کی ماں کا نام۔ لہذا ابن سلول مرفوع ہوگا۔

ھلک من ھلک افترا پردازی سے کنایہ ہے۔ الذی تولی کبرہ فلہ عذاب عظیم فرمایا گیا ہے۔ متولی کبر الافک میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت حسانؓ بن ثابت کا نام لیتے ہیں اور بعض نے عبداللہ بن ابی کے متعلق کہا ہے جیسے روایت سے ثابت ہے یہ قبیلہ خزرج کے آدمی تھے۔

انہ کان یشاع یہ متولی کبر ہونے کی علت ہے۔ کہ یہ افک کی گفتگو کی تصدیق کرتا تھا۔ اور اسے بنا سنوار کر پھیلاتا تھا۔ کسی طرح تردید نہیں کرتا تھا۔ لیستوشیہ زینت دینا۔ عصبہ جماعت کو کہتے ہیں۔ جو دس آدمیوں سے کم پر مشتمل ہو۔ تقول الذی قال یہ حضرت حسان بن ثابتؓ تھے۔ اور زمانہ جاہلیت میں شاعر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ افک میں حصہ لینے کے باوجود حضرت عائشہؓ ان کا احترام کرتی تھیں اور ان کے بارے میں بُرا بھلا سننا پسند نہ کرتی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت سے مدحیہ قصائد کہے تھے۔ ان میں سے ایک شعر یہ بھی ہے۔ ان ابی دو الدہ الخ مقصد یہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر فدائی ہو اس کی شان میں گستاخی نہ کرنی چاہیئے۔ وھو یریبنی ھو ضمیر شان کی مبہم بعد کا جملہ اس کی تفسیر ہے۔ کیف تیکم ای کیف ھذہ یہ فرمان آپؐ کا خادمہ وغیرہ سے ہوتا تھا۔ لیکن مجھ سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ نقہت نقاہت اس ضعف کو کہتے ہیں جو بیماری زائل ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ اب تو عام ضعف کو کہنے لگے۔ مناصع ایک جگہ کا نام ہے جہاں عورتیں قضاء حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ ام مسطح حضرت صدیق اکبرؓ کی خالہ زاد بہن ہیں۔ تو حضرت عائشہؓ کی پھوپھی ہوئیں۔

امر العرب الاول امر بمعنی عادت۔ الاول۔ ممکن ہے العرب کی صفت ہو۔ اور ممکن ہے امر کی صفت ہو۔ فی البریۃ ای لقضاء الحاجۃ فی البریۃ۔ بریۃ شہر کے باہر کی زمین کو کہتے ہیں۔

تعس مسطح یہ جملہ بد دعا کے لئے ہے۔ کہ خدا مسطح کو زمین پر اوندھا گرادے۔ ای ھنتاہ ای ھذہ یعنی اے فلانی بھولی بھالی۔ اولم تسمعی ای لم تسمعی ما قال کے معنی میں ہے۔

ھونی علیک ای خففنی علیک اس لئے کہ جو عورت خوب صورت ہو۔ اور اس کی سوکنیں بھی ہوں۔ تو اس پر طرح طرح سے افترا پردازی کی جاتی ہے۔ تو ماں نے نصیحت کی کہ دل کو نہ لگاؤ اپنے حال پر رحم کرو۔ الا کثرن علیہا ای کثرن فی الافتراءات ازواج مطہرات میں سے کسی بی بی نے افک میں حصہ نہیں لیا۔ البتہ حضرت زینبؓ بنت جحش جو ازواج مطہرات کی دوسری پارٹی کی لیڈر تھیں۔ ان کی بہن حمنہ بنت جحش نے اپنی بہن کی طرفداری میں افک میں اس لئے حصہ لیا کہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے گر جائیں۔ اور حضرت زینبؓ آپؐ کی منظور نظر بن جائیں۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ حضرت حمنہؓ اپنی بہن حضرت زینبؓ کے اشارہ سے کام کر رہی ہے۔ لقلما ای لیس الامر قط نفی

کی تاکید کے لئے ہے۔ لا اہیر قاءٍ بمعنی ٹھہرنا۔ منقطع ہونا۔ لا اکتحل بنوم یعنی نیند کا سرمہ بھی نہیں لیتی تھی۔ سرمہ تھوڑی مقدار میں لیا جاتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ تھوڑی سی نیند بھی نہیں آتی تھی۔

استلبث الوحی ای تاخر وحی کو دیر ہو گئی۔ آپؐ کا منشاء یہ تھا۔ کہ اگر وحی کے ذریعہ اہلِ افک کی تصدیق ہو جائے۔ تو میں حضرت عائشہؓ کو طلاق دے دوں۔ اگر ان کی براءت ثابت ہو جاتی ہے تو اہلِ افک کی تکذیب کی جائے۔ مہینہ بھر وحی نہ آئی۔ تو آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ کو مشورہ کیلئے بلایا۔ جن کے جوابات میں اختلاف ہے۔ حضرت اسامہؓ کا مقصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کی براءۃ تھا۔ اور حضرت علیؓ کا مطمح نظر یہ تھا کہ چونکہ واقعہ افک سے آپؐ پر جو گرانی طاری ہے۔ وہ بھی زائل ہو جائے۔ اور اہل خانہ کی براءت بھی ہو جائے۔ یقینی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے زیادہ غیرت مند تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔ انا اغیر الناس واللہ اغیر منی یہ اس وقت کا فرمان ہے۔ جب حضرت سعدؓ نے فرمایا تھا کہ میں بیوی کے ساتھ زنا کی حالت میں گواہ کیسے تلاش کر سکتا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا حضرت سعدؓ غیرت مند ہیں۔ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے سے زیادہ غیرت والے ہیں۔ بنا بریں دونوں جوابوں میں فرق آیا۔ حضرت عائشہؓ حضرت اسامہؓ کے جواب کو پسند کرتی ہیں کیونکہ ان کے جواب میں خالص ان کی براءۃ تھی۔ حضرت علیؓ کا مقصد ان کی براءۃ کے ساتھ ساتھ آپؐ سے گرانی کا زائل کرنا بھی تھا۔ اس جواب کو حضرت عائشہؓ نے پسند نہیں فرمایا۔

اھلک ای ھی اھلک امسک اھلک کے معنی ہیں۔ والنساء سواھا کثیر یہ کلمہ آپؐ کے ثقل کو دور کرنے کے لئے تھا۔ اور سل الجاریۃ یہ براءۃ کے لئے تھا۔ کہ باندی ہر وقت گھر میں ان کے ساتھ رہتی ہے۔ مالکہ البیت کے حالات سے خوب واقف ہوتی ہے۔ یہ براءۃ دعوی الشئ ببینۃ کے طور پر ہے۔ پہلے براءۃ بغیر بینہ کے طور پر ہے۔ جواب نفی کے ساتھ دیا ہے۔ عفیفہ بریئہ کے الفاظ نہیں کہے گئے۔ اور حضرت علیؓ کی براءۃ نہایت قوی ہے۔ جو ان کی فصاحت وبلاغت۔ ذکاوت اور علم عظیم پر دلالت کرتی ہے۔ ھل رأیت من شیئ یریبک کیونکہ عادت ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان جب کوئی اجنبیہ ہو۔ تو براہِ راست ان کے تعلقات قائم نہیں ہو سکتے۔ فاحشہ عورت ایسا کر سکتی ہے۔ حدیثۃ السن جاریہ جو کسی سے واقف نہ ہو وہ براہِ راست تعلقات پیدا نہیں کر سکتی۔ درمیان میں کسی کو واسطہ بناتی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہؓ سے پوچھا کہ اگر تو نے کوئی شک وشبہ کی

چیز دیکھی ہو۔ تو بتلادے۔ تنام عن عجین اھلھا یہ امور خانہ داری کے عیوب میں سے ہے۔ کہ اس قدر غافل ہیں کہ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں بکری آٹا کھا جاتی ہے۔ فاحشہ اور چالاک عورت تو کسی کو موقعہ نہ اعتراض کا نہیں دیتی۔ لیکن ایسی غافلہ عورت کی طرف زنا کی نسبت کیسے کی جا سکتی ہے۔

قالت قام رسول اللہ الخ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے جمیع ازواج مطہراتؓ سے پوچھا۔ سب نے براۃ بیان کی۔ حتیٰ کہ ہیڈ پارٹی حضرت زینبؓ نے بھی براۃ کر دی۔ فاستعذر ای طلب العذیہ عذیر بمعنی ناصر۔ اور بعض نے کہا طلب عذر کے معنی ہیں۔ کہ میں عبداللہ بن ابی کو اس معاملہ میں سزا دینا چاہتا ہوں۔ تو مجھے معذور سمجھنا۔ من یعذرنی اس سزا دینے میں میری کون مدد کرے گا۔

فان کنت بریئۃ الخ چونکہ حرف ان شرطیہ امور مشکوکہ پر داخل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپؐ کو ان کی براۃ میں شک ہے۔ ان کنت الممت کا جملہ بھی شک پر دال ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے نزدیک دونوں جانب برابر ہیں براۃ میں تردد ہے۔ حالانکہ تعلقات اخلاق اور محبت کا تقاضا تھا۔ کہ آپؐ اس شک کی مدافعت کرتے۔ اور پدری شفقت کا تقاضا تھا کہ ماں باپ بھی کھل کر براۃ کا اظہار کرتے۔ لیکن نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدافعت کا جوش آیا۔ نہ صدیق اکبرؓ کو اور نہ ہی والدہ ام رومانؓ کو آپ کی براۃ پر یقین آیا۔ وہ بھی شک میں رہے۔ ان امور کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو غصہ آیا۔ آنسو تھم گئے۔ خود جواب دینے کے لئے تیار ہو گئیں۔ اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ لا اجد لی ولکم مثلاً چونکہ حضرت عائشہؓ کی عمر تھوڑی تھی۔ قرآن مجید کثرت سے نہیں پڑھا تھا۔ کہنے لگیں مجھے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہ رہا۔ عذر بیان کرتی ہیں کہ ابو یوسف کیوں کہا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال یعقوب علیہ السلام جیسی ہے۔ جنہوں نے فصبرٌ جمیل الخ فرمایا تھا۔ میں بھی اس مصیبت میں صبر جمیل کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد خواہ ہوں کہ وہ میری براءت نازل فرمائیں۔ یہاں حضرت عائشہؓ نے فصاحت و بلاغت کے مطابق کلام کیا ہے۔ چونکہ زیادہ انکار نہیں تھا۔ اس لئے زیادہ مؤکدات نہیں لائے گئے۔ کیونکہ جس قدر انکار ہو اس قدر مؤکدات لائے جاتے ہیں۔ یہاں بھی آپؐ نے براۃ سے انکار نہیں کیا۔ ماں باپ نے بھی انکار نہیں کیا۔ لیکن ان کے یہ افعال کہ براۃ کو بیان نہیں کیا۔ پاکدامنی کے لئے جوش نہیں دکھایا۔ گویا کہ ان کی طرف سے انکار ہے۔ اس لئے مؤکدات ذکر کئے۔ واللہ۔ لقد علمت وغیرہ فرمایا۔

حتی استقر فی انفسکم جاگزین ہوجانا کیونکہ جب کسی چیز کو بار بار بیان کیا جاتے۔ تو وہ جاگزین ہوجاتی ہے۔ اس لئے کہ قوت واہمہ خلاق ہے۔ فلسفہ والے یہی کہتے ہیں۔

واللہ لیعلم انی منہ بریئۃ لتصدقنی الخ اس سے اپنی برأت بھی بیان کر گئیں۔ اور ان پہ الزام بھی دھر دیا۔ جمان سچے موتی۔ تسامینی سمو سے ماخوذ ہے۔ بمعنی بلندی۔ مسامات بمعنی بلندی کو چاہنا۔ حضرت زینبؓ ایک بی بی تھیں۔ جو حضرت عائشہؓ کا مقابلہ کرتی تھیں۔ ایک تو اس لئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن لگتی تھیں۔ دوسرے فوق السموات ان کا نکاح ہوا تھا۔ جس سے حضرت زیدؓ سے طلاق کے بعد ان کی دلداری مقصود تھی۔ چنانچہ وہ ہمیشہ اپنی فوقیت جتلایا کرتی تھیں۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے کوئی غلط بات نہیں کہی۔

فعصمہا اللہ بالورع چونکہ یہ چمڑے کا کام کرتی تھیں۔ اس کی آمدنی کا ½ حصہ فی سبیل اللہ خرچ کر کے ام المساکین کہلائیں۔ اور ½ حصہ سے اپنی ضروریات کا تکفل کرتی تھیں۔ سخاوت شرافت کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ازواج مطہرات نے اپنے متعلق سوال کیا۔ کہ ازواج میں سے کون سی بی بی سب سے پہلے آپؐ کو آکر ملے گی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اطولکن یدا یعنی جس کا لمبا ہاتھ ہوگا۔ بیبیوں نے ہاتھ ناپے تو حضرت سودہؓ کے ہاتھ لمبے تھے۔ لیکن سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تب سب کو معلوم ہوا کہ اطولکن یدا سے آپؐ کی مراد سخاوت تھی۔

من کنف انثی محدثین کے ہاں مشہور یہ ہے۔ کہ حضرت صفوان عنین تھے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ زنا سے کنایہ ہو کہ انہوں نے کسی عورت کا ستر نہیں کھولا۔ کنف وہ کپڑا جو عورت کو چھپاتا ہے۔

ثم قتل بعد ذلک الخ یہ بھی ان کی برأۃ کی دلیل ہے اور شہادت نصیب ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وھو یرینی فی دعمی ص ۵۹۴/۲۴ ضمیر شان کی ہے بعد کا جملہ اس کی تفسیر ہے۔ ما کشفت من کنف انثی قط یعنی فی حرام۔

تشریح از شیخ زکریاؒ کوکب میں ہے۔ فی الحرام لا فی الجاھلیۃ ولا فی الاسلام یعنی کبھی حرام کا ارتکاب نہیں کیا۔ نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ ہی زمانہ اسلام میں۔ کنف وہ کپڑا جس سے ستر کو چھپایا جائے۔ یہ عدم جماع سے کنایہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ عنین تھے۔ لیکن یہ ثابت نہیں۔ اس لئے کہ ان کی بیوی نے شکایت کی تھی۔ کہ میں روزہ رکھتی ہوں۔ یہ افطار کرا دیتا ہے۔ تو

حضرت صفوانؓ نے جواب دیا تھا کہ میں نوجوان ہوں صبر نہیں کرسکتا۔

حدیث نمبر ۳۷۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ لِي الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ أَبَلَغَكَ أَنَّ عَلِيًّاؓ كَانَ فِيمَنْ قَذَفَ عَائِشَةَؓ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ قَدْ أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ مِنْ قَوْمِكَ أَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ لَهُمَا كَانَ عَلِيٌّؓ مُسَلِّمًا فِي شَأْنِهَا فَرَاجَعُوهُ فَلَمْ يَرْجِعْ وَقَالَ مُسَلِّمًا بِلَا شَكٍّ فِيهِ وَعَلَيْهِ كَانَ فِي أَصْلِ الْعَتِيقِ كَذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک بن مروان اموی نے مجھے کہا کہ کیا تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علیؓ بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر زنا کی تہمت لگائی۔ میں نے کہا نہیں۔ لیکن تیری قوم کے دو آدمیوں نے مجھے خبر دی ہے۔ ایک تو ابوسلمہ عبدالرحمٰن ہیں۔ اور دوسرے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا تھا کہ حضرت علیؓ ان کے معاملہ میں صحیح وسالم تھے۔ انہوں نے کوئی حصہ نہیں لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت علیؓ کو بنوامیہ سے بغض تھا۔ ادھر خوارج کو حضرت علیؓ سے بغض تھا۔ وہ لوگ الذی تولی کبرہ کا مصداق حضرت علیؓ کو قرار دیتے تھے۔

کان علی مسلما یعنی قذف سے سالم تھے۔ اور اگر مسلّم ہو تو بھی ساکت کے ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ قاذفین میں سے نہیں تھے۔ ورنہ حد قذف لگتی۔ اور بعض نسخوں میں مسیئاً قی ساتھ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قاذفین میں سے تو نہیں تھے۔ لیکن چونکہ ان کا جواب حضرت عائشہؓ کو ظاہری طور پر پسند نہیں آیا۔ اس لئے انہوں نے ان کو مسیئاً کہا۔ لیکن ہشام کہتے ہیں کہ میری روایت میں مُسیئاً کا لفظ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ مسلّماً بالفتح کے معنی سالم کردہ شدہ اور مُسلِما بکسر اللام کے معنی ہیں۔ ساکتا اور بعض نسخوں میں مُسیئاً بمعنی بدگمان کے ہے۔ قائل سب کا ایک ہے۔ کہ حضرت علیؓ قاذفین میں تو نہیں تھے۔ لیکن بدگمانی رکھتے تھے۔ یا یہ کہ قاذفین کے ساتھ ان کا سلام و کلام تھا۔ ان کی تردید نہیں کرتے تھے۔ کرمانیؒ بھی فرماتے ہیں کہ اسارۃ سے مراد ان کا مقولہ والنساء سواھا کثیر ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۲ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الخ حَدَّثَنِيْ مَسْرُوْقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ أُمُّ رُوْمَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ رض قَالَتْ بَيْنَا أَنَا قَاعِدَةٌ أَنَا وَعَائِشَةُ إِذْ وَلَجَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَتْ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَّفَعَلَ فَقَالَتْ أُمُّ رُوْمَانَ وَمَا ذَاكِ قَالَتِ ابْنِيْ فِيْمَنْ حَدَّثَ الْحَدِيْثَ قَالَتْ وَمَا ذَاكِ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ عَائِشَةُ رض سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ وَأَبُوْ بَكْرٍ رض قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمّٰى بِنَافِضٍ فَطَرَحْتُ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا فَغَطَّيْتُهَا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَأْنُ هٰذِهٖ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخَذَتْهَا الْحُمّٰى بِنَافِضٍ قَالَ فَلَعَلَّ فِيْ حَدِيْثٍ تُحُدِّثَ بِهٖ قَالَتْ نَعَمْ فَقَعَدَتْ عَائِشَةُ رض فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُوْنِيْ وَلَئِنْ قُلْتُ لَا تَعْذِرُوْنِيْ مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ قَالَتْ وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عُذْرَهَا قَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ وَّلَا بِحَمْدِكَ۔

ترجمہ۔ مسروق بن اجدع کہتے ہیں کہ حضرت ام رومانؓ جو حضرت عائشہؓ کی والدہ ہیں انہوں نے مجھے حدیث بیان کی۔ وہ کہتی ہیں کہ میں اور حضرت عائشہؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ کہ انصار کی ایک عورت اچانک اندر گھس کر کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ہلاک کرے اور اس نے کر بھی دیا۔ ام رومانؓ فرماتی ہیں کہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا بھی ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے یہ افترا پردازی کی ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے وہ کہنے لگی اس اس طرح ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سن چکے ہیں۔ اس نے کہا ہاں سن چکے ہیں۔ پھر پوچھا ابوبکرؓ۔ اس نے کہا ہاں وہ بھی سن چکے ہیں۔ تو حضرت عائشہؓ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ ان کو آرام نہ آیا۔ یہاں تک کہ کپکپی کے ساتھ بخار چڑھ گیا۔ تو میں نے ان پر ان کے کپڑے ڈال کر انہیں ڈھانپ لیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو پوچھا ان کا کیا

حال ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کپکپی کے ساتھ ان کو بخار چڑھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ شاید اس بات کی وجہ سے جو پھیلائی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں وجہ تو وہی ہے۔ حضرت عائشہؓ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ فرمانے لگیں واللہ! اگر میں قسم اٹھاؤں تو تم مجھے سچا نہیں سمجھو گے۔ اور اگر میں کوئی بات کہوں تو میرا عذر قبول نہیں کرو گے۔ میرا اور تمہارا حال یعقوبؑ اور ان کے بیٹوں کی طرح ہے۔ جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتی ہوں۔ ام رومانؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر کر چلے گئے۔ مجھے کچھ بھی نہ کہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں ان کی عذر براءۃ کو بیان فرمایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ یہ جو کچھ ہوا سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہوا۔ وہی میرے شکریہ کے حقدار ہیں۔ نہ آپؐ اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص میرے شکریہ کا مستحق ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | حدثنا ابو عبد اللہ الخ یہ مؤلف کے کسی تلمیذ کی عبارت ہے جو بہت سے نسخوں میں نہیں ہے۔ اور حدیث مسروق حدیث طویل کے مخالف ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ سوال کرنا اور غشی کا دورہ پڑنا دو مرتبہ واقع ہوا ہے۔ اسی طرح آپؐ نے بھی متعدد بار سوال کیا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ما ذاک قالت کذا وکذا یہ حضرت ام رومانؓ کی طرف پہلے پہل خبر پہنچی ہے۔ حدیث میں بہت اختصار ہے تو قالت عائشہ سمع الخ ص ۵۹۷ س ۳ یہ بہت سے ان امور پر مرتب ہے جو اس جگہ ذکر نہیں کئے گئے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۳ حَدَّثَنِی یَحْیٰی الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ كَانَتْ تَقْرَأُ اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُ الْوَلْقُ الْكَذِبُ قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْكَةَ وَكَانَتْ اَعْلَمَ مِنْ غَیْرِهَا بِذٰلِكَ لِاَنَّهٗ نَزَلَ فِیْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ کی بجائے اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بکسر اللام پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ وَلْق کا معنی جھوٹ ہے۔ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ وہ اس قرأت کو غیر کی بنسبت خوب جانتی ہیں۔ کیونکہ یہ آیت ان کے بارے میں اتری ہے۔ قرأت متواترہ اذ تلقّونہ ہے۔ ان کی قرأت لام کے کسرہ سے ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | لانہ نزل فیہا ص ۵۹۷ س ۱ لیکن ان کے بارے میں آیت کا نازل

ہونا ان کے علم کے زائد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ان آیات کا نزول اگرچہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں ہے لیکن اس کے مخاطب تو الذین جاؤا بالافک والے ہیں۔ حضرت عائشہؓ وَلَق کے معنی کذب کے لے رہی ہیں۔ لیکن خطابی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی جھوٹ بولنے میں جلدی کرنا ہے۔ اور تلقی کے معنی لینے اور قبول کرنے کے ہیں۔ اور فرار کہتے ہیں۔ ولق کا معنی چلنے اور جھوٹ بولنے میں ہمیشگی اختیار کرنا ہے۔

تشریح از قاسمی فیمن حدث الحدیث جن لوگوں نے افک میں حصہ لیا ان میں حضرت حسان بن ثابتؓ اور عبداللہ بن ابی کے نام مشہور ہیں۔ ان میں سے کسی کی والدہ کا موجود ہونا مشہور نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ کہا جائے کہ ممکن ہے ان میں سے کسی کی رضاعی والدہ ہو۔

ولئن حلفت ای علی براء تی لا تصدقونی۔ ولئن قلت یعنی اگر میں یہ عذر بیان کروں کہ ہار کے تلاش کرنے کی وجہ سے لشکر سے پیچھے رہ گئی تھی تو تم میرا عذر قبول نہ کروگے۔

لا یحمدا حد ولا یحمدک یہ کلمات ناز برداری کے انداز میں کہے اور ان پہ ناراضگی کا اظہار کہ میرے اخلاق اور احوال سے واقف ہونے کے باوصف شک و تردد کا شکار ہوگئے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۴ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الخ عَنْ اَبِیْهِ عُرْوَةَ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَاتَسُبَّهُ فَاِنَّهُ كَانَ یُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ اسْتَاْذَنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هِجَاءِ الْمُشْرِكِیْنَ قَالَ كَیْفَ بِنَسَبِیْ قَالَ لَاَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِیْنِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعْتُ هِشَامًا عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَبَبْتُ حَسَّانَ وَكَانَ مِمَّنْ كَثَّرَ عَلَیْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت حسانؓ کو برا بھلا کہنے لگا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا انہیں برا بھلا نہ کہو۔ وہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جھگڑا کیا کرتا تھا اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت حسانؓ نے مشرکین کی مذمت و ہجو بیان کرنے کے لئے آپؐ سے اجازت طلب کی۔ تو آپؐ نے فرمایا میرے نسب کا کیا کروگے۔ انہوں نے فرمایا میں آپؐ کو ان مشرکوں سے ایسے نکال لوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے

بال نکال لیا جاتا ہے۔ دوسری سند سے عروہؓ فرماتے ہیں کہ حسانؓ کو بُرا بھلا اس لئے کہتا تھا کہ افک کے قصہ میں حضرت عائشہؓ پر بہت کچھ کہا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۵ حَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا وَعِنْدَہَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ یُنْشِدُہَا شِعْرًا یُشَبِّبُ بِاَبْیَاتٍ لَّہٗ وَقَالَ۔ ؎

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِیْبَۃٍ !
وَتُصْبِحُ غَرْثٰی مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

فَقَالَتْ لَہٗ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا لٰکِنَّکَ لَسْتَ کَذٰلِکَ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَقُلْتُ لَہَا لِمَ تَاْذَنِیْ لَہٗ اَنْ یَّدْخُلَ عَلَیْکِ وَقَدْ قَالَ اللہُ تَعَالٰی وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْہُمْ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ فَقَالَتْ وَاَیُّ عَذَابٍ اَشَدُّ مِنَ الْعَمٰی فَسَالَتْ لَہٗ اِنَّہٗ کَانَ یُنَافِحُ اَوْ یُہَاجِیْ عَنْ رَّسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوا تو حضرت حسان بن ثابتؓ ان کے پاس بیٹھے ان کو شعر پڑھ کر سنا رہے تھے۔ اور کچھ اپنے اشعار سے ہی ان کے محاسن ذکر کر رہے تھے۔ چنانچہ کہا ؎ پاکدامن ہے۔ صاحبِ وقار ہے۔ کسی تہمت کے ساتھ متہم نہیں ہے۔ اور وہ بھولی بھالی عورتوں کی غیبت کر کے ان کے گوشت کھانے سے بھوکی ہے۔ جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ تم تو ایسے نہیں ہو۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا۔ کہ ان کو اندر داخل ہونے کی اجازت کیوں دیتی ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں۔ کہ جو شخص ان میں سے اس طوفان کی بڑائی کا متولّی بنا اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اندھے پن سے بڑا سخت عذاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حسان نابینا ہو چکے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا۔ چونکہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقابلہ اور ہجو کا جواب دیتے تھے۔

یشبب تشبیب کے معنی ہیں عشق اور محبت کی باتوں کا ذکر کرنا حصان ای ھی حصان

بمعنی عفیفہ پاکدامن۔ رزان باوقار باحوصلہ۔ ریبۃ بمعنی تہمت۔ عیب۔ تزن ای تتھم۔ غرثی بھوکے منہ والی۔ والذی تولی کبرہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت حسان بن ثابتؓ ہیں۔ اور پہلی روایت میں آیا کہ عبداللہ بن ابی ہے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ پہلی روایت قوی ہے یا یہ حضرت ہشام کا قول ہے۔ حضرت عائشہؓ اس کا انکار نہیں کرتیں۔ یا یہ لفظ عام ہے۔ اس میں عبداللہ بن ابی اور حسان بن ثابتؓ دونوں شامل ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لکنک لست کذلک ص ۵۹۷/۱۷ مقصد یہ ہے کہ تیری ممدوحہ حضرت عائشہؓ تو ایسی ہے۔ لیکن تم ان صفات سے متصف نہیں ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ عام طور پر شراح یہی کہتے ہیں کہ تم ان صفات سے متصف نہیں ہو۔ تم نے غیبت کی اور ایک عفیفہ پر تہمت لگائی۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے۔ کہ اگرچہ تم نے اپنی زبان سے میری یہ صفات بیان کی ہیں۔ لیکن تم مجھے ایسا گمان نہیں کرتے۔ تبھی تو اہل افک میں شامل ہو گئے۔ یہ اس لئے کہ وہ توبہ کرنے میں مبالغہ اختیار کریں۔ صاحب تیسیر کی عبارت سے میری توجیہ کی تائید ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ دای عذاب اشد الخ ص ۵۹۷/۱۷ حضرت مسروقؒ نے جو کہا تھا کہ حضرت حسان بن ثابتؓ الذی تولی کبرہ میں داخل ہیں۔ تو حضرت عائشہؓ نے اسے تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عمی سے بڑا عذاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ ورنہ حقیقی جواب یہ تھا۔ کہ توبہ خالص سے ان کے گناہ کی مغفرت ہو گئی۔ نیز! اندھا ہونا اگرچہ ہر مبتلی بہ کے لئے مطلق عذاب نہیں ہے۔ لیکن جو اس میں مبتلا ہو جائے اس کے بارے میں جرم کی سزا سے خالی نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی توجیہ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مسروقؒ نے کہا حضرت عائشہؓ نے اسے تسلیم کر لیا۔ اور ان کے قول کو قبول کر لیا۔ کتاب التفسیر میں بھی شیخؒ کا یہ قول آرہا ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ ای عذاب الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ انہیں دنیا میں اس جرم کی سزا دے دی ہے۔ شاید دوسری مرتبہ اس کی سزا نہ دی جائے۔ اس صورت میں الذی تولی کبرہ سے عبداللہ بن ابی اور حسان بن ثابتؓ دونوں مراد ہوں گے۔ اور عذاب سے عام عذاب مراد ہوگا۔ خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی ہو۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔

کہ حضرت عائشہؓ کا یہ کلام علی احتمال الغرض ہے۔ ورنہ ان کے اپنے کلام میں آرہا ہے۔ کہ الذی تولی الخ کا مصداق عبداللہ بن ابی متعین ہے۔ تو اب حضرت حسانؓ کا من جملہ الذی تولی الخ کا مصداق ہوں گے۔ کتاب شہادت میں اور کتاب التفسیر میں حضرت عائشہؓ نے عبداللہ بن ابی کی تعیین کا قول کیا ہے۔ میرے نزدیک بھی یہی مناسب ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ کا یہ قول حضرت حسانؓ کے بارے میں بطور فرض اور تسلیم کے ہے۔ تاکہ ان کی تنصیص کی خلاف ورزی نہ ہو۔

بَابُ غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَّةِ

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔

ترجمہ۔ کہ اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہو گئے جنہوں نے ایک درخت کے نیچے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۶ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ فَاَصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَقَالَ قَالَ اللّٰهُ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ وَّكَافِرٌ بِيْ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَبِرِزْقِ اللّٰهِ وَبِفَضْلِ اللّٰهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَجْمِ كَذَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ كَافِرٌ بِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ والے سال روانہ ہوئے۔ اتفاق سے ایک رات ہمیں بارش نے آگھیرا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر

جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندوں میں سے کچھ تو مجھ پہ ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ میرے سے کفر کرنے والے ہوگئے۔ جنہوں نے کہا کہ ہم پر اللہ کی رحمت۔ اس کے رزق اور فضل کی بدولت بارش ہوئی۔ تو یہ تو مجھ پہ ایمان لانے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہیں اور جنہوں نے کہا کہ ہم فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی۔ تو وہ ستارے پر ایمان لانے والے اور میرے سے کفر کرنے والے ہوئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حدیبیہ ایک چشمہ کا نام ہے۔ جو کہ مکہ معظمہ کے قریب تھا جہاں پہ آپؐ نے اپنے عساکر کو اتارا۔ غزوۂ خندق میں ۵ھ کفار نے دس ہزار لشکر سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ہتھیار تو ہر سپاہی اپنے ساتھ لایا تھا۔ لیکن باقی خرچہ قریش کے ذمہ تھا۔ ادھر بدر کی لڑائی میں بھی انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اور ہر منزل پر لشکر کو کھانا کھلانا پڑا تھا۔ مکہ سے مدینہ تک کئی منزلیں تھیں۔ اور غزوۂ خندق میں بھی ان کو کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ان کی مالی حالت بالکل کمزور ہو گئی تھی۔ تو آپؐ نے فرما دیا تھا کہ اس تنگی کی وجہ سے اب وہ لوگ ہم پہ حملہ آور نہیں ہو سکیں گے۔ اب انشاء اللہ ہم حملہ آور ہوں گے۔ ان حالات میں آپؐ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پہ آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ یہ اونٹنی بہت مہذب تھی۔ اس کو اٹھانے میں بہت کوشش کی گئی۔ مگر اونٹنی نے نہ اٹھنا تھا اور نہ اٹھی۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا حبسها حابس الفیل کہ اس اونٹنی کو ہاتھیوں کو روکنے والی ذات نے روک لیا ہے۔ آپؐ کے ہمراہ ڈیڑھ ہزار تجربہ کار مہاجرین و انصار تھے۔ سب کے سب نہایت غصہ میں تھے اور انتقام لینے کے جذبہ سے سرشار تھے۔ صرف حکم کے منتظر تھے۔ باری تعالیٰ جنگ کرانا نہیں چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے فرما دیا۔ کہ حرم کی بے حرمتی کے سوا باقی جس بات پہ وہ مجھ سے معاہدہ کریں گے میں کر لوں گا۔ بس یہ کہنا تھا کہ اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپؐ کو حکم تھا کہ آپؐ نے لڑائی کرنے میں پہل نہیں کرنی۔ بنا بریں آپؐ سیدھے بیت اللہ کی طرف نہیں گئے۔ بلکہ حدیبیہ کی طرف سے چکر کاٹ کر گئے اور حرم سے باہر حدیبیہ کے مقام پہ ٹھہر گئے۔ ان مقمرین کے خیمے تو حل میں تھے۔ نماز پڑھنے کی جگہ حرم میں تھی۔ قریش اجتماع کر کے اپنی دودھ دینے والی اونٹنیاں لے کر پہنچ گئے۔ تاکہ دودھ پی کر گزارہ کر لیں کھانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

اس طرح برابر لڑتے رہیں گے۔ آپؐ نے خود بھی فرمایا۔ قاصدوں کے ذریعہ پیغام بھی بھیجا کہ ہم عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ ہمارا لڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ ہماری تلواریں نیاموں میں بند ہیں۔ قصہ کوتاہ اس سال کے لئے صلح ہوگئی۔ بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے۔ اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف ہوگئے۔ ان کے بارے میں بھی معاہدہ ہوگیا۔ لیکن معاہدہ کی شرائط مسلمانوں کے لئے ذلت آمیز تھیں کہ اس سال تو مسلمان واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال صرف تین دن کے لئے مکہ میں داخل ہوں۔ جو کافر مسلمان ہو کر آپؐ کے پاس جائے اسے ضرور واپس کرنا ہوگا اور جو مسلمان مکہ میں جائے گا۔ ہم اسے واپس نہیں کریں گے۔

الغرض یہ ایسے امور تھے کہ ان سے حرمات اللہ کی تعظیم باقی رہتی تھی۔ اور قتل و قتال کی نوبت نہیں آتی تھی۔ اس لئے آپؐ نے صلح کر لی۔ لیکن مسلمان جو امیدیں لے کر آئے تھے ان پر پانی پھر گیا۔ بالخصوص جب حضرت ابو جندلؓ اپنی زنجیریں کاٹ کر آپؐ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ صلح نامہ لکھا جا رہا تھا۔ صلح نامہ لکھنے والا ابو جندلؓ کا باپ سہیل تھا۔ جو اس پر اڑ گیا۔ کہ جب تک میرے بیٹے ابو جندل کو واپس نہ کیا جائے گا۔ میں صلح نامہ پر دستخط نہیں کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابھی صلح نامہ کی تکمیل نہیں ہوئی اس کی شرطوں پر عمل کیسے ممکن ہے۔ لیکن سہیل نے ضد سے کام لیا۔ آخر حضرت ابو جندلؓ کو مجبوراً واپس کرنا پڑا۔ جس کی واپسی صحابہ کرام پر بڑی گراں گزری۔ بالخصوص حضرت عمرؓ کو اس سے بڑی کوفت ہوئی۔ آپؐ سے اور حضرت ابو بکرؓ سے مناظرہ کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ عمرؓ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں۔ ہمیں ان کی اطاعت کرنی ہے۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد آپؐ نے اعلان فرما دیا کہ عمرہ کا احرام کھول دیا جائے۔ جانوروں کو ذبح کر دیا جائے۔ سر منڈا دیئے جائیں۔ کئی مرتبہ دہرانے کے باوجود کوئی بھی اس امر کی تعمیل کے لئے تیار نہ ہوا۔ جس کی وجہ سے آپؐ پر بہت گرانی طاری ہوئی۔ خیمہ میں تشریف لائے تو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا۔ کہ آپؐ اپنا سر مبارک منڈوا دیں اپنی اونٹنی ذبح کر دیں۔ چنانچہ آپؐ کے اس طرح کرنے پر سب حضرات نے عمل کیا۔ لیکن ان کے قلوب بہت غمگین تھے۔ اور قبل ازیں وہ لوگ بیعت علی الموت بھی کر چکے تھے۔ بہرحال ان حالات میں بغیر عمرہ کئے آپؐ واپس لوٹے ہیں۔ تو انا فتحنا لک فتحا مبینا آیت نازل ہوئی۔ مفسرین حضرات فرماتے ہیں

کہ یہی ذلت آمیز صلح فتح مکہ کا باعث بنی۔ نفرت وعناد ختم ہوا۔ باہمی میل دجول سے قرآن مجید سن لینا فتح کا واقعہ ہے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ دو سال کے قلیل عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ یہی حال ہمارا ہندوستان میں ہوا۔ کہ ہم مسلمان دو تین لاکھ کی تعداد میں ہند میں آئے۔ ہندوؤں کی بیٹیوں سے شادیاں کیں۔ تبلیغ کے ذریعہ لاکھوں کو مسلمان بنایا۔ ہندوؤں کا غصہ ہم پر حق بجانب ہے۔ لیکن ہمیں تنگ دلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے۔ نفرت، عناد لبغض کی فضا ختم کر کے انہیں تلطف اور تبلیغ سے مسلمان بنائیں وہ تو ہماری بنجیری ہیں۔ ایک ہزار سال تک ہم نے ان پر حکومت کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۷ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ أَنَّ أَنَسًا أَخْبَرَهُ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَةً مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ جو سب کے سب ذی قعدہ کے مہینہ میں تھے۔ سوائے اس عمرہ کے جو آپؐ کا حج کے ساتھ تھا۔ ایک عمرہ تو حدیبیہ سے ذی قعدہ میں دوسرا عمرہ قضا جو اگلے سال ذی قعدہ میں اور تیسرا عمرہ جعرانہ سے جہاں آپؐ نے حنین کی غنیمتوں کو تقسیم فرمایا۔ یہ بھی ذی قعدہ میں تھا۔ اور چوتھا اپنے حج کے ساتھ تھا ذی الحجہ میں۔

حدیث نمبر ۳۷۳۸ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ أَنَّ أَبَاهُ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ قَالَ انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ والے سال روانہ ہوئے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ درحقیقت ہر چیز کا محرک باری تعالیٰ ہے۔حتیٰ کہ کواکب کا بھی۔ توچاہیئے تھا کہ جناب باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جاتا۔مگر اس کی بجائے مطرنا بنجم کہتا ہے۔یہ ناشکری ہے۔اگرچہ بعض نجوم کا غروب ہونا اور بعض نجوم کا طلوع کرنا ظاہر حیثیت سے مواسم کے تغیر وتبدل کا باعث بنتا ہے۔مگر دراصل مؤثر حقیقی باری تعالیٰ ہیں۔لہٰذا انہیں کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۹ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى الخ عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ تَعُدُّوْنَ اَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا وَّنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عَشَرَةَ مِائَةً وَّالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهٗ فِيْهَا فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ اِنَّهَا اَصْدَرَتْنَا مَا شِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابُنَا۔

ترجمہ۔حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔کہ تم لوگ تو فتح فتح مکہ کو شمار کرتے ہو۔حالانکہ فتح مکہ بھی فتح ہے۔ لیکن ہم تو فتح اعظم حدیبیہ کے دن جو بیعت رضوان ہوئی اس کو فتح گنتے ہیں۔ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چودہ سو آدمی تھے۔اور حدیبیہ ایک کنواں ہے۔جس سے ہم نے پانی کھینچنا شروع کیا تو ہم نے اس کے اندر ایک قطرہ پانی کا نہ چھوڑا۔پس اس کی خبر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ اس کنویں کے پاس تشریف لائے۔آکر اس کے کنارے بیٹھ گئے۔پھر پانی کا ایک برتن منگایا اس سے وضو بنائی۔پھر کلی کی دعا فرمائی۔پھر اس پانی کو کنویں میں ڈال دیا۔پس ہم نے اس کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیا۔پھر ہم اس کے پاس سے جو کچھ ہم نے چاہا لوٹاتے رہے۔یعنی ہم بھی اور ہماری سواری کے اونٹ بھی سیر ہو کر واپس ہوئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کانت مع حجتہ عمرۃ الخ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے۔جس کو امام اعظمؒ افضل کہتے ہیں۔امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں۔کہ آپؐ مفرد تھے۔وہ اسی کو افضل کہتے ہیں۔اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ متمتع تھے ان کے نزدیک

وہی افضل ہے۔

عمرۃ من الحدیبیۃ اگر اشکال پیدا ہو کہ اس عمرہ کے تو افعال ادا نہیں کئے گئے تو یہ عمرہ کیسا ہوا۔ جواب یہ ہے کہ عمرہ کا احرام تو باندھا گیا تھا۔ سوقِ ھدی بھی کیا تھا۔ ان افعال کی وجہ سے اسے عمرہ کہا جاتا ہے۔ جعرانہ کا عمرہ چونکہ رات کو ہوا تھا۔ بعض حضرات صحابہ کو اس کا علم ہوسکا اور بعض کو نہ ہوا۔ آپؐ عشاء کے بعد عمرہ ادا کرنے تشریف لے گئے تھے۔ اور صبح کی نماز واپس آکر پڑھائی تھی۔

اربعۃ عشرۃ مأتہ اس روایت میں چودہ سو کی نفری کا ذکر ہے۔ بعض میں پندرہ سو اور بعض میں تیرہ سو تو ان میں کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ تیرہ سو احرار تھے۔ ایک سو غلام تھے۔ اور ایک سو آدمی اور مل گئے تھے۔

ثم دعا باناء یہ تو بالفعل کے لئے تھا اور مستقبل کے لئے ثم صبتہ فیھا پر عمل کیا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ نحن نعد الفتح بیعۃ الرضوان صـ۵۹۸ کیونکہ یہ بیعت صلح فتح مکہ کا باعث بنی۔ اس لئے کہ صلح حدیبیہ بہت سے فوائد کا سبب ثابت ہوئی۔ مثلاً اسلام کی اشاعت ہوئی۔ مسلمانوں کے عادات و خصائل سے لوگوں کو واقفیت ہوئی۔ جنگ بندی کی وجہ سے آمد و رفت آسان ہوئی۔ تجارت کو فروغ ملا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ کراع الغمیم کے مقام پر جب صحابہ کرام کا اجتماع ہوا تو آپؐ نے نزول وحی کے بعد انا فتحنا لک فتحا مبینًا آیت تلاوت کی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا او فتح ھو کیا یہ فتح ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں یہی فتح ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ قدیم سے اس میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ آیات کی مرادمیں اختلاف کی وجہ سے اختلاف ہوگیا۔ اس جگہ فتح سے صلح حدیبیہ مراد ہے۔ کیونکہ وہی فتح مبین کا مبدء ثابت ہوئی۔ امن قائم ہوا۔ لڑائی بند ہوگئی۔ جو لوگ اسلام میں داخل ہونے سے ڈرتے تھے۔ ان کو آسانی ہوگئی۔ مدینہ تک پہنچنا سہل ہوگیا۔ چنانچہ اسی دوران حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ جیسے جرنیل مسلمان ہو کر مدینہ پہنچے۔ اس طرح اسباب بہ اسباب پیدا ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ فتح مکمل ہوگئی۔ دو سال کے عرصہ میں چودہ سو سے بڑھ کر فتح مکہ تک مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔

اور اس سورۃ میں جو اثابھم فتحاً قریباً اس سے فتح خیبر مراد ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔ اور اذا جاء نصر اللہ والفتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا لا ھجرۃ بعد الفتح ای فتح مکۃ اس تقریر پر تمام اشکالات رفع ہو جائیں گے اور اقوال مجتمع ہو جائیں گے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۴ حدثنی فضل بن یعقوب الخ انبأنا البراء بن عازبؓ انھم کانوا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ الفاً واربع مائۃ او اکثر فنزلوا علی بئر فنزحوھا فاتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتی البئر وقعد علی شفیرھا ثم قال ائتونی بدلو من مائھا فاتی بہ فبصق فدعا ثم قال دعوھا ساعۃ فارووا انفسھم ورکابھم حتی ارتحلوا۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم حدیبیہ کے موقعہ پر چودہ سو یا اس سے زیادہ افراد تھے۔ کنویں پر اترے تو اس کا سارا پانی کھینچ لیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی کے ختم ہونے کی خبر دی۔ آپؐ آکر کنویں کی من پر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ ایک ڈول پانی کا لے آؤ۔ جو لایا گیا۔ آپؐ نے اس میں لب مبارک ڈالی۔ اور دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ اس کو تھوڑی دیر کے لئے اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ بعد ازاں ان لوگوں نے اپنے آپ کو بھی سیراب کیا۔ اور اپنی سواریوں کو سیراب کیا۔ پھر وہاں سے مدینہ کے لئے کوچ کیا۔

حدیث نمبر ۳۷۰۵ حدثنا یوسف بن عیسیٰ الخ عن جابرؓ قال عطش الناس یوم الحدیبیۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیہ رکوۃ فتوضأ منھا ثم اقبل الناس نحوہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لکم قالوا یا رسول اللہ لیس عندنا ماء نتوضأ بہ ولا نشرب الا ما فی رکوتک قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فی الرکوۃ فجعل الماء یفور من بین اصابعہ کامثال العیون قال فشربنا وتوضأنا فقلت لجابر کم کنتم یومئذ قال لو کنا مائۃ الف لکفانا کنا خمس عشرۃ مائۃ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقعہ پر لوگ پیاسے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑے کا برتن تھا۔ جس سے آپؐ نے وضو بنائی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ جس سے ہم وضو کریں۔ اور اسے پی لیں مگر وہی جو آپؐ کی چھاگل میں ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ چھاگل کے اندر رکھا تو پانی آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح ابلنے لگا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پیا بھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا۔ کہ آپ لوگ اس دن کتنی تعداد میں تھے۔ انہوں نے فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا۔ ویسے ہم پندرہ سو تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۲ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الخ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يَقُولُ كَانُوا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً فَقَالَ لِي سَعِيدٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَابَعَهُ أَبُو دَاوُدَ۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے تھے کہ وہ چودہ سو تھے۔ تو مجھے حضرت سعیدؒ نے فرمایا کہ مجھے حضرت جابرؓ نے حدیث بیان فرمائی۔ کہ وہ پندرہ سو آدمی تھے۔ جنہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر یوم حدیبیہ میں بیعت کی۔ ابو داؤد نے اس کی متابعت کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۳ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رض قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ وَكُنَّا أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ وَلَوْ كُنْتُ أُبْصِرُ الْيَوْمَ لَأَرَيْتُكُمْ مَكَانَ الشَّجَرَةِ تَابَعَهُ الْأَعْمَشُ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ الخ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى كَانَ أَصْحَابُ الشَّجَرَةِ أَلْفًا وَثَلٰثَ مِائَةٍ وَكَانَتْ أَسْلَمُ ثُمُنَ الْمُهَاجِرِينَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن آپؐ نے ہمیں فرمایا۔ کہ تم

روئے زمین کے رہنے والوں میں سے بہتر لوگ ہو۔ اور ہم چودہ سو افراد تھے۔ اگر آج میں تمہیں دکھا سکتا اور نابینا نہ ہوتا تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھاتا۔ اعمش نے ان کی متابعت کی ہے۔ کہ واقعی چودہ سو آدمی تھے۔ اور عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اصحاب شجرہ تیرہ سو تھے۔ اور قبیلہ بنو اسلم مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لو کنت ابصرت الیوم ص۵۹۸/۱۸ یہ ان کا گمان شدت وثوق کی وجہ سے تھا۔ ورنہ وہ جان چکے تھے کہ مکان شجرہ تو نامعلوم کرا دیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قد علم انہ قد جھل کی تائید سعید بن المسیب کے باپ کی روایت سے ہوتی ہے کہ جب ہم اگلے سال گئے۔ تو ہم اس جگہ کو بھول گئے کوشش کے باوجود اس جگہ کے معلوم ہونے پہ قادر نہ ہو سکے۔ اس لئے حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب محمدؐ کو تو علم نہ ہو سکا اور تم نے جان لیا۔ اور ابن سعد نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس آکر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈرایا دھمکایا اور ان کے حکم پہ وہ درخت کاٹ دیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ کا اس درخت کے مکان کے پاس سے گذر ہوا تو لوگوں سے پوچھا وہ درخت کس جگہ پہ تھا۔ کوئی کہتا تھا یہاں تھا کوئی کہتا اس جگہ تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا بھائی چلو درخت تو چلا گیا۔ قسطلانیؒ شفاء الغرام میں فرماتے ہیں۔ کہ بئر حدیبیہ کی وہی جگہ ہے جہاں آج کل جدہ کے راستہ میں بئر شمس ہے۔ لیکن درخت اور حدیبیہ آج ان کا پتہ نہیں چلتا۔ کہ کہاں تھے۔ باقی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ حرم میں داخل ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کچھ حصہ حرم میں اور کچھ حل میں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الفا وثلث مائۃ کچھ لوگ بعد میں آکر ملے تو چودہ سو ہو گئے۔ اس طرح روایات جمع ہو گئیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ عدد کے بارے میں روایات مختلف تھیں۔ قطب گنگوہیؒ کی توجیہ یہ ہے کہ جب مدینہ سے چلے تو تیرہ سو ۱۳۰۰ اور آکر ملے تو چودہ سو ۱۴۰۰ اور ملے تو پندرہ سو ہو گئے۔ علامہ بیہقی فرماتے ہیں۔ کہ ترجیح چودہ سو ۱۴۰۰ کی روایت کو ہے۔ اکثر حضرات اسی کو بیان کرتے ہیں۔ تو جن لوگوں نے زیادتی نقل کی ہے۔ وہ خدم حشم بچوں اور عورتوں کو بھی شامل ہوں گے۔ چنانچہ بعض نے سولہ سو ۱۶۰۰

اور بعض نے سترہ سو بھی نقل کئے ہیں۔ اسی لئے کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ بعض نے اکابر کا اعتبار کیا۔ اور بعض نے اوساط کا اور بعض نے اصاغر کو بھی شامل کر لیا۔

تشریح از قاسمی انتم خیر اھل الارض اس میں اصحاب شجرہ کی فضیلت بیان ہوئی۔ اگرچہ اس وقت حضرت عثمانؓ نہیں تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے بیعت کر لی تھی۔ اور بیعت بھی ان کے لئے تھی۔ تو اس سے حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ پر فضیلت لازم نہ آئے گی۔ لو کنت ابصرت الیوم حضرت جابرؓ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

کانت اسلم الخ واقدی نے کہا ہے کہ حدیبیہ قبیلہ بنو اسلم سو تھے۔ تو مہاجرین آٹھ سو ہوں گے۔ اور باقی انصار حضرات ہوں گے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۴ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ اَنَّهٗ سَمِعَ مِرْدَاسًا الْاَسْلَمِيَّ يَقُوْلُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ يُقْبَضُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت مرداس اسلمیؓ فرماتے ہیں جو اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ کہ نیک لوگ اٹھا لئے جائیں گے۔ پھر نہایت صالح پھر ان سے زیادہ صالح اٹھا لئے جائیں گے۔ پھر نیکوں کے چلے جانے کے بعد جو بچ رہیں گے وہ ایسے ردّی ہوں گے جیسے ردّی کھجور اور ردّی جو ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کا کچھ بھی اعتبار نہیں کریں گے۔ یعنی ان کی حیا کمات برابر ہو گی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حفالہ ردّی چیز اس کا استعمال تمر میں ہوتا ہے اور کفالہ کا استعمال شعیر میں ہوتا ہے۔ اور خثالہ گیہوں وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَ وَاَحْرَمَ مِنْهَا لَا اُحْصِيْ كَمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ سُفْيَانَ حَتّٰى سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ لَا اَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِيِّ الْاِشْعَارَ وَالتَّقْلِيْدَ فَلَا اَدْرِيْ يَعْنِيْ مَوْضِعَ الْاِشْعَارِ وَالتَّقْلِيْدِ اَوِ الْحَدِيْثَ كُلَّهٗ۔

ترجمہ ۔مروان و مسور بن مخرمہؓ دونوں فرماتے ہیں ۔کہ حدیبیہ والے سال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار سے کچھ اوپر صحابہ کرام کی معیت میں روانہ ہوئے ۔جب ذی الحلیفہ پہ پہنچے تو قربانی کے جانور کو ہار پہنائے ۔ان کا پہلو زخمی کر کے اس پہ خون ملا ۔اور وہاں سے احرام باندھا ۔میں بے شمار مرتبہ سفیان سے سن چکا ہوں یہاں تک کہ میں نے سنا وہ فرماتے تھے مجھے امام زہریؒ سے نہ تو اشعار یاد ہے اور نہ ہار ڈالنا یاد ہے ۔پس میں نہیں جانتا کہ اشعار اور تقلید کی جگہ کونسی تھی یا ساری حدیث مجھے یاد نہیں ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | لقول لا احفظ الخ ص ۵۹۸ / ۲۴ ظاہر یہ ہے کہ نسیان طاری ہونے سے پہلے وہ اپنی بیان کردہ حدیث کا انکار کر رہے ہیں ۔تو اب معنی ہوں گے ۔کہ مجھے معلوم نہیں ۔کہ وہ اشعار اور تقلید کا انکار کر رہے تھے یا سالم حدیث کا انکار تھا ۔تو موضع الاشعار سے موضع ہذا اللفظ مراد ہوگا ۔اور ممکن ہے کہ موضع اشعار ہی مراد ہو ۔کہ ھدی کے کون سے حصہ پر زخم لگایا جائے ۔تو اب معنی ہوں گے کہ وہ جگہ کی تعیین کا انکار کر رہے ہیں ۔کہ آیا وہ دائیں جانب تھا یا بائیں جانب تھا ۔تو یہ انکار جو پہلے ذکر کر چکے ہیں اس کا انکار ہوگا ۔تو معنی ہوں گے کہ اس حدیث میں مجھے اور کچھ یاد نہیں ۔سوائے اس کے جو میں تمہیں روایت کر چکا ہوں ۔باقی جگہ کی تعیین مجھے روایت نہیں کی گئی تو میں کیسے اس کی روایت کر سکتا ہوں ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ یہ انکار اشعار کی جگہ اور اس کی کیفیت کا تھا یا سالم حدیث کا تھا ۔حافظؒ فرماتے ہیں ۔لا احصی کم سمعتہ یہ علی بن مدینی کا کلام ہے ۔اور عنقریب یہ حدیث اسی باب میں سفیان بن عیینہؒ سے آ رہی ہے ۔جو علی بن مدینی کی حدیث سے اتم ہے ۔اس میں ہے حفظت بعضہ و ثبتنی معمر کہ مجھے اس حدیث کا بعض حصہ یاد ہے اور معمر نے مجھے ثابت قرار دیا ۔ جو میں نے زہری سے سنا تھا ۔یعنی قلد الھدی ۔اشعرہ واحرم منھا بعمرۃ اس قدر عبارت کو معمر نے ٹھیک کہا ہے ۔لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ یہاں کچھ کلام حذف ہو گیا ہے ۔صحیح عبارت یہ ہے ۔ کہ الانکار علی ھذا لیس انکارا لاینکرہ اولاً یعنی اس صورت میں ما ذکرہ اولاً کا انکار نہیں ہوگا ۔

• بنا بریں سفیان کے نسیان عارض کرنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی ۔

حدیث نمبر ۳۷۴۶ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ خَلَفٍ الخ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُ وَقَمْلُهٗ يَسْقُطُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّحْلِقَ وَهُوَ

بِالْحُدَيْبِيَةِ لَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ اَنَّهُمْ يَحِلُّوْنَ بِهَا وَهُمْ عَلٰى طَمَعٍ اَنْ يَّدْخُلُوْا مَكَّةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ اَوْ يُهْدِيَ شَاةً اَوْ يَصُوْمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا۔ کہ جوئیں ان کے چہرہ پر گر رہی ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں انہیں سر منڈانے کا حکم دیا۔ آپؐ نے یہ واضح نہ کیا کہ یہ لوگ حدیبیہ میں ہی احرام کھول کر حلال ہو جائیں گے۔ جب کہ ان کو امید تھی کہ وہ مکہ میں داخل ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل فرمایا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا۔ کہ وہ سولہ رطل کی مقدار چار سیر گندم چھ مسکینوں کو کھلائیں یا ایک بکری کا ہدیہ بھیجیں یا تین روزے رکھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اشعر اشعار سے ماخوذ ہے۔ اونٹنی وغیرہ کو داغ دیا جاتا۔ اور اس کا خون باقی بدن پر مل دیا جاتا تھا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ ھدی کا جانور ہے۔

لم یبین لھم آپؐ نے اور صحابہ کرامؓ نے ذی الحلیفہ سے احرام باندھا تھا آٹھ دن میں مکہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ کفار قریش نے روک لیا۔ اس پر بھی کئی دن گزر گئے۔ جس سے حضرت کعب بن عجرہؓ کے جوئیں پڑ گئیں۔ اور بہت زیادہ پڑ گئی تھیں۔ یہاں تک ہنڈیا پکا رہے تھے۔ تو منہ پر گر پڑتی تھیں۔ نہ مارنے کی اجازت تھی اور نہ ہی احرام کی حالت میں پکڑ کر پھینکنے کی اجازت تھی۔ ورنہ فدیہ دینا پڑتا۔ آپؐ نے ان کو سر منڈانے کا حکم دیا۔ راوی کا کہنا یہ ہے کہ یہ فدیہ حلق کرنے کی پاداش میں تھا۔ احرام کھولنے کی وجہ سے نہیں تھا۔ اور حلق کا حکم اس تکلیف کی وجہ سے تھا۔ حصر کی وجہ سے تحلل کے لئے نہیں تھا۔

حدیث نمبر ۳۷۴ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْهِ اَسْلَمَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلَى السُّوْقِ فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَاَةٌ شَابَّةٌ فَقَالَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَلَكَ زَوْجِيْ وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا وَاللّٰهِ مَا يُنْضِجُوْنَ كُرَاعًا وَّلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَّلَا ضَرْعٌ وَّخَشِيْتُ اَنْ تَاْكُلَهُمُ الضَّبُعُ

وَاَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ اِيْمَاءَ الْغِفَارِيِّ وَقَدْ شَهِدَ اَبِي الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى بَعِيْرٍ ظَهِيْرٍ كَانَ مَرْبُوْطًا فِي الدَّارِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَأَهُمَا طَعَامًا وَحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَّثِيَابًا ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهِ ثُمَّ قَالَ اقْتَادِيْهِ فَلَنْ يَفْنٰى حَتّٰى يَاْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَكْثَرْتَ لَهَا قَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَرٰى اَبَا هٰذِهٖ وَاَخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ اَصْبَحْنَا نَسْتَفِيْءُ سُهْمَانَهُمَا فِيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ اپنے آقا کے ہمراہ بازار کی طرف جارہا تھا۔ کہ ایک نوجوان عورت پیچھے سے حضرت عمرؓ کو آکر ملی۔ کہنے لگی امیر المومنین میرا خاوند ہلاک ہوگیا۔ اور پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا۔ واللہ! ان کے پاس بکری کا کھر بھی نہیں ہے جس کو وہ پکائیں اور کھائیں اور نہ ہی ان کی کھیتی ہے۔ کہ اس سے غلّہ برآمد ہوا اور نہ ہی کوئی دودھ دینے والی بکری ہے کہ دودھ پی کر گزارہ کریں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں انہیں بجّو نہ کھا جائیں۔ میں خفاف بنت ایمار غفاری کی بیٹی ہوں۔ یعنی اگر میں کہیں روزی کی تلاش کے لئے چلی گئی تو انہیں بجّو کھا جائیں گے۔ تنہا ہوں۔ ان کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ خفاف کے باپ دادا صحابی تھے۔ میرا باپ جناب نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ حدیبیہ میں حاضر تھا۔ تو حضرت عمرؓ آگے نہ بڑھے وہیں اس عورت کے پاس رک گئے۔ پھر فرمایا۔ کہ یہ قریبی نسب مبارک ہو۔ پھر ایک قوی اونٹ جو گھر میں بندھا ہوا تھا۔ اس کی طرف گئے۔ اور اس پر دو بورے لاد دیئے۔ جن میں غلّہ بھر دیا۔ اور ان دونوں بورے کے اوپر کچھ خرچہ اور کپڑے بھی رکھ دیئے۔ اونٹ کی مہار اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ فرمایا اس کو کھینچ کر لے جاؤ۔ انشاء اللہ یہ ختم نہیں ہوگا کہ اللہ تعالےٰ تمہارے لئے خیر و کشادگی لے آئے گا ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین یہ تو آپ نے بہت سا مال و اسباب اس کو دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تیری ماں تجھے گم کرے۔ واللہ! بے شک میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے باپ اور اس کے بھائی نے ایک زمانہ تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پھر انہوں نے اس کو فتح کر لیا۔ بایں ہمہ ہم پھر ان دونوں کا

غنیمت کا حصّہ طلب کرتے جو فئی کے مال سے تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عمرؓ ملکی انتظامات کے لئے دن رات چکر لگایا کرتے تھے۔ اسی اثنا میں یہ نوجوان عورتیں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بیکسی کا ذکر کیا۔ جس پہ حضرت عمرؓ نے اس سے بہتر سلوک کیا۔

ینضجون نضج بمعنی پکانا۔ کراع بکری کا کُھر جو اس کا سستا حصّہ ہے۔

لاتأکلھم الضبع بعض نے ضبع سے قحط مراد لیا ہے۔ اور بعض نے اسے حقیقی معنی پہ محمول کیا ہے۔ اور بجّو چھوٹی چیزوں پہ حملہ کرنے میں مشہور ہے۔ بچّہ۔ گدھا اور مردہ وغیرہ کو پکڑ کر کھا جایا کرتا ہے۔ مقصد اس کا یہ ہے کہ ان بچوں کے پاس کھانے پینے کا سامان نہیں ہے یا قحط کا خوف ہے۔ اور اگر میں مزدوری کرنے کے لئے ان کو تنہا گھر میں چھوڑ جاؤں تو شاید کوئی بجّو ان کو اٹھا کر کھا نہ جائے۔

بنسب قریب کیونکہ قریش اور غفار کنانہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ **تستفئ** فئی اس مال کو کہتے ہیں۔ جو ارھاب اور ڈر کی وجہ سے کفار چھوڑ کر جائیں۔ اور مسلمان اس کے مالک ہو جائیں۔ اس مال فئی میں غانمین کا کوئی حصّہ نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ **اصبحنا تستفئ** اس سے تنبیہ کرنا ہے۔ کہ اس خاندان کو یہ فضیلت حاصل ہے اور یہی زیادہ مال دینے کا باعث ہے۔ چونکہ یہ فئی کا مال تھا۔ جس کے یہ لوگ مستحق تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۸ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ الخ عَنْ اَبِیْهِ مُسَیَّبٍ قَالَ لَقَدْ رَأَیْتُ الشَّجَرَةَ ثُمَّ اَتَیْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ اَعْرِفْهَا قَالَ مَحْمُوْدٌ ثُمَّ اُنْسِیْتُهَا بَعْدُ۔

ترجمہ۔ مسیّب بن حزنؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے بیعت الرضوان کے درخت کو دیکھا تھا۔ پھر بعد میں جو میں اس کے پاس آیا۔ تو میں اسے نہ پہچان سکا۔ محمود فرماتے ہیں کہ بعد میں وہ درخت مجھے بھلوا دیا گیا۔

حدیث نمبر ۳۷۴۹ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ

انطلقت حاجًا فمررت بقوم يصلون قلت ما هذا المسجد قالوا هذه الشجرة حيث بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم بيعة الرضوان فاتيت سعيد بن المسيب فاخبرته فقال سعيد حدثني ابي انه كان فيمن بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت الشجرة قال فلما خرجنا من العام المقبل نسيناها فلم نقدر عليها فقال سعيد ان اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم لم يعلموها وعلمتموها انتم فانتم اعلم ۔

ترجمہ۔ حضرت طارق بن عبد الرحمٰن فرماتے ہیں۔ کہ میں حج کرنے کی نیت سے چل پڑا تو میرا گذر ایک ایسی قوم کے پاس ہوا جو نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیسی مسجد ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ یہ وہ درخت ہے۔ جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعۃ الرضوان لی تھی۔ تو میں سعید بن المسیبؓ کے پاس آیا۔ ان کو میں نے اس واقعہ کی خبر دی۔ تو حضرت سعیدؒ نے فرمایا مجھے میرے باپؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے درخت کے نیچے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم اگلے سال حج کے لئے نکلے تو ہمیں اس درخت کی جگہ بھلوا دی گئی۔ جس کے معلوم کرنے پہ ہم قادر نہ ہو سکے۔ تو حضرت سعیدؒ نے فرمایا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وہ درخت معلوم نہ ہو سکا۔ اور تم نے اسے معلوم کر لیا۔ تو تم بہت جاننے والے ہوتے۔

حدیث نمبر ۳۷۵۰ حدثنا موسیٰ الخ عن ابيه مسيبؓ انه كان ممن بايع تحت الشجرة فرجعنا اليها العام المقبل فعميت علينا ۔

ترجمہ۔ حضرت مسیبؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ جب اگلے سال ہم اس کی طرف واپس لوٹے تو وہ درخت ہم پہ مشتبہ ہو گیا۔

حدیث نمبر ۳۷۵۱ حدثنا قبيصة الخ عن طارق قال ذكرت عند سعيد بن المسيب الشجرة فضحك فقال اخبرني ابي وكان شهدها ۔

ترجمہ۔ طارقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیبؓ کے پاس درخت کا ذکر کیا گیا۔ تو

وہ ہنس پڑے۔ فرمایا مجھے میرے باپ نے خبر دی اور وہ اس درخت کے نیچے بیعت لیتے وقت حاضر تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۵۲ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اَبِیْ اَوْفٰی رضی اللہ عنہ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ فَاَتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ جو اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو لوگ اپنا صدقہ خیرات لے کر آتے تو آپؐ فرماتے اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما۔ چنانچہ میرا باپ بھی آپؐ کے پاس اپنی زکوٰۃ لے کر آئے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اے اللہ آل ابی اوفیٰ پر رحمت نازل فرما۔

حدیث نمبر ۳۷۵۳ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحَرَّةِ وَالنَّاسُ يُبَايِعُوْنَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ فَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ عَلٰى مَا يُبَايِعُ ابْنُ حَنْظَلَةَ النَّاسَ قِيْلَ لَهٗ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا اُبَايِعُ عَلٰى ذٰلِكَ اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْحُدَيْبِيَةَ۔

ترجمہ۔ عباد بن تمیمؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب حرّہ کی لڑائی کا واقعہ پیش آیا۔ تو لوگ عبداللہ بن حنظلہ کے لئے بیعت کر رہے تھے۔ تو عبداللہ ابن زید نے پوچھا۔ کہ ابن حنظلہ لوگوں سے کس چیز پر بیعت لے رہا ہے۔ کہا گیا کہ موت پر بیعت لے رہا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا۔ اور وہ عبداللہ بن زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قیل لہ علی الموت اگر اشکال ہو کہ بیعت تو علی العبادۃ لی جاتی ہے۔ اور فعل اختیاری ہوتا ہے۔ موت پر تو کسی کو اختیار نہیں ہوتا تو پھر اس پر بیعت کیسی؟ تو کہا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کرتے رہیں گے۔ بھاگیں گے نہیں یہاں تک

ہم مرجائیں۔ اس پہ بیعت ہوئی جو فعل اختیاری ہے اور عبادت ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۵۴ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الخ حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيهِ۔

ترجمہ۔ ایاس بن سلمۃ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے حدیث بیان کی اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمعہ کی نماز ادا کر کے واپس پھرتے تھے۔ تو دیواروں کا سایہ نہ ہوتا تھا۔ جس سے سایہ حاصل کیا جا سکتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لیس للحیطان ظل الخ اہل ظواہر اور امام احمدؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ کہ قبل از زوال جمعہ ہو جاتا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ ظل نستظل فیہ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ ادائیگی نماز بعد از زوال تھی۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں کوئی دو تین منزلہ عمارتیں نہیں تھیں۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی دیواریں ہوتی تھیں۔ اگر سایہ ہو بھی سہی تو اس میں چلا نہیں جا سکتا تھا۔ تو نفی ایسے سایہ کی ہے مطلق سایہ کی نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مدینہ کا جو عرض البلد ہے۔ بعض ایام میں زوال کے وقت اس کا سایہ ہوتا ہی نہیں۔ تو بھی لیس للحیطان ظل کہنا صحیح ہوا۔ کہ خطبہ پڑھا۔ نماز پڑھی پھر آ گئے۔ تو ابھی تک سایہ نہ پڑا تھا۔

حدیث نمبر ۳۷۵۵ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ۔

ترجمہ۔ یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے پوچھا کہ کس چیز پر تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم الحدیبیہ میں بیعت کی تھی۔ فرمایا موت پر بیعت کی تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۵۶ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ الخ قَالَ لَقِيتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ فَقُلْتُ طُوبَى لَكَ صَحِبْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتَهُ

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي إِنَّكَ لَاتَدْرِي مَا أَحْدَثْنَا بَعْدَهُ ۔

ترجمہ۔ مسیبؒ فرماتے ہیں کہ میری حضرت براء بن عازبؓ سے ملاقات ہوئی ۔میں نے ان سے کہا آپ کے لئے کتنی خوش قسمتی کی بات ہے ۔کہ آپؓ جناب رسول اللہ کی صحبت نصیب ہوئی اور آپؓ نے درخت کے نیچے آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت بھی کی ۔ انہوں نے فرمایا بھتیجے! تم نہیں جانتے ہم نے آپؐ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کرلیں ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | ما احدثنا بعدا | باوجویکہ ان حضرات کو رضی اللہ عنہم کی بشارت دی گئی تھی ۔اور انہیں صحبت نبوی کا شرف بھی حاصل تھا ۔مگر کسر نفسی کے طور پر یہ حضرات فرمایا کرتے تھے ۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم لوگ فتنوں میں مبتلا ہوگئے ۔کہیں باری تعالےٰ ان پر ہم سے مؤاخذہ نہ کریں اس لئے ڈرتے رہتے ہیں ۔

حدیث نمبر ۳۷۵۷ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الخ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔

ترجمہ ۔حضرت ثابت بن الضحاکؓ خبر دیتے ہیں ۔کہ انہوں نے درخت کے نیچے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی ۔

حدیث نمبر ۳۷۵۸ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ قَالَ أَصْحَابُهُ هَنِيئًا مَرِيئًا فَمَا لَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ قَالَ شُعْبَةُ فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا كُلِّهِ عَنْ قَتَادَةَ ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ أَمَّا إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَعَنْ أَنَسٍ وَأَمَّا هَنِيئًا مَّرِيئًا فَعَنْ عِكْرِمَةَ ۔

ترجمہ ۔حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انا فتحنا الخ فرمایا ۔یہ حدیبیہ ہے ۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے فرمایا کہ ھنیئاً ہے جس میں کوئی گناہ نہیں اور مریئاً ہے کہ اس میں کوئی تکلیف نہیں ۔لیکن ہمارے لئے کیا ہوگا ۔تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ۔لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات ۔شعبہ فرماتے ہیں ۔میں کوفہ میں آیا ۔تو یہ ساری کی ساری حدیث میں نے قتادہ سے روایت کی ۔پھر جب میں کوفہ سے واپس لوٹا تو میں نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا ۔تو انہوں نے فرمایا کہ

انا فتحنا لک فتحا مبینا کی تفسیر تو حضرت انسؓ سے ہے۔ اور ھنیئا مریا حضرت عکرمہ سے ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ انا فتحنا لک الخ یہ چار آیات آپؐ پہ نازل ہوئیں چونکہ یہ ایک نعمت تھی۔ اس لئے ھنیئا مریا (رچتا بچتا) کہا گیا۔ اور عرب کی عادت ہے کہ کھانے کے بعد ھنیئا مریا کہا کرتے ہیں۔ کیونکہ نعمت جب صحت کے ساتھ پچ بھی جائے۔ تو ایک بڑی نعمت ہے۔ بنا بریں جب آپؐ کو یہ بشارت سنائی گئی۔ تو صحابہ کرامؓ نے ھنیئا مریا کہا۔ لیکن ہمارے لئے کچھ نہیں تو صحابہ کرام کی بشارت کے لئے لیدخل اللہ المؤمنین الخ یہ آیات نازل ہوئیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ھنیئا مریا لک منۃ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لیغفر لک اللہ یہ آپؐ کے لئے ھنیئا مریا ہے۔ انا فتحنا الآیہ نہیں۔ کیونکہ فتح کی بشارت اور اس کے فوائد میں تو شریک ہیں۔ آپؐ کی خصوصیت لیغفر لک اللہ میں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ظاہر لفظ سے معلوم ہوتا تھا کہ ھنیئا مریا۔ انا فتحنا الخ پر مرتب ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے دفعیہ وہم کر دیا۔ کہ فتح کے فوائد میں تو سب شریک ہیں۔ لیغفر لک اللہ میں آپؐ کی خصوصیت کا اس لئے سوال ہوا کہ ہمارے لئے کیا ہے۔ تو لیدخل اللہ والی آیت نازل ہوئی۔ اگر انا فتحنا میں بھی خطاب آپؐ کو ہے۔ لیکن اشتراک سب کا ہے۔ کما تقدم۔

حدیث نمبر ۳۷۵۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ مَجْزَاةَ ابْنِ زَاهِرٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ قَالَ اِنِّيْ لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَعَنْ مَجْزَاةَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مِّنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اِسْمُهُ اُهْبَانُ بْنُ اَوْسٍ وَّكَانَ اشْتَكٰى رُكْبَتَهُ وَكَانَ اِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً۔

ترجمہ۔ حضرت مجزاۃ بن زاہر اسلمی اپنے باپ زاہرؓ سے روایت کرتے ہیں جو ان لوگوں میں سے تھے جو شجرۃ میں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں گدھے کے گوشت کی ہانڈیوں کے نیچے آگ جلا رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک ندا دینے والے نے اعلان کیا۔

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں گدھے کے گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں اور مجزاہ ان میں سے ہی ایک ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جو اصحاب شجرہ میں سے تھا جن کا نام اصبان رضی اللہ عنہ بن اوس تھا۔ ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی۔ چنانچہ جب وہ سجدہ کرتے تھے تو اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتے تھے۔

تشریح از قاسمی ممن شھد الشجرۃ لحوم حمر کی نہی غزوہ خیبر میں نازل ہوئی اس جگہ اس حدیث کا ذکر ممن شہد الشجرۃ کی مناسبت سے ہے۔ حضرت اصبان بن اوس وہی صحابی ہیں۔ جن سے بھیڑیئے نے کلام کیا اور ایمان لانے کی رغبت دلائی تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۰۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أُتُوا بِسَوِيقٍ فَلَاكُوهُ تَابَعَهُ مُعَاذٌ۔

ترجمہ۔ حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ جو اصحاب الشجرہ میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے پاس ستو لایا گیا۔ پس انہوں نے اسے چبایا اور منہ میں گھمایا۔ اصحاب شجر کی مناسبت سے یہ حدیث وارد ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۷۰۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الخ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ قَالَ إِذَا أَوْتَرْتَ مِنْ أَوَّلِهِ فَلَا تُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ۔

ترجمہ۔ ابو جمرہ بن عمران فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن ابی عدی سے پوچھا وہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اصحاب الشجرہ میں سے تھے۔ کیا وتر توڑے جا سکتے ہیں۔ فرمایا جب تم نے رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ لئے ہیں، تو پھر آخر رات میں وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنی نقض وتر کے معنی ہیں کہ جب کسی شخص نے اوّل حصہ رات میں وتر پڑھ لئے آخر رات کو جاگ آ گئی۔ تہجد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں اجعلوا آخر صلوتکم الوتر کہ رات کی آخری نماز وتر ہو تو وتر توڑ کر ایک رکعت ملا کر

شفع بنالیا جائے۔ ادھر آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو حکم دیا لا تنم الا علی وتر۔ کہ وتر پڑھ کر سویا کرو۔ تو جب اول رات میں وتر پڑھ لئے تو آخر صلوٰۃ وتر نہ رہے۔ تو ایک جماعت کا کہنا ہے کہ وتر کو توڑ کر ایک رکعت ملا کر شفع بنالے تہجد کے بعد وتر پڑھے۔ یہ ابن عمرؓ کا مذہب ہے۔ لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ آخریت کا حکم استحباب کے لئے ہے۔ ایجاب کے لئے نہیں کیونکہ کیونکہ آپؐ سے وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنے کا ثبوت ہے۔ اور ادھر لا وتران فی لیلۃ والی صحیح روایت بھی موجود ہے۔ شوافعؒ مالکیہؒ اور احنافؒ کا یہی قول ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۲ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْہِ اَسْلَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسِیْرُ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ یَسِیْرُ مَعَہٗ لَیْلًا فَسَاَلَہٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ عَنْ شَیْءٍ فَلَمْ یُجِبْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَاَلَہٗ فَلَمْ یُجِبْہُ ثُمَّ سَاَلَہٗ فَلَمْ یُجِبْہُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَا عُمَرُ نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّاتٍ کُلَّ ذٰلِکَ لَا یُجِیْبُکَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّکْتُ بَعِیْرِیْ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ اَمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ وَخَشِیْتُ اَنْ یَّنْزِلَ فِیَّ قُرْاٰنٌ فَمَا نَشِبْتُ اَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا یَّصْرُخُ بِیْ قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ یَّکُوْنَ نَزَلَ فِیَّ قُرْاٰنٌ وَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَیَّ اللَّیْلَۃَ سُوْرَۃٌ لَّھِیَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا۔

ترجمہ۔ حضرت اسلم مولیٰ عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر میں چل رہے تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے بھی رات کے وقت آپؐ کے ساتھ چل رہے تھے۔ کسی مسئلہ کے بارے میں حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا پھر انہوں نے پوچھا تو بھی آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ پوچھا تو بھی آپؐ نے جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ اپنے آپ کو خطاب کر کے کہنے لگے اے عمر! تجھے تیری ماں گم کرے کہ تو نے تین مرتبہ نہایت اصرار کے

ساتھ آپؐ سے سوال کیا۔ ہر مرتبہ آپؐ کوئی جواب نہیں دیتے۔ تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی اور مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا۔ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نازل نہ ہو۔ پس میں نہیں ٹھہرا تھا کہ ایک زوردار آواز سے مجھے کوئی پکارنے لگا۔ میں دل میں کہنے لگا کہ شاید میرے بارے میں قرآن نازل ہو چکا ہے۔ بہرحال میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ آج رات مجھ پر ایک سورۃ فتح نازل ہوئی ہے۔ جو میرے نزدیک دنیا کی ان سب چیزوں سے پسندیدہ ہے جن پر سورج نکل چکا ہے۔ پھر آپؐ نے انا فتحنا الخ پڑھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ صلح حدیبیہ کے بعد صحابہ کرام کبیدہ خاطر واپس ہوئے۔ پہلی منزل پر حضرت عمرؓ نے کوئی سوال کرنا چاہا۔ چونکہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ اس لئے آپؐ نے جواب نہیں دیا اور حضرت عمرؓ صلح نامہ کے بارے میں بہت جھگڑے تھے۔ خود فرماتے ہیں۔ کہ دخول اسلام کے بعد مجھے اتنے شبہات پیش نہیں آئے جتنے اس موقعہ پر پیش آئے۔ کیونکہ شرائط ایسے تھے جن کو یہ مسلمانوں کی ذلت کا باعث سمجھتے تھے۔ دیگر مسلمان بھی غصہ میں تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی مخاطبت ہوئی جس کا انہیں بعد میں احساس ہوا۔ چنانچہ اس جرأت کی تلافی میں کئی نوافل پڑھے اور کئی غلام آزاد کئے۔ بہرصورت آپؐ نے انا فتحنا الخ سورۃ سنائی۔ نزرت اى كررت یعنی بار بار سوال کیا ہے۔ صلح حدیبیہ سے خیر جزیل حاصل ہوئی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ یا فتحنا بمعنی قضیناک کے ہے۔ کہ ہم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپؐ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں گے اور آپؐ کے اصحاب بھی ہوں گے۔ اور امن و آشتی سے بیت اللہ کا طواف کریں گے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَبَعَثَ عَيْنًا لَهُ مِنْ خُزَاعَةَ وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ بِغَدِيرِ الْأَشْطَاطِ أَتَاهُ عَيْنُهُ قَالَ إِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوا لَكَ جُمُوعًا وَقَدْ جَمَعُوا

لَكَ لَاحَابِيْشَ وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَانِعُوْكَ فَقَالَ اَشِيْرُوْا اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ اَتَرَوْنَ اَنْ اَمِيْلَ اِلٰى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَصُدُّوْنَا عَنِ الْبَيْتِ فَاِنْ يَاْتُوْنَا كَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَحْرُوْبِيْنَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجْتَ عَامِدًا لِهٰذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيْدُ قَتْلَ اَحَدٍ وَّلَا حَرْبَ اَحَدٍ فَتَوَجَّهْ لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ قَالَ امْضُوْا عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہ و مروان دونوں کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ والے سال ایک ہزار سے کچھ زائد اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے۔ تو قربانی کے جانور کو ہار ڈالا۔ اس کا کندھا زخمی کر کے خون کو ملا۔ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور قبیلہ بنو خزاعہ سے اپنا ایک جاسوس بھیجا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے جب غدیر اشطاط کے مقام پر پہنچے تو آپ کے جاسوس نے آکر کہا کہ قریش نے آپؐ کے لئے مختلف قبائل کی جماعتیں اکٹھی کر لی ہیں۔ وہ آپؐ سے لڑنے والے ہیں اور آپؐ کو بیت اللہ سے روکنے والے ہیں۔ اور آپؐ کو منع کرنے والے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ کہ کیا تم مناسب سمجھتے ہو۔ کہ میں ان کے اہل و عیال اور بچوں پر حملہ کر دوں۔ جو ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ لوگ ہمارے پاس آگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں میں سے ایک جاسوس ہم سے کاٹ لیا ہے۔ گویا کہ ہم نے بھیجا ہی نہیں۔ اگر وہ نہ آئے تو ہم ان کے بال بچوں کو لوٹ کر انہیں لڑائی کی حالت میں چھوڑ دیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! آپؐ تو بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلے ہیں۔ نہ تو ہم کسی کو قتل کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی سے ہماری لڑائی لڑنے کا ارادہ ہے۔ پس آپؐ بیت اللہ کی طرف سیدھے جائیں۔ پس جو شخص ہمیں اس سے روک دے گا۔ ہم اس سے لڑائی کریں گے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کا نام لے کر چلے چلو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ روایت بالتفصیل کتاب الشروط میں گذر چکی ہے۔ اس جگہ اس کا بعض حصہ ذکر کیا گیا ہے۔

عیناً من خزاعة یہ جاسوس اگرچہ غیر مسلم تھا۔ مگر خلوص سے خدمت انجام دیتا تھا۔ اس لئے آپؐ نے حالات معلوم کرنے کے لئے ان کو بھیجا۔

احابیش مختلف قبائل کو کہتے ہیں جن میں اکثر قبائل بنو قارہ کے تھے۔ ان سے قریش نے مخالفت کی تھی۔ حبشی ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس کے نیچے ان لوگوں نے قسم اٹھائی تھی اس لئے ان کو احابیش الاشطاط کہنے لگے۔ یہ لوگ حدیبیہ والے سال مکہ چلے گئے تھے۔ آپؐ نے مشورہ طلب کیا۔ کہ آیا ان کے بال بچوں کو پکڑ لیا جائے۔ یا سیدھے مکہ چلا جانا چاہیئے۔ ان لوگوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ آپؐ نہ تو کسی کو قتل کرنے اور نہ ہی کسی سے لڑائی لڑنے کے ارادہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ منازل احابیش پر آپؐ حملہ نہ کریں۔ سیدھے مکہ چلے جائیں۔ جو رکاوٹ ڈالے اس سے لڑائی کریں۔ ممکن ہے یہ خبر غلط نکلے اگر ہم ان کی منازل تک پہنچ گئے۔ تو پھر ہمیں لڑنا پڑے گا۔ گویا ہم نے کوئی جاسوس بھیجا ہی نہیں تھا۔ اگر خبر صادق ہوتی۔ تو ہم نے ان کے اہل وعیال کو لوٹ کر بہت زک پہنچائی اور قریش کے احباب کو لوٹا۔ بہرحال آپؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے سیدھے بیت اللہ روانہ ہونے کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الی عیالھم وذراری ھؤلاء [۶/۲۳] اس سے مراد وہ کفار ہیں جو قریش کے حلیف تھے۔ اور قریش کی مدد کے لئے مکہ چلے گئے تھے۔ ان کے بال بچے پیچھے رہ گئے تھے۔

قطع عنا عینا اس سے مراد مشرکوں کی جماعت ہے۔ کہ جب وہ کفار اپنے اہل وعیال کی طرف واپس آئیں گے۔ تو اہل مکہ کے ہمراہ ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہوگا۔ تو ہم ان کی جماعت کو قتل کر دیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب وہ لوگ واپس آئیں گے تو مکہ کی طرف جاسوس بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ کہ ہم اس میں کفار کے اجتماع کا پتہ لگائیں۔ کیونکہ وہاں مکہ میں سوائے قریش کے کوئی اور باقی نہیں ہوگا۔ جاسوس بھیج کر خبر منگانے کی حاجت نہیں رہے گی۔ کیونکہ وہاں مکہ میں ان قریش کے سوا اور کوئی نہیں ہوگا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ کیونکہ اس صورت میں عمرہ چھوڑنا پڑتا تھا۔

حالانکہ اسی کے لئے نکلے تھے۔ اور لوگوں میں بھی یہ مشہور ہو گیا تھا کہ عمرہ کرنے گئے ہیں۔ اگر قتل و قتال میں مشغول ہو گئے۔ تو ایک قسم کی دھوکہ دہی ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شراحؒ نے اس لفظ کی تشریح میں بہت اختلاف کیا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو معنی متعین کئے ہیں۔ یعنی جماعت مراد لی ہے۔ میرے نزدیک بھی یہی معنی بہتر ہیں۔ اس لئے کہ بعض روایات میں عیناً کی بجائے عنقا کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی شخص اور طائفہ و جماعت کے متعین ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے مشورہ لیا۔ کہ جن لوگوں نے قریش سے حلف لیا ہم ان کی جگہوں پہ جا کر ان کے بال بچوں کو قیدی بنالیں اگر وہ ان کی مدد کے لئے آگئے۔ تو وہ ان میں مشغول ہو جائیں گے اور ہم اکیلے قریش سے محاربہ کریں گے۔ چنانچہ حدیث حدیبیہ میں یہ بھی ہے۔ اگر وہ نجات پا گئے۔ تو یہ ایک جماعت ہوگی۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے ہم سے کاٹ دیا۔ تو اس طرح ان کی تعدادِ کفر کم ہو جائے گی۔ اور ان کی قوت کمزور ہو جائے گی۔ ابن قیم اور عینی بھی لفظ عنق کو اختیار کیا ہے۔ اور اعناق رؤسا کو کہتے ہیں۔ مولانا مکیؒ نے اپنی تقریر میں ایک اور طریقہ سے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ کہ یہ جاسوس آپؐ نے مدینہ سے روانہ ہوتے وقت بھیجا تھا۔ کیونکہ مدینہ میں ہی آپؐ کو خبر مل گئی تھی کہ مشرکین آپؐ کے خلاف جمع ہو چکے ہیں۔ اور ان امیل کے معنی اترک قریش ھکذا امیل الی بلدان الاحابیش اور کرمانیؒ نے من المشرکین جار مجرور کا تعلق قطع سے کیا ہے۔ یعنی قطع منہم ای سوس یعنی پھر جاسوس بھیجنے کا کوئی فائدہ اور اثر ظاہر نہ ہوگا۔ بلکہ ایسا ہوگا کہ ہم نے جاسوس بھیجا ہی نہیں ہے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور لوٹ مار کا ارادہ ترک کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۷۶۴ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ يُخْبِرَانِ خَبَرًا مِّنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ فَكَانَ فِيْمَا اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ لَمَّا كَاتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ وَكَانَ فِيْمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو

وَاَنَّهُ قَالَ لَا يَأْتِيْكَ مِنَّا اَحَدٌ وَّاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهُ اِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَاَبٰى سُهَيْلٌ اَنْ يُّقَاضِىَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى ذٰلِكَ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوْا فَتَكَلَّمُوْا فِيْهِ فَلَمَّا اَبٰى سُهَيْلٌ اَنْ يُّقَاضِىَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى ذٰلِكَ كَاتَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا جَنْدَلِ ابْنَ سُهَيْلٍ يَّوْمَئِذٍ اِلٰى اَبِيْهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ مِّنَ الرِّجَالِ اِلَّا رَدَّهُ فِىْ تِلْكَ الْمُدَّةِ وَاِنْ كَانَ مُسْلِمًا فَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَكَانَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ اَبِىْ مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِىَ عَاتِقٌ فَجَاءَ اَهْلُهَا يَسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْجِعَهَا اِلَيْهِمْ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْمُؤْمِنَاتِ مَا اَنْزَلَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ وَعَنْ عَمِّهٖ قَالَ بَلَغَنَا حِيْنَ اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرُدَّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ وَبَلَغَنَا اَنَّ اَبَا بَصِيْرٍ فَذَكَرَهُ بِطُوْلِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ نے مروان اور مسور بن مخرمہ دونوں سے عمرہ حدیبیہ کے بارے میں خبر دی کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے حدیبیہ کے دن صلح نامہ لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو سہیل بن عمرو کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپؐ کے پاس ہم میں سے جو شخص بھی آئے گا اگرچہ وہ آپؐ کے دین پر کیوں نہ ہو۔ مگر آپؐ کو اسے ہمارے پاس واپس کرنا پڑے گا۔ اور آپؐ ہمارے اور اس کے درمیان راستہ کھول دیں گے۔ سہیل تو اسی شرط صلح پہ اڑا ہوا تھا۔ اور مومنوں اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اسے گراں سمجھتے تھے اور

اس بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ اور سہیل یہی کڑوی گولی کھلانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کے بغیر صلح نہیں ہوسکتی۔ بالآخر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط بھی لکھ دی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن سہیل کے بیٹے حضرت ابوجندلؓ کو واپس کر دیا بلکہ مردوں میں جو آدمی بھی آپؐ کے پاس مسلمان ہو کر آتا اسے واپس کر دیا جاتا اگرچہ وہ مسلمان بھی ہوتا۔ اسے اس مدت میں واپس کیا جاتا رہا۔ اور مومنین عورتیں بھی ہجرت کر کے آئیں۔ چنانچہ ام کلثومؓ بنت عتبہ بن ابی معیط بھی ان لوگوں میں تھی جو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ نوجوان لڑکی تھی۔ جس کے گھر والے اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس لانے کے لئے آتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے بارے میں لا ترجعوھن الی الکفار والی آیت نازل فرمائی۔

ابن شہاب فرماتے ہیں۔ کہ مجھے عروۃ بن الزبیرؓ نے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مومن عورتوں کا امتحان لیتے تھے۔ جو ہجرت کر کے آپؐ کے پاس آتی تھیں۔ اس آیت کے مطابق یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات الآیۃ اور ابن شہاب اپنے چچا محمد بن مسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ ہمیں یہ بھی خبر پہنچی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا۔ کہ آپؐ مشرکین کی طرف ان کا وہ خرچہ بھی واپس کریں۔ جو انہوں نے اپنی مہاجرات بیویوں پہ خرچ کیا ہے۔ اور پھر ابوبصیرؓ کا تفصیلی قصہ ذکر کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ صلح نامہ حدیبیہ کے لکھے جانے کے بعد جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو چند عورتیں بھی ہجرت کر کے آپؐ کے پاس آئیں۔ چونکہ صلح نامہ میں رجل کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ اس لئے عورتوں کو واپس نہیں کیا گیا۔

عاتق بمعنی نوجوان عورت جو چودہ پندرہ برس کی ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے تخصیص کر دی۔ لفظ من اگرچہ عام تھا۔ لیکن اس صفت کی تخصیص کر دی گئی۔ عہد شکنی نہیں ہوئی بلکہ صراحۃً حکم آگیا۔ لا ترجعوھن الی الکفار پہلی توجیہ کے مطابق لفظ احد روایت بالمعنی کے طور پہ ہوگا۔ ورنہ اصل روایت میں لفظ رجل ہے۔ اور دوسری توجیہ

میں لا تمسکوا بعصم الکوافر کے ذریعہ اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

وبلغنا ان ابا بصیر الخ حضرت ابوبصیرؓ بھی مکہ سے بھاگ کر آئے تھے۔ آپؐ نے حسب معاہدہ ان کو بھی واپس کر دیا۔ لیکن جب یہ مقام ذی الحلیفہ پہ پہنچے۔ تو کھجور کھاتے کھاتے ان نگران شخصوں میں سے ایک کی تلوار لی اور اسے قتل کر دیا۔ اور دوسرا بھاگتا ہوا مسجد نبوی پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا۔ قتل صاحبی وانا مقتول میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے۔ اور میں قتل ہونے والا ہوں۔ ادھر ابوبصیرؓ بھی پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تو لڑائی کو بھڑکانے والا ہے۔ تو یہ سمجھ گئے۔ کہ آپؐ مجھے پھر قریش کے حوالہ کرنے والے ہیں۔ تو انہوں نے مدینہ سے دور کچھ فاصلہ پہ ایک جھونپڑی بنالی۔ وہاں بیٹھ گئے۔ اب جو مسلمان بھی مکہ سے بھاگ کر آتا وہ ان کے پاس پہنچ جاتا۔ ایک جماعت بن گئی۔ قریش کا جو قافلہ شام کی طرف جاتا یہ لوگ اس پہ حملہ کر کے مال واسباب لوٹ لیتے۔ آدمیوں کو قتل کر دیتے۔ جس سے ان کے پاس بہت کچھ مال بھی جمع ہو گیا۔ آخر قریش نے خود ہی آدمی بھیج کر یہ شرط منسوخ کرائی۔ جس پہ آپؐ کو مجبور کیا گیا تھا۔ اور پھر یہ لوگ بھی مدینہ پہنچ گئے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۵ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ فَقَالَ اِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ اَجْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حجاج بن یوسف ثقفی کے فتنہ کے زمانہ میں عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ تو فرمانے لگے۔ اگر ہمیں بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو ہم ایسا ہی کریں گے جیسا کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا تھا۔

چنانچہ انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اس وجہ سے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یعنی جس سال حجاج بن یوسف حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے

ساتھ قتال کے لئے آیا ہے۔ یہ زمانہ عبد الملک بن مروان کی خلافت کا ہے۔ عراق اور حجاز حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کے قبضہ میں تھے۔ عبد الملک نے ان کو قتل کرنے کے لئے حجاج بن یوسف کو بھیجا تو وہ حوالی مکہ میں آکر مقیم ہو گیا۔ ان حالات جنگ میں حج وعمرہ ممکن نہیں تھا۔ تو ابن عمرؓ نے احرام تو باندھ لیا۔ فرمایا اگر بیت اللہ تک پہنچ گئے تو عمرہ کے افعال کریں گے ورنہ جیسے حدیبیہ میں آپؐ نے عمرہ کا احرام کھول دیا تھا ہم بھی ایسا کریں گے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ أَنَّهُ أَهَلَّ وَقَالَ إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَفَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَتَلَا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے احرام باندھ لیا اور فرمایا کہ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ آگئی۔ تو میں ایسے کروں گا جیسے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ جب کہ کفار قریش نے آپؐ کے درمیان رکاوٹ ڈال دی تھی۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ اللہ کے رسول میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَهُ لَوْ أَقَمْتَ الْعَامَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لَّا تَصِلَ إِلَى الْبَيْتِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَايَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ أَصْحَابُهُ وَقَالَ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَوْجَبْتُ عُمْرَةً فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مَا أُرَى شَأْنَهُمَا إِلَّا وَاحِدًا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي فَطَافَ طَوَافًا وَاحِدًا وَسَعْيًا وَاحِدًا حَتّٰى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا۔

ترجمہ۔ حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بعض بیٹوں نے ان سے کہا کہ آپ اس سال گھر پر اقامت کریں۔ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

انہوں نے فرمایا۔ کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے تو کفار قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے جانور ذبح کر دیئے۔ آپ نے سر منڈوایا اور آپ کے اصحاب نے سر کے بال کٹوائے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے عمرہ اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ کھول دیا گیا۔ تو میں بیت اللہ کا طواف کروں گا۔ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ آگئی۔ تو میں وہ کروں گا جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ کچھ دیر چلے پھر فرمایا۔ کہ میں حج اور عمرہ دونوں کا حال ایک سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے حج اور عمرہ دونوں واجب کئے ہیں۔ یعنی میں قارن ہوں۔ پھر انہوں نے ایک طواف اور سعی کی پھر دونوں نے اکٹھے احرام کھولا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ قارن کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔ شوافع کا استدلال اس روایت سے ہے۔ نسائی اور موطا امام محمدؒ کی روایت ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے حج اور عمرہ کو جمع کیا۔ ان کے لئے دو طواف اور دو سعی کئے۔ امام ابو حنیفہؒ کا یہی مستدل ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۸ حَدَّثَنِیْ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِیْدِ الخ عَنْ نَافِعٍ قَالَ إِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُوْنَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَلٰكِنَّ عُمَرَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ إِلٰى فَرَسٍ لَهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَأْتِيْ بِهِ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِيْ بِذٰلِكَ فَبَايَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهِ إِلٰى عُمَرَ وَعُمَرُ يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهُ حَتّٰى بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ الَّتِيْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّاسَ

كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَفَرَّقُوا فِي ظِلَالِ الشَّجَرِ فَإِذَا النَّاسُ مُحْدِقُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ انْظُرْ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَدْ أَحْدَقُوا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمْ يُبَايِعُونَ فَبَايَعَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عُمَرَ فَخَرَجَ فَبَايَعَ.

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ لوگ باتیں کر رہے ہیں۔ کہ ابن عمرؓ اپنے باپ عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حدیبیہ کے دن حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک انصار کے آدمی کی طرف گھوڑا لانے کے لئے بھیجا۔ تاکہ اس پر سوار ہو کر جنگ میں حصّہ لیا جائے۔ جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شجرہ کے پاس صحابہ کرامؓ سے بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے آپؐ سے بیعت کر لی۔ پھر گھوڑے کی طرف گئے اسے لاکر حضرت عمرؓ کے سپرد کیا۔ حضرت عمرؓ اس وقت جنگ کے لئے زرہ لگا رہے تھے۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے ان کو خبر دی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ چل پڑے۔ حضرت عبداللہ بھی ان کے ہمراہ گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ پس یہ قصہ ہے جس کو لوگ بیان کرتے پھرتے ہیں کہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے پہلے اسلام لائے۔ اور دوسری سند ھشام میں خود ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جو درختوں کے سائے کے نیچے پھیل گئے۔ پس اچانک لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھراؤ کئے ہوئے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے عبداللہ! دیکھو لوگوں کا کیا حال ہے کہ لوگوں نے آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھراؤ کیا ہوا ہے۔ پس انہوں نے لوگوں کو پایا کہ وہ آپؐ سے بیعت کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے بیعت کر لی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس واپس آکر بتایا تو وہ گئے اور بیعت کی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | عند رجل من الانصار ص۶۰۱ ۲۲ وہ انصاری آدمی لشکر کے ایک کنارے پر تھا۔ جس سے حضرت عمرؓ نے قتال کے لئے گھوڑا مانگا۔ کیونکہ ان حضرات کا گمان

یہ تھا۔ کہ کفار قریش کے ساتھ لامحالہ لڑائی ہو کر رہے گی۔ اور دوسری حدیث میں جو ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور گھیراؤ کرنے والی قوم کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ کو ان دونوں کام کے لئے بھیجا ہے۔ تو انہوں نے گھوڑا بھی لاکر دیا۔ اور قوم کی خبر بھی لاتے اور خود بھی بیعت کر آئے۔ اب راویوں نے ان میں سے ہر ایک کو الگ بیان کیا۔ دونوں کو اکٹھا بیان نہیں کیا۔

فھی التی یتحدث الناس اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر بیعت اسلام معلوم ہوتی ہے۔ پس جس شخص کو حضرت عمرؓ کے اسلام فی المدینہ کا علم نہیں۔ جب اس نے بیعت کا لفظ سنا تو اس نے سمجھا کہ ابن عمرؓ اپنے باپ سے پہلے بیعت الاسلام کر کے آئے ہیں۔ حالانکہ یہ تو بیعت رضوان تھی۔ حضرت عمرؓ تو مکہ میں مسلمان ہو چکے تھے۔ اور جس شخص کو بیعت رضوان کا اور اسلام عمرؓ کا علم ہے۔ وہ تو واقعہ کو اسی طرح جانتا ہے۔ جیسا کہ نفس الامر میں ہے۔ اس کو لفظ بیعت سے دھوکہ نہیں لگتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ جس طرح شیخ گنگوہیؒ نے جمع بین الحدیثین کیا ہے۔ حافظؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور جمع یوں بھی ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ اپنے بیٹے عبد اللہ کو گھوڑا لانے کے لئے بھیج رہے ہوں۔ دریں اثنا لوگوں کو آپؐ کے پاس جمع دیکھا تو فرمایا کہ ان کا حال بھی معلوم کرتے آنا۔ کہ یہ کیوں جمع ہو رہے ہیں۔ تو حضرت عبد اللہؓ نے پہلے قوم کا حال معلوم کیا۔ جس کے نتیجہ میں بیعت کر لی۔ پھر گھوڑا لاکر حاضر کیا اور باپ کو لوگوں کے اجتماع کا حال بتایا۔ انہوں نے آکر بعد ازاں بیعت کی۔ اور ابن عمرؓ نے بھی دوسری مرتبہ بیعت کر لی۔ اس طرح روایات جمع ہو جاتی ہیں۔ اور ایک بیعت ہجرت ہے جو مدینہ میں ہوئی۔ تو اس طرح تین روایات ہو گئیں۔

حدیث نمبر ۳۷۶۹ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (الخ) سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى (الخ) قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اعْتَمَرَ فَطَافَ فَطُفْنَا مَعَهُ وَصَلَّى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيْبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ نے قضا عمرہ کیا ہے۔ تو ہم آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ پس آپؐ نے طواف کیا۔ اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ طواف کیا۔ آپؐ نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپؐ نے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ لگائی تو ہم مکہ والوں سے آپؐ کی حفاظت کر رہے تھے کہ کہیں کوئی آپؐ کو تکلیف نہ پہنچائے۔

تشریح از قاسمیؒ امام بخاریؒ اس حدیث کو اس باب میں اس لئے لاتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ عمرہ حدیبیہ میں آپؐ کے ہمراہ تھے اور شجرہ کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔ نیز عمرۃ القضاء میں بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۷۰ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَبُوْ وَائِلٍ لَمَّا قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ مِنْ صِفِّيْنَ أَتَيْنَاهُ نَسْتَخْبِرُهُ فَقَالَ اتَّهِمُوا الرَّأْيَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ يَوْمَ أَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَرُدَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَهُ لَرَدَدْتُ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلٰى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ قَبْلَ هٰذَا الْأَمْرِ مَا نَسُدُّ مِنْهَا خُصْمًا إِلَّا انْفَجَرَ عَلَيْنَا خُصْمٌ مَا نَدْرِيْ كَيْفَ نَأْتِيْ لَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سہل بن حنیفؓ صفین سے واپس آئے۔ تو ہم ان میں سے احوال معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں نے تو اپنی رائے قتال میں پکی کر لی ہے۔ اور مجھے کوتاہی میں متہم کرتے ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں کبھی مصلحت کی بنا پر جنگ میں کوتاہی برتی جاتی ہے۔ اور وقت ضرورت کوتاہی نہیں کی جاتی۔ دیکھو میں حضرت ابو جندلؓ کے واپس کئے جانے کے دن اگر مجھے طاقت ہوتی تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو رد کر دیتا۔ لیکن مصلحتیں اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ اور ہمارا حال یہ تھا کہ اس معاملہ سے پہلے جب ہم کسی مشکل کام کے لئے تلواریں اپنے کندھوں پر رکھتے تھے۔ تو وہ تلواریں ہمیں ایسے معاملہ تک پہنچاتی تھیں جس کی سہولت کو ہم

سمجھتے تھے۔ مگر یہ فتنہ ایسا ہے کہ اگر ہم اس کے ایک کنارے کو بند کرتے ہیں۔ تو دوسرا کنارہ ہم پر بہہ پڑتا ہے۔ پس ہم حیران ہیں کہ کیا رویہ اختیار کریں۔ اس لئے میں نے تو مسلمانوں کے خون کی حفاظت اور مسلمانوں کو لڑائی سے بچانے کے لئے قتال کو ترک کر دیا ہے۔ یہ فتنہ بڑا مشکل ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جنگ ہے۔ دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | نستخبرہ فقال اتهموا الخ ص ۶۰۲ روایت میں اختصار ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ اتیناہ نستخبرہ فبین لنا ما خبری له ولاصحابه بناک۔ یعنی جب ہم ان سے حالات معلوم کرنے کے لئے گئے تو انہوں نے وہ واقعات سنائے جو ان کو اور ان کے ساتھیوں کو وہاں پیش آئے۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے لشکریوں سے کہا جو صلح سے انکار کر رہے تھے۔ اور جنگ کو پسند کرتے تھے۔ بلکہ لوگوں کو اس کی ترغیب دے رہے تھے۔ تو انہوں نے ہماری رائے کو متہم کر دانا۔ حالانکہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی مصلحت کا یہی تقاضا تھا کہ صلح کر لی جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مسند احمد میں یہ حدیث مفصل مرقوم ہے۔ کہ صفین میں جب اہل الشام قتل ہونے لگے۔ تو ایک ریت کے ٹیلے کے پیچھے پناہ پکڑی۔ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی تجویز پر کتاب اللہ کو حکم بنانے کا اعلان کیا گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ایک چال ہے۔ خوارج نے کہا کہ ہم ٹیلے کے پیچھے جا کر ان کا صفایا کرتے ہیں۔ تو اس موقعہ پر حضرت سہل بن حنیفؓ نے فرمایا کہ لوگو! ذرا اپنی رائے پر غور کر لو۔ مصلحت صلح کرنے میں ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس حدیث پر اشکال ہے۔ کہ جب ابو وائل خود صفین کی جنگ میں موجود تھے۔ انہیں سہل بن حنیفؓ سے احوال پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ مسند احمد کی مفصل روایت اور خود بخاری کی روایت ہے کہ ابو وائل کہتے ہیں۔ میں خود صفین میں موجود تھا۔ کہ سہل بن حنیفؓ اٹھ کر کہنے لگے۔ اتهموا رأیکم الخ۔

حدیث نمبر ۱۷۷۳ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ؓ قَالَ اَتٰی عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَیْبِیَةِ وَالْقَمْلُ یَتَنَاثَرُ

عَلٰی وَجْهِیْ فَقَالَ اَیُؤْذِیْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِیْنَ اَوِ انْسُكْ نَسِیْكَةً قَالَ اَیُّوْبُ لَا اَدْرِیْ بِاَیِّ هٰذَا بَدَاَ ۔

ترجمہ ۔ حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ حدیبیہ کے زمانہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے ۔ تو جوئیں میرے چہرہ پر گر رہی تھیں ۔ آپؐ نے فرمایا کہ تیرے سر کی جوئیں تجھے تکلیف دے رہی ہیں ۔ میں نے کہا ہاں ! آپؐ نے فرمایا سر منڈوا دو ۔ اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ ۔ یا ایک جانور ذبح کرو ۔ ایوب فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کس سے ابتدا کی ۔

حدیث نمبر ۳۷۷۲ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَیْبِیَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ قَالَ وَكَانَتْ لِیْ وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰی وَجْهِیْ فَمَرَّ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُؤْذِیْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖ اَذًی مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۔

ترجمہ ۔ حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ۔ جب کہ ہم احرام باندھے ہوئے تھے ۔ اور مشرکین مکہ نے ہمیں روک دیا تھا ۔ اور میرے سر پہ لمبے لمبے بال تھے ۔ تو جوئیں میرے چہرہ پہ گرنے لگیں ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے پاس سے گذر ہوا ۔ تو آپؐ نے پوچھا ۔ کیا تیرے سر کی جوئیں تجھے تکلیف دی رہی ہیں ۔ میں نے کہا ہاں ۔ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی ۔ جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ روزے کا فدیہ دے ۔ یا صدقہ کرے یا قربانی ذبح کرے ۔

بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ

ترجمہ۔ باب عکل اور عرینہ والوں کا قصہ

حدیث نمبر ۳۷۷۳ حَدَّثَنِی عَبْدُ الْاَعْلٰی اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَاسًا مِنْ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَلَّمُوْا بِالْاِسْلَامِ فَقَالَ يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا اَهْلَ ضَرْعٍ وَّلَمْ نَكُنْ اَهْلَ رِيْفٍ وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَّرَاعٍ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا فِيْهِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِیْ اٰثَارِهِمْ فَاَمَرَهُمْ فَسَمَرُوْا اَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوْا اَيْدِيَهُمْ وَتُرِكُوْا فِیْ نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتّٰى مَاتُوْا عَلٰی حَالِهِمْ قَالَ قَتَادَةُ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ مِنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ يَحْيٰى بْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ اَنَسٍ قَدِمَ نَفَرٌ مِّنْ عُكْلٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل اور عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ میں آئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انہوں نے اسلام کا کلمہ پڑھا۔ کہنے لگے یا نبی اللہ! ہم مال مویشی والے لوگ ہیں۔ کھیتی باڑی نہیں ہے۔ ہمیں مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ ہمارے کچھ اونٹ اور چرواہا ہے۔ ان کے پاس جاؤ۔ وہاں ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ پس وہ گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ حرہ کے نواح میں تھے تو اسلام کے بعد انہوں نے کفر اختیار کر لیا۔ آپؐ کے چرواہے حضرت یسارؓ کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی خبر پہنچی تو آپؐ نے ان کی تلاش کے لئے ایک فوجی دستہ بھیجا۔ پکڑے گئے۔ پس آپؐ نے ان کے

متعلق حکم دیا کہ ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جائیں اور ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ اور حرہ کے کنارے ان کو پھینک دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اسی حال میں مر گئے۔ قتادہ اسی سند سے فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث بھی پہنچی کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ خیرات کی ترغیب دیتے تھے اور ناک کان کاٹنے سے منع کرتے تھے۔ شعبہ کی سند میں صرف عرینہ کا ذکر ہے اور یحییٰ کی سند میں عکل کا ہے۔ دونوں کا نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنی اس حدیث میں ناسًا کہا گیا ہے۔ تعداد نہیں بتلائی گئی۔ بعض روایات میں تعداد سات ہے۔ تین عکل سے اور چار عرینہ سے مل جاتا ہے یا اس کا برعکس ہے۔

تکلموا بالاسلام درحقیقت یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے۔ زبانی کلامی کلمہ پڑھا تھا۔ وخم بیماری کو بھی کہتے ہیں۔ جس میں پیٹ اور آب وہوا کے موافق نہ آنے کو بھی وخم کہتے ہیں۔ ریف زراعت کو کہتے ہیں۔ اہل زرع یعنی کھیتی باڑی والے تو ایک جگہ رہ سکتے ہیں۔ لیکن اہل ضرع مال مویشی والے خانہ بدوش ہوتے ہیں۔ ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ الطلب جمع طالب کی۔

حدیث نمبر ۳۷۷۴ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلٰى اَبِیْ قِلَابَةَ وَكَانَ مَعَهٗ بِالشَّامِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمًا قَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْقَسَامَةِ فَقَالُوْا حَقٌّ قَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ قَالَ وَاَبُوْ قِلَابَةَ خَلْفَ سَرِيْرِهٖ فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ فَاَيْنَ حَدِيْثُ اَنَسٍ فِی الْعُرَنِيِّيْنَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ اِيَّایَ حَدَّثَهٗ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ مِّنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ مِنْ عُكْلٍ ذَكَرَ الْقِصَّةَ۔

ترجمہ۔ ابو رجاء جو ابو قلابہ کے غلام ہیں وہ ان کے ہمراہ شام میں تھے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ طلب کیا کہ تم لوگ قسامۃ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا وہ حق ہے۔ اس کا فیصلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور آپ سے پہلے

خلفاء نے بھی کیا۔ ابو قلابہ خلیفہ کے تخت کے پیچھے بیٹھے تھے۔ عنبسہ بن سعید اموی نے کہا کہ عرنیین کے بارے میں جو حضرت انسؓ کی حدیث ہے۔ وہاں کہاں جائے گی کہ جس میں قصاص لیا گیا ہے۔ ابو قلابہ نے کہا یہ حدیث مجھے خود حضرت انس بن مالکؓ نے بیان فرمائی۔ البتہ عبد العزیز عن انس من عرینہ کہتے ہیں اور ابو قلابہ عن انس من عکل کہتے ہیں، پھر قصہ بیان کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قسامۃ کا مسئلہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پیش ہوا جس میں وہ بہت حیران و پریشان تھے۔ لوگوں سے مشورہ لیا۔ قسامۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی مقتول محلہ میں پایا جائے اور اس کا قاتل معلوم نہ ہو سکے۔ شک و شبہ بھی کسی پہ نہ ہو۔ تو حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مدعیٰ علیہم پچاس قسمیں اٹھائیں۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ پہلے مدعیٰ علیہ قسم اٹھائے پھر دوسرے لوگ اور مدعیٰ بھی قسم اٹھائے۔ حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ مدعی کے ذمہ تو بیّنہ گواہ ہوتے ہیں۔ مدعیٰ علیہ قسم اٹھائے اس کے بعد اسے دیت دینی پڑے گی۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ قسم کے بعد اسے چھوڑ دیا جائے۔ اگر لوث پایا جائے۔ یعنی کوئی دشمن وغیرہ یا شک و شبہ ہو۔ تو اولیاء مقتول پچاس قسمیں اٹھائیں۔ لیکن امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ لوث کی صورت میں قصاص لیا جائے گا۔ امام صاحبؒ کے نزدیک قصاص نہیں ہے دیت ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے یہی مسئلہ پیش ہوا کہ آیا قسامۃ میں قصاص ہے یا نہیں ہے۔ اگر مدعیٰ علیہم قسمیں نہ اٹھائیں۔ تو امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت تک ان کو قید میں رکھا جائے۔ جب تک کہ قسم کھانے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔

قالوا الحق یعنی القصاص حق تو عمر بن عبد العزیزؒ نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ کیا تمہارا بھی یہی مشورہ ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ آپ نے مجھ سے سوال کر کے مجھے ان لوگوں کے سامنے ڈال دیا ہے۔ اب سنو! اگر چند آدمی پچاس قسمیں کھا کر کہیں کہ فلاں آدمی نے حمص میں زنا کیا ہے۔ ہم نے دیکھا نہیں تو کیا اس پہ حد زنا جاری ہو گی۔ اسی طرح کسی نے کہا۔ کہ وہ فلاں شخص نے چوری کی۔ ہم نے اسے چوری کرتے دیکھا نہیں۔ لیکن پچاس قسمیں کھا لیتے ہیں۔ تو حد سرقہ اس پہ جاری ہو گی۔ ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جواب تھا کہ نہیں۔ تو اخف الحدود میں قسموں کا اعتبار نہیں ہے۔ قتل تو اہم ہے۔ جب کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا نہیں۔

تو پچاس قسموں پر اعتبار کر کے قصاص کیوں لیا جاتا ہے۔ انہوں نے حضرت انسؓ کی روایت پڑھی۔ کہ لا یحل دم امرءٍ مسلم الا بثلث قتل نفس ارتداد اور زنا تو عنبسہ نے اس حصر پر اعتراض کیا۔ کہ دیکھو عرنیین کے واقعہ میں قصاص کیوں لیا گیا۔ تو ابو قلابہ نے فرمایا۔ کہ وہ تو قطاع الطریق تھے۔ مرتد ہو گئے۔ قتل نفس بھی کیا۔ تو ان تینوں امور کی وجہ سے ان سے قصاص لیا گیا۔ تو عرنیین کی روایت اس حصر کے خلاف نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں امام بخاریؒ امام صاحبؒ کے ساتھ ہیں۔ اور سب ائمہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **اھلِ ضرعٍ** ص ۶۰۲/۱۶ یہ صفرا کی بیماری کا اور آب وہوا کے موافق نہ آنے کا سبب ذکر کیا۔ کیونکہ وہ لوگ دودھ کے عادی تھے گندم کی روٹی اور جو سے تو صفرا کا پیدا ہونا لازمی تھا۔ باقی قسامۃ کا مسئلہ امام بخاریؒ اپنے محل پر بیان فرمائیں گے۔

سولہواں پارہ ختم ہوا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ بروز منگل بوقت تین بجے شام

سترھواں پارہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے رحم والا

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الْقَرَدِ

وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِيْ أَغَارُوْا عَلٰى لِقَاحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلَاثٍ۔

ترجمہ۔ یہ وہ غزوہ ہے جس میں خیبر سے تین دن پہلے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر غارت اور لوٹ مار کی۔

حدیث نمبر ۳۷۷۵ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُوْلُ خَرَجْتُ قَبْلَ أَنْ يُّؤَذَّنَ بِالْأُوْلٰى وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْعٰى بِذِيْ قَرَدٍ قَالَ فَلَقِيَنِيْ غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ أُخِذَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ أَخَذَهَا قَالَ غَطَفَانُ قَالَ فَصَرَخْتُ ثَلٰثَ صَرَخَاتٍ يَا صَبَاحَاهُ قَالَ فَأَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلٰى وَجْهِيْ حَتّٰى أَدْرَكْتُهُمْ وَقَدْ أَخَذُوْا يَسْتَقُوْنَ مِنَ الْمَاءِ فَجَعَلْتُ أَرْمِيْهِمْ بِنَبْلِيْ وَكُنْتُ رَامِيًا وَأَقُوْلُ أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ وَأَرْتَجِزُ حَتّٰى اسْتَنْقَذْتُ اللِّقَاحَ مِنْهُمْ وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلٰثِيْنَ بُرْدَةً قَالَ وَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ وَهُمْ عِطَاشٌ فَابْعَثْ إِلَيْهِمُ السَّاعَةَ فَقَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ

مَلَكْتَ فَاسْجِحْ قَالَ ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُرْدِفُنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ حَتّٰى دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ میں پہلی اذان سے پہلے گھر سے نکلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیاں ذی قرد میں چر رہی تھیں۔ مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نوکر ملا۔ جس نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں پکڑ لی گئی ہیں۔ میں نے پوچھا کون پکڑ کر لے گیا ہے۔ اس نے کہا۔ غطفان کے لوگ لے گئے۔ تو میں نے دستور کے مطابق تین چیخیں لگائیں۔ کہ یاصباحاہ کہ صبح کے وقت ڈاکہ پڑ گیا۔ تو مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کی آبادی کو یہ آواز سنوادی۔ اور میں خود جلدی سے دوڑ لگا کے ان کو اس حال میں جا پکڑا کہ وہ پانی پینا شروع کر رہے تھے۔ میں چونکہ تیر انداز تھا۔ اس لئے میں نے انہیں تیر مارنے شروع کر دیئے۔ اور یہ رجز یہ شعر پڑھتا تھا۔ کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج کا دن کمینے لوگوں کی تباہی کا دن ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ساری اونٹنیاں ان سے چھڑالیں۔ اور ان کی تیس ۳۰ چادریں بھی میں نے چھین لیں۔ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگ بھی پہنچ گئے۔ میں نے کہا یا نبی اللہ! وہ لوگ پیاسے تھے۔ میں نے پانی پینے سے ان کو روک دیا۔ پس ابھی آپؐ ان کے پیچھے آدمی بھیجیں۔ تاکہ انہیں پکڑ لایا جائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ابن الاکوع آپ اپنی اشیاء کے مالک بن گئے۔ اب ان پر نرمی کریں۔ فرماتے ہیں کہ پھر ہم واپس لوٹے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی اونٹنی عضباء پر پیچھے بٹھایا۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ذی قرد ایک جگہ کا نام ہے۔ جو مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ پیادوں میں حضرت سلمہ بن الاکوعؓ نہایت تیز رفتار تھے۔ اور دوڑتے ہوئے اونٹ کو پکڑ کر اس پر چڑھ جاتے تھے۔ اور اس کے سوار کو قتل کر دیتے۔ جیسے غزوۂ حنین میں ایک واقعہ پیش آیا۔ اور سواروں میں حضرت قتادہؓ نہایت تیز رفتار تھے۔

یاصباحاہ عادت عرب کی یہ تھی۔ کہ صبح کے وقت لوٹ مار کرتے تھے۔ تو اپنی قوم کو اطلاع دینے کے لئے یاصباحاہ کا نعرہ لگاتے۔ اسے تصبیح کہتے تھے۔

رضع جمع راضع کی بمعنی لئیم کمینہ۔ اصلی معنی تو دودھ پینے والے ہیں۔ لئیم وہ کنجوس جو خود تو خرچ نہ کرے دوسرے کو خرچ کرتے ہوئے دیکھ کر اسے دکھ ہو۔ رضیع وہ شخص کہلاتا تھا۔ گائے۔ بھینس اونٹنی کا دودھ دوہتا نہیں تھا۔ تھن کو منہ لگا کر پیتا۔ تاکہ کوئی فقیر آواز سن کر آنہ جائے۔ تو جو شخص اتنا کنجوس ہو کہ وہ دودھ دوہنے کی آواز بھی نہیں سنانا چاہتا وہ لئیم نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ فرزدق شاعر سے کسی نے پوچھا۔ کہ اشعر الناس کون ہے۔ تو وہ اسے اپنے باپ کے پاس لے لیا۔ جو تھن سے دودھ پی رہا تھا۔ کہا دیکھو کتنا لئیم ہے۔ اس کے پوتے بچے چیختے رہتے ہیں۔ وہ ان کو دودھ نہیں پلاتا۔ بایں ہمہ میں اخطل اور جریر سے لڑتا رہتا ہوں۔ تو اشعر الناس میں ہوں کہ اپنے عیب کو ثابت نہیں ہونے دیتا۔

یوم الرضع یعنی لئیموں کے ہلاک ہونے کا دن ہے۔ استنقذت اللقاح چونکہ حضرت سلمہؓ تیرانداز تھے۔ تیر پھینکتے تھے جو ان کو جا کر لگتے تھے۔ وہ خفت کے لئے بھاگتے ہوئے چادریں چھوڑتے جاتے تھے۔ اور یہ ان پر پتھر رکھ دیتے تھے۔ اس طرح انہوں نے تیس[۳۰] چادریں جمع کر لیں اور اونٹنیاں بھی چھڑا لیں۔

ملکت فاسجح یہ ایک ضرب المثل ہے۔ یعنی جو شخص اپنا مقصد حاصل کر چکا ہے۔ اسے تشدد نہ کرنا چاہیئے۔ البتہ قبل از غلبہ تشدد کر سکتا ہے۔ تو ملکت فاسجح اے قدرت علیہم وغلبت فارفق یعنی جب تم نے غلبہ حاصل کر لیا تو اب ان پر نرمی کرو۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کی عمر بھی بہت تھی۔ اسی وجہ سے امام بخاریؒ کے پاس جو ان کی ثلاثیات ہیں وہ اکثر انہیں حضرت سلمہؓ سے ہیں۔ کہ امام بخاریؒ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین آدمیوں کا واسطہ ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ

ترجمہ۔ باب خیبر کی جنگ کا قصہ

حدیث نمبر ۳۷۷۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ

حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ اَدْنٰى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْاَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ اِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَاَمَرَ بِهٖ فَثُرِّيَ فَاَكَلَ وَاَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ۔

ترجمہ۔ حضرت سوید بن نعمانؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ وہ خیبر والے سال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جب ہم صہبار مقام تک پہنچے جو خیبر کے قریب واقع ہے۔ آپؐ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر توشے منگائے توسوائے ستو کے کچھ نہ لایا گیا۔ پس آپؐ نے اس کو بھگونے کا حکم دیا۔ جسے آپؐ نے بھی کھایا اور ہم نے بھی کھایا۔ پھر آپؐ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آپؐ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہ بنائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خیبر ایک شہر کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے آٹھ برید کے فاصلہ پر ہے۔ جس میں یہودیوں کے بہت سے چھوٹے چھوٹے قلعے تھے۔ جہاں ان کی بڑی طاقت جمع ہوگئی تھی۔ آپؐ جب مدینہ تشریف لائے ہیں تو اس وقت مدینہ اور خیبر میں یہود رہتے تھے۔ بنونضیر بنوخزرج کے علاوہ بنو قینقاع بھی تھے۔ بنونضیر تو جلا وطن ہوتے۔ بنو قریظہ قتل کر دیئے گئے۔ حیی بن اخطب سردار خیبر بھی بنو قریظہ کے ہمراہ قتل کر دیئے گئے۔ جو بہت بڑا مالدار تھا۔ جب یہ بنونضیر کے ہمراہ مدینہ سے نکلا ہے۔ تو اپنا خزانہ جو چمڑے کی ایک مشک میں سونا چاندی بھرا ہوا تھا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا چاندی لے جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ اگر تم نے اپنا خزانہ چھپایا۔ تو پھر عہد معاہدہ ختم ہو جائے گی۔ اس شرط کو ان لوگوں نے قبول کیا تھا۔ جب آپؐ نے حیی بن اخطب کے خزانہ کے متعلق پوچھا تو بتلایا گیا کہ ذاتی نفقات اور جنگی کاموں میں خرچ ہو چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ابھی تو تھوڑا زمانہ گزرا ہے۔ وہ ختم کیسے ہوگیا۔ بہرحال آپؐ نے حضرت علیؓ کی حفاظت میں ان کا گھر سپرد کر دیا۔ حضرت علیؓ نے اس کے لڑکے کو ایک جگہ گھومتے پھرتے دیکھا۔ انہیں شک گزرا کہ یہاں کوئی شے ضرور ہے۔ بیت المال کے لئے میت کی جائداد معلوم کرنے کے لئے دشواری ہوتی تھی۔ تو قاعدہ یہ تھا۔ کہ مرتے وقت میت کی آنکھ جس طرف ہوتی یا متوجہ ہوتا اس جگہ کو کھودا جاتا تو عموماً

اشرفیاں نکلتی تھیں۔ ایک شخص کا واقعہ ہے کہ مرتے وقت اس نے بارہ تیرہ اشرفیاں دہی کے ساتھ کھالی تھیں۔ صرف تین چار باقی رہ گئی تھیں۔ جب معلوم کرایا گیا۔ تو سب اشرفیاں اس کے پیٹ سے نکل آئیں۔ بہرحال حضرت علیؓ نے اس جگہ کو کھودنے کا حکم دیا۔ تو وہاں سے اشرفیاں نکلیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ اب ہمارے ساتھ تمہارا معاہدہ نہیں رہا۔ تو حدیبیہ کے بعد آپؐ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۷۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَيْبَرَ فَسِرْنَا لَيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ يَا عَامِرُ اَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ يَحْدُوْا بِالْقَوْمِ يَقُوْلُ۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا اَبْقَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
وَاَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا اِنَّا اِذَا صِيْحَ بِنَا اَبَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا السَّابِقُ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْاَكْوَعِ قَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَوْلَا اَمْتَعْتَنَا بِهٖ فَاَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتّٰى اَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيْدَةٌ ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا اَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِيْ فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ اَوْقَدُوْا نِيْرَانًا كَثِيْرَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهِ النِّيْرَانُ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ تُوْقِدُوْنَ قَالُوْا عَلٰى لَحْمٍ قَالَ عَلٰى اَيِّ لَحْمٍ قَالُوْا عَلٰى لَحْمِ حُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْرِيْقُوْهَا وَاكْسِرُوْهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْ نُهَرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ اَوْ ذَاكَ فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيْرًا فَتَنَاوَلَ بِهٖ سَاقَ يَهُوْدِيٍّ لِيَضْرِبَهٗ وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهٖ فَاَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ

فَمَاتَ مِنْهُ قَالَ فَلَمَّا قَفَلُوْا قَالَ سَلَمَةُ رَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِیْ قَالَ مَالَكَ قُلْتُ لَهُ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ زَعَمُوْا اَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ اِنَّ لَهُ اَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ اَصْبَعَيْهِ اِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِیٌّ مَشٰی بِهَا مِثْلَهُ۔

ترجمہ: حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ پس رات بھر ہم چلتے رہے۔ تو قوم میں سے ایک آدمی نے حضرت عامرؓ سے کہا کہ کیا اپنے اشعار میں سے آپ ہمیں کچھ نہیں سناتے۔ کہ اس طرح سفر قطع ہو۔ حضرت عامرؓ ایک شاعر آدمی تھے۔ تو وہ اتر کر حدی پڑھتے ہوئے قوم کی اونٹنیوں کو ہانکنے لگے۔ فرماتے تھے۔ اے اللہ! اگر آپ کی توفیق نہ ہوتی تو نہ ہمیں ہدایت نصیب ہوتی نہ ہم صدقہ خیرات کرتے۔ اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ پس جب تک ہم زندہ رہیں ہماری بخشش فرما۔ تجھ پہ قربان ہو۔ اور جب ہماری دشمنوں سے لڑائی شروع ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ اور ہم پہ سکون واطمینان نازل کرنا۔ کیونکہ جب ہمیں غیر حق کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو ہم انکار کرتے ہیں۔ اور بلند آوازیں دے کر ہمارے خلاف انہوں نے مدد طلب کی ہے۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدی پڑھ کے اونٹوں کو ہانکنے والے کون ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے بتلایا کہ حضرت عامر بن الاکوعؓ ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کی اس پہ رحمت ہو۔ تو قوم میں سے ایک آدمی نے کہا۔ کہ اے نبی اللہ! اس کی شہادت واجب ہو گئی۔ کاش آپؐ ہمیں کچھ عرصہ اس سے فائدہ حاصل کرنے دیتے۔ یعنی وہ زندہ رہتا تو ہمیں نفع دیتا۔ بہر حال ہم خیبر میں پہنچے۔ تو ہم نے خیبر والوں کا محاصرہ کیا۔ جس کی وجہ سے ہمیں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پہ فتح نصیب فرمائی۔ جس دن فتح ہوئی اسی کی شام کو صحابہ کرامؓ نے خوب آگ روشن کی۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہ یہ آگ کس چیز پہ روشن یا جلائی جا رہی ہے۔ کہا گوشت پک رہا ہے۔ پوچھا کس کا گوشت ہے۔ صحابہؓ نے بتلایا کہ گھریلو گدھے کا گوشت ہے۔ آپؐ نے فرمایا گوشت گرا دو اور ہانڈیاں توڑ ڈالو۔ تو ایک آدمی بولا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ گوشت

گرا کر ہانڈیاں دھولیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا ایسا ہی سہی۔ پس جب دشمنوں کے مقابلہ میں صف بندی ہوئی۔ حضرت عامر بن الاکوعؓ کی تلوار چھوٹی تھی۔ تو وہ اس کو ایک یہودی کی پنڈلی پہ مارنا چاہتے تھے۔ اتفاق کی بات کہ ان کی تلوار کی دھار حضرت عامرؓ کے گھٹنے کے ایک کنارے کو لگی جس سے وہ وفات پا گئے۔ فرماتے ہیں جب صحابہ کرامؓ خیبر سے واپس ہوئے۔ تو حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے مجھے غمگین دیکھا۔ آپؐ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ پوچھا کیوں غمگین ہو۔ میں نے کہا۔ میرا باپ اور ماں آپؐ پہ قربان ہوں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ عامر نے خودکشی کی ہے۔ اس لئے اس کے سارے اعمال اکارت گئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کہا ہے غلط کہا ہے۔ بے شک اس کے لئے تو دوہرا ثواب ہے۔ ایک طاعتِ الٰہی میں کوشش کرنے کا۔ دوسرے جہاد فی سبیل اللہ کا۔ تو آپؐ نے دونوں انگلیوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بے شک وہ طاعت الٰہی میں کوشش کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ تھا۔ کوئی عربی مشکل سے ہی اس جیسا ہو گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ هنیهات رجزیہ اشعار کو کہتے ہیں۔ الا تسمعنا الخ پہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ اشعار تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے بتلائے گئے ہیں۔ اور اس کا انہیں کو حضرت عامرؓ کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ یہ اشعار دونوں کے ہیں۔ سرقہ نہیں۔ بلکہ یہ خیالات کا توافق ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ اشعار تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہیں۔ جن کو عامرؓ نے یاد کر لیا تھا۔ اس لئے ان کی طرف منسوب کر دیئے گئے۔

فاغفر فداء لک لک کا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اس صورت میں انتشار ضمائر لازم آئے گا۔ لیکن جب فاغفر کے معنے فاداہ بالمغفرۃ کے ہوں تو پھر تشتت ضمائر لازم نہیں آئے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ ایک ہی کلام میں ضمائر مختلف چیزوں کی طرف راجع ہوں۔ اس میں قباحت نہیں بلکہ بلاغت میں داخل ہے۔ جیسے صفت التفات میں ہوا کرتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ فداء اور فاغفر کی ضمائر دونوں کا مرجع لفظ جلالت یعنی اللہ تعالٰی ہیں۔ لیکن فداء کے معنی طاعت کے ہیں۔ معنی ہوں گے۔ نحن مطیعون لک طاعۃ

مفدی لہ۔ کہ ہم تیرے ایسے اطاعت گزار ہیں۔ جیسے مفدی لہ کی اطاعت کی جاتی ہے۔
صیح لڑائی کے لئے شور مچانا۔ قال یرحمہ اللہ عادت یہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کسی کے متعلق یرحمہ اللہ فرما دیتے تو وہ غزوہ میں شہید ہو جاتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | من ھنیھاتک ص ۶۰۳ س ۱۳ حضرات شراح نے ھنیھات
کی نسبت حضرت عامرؓ کی طرف کرنے کے جوابات دے کر تکلف کیا ہے۔ حالانکہ نسبت
کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ وہ اشعار پڑھنے والے اور سنانے والے کے ہوں۔ بلکہ
اضافت کے لئے ادنیٰ ملابستہ بھی کافی ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جو اشعار تمہیں یاد ہوں وہ سناؤ۔
تو راوی کان عامر رجلا شاعراً کہنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اشعار بھی انہیں کے ہوں بلکہ
بسا اوقات شاعر کسی غیر کے اشعار سے رجز کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ ھنیھات ھنیھۃ کی جمع ہے جو ھنۃ کی
تصغیر ہے۔ اس سے مراد رجزیہ اشعار ہیں۔ اور حافظؒ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ ممکن ہے ان
اشعار میں دونوں شعراء کا توارد ہوا ہو۔ کیونکہ دونوں کے اشعار میں کمی بیشی ہے۔ کہ ایک
کے اشعار میں کچھ ابیات ایسے ہیں جو دوسرے کے اشعار میں نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔
کہ عامرؓ نے ابن رواحہؓ کے اشعار سے مدد لی ہو۔

وانی ای اذی علی حزنا چنانچہ عنقریب کتاب الادب میں آرہا ہے۔ کہ رأنی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاجباً ای مستغیر اللون اور بعض میں ہے۔ انا ابکی میں رو رہا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ | سیرت حلبی میں ہے کہ اس شہر کا نام خیبر اس لئے رکھا گیا کہ اس
کو خیبر نامی شخص نے آباد کیا تھا۔ جو یثرب کا بھائی تھا۔ جس نے مدینہ آباد کیا۔
اور بعض نے کہا۔ خیبر لغت یہود میں قلعہ کو کہتے ہیں۔ یہ شہر مضبوط قلعوں والا تھا۔ حدیبیہ
سے واپسی پر ایک مہینہ ٹھہرنے کے بعد محرم ۷ھ میں آپؐ خیبر پر حملہ آور ہوئے۔
فداء لک اللہ تعالےٰ کے بارے میں فداء کہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ اس شخص کے
ساتھ مختص ہے۔ جس پر فناء کا امکان ہو۔ اللہ تعالےٰ فنا سے منزہ ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ کہ
اس سے دعاء مقصود نہیں ہے۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ فداء لک میں لام تعلیل کے لئے ہے۔

یعنی تیری وجہ سے ہم اپنے آپ کو قربان کرتے ہیں۔ یا فداءً لبیک ولدینک کے معنی ہوں گے کہ تیرے نبی یا تیرے دین پر قربان ہوں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ قَالَ نَشَابِهَا یعنی حاتم نے شابہا کی بجائے نشابہا پڑھا ہے۔ ھا ضمیر مجرور حرب کی طرف اور نشاً کے معنی شب اکبر یعنی بہت کم کسی عربی نے ان کی طرح جنگ کو بھڑکایا ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۷۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى خَيْبَرَ لَيْلاً وَكَانَ إِذَا أَتَى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يُغِرْ بِهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتِ الْيَهُودُ بِمَسَاحِيهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا مُحَمَّدٌ وَاللهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا أَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت خیبر پہنچے۔ اور آپؐ کی عادت تھی۔ جب کسی قوم کے پاس رات کے وقت پہنچتے تو صبح ہونے تک ان کے قریب نہیں جاتے تھے۔ پس یہاں بھی جب آپؐ نے صبح کی۔ تو یہود اپنے پھاوڑے اور زنبیلیں لے کر نکلے۔ انہوں نے جب آپؐ کو دیکھا۔ تو کہنے لگے۔ واللہ یہ تو محمدؐ اور اس کا لشکر ہے۔ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیبر تباہ ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بُری ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مساحی جمع مسحاۃ کی بمعنی پھاوڑہ۔ مکاتل جمع مکتل کی۔ بمعنی زنبیل۔ خربت خیبر۔ یہ بد دعا آپؐ نے اس لئے فرمائی۔ کہ جب آپؐ نے یہود کو آلات زراعت نکالے ہوئے دیکھا جو ذلت کی علامت ہے۔ کہ ان کے ساتھ آلات حرب نہیں تھے۔ جو عزت کی نشانی ہے۔ تو آپؐ نے اس سے نیک فالی حاصل کی۔ کہ یہ آلات تو تخریب کے ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں۔ کہ خود لفظ خیبر میں خرابت کا مادہ ماخوذ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ان کے بھاگنے سے آپؐ نے اخذ کیا۔ اور ممکن ہے آئندہ تلاوت کردہ آیت کے بھروسہ پہ آپؐ نے

خربت خیبر فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۷۷۹ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَبَّحْنَا خَيْبَرَ بُكْرَةً فَخَرَجَ اَهْلُهَا بِالْمَسَاحِيْ فَلَمَّا بَصُرُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ فَاَصَبْنَا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاِنَّهَا رِجْسٌ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم صبح سویرے خیبر میں پہنچے۔ تو خیبر والے اپنے پھاوڑے لے کر نکلے۔ جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واللہ محمدؐ اور لشکر ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اکبر خیبر تباہ ہوگیا۔ بے شک ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں۔ تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بُری ہوتی ہے۔ پس ہم گدھے کا گوشت پکانے لگے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ نجس ہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ اُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اُفْنِيَتِ الْحُمُرُ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَهْلِيَّةِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ وَاِنَّهَا التَّفُوْرُ بِاللَّحْمِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آنے والا آیا۔ اور کہا کہ گدھے کھائے جارہے ہیں۔ تو آپؐ خاموش رہے۔

پھر دوسری مرتبہ آکر کہا۔ کہ گدھے کھائے جا رہے ہیں۔ پھر بھی آپؐ خاموش رہے۔ پھر تیسری مرتبہ اس نے آکر کہا۔ کہ گدھے تو فنا کئے جا رہے ہیں۔ تو آپؐ نے منادی کو حکم دیا جس نے لوگوں میں اعلان کیا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول تمہیں گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔ تو ہانڈیاں الٹا دی گئیں۔ کیونکہ وہ گوشت کے ساتھ جوش مار رہی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۷۸۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ قَرِيبًا مِنْ خَيْبَرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَتَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ وَكَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِأَنَسٍ مَا أَصْدَقَهَا فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَأْسَهُ تَصْدِيقًا لَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز خیبر کے قریب اندھیرے میں ادا کی۔ پھر فرمایا اللہ اکبر خیبر برباد ہو گیا۔ کیونکہ جب ہم کسی قوم کے میدان میں پہنچتے ہیں۔ تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ پس یہودی لوگ گلیوں میں دوڑ رہے تھے۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑاکے نوجوانوں کو قتل کرنے کا اور عورتوں بچوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا۔ قیدی عورتوں میں حیی بن اخطب کی بیٹی بی بی صفیہؓ بھی تھیں۔ جو پہلے حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصہ میں آئیں۔ لوگوں کی سفارش پر حضور انور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہو گئیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آزاد ہونے کو ان کا مہر قرار دیا۔ عبدالعزیز بن صہیب نے ثابت سے پوچھا کہ کیا ابو محمد تم نے حضرت انسؓ سے پوچھا تھا۔ کہ آپؐ نے بی بی صفیہؓ کو کیا مہر دیا۔ ثابت نے اپنے سر ہلا کر اس کی تصدیق کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | حضرت بی بی صفیہؓ ام المومنین حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔

خیبر کی لڑائی میں ان کا شوہر قتل ہو گیا۔ اور یہ قیدی ہو کر پکڑی گئیں۔ حضرت دحیہ کلبیؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ کے مطابق سبایا میں جو قیدی عورت چاہو لے لو۔ حسن وجمال کی وجہ سے انہوں نے بی بی صفیہؓ کو پسند کیا۔ چونکہ یہ شاہزادی تھیں۔ عام آدمی جب شاہزادی سے رشتہ کرے تو عدم موافقت کی وجہ سے عموماً جھگڑا ہوتا ہے۔ ان کے درمیان جھگڑا ہوا۔ آپؐ نے ان کو بلوا کر حقیقت معلوم کی۔ جو بالکل صحیح تھی۔ تو آپؐ نے ان کو بطور صفیہ کے اپنے پاس رکھا۔ صفیہ اس کو کہتے ہیں جسے بادشاہ اپنے لئے منتخب کر لے۔ حضرت دحیہؓ سے کہا گیا۔ کہ تم کوئی دوسری پسند کر لو۔ اور یہ بات بھی ہے۔ کہ بی بی صفیہؓ نے ایک رات خواب دیکھا تھا۔ کہ آسمان سے چاند اتر کر میری گود میں آیا ہے۔ جب اس نے یہ خواب اپنے باپ سے ذکر کیا۔ تو اس نے انہیں طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا۔ کہ کیا تو بادشاہِ حجاز کے ہاں جانا چاہتی ہے۔ حالانکہ اس بیچاری کو اس کی خبر تک نہ تھی۔ قید ہونے کے بعد اس طمانچہ کا اثر ان کے چہرہ پہ باقی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے اپنا سارا واقعہ بتلایا۔ آپؐ نے اس پہ اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو گئیں۔ آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔ آزاد کرتے وقت اس کے نکاح کا مہر عتق کو قرار دیا گیا۔ جو کہ آپؐ کی خصوصیات میں سے ہے۔ یا یہ کہ مہر تھا جو فوری نہیں دیا گیا۔ مہر کے مسئلہ میں شوافعؒ اور احنافؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ جو انشاء اللہ مہر کے بیان میں آئے گا۔

حدیث نمبر ۳۷۸۲ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُولُ سَبَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةَ فَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ ثَابِتٌ لِأَنَسٍ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ أَصْدَقَهَا نَفْسَهَا فَأَعْتَقَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی صفیہ کو قیدی بنا لیا۔ پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ ثابت نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے حق مہر کیا مقرر کیا۔ فرمایا مہر ان کی ذات تھی۔ کہ اسے آزاد کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۷۸۳ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا فَلَمَّا
مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَسْكَرِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُوْنَ
اِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِىْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ
لَا يَدَعُ شَاذَّةً وَّلَا فَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهٖ فَقِيْلَ مَا اَجْزَاَ مِنَّا
الْيَوْمَ اَحَدٌ كَمَا اَجْزَاَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا صَاحِبُهٗ قَالَ فَخَرَجَ
مَعَهٗ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهٗ وَاِذَا اَسْرَعَ اَسْرَعَ مَعَهٗ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ
جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ سَيْفَهٗ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ
بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهٖ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَخَرَجَ الرَّجُلُ اِلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ
وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِىْ ذَكَرْتَ اٰنِفًا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ
فَاَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اَنَا لَكُمْ بِهٖ فَخَرَجْتُ فِىْ طَلَبِهٖ ثُمَّ
جُرِحَ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهٖ فِى
الْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ
اَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ
لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے مروی ہے۔ کہ خیبر میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین آمنے سامنے ہوئے۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی طرف واپس آگئے۔ اور دوسرے اہل خیبر کے اپنے لشکر کی طرف لوٹے۔ تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایسا شخص تھا۔ جو جماعت سے الگ ہوجانے والے یا تنہا رہنے والے کو نہیں چھوڑتا تھا۔ مگر اس کا پیچھا کرتا۔ اور اسے اپنی تلوار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ کہا جانے لگا کہ آج کے دن جس قدر یہ شخص ہمارے

کام آیا ہے اور کوئی نہیں آیا۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن وہ جہنمیوں میں سے ہے۔ اس قوم سے ایک شخص نے ذمہ لیا۔ کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ جہاں وہ ٹھہرتا تھا یہ بھی ٹھہر جاتا۔ جہاں وہ جلدی سے چلتا یہ بھی جلدی چلنا شروع کر دیتا۔ کہتے ہیں کہ وہ آدمی سخت زخمی ہو گیا۔ پس اپنی موت کو جلدی طلب کیا۔ بایں صورت کہ اپنی تلوار کو زمین پر رکھ دیا۔ اور اس کی دھار اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دی۔ پھر اپنی تلوار پر زور دیا۔ اور خودکشی کر لی۔ یہ آدمی آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا ہوا۔ اس نے بتلایا کہ وہ آدمی جس کے متعلق آپؐ نے ابھی ذکر فرمایا تھا۔ کہ وہ جہنمی ہے۔ لوگوں نے آپؐ کے اس قول کو بڑا عظیم سمجھا میں ان کا ضامن بن گیا۔ چنانچہ میں اس کی تلاش میں نکلا پھر وہ سخت زخمی ہو گیا۔ اور موت کو جلدی طلب کرنے کے لئے اس نے اپنی تلوار کی نوک کو تو زمین پر رکھا۔ اور اس کی دھار اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دی۔ پھر اس پر زور دیا۔ اور خودکشی کر لی۔ اس وقت آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی بظاہر لوگوں کے سامنے جنتیوں والے کام کرتا ہے۔ حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے۔ اور اس طرح کوئی آدمی بظاہر لوگوں کے سامنے جہنمیوں والے کام کرتا ہے۔ لیکن انجام کار جنتی ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ رجل لا یدع الخ اس شخص کا نام قزمان تھا۔ شاذہ وہ بکری جو ریوڑ سے الگ ہو کر چرے۔ اور فاذہ وہ جو ابتدا ہی سے الگ ہو۔ مراد یہ ہے کہ وہ کسی کو نہیں چھوڑتا اپنی تلوار کی نوک پر رکھ لیتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ انہ من اھل النار یعنی اول وہ جہنم میں ہوگا۔ سزا بھگت کر پھر جنت میں داخل ہوگا کیونکہ خودکشی معصیت ہے۔ اور معصیت پر خلود فی النار نہیں ہوتا۔ اس توجیہ پر اس کو منافق قرار دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی توجیہ ظاہر ہے۔ کہ اگر اس شخص کا نفاق کسی طرح ثابت ہو جائے۔ تو حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔ چنانچہ کتاب الجہاد میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

باب لایقول فلان شہید میں مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے حاشیہ میں ہے کہ اس آدمی کا نام قزمان تھا۔ جس کا شمار منافقین میں تھا۔ چنانچہ وہ غزوۂ احد سے غائب رہا۔ عورتوں کے عار دلانے پر جہاد میں آیا۔ قتال کیا اور سخت قتال کیا۔ آخر خودکشی کرلی۔ تو ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی علم ہوگیا ہو۔ کہ یہ شخص مؤمن نہیں منافق ہے یا خودکشی کو حلال سمجھنے کی وجہ سے مرتد ہے۔ یا معصیت کی سزا بھگت کر آخر اس سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا۔ اس قصہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں کہ اُحد میں پیش آیا یا خیبر میں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی تصریح ہے۔ کہ خیبر میں پیش آیا۔ سہل بن سعدؓ اسے احد میں بتلاتے ہیں۔ امام بخاریؒ حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت کو خیبر میں لے آتے ہیں۔ جس سے اس کی خیبر میں تعیین ہوگئی۔

حدیث نمبر ۳۷۸۴ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَؓ قَالَ شَهِدْنَا خَیْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهٗ یَدَّعِی الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ اَشَدَّ الْقِتَالِ حَتّٰی كَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحَةُ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ یَرْتَابُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحَةِ فَاَهْوٰی بِیَدِهٖ اِلٰی كِنَانَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا اَسْهُمًا فَنَحَرَ بِهَا نَفْسَهٗ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِیْثَكَ اِنْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ قُمْ یَا فُلَانُ فَاَذِّنْ اَنَّهٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ اِنَّ اللّٰهَ یُؤَیِّدُ الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ الخ وَقَالَ شَبِیْبٌ الخ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُنَیْنًا وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ الخ عَنْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم خیبر میں حاضر ہوئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے متعلق جو آپؐ کے ہمراہ تھا۔ اور اسلام کا دعویٰ کرتا تھا۔ فرمایا۔ یہ جہنمی ہے۔ پس جب لڑائی شروع ہوگئی۔ تو اس آدمی نے نہایت سخت لڑائی لڑی۔ یہاں تک کہ اس کو بہت زخم لگے۔ قریب تھا کہ بعض لوگ شک کرتے۔ مگر اس شخص نے

زخموں کے درد کو سخت محسوس کیا۔ اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اور اس میں سے کئی تیر نکالے اور اپنے آپ کو ان تیروں سے ذبح کر دیا۔ کچھ مسلمان جلدی سے دوڑ کر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی بات کو سچا کر دیا۔ کہ فلاں شخص نے اپنا سینہ زخمی کر کے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے فلاں! تم اٹھ کر اعلان کر دو۔ کہ جنت میں ایماندار کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کسی بدکار آدمی سے دین کو تقویت پہنچا دیتا ہے۔ معمر نے اس کی متابعت کی۔ شبیب نے اپنی سند سے ابو ہریرہؓ کی روایت کو نقل کیا ہے۔ اور کئی سندوں میں سعید سے موقوف روایت کی ہے۔

تشریح از قاسمی | فنحر بھا نفسہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے تیر مار کر خودکشی کی۔ اور پہلی روایت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس نے تلوار سے خودکشی کی۔ تو کہا جائے گا۔ کہ ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔ پہلے تیر سے زخمی کیا ہو۔ بعد ازاں اس نے تلوار مار کر اپنا کام تمام کر دیا۔

قال شبیب الخ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ جو روایت شبیب او زمعمر کے واسطہ سے ہے۔ وہ راجح ہے۔ باقی روایات مختلف ہیں۔ جو راجح روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

حدیث نمبر ۳۷۸۵ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ أَوْ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَفَ النَّاسُ عَلَى وَادٍ فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيرِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَنِي وَأَنَا أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالَ لِي يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسٰی اشعریؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پر حملہ کرنے کے لئے نکلے یا فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو لوگوں نے ایک وادی سے اوپر کو جھانکا تو انہوں نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنے اوپر نرمی کرو۔ تم کسی بہرے اور غیر حاضر کو نہیں پکار رہے ہو۔ تم ایک خوب سننے والے اور قریب خدا کو پکارتے ہو۔ جو تمہارے ساتھ ہے۔ حضرت ابوموسٰیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا۔ آپؐ نے مجھ سے سنا۔ کہ میں یہ کہہ رہا ہوں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اے عبداللہ بن قیس! میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتلاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے کہا کیوں نہ یا رسول اللہ! میرا باپ اور ماں آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ نے فرمایا وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کلمۃ من کنز الخ کلمہ کو خزانہ کہنا یا تو بطور مجاز کے ہے۔ کہ اس کلمہ کے پڑھنے سے کنوز جنۃ حاصل ہوں گے۔ یا حقیقی معنی ہیں۔ کہ نفس کلمہ قیامت کے دن خزانہ بن جائے گا۔ کیونکہ جو چیز یہاں مرغوب فیہا ہے۔ وہاں کے اعتبار سے خزانہ ہے۔ تو ممکن ہے یہ کلمہ ہی خزانہ ہو۔

انا اقول لاحول اخفا تو حضرت ابوموسٰیؓ بطور وظیفہ کے پڑھ رہے تھے یا لوگوں کے چلانے اور شور مچانے کی وجہ سے پڑھ رہے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۸۶ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ فَقَالَ هٰذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيبَ سَلَمَةُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلٰثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ۔

ترجمہ۔ یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کی پنڈلی میں تلوار

کے زخم کا اثر دیکھا تو پوچھا اے ابومسلم یہ تلوار کا زخم کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ زخم پنڈلی کو خیبر کی لڑائی میں پہنچا تھا۔ لوگ تو کہنے لگے کہ سلمہؓ قتل کر دیا گیا۔ لیکن میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس زخم پر تین مرتبہ تھوکا۔ تو مجھے اس گھڑی تک کوئی شکایت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ روایت ثلاثیات بخاری میں سے ہے۔ کہ امام بخاریؒ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ نفث کا معنی ہے کہ سانس کو اس طرح پھونکنا کہ تھوڑی سی تھوک بھی ساتھ نکلے۔

حدیث نمبر ۳۷۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ سَهْلٍ قَالَ الْتَقَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُشْرِكُونَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَاقْتَتَلُوا فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا فَضَرَبَهَا بِسَيْفِهِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَجْزَأَ أَحَدُهُمْ مَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالُوا أَيُّنَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنْ كَانَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَأَتَّبِعَنَّهُ فَإِذَا أَسْرَعَ وَأَبْطَأَ كُنْتُ مَعَهُ حَتّٰى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَجَاءَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں۔ کہ بعض غزوات میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکوں کی جھڑپ ہوئی۔ پس خوب لڑائی ہوئی۔ فارغ ہو کر ہر قوم اپنے اپنے لشکر کی طرف چلے گئے۔ مسلمانوں میں ایک ایسا آدمی تھا۔ جو مشرکین کے کسی الگ ہونے والے اور

تنہا چلنے والے کو نہیں چھوڑتا تھا۔ اس کے پیچھے لگ کر اسے اپنی تلوار سے مار ڈالتا۔ کہا گیا یا رسول اللہ! جس قدر یہ شخص کام آیا ہے مسلمانوں میں سے اور کوئی اس طرح کام نہیں آیا۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا۔ بایں ہمہ وہ جہنمیوں میں سے ہے۔ تو صحابہ کرامؓ نے کہا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ تو پھر ہم سے کون سا آدمی جنتی ہوگا۔ تو قوم میں سے ایک آدمی نے کہا۔ میں ضرور اس کا پیچھا کروں گا۔ پس جب وہ جلدی کرتا یا دیر کرتا یہ اس کے ساتھ ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ زخمی ہوگیا۔ اور اپنی موت کو جلدی دعوت دی اس طرح کہ اپنی تلوار کے قبضہ والی جگہ کو زمین پہ رکھا۔ دھار دالا حصہ اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھا پھر اس پر اپنے آپ کو لاد دیا۔ اس طرح خودکشی کر لی۔ وہ تابع آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا ہوا۔ تو اس نے سارے واقعہ کی آپؐ کو خبر دی۔ جس پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بظاہر لوگوں کے سامنے کوئی شخص جنت والوں کے کام کرتا ہے۔ لیکن ہوتا وہ جہنم والوں سے ہے۔ اور کوئی بظاہر لوگوں کے سامنے جہنم والوں کے کام کرتا ہے۔ لیکن ہوتا وہ جنت والوں میں سے ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۸۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْخُزَاعِيُّ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ نَظَرَ أَنَسٌ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَرَأَى طَيَالِسَةً فَقَالَ كَأَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُودُ خَيْبَرَ۔

ترجمہ۔ ابو عمران کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے بصرہ میں جمعہ کے دن لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے زرد چادریں سر پہ رکھی ہوئی ہیں۔ فرمانے لگے یہ لوگ تو اب ایسے لگتے ہیں۔ گویا کہ وہ خیبر کے یہودی ہیں۔ جس سے طیالسہ کے اوڑھنے کی کراہت معلوم ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۷۸۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ رَمِدًا فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَحِقَ فَلَمَّا بِتْنَا اللَّيْلَةَ الَّتِي فُتِحَتْ قَالَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ يُفْتَحُ عَلَيْهِ فَنَحْنُ نَرْجُوهَا فَقِيلَ هَذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ

فَفَتَحَ عَلَيْهِ ۔

ترجمہ: حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں۔ کہ خیبر کی لڑائی میں حضرت علیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ جب کہ آپ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ حضرت سے کہنے لگے کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا۔ پس یہ کہہ کر روانہ ہوتے اور آپؐ سے جا کر ملے۔ پس ہم نے وہ رات بسر کی جس میں خیبر فتح ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں کل جھنڈا دوں گا یا کل جھنڈا ایسا شخص پکڑے گا۔ جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اس کے ہاتھ پہ فتح ہوگی۔ پس ہم لوگ اس کی امید لگائے رکھے۔ پس کہا گیا کہ علیؓ آگئے ہیں۔ آپؐ نے جھنڈا ان کو دیا۔ جس کے ہاتھ پہ فتح ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ طیالسہ جمع طیلسان کی چھوٹی زرد چادر جو سر پہ اوڑھی جاتی تھی۔ اس روایت کے لانے کی کیا غرض ہے۔ یا تو اہل بصرہ کو تشبیہ بالیہود سے روکنا ہے۔ یا بتلانا ہے کہ حضرت انسؓ غزوہ خیبر میں شریک تھے۔ اور پچھلی روایت قرمان منافق کے بارے میں تھی۔ عورتوں نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ اس لئے اس نے یہ قدم اٹھایا۔ اس روایت سے آجکل کے مولویوں کو جبق حاصل کرنا چاہیئے جو اپنے علم پہ مغرور ہو کر دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ کہ کہیں قرمان جیسا ان کا حال نہ ہو جائے۔ کہ ایمان سلب ہو جائے۔ ہمیں اپنے سے کم لوگوں کی عزت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ان کا یقین ہمارے یقین سے پختہ ہے۔ اور ان کی کمائی حلال کی ہے۔ اپنی حلال کمائی سے ہمیں کھلاتے پلاتے ہیں۔ حالانکہ عامۃ المسلمین کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں۔ کہ معرفت باری برآنکس حرام است کہ خود را از کافر فرنگی بہتر داند۔ حضرت مجددؒ کے زمانہ میں فرنگی سے زیادہ حقیر کوئی نہیں تھا۔

کان رمدا حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ آپؐ کے چلے جانے کے بعد ان کو بے چینی لاحق ہوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو میدان جہاد میں ہوں اور میں آرام سے پیچھے بیٹھا رہوں۔ یہ شجاع کی عادت کے خلاف ہے۔ چل پڑے اور کسی خیمے میں قیام پذیر ہوئے۔ آپؐ ہر روز ایک نہ ایک آدمی کو جھنڈا عطا فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا۔

جس سے اللہ اور رسول اللہ محبت کرتے ہیں اسی کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ اس کی تفصیل اگلی روایت میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوا أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقِيلَ هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيهِ فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا۔ کہ کل میں یہ جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح نصیب کریں گے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ پس لوگوں نے رات اس حالت میں بسر کی کہ رات پر غور کرتے رہے کہ آپؐ جھنڈا کس کو دیں گے۔ جب لوگوں نے صبح کی۔ تو سویرے سویرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک ان میں سے یہی امید لگائے ہوئے تھا۔ کہ آپؐ جھنڈا اسے دیں گے۔ پس اچانک آپؐ نے پوچھا کہ علیؓ بن ابی طالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ ہیں جن کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کی طرف آدمی بھیجو۔ چنانچہ انہیں لایا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں

لب مبارک ڈالا۔ اور ان کے لئے دعا کی تو وہ تندرست ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ انہیں کوئی درد و بیماری نہیں ہے۔ تو آپؐ نے جھنڈا انہیں دے دیا۔ تو حضرت علیؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا اپنی حالت پر رہو۔ یہاں تک کہ جب تم ان کے صحن میدان میں اترو۔ تو ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اور اس بارے میں جو جو اللہ کے احکام ان پر واجب ہیں ان کی انہیں خبر دو۔ پس واللہ تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے تو تیرے لئے سرخ جانوروں (اونٹوں) سے بہتر ہے۔ سرخ اونٹ عرب کے ہاں عمدہ مال شمار ہوتا تھا۔ یہاں خیر الدنیا مراد ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۹۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا فَاصْطَفَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ ثُمَّ قَالَ لِي آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَتَهُ عَلٰى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ وَتَضَعُ صَفِيَّةُؓ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهِ حَتّٰى تَرْكَبَ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم خیبر میں آئے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر قلعہ فتح کیا۔ تو آپؐ کے سامنے بی بی صفیہؓ کا حسن بیان کیا گیا۔ وہ حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ اس کا خاوند کنانہ بن الربیع اس لڑائی میں مارا گیا تھا۔ اور یہ دلہن بنی ہوئی تھیں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے چھانٹ لیا۔ آپؐ ان کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب سد الصہبا مقام تک پہنچے تو بی بی صفیہؓ حیض سے پاک ہو گئیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ہمبستر ہوئے۔ تو صبح کو ایک چھوٹے سے چمڑے کے دسترخوان پر

کھجور، پنیر اور گھی سے مرکب ایک حلوہ بنایا پھر مجھے حکم دیا کہ ارد گرد کے لوگوں کو اطلاع کر دوں۔ پس یہی بی بی صفیہؓ کا ولیمہ تھا۔ پھر ہم مدینہ کو روانہ ہوئے۔ تو میں نے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ اپنی گرم چادر کے ساتھ اپنے پیچھے ان کو لپیٹ رہے تھے۔ تاکہ وہ محفوظ ہو جائیں۔ پھر آپؐ اپنے اونٹ پہ بیٹھ گئے۔ اور اپنا گھٹنا ان کے چڑھنے کے لئے رکھ دیا، حضرت صفیہؓ نے اپنا پاؤں آپؐ کے گھٹنے پر رکھا اور سوار ہو گئیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حلت ای طہرت من الحیض یضع رکبتہ آپؐ نے فرمایا۔ میرے گھٹنا پر پاؤں رکھ کر چڑھ جاؤ۔ لیکن انہوں نے بے ادبی کے خوف سے اپنی پنڈلی رکھی اور اونٹ پر چڑھ گئیں۔ دوسری روایات میں اس کی تصریح ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۹۲ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَامَ عَلٰی صَفِیَّۃَ بِنْتِ حُیَیٍّ بِطَرِیْقِ خَیْبَرَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ حَتّٰی اَعْرَسَ بِھَا وَکَانَتْ فِیْمَنْ ضُرِبَ عَلَیْھَا الْحِجَابُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے راستہ میں تین دن تک بی بی صفیہؓ بنت حیی کے لئے قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اس سے دلہن کے حقوق ادا کئے۔ اور وہ ان عورتوں میں سے تھیں جن پر پردہ ڈالا گیا۔

حدیث نمبر ۳۷۹۳ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ الخ سَمِعَ اَنَسًا یَقُوْلُ اَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ خَیْبَرَ وَالْمَدِیْنَۃِ ثَلٰثَ لَیَالٍ یُبْنٰی عَلَیْہِ بِصَفِیَّۃَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی وَلِیْمَتِہٖ وَمَا کَانَ فِیْھَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ وَّمَا کَانَ فِیْھَا اِلَّا اَنْ اَمَرَ بِلَالًا بِالْاَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَاَلْقٰی عَلَیْھَا التَّمْرَ وَالْاَقِطَ وَالسَّمْنَ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اِحْدَی اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوْ مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُہٗ قَالُوْا اِنْ حَجَبَھَا فَھِیَ اِحْدَی اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنْ لَّمْ یَحْجُبْھَا فَھِیَ مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُہٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّاَلَھَا خَلْفَہٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ

کے درمیان تین راتیں قیام فرمایا۔ جس میں آپؐ بی بی صفیہؓ سے عروسی کے حقوق ادا کرتے تھے۔ پس میں نے مسلمانوں کو آپؐ کے ولیمہ کی طرف دعوت دی۔ جس میں نہ تو روٹی تھی اور نہ ہی گوشت تھا اس میں سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ چمڑے کے دسترخوان بچھائے جائیں جن پر انہوں نے کھجور، پنیر اور گھی لاکر رکھا جو ایک قسم کا حیس یعنی حلوہ بن گیا۔ پس جو مسلمان نکاح اور ولیمہ میں نہیں تھے وہ کہنے لگے کہ معلوم نہیں یہ امہات المؤمنین میں سے ہیں یا باندی ہیں جن کا آپ کا دایاں ہاتھ مالک ہے۔ پس اگر آپؐ نے ان پر پردہ کھینچ دیا تو وہ امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ اگر پردہ نہیں کھینچا تو وہ باندیوں میں سے ہیں۔ پس جب آپؐ نے کوچ کیا تو اپنے پیچھے ان کے لئے جگہ بنائی اور پردہ کھینچا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اقط کے معنی پنیر کے ہیں۔ لیکن پنیر کھٹی ہوتی ہے جسے پکایا جاتا ہے۔ مگر اقط میں دودھ اور دہی کو ملایا جاتا ہے۔ وطأ بمعنی فرش تیار کرنا تاکہ زیادہ بیٹھنے سے تکلیف نہ ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فقال المسلمون ص۶۰۶ س۱۵ یہ تردد ان لوگوں کو ہوا جو نکاح اور ولیمہ میں حاضر نہیں تھے۔ جو دونوں میں یا ایک میں حاضر تھے۔ ان کو معاملہ کی حقیقت معلوم تھی۔ اور ممکن ہے کہ یہ تردد نکاح اور ولیمہ سے پہلے کا ہو۔ تو عبارت میں تقدیم و تاخیر ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ظاہر حدیث پر اشکال تھا کہ جب ان حضرات نے ولیمہ کی دعوت کھالی۔ تو ان کو تردد کیوں ہوا۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے دو توجیہات بیان فرمائیں۔ کہ یا تو یہ تردد نکاح اور ولیمہ سے پہلے تھا۔ یا جو لوگ ولیمہ اور نکاح میں حاضر نہیں تھے۔ ان کو تردد ہوا۔ حافظؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔ اس میں ہے کہ یہ تردد اوّل حال میں تھا۔ بعد ازاں واضح ہوگیا کہ بی بی صفیہؓ آپؐ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ البتہ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ یہ نکاح بغیر گواہوں کے تھا کیونکہ اگر گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہوتا تو نہ صحابہ کرام پر یہ نکاح مخفی ہوتا اور نہ انہیں تردد ہوتا۔ لیکن ممکن ہے کہ تردد کرنے والے محفل نکاح میں موجود نہ ہوں۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ یہ نکاح بغیر شہود کے تھا۔ تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہوگا۔ کہ بغیر ولی

اور بغیر شہود کے نکاح ہوا۔ جیسے حضرت زینبؓ بنت جحش کا نکاح بغیر ولی اور شہود آپؐ کے خصائص میں سے ہو۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تردد ولیمہ سے پہلے تھا۔ ولیمہ کے بعد تردد نہیں رہا کیونکہ ولیمہ تو حرۃ پر ہوا کرتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ تردد والوں نے دعوت ولیمہ کو عام دعوت سمجھا ہو ولیمہ نہ سمجھا ہو۔

حدیث نمبر ۳۷۹۴ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍؓ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِيْ خَيْبَرَ فَرَمٰى اِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيْهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِاٰخُذَهٗ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے ایک تھیلا پھینکا جس میں چربی تھی۔ میں کودا تاکہ اسے پکڑ لوں۔ میں نے دیکھا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے تو مجھے شرم آ گئی۔ اس کے لینے سے رک گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لاٰخذہ الخ اگرچہ غنیمت کا مال تقسیم سے پہلے لینا جائز نہیں مگر کھانے پینے کی چیزیں اور آلات حرب کا لے لینا جائز ہے۔ اس تھیلہ کو اس طرح لینا دلالت کرتا ہے کہ ان کا جہاد اسی مال واسباب کے لئے تھا۔ اس لئے انہیں شرم آ گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے لینا چھوڑ دیا۔

حدیث نمبر ۳۷۹۵ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ وَلُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ نَهٰى عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ عَنْ نَافِعٍ وَحْدَهٗ وَلُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ عَنْ سَالِمٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی میں لہسن کے کھانے اور گھریلو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔ نہی عن اکل الثوم تو محض نافع سے ہے اور لحوم الحمر الاھلیۃ سالم سے مروی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۹۶ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ

وَعَنْ اَكْلِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی کے دن عورتوں کے متعہ سے منع کر دیا۔ اور اس طرح گھریلو گدھے کے کھانے سے بھی منع کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ متعۃ النساء کو خیبر میں منع فرما دیا۔ صرف غزوۂ اوطاس میں تین دن کے لئے حلت ہوئی وہ بھی اضطرار کی حالت میں پھر ہمیشہ کے لئے اسے حرام قرار دے دیا۔ عرب اپنی عادت کے مطابق سفر میں سہولت کے لئے متعہ کیا کرتے تھے۔ لیکن اس سے توالد و تناسل اور نسب میں فرق پڑتا تھا۔ اس لئے حجۃ الوداع میں ہمیشہ کے لئے اس سے ممانعت کر دی گئی۔ محققین یہی فرماتے ہیں کہ نسخ متعہ تو ایک ہی مرتبہ ہوا۔ یوم اوطاس میں اضطرارًا اجازت دی گئی۔ متعہ کے معنی ہیں۔ النکاح الذی بلفظ التمتع الی وقت معین الخ

حدیث نمبر ۲۷۹۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے خیبر کی لڑائی کے دن منع فرمایا۔

حدیث نمبر ۲۷۹۸ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے خیبر کے دن منع فرما دیا۔

حدیث نمبر ۲۷۹۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِی الْخَيْلِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھوں کے گوشت سے تو منع فرمایا البتہ گھوڑے کے گوشت کھانے کی رخصت دے دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لحوم حمر اھلیۃ کو آپؐ نے اولاً منع نہیں فرمایا بلکہ تین دفعہ سکوت کے بعد فرمایا۔ ان اللہ ورسولہ ینھیان الخ اس کی حرمت کی وجہ بعض نے یہ بتلائی۔ کہ مال غنیمت کے تینتیس گدھے تقسیم سے پہلے پکائے گئے تھے۔ جن کا خمس نہیں نکالا گیا تھا۔ اسی لئے ان کے گوشت کھانے کی ممانعت کردی گئی۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ حمولۃ الناس کی وجہ سے ممانعت ہوئی۔ کہ مدینہ تک پہنچنے کے لئے سواریاں نہیں تھیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ سباع بہائم کی کھانے کی ممانعت ہے۔ یعنی ذاتی طور پر ان میں علت نہیں۔ کیونکہ اس کے گوشت میں ایسی خرابی ہے۔ جو انسان کے لئے مضر صحت ہے۔ خواہ حماقت کا مادہ ہو یا کوئی اور وجہ مثلاً نجاست کا کھانا یہ ممانعت کا باعث ہو۔ بہر حال جن لوگوں کے نزدیک اعذار کی وجہ سے ممانعت ہے۔ ان کے ہاں آج بھی کھانا جائز ہوگا۔ لیکن جمہور ائمہ کا یہ مسلک ہے۔ کہ یہ حرمت قطعی اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ حمار وحشی نہایت چست و چالاک ہوتا ہے۔ وہ نجاست بھی نہیں کھاتا اور وہ چیزیں بھی اس میں مفقود ہیں۔ جو حمر اہلیہ میں پائی جاتی ہے۔ اسی لئے ان کا کھانا آج بھی جائز ہے۔ گورخر کی حلت پر سب کا اتفاق ہے۔

گھوڑے کے گوشت کے بارے میں صاحبین اور امام شافعیؒ اجازت دیتے ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ سے تین روایات ہیں۔ حرمت۔ کراہت اور اباحت۔ اباحت کی طرف رجوع ثابت ہے۔ جو لوگ کراہت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ آلۂ جہاد کی وجہ سے عارضی کراہت ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ذاتی کراہت ہے۔ مباح والوں کی دلیل یہی حدیث رخص فی الخیل ہے۔ اور جو حرمت کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال ابوداؤد اور نسائی کی روایت سے ہے۔ خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لحوم الخیل آپؐ نے گھوڑے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل قرآنی آیت الخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ سے ہے کہ اس میں اکبر منافع اکل کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے پہلی آیت میں انعام کے بیان میں اکل کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۰۰ حدثنا سعید بن سلیمان الخ سمعت ابن ابی اوفی

اَصَابَتْنَا مُجَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرَ فَإِنَّ الْقُدُوْرَ لَتَغْلِي قَالَ وَبَعْضُهَا نَضِجَتْ فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَأْكُلُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَيْئًا وَّاَهْرِيْقُوْهَا قَالَ ابْنُ اَبِيْ اَوْفٰى فَتَحَدَّثْنَا اَنَّهٗ اِنَّمَا نَهٰى عَنْهَا لِاَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ نَهٰى عَنْهَا اَلْبَتَّةَ لِاَنَّهَا كَانَتْ تَاْكُلُ الْعَذِرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں ہمیں بھوک نے ستایا کیونکہ ہماری ہانڈیاں اُبل رہی تھیں اور کہا بعض پک چکی تھیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آکر اعلان کیا۔ کہ گدھوں کے گوشت میں سے کچھ بھی نہ کھاؤ بلکہ سارا گرا دو۔ ابن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں۔ ہمیں صحابہ کرام بیان کرتے تھے۔ کہ آپؐ نے ان کے گوشت کھانے سے اس لئے منع کیا کہ ان کا خمس نہیں نکالا گیا تھا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ ان کی ممانعت قطعی طور پر ہے۔ کیونکہ یہ گندگی و نجاست کو کھاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۰۱ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابُوْا حُمُرًا فَطَبَخُوْهَا فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْفِئُوا الْقُدُوْرَ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ اور عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے۔ کہ وہ غزوۂ خیبر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ کہ انہوں نے گدھوں کو ذبح کیا اور انہیں پکانے لگے۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی پہنچا اس نے اعلان کیا۔ کہ یہ ہانڈیاں الٹ دو۔

حدیث نمبر ۳۸۰۲ حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَابْنَ اَبِيْ اَوْفٰىؓ يُحَدِّثَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدْ نَصَبُوا الْقُدُوْرَ اَكْفِئُوا الْقُدُوْرَ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ اور ابن ابی اوفیٰؓ دونوں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا۔ جب کہ صحابہ کرامؓ نے ہانڈیاں چولہے پر دھری ہوئی تھیں۔ کہ ان ہانڈیوں کو الٹ دو۔

حدیث نمبر ۳۸۰۳ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنِ الْبَرَاءِ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیا۔ پھر پہلی حدیث کی طرح حدیث بیان کی۔

حدیث نمبر ۳۸۰۴ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ أَنْ نُلْقِيَ الْحُمُرَ الْأَهْلِيَّةَ نِيئَةً وَنَضِيجَةً ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِأَكْلِهِ بَعْدُ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔ کہ غزوۂ خیبر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا۔ کہ گھریلو گدھے کا گوشت خواہ کچا ہو یا پکا ہو۔ ہم اسے پھینک دیں۔ اس کے بعد پھر آپؐ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۰۵ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَا أَدْرِي أَنَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ كَانَ حَمُولَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ أَنْ تَذْهَبَ حَمُولَتُهُمْ أَوْ حَرَّمَهُ فِي يَوْمِ خَيْبَرَ لَحْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نہیں جانتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گوشت کھانے سے اس لئے منع فرمایا۔ کہ وہ لوگوں کی سواریاں ہیں۔ تو آپؐ نے پسند نہ فرمایا کہ ان کی سواریاں ختم ہو جائیں۔ یا آپؐ نے ان کو خیبر کے دن یعنی حمر اہلیہ کے گوشت کو حرام قرار دے دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۰۶ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحٰقَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا قَالَ فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ إِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی

لڑائی میں غنیمت کا مال اس طرح تقسیم کیا کہ گھوڑے سوار کے لئے دو حصے اور پیدل کے لئے ایک حصہ۔ اور نافعؒ نے اس کی تفسیر یوں کی ہے۔ کہ جب کسی کے ہمراہ جہاد میں گھوڑا ہو۔ تو اس کو تین حصے ملیں گے۔ اگر اس کے لئے گھوڑا نہ ہو تو پھر ایک حصہ ملے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ تقسیم غنیمت میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظمؒ اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں۔ کہ فارس مجاہد کے لئے دو سہم ہیں اور پاپیادہ کے لئے ایک سہم ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک فارس کے لئے تین سہم اور راجل کے لئے ایک سہم جیسا کہ نافعؒ کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ تابعی کی تفسیر ہے۔ امام صاحبؒ پر حجت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو واقعہ منقول ہے۔ جس کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے فارس کو دو سہم دیئے ہیں۔ اس لئے کہ خیبر کی لڑائی میں پندرہ سو صحابہ کرامؓ تھے۔ جو صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ جن میں تین سو گھوڑے سوار تھے۔ خیبر کو دو حصوں میں بانٹا گیا۔ ایک حصہ تو عامہ مسلمانوں کی ضروریات کے لئے رکھا گیا اور نصف مال غنیمت مجاہدین غازیین میں تقسیم ہوا۔ جس کے اٹھارہ حصے بنائے گئے۔ جن میں سے چھ سو فارس کو دیئے اور بارہ سو راجلین (پاپیادہ) میں تقسیم ہوئے۔ چنانچہ ابوداؤد ص ۲۶ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

اعطی الفارس سھمین والراجل سھما اس تفصیل سے امام اعظمؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ نافعؒ کی تفسیر سے تو لازم آتا ہے کہ اسہام اکیس ۲۱ ہوں۔ حالانکہ تفصیل میں اٹھارہ اسہام ہیں۔ تو ابن عمرؓ نے جو فرمایا للفرس سھمین فرس جمع فارس کی شہسوار۔ یعنی فارس مع فرس کے دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ یہی امام صاحبؒ کا مسلک ہے۔ اور اموال خیبر کو دو حصوں میں اس لئے بانٹا گیا کہ اموال ارض خیبر میں آدھا فیئ کا مال تھا جو بلا کسی لڑائی کے مسلمانوں کو حاصل ہوا اور آدھا مال غنیمت تھا۔ جس کو مسلمانوں نے جنگ کر کے حاصل کیا۔ تو مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کیا گیا اور مال فیئ کو بیت المال میں نوائب المسلمین کے لئے رکھا گیا۔ تو حضرت نافعؒ کی جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہ اس کے مطابق نہیں۔ ابن عمرؓ کے قول میں جو للفرس ہے وہ فارس کی جمع ہے۔ جس کی تائید راجل کے لفظ سے ہوتی ہے۔ جو اس کا مقابل ہے۔ تو فارس کے دو حصے اور راجل کا ایک حصہ ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فسرہ نافع ص۱۲۶ ابن عمرؓ کی عبارت میں دونوں معنی کا احتمال تھا۔ ایک یہ کہ فارس کے لئے دو حصے اور راجل کے لئے ایک حصہ۔ تو حضرت نافعؒ کے قول سے دوسرا احتمال کی تعیین کر دی۔ کہ گھوڑے کے لئے دو حصے اور پیدل کے لئے ایک حصہ ہوگا۔ اس کی تفصیل مذاہب کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۰ حدثنا یحیی بن بُکَیرٍ الخ اَنَّ جُبَیرَ بنَ مُطعِمٍؓ اَخبَرَہٗ قَالَ مَشَیتُ اَنَا وَعُثمَانُ بنُ عَفَّانَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَقُلنَا اَعطَیتَ بَنِی المُطَّلِبِ مِن خُمُسِ خَیبَرَ وَتَرَکتَنَا وَنَحنُ بِمَنزِلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مِّنکَ فَقَالَ اِنَّمَا بَنُو ھَاشِمٍ وَّبَنُو المُطَّلِبِ شَیئٌ وَّاحِدٌ فَقَالَ جُبَیرٌ وَلَم یَقسِمِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ لِبَنِی عَبدِ شَمسٍ وَبَنِی نَوفَلٍ شَیئًا۔

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ میں اور حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مطالبہ کیا۔ کہ آپؐ نے خیبر کے خمس میں سے بنو المطلب کو تو دیا ہے اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ ہمارا نسب بھی عبد مناف میں جا کر ایک ہو جاتا ہے۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب ایک چیز ہیں۔ کہ جاہلیت اور اسلام میں الگ نہیں ہوتے۔ کہ حنیف بنی کنانہ میں اکٹھے نظر بند ہوتے تھے۔ پس حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد الشمس جس میں سے حضرت عثمانؓ تھے۔ اور بنو نوفل جس میں سے جبیر بن مطعمؓ تھے کچھ حصہ نہ دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ مطلب۔ ہاشم۔ عبد الشمس اور بنو نوفل۔ ہاشم کی اولاد میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ ہیں۔ اور عبد شمس میں سے حضرت عثمانؓ ہیں۔ اور بنو نوفل میں سے حضرت جبیرؓ بن مطعم ہیں۔ خمس خیبر میں سے آپؐ نے بنو مطلب کو دیا۔ بنو عبد الشمس اور بنو نوفل کو محروم رکھا۔ جس پہ ان حضرات نے اعتراض کیا کہ جیسے بنو مطلب آپؐ کے قریب ہیں۔ بنو عبد الشمس اور بنو نوفل بھی قریب ہیں کہ یہ بھی عبد مناف میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اس قرابت میں ہم بھی برابر کے شریک ہیں۔ البتہ بنو ہاشم کی قرابت میں ہم شریک نہیں ہو سکتے۔ پھر

ہمیں خمس میں سے کیوں محروم رکھا گیا۔ آپؐ نے جو جواب دیا وہ اس پر مبنی ہے کہ مطلب کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی اور اس نے بنو النجار کی ایک عورت سے شادی کر لی جس سے عبد المطلب پیدا ہوا۔ ہاشم نے بھی مدینہ میں شادی کی تھی۔ مرگِ موت میں انہوں نے مطلب سے کہا تھا۔ کہ بنو النجار میں ایک بچہ ہے اس کو لانا وہ جا کر لے آئے۔ لوگوں نے اسے عبد المطلب کہنا شروع کر دیا۔ تو عبد المطلب نے مطلب کے گھر پر پرورش پائی۔ جاہلیت اور اسلام میں جب بنو المطلب پر کوئی مصیبت پڑتی تھی۔ تو بنو عبد المطلب ان کا ساتھ دیتے اور جب بنو عبد المطلب پر مصیبت پڑتی تو بنو المطلب ان کا ساتھ دیتے تھے۔ چنانچہ منیف بنو کنانہ میں بنو المطلب بنو عبد المطلب بنو ہاشم کے ساتھ جا کر رہے۔ عبد شمس اور نوفل نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو جاہلیت اور اسلام میں بنو المطلب اور بنو ہاشم کا ساتھ رہا ہے۔ اس لئے ذوالقربیٰ کے طور پر ان کو بھی سہم دیا گیا۔ جو امداد و اعانت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے بنو المطلب بنو ہاشم کی مدد و اعانت کی وجہ سے حصہ ملا۔ بنو عبد شمس اور بنو نوفل نے ساتھ نہیں دیا۔ اس لئے تمہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

حدیث نمبر ۳۸۰۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ أَنَا وَأَخَوَانِ لِي أَنَا أَصْغَرُهُمْ أَحَدُهُمَا أَبُو بُرْدَةَ وَالْآخَرُ أَبُو رُهْمٍ إِمَّا قَالَ بِضْعٌ وَإِمَّا قَالَ فِي ثَلَاثَةٍ وَخَمْسِينَ أَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِينَ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي فَرَكِبْنَا سَفِينَةً فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ وَكَانَ أُنَاسٌ مِنَ النَّاسِ يَقُولُونَ لَنَا يَعْنِي لِأَهْلِ السَّفِينَةِ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ وَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلَى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ وَأَسْمَاءُ عِنْدَهَا فَقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ مَنْ هٰذِهِ قَالَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ قَالَ عُمَرُ الْحَبَشِيَّةُ هٰذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هٰذِهِ فَقَالَتْ

اَسْمَاءُ نَعَمْ قَالَ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ فَنَحْنُ اَحَقُّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ كَلَّا وَاللّٰهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ وَكُنَّا فِيْ دَارٍ اَوْ فِيْ اَرْضِ الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ بِالْحَبَشَةِ وَذٰلِكَ فِي اللّٰهِ وَفِيْ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَايْمُ اللّٰهِ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا وَّلَا اَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى اَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذٰى وَنُخَافُ وَسَاَذْكُرُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسْاَلُهٗ وَاللّٰهِ لَا اَكْذِبُ وَلَا اَزِيْغُ وَلَا اَزِيْدُ عَلَيْهِ فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَمَا قُلْتِ لَهٗ قَالَتْ قُلْتُ لَهٗ كَذَا وَكَذَا قَالَ لَيْسَ بِاَحَقَّ بِيْ مِنْكُمْ وَلَهٗ وَلِاَصْحَابِهٖ هِجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ وَلَكُمْ اَنْتُمْ اَهْلَ السَّفِيْنَةِ هِجْرَتَانِ قَالَتْ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَبَا مُوْسٰى وَاَصْحَابَ السَّفِيْنَةِ يَاْتُوْنِيْ اَرْسَالًا يَسْاَلُوْنِيْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَا مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهٖ اَفْرَحُ وَلَا اَعْظَمُ فِيْ اَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَبَا مُوْسٰى وَاِنَّهٗ لَيَسْتَعِيْدُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنِّيْ قَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ اَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْاَشْعَرِيِّيْنَ بِالْقُرْاٰنِ حِيْنَ يَدْخُلُوْنَ اللَّيْلَ وَاَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ اَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ وَاِنْ كُنْتُ لَمْ اَرَ مَنَازِلَهُمْ حِيْنَ نَزَلُوْا بِالنَّهَارِ وَمِنْهُمْ حَكِيْمٌ اِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ اَوْ قَالَ الْعَدُوَّ قَالَ لَهُمْ اِنَّ اَصْحَابِيْ يَاْمُرُوْنَكُمْ اَنْ تَنْظُرُوْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم جب یمن میں تھے۔ تو ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت پر روانہ ہونے کی خبر پہنچی۔ ہم ہجرت کی نیت سے گھر سے نکلے۔ میں اور میرے دو بھائی جن میں سے میں سب سے چھوٹا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام ابو بردہؓ اور دوسرے کا ابو رھمؓ تھا۔ دوسرے لوگ پچاس سے زائد تھے یا باون اور ترپن آدمی وہ بھی میری قوم کے تھے۔

ہم ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ باد مخالف کی وجہ سے کشتی نے ہمیں نجاشی بادشاہ کے پاس حبشہ میں پہنچا دیا۔ اتفاقاً حبشہ میں ہماری ملاقات حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے ہوئی۔ تو ہم بھی ان کے ساتھ مقیم ہو گئے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد ہم اکٹھے ہی مدینہ کی طرف آئے۔ تو اتفاق سے ہماری ملاقات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوئی جب کہ خیبر فتح ہو چکا تھا۔ اور کچھ حضرات صحابہ کرام میں سے ہم کشتی والوں سے کہتے تھے کہ ہجرت کرنے میں ہم نے تم سے سبقت کر لی ہے۔ چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ جو ان لوگوں میں شامل تھیں جو ہمارے ساتھ حبشہ سے مدینہ کو آئے۔ تو وہ حضرت حفصہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آئیں۔ اور وہ بھی اپنے خاوند حضرت جعفرؓ کے ہمراہ نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ پس حضرت عمرؓ اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب کہ حضرت اسماءؓ بی بی حفصہؓ کے پاس تھیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اسماءؓ کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہے۔ وہ بولیں کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اچھا یہ حبشہ والی ہے اور سمندری سفر کرنے والی ہے۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم نے ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی ہے۔ اس لئے ہم تمہاری بنسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے زیادہ حقدار ہیں۔ جب یہ حضرت اسماءؓ کو غصہ آیا۔ فرمانے لگیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ واللہ! تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ آپؐ تمہارے بھوکے کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور ناواقف جاہل کو وعظ کر کے مسائل بتاتے تھے۔ اور ہم ایسی سرزمین میں تھے جو دور دراز ہے۔ اور دشمنوں کی وجہ سے مبغوض ہے یعنی حبشہ میں تھے۔ اور ہماری یہ کاوش اللہ اور اس کے رسول کے لئے تھی۔ اللہ کی قسم! اس وقت تک نہ میں کھانا کھاؤں گی اور نہ ہی پانی پیوں گی۔ جب تک کہ جو کچھ تم نے کہا ہے۔ وہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کر لوں۔ ہمیں تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ ہمیں ڈرایا دھمکایا جاتا رہا۔ میں اس بات کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کروں گی۔ اور اس بارے میں میں ان سے دریافت کروں گی واللہ! نہ تو میں کوئی جھوٹی بات کہوں گی اور نہ ہی توڑ مروڑ کر پیش کروں گی اور نہ ہی بڑھا چڑھا کر بیان کروں گی۔ چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو حضرت اسماءؓ نے کہا۔

اے اللہ کے نبی! حضرت عمرؓ نے اس اس طرح کہا ہے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کہ پھر تو نے کیا جواب دیا۔ وہ بولیں۔ میں نے اس اس طرح جواب دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم سے زیادہ میرے قریب کوئی حقدار نہیں۔ حضرت عمرؓ کو اور ان کے ساتھیوں کو ایک ہجرت کا ثواب ملے گا اور تمہیں اے کشتی والو! دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا۔ یعنی ایک ہجرت حبشہ دوسری ہجرت الی المدینہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ اور دوسرے کشتی والوں کو میں دیکھ رہی ہوں۔ کہ فوج در فوج آکر میرے سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتے تھے۔ گویا کہ دنیا کی کوئی چیز ان کو زیادہ خوش کرنے والی نہیں تھی اور نہ ہی ان کے لئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے کوئی بڑی عظمت والی چیز تھی۔ حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اسماءؓ فرماتی تھیں۔ کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو موسیٰؓ بار بار اس حدیث کو میرے سے دہرواتے تھے اور ابو بردہؓ جناب ابو موسیٰؓ سے روایت کرتے ہوتے فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں اشعری ساتھیوں کی آواز کو پہچان لیتا ہوں۔ جب کہ وہ رات کے وقت وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ اور اس طرح رات کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت ان کی آوازوں کے ذریعہ ان کی جگہوں کو بھی معلوم کر لیتا ہوں۔ اگرچہ دن کے وقت جب وہ کہیں مقیم ہوتے ہیں۔ تو میں نے ان کے ٹھکانوں کو نہیں دیکھا ہوتا۔ اور ان میں سے حضرت حکیمؓ تھے۔ جب وہ کسی گھوڑ سوار دستے سے یا دشمن سے جنگ کرتے تو فرط شجاعت سے ان سے کہتے کہ میرے ساتھی تم حکم دے رہے ہیں۔ کہ ان کا انتظار کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | مخرج النبی سے ہجرت الی المدینہ مراد ہے۔ اور ممکن ہے۔ بعثت نبوی مراد ہو۔ مگر پہلا احتمال زیادہ قریب ہے۔

سبقناکم بالھجرۃ یعنی آج تفاخر بالانساب نہیں رہا۔ بلکہ تفاخر بالتقویٰ رہ گیا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے۔

ان تنظروھم یہ انتظار سے ماخوذ ہے۔ احتمال ہے کہ دشمنوں سے کہہ رہے ہوں۔ کہ ہم تو پیدل ہیں ذرا ہمارے گھوڑ سواروں کا انتظار کرو۔ تاکہ ہم مل کر قتال کریں اگر خیل مسلمین مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ اپنے گھوڑ سواروں سے کہہ رہے ہیں کہ ذرا انتظار کرو۔ تاکہ ہمارا پیدل

دستہ آجائے تو مل کر دشمنوں پر حملہ کریں۔ یعنی ان کا مشغلہ جہاد ہی رہتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات کا کلام اتفاقاً اس مقالہ تک پہنچا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کا حضرت اسماءؓ سے یہ کلام تحدیث نعمت کے طور پر ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہجرت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ایسی گفتگو لبسا اوقات ساتھیوں اور دوستوں میں ہو جایا کرتی ہے۔ اس سے تفاخر مقصود نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ظاہر اس لئے کہ حضرت عمرؓ کی ہجرت الی المدینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہے۔ اور حضرت اسماءؓ اور ان کے ساتھیوں کی ہجرت ہجرت نبوی کے بعد ہے۔ جس پر چھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ فتح خیبر کے موقعہ پر آئے ہیں۔ میرے نزدیک دوسرا احتمال راجح ہے۔ کہ تحدیث نعمت کے طور پر یہ گفتگو ہوئی۔ چنانچہ ابن سعد میں ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے فرمایا۔ کہ یا رسول اللہ کچھ لوگ ہم پر فخر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم لوگ مہاجرین اولین میں سے نہیں ہو۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ تمہیں تو دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لیس باحق منکم حضرت عمرؓ کا بھلا ہو کہ انہوں نے ایسے طریقہ سے خطاب کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی اسماءؓ کو راضی کر دیا۔ لیکن اس سے ان کو زیادتی ثواب کی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ وہ تم سے زیادہ حقدار نہیں۔ بلکہ سب مسلمان بہت سے استحقاقات میں برابر ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ظاہراً ان کی دوسرے مہاجرین پر فضیلت لازم آتی ہے۔ لیکن یہ فضیلت علی الاطلاق نہیں بلکہ اس حیثیت سے فضیلت ہے ورنہ امت کا اتفاق ہے کہ حضرت عمرؓ افضل الامت ہیں۔ تو جزئی فضیلت حاصل ہوئی۔ کلی فضیلت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ان لاعرف اصوات رفقۃ ص۶۰۸ اس میں اشعری حضرات کی مدح ہے۔ کہ وہ قرآن مجید کو آواز بنا کر پڑھتے ہیں۔ اور جب لوگ اپنے بستروں پر آرام کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ لوگ جہراً قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ ایسا جہر ہے جس سے

دوسروں کو تکلیف نہیں پہنچتی۔

تشریح از شیخ گنگوہی منهم حكيم اذا لقى الخيل اس کلام میں حضرت حکیمؓ کی مدح سرائی ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھیوں سے پہلے دشمن کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور انہیں جنگ کرنے کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یعنی وہ فرط شجاعت سے دشمن سے بھاگتے نہیں بلکہ انہیں للکارتے ہیں۔ اور میرے نزدیک خیل سے خیل عدو مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مشرکین کے سواروں کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اکیلے ہوتے ہیں۔ وہ ان سے ڈرتے نہیں ہیں۔ یہ بھی کمال شجاعت کی دلیل ہے۔ چنانچہ غزوہ اوطاس میں آرہا ہے کہ وہ ایک صاحب سے فرمارہے ہیں تمہیں شرم نہیں آتی ثابت قدم رہ کر دشمن کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔

حدیث نمبر ۲۸۰۹ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا وَلَمْ يَقْسِمْ لِأَحَدٍ لَمْ يَشْهَدِ الْفَتْحَ غَيْرَنَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح خیبر کے بعد حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے ہمارے لئے غنیمت کے مال میں حصّہ مقرر کیا۔ ہمارے علاوہ جو شخص بھی فتح خیبر میں حاضر نہیں ہوا۔ اسے حصّہ نہیں دیا۔

حدیث نمبر ۲۸۱۰ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ افْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْإِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى وَادِي الْقُرٰى وَمَعَهُ عَبْدٌ لَهُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ أَهْدَاهُ لَهُ أَحَدُ بَنِي الضِّبَابِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتّٰى أَصَابَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلٰى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا

الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَجَاءَ رَجُلٌ حِيْنَ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِرَاكٍ أَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ هٰذَا شَيْءٌ كُنْتُ أَصَبْتُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِرَاكٌ أَوْ شِرَاكَيْنِ مِنْ نَارٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ خیبر کو ہم نے فتح کیا۔ لیکن مال غنیمت میں نہ تو ہمیں سونا ملا اور نہ ہی چاندی ملی۔ البتہ ہمیں غنیمت میں گائے۔ اونٹ۔ گھر اسباب اور باغات ملے۔ وہاں سے فارغ ہو کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جب وادی القریٰ میں پہنچے اور آپ کے ہمراہ ایک غلام تھا۔ جس کو مدعم کہا جاتا تھا۔ جو بنو الضباب کے ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کے طور پہ دیا تھا۔ دریں اثناکہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا تھا۔ کہ اسے ایک ایسا تیر آکر لگا جس کا مارنے والا معلوم نہ ہو سکا۔ جس کے لگنے سے اس غلام کی موت واقع ہو گئی۔ لوگ کہنے لگے۔ اس کی شہادت کس قدر مبارک ہے۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ بے شک وہ چادر گرم غنیمت کے غیر تقسیم شدہ مال میں سے جو اس نے لی تھی وہ اس پہ آگ کو بھڑکا رہی ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔ تو کوئی ایک تسمہ اور کوئی دو تسمے لے کر آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں نے اس کو لے لیا تھا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آگ کا ایک تسمہ ہے۔ یا دو تسمیں ہیں۔ اب میں کیا کروں۔ ان کی تقسیم کیسے ممکن ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ سھم عائر وہ تیر جس کا مارنے والا معلوم نہ ہو سکے۔ مدعم نے ایک گرم چادر سرقہ کی تھی۔ جو حقوق العباد میں سے ہے۔ شہادت کے متعلق ارشاد ہے۔ السیف محاء للذنوب الا الذین کہ تلوار تمام گناہوں کو مٹا دینے والی ہے۔ مگر قرضہ جو حقوق العباد میں سے ہے وہ معاف نہیں ہوگا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہاں کہ ان کی شہادت تو ہے مگر حقوق العباد بھی ان پہ باقی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ بلیٰ والذی نفسی بیدہ ص۶۰۸ ۱۲ کلمہ بلیٰ اس جگہ لانے کے معنی ہیں۔ کہ ان کے لئے شہادت نہیں جب کہ حقوق العباد اس کے ذمہ باقی ہیں اور شاید

کلمہ بلیٰ اس جگہ ایسے مستعمل ہے جیسے ہندی زبان میں کلمہ ہاں !! استعمال کیا جاتا ہے۔
جس میں آواز کو لمبا کیا جاتا ہے اور لہجہ بدل دیا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا کلمہ بلیٰ نے شراح کو مشکل میں ڈال دیا۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ بلیٰ نہیں بلکہ بل تھا۔ جسے تصحیف کر کے بلیٰ بنا دیا۔ اور مسلم کی روایت میں کلا وارد ہوا ہے۔
اس صورت میں معنی ہوں گے کہ ایسا نہیں جیسا کہ تم لوگ گمان کرتے ہو۔ بلکہ یہ غلول ہے جس کی سزا جہنم ہے اور غلول کے بارے میں وعید ہے۔ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

حدیث نمبر ۳۸۱۱ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْلَا اَنْ اَتْرُکَ اٰخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَیْسَ لَھُمْ شَیْءٌ مَا فُتِحَتْ عَلَیَّ قَرْیَۃٌ اِلَّا قَسَمْتُھَا کَمَا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ وَلٰکِنِّیْ اَتْرُکُھَا خِزَانَۃً لَھُمْ یَقْتَسِمُوْنَھَا۔

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر مجھے اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ آخر میں جو لوگ آئیں گے وہ خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ ان کے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ تو جو بستی فتح ہوتی اس کی اراضی کو میں مجاہدین میں تقسیم کر دیتا۔ جیسے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اراضی خیبر کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ لیکن میں ان اراضی کو آنے والے مسلمانوں کے لئے خزانہ کے طور پر چھوڑتا ہوں تاکہ وہ اسے تقسیم کر لیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ منقولہ اشیاء تو غانمین میں تقسیم کی جاتی رہی ہیں۔ لیکن غیر منقولہ اشیاء میں امام کو اختیار ہے۔ کہ انہیں تقسیم کرے یا مصالح عامہ کے لئے اسے رکھ لے۔
حضرت عمرؓ نے اسی پر عمل فرمایا۔ کہ اراضی کو تقسیم نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی عَنْ عُمَرَ قَالَ لَوْلَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِیْنَ مَا فُتِحَتْ عَلَیْھِمْ قَرْیَۃٌ اِلَّا قَسَمْتُھَا کَمَا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کو فکر نہ ہوتی تو جو بھی آبادی مجھ پر فتح ہوتی رہیں اس کی اراضی کو اس طرح بانٹ دیتا جیسے آپؐ نے خیبر کی اراضی کو بانٹا تھا۔

تشریح از قاسمی اگر اشکال ہو کہ حضرت عمرؓ کو غانمین کے حق کو دبانے کا کیا اختیار ہے تو کہا جائے گا کہ غانمین کو بیع ہبہ وغیرہ سے راضی کر کے تمام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیں۔ ممکن ہے لوگوں پر بخل کا غلبہ ہو جائے۔ اور آخر الناس کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑیں۔

حدیث نمبر ۳۸۱۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ قَالَ لَهُ بَعْضُ بَنِي سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُعْطِهِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ وَاعَجَبَاهُ لِوَبْرٍ تَدَلّٰى مِنْ قُدُوْمِ الضَّانِ وَيَذْكُرُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ الخ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَانًا عَلٰى سَرِيَّةٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قِبَلَ نَجْدٍ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقَدِمَ اَبَانُ وَّاَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحَهَا وَاِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لَلِيْفٌ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَقْسِمْ لَهُمْ قَالَ اَبَانُ وَاَنْتَ بِهٰذَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ مِنْ رَاْسِ ضَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَانُ اجْلِسْ فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سعید بن عاصؓ کو خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے نجد کی طرف ایک فوجی دستہ بھیجا۔ جس کی کمان ابانؓ کر رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابانؓ اور ان کے ساتھی خیبر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب کہ خیبر فتح ہو چکا تھا اور ان کے گھوڑوں کے حزام لیف میں سے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ ان لوگوں کو غنیمت کا حصہ نہ دیں۔ تو ابانؓ نے کہا۔ اچھا تم بھی یہ بات کرتے ہو۔ اے لومڑ! تم دوس کے پہاڑ ضان کی چوٹی سے اتر کر یہ بات کرتے ہو۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابانؓ! تم بیٹھ جاؤ۔ اور آپؐ نے ان کو غنیمت سے حصہ نہ دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۴ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ اَخْبَرَنِيْ جَدِّيْ اَنَّ اَبَانَ بْنَ سَعِيْدٍ اَقْبَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ

اَبُوْ هُرَيْرَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ وَقَالَ اَبَانُ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاعَجَبًا لَكَ وَبْرٌ تَدَاْدَأَ مِنْ قُدُوْمِ ضَانٍ يَنْعٰى عَلَيَّ امْرَأً اَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِيَدِيْ وَمَنَعَهُ اَنْ يُهِيْنَنِيْ بِيَدِهٖ ۔

ترجمہ۔ میرے دادا سعید مجھے خبر دیتے ہیں کہ ابان بن سعیدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور آپ پر سلام کیا۔ تو حضرت ابوہریرۃؓ نے کہا۔ یارسول اللہ! یہ ابن قوقل کا قاتل ہے۔ تو ابانؓ نے ابوہریرۃؓ سے کہا۔ تجھ پر تعجب ہے۔ تو ایک لومڑ ہے جو ضان پہاڑ سے نیچے اتر کر مجھے اس شخص کی موت کا طعنہ دیتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے عزت دی کہ وہ شہید ہو گئے۔ اور مجھے اس کے ہاتھ سے میری توہین کرنے سے اسے روک دیا۔ کہ اگر میں کفر کی حالت میں اس کے ہاتھ سے مارا جاتا تو جہنم رسید ہوتا۔ اس سے میری توہین ہوتی۔ تو مجھے کفر سے نجات ملی ان کو شہادت کا مقام ملا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ وبر ایک جنگلی جانور ہے۔ جو چھوٹے قد کا ہوتا ہے بلّی کے برابر۔ اسے بقر اسماعیل بھی کہتے ہیں۔ نعمان بن قوقل کو ابانؓ نے غزوہ احد میں شہید کیا تھا اور وہ غزوہ خیبر سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت ابانؓ انصار میں سے تھے۔ حضرت ابوہریرۃؓ کا مقصد یہ تھا کہ ایسے قاتل کو غنیمت سے حصّہ نہ ملے۔

قدوم الضان دوس قبیلہ ابوہریرۃؓ کا ایک پہاڑ ہے۔ چونکہ حضرت ابوہریرۃؓ پست قد تھے۔ اس لئے حضرت ابانؓ نے ان کو وبر سے تشبیہ دے کر طنز کیا۔

لیف ایک خاص قسم کا درخت ہے جس کی چھال کو کوٹا جاتا ہے۔ اور لیف کھجور کے پتوں کو بھی کہا جاتا ہے۔ جس سے تکیہ وغیرہ بھرے جاتے ہیں۔ جو اہل ثروت لوگ ہیں وہ تو گھوڑے کے حزام چمڑے سے بناتے ہیں۔ اور غریب لوگ لیف یعنی کمبال سے بناتے ہیں۔ حزم جمع حزام وہ تنگ جو گھوڑے کی کمر میں باندھا جاتا ہے۔ تدلّی و تدادر اور تحدّد کے معنی لڑھک جانا۔ قدوم ضان پہاڑ کا نام ہے اور اس کے معنی چوٹی کے ہیں۔ تو حضرت ابانؓ کا اعتراض یہ تھا کہ تم ضان سے آکر ہماری تقسیم میں خلل انداز ہوتے ہو۔ ضال بمعنی جھاڑی کے بیر۔ اور سلم ببول کو کہتے ہیں۔ جو لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔ ان کے انساب محفوظ ہوتے ہیں۔ شہریوں کے

انساب اس قدر محفوظ نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان میں خلط ملط ہوتا رہتا ہے۔ یہی حال عرب کا تھا۔ دیہاتی لوگ محفوظ النسب والے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پہاڑ اور جنگلات میں رہنے والوں کی عزت اور عظمت محفوظ رہتی ہے۔ شہر میں عزت گر جاتی ہے۔ اور بعض روایات میں ضال کے الفاظ ہیں۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ ایک جنگلی آدمی آکر ہمارے عیوب بیان کر رہا ہے۔ یا ہماری قسمت میں خلل انداز ہو رہا ہے۔ جس کا انہیں کوئی حق نہیں۔ اگر ابان ابن قوقل کے ہاتھوں قتل ہو جاتے تو اسلام سے محروم ہو کر داخل فی النار ہوتے۔ ابن قوقل کو عزت ملی کہ وہ میرے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۸۱۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذٰلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنِ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ كَرَاهِيَةً لِمَحْضَرِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ لَا وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُ

عليهم وحدك فقال ابو بكرؓ وما عسيتم ان يفعلوا بي والله لآتينهم
فدخل عليهم ابو بكرؓ فتشهد عليؓ فقال انا قد عرفنا فضلك
وما اعطاك الله ولم ننفس عليك خيرا ساقه الله عليك ولكنك
استبددت علينا بالامر وكنا نرى لقرابتنا من رسول الله صلى الله
عليه وسلم نصيبا حتى فاضت عينا ابي بكرؓ فلما تكلم ابو بكرؓ
قال والذي نفسي بيده لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم
احب الي ان اصل من قرابتي واما الذي شجر بيني وبينكم من
هذه الاموال فلم آل فيها عن الخير ولم اترك امرا رأيت رسول
الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيها الا صنعته فقال عليؓ لابي بكرؓ
موعدك العشية للبيعة فلما صلى ابو بكر الظهر رقي على المنبر
فتشهد وذكر شان علي وتخلفه عن البيعة وعذره بالذي
اعتذر اليه ثم استغفر وتشهد عليؓ فعظم حق ابي بكرؓ وحدث
انه لم يحمله على الذي صنع نفاسة على ابي بكرؓ ولا انكارا
للذي فضله الله به ولكنا كنا نرى لنا في هذا الامر نصيبا فاستبد
علينا فوجدنا في انفسنا فسر بذلك المسلمون وقالوا اصبت
وكان المسلمون الى علي قريبا حين راجع الامر بالمعروف۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابوبکرؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ وہ ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مانگتی
تھیں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بغیر لڑائی کے ان کو مال دیا تھا۔ کچھ مدینہ میں کچھ فدک میں اور کچھ خیبر
کے خمس سے باقی بچا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے۔ کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہیں چلتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ سب
صدقہ ہے۔ البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان اس مال فئی میں سے خرچہ کھا سکتا ہے۔ واللہ
میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں سے کسی چیز کو اس حالت سے تبدیلی نہیں

کروں گا جس حالت پہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ اور ان میں
میں اسی طرح عمل پیرا ہوں گا جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے۔
بہر حال حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے پاس ان اموال میں سے کسی چیز کو سپرد کرنے سے
انکار کر دیا تو اسی وجہ سے حضرت فاطمہؓ ابوبکر صدیقؓ پہ ناراض ہوگئیں۔ پس انہیں چھوڑ دیا۔
مرتے دم تک ان سے پھر بات چیت نہیں کی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ
چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ پس جب ان کی وفات ہو چکی تو ان کے شوہر حضرت علیؓ نے راتوں رات
انہیں دفن کر دیا۔ اور اس کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو نہ دی۔ اور خود ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی۔
حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں حضرت علیؓ کی لوگوں کے اندر وجاہت اور وقار تھا۔ جب ان کی وفات
ہوگئی۔ تو حضرت علیؓ نے لوگوں کی توجہ کو بدلا ہوا پایا۔ جس پہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے مصالحت
اور بیعت کا پروگرام بنایا۔ کیونکہ ان چھ مہینوں میں حضرت علیؓ نے بیعت نہیں کی تھی۔ تو حضرت
علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ بشرطیکہ آپ کے ہمراہ
اور کوئی نہ ہو۔ کیوں کہ وہ حضرت عمرؓ کی حاضری کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ پیغام سننے پہ
حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ آپ ان کے پاس اکیلے نہ جائیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا مجھے امید
نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ کوئی بدسلوکی کریں گے۔ واللہ! میں ضرور ان کے پاس جاؤں گا۔
چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ان حضرات کے پاس تشریف لے گئے۔ تو حضرت علیؓ نے کلمہ شہادت پڑھ کر
فرمایا کہ ہمیں آپ کی بزرگی اور وہ فضائل جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں ہمیں پورا
اعتراف ہے۔ ہم اس بھلائی کا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجی ہے حسد نہیں کرتے۔
یعنی ہمیں آپ کی خلافت پہ حسد نہیں ہے۔ لیکن یہ شکوہ ضرور ہے کہ خلافت کے معاملہ میں منفرد
رہے ہم سے مشورہ نہیں کیا۔ ہم لوگ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ
سے مشاورت کا حق رکھتے تھے۔ باتیں سنتے سنتے حضرت ابوبکرؓ کی آنکھیں بہہ پڑیں آنسو جاری
ہوگئے۔ پھر جب ابوبکرؓ بولے۔ تو فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری
جان ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت میری اپنی قرابت سے مجھے زیادہ
عزیز ہے کہ میں اس کا لحاظ کروں اور صلہ رحمی کا حق ادا کروں۔ لیکن یہ جو ان اموال فئے میں

میرے اور آپ کے درمیان اختلاف ہوگیا ہے۔ تو یاد رکھئے۔ اس میں بھلائی کے اندر کوتاہی نہیں کروں گا اور ان اموال میں جو طریقہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔ میں اس کو ضرور اختیار کروں گا۔ جس پر حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا۔ کہ آپ سے بیعت کا وعدہ زوال کے بعد کا ہے۔ پس حضرت ابو بکرؓ نے جب ظہر کی نماز سے فراغت حاصل کی۔ تو منبر پر چڑھ گئے۔ کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور حضرت علیؓ کی شان اور مرتبہ ذکر کیا۔ اور بیعت میں دیر کرنے اور اس کے عذر کو ذکر کیا۔ جو انہوں نے بیان کیا تھا۔ پھر بخشش طلب کرنے کے لئے استغفار پڑھا۔ حضرت علیؓ نے اٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کی عظمتِ شان کو بیان کیا۔ اور بتلایا۔ کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اس کا باعث ابو بکرؓ پر حسد کرنا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان فضائل کا انکار کرنا ہے۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے انہیں برتری عطا فرمائی ہے۔ لیکن ہم اس خلافت کے معاملہ میں مشورہ کی حد تک اپنا کچھ نہ کچھ حق ضرور سمجھتے تھے۔ جس میں ہمیں نظر انداز کر کے تفرد کا مظاہرہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے ہمارے دلوں میں ناراضگی پیدا ہوئی اس بیان پر مسلمان خوش ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ اے علیؓ! تو نے ٹھیک کہا۔ اور مسلمان حضرت علیؓ کے قریب ہو گئے۔ جب کہ انہوں نے امر بالمعروف یعنی مبایعت کی طرف رجوع کر لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس روایت کی بنا پر روافض نے حضرت ابو بکر صدیقؓ پر اپنی بہت غضبناکی کا اظہار کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ خود حضرت ابو بکرؓ کے پاس نہیں گئیں۔ قاصد کے ذریعہ پیغام بھیجا۔

توجیہات فاطمہؓ یہ نہ تو حضرت فاطمہؓ کا قول ہے اور نہ ہی ان کا فعل معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ امام زہریؒ کا قول ہے یا حضرت عروۃ کا انتزاع ہے یا حضرت عائشہؓ کا۔ اگر بالفرض یہ انتزاع صحیح ہو۔ تو خطا کس کی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کر رہے ہیں۔ اگرچہ یہ خبر واحد ہے۔ جو ہمارے اعتبار سے ظنی ہے۔ مگر صحابی کے اعتبار سے تو قطعی ہے۔ جس کو وہ کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتے۔ نیز! حضرت فاطمہؓ نے اس روایت کا انکار بھی نہیں کیا۔ بلکہ جب حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ جھگڑتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے ان دونوں حضرات سے دوسرے اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں قسم دے کر پوچھا۔

کہ کیا ماترکنا صدقہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یا نہیں۔ تو سب نے اقرار کیا کہ واقعی یہ فرمانِ رسول ہے۔ تو جب حضرت ابوبکرؓ فرمانِ نبوی پر عمل کر رہے ہیں۔ تو ان پر غضب ناک ہونا یہ حضرت فاطمہؓ کی خطا تھی۔ کیونکہ وہ تو معصوم نہیں ہیں۔ تو ناراض ہونا ترک سلام وکلام کر دینا اگر اسی بنا پر ہے تو پھر حضرت فاطمہؓ خطا دار ہیں۔ اگر صدیق اکبرؓ اس فرمان نبوی پر اس طرح عمل نہ کرتے جیسے آپؐ نے کیا تھا۔ بلکہ ذوی القربیٰ پر تقسیم کر دیتے تو پھر ان پر اعتراض تھا۔ اور اس میں خود ان کا بھی بھلا تھا۔ کہ ان کی بیٹی عائشہؓ کو ثمن سے حصہ ملتا۔ لیکن جب وہ فرمان نبوی پر عمل پیرا ہیں تو خطا حضرت فاطمہؓ کی ہے اور اس میں کوئی استحالہ بھی نہیں۔ کیونکہ بغیر انبیاء اور ملائکہ کے اور کوئی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ بایں ہمہ یہ توجیہ اس لئے قابل قبول نہیں کہ حضرت فاطمہؓ صحابیہ ہیں۔ اور بتول کے لقب سے ملقب ہیں۔ کہ دنیا سے الگ تھلگ رہنے والی تھیں۔ طلب دنیا کے لئے کسی پر ناراض ہونا اور وہ بھی اس شخص پر جو فرمان نبوی پر عمل کرے یہ شانِ صحابیت کے خلاف ہے۔ جب کہ ایک ادنیٰ صوفی تارک دنیا ہو کر دنیا کے تخت وتاج کو لات مار کر فقر اختیار کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ تخت وتاج کو چھوڑ کر فقر اختیار کرتے ہیں۔ تو حضرت فاطمہؓ بتول کی اولاد میں سے ایک معمولی فرد تو دنیا سے اجتناب کرے ناممکن ہے کہ نبوت کی گود میں پرورش پانے والی بیٹی دنیا کے لئے اس قدر بیتاب ہو۔ حالانکہ خود ان کا بیٹا حضرت حسنؓ دنیا سے نفور ہے بہت بڑا لشکر ان کے ہمراہ تھا۔ اس فوج کو دیکھ کر حضرت امیر معاویہؓ گھبرا گئے۔ اور پیغام بھیجا کہ اس لڑائی کے نتیجہ میں فتح جس کو بھی ہو مجھے فکر ہے کہ ان بیوگان اور یتامیٰ کا تکفل کون کرے گا۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ میں تکفل کر دوں گا۔ بایں ہمہ سلطنت پر لات مار دی۔ مدینہ منورہ چلے آئے۔ اور فرمایا۔ لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔ الغرض بیٹا تو سلطنت پر لات مار کر زہد اختیار کرے اور ماں جو جگر گوشۂ رسول ہے۔ وہ دنیا کی وجہ سے غضب ناک ہو۔ مہاجرت کرے اور آپؐ کے فرمان پر عمل کرنے سے سلام وکلام ترک کر دے۔ اور شوہر نامدار حضرت علیؓ کا یہ حال ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جنت کو تین روٹیوں پر خریدا ہے۔

الذین یطعمون الطعام مسکینا ویتیما واسیرا یہ آیت ان کے بارے میں نازل

ہوئی۔ جب کہ افطاری کا کھانا مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیا۔ دوسرے خود حضرت فاطمہؓ جن کو چکی پیسنے کی وجہ سے گٹھے پڑ گئے تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خادمہ لینے کے لئے جاتی ہیں۔ خادمہ نہیں ملی۔ بلکہ اس کے بدلہ تسبیحات فاطمی کی تعلیم دی گئی۔ اس وقت تو آپ کی زندگی میں زہد کی تعلیم تھی۔ آپ کی وفات کے بعد وہ زہد کو خیرباد کہہ کر طالبِ دنیا بن جائیں۔ یہ بہت بعید ہے۔ یہ اسی بخاری شریف میں گزر چکا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے قریب ان کے کان میں ایک بات کہی تو یہ رونے لگیں۔ پھر دوسری بات کان میں بتلائی تو ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے بیک وقت کسی کو روتے اور ہنستے ہوئے نہیں دیکھا سوائے فاطمۃ الزہراؓ کے۔ آپؓ کی زندگی میں آپؐ کا راز افشا نہ کیا۔ آپؐ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کے استفسار پر فرمایا کہ پہلی مرتبہ آپؐ نے بتلایا کہ اس بیماری میں میری وفات ہو جائے گی۔ جس پہ مجھے رونا آ گیا۔ دوسری مرتبہ فرمایا کہ سب سے پہلے اہلِ بیت میں سے تم ہی آکر مجھے ملوگی اور تم جنت کی سیدۃ النساء ہوگی جس پہ میں ہنس پڑی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی آمد و رفت اور سلام و کلام کم ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے پہلے بھی تکلم نہیں تھا۔ غیر ذی رحم محرم تھیں۔ تکلم نہیں ہوا۔ اور یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ کاش! میرا جنازہ مرد نہ پڑھاتا جس پہ میرے جسم کی ہیئت بھی ظاہر نہ ہوتی۔ حضرت اسماءؓ نے گہوارہ کا ذکر کیا تو بہت خوش ہوئیں۔ تو جو مستورہ مرنے کے بعد اپنے جسم کی ہیئت کو بھی دکھانا پسند نہیں کرتیں۔ وہ طلبِ میراث کے لئے کہاں ماری ماری پھرتی ہوگی۔ یہ محض افتراء ہے۔ تو ھجران اس وجہ سے ہوا۔ اور لم تکلمہ بھی صحیح ہوا۔ کہ آمد و رفت کہاں تھی کہ ان سے کلام ہوتا۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس مطالبہ کو چھوڑ دیا اور پھر اس بارے میں کوئی نہیں کیا۔ دوسرے اس وقت فتنہ ارتداد کی وبا پھیل گئی تھی۔ نبوت کے جھوٹے دعویدار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ تو جیوش کی روانگی کے اہتمام میں تھے۔ انہیں اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ ان سے ہمکلام ہوتے۔ تو غصہ کی وجہ سے ھجران اور عدم کلام یہ راوی کا انتزاع ہے۔ واقعات اس کے خلاف ہیں۔ مزید برآں وہ پہلے بھی ان کا آنا جانا نہیں تھا۔ رنج و غم کے عالم میں ان کا آنا اور کلام کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہے تو وجدات

یہ اختراع راوی ہوا۔ دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ وجد کے معنی جیسے غم وغصہ کے آتے ہیں ایسے حزن کے بھی آتے ہیں۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔ بجد الحمام ولوکوجدی الخ اس میں وجد بمعنی حزن کے ہے۔ تو یہاں بھی وجدت بمعنی حزنت کے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے حزن وملال رہتا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ ان کی دلداری کے لئے چھ ماہ تک گھر سے باہر نہیں نکلے۔

لم یوذن بھا ابابکر۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے ان کو اطلاع نہیں دی۔ پھر یہ منقول نہیں کہ آیا حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا یا نہ ہوا۔ وہ جنازہ میں شریک ہوئے یا نہ ہوئے۔ نماز جنازہ کس نے پڑھائی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے پڑھائی۔ لیکن ریاض نضرۃ میں ابن سعد کے حوالہ سے ہے۔ کہ نماز جنازہ ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی خود حضرت علیؓ نے آگے کھڑا کیا کہ آپ ہمارے حاکم ہیں۔ یہ آپ کا حق ہے۔ لیکن یہ حدیث بقیہ امور سے ساکت ہے۔ لم یبایع تلک الاشھر حضرت علیؓ اولاً تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین وتدفین میں مصروف رہے۔ بعدازاں حضرت فاطمہؓ کی دلداری کے لئے حزن وملال کو دور کرتے رہے۔ اور میراث نہ ملنے اور خلافت نہ ملنے کا عذر تو لنگ ہے۔ جو ان کی شان ارفع کے لائق نہیں ہے۔ لیحضر عمرؓ کیونکہ یہ جانتے تھے۔ کہ اگر حضرت عمرؓ آگئے تو سخت کلامی کریں گے۔ تلطف نہیں ہوگا۔ ما عسیتھم عسیٰ کے معنی اشفاق کے ہیں۔ کہ مجھے کوئی ڈر نہیں۔ کہ میرے سے بدسلوکی ہوگی۔

احب الی ان اصل من قرابتی بعدازاں ابوبکر صدیقؓ نے یہ بھی فرمایا کہ خلافت کے معاملہ میں آپ سے مشورہ اس لئے نہیں کیا گیا۔ کہ انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو کر خلافت کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے۔ منا امیر ومنکم امیر یہ آگئے۔ چونکہ قریش کی سیادت کو ہر ایک تسلیم کرتا تھا۔ اس لئے میری بیعت تو اچانک واقع ہوئی۔ کوئی میٹنگ ہوتی۔ ایجنڈا جاری ہوتا آپ کو نہ بلایا جاتا تو پھر اعتراض تھا۔ بغتۃً مبایعت میں آپ سے مشورہ نہیں ہوسکا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا الْآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم لوگ کھجور سے سیر ہوں گے۔ یعنی اب پیٹ بھر جائے گا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۷ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ مَا شَبِعْنَا حَتّٰی فَتَحْنَا خَیْبَرَ۔

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پیٹ بھر کر نہیں کھایا یہاں تک کہ ہم نے خیبر کو فتح کیا تب سیری ہوئی۔

بَابُ اِسْتِعْمَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَھْلِ خَیْبَرَ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر والوں پر حاکم مقرر کرنا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۸ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰی خَیْبَرَ فَجَاءَہٗ بِتَمْرٍ جَنِیْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ تَمْرِ خَیْبَرَ ھٰکَذَا فَقَالَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ ھٰذَا بِالصَّاعَیْنِ بِالثَّلٰثَۃِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاھِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاھِمِ جَنِیْبًا وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِیْزِ الخ حَدَّثَنَاہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَخَا بَنِیْ عَدِیٍّ مِنَ الْاَنْصَارِ اِلٰی خَیْبَرَ فَاَمَّرَہٗ عَلَیْھَا وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِیْدِ الخ مِثْلَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر ایک حاکم مقرر فرمایا۔ جو عمدہ قسم کی کھجور لے کر آیا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا خیبر کے تمام کھجور اسی طرح ہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ واللہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دو صاع کے بدلے اس عمدہ کھجور کا ایک صاع لیتے ہیں۔ اور دو صاع کو تین صاع کے بدلے لیتے ہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ تمام کھجور کو دراہم

میں بیچ ڈالو۔ پھر ان دراہم سے یہ عمدہ کھجور خرید کرو۔ تاکہ ہم جنس کے تبادلہ میں سود نہ بن جائے۔ عبدالعزیز اپنی سند سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بنی عدی کے ایک بھائی کو خیبر کی طرف بھیجا اور اس کو اس پر حاکم مقرر فرمایا۔ عبدالمجید کی سند میں بھی اسی طرح ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خیبر سے زمین کا خراج وصول کرنے کے لئے حضرت سواد بن غزیہؓ کو عامل بنا کر بھیجا گیا۔ جنہوں نے وصولی ایسے طریقہ سے کی جس سے سودی کاروبار کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔

جنیب عمدہ کھجور الجمع ردی کھجور۔ یہ حیلہ آپؐ نے حرمت ربٰوا سے بچنے کے لئے فرمایا۔ کیونکہ التمر بالتمر کا فرمان ہے۔ معلوم ہوا کہ حرام سے بچنے کے لئے کوئی حیلہ کیا جائے تو جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ تاکہ حرام کا ارتکاب نہ ہو۔ بلکہ بسا اوقات مستحب اور واجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نقود میں جب تبادلہ ہو تو ایک آدھ پیسہ ضرور ڈال دینا چاہیئے۔ ان حیلوں پر امام بخاریؒ کو بہت غصہ آیا ہے۔ چنانچہ کتاب الحیل لکھ کر حضرت امام اعظمؒ پر طعن کیا ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حیلہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔ حیلہ کی نظیر خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ارکض برجلک الخ غرضیکہ حرام سے بچنے کے لئے حیلہ جائز ہے۔ اگر کوئی اور غرض ہو جیسے واجب شدہ چیز سے گریز کرنا تو یہ ناجائز ہے۔ جیسے چھ ماہ تک زیورات بیوی کے نام اور چھ ماہ تک شوہر کے نام۔ اس طرح نہ سال تمام ہوگا نہ زکوٰۃ واجب ہوگی یہ ناجائز ہے۔

بَابُ مُعَامَلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ خَيْبَرَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر والوں سے اراضی و باغات پر معاملہ کرنا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۹ حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ إِسْمَعِيلَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اراضی خیبر یہودیوں کو اس شرط پر دے دیں کہ وہ ان کو ٹھیک ٹھاک کرنے کا بندوبست کرے۔ اس میں کھیتی باڑی کریں گے جس سے ان کو پیداوار کا آدھا حصہ ملے گا۔

بَابُ الشَّاةِ الَّتِي سُمَّتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ رَوَاهُ عَنْ عَائِشَةَ رض عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ وہ بکری جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیبر میں زہر ملایا گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رض قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری کا ہدیہ لایا گیا جس میں زہر تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اہل خیبر سے معاملہ بطریق مزارعت تھا یا مقاسمت پر تھا۔ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ مزارعت اور مخابرۃ میں کوئی جزء مشاع یعنی مشترک متعین کر دیا جاتا ہے۔ یہ احناف اور شوافع کے نزدیک جائز ہے۔ اور آج کل فتویٰ بھی اسی پر ہے لیکن حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ خیبر کو عنوۃ تلوار کے زور سے فتح کیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اہل خیبر پر جزیہ لازم تھا۔ پھر خراجی زمین ان کو دی گئی۔ اس سے جزیہ اور خراج وصول کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں منقول نہیں ہے۔ کہ آپؐ نے اس کے علاوہ کوئی جزیہ یا خراج وصول کیا ہو۔ تو حضرت امام صاحبؒ اسے خراج مقاسمۃ پر محمول کرتے ہیں۔ اور اس کا امام کو اختیار ہے۔ کہ وہ خراجی زمین اہل جزیہ کو دے دے۔

الشاۃ التی فیہا سم جس یہودیہ نے زہر ملایا تھا۔ اس کا نام زینب بنت الحارث ہے سلام بن مشکم اس کا شوہر تھا۔ وہ کھانا پکا کر لائی۔ جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ آپؐ کی عادت تھی۔ کہ ہدیہ پیش کنندہ کی تالیفِ قلب کے لئے قبول کر لیتے تھے۔ اور کھا بھی لیتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو لقمہ نے منہ میں پہنچتے ہی اطلاع کر دی کہ مجھ میں زہر ہے آپؐ نے اسے پھینک دیا۔ لیکن برار بن معرورؓ نے کھایا جس کے اثر کی وجہ سے فوراً ان کا انتقال ہو گیا۔ آپؐ نے یہودیہ کو بلوا کر پوچھا۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے یہ امتحاناً ایسا کیا تھا۔ آپؐ نے اپنے طور پر تو اسے معاف کر دیا۔ لیکن برار بن معرورؓ کے قصاص میں اسے قتل کرا دیا۔

بَابُ غَزْوَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

ترجمہ۔ باب زید بن حارثہ کا غزوہ۔

حدیث نمبر ۳۸۲۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ عَلَى قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي أَمَارَتِهِ فَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي أَمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَقَدْ كَانَ خَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کو ایک قوم پر امیر مقرر کیا۔ تو کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر طنز کیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگر تم لوگ اس کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو تو ان سے پہلے ان کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ اور اللہ کی قسم! وہ امارت کے لائق تھا۔ کیونکہ وہ تمام لوگوں میں سے مجھے زیادہ محبوب تھا۔ اور بے شک یہ حضرت اسامہؓ ان کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت اسامہؓ کی عمر اس وقت سترہ برس کی تھی۔ آپؐ نے ان کو اس وقت امیر بنایا جب کہ اکابر صحابہ مہاجرین اور انصار موجود تھے۔ لوگوں نے طعن و تشنیع شروع کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا۔ کہ زمانہ جاہلیت کے دستور کو مٹایا جائے۔ جس میں قابلیت ہو اس کو امیر بنایا جائے۔

بزرگی بعقل است نہ بسال　　　تونگری بدل است نہ بہ مال

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یہ اور غزوہ ہے۔ غزوہ موتہ اور ہے۔ جس کا صراحۃً الگ آگے آرہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس میں بھی حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر بنایا گیا تھا۔ جس پر حضرت جعفرؓ نے فرمایا تھا۔ کہ مجھے یہ خیال نہیں تھا۔ کہ آپؐ ہم پر زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ امض فانك لاتدری ای ذلك خیر یعنی تم نہیں جانتے۔ کہ ان میں سے بہتر کون ہے۔ تو قطب گنگوہیؒ نے اس پر تنبیہ کر دی۔ اور کلمہ بلٰی کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بلٰی لا کے معنی میں ہے۔ اور شاید جیسے ہندی زبان میں اس موقعہ پر ہاں کہتے ہیں۔ یہ بلٰی ایسے ہے۔ چنانچہ جہاں سخت انکار ہو تو وہاں جو ہاں کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کو مرے ہوئے آٹھ دن گذر گئے۔ اب کوئی شخص کہے کہ میں کل اس سے کلام کر رہا تھا۔ تو اس پر شدید انکار اس طرح بھی کیا جاتا ہے۔ کہ جی ہاں ضرور کیا ہوگا۔ واللہ اسے تو مرے ہوئے آٹھ دن گذر چکے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہاں پر کلمہ بلٰی اپنے اصلی معنی پر ہے۔ کہ آپؐ تقریر فرما رہے ہیں۔ کہ شہادت بھی اور یہ معصیت بھی ہے اور معصیت شہادت کے منافی نہیں ہے۔ اور میں نے اوجز کے اندر اس کی تفصیل لکھی ہے اور ثابت کیا ہے کہ شہادت سیئات کا کفارہ ہوتی ہے۔ سوائے قرضے کے۔

بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ

ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ عمرۃ قضاء کو حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۲ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى الخ عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ لَمَّا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا هٰذَا مَا قَاضَانَا عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لَا نُقِرُّ بِهٰذَا لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ مَا مَنَعْنٰكَ

شَيْئًا وَلٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ أَنَا رَسُوْلُ اللهِ وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ امْحُ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ عَلِيٌّ لَا وَاللهِ لَا أَمْحُوْكَ أَبَدًا فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ السِّلَاحَ إِلَّا السَّيْفَ فِي الْقِرَابِ وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَّتْبَعَهُ وَأَنْ لَا يَمْنَعَ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُّقِيْمَ بِهَا فَلَمَّا دَخَلَهَا وَ مَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِكَ أُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِيْ يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ دُوْنَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ قَالَ عَلِيٌّ أَنَا أَخَذْتُهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّيْ وَقَالَ جَعْفَرٌ ابْنَةُ عَمِّيْ وَخَالَتُهَا تَحْتِيْ وَقَالَ زَيْدٌ ابْنَةُ أَخِيْ فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ أَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ وَقَالَ لِزَيْدٍ أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَا تَتَزَوَّجُ بِنْتَ حَمْزَةَ قَالَ إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا۔ تو اہل مکہ نے آپؐ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے ان سے ان شرائط پر صلح کر لی۔ کہ آپؐ آئندہ سال اس میں تین دن تک ٹھہر سکیں گے۔ جب معاہدہ لکھا جانے لگا۔ تو انہوں نے لکھا۔ کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ ہم تو اس کا اقرار نہیں کریں گے۔ اگر ہمیں یقین ہوتا۔ کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو پھر ہم آپ کو کسی چیز سے نہ روکتے۔ لیکن آپؐ تو محمد بن عبداللہ ہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ آپ رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ نہیں۔ واللہ میں تو کبھی

آپؐ کا نام نہیں مٹاؤں گا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دستاویز خود لے لی۔ حالانکہ آپؐ اچھی طرح لکھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن معجزانہ طور پر آپؐ نے لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس کو محمد بن عبداللہ نے لکھا ہے۔ کہ وہ مکہ میں ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گے۔ مگر یہ کہ ان کی تلوار نیام میں ہوگی۔ اور یہ کہ آپؐ اہل مکہ میں سے کسی کو نکال کر نہیں لے جائیں گے۔ اگر وہ ان کے پیچھے جانے کا ارادہ کرے۔ اور یہ کہ اگر آپؐ کے صحابہ کرام میں سے کوئی مکہ میں مقیم ہونے کا ارادہ کرے تو آپؐ کسی کو ایسا کرنے سے نہیں روکیں گے۔ پس جب آپؐ اگلے سال مکہ میں داخل ہوتے۔ اور تین دن کی مدت گذر چکی تو مکہ والے حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ آپ اپنے صاحب سے کہیں کہ وہ اب ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں کیونکہ مدت ختم ہو چکی ہے۔ تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوتے تو حضرت حمزہؓ کی بیٹی پیچھے دوڑتی ہوئی پکارتی تھی۔ اے چچا۔ اے چچا۔ جس کو حضرت علیؓ نے ہاتھ سے پکڑ کر لے لیا۔ اور حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ اس کو لے لو۔ یہ تو تمہارے چچا کی بیٹی ہے جس کو میں نے اٹھا لیا ہے۔ لیکن اس کے بارے میں حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ جھگڑنے لگے۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے میں نے اسے پکڑا ہے اور وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا۔ کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ اور حضرت زیدؓ نے فرمایا۔ کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے لئے فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے اور حضرت علیؓ سے فرمایا تو میرے سے ہے۔ اور میں تیرے سے ہوں۔ اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا۔ تو میری پیدائش اور اخلاق میں میری مانند ہے۔ اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور آزاد کردہ غلام ہے۔ اور حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپؐ خود حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ جس سے میرا نکاح نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ کُفَّارُ قُرَیْشٍ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْبَیْتِ فَنَحَرَ ھَدْیَہٗ وَحَلَقَ رَاْسَہٗ بِالْحُدَیْبِیَۃِ وَقَاضَاھُمْ

عَلَى أَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ إِلَّا سُيُوفًا وَلَا يُقِيمَ بِهَا إِلَّا مَا أَحَبُّوا فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ فَلَمَّا أَنْ أَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا أَمَرُوهُ أَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے۔ تو کفار قریش آپؐ اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگئے۔ تو آپؐ نے اپنی قربانی کا جانور ذبح کر دیا۔ اور حدیبیہ میں ہی اپنا سر مبارک منڈوا لیا۔ اور ان سے اس بات پر صلح کر لی۔ کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور یہ کہ ہتھیار اٹھا کر نہیں آئیں گے۔ مگر یہ کہ تلواریں نیام میں ہوں گی۔ اور مکہ میں اتنے دن قیام کریں گے۔ جس قدر قریش پسند کریں گے۔ پس آپؐ دوسرے سال عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جیسا کہ ان سے صلح کی تھی۔ اسی طرح مکہ میں داخل ہوئے۔ جب تین دن تک قیام کر لیا۔ تو قریش نے کہا۔ آپؐ تشریف لے جائیں تو آپؐ مکہ سے روانہ ہوگئے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۴ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ كَمْ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعًا ثُمَّ سَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ قَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ فَقَالَتْ مَا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ۔

ترجمہ۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عروۃ بن الزبیرؓ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ چار عمرے کئے۔ پھر ہم نے حضرت عائشہؓ کے دانتوں پر مسواک کرنے کی آواز سنی۔ تو حضرت عروہؓ نے پوچھا۔

ام المؤمنین! کیا جو کچھ ابو عبدالرحمٰن فرما رہے تھے آپ اسے سن رہی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا عمرہ نہیں کیا۔ جس میں ابن عمرؓ حاضر نہ ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ آپؐ نے ماہ رجب میں کبھی کوئی عمرہ نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۵ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ سَمِعَ ابْنَ اَبِیْ اَوْفٰیؓ یَقُوْلُ لَمَّا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَتَرْنَاہُ مِنْ غِلْمَانِ الْمُشْرِکِیْنَ وَمِنْھُمْ اَنْ یُّؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضاء ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے غلاموں سے اور خود مشرکین سے حفاظت کی۔ کہ کہیں یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

حدیث نمبر ۳۸۲۶ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ اِنَّہٗ یَقْدَمُ عَلَیْکُمْ وَفْدٌ وَّھَنَھُمْ حُمّٰی یَثْرِبَ وَاَمَرَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ الثَّلٰثَۃَ وَاَنْ یَّمْشُوْا مَا بَیْنَ الرُّکْنَیْنِ وَلَمْ یَمْنَعْہُ اَنْ یَّاْمُرَھُمْ اَنْ یَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ کُلَّھَا اِلَّا الْاِبْقَاءُ عَلَیْھِمْ وَزَادَ ابْنُ سَلَمَۃَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَامِہِ الَّذِی اسْتَاْمَنَ قَالَ ارْمُلُوْا لِیَرَی الْمُشْرِکُوْنَ قُوَّتَھُمْ وَالْمُشْرِکُوْنَ مِنْ قِبَلِ قُعَیْقِعَانَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ عمرہ قضا کرنے کے لئے مکہ میں آئے تو مشرکین مکہ کہنے لگے کہ تمہارے پاس

صحابہ کرام کا وفد آیا ہے۔ جس کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ طواف کے تین پھیروں میں پہلوانوں کی طرح چلو۔ دونوں رکنوں کے درمیان عام حالت میں چلتے رہو۔ سب سات پھیروں میں اسی طرح رمل کرنے کا حکم اس لئے نہ دیا۔ کہ ان پر شفقت اور مہربانی کرنا مقصود تھا۔ اور ابن سلمہ کی سند میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال مکہ میں تشریف لائے۔ جس میں آپؐ قضا عمرہ کے لئے امن طلب کیا تھا۔ تو آپؐ نے صحابہ کرام کو رمل کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ مشرکین کو اپنی طاقت وقوت دکھائیں۔ اور مشرکین مکہ کے پہاڑ قعیقعان کی طرف تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُفْيَانَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف رمل کے ساتھ کیا۔ اور صفا ومروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑ لگائی۔ تاکہ مشرکین کو اپنی طاقت دکھائیں۔

حدیث نمبر ۳۸۲۸ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَؓ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَمَاتَتْ بِسَرِفَ وَزَادَ ابْنُ إِسْحٰقَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَؓ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے احرام کی حالت میں نکاح کیا۔ اور حلال ہونے کی حالت میں ان سے ہمبستری کی۔ اور حضرت میمونہؓ اسی سرف کے مقام پر ان کی وفات ہوئی جہاں ان کا نکاح ہوا تھا۔ اور ابن اسحاق کی سند میں ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے عمرۃ القضاء میں نکاح کیا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے یہ بھی تھا کہ امسال مسلمان واپس چلے جائیں اگلے سال عمرہ ادا کریں۔ اور تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ آپؐ نے

احصار بالعدو کی وجہ سے احرام کھول دیا۔ اور ایک احصار بالمرض والخوف بھی ہوتا ہے۔ جس کے امام ابو حنیفہؒ قائل ہیں۔ آئندہ سال ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر اور دیگر چھوٹے چھوٹے غزوات سے فارغ ہوئے۔ تو ماہ ذیقعدہ ۷ھ میں عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اسے عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے۔ قضاً بایں معنی کہ گزشتہ سال کی قضاء ہے۔ یعنی قضا بمعنی مقاضاۃ یعنی صلح کی وجہ سے بنابریں امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ احصار کی وجہ سے قضا واجب نہیں ہوتی۔ حضرت امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص نے نفل عبادت شروع کی۔ تو لا تبطلوا اعمالکم کے تحت اس کا اتمام واجب ہے۔ اگر ادا نہ کر سکا تو قضاً واجب ہے۔ لہٰذا امام اعظمؒ کے نزدیک اگر احصار کی وجہ سے قضاً ہو تو قضاء ضروری ہے۔ اور شوافعؒ فرماتے ہیں کہ قضاً بمعنی مقاضات یعنی صلح کے ہے۔ مگر ادا کے معنی نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ذی الحلیفہ سے احرام باندھا۔ پھر مکہ میں داخل ہو کر افعالِ عمرہ ادا کئے۔ تو یہ ادا ہوئی۔

واللہ لا امحوک ابداً یہ پرزور الفاظ میں نافرمانی ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ ہر نافرمانی معصیت نہیں ہوتی۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم دیا تھا کہ امامت کراؤ۔ تعمیل ارشاد تو کی۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آئے تو پیچھے ہٹ گئے۔ تو یہ نافرمانی شوکت اور عزت اور ادب برقرار رکھنے کے لئے تھی جو معصیت میں داخل نہیں۔ دوسرے حضرت علیؓ نے قرائن سے معلوم کر لیا۔ کہ امر ایجاب کے لئے نہیں ہے۔

فکتب ھٰذا الخ بعض شراح کہتے ہیں کہ معجزانہ طور پر حقیقت پر محمول ہے۔ کہ آپؐ نے امی ہونے کے باوصف پھر بھی لکھ دیا۔ اگرچہ آپؐ نے پہلے سے لکھنا نہیں سیکھا تھا۔ لیکن بطور اعجاز کے لکھ دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اُمّی کے یہ معنی نہیں کہ بالکل لکھنا نہ جانتا ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ لیس یحسن الخ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ کتب بمعنی امر الکتابۃ کے ہیں۔ یعنی محو تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے کیا۔ پھر امر کیا کہ اس طرح لکھو۔

لا یدخل مکۃ السلاح جب صحابہ کرامؓ مکہ کے قریب پہنچے تو ان سے ہر قسم کے ہتھیار مکہ سے

باہر رکھوا دیئے گئے۔ محض تلواروں کو میان میں رہنے دیا گیا۔

فتبعتہ ابنۃ حمزۃ الخ حضرت امیر حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسباً چچا تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے۔ اس رضاعت کے اعتبار سے لڑکی نے یا عمّ کہا۔ اور حضرت فاطمہؓ نے بھی رضاعت کے اعتبار سے چچا کہا۔ ورنہ نسب میں وہ ان کے دادا لگتے تھے۔ مدینہ میں آنے کے بعد اس لڑکی کی پرورش کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا۔ حضرت حمزہؓ سے میری مواخاۃ تھی۔ اس لئے اس کی پرورش کا حق مجھے پہنچتا ہے۔ حضرت جعفرؓ فرماتے تھے ان کی خالہ میرے پاس ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ حضرت فاطمہؓ ان کی رضاعی بہن ہیں۔ لیکن آپؐ نے خالہ کے حق میں حضانۃ کا فیصلہ کرتے ہوئے لڑکی حضرت جعفرؓ کو دے دی۔ معلوم ہوا کہ حقِ حضانۃ ان عورتوں کو ہے جو ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں۔

انت منی وانا منک الخ اگرچہ حضرت علیؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی خصوصیات ہیں۔ مگر حضرت علیؓ چچازاد بھائی بھی ہیں۔ تو من تبعیضیہ نہیں ہوسکتا۔ ورنہ نکاح فاطمہؓ صحیح نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کو من اتصالیہ کہا جائے گا اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے۔ جب دو شخصوں میں روحانی مقاربت ہو۔ اس لئے فضیلت کلی لازم نہیں آتی۔ جس سے استحقاقِ خلافت ثابت ہو۔ کیونکہ ایسے الفاظ تو آپؐ نے اشعریوں کے بارے میں فرمائے ہیں۔ فھم منی وانا منھم اس سے روحانی تعلق ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس سے دوسروں پر فضیلت کلی لازم نہیں آتی۔ یہ الفاظ آپؐ نے تسلّی دینے کے لئے فرمائے تھے۔

قال علی الا تتزوج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کے خاندان میں سے کسی سے شادی نہیں کی بلکہ دوسرے خاندانوں سے رشتہ ازدواج قائم ہوا۔ اس میں ایک سیاسی مصلحت تھی۔ کہ جب کسی سے تعلق مصاھرت قائم ہو جائے تو دشمنی کم ہو کر ہمدردی اور محبت استوار ہوتی ہے۔ داماد کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اسی مصلحت کی بنا پر مغل بادشاہوں نے راجواڑوں کی لڑکیوں سے شادیاں کیں۔

قال اربعًا حضرت ابن عمرؓ کی تیرہ نسیانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ عمرے چار ہیں۔ اور ایک عمرہ آپؐ نے رجب میں ادا کیا۔ قال اربعًا احدھن فی رجب کے الفاظ

رہ گئے ہیں۔ یعنی بین الرکنین خانہ کعبہ مستطیل بنا ہوا ہے۔ حطیم جانبِ شمال میں قریباً چھ گز ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں بیت اللہ کے اندر داخل تھا۔ جب بیت اللہ کی دیواریں بوسیدہ ہو گئیں تو قریش نے پانچویں مرتبہ اس کی تعمیر شروع کی۔ چندہ کم ہونے کی وجہ سے بیت اللہ کا ایک حصّہ جسے حطیم کہا جاتا ہے اسے الگ کر دیا گیا۔ حرام کا پیسہ تعمیر بیت اللہ پہ نہیں لگایا۔ اس لئے بیت اللہ کے شمالی دو کنارے بنائے ابراہیمی پہ نہیں ہیں۔ جنوب کی طرف جو دو رکن ہیں۔ رکن یمانی اور رکن شامی وہ دونوں بنائے ابراہیمی پہ ہیں۔ طواف حجر اسود سے شروع کیا جاتا ہے۔ چونکہ قریش مکہ جانبِ جنوب میں تھے۔ اس لئے رکن یمانی اور شامی کے درمیان رمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور سات پھیروں میں مشقت کی وجہ سے رمل کا حکم نہیں ہوا۔

تزوج میمونہؓ حضرت میمونہؓ سے بمقام سرف حالتِ احرام میں نکاح ہوا۔ یہ احنافؒ کا مستدل ہے۔ اور اسی سرف کے مقام پہ ان کا انتقال ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قال اربعًا حضرت ابن عمرؓ کا مقولہ میں احدٰھن فی رجب بھی تھا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کا اعتراض چار عمرے ہونے پر نہیں تھا بلکہ عمرہ رجب نام رکھنے پہ اعتراض تھا کہ انہیں نسیان ہو گیا۔ آپؐ نے رجب میں کبھی عمرہ ادا نہیں کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ہندی نسخہ میں احدٰھن فی رجب کے الفاظ نہیں ہیں لیکن مصری نسخہ میں جس پہ حاشیہ سندھی چڑھا ہوا ہے۔ عینی، قسطلانی اور عسقلانی سب کے نسخوں میں احدٰھن فی رجب کے الفاظ موجود ہیں۔ تو ظاہر یہ ہے کہ ہندی نسخہ میں سہو کاتب کی وجہ سے رہ گیا۔

لیری المشرکین ص۲۱۱ **تشریح از شیخ گنگوہیؒ** ایک ہی شے کے مختلف اسباب ہوا کرتے ہیں۔ تو اب منافات نہیں ہوگی کہ رمل کرنا تو بی بی ہاجرہ سے سنت قدیمہ چلی آ رہی ہے۔ کہ انہوں نے بین الجبلین دوڑ لگائی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ لیری المشرکین قوۃ اس پہ مبنی ہے کہ حدیث میں الفاظ ہیں۔ سعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالبیت وبین الصفا والمروۃ لیکن یہ اراءۃ

رمل طواف کے اندر تھی۔ سعی بین الصفا والمروۃ کے لئے نہیں تھی۔ ابن عباسؓ نے مسند احمد میں ایک اور سبب بھی ذکر کیا ہے۔ ھو سعی ابنیا ابراھیم اور تیسرا سبب حضرت ہاجرہ کی سنت قدیمہ کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور کتاب الانبیاء قصہ ابراہیم میں علامہ عینیؒ کے کلام میں بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ غَزْوَةِ مُوْتَةَ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ

ترجمہ۔ باب غزوۃ موتہ کا بیان جو شام کے ملک میں ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۹ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ الخ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ وَقَفَ عَلٰى جَعْفَرٍ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ قَتِيْلٌ فَعَدَدْتُ بِهٖ خَمْسِيْنَ بَيْنَ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ لَيْسَ مِنْهَا شَيْءٌ فِيْ دُبُرِهٖ يَعْنِيْ فِيْ ظَهْرِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ خبر دیتے ہیں۔ وہ غزوہ موتہ کے موقعہ پہ حضرت جعفرؓ کے اوپر جا کر کھڑے ہوتے جب کہ وہ شہید ہو چکے تھے۔ پس میں نے ان کے زخم گنے تو نیزے اور تلوار کے پچاس زخم تھے۔ جن میں سے کوئی پیٹھ کے اندر نہیں تھا۔ سب سامنے تھے۔ یہ ان کی شجاعت کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۳۰ اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ مُوْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنْتُ فِيْهِمْ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَتْلٰى وَوَجَدْنَا مَا فِيْ جَسَدِهٖ بِضْعًا وَّتِسْعِيْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّرَمْيَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ موتہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر بنایا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر حضرت زیدؓ شہید ہو جائیں تو پھر امیر حضرت جعفرؓ ہوں گے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو

توعبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوں گے ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ۔ کہ میں اس غزوہ میں ان حضرات کے اندر شامل تھا ۔ ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کو تلاش کرتے کرتے مقتولین میں جاکر پایا ۔ اور ان کے جسم میں جو نیزے تیر اور تلوار کے زخم پائے وہ نوّے سے بھی کچھ اوپر تھے ۔

حدیث نمبر ۳۸۲۱ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَی زَیْدًا وَّ جَعْفَرًا وَّ ابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِیْبَ وَعَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَةَ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ۔

ترجمہ ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے ۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت زیدؓ ۔ جعفرؓ اور ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر ان کی خبر آنے سے پہلے سنائی ۔ فرمایا کہ حضرت زیدؓ نے جھنڈا پکڑا تو شہید کر دیئے گئے ۔ پھر حضرت جعفرؓ نے پکڑا تو وہ شہید ہو گئے ۔ تو پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جھنڈا کو پکڑا تو وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور آپؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ فرمایا یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار حضرت خالد بن ولیدؓ نے پکڑا ۔ انتہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح نصیب فرمائی ۔

حدیث نمبر ۳۸۲۲ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ سَمِعْتُ عَائِشَةَؓ تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَؓ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْرَفُ فِیْهِ الْحُزْنُ قَالَتْ عَائِشَةُؓ وَاَنَا اَطَّلِعُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِیْ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ قَالَ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَاَمَرَهُ اَنْ یَّنْهَاهُنَّ قَالَ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتٰی فَقَالَ قَدْ نَهَیْتُهُنَّ وَذَكَرَ اَنَّهٗ لَمْ یُطِعْنَهٗ قَالَ فَاَمَرَ اَیْضًا فَذَهَبَ ثُمَّ اَتٰی فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا

فَزَعَمَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِیْ اَفْوَاہِہِنَّ مِنَ التُّرَابِ قَالَتْ عَائِشَۃُ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰہُ اَنْفَکَ فَوَاللّٰہِ مَا اَنْتَ تَفْعَلُ وَمَا تَرَکْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابن حارثہؓ۔ جعفر ابن ابی طالبؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ کہ آپؐ میں حزن وملال کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں دروازے کی دراز سے جھانک رہی تھی۔ کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول! حضرت جعفرؓ کے خاندان کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آپؐ نے حکم دیا ان کو جا کر روک دو۔ وہ آدمی گیا اور واپس آکر کہنے لگا۔ کہ میں نے ان کو روکا ہے۔ لیکن وہ کہنا نہیں مانتیں۔ آپؐ نے پھر بھی اسے حکم دیا وہ گیا اور واپس آکر کہنے لگا۔ کہ واللہ! وہ ہم پر غالب آگئی ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ ان کے موہنوں میں مٹی ڈالو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ تیری ناک خاک آلودہ کرے۔ واللہ! نہ تو تو وہ کام انجام دیتا ہے اور نہ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے سے باز آتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۳۲ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ الخ قَالَ کَانَ ابْنُ عُمَرَؓ اِذَا حَیَّا ابْنَ جَعْفَرٍؓ قَالَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت عامر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب حضرت جعفرؓ کے صاحبزادے عبداللہ پر سلام کرتے تھے تو کہتے کہ اے دو پروں والے کے بیٹے تجھ پر سلام ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ غزوہ موتہ جمادی الاول ۸ھ میں واقع ہوا اور فتح مکہ رمضان ۸ھ میں ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ رومیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کو قتل کر دیا۔ حالانکہ بین الاقوامی دستور کے مطابق سفراء کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ تو سفیر کا قتل اعلان جنگ تھا۔ پہلے رومیوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی تھی۔ سفیر کے قتل سے لڑائی کا آغاز ہوا۔ بعد ازاں چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی۔ بلقا رشام کے قریب ایک جگہ ہے۔ اس کے قریب موتہ واقع ہے۔ آپؐ نے کچھ آدمیوں کو رومیوں سے لڑائی کے لئے بھیجا۔ تو اس جیش پر حضرت زید بن حارثہؓ

کو امیر مقرر کیا۔ ان کے قتل پر جعفرؓ اور جعفرؓ کے قتل ہونے پہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی تقرری فرمائی۔ یہ تینوں حضرات شہید ہو گئے۔ رومیوں نے جب حضرت جعفرؓ کے دائیں ہاتھ کو کاٹ ڈالا تو انہوں نے جھنڈا دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ جب وہ بھی کاٹ دیا گیا تو گرتے ہوئے جھنڈے کو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے پکڑا وہ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے۔ اور اس لشکر میں شامل تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو چکے تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ پیچھے ہٹ کر پھر آگے بڑھے۔ رومیوں نے سمجھا کہ ان کو کمک پہنچ گئی ہے۔ اس لئے آگے بڑھے ہیں۔ تو شدید قتال ہوا اور فتح مسلمانوں کے حصہ میں آئی۔ نو یا آٹھ تلواریں ان کے ہاتھ میں ٹوٹی ہیں۔

بضعا وتسعین اس روایت سے نوے سے اوپر اور پہلی روایت سے پچاس زخم کی تعداد معلوم ہوئی۔ تو ان میں منافات نہیں۔ ایک تو اس لئے کہ عدد قلیل عدد کثیر کا معارض نہیں ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلے نیزے اور تلوار کے پچاس زخم کا ذکر تھا۔ رمیہ یعنی تیر کے زخم کا ذکر نہیں تھا۔ اس روایت میں تیر کے زخموں کا ذکر بھی ہے۔ لہذا تعداد بڑھ گئی۔

قبل یاتیہ الخبر یعنی ابھی تک کسی مخبر کے ذریعہ آپؐ کو ان حضرات کی شہادت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ کہ آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی۔ آپؐ لوگوں کو ان کی شہادت کی خبر سنا رہے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

لقد غلبننا یا تو وہ عورتیں بے اختیار ہو کر رو رہی تھیں۔ یا انہوں نے سمجھا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس کے کہنے کی پرواہ نہیں کی۔

فاحث فی افواھھن من التراب ایک معنی تو اس کے یہ ہیں کہ چھوڑ دو۔ ان کے منہ میں مٹی جھونکو۔ نہیں مانتیں تو نہ مانیں۔ یا حقیقی معنی مراد ہیں۔ کہ ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ چونکہ وہ بڑے بڑے خاندان کی مستورات تھیں۔ اس لئے مٹی ڈالنے کی انہیں جرات نہ ہوئی۔

یا ابن ذی الجناحین جب ان کے دونوں بازو کٹ گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے بازو کے بدلے انہیں جنت میں دو جناح دیئے گئے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ

جنت میں چلتے پھرتے ہیں۔ بنابریں آپؐ ان کو ذوالجناحین کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ابن عمرؓ آپ کے صاحبزادے کو ابن ذی الجناحین کہہ کر سلام کیا کرتے تھے اور باپ جعفر طیار کے نام سے مشہور ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۴ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ یَقُوْلُ لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِیْ یَدِیْ یَوْمَ مُوْتَةَ تِسْعَةُ اَسْیَافٍ فَمَا بَقِیَ فِیْ یَدِیْ اِلَّا صَفِیْحَةٌ یَمَانِیَّةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ موتہ کی لڑائی میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ میرے ہاتھ میں سوائے یمنی چوڑی تلوار کے کچھ بھی باقی نہ رہا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۵ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ حَدَّثَنِیْ قَیْسٌ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ یَقُوْلُ لَقَدْ دُقَّ فِیْ یَدِیْ یَوْمَ مُوْتَةَ تِسْعَةُ اَسْیَافٍ وَصَبَرَتْ فِیْ یَدِیْ صَفِیْحَةٌ لِّیْ یَمَانِیَّةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اور میرے ہاتھ میں صرف ایک چوڑی یمنی تلوار بچ گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور فتح حاصل کی۔

حدیث نمبر ۳۸۲۶ حَدَّثَنِیْ عِمْرَانُ بْنُ مَیْسَرَةَ الخ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ اُخْتُہٗ تَبْکِیْ وَاجَبَلَاہُ وَاکَذَا وَاکَذَا تُعَدِّدُ عَلَیْہِ فَقَالَ حِیْنَ اَفَاقَ مَا قُلْتِ شَیْئًا اِلَّا قِیْلَ لِیْ اَنْتَ کَذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ تو ان کی ہمشیرہ رو رو کر کہتی تھیں۔ او میرے پہاڑ! او فلاں او فلاں وہ ان کے مناقب گن گن کر روتی تھیں۔ جب ان کو افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ جو کچھ تو نے میرے صفات کہے ہیں۔ مگر مجھے کہا گیا۔ کیا تو ایسے ہی تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جعلت اختہ عمرہ تبکی یہ واقعہ غزوۂ موتہ سے پہلے کا ہے۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بیمار ہوئے۔ اور ان پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ تو ان کی بہن نے سمجھا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ تو زمانہ جاہلیت کی عادت کے مطابق واجبلاہ وغیرہ کہتی تھیں یہ ندبہ تھا۔ قیل انت کذاک یعنی فرشتے بطور طعنہ کے کہتے تھے۔ کیوں صاحب تم پہاڑ تھے۔ یہ بھی ایک قسم کا عذاب ہے۔

لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ اس سے عذاب آخرت مراد ہے۔ بہرحال جب ان کی ہمشیرہ کو اس کا علم ہوا تو جب انہیں معلوم ہوا غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ تو پھر یہ نہیں روئیں حقیقت یہ ہے کہ کبھی محبت بے وقوفی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ دیا۔ جس کی وجہ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام پانچ سو برس تک سر نیچا رکھیں گے۔ اور یہی بے وقوفی محبت امت مسلمہ کے ان لوگوں کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت سے نکالتے ہیں۔ اور روافض نے حضرت علیؓ کی تعریف میں غلو کرتے ہوتے انہیں الٰہ کہہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یا علی یھلک فیک طائفتان مفرط ومفرط دو گروہ تمہاری وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ ایک زیادتی کرنے والے دوسرے کوتاہی کرنے والے۔ اور یہ خبیث ادھر تو حضرت علیؓ کو عالم ما کان وما یکون مانتے ہیں اور ان کو بے غیرت بھی ثابت کرتے ہیں۔ حضرت ام کلثومؓ بنت علی کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا۔ تو کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان کی گردن میں چادر ڈال کر مدینہ کی گلیوں میں گھسیٹتے رہے۔ اور بے حیائی سے کافی کلینی میں ہے۔ اول فرج غصب عنا فرج ام کلثوم الخ

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الا قیل لی انت کذاک ص ۶۱۱ فرشتوں کا یہ قول اس بنا پر ہے کہ انہیں علم تھا۔ کہ حضرت عبداللہؓ اپنے گھر والوں کو یہ خبر دے کر انہیں منکرات سے روکنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تاکہ وہ ان کی موت پر نوحہ وغیرہ نہ کریں۔ کیونکہ اگر ان کو اس کا علم نہ ہو۔ تو وہ حضرت عبداللہؓ کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے۔ کیونکہ وہ خود تو ان منکرات پر راضی نہ تھے۔ بلکہ ان کے فعل سے بری تھے۔

لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ یعنی کوئی جی کسی دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اور جو کچھ

انہوں نے کیا نہ تو ان کے حکم سے تھا اور نہ ہی ان کی رضامندی سے تھا۔ اس لئے ان سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی توجیہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جیسے رفیع الشان صحابی کی شان کے لائق ہے۔ کہ وہ ایسے منکرات پر کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۲۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ بِهٰذَا فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر بے ہوشی طاری ہوئی اور سابق حدیث میں جو آیا ہے وہ ان سے کہا گیا۔ تو جب ان کی وفات ہوئی تو وہ ان پر نہیں روئیں۔ اور اسی مناسبت سے اس سے پہلی حدیث کو اس باب میں لاتے ہیں۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہ بن زیدؓ کو جہینہ قبیلہ کی ایک شاخ حرقات کی طرف بھیجنا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۸ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرُقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتّٰى قَتَلْتُهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ كَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حرقہ کی طرف بھیجا۔ پس ہم نے اس قوم پر صبح کے وقت حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی۔ میں اور ایک انصاری آدمی کفار کے ایک آدمی سے ملے۔ جب ہم نے اس کو ڈھانپ لیا یا گھیر لیا تو وہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے لگا۔ انصاری بھائی تو رک گیا۔ لیکن میں نے اسے اپنا نیزہ مارا جسے میں نے قتل کر دیا۔ پس جب ہم مدینہ واپس آئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ اے اسامہ! کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد آپ نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے کہا حضرت! وہ تو قتل سے بچنے کے لئے کلمہ پڑھنے والا تھا۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر اس کلمہ کو دوہراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج کے دن سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔

تشریح از شیخ مدنی حرقات جمع حرقہ کی۔ چند آدمیوں نے اپنے دشمنوں کو جلادیا تھا۔ ان کی اولاد کو حرقات کہا جانے لگا۔ جو جہینہ کا ایک بطن ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی حتی تمنیت الخ ص ۶۱۲ بسا اوقات انسان بالذات اپنے مقاصد پر نظر رکھتا ہے۔ اور جو مفاسد اس سے لازم آتے ہیں اس کی طرف ان کی نگاہ نہیں ہوتی۔ بنابریں حضرت اسامہؓ کی یہ تمنّی اس لئے تھی کہ وہ اس جرم عظیم سے بری ہوجاتے۔ اور اس جنایت پر جو عتاب حاصل ہوتا اس کے ڈر کی وجہ سے تمنا کر دی اور اس کو نہ دیکھا۔ کہ اس سے تو کفر سے تلبث لازم آئے گا۔

تشریح از شیخ زکریا حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ دیگر شراح کی توجیہات سے الطف ہے۔ چنانچہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تمنا ایسے اسلام کی تھی جس میں کوئی گناہ نہ ہو۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مبالغہ ہے۔ حقیقت مراد نہیں ہے۔ حافظؒ اس کے معنی کرتے ہیں۔ کہ میرا اسلام آج ہوتا کیونکہ ان الاسلام یھدم ما قبلہ۔ کہ اسلام لانے سے پہلے گناہ سب معاف ہوجاتے ہیں۔ تو یہ گناہ مٹانے کی تمنا ہوئی۔ عدم اسلام کی تمنا نہ ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۸۲۹ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ سَمِعْتُ سَلَمَۃَ بْنَ الْاَکْوَعِ یَقُوْلُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ مَرَّۃً عَلَیْنَا اَبُوْبَکْرٍؓ وَمَرَّۃً عَلَیْنَا اُسَامَۃُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِیَاثٍ الخ مِثْلَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں حصہ لیا۔ اور جو سرایا آپؐ نے روانہ کئے ان میں بھی نکلا اس طرح نو غزوات ہوئے۔ ایک مرتبہ ہم پر ابوبکرؓ امیر تھے۔ اور دوسری مرتبہ حضرت اسامہ بن زیدؓ تھے۔ عمرو بن حفص کی سند میں بھی ایسا ہی ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۴۰ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمِ الضَّحَّاكُ الخ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں شامل ہوا۔ اور ایک غزوہ میں ابن حارثہ کے ساتھ بھی جہاد کیا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہم پر عامل مقرر فرمایا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَذَكَرَ خَيْبَرَ وَالْحُدَيْبِيَةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَّيَوْمَ الْقَرَدِ قَالَ يَزِيْدُ وَنَسِيْتُ بَقِيَّتَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے مروی ہے۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں جہاد کیا۔ انہیں نے خیبر، حدیبیہ، حنین اور یوم القرد کا ذکر کیا۔ یزید راوی کہتے ہیں۔ کہ بقیہ غزوات کے نام میں بھول گیا۔ چار تو یہ ہوئے۔ غزوہ فتح۔ غزوہ طائف اور غزوہ تبوک تین یہ ہوئے۔ اس طرح سات غزوات ہو گئے۔ اور غزوہ تبوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ اور جن میں نو غزوات کا ذکر ہے۔ تو ممکن ہے۔ غزوہ وادی القریٰ جو خیبر کے بعد ہوا۔ اور عمرۃ القضاء کو بھی شمار کر لیا ہو۔

باب غزوة الفتح وما بعث حاطب بن ابی بلتعة

الی اهل مكة يخبرهم بغزو النبی صلی الله علیه وسلم۔

ترجمہ۔ غزوہ فتح اور وہ جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے جو اہل مکہ کو خط بھیجا جس میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حملہ کی خبر دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۴۲ حدثنا قتیبة الخ سمعت علیًّا یقول بعثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم انا والزبیر والمقداد فقال انطلقوا حتی تأتوا روضة خاخ فان بها ظعینة معها كتاب فخذوا منها قال فانطلقنا تعادی بنا خیلنا حتی اتینا الروضة فاذا نحن بالظعینة قلنا لها اخرجی الكتاب قالت ما معی كتاب فقلنا لتخرجن الكتاب او لنلقین الثیاب قال فاخرجته من عقاصها فاتینا به رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذا فیه من حاطب بن ابی بلتعة الی اناس بمكة من المشركین یخبرهم ببعض امر رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا حاطب ما هذا قال یا رسول الله لا تعجل علیّ انی كنت امرأ ملصقا فی قریش یقول كنت حلیفا ولم اكن من انفسها وكان من معك من المهاجرین من لهم قرابات یحمون اهلیهم واموالهم فاحببت اذ فاتنی ذلك من النسب فیهم ان اتخذ عندهم یدا یحمون قرابتی ولم افعله ارتدادا عن دینی ولا رضا بالكفر بعد الاسلام فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اما انه قد صدقكم فقال عمر یا رسول الله دعنی اضرب عنق هذا المنافق فقال انه قد شهد بدرا وما یدریك لعل الله اطلع علی من شهد بدرا قال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ السُّوْرَةَ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اور حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ ہم تینوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیج کر فرمایا۔ کہ چلتے رہو یہاں تک کہ جب تم خاخ کے باغ تک پہنچو تو وہاں ایک اونٹنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس خط ہے وہ لے آؤ۔ فرماتے ہیں کہ ہم چل پڑے۔ کہ ہمیں ہمارے گھوڑے دوڑاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم اس باغ کے پاس پہنچے تو واقعی وہاں پہ ایک اونٹنی سوار عورت جا رہی تھی۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو۔ وہ کہنے لگی کہ میرے پاس خط نہیں ہے۔ پس ہم نے اس سے کہا کہ تمہیں خط نکالنا پڑے گا۔ یا ہم تیرے کپڑے اتار پھینکیں گے۔ تو اس نے وہ خط اپنے سر کے بالوں کے جھوڑے سے نکال کر دیا۔ جس کو لے کر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس میں حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے مشرکین کے کچھ لوگوں کی طرف لکھا ہوا تھا۔ جس کے ذریعہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ راز ان کو بتا رہے تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اے حاطب! یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! آپؐ میرے معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ میں قریش کا حلیف تھا ان کے خاندان میں سے نہیں تھا۔ اور آپؐ کے ہمراہ جس قدر مہاجرین حضرات ہیں۔ ان سے ان کی رشتہ داریاں ہیں۔ جس سے وہ ان کے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کریں گے۔ میں نے سوچا جب یہ میرا نسبی رشتہ ان سے نہیں ہے۔ تو میں ایک احسان ان پہ دھر دوں۔ جس کی وجہ سے میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام اپنے دین سے پھر جانے کی وجہ سے نہیں کیا اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے کیا ہے۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار! بے شک اس شخص نے سچ سچ کہہ دیا ہے۔ پھر بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بدر کی لڑائی میں حاضر ہو چکا ہے۔ تمہیں کیا پتہ کہ شاید اللہ تعالیٰ

نے اہلِ بدر پر جھانک کر فرما دیا ہو۔ کہ تم جو چاہو عمل کرو۔ میں تمہیں بخش چکا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم انہیں اپنی محبت اور دوستی کا یقین دلاتے ہو۔ فقد ضل سواء السبیل تک پڑھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اہم مقصد مکہ معظمہ کو دشمنوں کے قبضہ سے آزاد کرایا جائے۔ اس لئے کہ یہ گھر محض عبادت الٰہی کے لئے بنایا گیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا۔ طھر بیتی للطائفین الخ کیونکہ یہ مقام تمام دنیا میں ایسی نسبت رکھتا تھا۔ جو شہنشاہی محل سرائے رکھتا ہے۔ دشمن اگر محل کے ارد گرد پر غالب ہو جائے تو اس قدر فکر مندی نہیں ہوتی۔ جس قدر پایہ تخت پر غلبہ سے ہوتا ہے۔ جو کسی کو پایۂ تخت سے نکال دے۔ کمال اسی کا ہوتا ہے۔ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت تھے۔ اور اطراف و جوانب میں بھی بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ سوائے حضرت زید کے جو حضرت عمرؓ کے چچا تھے۔ اور ورقہ بن نوفل کے اور کوئی موحد نہیں تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ تک پیغام توحید پہنچایا۔ جس پر موحدین کو سخت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ آپؐ تیرہ برس تک عدم تشدد کی پالیسی پر عمل پیرا رہے۔ لیکن جب کوئی اثر نمودار نہ ہوا۔ تو آپؐ مع صحابہ کرام کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ صلح حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی تھی۔ صلح کی شرائط میں یہ بھی تھا۔ کہ حلفاء سے بھی چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے گی۔ بنو بکر قریش کے حلفاء تھے۔ اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلفاء تھے۔ باوجود شرک کے آپؐ نے ان تعلقاتِ قدیمہ کی وجہ سے انہیں حلیف بنا لیا۔ بنو خزاعہ میں سے کسی نے بنو بکر کے ایک تاجر کو قتل کر ڈالا۔ تو بنو بکر نے ایک خزاعی کو قتل کر ڈالا۔ اس کے انتقام میں انہوں نے ان کے تین آدمی قتل کر دیئے۔ جن کا انتقام لیا گیا۔ اس طرح ان کی عداوت قائم رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد لوگوں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہ کی۔ عداوت ویسے باقی رہی۔ صلح حدیبیہ کے بعد بنو خزاعہ مطمئن تھے۔ کہ معاہدہ کی وجہ سے دس برس تک نہ تو قریش ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی بنو بکر حملہ کریں گے۔ لیکن ایک رات کدید کے مقام پر جو حرم سے باہر حل میں ہے۔ بنو بکر جو پہلے سے تیار تھے۔ انہوں نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اور قتال کرتے ہوئے حرم میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو روکا کہ کم از کم

حرم میں قتال نہ کرو۔ جس پر بنو بکر نے کہا۔ کہ ہم نے ثار یعنی بدلہ لینا ہے۔ مگر وہ برابر قتل کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے۔ پھر تو جنگ رک گئی۔ انہوں نے سمجھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دور ہیں ان کو کیسے اطلاع ہو گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اطلاع دی۔ اور بنو خزاعہ نے ایک وفد کے ذریعہ سے آپؐ کو مطلع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے لئے تیاری کا حکم دے دیا۔ کیونکہ عہد شکنی کی پہل قریش اور ان کے حلفاء سے ہوئی۔ جس پر قریش نے کوشش کی کہ تجدید عہد ہو جائے۔ چنانچہ اس کے لئے انہوں نے ایک وفد بھیجا۔ جن میں ابو سفیان بھی تھا۔ انہوں نے خزاعیوں کو دیکھا کہ وہ مدینہ سے واپس آرہے تھے۔ کہ ان کے اونٹوں کی مینگنیوں سے یثرب کی کھجور کی گٹھلیاں نکلیں۔ بہرحال ابو سفیان پہلے پہل اپنی بیٹی ام حبیبہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا۔ تو حضرت ام حبیبہؓ نے بستر لپیٹ کر رکھ دیا۔ جس پر یہ خفا ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے کوئی بات چیت نہ کی۔ تو یہ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے بھی صاف جواب دے دیا۔ وہاں سے مایوس ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس چونٹیاں بھی ہوں گی تو تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔ حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی طرف رہنمائی کی۔ انہوں نے بھی صاف جواب دے دیا۔ کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ حضرت حسینؓ سے کہا تم نواسے ہو۔ تم امان دے دو۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا یہ بچے ہیں۔ ان کی امان کا کیا اعتبار ہے۔ آخر حضرت علیؓ کے کہنے پر ابو سفیان مسجد نبوی میں چلا کر کہہ آیا۔ کہ میں نے مکہ والوں کو امان دے دی۔ وہ یہ کہہ کر چلا آیا۔ اور مکہ والوں کو آکر خبر دی۔ لیکن آپؐ نے لشکر کو تجہیز کا حکم دے دیا۔ چند منزلیں طے کر کے روزہ افطار کیا۔ اور ایک مقام پر رات بسر کی۔ حضرت عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بغلہ یعنی خچر لئے ہوئے رات کو پھر رہے تھے۔ کہ تین آدمیوں کی آواز سنی۔ وہ ابو سفیان، بدیل اور حکیم تھے۔ انہوں نے اس میدان میں بہت آگ دیکھ کر پوچھا کہ اتنا بڑا قبیلہ کون ہے۔ جس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے۔ اب اس عذاب سے بچنے کی سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنی اور

اپنی قوم کے لئے پناہ طلب کرو۔ بدیل اور حکیم تو واپس چلے گئے۔ ابوسفیان کو حضرت عباسؓ نے آپؐ کے بغلہ پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ راستہ میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا کہ چونکہ یہ اسلام کا بڑا دشمن ہے۔ اس لئے اسے قتل کر دینا چاہیئے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی عدی کے خاندان کا ہوتا تو تم ایسا ہرگز نہ کہتے۔ حضرت عباسؓ بغلہ دوڑا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے کہا کہ تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ تو اس نے اقرار کیا۔ کہ اگر واقعی متعدد الٰہ ہوتے تو ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔ واقعی اللہ ایک ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا میری رسالت کا اقرار کیوں نہیں کرتے۔ اس نے کہا ابھی نفس میں کدورت باقی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت عباسؓ کے سپرد کیا کہ اچھا اسے کل میرے سامنے پیش کرنا۔ صبح کو اس نے رسالت کا بھی اقرار کر لیا۔ جس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ شخص بڑائی پسند ہے۔ اس کی بڑائی کے لئے کچھ فرما دیجیئے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ من دخل دار ابی سفیان فھو آمن ومن دخل بیت اللہ فھو آمن ومن اغلق بابا علی نفسہ فھو آمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ فلاں گھاٹی پر ابوسفیان کو لے جا کر لشکر کا نظارہ کراؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ جس پر اس نے جا کر قریش مکہ کو لشکر کی کثرت کی اطلاع دی اور امان کی بھی خبر کر دی۔ یہ غزوہ فتح مکہ رمضان شریف میں واقع ہوا ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِيْ رَمَضَانَ

ترجمہ۔ رمضان شریف میں غزوہ فتح کا واقع ہونا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ الْكَدِيْدَ الْمَاءَ الَّذِيْ بَيْنَ قُدَيْدٍ وَّعُسْفَانَ اَفْطَرَ فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتّٰى

اِنْسَلَخَ الشَّهْرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فتح میں رمضان کے اندر جہاد کیا۔ دوسری سند ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا۔ یہاں تک کہ جب کدید چشمہ پر پہنچے جو قدید و عسفان وادیوں کے درمیان ہے تو آپؐ نے روزہ افطار کیا۔ پھر برابر افطار کئے رکھا۔ یہاں تک ماہ رمضان گزر گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۴ حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِیْ رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَمَعَہٗ عَشَرَۃُ اٰلَافٍ وَّ ذٰلِکَ عَلٰی رَاْسِ ثَمَانِ سِنِیْنَ وَنِصْفٍ مِّنْ مَّقْدَمِہِ الْمَدِیْنَۃَ نَسَارَ ھُوَ وَمَنْ مَّعَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی مَکَّۃَ یَصُوْمُ وَیَصُوْمُوْنَ حَتّٰی بَلَغَ الْکَدِیْدَ وَھُوَ مَاءٌ بَیْنَ عُسْفَانَ وَقُدَیْدٍ اَفْطَرَ وَ اَفْطَرُوْا قَالَ الزُّھْرِیُّ وَاِنَّمَا یُؤْخَذُ مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاٰخِرُ فَالْاٰخِرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے جب کہ آپؐ کے ہمراہ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اور یہ واقعہ آپؐ کے مدینہ آنے سے آٹھویں سال کے اختتام اور نصف پر تھا۔ یعنی آخری نصف۔ تو آپؐ اور آپؐ کے ہمراہ مسلمان مدینہ سے مکہ کی طرف چلے۔ آپؐ نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا اور آپؐ کے صحابہ کرام بھی روزہ سے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ جب کدید کے چشمہ پر پہنچے جو عسفان اور قدید کے درمیان ہے تو آپؐ نے روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور صحابہ کرامؓ نے بھی افطار کیا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو لیا جاتا ہے جو اول کے لئے ناسخ ہوتا ہے۔ تو سفر میں آخری عمل افطار ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | فلم یزل مفطراً تاکہ قوت سلب نہ ہو جائے۔ جمہور یہی فرماتے ہیں۔ کہ مجاہدین کو افطار کرنا چاہیئے۔ سفر میں مشقت سخت ہوتی ہے۔

ومعہ عشرۃ آلاف اکثر ائمہ کا یہی قول ہے آپ کے ہمراہ دس ہزار آدمی مجاہد تھے۔ بعض بارہ ہزار اس بنا پر کہتے ہیں کہ دس ہزار مدینہ سے چلے اور دو ہزار بعد میں آکر مل گئے۔ یا یہ کہ دس ہزار مہاجرین و انصار تھے۔ دو ہزار اسلم، غفار، جہینہ، مزینہ اور سلیم کے آکر مل گئے۔

تشریح از قاسمی راس ثمان سنین ونصف لیکن صحیح سبع سنین ونصف ہے۔ کیونکہ ربیع الاول اور رمضان تک چھ ماہ نصف سنت ہوتا ہے۔ تو معمر کی روایت کا مدار اس پر ہے کہ سال کی تاریخ محرم سے ہو۔ اور جب دوسرے سال کے دو یا تین مہینے ہو جائیں تو اسے بھی سال شمار کر لیا جائے۔ یا یوں کہا جائے۔ آٹھویں سال کا آخر اول ربیع الاول تھا اور اس کا مابعد نصف ہوا۔

الاخر فالاخر سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ جس نے اول رمضان میں روزہ رکھ لیا اب اسے افطار نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آپ کا آخری عمل افطار فی رمضان ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۴۵ حَدَّثَنِیْ عَیَّاشُ بْنُ الْوَلِیْدِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ اِلٰی حُنَیْنٍ وَّالنَّاسُ مُخْتَلِفُوْنَ فَصَائِمٌ وَّمُفْطِرٌ فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی رَاحِلَتِہٖ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ اَوْ مَاءٍ فَوَضَعَہٗ عَلٰی رَاحَتِہٖ اَوْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ ثُمَّ نَظَرَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ الْمُفْطِرُوْنَ لِلصُّوَّامِ اَفْطِرُوْا وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ الخ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَقَالَ حَمَّادٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے مہینہ میں حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ لوگ روزہ دار تھے اور کچھ افطار کرنے والے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی میں ٹھیک ہو کر بیٹھ گئے۔ تو دودھ یا پانی کا پیالہ منگوایا اور اس کو اپنی ہتھیلی پر یا اپنی اونٹنی پر رکھا۔ پھر لوگوں کی طرف دیکھا تو افطار کرنے

والوں نے روزہ داروں سے کہا کہ اب روزہ توڑ دو۔ عبدالرزاق کی سند میں عام الفتح کا ذکر ہے۔ اسی طرح دوسری سند میں ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۴۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَافَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَأَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَقُوْلُ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سفر اختیار فرمایا اور روزہ رکھا۔ جب عسفان مقام پہ پہنچے تو پانی کا برتن منگوا کر دن کے وقت پانی پیا۔ تاکہ یہ لوگوں کو دکھائیں۔ پس آپؐ نے روزہ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ مکہ میں تشریف لے آئے۔ ابن عباسؓ فرماتے تھے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور افطار بھی کیا۔ پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | **الی حنین** رمضان شریف میں مکہ فتح ہوا۔ بعد ازاں حنین کی لڑائی ہوئی۔ پھر اوطاس پہ حملہ کیا گیا۔ پھر چوبیس دن تک طائف کا محاصرہ ہوا۔ یہاں تک کہ ذی قعدہ کا چاند نظر آگیا۔ آپؐ جعرانہ مقام تک پہنچے۔ رات کے وقت عمرہ کر کے آخر ماہ واپس مدینہ منورہ پہنچے۔

تشریح از قاسمی | غزوہ حنین شوال ۸ھ میں واقع ہوا۔ جب کہ فتح مکہ ۱۷ رمضان المبارک میں ہوئی۔ آپؐ وہاں انیس ۱۹ دن مقیم رہے۔ برابر قصر نماز دو رکعت ادا کرتے رہے۔ تو یقیناً خروج الی حنین شوال میں ہوگا۔ طبری نے تہذیب میں افطر کے ساتھ یا عصاۃ کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس روایت میں امام بخاریؒ منفرد ہیں۔

بَابُ اَیْنَ رَکَزَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّایَۃَ یَوْمَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا کہاں گاڑا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۷ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ اَبِیْہِ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ قَالَ لَمَّا سَارَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذٰلِکَ قُرَیْشًا خَرَجَ اَبُوْ سُفْیَانَ بْنُ حَرْبٍ وَّحَکِیْمُ بْنُ حِزَامٍ وَّبُدَیْلُ بْنُ وَرْقَاءَ یَلْتَمِسُوْنَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا یَسِیْرُوْنَ حَتّٰی اَتَوْا مَرَّ الظَّہْرَانِ فَاِذَا ہُمْ بِنِیْرَانٍ کَاَنَّہَا نِیْرَانُ عَرَفَۃَ فَقَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ مَا ہٰذِہٖ لَکَاَنَّہَا نِیْرَانُ عَرَفَۃَ فَقَالَ بُدَیْلُ ابْنُ وَرْقَاءَ نِیْرَانُ بَنِیْ عَمْرٍو فَقَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ عَمْرٌو اَقَلُّ مِنْ ذٰلِکَ فَرَاٰہُمْ نَاسٌ مِّنْ حَرَسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَکُوْہُمْ فَاَخَذُوْہُمْ فَاَتَوْا بِہِمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ اَبُوْ سُفْیَانَ فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ احْبِسْ اَبَا سُفْیَانَ عِنْدَ حَطْمِ الْخَیْلِ حَتّٰی یَنْظُرَ اِلَی الْمُسْلِمِیْنَ فَحَبَسَہُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَمُرُّ کَتِیْبَۃٌ کَتِیْبَۃٌ عَلٰی اَبِیْ سُفْیَانَ فَمَرَّتْ کَتِیْبَۃٌ قَالَ یَا عَبَّاسُ مَنْ ہٰذِہٖ قَالَ ہٰذِہٖ غِفَارٌ قَالَ مَالِیْ وَلِغِفَارٍ ثُمَّ مَرَّتْ جُہَیْنَۃُ قَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ وَمَرَّتْ سُلَیْمٌ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ حَتّٰی اَقْبَلَتْ کَتِیْبَۃٌ لَّمْ یَرَ مِثْلَہَا قَالَ مَنْ ہٰذِہٖ قَالَ ہٰؤُلَاءِ الْاَنْصَارُ عَلَیْہِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ مَعَہُ الرَّایَۃُ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ یَا اَبَا سُفْیَانَ اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃِ اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْکَعْبَۃُ

فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمُ الذِّمَارِ ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيْبَةٌ وَهِيَ اَقَلُّ الْكَتَائِبِ فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ وَرَايَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَلَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ اَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ مَا قَالَ كَذَا وَ كَذَا فَقَالَ كَذَبَ سَعْدٌ وَّلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيْهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسٰى فِيْهِ الْكَعْبَةُ قَالَ وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُوْنِ قَالَ عُرْوَةُ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُوْلُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ هٰهُنَا اَمَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ قَالَ وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَنْ يَّدْخُلَ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ وَّدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُدَاءٍ فَقُتِلَ مِنْ خَيْلِ خَالِدٍ يَّوْمَئِذٍ رَجُلَانِ حُبَيْشُ ابْنُ الْاَشْعَرِ وَكُرْزُ بْنُ جَابِرِ الْفِهْرِيُّ۔

ترجمہ۔ حضرت عروۃ ابن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال چل پڑے تو قریش مکہ کو بھی اطلاع پہنچ گئی۔ تو ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا یہ تینوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کرنے کے لئے نکلے۔ پس وہ چلتے چلتے مقام مر الظہران تک پہنچ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑی آگ ہے۔ گویا عرفہ حج کی آگ ہے۔ پس ابوسفیان کہنے لگا۔ کہ یہ تو عرفات کی آگ کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ بدیل بن ورقا نے کہا کہ یہ قبیلہ بنو عمرو کی آگ معلوم ہوتی ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ قبیلہ بنو عمرو ان سے بہت کھوڑا ہے۔ ان تینوں کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظوں نے دیکھ لیا۔ ان کے پاس پہنچ کر انہیں پکڑ لیا۔ اور ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ ابوسفیان تو مسلمان ہو گیا۔ باقی دو مکہ واپس چلے گئے۔ جب آپؐ چلنے لگے تو حضرت عباسؓ سے فرمایا۔ کہ گھوڑوں کے ازدھام کے پاس ابوسفیان کو روک لو۔

تاکہ وہ مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ سکے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے انہیں روک لیا۔ تو قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گزرنے لگے۔ ایک ایک فوجی دستہ ابوسفیان کے پاس سے گزرتا تھا۔ چنانچہ ایک لشکر گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے فرمایا۔ قبیلہ غفار کے سپاہی ہیں۔ کہنے لگا میری بنو غفار سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔ پھر قبیلہ جہینہ کے لوگ گزرے تو بھی اسی طرح کہا۔ جب قبیلہ سعد بن ھذیم گزرا تو بھی ایسے کہا۔ پھر قبیلہ سلیم گزرا تو اسی طرح کہا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا لشکر گزرا جس کی مثال اس نے نہیں دیکھی تھی۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا یہ انصار مدینہ ہیں۔ جن کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ ہیں۔ جن کے ہمراہ جھنڈا بھی تھا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا۔ اے ابوسفیان! آج تو قتلِ عظیم کا دن ہے۔ آج کعبہ کو حلال سمجھا جائے گا۔ ہماری جو مرضی ہوگی اس میں کارروائی کریں گے۔ تو ابوسفیان کہنے لگا۔ اے عباسؓ! ذمہ داری یا صلح حدیبیہ والا کا دن مبارک ہے۔ پھر ایسا لشکر آیا یہ تمام لشکروں سے عدد کے اعتبار سے چھوٹا تھا۔ جس میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے مخصوص اصحابؓ تھے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیرؓ بن العوامؓ کے ہمراہ تھا۔ پس جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ابوسفیان کے پاس سے ہوا۔ تو ابوسفیان نے کہا کیا آپؐ نہیں جانتے جو کچھ حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا۔ آپؐ نے پوچھا اس نے کیا کہا۔ انہوں نے بتلایا کہ اس اس طرح کہا۔ آپؐ نے فرمایا۔ حضرت سعدؓ نے صحیح نہیں کہا۔ آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ تعالےٰ کعبہ کی عظمت بڑھائیں گے۔ اور ایسا دن ہے جس میں کعبہ کو پوشاک پہنائی جائے گی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کا جھنڈا حجون میں گاڑ دیا جائے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نافع بن جبیرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضرت عباسؓ سے سنا جو حضرت زبیرؓ بن العوام سے کہہ رہے تھے۔ کہ ابوعبداللہ! اسی جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے بالائی حصہ کداء سے داخل ہوں۔ اور خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کدا سے داخل ہوئے۔ اس دن حضرت خالد بن ولیدؓ کے گھوڑ سوار دستے سے دو آدمی شہید ہوئے۔

وہ حبیش بن الاشعر اور کرز بن جابر الفہری ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی | مکہ میں داخل ہونے کے دو راستے ہیں۔ ایک غربی جانب کا اسفل کا راستہ اور دوسرا شرقی جانب جو بالائی حصّہ ہے۔ جانب غرب میں بحر احمر یعنی بحر قلزم پڑتا ہے۔ اور جدہ مکہ معظمہ سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جانب غرب کو اسفل مکہ اور جانب شرق کو اعلیٰ مکہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسفل مکہ سے داخل ہوئے۔ جہاں سے آپ گزرے اس محلہ کا نام حجون ہے۔ جسے آج کل جنۃ المعلیٰ کہا جاتا ہے اور اعلیٰ مکہ سے حضرت خالد بن ولید کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ جو تم سے مقابلہ کرے اسے قتل کردو۔ اور جو تعرض نہ کرے اسے چھوڑ دو۔ اس طرح مجھے صفا پہاڑی پر آکر ملو۔ حضرت ابوہریرہ کو بھی اسی راستے داخل ہونے کا حکم دیا۔ حطم کے معنی توڑنے کے ہیں۔ حطم خیل سے تنگ جگہ مراد ہے۔ ملحمہ۔ سخت لڑائی جس میں فوجوں کا التحام ہو۔ یعنی فوجیں ایک دوسرے میں داخل ہوجائیں۔ یہ سخت لڑائی سے کنایہ ہے۔ ذمار بمعنی حفاظت کرنا۔

ان یدخل من اعلیٰ مکۃ من کداء مگر یہ غلط ہے۔ بلکہ ان کو کُدی سے داخل ہونے کا حکم ہوا تھا۔ جو کہ اسفل مکہ میں ہے اور آپ کداء اعلیٰ مکہ سے داخل ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہی | کذب سعد ص ۶۱۲/۱۳ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس سے وہ ہے جس کو حضرت سعد نے سمجھا کہ کعبہ کی تحلیل اور حلال سمجھنا ہے۔ وہ تو بعینہ اس کی تعظیم ہے۔ کیونکہ کعبہ کفر اور شرک کی گندگیوں سے پاک ہوجائے گا۔ بہرحال دونوں کلاموں کا مقصد ایک ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی بادشاہ خواب میں دیکھے کہ اس کے سارے دانت گر پڑے ہیں۔ جس سے وہ ڈر اٹھے۔ تو ایک زاہد اسے یہ تعبیر بتلائے کہ اس کی اولاد بلکہ اولاد الاولاد اس کی زندگی میں موت کا شکار ہوجائیں گے اور دوسرا عالم اس کی تعبیر یہ بتلائے کہ بادشاہ کی عمر دراز ہوگی۔ غرض دونوں کی ایک ہے۔ تعبیر کا فرق ہے۔ ایسے یہاں بھی مقصد ایک ہے تعبیر مختلف ہے۔

تشریح از شیخ زکریا | مولانا محمد حسن مکی کی تقریر میں ہے کہ حبذا یوم الذمار ای خوش روز است ہلاکت را۔ کہ یہ ہلاکت کا دن بہتر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت اس طرح بڑھائیں گے۔

کہ مشرکین قتل کر دیئے جائیں گے۔ بتوں کو توڑ دیا جائے گا۔ اور شعائر اسلام قائم ہوں گے۔ تستحل الکعبہ سے حضرت سعد بن عبادہؓ کی یہی مراد تھی۔ اس طرح حضرت سعدؓ اور کلام نبوی کا مطلب ایک ہوگا۔ لیکن ابوسفیان کو اس نکتہ کی اطلاع نہیں ہوسکی۔ میرے نزدیک یہ توجیہ حضرت سعدؓ کی شان کے نہایت مناسب ہے۔ لیکن ظاہر روایات سے قتل عظیم کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ یوم الملحمۃ سے یوم المقتلۃ العظمیٰ مراد ہے۔ یوم النھار سے ابوسفیان کی مراد یوم الھلاک ہے۔ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ کعبہ کی تعظیم اس طرح ہوئی کہ اسلام کا اظہار ہوا۔ حضرت بلالؓ نے خانہ کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔ اور بتوں کو توڑا گیا اور تصویروں کو مٹایا گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۸ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ يَّقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى نَاقَتِهٖ وَهُوَ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ وَقَالَ لَوْلَا اَنْ يَّجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِيْ لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے موقعہ پر اپنی اونٹنی پر دیکھا۔ کہ آپؐ سورۃ فتح گا گا کر پڑھ رہے تھے۔ اگر مجھے اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہو جائیں گے۔ تو میں بھی اسی طرح گا کر سناتا۔ جیسے آپؐ نے گا کر سنایا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الخ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ اَنَّهٗ قَالَ زَمَنَ الْفَتْحِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِّنْ مَّنْزِلٍ ثُمَّ قَالَ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ قِيْلَ لِلزُّهْرِيِّ وَمَنْ وَرِثَ اَبَا طَالِبٍ قَالَ وَرِثَهٗ عَقِيْلٌ وَّطَالِبٌ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِيْ حَجَّتِهٖ وَلَمْ يَقُلْ يُوْنُسُ حَجَّتَهٗ وَلَا زَمَنَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے فتح مکہ کے زمانہ میں پوچھا یا رسول اللہ! کل آپؐ کہاں اتریں گے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی جگہ چھوڑی ہے۔ جہاں ہم پڑاؤ کریں۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ کوئی مؤمن کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی کافر کسی مؤمن کا وارث ہوگا۔ امام زہریؒ سے پوچھا گیا کہ ابو طالب کی جائداد کا وارث کون ہوا۔ اس نے کہا۔ عقیل اور طالب وارث ہوئے۔ معمر کی سند میں این تنزل غداً فی حجتہ یعنی سوال حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہوا۔ لیکن یونس نے نہ فی حجتہ کہا ہے اور نہ ہی زمن الفتح ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | ابو طالب کے تین بلکہ چار بیٹے تھے۔ عقیل اور طالب تو کافر ہے۔ اور یہی ان کی جائداد کے وارث ہوئے۔ اور انہوں نے ابو طالب اور عبد المطلب کے تمام مکانات کو بیچ ڈالا۔ چونکہ حضرت جعفرؓ اور علیؓ مسلمان ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ ان کے وارث نہ بن سکے۔ اگر یہ وارث ہوتے تو آپؐ ان کے گھر اترتے۔

حدیث نمبر ۳۸۵۰ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلُنَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اِذَا فَتَحَ اللّٰهُ الْخَيْفُ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ انشاء اللہ جب اللہ تعالٰی نے ہمیں فتح نصیب کی تو ہماری منزل خیف ہوگی۔ جہاں پر مشرکوں نے کفر پر ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۸۵۱ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حنین کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا۔ کہ انشاء اللہ کل ہمارا پڑاؤ خیف بنو کنانہ میں ہوگا۔ جہاں قریش مکہ نے کفر پر قائم رہنے کے لئے ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | حین اراد حنینا ص ۶۱۴/۹ اس سے مراد وہ سفر ہے۔

جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد چلنے کا ارادہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد واقع ہوا ہے۔ اس لئے آپ کا یہ سفر کا ارادہ حنین غزوہ فتح میں ہے۔ اس تنبیہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ روایات مختلف ہیں۔ کسی میں ہے کہ یہ سفر غزوہ فتح میں ہے کسی میں حجۃ الوداع ہے۔ اور احتمال ہے کہ تعدد واقعہ ہو۔

تشریح از قاسمیؒ خیف بفتح الخاء پہاڑ کا ڈھلوان جو سیل مار سے اونچا ہو۔ اور بڑے پہاڑ سے اترنے کی جگہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیف بنی کنانہ میں اللہ تعالیٰ کے انعام کا شکریہ ادا کرنے کے لئے قیام فرمایا کہ مکہ فتح ہوا۔ اسلام کا غلبہ ہوا۔ کفر جس کے لئے اتنا اہتمام ہوا وہ باطل ثابت ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۵۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلْهُ قَالَ مَالِكٌ وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا نُرَى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب مکہ میں داخل ہوئے۔ تو آپ کے سر پر خود تھا۔ پس جب آپ نے اس کو اتارا تو ایک آدمی نے آکر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں کو تھامے ہوتے ہے۔ آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا گمان یہ ہے واللہ اعلم کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن احرام باندھے ہوئے نہیں تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ واقعہ یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دن محرم نہیں تھے۔ کیونکہ سر پر مغفر تھا۔ جو احرام کے منافی ہے۔ اس طرح واحدیہ آپ کی خصوصیت پر محمول ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لم یکن فیما نری الخ ص۶۱۴ س۱۲ ممکن ہے آپ نے احرام

باندھا ہو۔ لیکن ضرورت حفظ کے لئے ہتھیار پہن لیا ہو اور بعد میں اس کا کفارہ ادا کیا ہو۔

تشریح از شیخ زکریا | مؤطا امام مالکؒ میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ البتہ ابن شہاب زہریؒ نے یہ زیادتی بیان کی ہے۔ کہ جو ہندی نسخہ میں ہے مصری میں نہیں ہے۔ اوجز میں میں نے اس حذف کی ترجیح ذکر کی ہے۔ کیونکہ مشہور یہی ہے کہ امام مالکؒ کا کلام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں خود کے ساتھ داخل ہونا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ کہ آپؐ محرم نہیں تھے۔ اور ظاہر یہی ہے۔ کیونکہ بعد ازاں آپؐ کا احرام سے فارغ ہونا منقول نہیں ہے۔ اور مروی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ احلت لی ساعۃ من نہار کہ دن کی ایک گھڑی کے لئے میرے لئے کعبہ حلال کیا گیا۔ تو یہ آپؐ کی خصوصیت ہو گی۔ اسی لئے امام مالکؒ نے فرمایا۔ لم یکن یومئذ محرما اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپؐ نے کسی ضرر کی وجہ سے سر کو خود سے ڈھانپ لیا ہو۔ پھر اس کا فدیہ ادا کر دیا ہو۔ اور اصحاب سنن اربعہ نے حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ دخل یوم مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء بغیر احرام الخ کہ آپؐ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر پر کالی پگڑی تھی۔

حدیث نمبر ۳۸۵۳ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّوْنَ وَثَلٰثُ مِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعَنُهَا بِعُوْدٍ فِيْ يَدِهٖ وَيَقُوْلُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جن کو آپؐ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے چوک دیتے تھے اور فرماتے تھے۔ حق آگیا اور باطل زائل ہو گیا۔ اور نہ تو ابتداء کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی اسے لوٹا سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ باطل تو زائل اور ہلاک ہے۔

تشریح از قاسمیؒ | ابن خطل کا نام عبداللہ تھا۔ جو مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گیا۔ اور اس نے ناحق ایک آدمی کو قتل بھی کیا تھا۔ اس نے دو باندیاں رکھی تھیں۔ جو جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھیں۔ تو اس کو زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا کر کے اس کی گردن اڑادی گئی۔ جن لوگوں کے قتل کرنے کا آپؐ نے حکم دیا۔ ان میں عبداللہ بن سرحؓ تھا جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوا۔ بعدازاں وہ مرتد ہو گیا۔ جس کو حضرت عثمانؓ نے پناہ دی اور وہ دوبارہ مسلمان ہو کر فاتح افریقہ بنا۔ جس کو حضرت عثمانؓ نے انعام دیا تھا۔ دوسرا آدمی عکرمہؓ بن ابی جہل تھا۔ وہ اور اس کا باپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں سخت تھے۔ آپؐ نے اس کا خون معاف قرار دیا۔ تو وہ یمن بھاگ گیا۔ اس کی بیوی جو مسلمان ہو گئی تھی۔ اسے یمن سے لے کر آئی۔ تو پھر یہ مسلمان ہو گیا۔ احسن اسلامہ۔ اور تیسرا آدمی معبار بن الاسود تھا۔ جو فتح کے دن نہیں ملا۔ بعد میں مسلمان ہو گیا۔ جس نے آپؐ کی صاجزادی بی بی زینبؓ کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا۔ جب کہ ان کے خاوند ابوالعاصؓ نے انہیں مدینہ بھیجا تھا۔ تو وہ ایک پتھر پر گریں۔ حاملہ تھیں ان کا حمل گر گیا۔ اور برابر خون بہتا رہا۔ جو ان کی موت کا باعث بنا۔ اور ایک ہندہ جو ابوسفیان کی بیوی تھی۔ جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔ لیکن یہ بعد میں مسلمان ہو گئی۔ اور ان میں سے ایک کعب بن زبیر تھا۔ جو آپؐ کی ہجو کرتا تھا۔ یہ بھی بعد میں مسلمان ہو گیا۔ اور ایک وحشی قاتل حمزہؓ تھا۔ مگر وہ طائف بھاگ گیا۔ پھر مسلمان ہو گیا۔ ان میں سے ایک مقیس بن ضبابہ تھا جو مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا۔ ایک انصاری نے اسے قتل کیا۔ اور ان میں سے ایک حویرث بن نقید تھا۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔ اس کو حضرت علیؓ بن ابی طالب نے قتل کیا۔ کذا فی سیرۃ الحلبی۔

حدیث نمبر ۳۸۵۴ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَبٰى اَنْ يَّدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْاٰلِهَةُ فَاَمَرَ بِهَا فَاُخْرِجَتْ فَاُخْرِجَ صُوْرَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ فِيْ اَيْدِيْهِمَا مِنَ الْاَزْلَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ لَقَدْ عَلِمُوْا مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِيْ نَوَاحِي الْبَيْتِ وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں

تشریف لائے۔ تو آپؐ نے بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ جب تک ان میں معبودان باطلہ ہیں۔ پس آپؐ نے ان کے نکالنے کا حکم دیا تو سب نکال دیئے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی مورتی کو جب نکالا گیا۔ تو ان کے ہاتھوں میں تقسیم قسمت کے تیر تھے۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان پر خدا کی مار ہو۔ یہ خوب جانتے تھے کہ ان دونوں حضرات نے ان تیروں سے کبھی قسمت تقسیم طلب نہیں کی۔ پھر آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اور بیت اللہ کے اطراف میں اللہ اکبر کہا۔ باہر تشریف لائے اس میں نماز نہیں پڑھی معمر نے متابعت کی۔

بَابُ دُخُولِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ

ترجمہ۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کی بلند جانب سے داخل ہونا۔

حدیث نمبر ۳۸۵۵ قَالَ اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتَّى أَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَمَكَثَ فِيهِ نَهَارًا طَوِيلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَأَلَهُ أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى مِنْ سَجْدَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ کے بالائی حصّہ کداء سے اپنی اونٹنی پر سوار داخل ہوئے۔ کہ آپؐ نے

حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ردیف بنایا ہوا تھا۔ اور آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ تھے۔ جو کعبہ کے دربانوں میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی اونٹنی کو مسجد حرام میں بٹھا دیا۔ اور عثمانؓ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کے دروازے کی چابی لے آئیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ جب کہ آپؐ کے ہمراہ اسامہ بن زیدؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ تھے۔ پس آپؐ نے بیت اللہ کے اندر دن کا بہت سا حصّہ گزارا۔ تکبیر نماز اور دعا مانگتے رہے۔ پھر باہر نکلے تو لوگ گھسنے کے لئے دوڑنے لگے۔ پس پہلا شخص جو بیت اللہ میں داخل ہوا وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے۔ جنہوں نے حضرت بلالؓ کو دروازے کے پیچھے کھڑا ہوا پایا۔ ان سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر کہاں نماز پڑھی۔ تو انہوں نے اس مکان کی طرف اشارہ کیا جہاں آپؐ نے نماز پڑھی تھی۔ (مثبت روایت منفی پر مقدم ہوگی) اس حدیث سے بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہوا۔ لیکن حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپؐ نے کتنی رکعت نماز پڑھی۔ لیکن گزر چکا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ نے فرمایا۔ دو رکعت پڑھی ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حجبہ جمع حاجب کی بمعنی دربان۔ حاجب ان لوگوں کو کہتے تھے جن کے پاس بیت اللہ کے دروازے کی چابی ہوتی تھی۔ اور وہ لوگ خانہ کعبہ کی دربانی کرتے تھے۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپؐ اعلیٰ مکہ کداء سے داخل ہوئے اور حضرت خالدؓ کُدیٰ سے داخل ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ من اعلیٰ مکۃ ص۱۴/۶۱۹ اعلیٰ مکہ سے مکہ میں داخل ہونا فتح مکہ سے فراغت کے بعد ہے۔ تاکہ آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوں۔ اور پہلے جو داخلہ اسفل مکہ سے ہوا۔ وہ قبل از فتح اوّل داخلہ مکہ ہے۔ تو اب روایات میں تنافی نہیں رہے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس تقریر سے قطب گنگوہیؒ نے دونوں روایات کو جمع فرمایا ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں یہی کچھ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوّلاً کُدیٰ سے داخل ہوئے اور ثانیاً کداء سے داخلہ ہوا۔ کیونکہ کُدیٰ مدینہ کے راستہ میں پڑتا ہے۔

پھر امر فتح سے فراغت کے بعد جب کہ اسباب وغیرہ کداء میں رکھ دیا تو کیا بیت اللہ میں داخلہ کے لئے وہاں سے کداء تشریف لائے۔ حضرت والا کی یہ تقریر تمام شراح کے خلاف ہے۔ اور امام بخاریؒ کا میلان بھی شراح کے قول کی طرف ہے۔ کیونکہ ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ دخول مکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلیٰ مکہ۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ حین فتحھا۔ حالانکہ پہلے حدیث میں آچکا ہے۔ کہ امر خالداً ان یدخل مکۃ من اعلی مکۃ من کداء بالمد ودخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کدی بالقصر۔ حالانکہ یہ صحاح کی آئندہ روایات کے مخالف ہے۔ کیونکہ ان میں ہے۔ دخل خالد من اسفل مکۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلاھا۔ تو مولانا مکیؒ کی تقریر میں جو ہے۔ کہ کدی بالقصر اقرب من طریق مدینہ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ وجہ یہ ہے۔ کہ کداء بالمد یہ اقرب من طریق مدینہ ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ محصب میں تھیں۔ جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا تھا تاکہ روانگی میں آسانی ہو۔

حدیث نمبر ۳۸۵۶ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ الخ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ الَّتِي بِاَعْلٰى مَكَّةَ تَابَعَهُ اَبُوْ اُسَامَةَ وَهَيْبٌ فِيْ كَدَاءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال جس کداء سے داخل ہوئے وہ مکہ کے بالائی حصہ میں ہے۔ ابواسامہ اور وہیب نے کداء کے لفظ میں ان کی متابعت کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۵۷ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِيْهِ عُرْوَةَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال مکہ کے بالائی حصہ کداء سے مکہ میں داخل ہوئے۔

بَابُ مَنْزِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ

ترجمہ۔ فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں پڑاؤ کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۵۸ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ مَا اَخْبَرَنَا اَحَدٌ اَنَّهٗ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى غَيْرُ اُمِّ هَانِئٍ فَاِنَّهَا ذَكَرَتْ اَنَّهٗ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِيْ بَيْتِهَا ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ قَالَتْ لَمْ اَرَهٗ صَلّٰى صَلٰوةً اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ۔

ترجمہ: ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں سوائے ام ھانیؓ کے اور کسی نے یہ اطلاع نہیں دی۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشراق کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ وہی ذکر کرتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا۔ پھر آٹھ رکعت نماز اشراق پڑھی۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس دن کی نماز سے زیادہ خفیف نماز پڑھتے میں نے آپؐ کو نہیں دیکھا۔ مگر آپؐ رکوع اور سجدہ پورا ادا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ام ھانیؓ حضرت علیؓ کی ہمشیرہ ہیں۔ ان سے قرابت قریبہ بھی تھی۔ اس لئے ان کے گھر جا کر غسل فرمایا۔ اور صلی ثمان رکعات اور صلوٰۃ ضحیٰ آٹھ رکعت پڑھی۔ ابن ابی لیلیٰ کو سوائے ام ھانیؓ کے اور کسی ذریعہ سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ حالانکہ اور بھی روایت کرنے والے ہیں۔ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ قیام تو آپؐ نے خیف بنی کنانہ میں کیا۔ کیا بیت ام ھانیؓ میں صرف غسل کیا اور اشراق پڑھی۔ پھر خیف کی طرف واپس چلے گئے۔

باب حدیث نمبر ۳۸۵۹ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور

سجدہ میں سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اور اللھم اغفرلی پڑھا کرتے تھے۔

شرح از قاسمیؒ | چونکہ قرآن مجید میں فسبح بحمد ربک واستغفرہ ارشاد ربانی کی تعمیل کرتے تھے۔ جس میں تسبیح حمد اور استغفار کا حکم ہے۔ فتح الباری میں اس باب میں اس حدیث کے لانے کی وجہ مذکور ہے۔ کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ کے نازل ہونے کے بعد جب بھی آپ کوئی نماز پڑھتے تھے۔ تو یہ دعا ضرور پڑھا کرتے تھے۔ اور فتح سے فتح مکہ مراد ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۰ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِيْ مَعَ اَشْيَاخِ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا الْفَتٰى مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِثْلُهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ قَالَ فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ فَدَعَانِيْ مَعَهُمْ قَالَ وَمَا رُئِيْتُهٗ دَعَانِيْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّيْ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اُمِرْنَا اَنْ نَحْمَدَ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَهٗ اِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَدْرِيْ وَلَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِيْ يَا ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَكَذَاكَ تَقُوْلُ قُلْتُ هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اللّٰهُ لَهٗ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا قَالَ عُمَرُ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب عمرؓ مجھے بدر کے شیوخ میں شامل فرمایا کرتے تھے۔ تو ان میں سے بعض یعنی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا۔ کہ اس نوجوان کو ہم شیوخ کے ہمراہ کیوں شامل کرتے ہیں۔ حالانکہ ان جیسے ہمارے بیٹے بھی ہیں۔ فرمایا اس لئے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جس کی فضیلت علمی کو تم لوگ بھی جانتے ہو۔ چنانچہ ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کو بھی بلوایا اور مجھے بھی ان کے ہمراہ بلوایا۔ میں سمجھ گیا مجھے اس لئے بلوایا ہے۔ تاکہ انہیں میری برتری دکھلائیں۔ تو انہوں نے پوچھا اس سورۃ کے متعلق تم لوگ کیا کہتے ہو۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ بعض نے کہا کہ نصرت اور فتح کے بعد ہمیں

تحمید اور استغفار کا حکم ہے۔ بعض نے کہا ہم نہیں جانتے۔ اور بعض نے کچھ بھی نہ کہا۔ میرے سے پوچھا اے ابن عباسؓ! کیا اسی طرح ہے۔ جس طرح یہ کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی موت کی اطلاع اللہ نے دی۔ الفتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ یہ آپؐ کے اجل وموت کی علامت ہے۔ پس آپ تسبیح وتحمید اور استغفار کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں بھی اس سے یہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | انہ ممن قد علمتم اگرچہ حضرت ابن عباسؓ صغیر سن تھے۔ مگر صاحبِ تفقہ اور صاحبِ علم تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی شوریٰ کا ممبر بنایا اور دوسروں پر انہیں ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ نہایت ذکی تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کی برتری ثابت کرنے کے لئے اذا جاء نصر اللہ والفتح کے متعلق سوال کیا۔ بعض نے اس سے ایک قاعدہ کلیہ استنباط کیا۔ لیکن ابن عباسؓ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں خطاب محض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ کہ فتح مکہ ہو گئی۔ اب آپ تسبیح اور استغفار میں مشغول ہو جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ معارف قرآنی سمجھنے کے لئے صرف زباندانی کافی نہیں۔ اور نہ ہی ہر ایک سمجھ معتبر ہے۔ بلکہ ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو علوم متداولہ کے علاوہ ایسا فہم رکھتا ہو۔ جس سے استنباط مسائل ہو سکے۔ اسی بنا پر مجتہد کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اہل بیت کے پاس کوئی خصوصی چیز ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ بس ایک فہم عطا کردہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۸۶ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ شُرَحْبِيْلَ الخ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحِ الْعَدَوِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ وَّهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰى مَكَّةَ ائْذَنْ لِيْ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَّوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ وَاَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَّلَا يَعْضِدُ بِهَا شَجَرًا فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا فَقُوْلُوْا لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ يَاْذَنْ لَكُمْ وَاِنَّمَا اَذِنَ لِيْ فِيْهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيْلَ لِاَبِيْ شُرَيْحٍ مَّا ذَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ اِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْخَرْبَةُ الْبَلِيَّةُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو شریح عدوی نے عمرو بن سعید سے اس وقت یہ کہا۔ جب کہ وہ مکّہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا۔ اے امیر! مجھے اجازت دو میں تمہیں وہ بات بیان کروں۔ جس کو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فتح مکہ کے دن دوسری صبح کو فرمائی۔ میرے دونوں کانوں نے اس کو سنا۔ میرے دل نے اسے محفوظ کیا اور جب آپؐ بول رہے تھے۔ تو میری دونوں آنکھوں نے آپؐ کو دیکھا۔ کہ آپؐ نے اللہ کی حمد بیان کی ثنا کہی۔ پھر فرمایا۔ بیشک مکّہ کو اللہ تعالےٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ لوگوں نے اسے حرام نہیں کیا۔ کسی مسلمان کے حلال نہیں جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے۔ کہ وہ اس میں ناحق خون بہائے اور نہ ہی اس کے کسی درخت کو کاٹے۔ پس اگر کوئی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قتال مکّہ سے رخصت حاصل کرنا چاہے۔ تو اس سے کہہ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اجازت دی تھی۔ تمہیں تو اجازت نہیں دی۔ اور آپؐ کو صرف دن کی ایک گھڑی میں اجازت ملی۔ پھر اس کی حرمت آج کے دن کل کی طرح واپس آگئی۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ حاضر غائب کو پہنچا دے۔ تو ابن شریحؓ سے پوچھا گیا۔ کہ پھر عمرو بن سعید نے تمہیں کیا جواب دیا۔ کہنے لگا۔ اے ابو شریح! میں تیرے سے زیادہ اس حدیث کو جاننے والا ہوں۔ حرم کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا اور نہ ہی قاتل کو جو خون بہا کر بھاگ آئے۔ اور نہ ہی کسی فسادی کو جو فساد برپا کر کے بھاگ آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بالامس اس میں الف لام عہد کا ہے۔ اس سے امس فتح مکہ مراد ہے۔ عمرو بن سعید ایک فاسق فاجر حاکم ہے۔ اس نے حرمت کو جو بالامس کو نہیں مانا۔ اور تاویل میں ان الحرم لا یعیذ عاصیاً الخ کہا۔ پہلے تو حضرت عبد اللہ ابن الزبیرؓ اس کے مصداق نہیں۔ کیونکہ انہوں نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا۔ بلکہ اولیٰ بالخلافت ہیں۔ کیونکہ وہ صحابی رسول ہیں۔ اور یزید سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی۔ تو یہ کلمہ حق ارید بھا الباطل کہ کلمہ تو سچ ہے۔ مگر اس سے باطل مراد لیا گیا ہے۔ بلکہ اگر کسی فار بالدم نے مکہ میں جا کر پناہ لی۔ تو من دخلہ کان آمناً کے مطابق وہ مامون ہوگا۔ کیونکہ من دخلہ الخ اگرچہ خبر ہے۔ مگر انشاء کے معنی میں ہے۔ لا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ۔ مشرکین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ یعنی اگر وہ تعدی کریں تو تب تم قتال کر سکتے ہو۔ امام صاحبؒ کا یہی مسلک ہے۔ کہ قاتل سے حرم میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اسے مضطر کر کے حل میں لایا جائے گا۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے حرم میں قصاص لینا جائز ہے۔ ان کا مستدل یہی عمرو بن سعید کا قول ہے۔ حالانکہ یہ صحابی کے قول کو رد کر رہا ہے اور جابر و ظالم حاکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ کہ وہ مکہ معظمہ میں فتح والے سال فرما رہے تھے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔

بَابُ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ فتح مکہ کے زمانہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں قیام کرنا۔

حدیث نمبر ۳۸۶۳ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَقَمْنَا

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرًا نَقْصُرُ الصَّلٰوةَ ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس دن قیام کیا کہ ہم نمازیں قصر کرتے رہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ اس روایت کو فتح مکہ کے باب میں لائے ہیں۔ حالانکہ اکثر حضرات اسے حجۃ الوداع میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے فتح مکہ کے موقعہ پہ ایسا کیا ہو۔ مصنفؒ کے طرز کلام سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور ترجمہ میں جو لفظ مقام ہے۔ اس کی مدت اقامت کے معنی لینا اس بنا پہ ہے۔ وہ ظرف زمان ہے۔ اگر مصدر میمی ہو تو مضاف محذوف ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا حضرت انسؓ کی اس روایت سے مدت اقامت دس دن معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کی اگلی روایت سے انیس[19] دن ثابت ہوتے ہیں۔ بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت حجۃ الوداع کے بارے میں ہے۔ جس میں آپؐ نے مکہ میں اس موقعہ پہ دس دن قیام کیا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوم الرابع میں مکہ کے اندر داخل ہوئے اور رابع عشر یعنی چودہ تاریخ کو واپس لوٹے۔ اس طرح یہ دس[10] دن ہو گئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی اقامت دو مختلف سفروں کے اندر ہے۔ اور ترجمہ سے مطابقت اس صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ حدیث انسؓ کو فتح مکہ پہ محمول کیا جائے۔ قطب گنگوہیؒ کا اشارہ بھی اسی طرف ہے۔ بقولہ ظاہر صیغ المؤلف اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں بھی اسی پہ جزم ہے۔ در حقیقت اقامہ مکہ فی الفتح کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ کسی روایت میں انیس[19] دن۔ کسی میں سترہ دن۔ کسی میں پندرہ دن۔ اور کسی میں اٹھارہ دن۔ علامہ بیہقیؒ نے جمع کی صورت یہ بتلائی کہ انیس[19] دن میں یوم دخول و یوم خروج شامل ہیں۔ اٹھارہ میں ایک دن اور سترہ دن کی روایت میں دخول و خروج کے دن کو خارج کر دیا۔ اور راوی نے اصل سترہ دن کو قرار دیا اور یوم دخول و خروج خارج کر دیا۔ تو پندرہ بچ گئے۔ اکثر روایات صحیحہ ہیں۔ سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ نے اقل عدد خمس عشر کو لیا ہے۔ امام بخاریؒ نے چونکہ یہ سب روایات کو اس باب میں نقل کیا ہے۔

جس سے ان کا میلان تسعۃ عشر کی راجحیت کی طرف ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۴ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ تِسْعَۃَ عَشَرَ یَوْمًا یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں انیس ۱۹ دن قیام کیا اور مسافر والی دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۵ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَقَمْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَۃَ نَقْصُرُ الصَّلٰوۃَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَنَحْنُ نَقْصُرُ مَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ تِسْعَ عَشْرَۃَ فَاِذَا زِدْنَا اَتْمَمْنَا۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ انیس دن مقیم رہے۔ جب کہ ہم نمازیں قصر کرتے تھے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ انیس ۱۹ دن کے درمیان قصر کرتے تھے۔ اگر اس سے زیادہ قیام ہوتا تو پھر ہم پوری نماز پڑھتے تھے۔

بَابٌ وَقَالَ اللَّیْثُ الخ حدیث نمبر ۳۸۶۵ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ ثَعْلَبَۃَ ابْنِ صُعَیْرٍ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْہَہٗ عَامَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن ثعلبہ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال اپنے چہرے پر مسح کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۶۶ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاہِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ قَالَ اَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ وَزَعَمَ اَبُوْ جَمِیْلَۃَ اَنَّہٗ اَدْرَکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ مَعَہٗ عَامَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ ابو جمیلہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے۔ اور فتح مکہ کے سال آپؐ کے ہمراہ روانہ بھی ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۷ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ لِیْ اَبُوْ قِلَابَةَ اَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلَهُ قَالَ فَلَقِیْتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ کُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ وَکَانَ یَمُرُّ بِنَا الرُّکْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَیَقُوْلُوْنَ یَزْعَمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَهُ اَوْحٰی اِلَیْهِ اَوْ اَوْحَی اللّٰهُ بِکَذَا فَکُنْتُ اَحْفَظُ ذٰلِكَ الْکَلَامَ وَکَاَنَّمَا یُغْرٰی فِیْ صَدْرِیْ وَکَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِاِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَیَقُوْلُوْنَ اُتْرُکُوْهُ وَقَوْمَهُ فَاِنَّهُ اِنْ ظَهَرَ عَلَیْهِمْ فَهُوَ نَبِیٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا کَانَتْ وَقْعَةُ اَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ کُلُّ قَوْمٍ بِاِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ اَبِیْ قَوْمِیْ بِاِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُکُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوْا صَلٰوةَ کَذَا فِیْ حِیْنِ کَذَا وَصَلُّوْا کَذَا فِیْ حِیْنِ کَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْیُؤَذِّنْ اَحَدُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ اَکْثَرُکُمْ قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا فَلَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَکْثَرَ قُرْاٰنًا مِنِّیْ لِمَا کُنْتُ اَتَلَقّٰی مِنَ الرُّکْبَانِ فَقَدَّمُوْنِیْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَاَنَا ابْنُ سِتٍّ اَوْ سَبْعِ سِنِیْنَ وَکَانَتْ عَلَیَّ بُرْدَةٌ کُنْتُ اِذَا سَجَدْتُّ تَقَلَّصَتْ عَنِّیْ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْحَیِّ اَلَا تُغَطُّوْنَ عَنَّا اِسْتَ قَارِئِکُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِیْ قَمِیْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَیْءٍ فَرَحِیْ بِذٰلِكَ الْقَمِیْصِ۔

ترجمہ۔ ابو قلابہ نے مجھے کہا۔ کہ کیا آپ عمرو بن ثعلبہ سے مل کر ان سے واقعہ نہیں پوچھتے ہیں نے کہا ان سے مل کر میں نے پوچھ لیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایسے چشمہ پر آباد تھے جو لوگوں کی گزرگاہ تھا۔ ہمارے پاس سے قافلے سوار گزرتے تھے۔ پس ہم ان سے پوچھتے تھے۔ کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ لوگوں کا کیا حال ہے۔ اور یہ نبوت کا دعوٰی کرنے والا آدمی کون ہے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ ان کا کہنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیجا ہے۔ اس کی طرف وحی کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس اس طرح وحی کی ہے۔ میں یہ سب کلام یاد کر لیتا تھا۔ گویا کہ وہ میرے سینے میں قرار پکڑتا ہے یا پڑھا جاتا ہے۔ اور عرب کے لوگ اپنے اسلام کے بارے

میں فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ کہتے تھے کہ ان کو اپنی قوم کے ساتھ چھوڑ دو۔ پس اگر وہ ان پر غالب آ گیا تو واقعی نبی برحق اور سچا ہے۔ پس جب اہل فتح کا واقعہ رونما ہوا۔ تو ہر قوم نے اپنے اسلام لانے میں جلدی کی۔ میرا باپ بھی میری قوم سے پہلے ان کا اسلام لے کر گیا۔ پس جب واپس آیا۔ تو کہنے لگا واللہ! میں تمہارے پاس اللہ کے سچے نبی کی طرف سے آ رہا ہوں۔ اس نے فرمایا ہے۔ کہ فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کرو اور فلاں نماز فلاں وقت ادا کرو۔ پس جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں زیادہ قرآن پڑھنے والا ہو۔ انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن انہیں میرے سوا کوئی بھی زیادہ قرآن رکھنے والا نہ ملا۔ کیونکہ میں قافلے والوں سے قرآن مجید حاصل کیا کرتا تھا۔ پس انہوں نے مجھے اپنے آگے کھڑا کر دیا۔ اور میں چھ یا سات سال کی عمر کا لڑکا تھا۔ اور میرے اوپر ایک چھوٹی چادر تھی۔ جب سجدہ میں جاتا تھا تو میرے سے سکڑ جاتی تھی۔ تو قبیلے کی ایک عورت نے ان سے کہا کہ اپنے قاری کی سرین تو ہم عورتوں سے ڈھانپ رکھو۔ پس انہوں نے میرے لئے کپڑا خریدا اور میرے لئے ایک قمیص تیار کر لی۔ پس میں اتنا اور کسی چیز پہ خوش نہیں ہوا جتنی خوشی مجھے اس قمیص کے ملنے سے حاصل ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۸۶۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدٍ اَنْ يَّقْبِضَ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ وَقَالَ عُتْبَةُ اِنَّهُ ابْنِيْ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فِي الْفَتْحِ اَخَذَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَاَقْبَلَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقْبَلَ مَعَهٗ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ هٰذَا ابْنُ اَخِيْ عَهِدَ اِلَيَّ اَنَّهُ ابْنُهٗ قَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَخِيْ هٰذَا ابْنُ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ابْنِ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَاِذَا اَشْبَهُ النَّاسِ بِعُتْبَةَ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ هُوَ اَخُوْكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَاٰى مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَصِيْحُ بِذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعدؓ کو وصیت کی کہ زمعہ کی باندی کے بیٹے عبدالرحمٰن کو وہ قبضے میں لے لیں۔ کیونکہ وہ عتبہ کا بیٹا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ تشریف لائے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو پکڑ لیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسے لے آئے اور ان کے ہمراہ عبد بن زمعہ بھی آیا۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ بچہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ جس نے مجھے وصیت کی تھی۔ کہ یہ ان کا بیٹا ہے۔ عبد بن زمعہ نے کہا یا رسول اللہ یہ میرا بھائی زمعہ کا بیٹا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے بستر پہ پیدا ہوا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی طرف غور سے دیکھا تو وہ عتبہ بن ابی وقاص کے ہمشکل تھا۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عبدؓ بن زمعہ یہ بچہ تیرا ہے۔ کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے۔ اس لئے کہ اس کے بستر پہ پیدا ہوا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے سودہؓ! تو اس سے پردہ کرلے۔ کیونکہ آپؐ نے اس کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص سے دیکھی۔ ابن شہاب اسی سند سے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ فراش والے کا ہے۔ یعنی عورت جس کے نکاح میں ہو بچہ اسی کا ہوگا اور زانی کے لئے پتھر ہے کہ وہ محروم ہے۔ بچے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یا اس کے لئے رجم ہے۔ بشرطیکہ وہ محصن ہو۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ اونچی آواز کے ساتھ اس حدیث کا اعلان کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ امْرَاَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا اِلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُوْنَهُ قَالَ

عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ قَالَ أُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذَلِكَ وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ ایک عورت فاطمہ مخزومیہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غزوہ فتح مکہ کے موقعہ پر چوری کی۔ تو اس کی قوم حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سفارشی بنانے پر مجبور ہوئی۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نے اس عورت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ فرمایا کہ اللہ کی حدود میں سے کسی ایک حد کے اندر سفارش کرتے ہو۔ حضرت اسامہؓ نے فرمایا۔ میری توبہ یا رسول اللہ! میرے لئے بخشش طلب فرمائیں۔ پس جب زوال کے بعد کا وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا اما بعد۔ تم سے پہلے لوگوں کو اس چیز نے ہلاک کیا۔ کہ جب ان کا بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے۔ شرعی سزا نہیں دیتے تھے۔ اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر شرعی حد قائم کرتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر بالفرض فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرے گی۔ تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چور عورت کے متعلق حکم دیا۔ تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے اچھی طرح

توبہ کی۔ اور قبیلہ بنی سلیم کے کسی آدمی سے شادی کی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد جب بھی وہ آتی تو میں اس کی ضرورت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۸۷۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ حَدَّثَنِيْ مُجَاشِعُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَخِيْ بَعْدَ الْفَتْحِ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُكَ بِاَخِيْ لِتُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ ذَهَبَ اَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيْهَا فَقُلْتُ عَلٰى اَيِّ شَيْئٍ تُبَايِعُهُ قَالَ اُبَايِعُهُ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ وَالْجِهَادِ فَلَقِيْتُ اَبَا مَعْبَدٍ بَعْدُ وَكَانَ اَكْبَرَهُمَا فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعُ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاشعؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد میں اپنے بھائی کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے بھائی کو اس لئے لے کر آیا ہوں۔ تاکہ ہجرت پر آپؐ اس سے بیعت لیں۔ آپؐ نے فرمایا ہجرت الی المدینہ والے اس کا ثواب لے کر چلے گئے۔ میں نے کہا پھر آپؐ کس چیز پر بیعت لیں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اسلام۔ ایمان اور جہاد پر بیعت لوں گا۔ بعد ازاں میری ملاقات ابو معبد سے ہوئی۔ جو ان دونوں سے بڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے کہا مجاشعؓ نے سچ کہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ذهب اهل الهجرة اس میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔ اس سے خاص ہجرت مراد ہے۔ جو فتح مکہ سے پہلے تھی۔ حبشہ کی طرف یا مدینہ کی طرف فتح مکہ کے بعد جب مکہ دار الاسلام بن گیا۔ تو اب اس سے ہجرت کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ تو یہ خصوصی ہجرت ہوئی۔ اب اگر عام الفاظ ہجرت کے وارد ہوں۔ تو اس کو ہجرت مخصوصہ پر محمول کیا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی ایسا دار الحرب ہے۔ جس میں شعائر اسلام کی کما حقہ ادائیگی نہیں ہوتی بلکہ ان پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اس وقت ہجرت ضروری ہوگی۔ اگر شعائر اسلام کما حقہ ادا نہ ہوتے ہوں۔ اور مجبور بھی نہ کیا جاتا ہو۔ تو اس وقت ہجرت مستحب ہوگی۔ تو لا هجرة اليوم یا بعد رسول اللہ یا لا هجرة بعد الفتح کے الفاظ وارد ہوں تو اس سے

یہی ہجرت مکہ مراد ہوگی۔ لیکن مطلق ہجرت کی نفی نہ ہوگی۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا میں ہجرت کا حکم مستضعفین اور مجبور مسلمانوں کے لئے ہجرت کا حکم باقی ہے۔ چنانچہ لاھجرۃ بعد الفتح ای فتح مکہ کا لفظ بھی اس خصوصیت پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اب ہجرۃ من مکہ کا حکم باقی نہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۷۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ الخ عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ انْطَلَقْتُ بِاَبِیْ مَعْبَدٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُبَایِعَہٗ عَلَی الْھِجْرَۃِ قَالَ مَضَتِ الْھِجْرَۃُ لِاَھْلِھَا اُبَایِعُہٗ عَلَی الْاِسْلَامِ وَالْجِھَادِ فَلَقِیْتُ اَبَا مَعْبَدٍ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ وَقَالَ خَالِدٌ الخ اَنَّہٗ جَاءَ بِاَخِیْہِ مُجَالِدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاشع بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ابو معبدؓ کو لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپؐ ہجرت پر اس سے بیعت لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہجرت تو اہل ہجرت کے ساتھ فضل وثواب لے کر چلی گئی۔ اب میں اسلام اور جہاد پر اس سے بیعت لوں گا۔ میں نے ابو معبد سے مل کر اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا۔ مجاشع نے سچ کہا۔ خالد اپنی سند سے بتلاتے ہیں کہ وہ مجاشع اپنے بھائی مجالد کو لے کر آئے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۷۲ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ مُجَاھِدٍ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَؓ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُھَاجِرَ اِلَی الشَّامِ قَالَ لَا ھِجْرَۃَ وَلٰکِنْ جِھَادٌ فَانْطَلِقْ فَاعْرِضْ نَفْسَکَ فَاِنْ وَجَدْتَ شَیْئًا وَّاِلَّا رَجَعْتَ وَقَالَ النَّضْرُ الخ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ لَا ھِجْرَۃَ الْیَوْمَ اَوْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا۔ کہ میں شام کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اب ہجرت نہیں ہے۔ لیکن جہاد ہے۔ پس جہاد کے لئے چلو اور اپنے آپ کو جہاد کے لئے پیش کر دو۔ اگر جہاد میں سے کچھ حصہ مل جائے۔

تو نبھا ورنہ واپس آجاؤ۔ اور نضر سند سے بیان کرتے ہیں۔ کہ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ آج کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہجرت نہیں ہے حدیث سابق کی طرح بیان کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۷۳ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ یَزِیْدَ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ کَانَ یَقُوْلُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی۔

حدیث نمبر ۳۸۷۴ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ فَسَاَلَهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْیَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُ یَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِیْنِهٖ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ اَنْ یُّفْتَنَ عَلَیْهِ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰہُ الْاِسْلَامَ فَالْمُؤْمِنُ یَعْبُدُ رَبَّهٗ حَیْثُ شَاءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِیَّةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی فرماتے ہیں۔ کہ میں عبید بن عمیر کے ہمراہ حضرت عائشہؓ سے ملنے کے لئے گیا۔ تو انہوں نے ان سے ہجرت کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ آج ہجرت باقی نہیں ہے۔ پہلے مومن آدمی اپنے دین کو لے کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ آج فتح مکہ کے بعد اللہ تعالٰی نے اسلام کو غلبہ دیا ہے۔ پس مومن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرسکتا ہے۔ لیکن جہاد اور ہجرت کی نیت کا ثواب باقی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ولکن جہاد ونیتہ یعنی جہاد بالفعل ہو یا جہاد بالقوۃ ہو۔ لیکن جہاد کا حصر جنگ کرنے میں نہیں بلکہ جہاد بالمال جہاد باللسان اور جہاد بالقلم سب کو شامل ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ جاھدوا باموالکم وانفسکم۔ دوسری روایت میں ہے۔ والسنتکم اور حدیث میں آتا ہے۔ من اعان غازیًا فقد غزا من جھز غازیا فلہ مثل اجرہ۔ جس نے غازی کی مدد کی یا اسے سامان جہاد تیار کر دیا اس کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا الحاصل اگر

جہاد بالفعل نہ ہو۔ تو اس کی نیت ہونی چاہیئے۔ مگر نیت کے یہ معنی نہیں کہ نیت کر کے بیٹھ جاؤ۔ تیاری نہ کرو۔ اسے جہاد نہیں کہتے۔ ایسا تو منافقین بھی کرتے تھے۔ نیت کا معیار واعدوا لھم ما استطعتم الخ کو قرار دیا گیا ہے۔ آج کل بہانہ یہ ہے کہ امام نہیں کس کے پیچھے چل کر جہاد کریں۔ حالانکہ امام بھی تو ہم نے پیدا کرنا ہے۔ آخر نماز باجماعت کے لئے امام تلاش کیا جاتا ہے۔ تو جہاد کے لئے امام آسمان سے نہیں اترے گا۔ بلکہ ہم میں سے کسی کو امام بنا کر کھڑا کر دیں۔ جہاد کے لئے بھی اجتماعی قوت پیدا کر کے امام بنا لینا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۳۸۷۵ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهِيَ حَرَامٌ بِحَرَامِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ وَلَمْ تَحْلِلْ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنَ الدَّهْرِ لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَوْكُهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلْقَيْنِ وَالْبُيُوْتِ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهُ حَلَالٌ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِ هٰذَا اَوْ نَحْوِ هٰذَا رَوَاهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاہد مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ بے شک مکہ کو اللہ تعالےٰ نے اس دن سے حرمت والا بنایا ہے۔ جس دن سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ پس وہ اللہ تعالےٰ کی حرمت سے قیامت کے دن تک حرام ہے۔ میرے سے پہلے بھی کسی کے لئے حلال نہیں ہوا اور نہ ہی میرے بعد حلال ہو گا۔ اور میرے لئے بھی دن کی یا دہر کی صرف ایک گھڑی کے لئے حلال ہوا۔ پس اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے۔ نہ ہی اس کے کانٹے کو کاٹا جائے اور نہ اس کی گھاس کو کترا جائے۔ اور اس کی گری پڑی چیز کسی کے لئے حلال نہیں۔ مگر اعلان کرنے والے کے لئے اٹھانا جائز ہے۔ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! اذخر بوٹی ہمارے لوہاروں

اور گھروں کی ضروریات کے لئے ہے۔ پس آپ نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا مگر اذخر کتری بوٹی حلال ہے۔ ابن جریج ابن عباس سے اور ابوہریرہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے اس حدیث کو مرفوع بنا دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حرام بحرام اللہ ای بتحریم اللہ بہت سے احکام ایسے ہیں جو لوگوں نے بنا لئے تھے۔ جیسے ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ۔

لا ینفر بمعنی ڈرانا۔ ہٹانا۔ خلا بمعنی تر گھاس۔ لقطہ اور جگہوں کا لقطہ بھی تعریف کے لئے اٹھا لینا جائز ہے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ اس کی تعریف ضرور کرنی چاہیئے۔ مکہ معظمہ کے ملتقطات کے لئے زیادہ سختی ہے انہیں نہیں اٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ حاجیوں کا مال ہوتا ہے۔ جن کے تلاش کرنے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ بنابریں شوافعؒ اور مالکیہ لاتحل لقطتھا الا لمنشد کا مفہوم مخالف لیتے ہیں کہ لقیط اسے مالک کے نہ ملنے کے بعد خرچ کرسکتا ہے۔ مگر احناف فرماتے ہیں۔ کہ لقیط کو کسی صورت استعمال کی اجازت نہیں۔ البتہ اگر ذوالحاجت ہو تو خرچ کرلے۔ مالک ملنے پر ادا کرنا ہوگا۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ دیگر مقامات کا انشاد ممکن ہے مکہ کا انشاد ممکن نہیں ہے۔ دور دراز کے لوگوں کی تلاش مشکل ہے۔

اذخر ایک خوشبودار گھاس ہے۔ جب کہ اسے جلایا جائے۔ تو آگ اسے جلدی پکڑتی ہے۔ سونا۔ چاندی۔ لوہا پگھلانے کے لئے اور چھتوں پہ ڈالنے کے لئے اور قبروں میں ڈالنے کے لئے اسے استعمال میں لاتے ہیں۔ اس لئے اس کی اجازت دی گئی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ اِلٰی قَوْلِہٖ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ حنین کے دن کو یاد کرو۔ جب کہ تمہاری کثرت نے تمہیں عجب میں ڈال دیا۔ پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ بلکہ اللہ کی زمین باوجود فراخی کے تم پہ تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پہ سکون نازل فرمایا۔ غفور رحیم۔

حدیث نمبر ۳۸۷۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ رَأَيْتُ بِيَدِ ابْنِ أَبِي أَوْفٰى ضَرْبَةً قَالَ ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قُلْتُ شَهِدْتَ حُنَيْنًا قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ ۔

ترجمہ۔ حضرت اسماعیل خبر دیتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کے ہاتھ میں تلوار کا زخم دیکھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ زخم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کی لڑائی میں لگایا گیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ حنین میں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا اس سے پہلے بھی حاضر ہو چکا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ طائف مکہ سے بعض راستوں سے سترہ اٹھارہ گھنٹے کا سفر ہے۔ اور بعض راستوں سے تین دن کے فاصلہ پر ہے۔ اور حنین مکہ معظمہ سے بارہ تیرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو اطراف وجوانب کے لوگوں کو غصہ آیا۔ تو مالک بن عوف نصری نے لوگوں کو بھڑکایا۔ ان میں سے قبیلہ ہوازن کے لوگ تیر اندازی میں بہت مشہور تھے۔ یہ سب مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمانوں کی جمعیت دس ہزار تھی۔ دو ہزار طلقاء مکہ سے ساتھ مل گئے۔ غزوہ حنین سے پہلے مسلمانوں کا اتنا اجتماع کبھی نہیں ہوا۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ دیگر غزوات میں قلیل التعداد ہو کر ہم غالب رہے۔ اب میدان حنین میں بارہ ہزار جمع ہیں۔ پہلے غزوات میں دگنے تگنے کفار سے مقابلہ میں غالب رہتے تھے آج معاملہ برعکس ہے۔ مالک بن عوف نصری کے ساتھ چار ہزار کی جمعیت ہے۔ یہ ہمارے سامنے کہاں ٹھہر سکتی ہے۔ جس سے مسلمانوں میں غرور پیدا ہو گیا۔ غرور کی حالت میں رجوع الی اللہ کہاں رہتا ہے۔ اس غرور نے مسلمانوں کو دھوکے میں رکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں غرور پسند نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جو سر اٹھائے تو اسے نیچا کر دکھائے۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ ہماری تواضع تو ریا اور منافقت کی ہوتی ہے۔ اس کا رنگ تو قلب اور روح میں پیدا ہونا چاہیئے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شوال کی چھٹی یا ساتویں تاریخ کو حنین کے میدان میں اترے ہیں۔ جہاں ہوازن اور

ثقیف وغیرہ نے اجتماع کر رکھا تھا۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ کفار نے ایک چال چلی۔ کہ وہ بھاگ پڑے۔ مسلمانوں نے انہیں لوٹنا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے یہ غافل ہو گئے۔ وہ تیار کھڑے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ جس سے بہت سے مسلمان چھلنی ہو گئے۔ جس سے لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف نشتر آدمی رہ گئے۔ آپؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا جن کی آواز آٹھ میل تک جاتی تھی کہ اصحاب شجرہ۔ انصار۔ مہاجرین کو آواز دو۔ ان کی زوردار آواز بجلی کا اثر کر گئی۔ بھاگنے والے یکبارگی واپس لوٹے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغلہ پر سوار تھے۔ ابو سفیانؓ نے لگام پکڑی ہوئی تھی۔ حضرت عباسؓ رکاب تھامے ہوئے تھے۔ آپؐ بغلہ سے اترے۔ مٹی اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی جو ان کی آنکھوں میں جا کر پڑی۔ جس سے ان کے قلوب مرعوب ہو گئے۔ ادھر مہاجرین اور انصار بھی پہنچ گئے۔ مل کر بھرپور حملہ کیا۔ جس سے کفار کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قبل ذلک ص۶۱۷ س۱۸ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے ان سے اول لڑائی میں حاضر ہونے کا سوال کیا۔ یا انہوں نے اسلام میں داخل ہونے کا سوال کیا۔ تو اس صورت میں یہ جواب دینا صحیح ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ سائل کا مقصد یہ تھا کہ حنین سے پہلے کون سے غزوہ میں شمولیت ہوئی۔ اول مشاہد حدیبیہ ہے۔ لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ غزوہ خندق میں حاضر تھے۔ وہ صحابی بن صحابی ہیں۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ قبل ذلک سے حدیبیہ مراد ہے۔ تو یہ تحت الشجرہ بیعت کرنے والوں میں سے ہوتے۔ یہ آخری صحابی ہیں جن کی کوفہ میں وفات ہوئی۔ ۸۶ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ تو منشا سوال کا غزوات میں حاضری ہے۔ حضور اسلام نہیں۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عُمَارَةَ أَتَوَلَّيْتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ

فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَمْ يُوَلِّ وَلٰكِنْ عَجِلَ سَرَعَانُ الْقَوْمِ فَرَشَقَتْهُمْ هَوَازِنُ وَأَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِرَأْسِ بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ يَقُوْلُ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو اسحاقؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت براءؓ سے سنا جب کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ جس نے آکر پوچھا کہ اے ابو عمارہ کیا تم نے حنین کی لڑائی میں پیٹھ کر کے شکست قبول کر لی تھی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری۔ لیکن قوم کے جلد باز لوگوں نے بھاگنے میں جلدی کی تو ہوازن کے تیر اندازوں نے انہیں اپنے تیروں سے چھلنی کر دیا۔ اور ابو سفیان بن الحارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر کے سر کو پکڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ میں ہی نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں ہی عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لم یول الخ کسی قوم کی فتح و شکست کا مدار سپہ سالار پر ہوتا ہے۔ تو صحابی کا انہ یول کہنا صحیح ہوا۔ کہ اگر ہم بھاگ گئے تو اس کا کیا اعتبار ہے ہمارے سالار تو نہیں بھاگے۔ قرآن مجید میں جو ثم ولیتم مدبرین فرمایا گیا۔ اس کی وجہ لکن عجل سرعان القوم کہ جلد بازوں نے لوٹنا شروع کیا۔ غفلت میں مارے گئے۔ رشق کے معنی چھید ڈالنا۔ انا ابن عبد المطلب میں تین اشارے ہیں۔ یمن کے ایک کاہن نے عبد المطلب کے متعلق کہا تھا۔ کہ ان کے ایک ہاتھ میں دولت ہے اور دوسرے میں نبوت ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ اس کا مصداق میں ہوں۔ دوسرا اشارہ یہ ہے۔ کہ عبد المطلب نے خواب دیکھا کہ ان کے خاندان میں ایک بادشاہ ہوگا۔ آپؐ اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ قریش میں جتنا وقار عبد المطلب کا تھا اور کسی سردار کا نہیں تھا۔ اور وہ شجاع مشہور تھے۔ تو آپؐ فرما رہے ہیں کہ میں بھاگنے والا نہیں ہوں۔ میں تو شجاع کا بیٹا ہوں۔ الولد سر لابیہ بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے۔ تو آپؐ ثابت قدم رہے۔ آپؐ کے ساتھ تین آدمی بنو ہاشم کے علیؓ عباسؓ سامنے تھے۔ اور ابو سفیانؓ باگ تھامے ہوئے تھے۔ اور ابن مسعودؓ بائیں جانب تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۷۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ قِيْلَ لِلْبَرَاءِ

وَاَنَا اَسْمَعُ اَوَلَّيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا كَانُوْا رُمَاةً فَقَالَ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔

ترجمہ۔ ابو اسحاقؒ سے مروی ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ سے پوچھا گیا۔ جب کہ میں سن رہا تھا۔ کہ کیا حنین کی لڑائی میں تم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے۔ ہوازن کے لوگ غضب کے تیر انداز تھے۔ کہ ان کا تیر خطا نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے ان کو چھید ڈالا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ میں ہی نبی ہوں جس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

حدیث نمبر ۳۸۷۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قَيْسٍ اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ لٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ كَانَتْ هَوَازِنُ رُمَاةً وَاِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ انْكَشَفُوْا فَاَكْبَبْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ فَاسْتُقْبِلْنَا بِالسِّهَامِ وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَاِنَّ اَبَا سُفْيَانَ اٰخِذٌ بِزِمَامِهَا وَهُوَ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ قَالَ اِسْرَائِيْلُ وَزُهَيْرٌ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَغْلَتِهٖ۔

ترجمہ۔ ابو اسحاق سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے حضرت براءؓ سے سنا۔ جب کہ قیس کے ایک آدمی نے ان سے سوال کیا۔ کہ کیا حنین کی لڑائی میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ شکست تو سالار کے بھاگنے سے ہوتی ہے۔ ہمارے سپہ سالار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں بھاگے۔ بات یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ بڑے تیر انداز تھے۔ جب ہم نے ان پہ حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر بھاگے۔ ہم مسلمان فاتح لوگ غنیمتوں کے جمع کرنے پہ ٹوٹ پڑے تو ہمارا استقبال تیروں سے کیا گیا۔ اور میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سفید خچر پہ سوار دیکھا۔

جب کہ ابوسفیانؓ ان کے خچر کی باگ پکڑے ہوئے تھے۔ آپؐ فرما رہے تھے۔ میں واقعی نبی ہوں یہ کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ اسرائیل اور زہیر کی روایت ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے نیچے اتر آئے۔

حدیث نمبر ۳۸۸۰ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ زَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَةَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَّرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِكُمْ وَكَانَ أَنْظَرَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعَ عَشْرَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُونَا تَائِبِينَ وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَّكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوا حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا هٰذَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ۔

ترجمہ۔ عروۃ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ مروان اور مسور بن مخرمہؓ دونوں انہیں خبر دیتے ہیں۔

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اموال اور عورتوں اور بچوں کی واپسی کا مطالبہ کرتے تھے۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور فرمایا۔ کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جو تم صحابہ کو دیکھ رہے ہیں۔ اور میرے نزدیک پسندیدہ بات وہی ہے جو سچی ہو۔ پس آپ لوگ دونوں میں سے ایک چیز واپس لے سکتے ہیں یا قیدی بال بچے یا اموال، میں نے تو تمہارا بہت انتظار کیا۔ اور واقعی جب آپ طائف سے واپس لوٹے تو دس سے زیادہ راتیں ان کا انتظار کیا کہ قیدیوں کو تقسیم نہیں کیا۔ پس جب ان پہ واضح ہو گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو میں سے صرف ایک چیز واپس لوٹانے والے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی عورتوں اور بچوں کو واپس لینا پسند کرتے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ کی اس طرح حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا اما بعد! بے شک تمہارے بھائی ہوازن والے تائب ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہم ان کے قیدی عورتیں اور بچے واپس کر دیں۔ پس تم میں سے جو شخص خوشی سے واپس کرنا چاہے۔ تو اس کی مرضی وہ اسی طرح کر لے۔ اور جو شخص یہ چاہے کہ اسے اپنے حصہ کے مطابق ہم اس کا معاوضہ پہلے آنے والے اس مال سے دیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ ہم پہ غنیمت بھیجے گا۔ تو وہ اس طرح کرے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم خوش دلی سے ایسا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح ہمیں علم نہیں ہو سکے گا۔ کہ کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی۔ پس واپس لوٹ کر اپنا معاملہ اپنے نمائندوں کے سپرد کرو تو لوگ واپس لوٹے تو ان کے نمائندوں نے ان سے بات چیت کی۔ پھر واپس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لوٹ کر خبر دی۔ کہ انہوں نے خوشدلی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبایا واپس کرنے کی اجازت دے دی۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ سبایا ہوازن کے بارے میں یہ قصہ مجھ تک پہنچا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عرب کا دستور تھا کہ جب وہ سخت لڑائی لڑتے تھے۔

تو اہل وعیال اور مال مویشی کو ہمراہ لاتے تھے۔ تاکہ لڑنے والے کو معلوم رہے کہ اگر اس نے شکست کھائی۔ تو یہ سب کا سب مال مویشی اہل وعیال دشمنوں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ یہی مالک بن عوف نصری نے ان سے کہا تھا تاکہ یہ لوگ بے جگری سے لڑیں۔ آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا تھا۔ کہ انشاء اللہ یہ سب مال ومتاع ہمارے پاس غنیمت میں آئے گا۔ ارید بن صمہ نے مالک بن عوف نصری سے کہا کہ تم سخت جان ہو کر لڑو۔ تمہارا مال و متاع میرے پاس محفوظ رہے۔ لیکن یہ لوگ کہنے لگے۔ کہ تو بوڑھا آدمی ہے تیری عقل بھی بوڑھیا ہے۔ غرضیکہ اس کا کہنا نہ مانا سب مال واسباب لے کر آئے۔ اگرچہ لڑائی بڑی سخت ہوئی۔ مگر امداد الٰہی مسلمانوں کے لئے آسمان سے بادل بن کر اتری اور چیونٹی کی طرح پھیل گئی۔ قبیلہ ہوازن بُری طرح شکست کھا گیا۔ اور ان کا زور شور جاتا رہا۔ مال واسباب سب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے تھے۔ بارہ ہزار بکریاں اور اونٹ تھے سونا چاندی بے شمار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال غنیمت اس وقت تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ ان قبائل میں سے جو لوگ بھاگ کر قلعہ طائف میں محصور ہو گئے تھے۔ آپؐ ان کی طرف روانہ ہوئے۔ کئی دن محاصرہ کے بعد وہاں سے واپس آکر جعرانہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ ہوازن کے لوگ تائب ہو کر مسلمان ہو جائیں۔ تو میں مجاہدین سے کہوں گا کہ ان کا مال انہیں واپس کر دیا جائے۔ لیکن جب انہوں نے آنے میں بہت تاخیر کی۔ تو آپؐ نے جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کیا۔ جب مال تقسیم ہو چکا۔ تو ہوازن کے چند آدمی مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور اموال وسبایا کی واپسی کی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا۔ تقسیم سے قبل سب اہل ومال تمہارا واپس کر دیا جاتا۔ اب تم دو میں سے ایک چیز لے سکتے ہو۔ یا تو سبایا لے لو یا مال مویشی۔ انہوں نے مال مویشی چھوڑ دیا۔ اور قیدی عورتوں اور بچوں کو واپس لینے پہ رضامند ہو گئے۔ چونکہ یہ مال مجاہدین کا تھا۔ اس لئے آپؐ نے ان سے اجازت لینے کے لئے نمائندوں کے ذریعہ اجازت حاصل کی۔

حدیث نمبر ۱۳۸۸ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ لَمَّا

قَفَلْنَا مِنْ حُنَيْنٍ سَأَلَ عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِعْتِكَافٍ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَفَائِهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب حنین سے واپس لوٹے تو حضرت عمرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس منت کے متعلق پوچھا جو اعتکاف کے زمانہ جاہلیت میں مانی تھی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منت پوری کرنے کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | حضرت عمرؓ نے زمانہ جاہلیت میں ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تھی۔ اور بعض روایات میں اعتکاف لیل اور بعض میں اعتکاف یوم ولیلہ واقع ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ادائیگی کا حکم دیا۔ اس پر بظاہر شبہ ہوتا ہے۔ کہ وجوب نذر کے لئے نیت ضروری ہے۔ جاہلیت میں تو نیت کے اہل نہیں تھے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ روایت میں وجوب کے الفاظ نہیں ہیں۔ آپؐ نے بطور استحباب کے ان کو حکم دیا کیونکہ یہ مستحسن فعل تھا۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف ایک دقیقہ کے عکوف کو بھی کہتے ہیں۔ اور صوم کو بھی فرض کہتے ہیں۔ اور ان کے ہاں یوم ولیلہ سے کم کا اعتکاف نہیں ہوتا۔ اگرچہ امام محمدؒ ایک دقیقہ کے اعتکاف کو بھی اعتکاف کہتے ہیں۔ اور صوم کو بھی ضروری نہیں کہتے۔ یہ روایت ان کا مستدل ہے۔ لیکن آگے ایک مفصل روایت آرہی ہے۔ جس میں صوم یوم اعتکاف لیلہ کا ذکر ہے۔ وہ روایت امام صاحبؒ کا مستدل ہے۔ جس کی تفصیل مسلم شریف میں موجود ہے۔ حضرت عمرؓ مکہ معظمہ میں معتکف تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جاریہ دی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو شوروغل سنا تو ابن عمرؓ کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا کہ دیکھو یہ کیسا شور ہے۔ انہوں نے واپس آکر بتلایا کہ جن سبایا ہوازن کو آپؐ نے آزاد کر دیا ان کا شوروغل ہے۔ تو انہوں نے بھی اپنی باندی کو آزاد کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | شاید حضرت عمرؓ نے اس اعتکاف کو اس مدت تک اس لئے

مؤخر کر دیا ہو۔ کہ فتح مکہ سے پہلے امن نہیں تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت گنگوہیؒ کی یہ توجیہ ظاہرًا درست ہے۔ کیونکہ فتح مکہ سے پہلے مکہ میں قیام کرنا خصوصًا عمرؓ جیسے شخص کے لئے مشکل تھا۔ اور میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا تو حضرت عمرؓ کو اپنی نذر یاد آگئی۔ اس لئے آپؐ سے سوال کیا۔ جس کو پورا کرنے کا حکم دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۸۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَیْنٍ فَلَمَّا الْتَقَیْنَا کَانَتْ لِلْمُسْلِمِیْنَ جَوْلَۃٌ فَرَاَیْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَضَرَبْتُہٗ مِنْ وَّرَآئِہٖ عَلٰی حَبْلِ عَاتِقِہٖ بِالسَّیْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وَاَقْبَلَ عَلَیَّ فَضَمَّنِیْ ضَمَّۃً وَّجَدْتُ مِنْھَا رِیْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَکَہُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِیْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا لَّہٗ عَلَیْہِ بَیِّنَۃٌ فَلَہٗ سَلَبُہٗ فَقُلْتُ مَنْ یَّشْھَدُ لِیْ ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَہٗ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ یَّشْھَدُ لِیْ ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَہٗ فَقُمْتُ فَقَالَ مَا لَکَ یَا اَبَا قَتَادَۃَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلَبُہٗ عِنْدِیْ فَاَرْضِہٖ مِنِّیْ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ لَاھَا اللّٰہِ اِذًا لَّا یَعْمِدُ اِلٰی اَسَدٍ مِّنْ اُسُدِ اللّٰہِ یُقَاتِلُ عَنِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُعْطِیْکَ سَلَبَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَاَعْطِہٖ فَاَعْطَانِیْہِ فَابْتَعْتُ بِہٖ مَخْرَفًا فِیْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَاِنَّہٗ لَاَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُہٗ فِی الْاِسْلَامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کے سال روانہ ہوئے۔ پس جب ہماری جنگ کفار سے شروع ہوئی۔ تو مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ پس میں نے ایک مشرک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر چڑھا ہوا ہے۔

تو میں نے اس کے کندھے کے پٹھے پر پیچھے سے تلوار کا وار کیا۔ جس سے میں نے اس کی زرہ کو کاٹ دیا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ اور مجھے اس طرح جھپیٹا کہ جس سے مجھے موت سامنے نظر آنے لگی۔ خدا کا کرنا یہ کہ موت نے اس کو آپکڑا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پس میں عمرؓ سے آ کر ملا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ اللہ عز وجل کے حکم کے مطابق ہوا ہے۔ بہر حال مسلمان جب جنگ سے واپس لوٹے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر اعلان فرمایا۔ جس نے کسی کو قتل کیا ہے۔ اور اس پر اس کے گواہ ہوں تو اس کا چھوڑا ہوا مال اسی کا ہوگا۔ میں نے کہا میرے لئے کون گواہی دیتا ہے۔ مگر کوئی نہ بولا۔ تو میں بیٹھ گیا۔ پھر آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا۔ پھر میں نے اٹھ کر کہا۔ میرے لئے کون گواہی دیتا ہے۔ کوئی نہ بولا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بات کو دہرایا۔ میں پھر کھڑا ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ ابوقتادہ یہ کیا ماجرا ہے۔ تو میں نے سب واقعہ کی آپؐ کو اطلاع دی۔ تو اسود نامی ایک شخص نے کہا اس نے سچ کہا ہے۔ اس کا مال میرے پاس ہے۔ آپؐ ہی اس کو میری طرف سے راضی کر دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا واللہ ایسا نہیں ہوگا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی طرف قصد نہیں فرمائیں گے۔ جو اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے قتال کرتا رہا ہے۔ پس آپؐ اس کا مسلوبہ مال تجھے دے دیں گے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدیق اکبرؓ نے سچ کہا ہے۔ پس تم وہ مال ان کو دے دو۔ چنانچہ اس نے وہ مال مجھے دے دیا۔ جس سے میں نے بنو سلمہ میں ایک باغ خریدا۔ پس یہ پہلا مال تھا جس سے میں اسلام کے اندر مالدار ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۸۳ قَالَ اللَّيْثُ الخ اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ حُنَيْنٍ نَظَرْتُ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَخْتِلُهٗ مِنْ وَّرَآئِهٖ لِيَقْتُلَهٗ فَاَسْرَعْتُ اِلَى الَّذِيْ يَخْتِلُهٗ فَرَفَعَ يَدَهٗ لِيَضْرِبَنِيْ وَاَضْرِبُ يَدَهٗ فَقَطَعْتُهَا ثُمَّ اَخَذَنِيْ فَضَمَّنِيْ ضَمًّا شَدِيْدًا حَتّٰى تَخَوَّفْتُ ثُمَّ تَرَكَ فَتَحَلَّلَ وَدَفَعْتُهٗ ثُمَّ قَتَلْتُهٗ وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُوْنَ

وَانْهَزَمْتُ مَعَهُمْ فَإِذَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ لَهُ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَالَ أَمْرُ اللّٰهِ ثُمَّ تَرَاجَعَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَقَامَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ لِأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ ثُمَّ بَدَا لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ سِلَاحُ هٰذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍؓ كَلَّا لَا يُعْطِهِ أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعُ أَسَدًا مِنْ أُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدَّاهُ إِلَيَّ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا فَكَانَ أَوَّلَ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب حنین کی لڑائی شروع ہوئی تو میں نے ایک مسلمان آدمی کو دیکھا جو ایک مشرک آدمی سے لڑ رہا تھا۔ اور ایک دوسرا مشرک اس کو پیچھے سے دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہتا تھا۔ تو اس نے مجھے تلوار مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ تو میں نے اس سے پہلے اس کے ہاتھ پہ تلوار کا وار کر کے اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا۔ اس نے مجھے پکڑ کر سخت جھیڑا یہاں تک کہ مجھے موت کا خطرہ لاحق ہوگیا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا پھر اس نے مجھے قتل کرنے کے لئے بھرپور حملہ کیا جس کو میں نے روک لیا۔ بالآخر میں نے اسے قتل کر دیا۔ مسلمانوں کو شکست ہوگئی۔ میں بھی ان کے ساتھ شکست خوردہ ہوگیا۔ اچانک ان لوگوں میں مجھے حضرت عمر بن الخطابؓ نظر آئے۔ جنہوں نے شکست قبول نہیں کی تھی۔ تو میں نے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کا حکم ایسا ہی تھا۔ پھر بھاگتے ہوئے لوگ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹے۔ مل کر حملہ کیا تو شکست فتح سے بدل گئی۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا۔ جس شخص نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس پہ وہ گواہ قائم کر دے تو اس کے ہتھیار وغیرہ اس

قاتل کے ہوں گے۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے مقتول پر گواہ تلاش کئے تو کوئی شخص میرے لئے گواہی دینے کو تیار نہ ہوا۔ پس میں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے سوجھی کہ اس کا ذکر میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دوں۔ تو آپؐ کے ہم نشینوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ وہ مقتول جس کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اس کے ہتھیار میرے پاس ہیں۔ پس آپؐ اس کو میری طرف سے راضی کر دیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے ہتھیار قریش کے ایک چھوٹی سی چڑیا کو آپؐ دے دیں۔ اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ دیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے قتال کرتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور وہ اسلحہ وغیرہ مجھے ادا فرمایا۔ جس سے میں نے ایک باغ خرید کیا۔ پس یہ پہلا مال تھا۔ جسے اسلام کے اندر میں نے اپنا سرمایہ بنایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جولۃ بمعنی تقدم و تاخر، شکست۔ حبل عاتق گردن اور کندھوں کے درمیان کا حصہ۔ من قتل قتیلا یہ قتیل باعتبار مایؤول کے ہے۔ جیسے انی اعصر خمرا میں ہے۔ سلب جو چیز مقتول کے بدن پر ہو۔ خواہ وہ کپڑے ہوں۔ ہتھیار ہو۔ یا کوئی اور چیز ہو۔ لاھا اللہ بمعنی لا واللہ۔ واؤ قسمیہ کی بجائے ھاء زیادہ تاکید قسم کے لئے لایا جاتا ہے۔ مخرف میوہ چننے کی جگہ۔ مراد بستان ہے۔ خرف میوہ کو کہتے ہیں۔ تاثل بمعنی اصل مال قرار دینا۔ اصیبغ چھوٹی سی چڑیا۔ جو کسی کام کی نہیں ہوتی۔ تشبیہ ردی اور خسیس ہونے میں ہے۔

بَابُ غَزَاةِ اَوْطَاسٍ

ترجمہ۔ باب غزوۂ اوطاس کا بیان

حدیث نمبر ۳۸۸۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ لَمَّا فَرَغَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَیْنٍ بَعَثَ اَبَا عَامِرٍ عَلٰی جَیْشٍ اِلٰی اَوْطَاسٍ فَلَقِیَ دُرَیْدَ ابْنَ الصِّمَّۃِ فَقُتِلَ دُرَیْدٌ وَھَزَمَ اللّٰہُ

اصحابه قال ابو موسى وبعثني مع ابي عامر فرمي ابو عامر في ركبته فانتهيت اليه فقلت يا عم من رماك فاشار الى ابي موسى فقال ذاك قاتلي الذي رماني فقصدت له فلحقته فلما راني ولى فاتبعته وجعلت اقول له الا تستحيي الا تثبت فكف فاختلفنا ضربتين بالسيف فقتلته ثم قلت لابي عامر قتل الله صاحبك قال فانزع هذا السهم فنزعته فنزا منه الماء قال يا ابن اخي اقرئ النبي صلى الله عليه وسلم السلام وقل له استغفر لي واستخلفني ابو عامر على الناس فمكث يسيرا ثم مات فرجعت فدخلت على النبي صلى الله عليه وسلم في بيته على سرير مرمل وعليه فراش قد اثر رمال السرير بظهره وجنبيه فاخبرته بخبرنا وخبر ابي عامر وقال قل له استغفر لي فدعا بماء فتوضأ ثم رفع يديه فقال اللهم اغفر لعبيد ابي عامر ورايت بياض ابطيه ثم قال اللهم اجعله يوم القيامة فوق كثير من خلقك من الناس فقلت ولي فاستغفر فقال اللهم اغفر لعبد الله بن قيس ذنبه وادخله يوم القيامة مدخلا كريما قال ابو بردة احدهما لابي عامر والاخرى لابي موسى۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں۔ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو عامرؓ کو ایک لشکر پر حاکم مقرر کر کے اوطاس کی طرف روانہ فرمایا۔ جس کی درید بن الحثمہ سے مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ درید نے ان کو قتل کر دیا۔ اور اس کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے شکست سے دوچار کیا ہوا تھا۔ یوں کہ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی ابو عامرؓ کے ہمراہ روانہ کیا تھا۔ حضرت ابو عامرؓ کے گھٹنے میں تیر لگا جو جشمی نے انہیں مارا تھا۔ وہ تیر ان کے گھٹنے میں جم گیا۔ میں جب ان کے پاس پہنچا۔ تو میں نے پوچھا اے چچا! تجھے کس نے تیر مارا ہے تو انہوں نے ابو موسیٰ کو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ یہ میرا قاتل ہے۔ جس نے مجھے تیر مارا ہے۔ میں نے

اس کا پیچھا کر کے اسے جالیا۔ پس جب اس نے مجھے دیکھا تو پیٹھ دے کر بھاگا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ اور اس سے کہتا جاتا تھا۔ کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ جم کر مقابلہ نہیں کرتا۔ پس وہ رک گیا۔ اب ہم ایک دوسرے کو تلوار سے زخمی کرنے لگے۔ بالآخر میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر میں نے اپنے چچا ابو عامرؓ سے آکر کہا۔ کہ اللہ تعالٰی نے تیرے صاحب تیر مارنے والے کو قتل کر دیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس تیر کو زور لگا کر نکالو۔ میں نے اسے زور سے کھینچا تو اس سے پانی ٹپک پڑا۔ کہنے لگے بھتیجے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا سلام پڑھنا اور ان سے کہنا کہ وہ میرے لئے مغفرت طلب فرمائیں۔ اور ابو عامرؓ نے اپنی جگہ مجھے لوگوں پر امیر مقرر کیا۔ پس تھوڑی دیر ٹھہر کر انہوں نے دم توڑ دیا۔ واپس آکر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر حاضر ہوا۔ آپؐ ایک کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چارپائی پر آرام فرما تھے۔ جس پر آپؐ کا بستر تھا۔ اور چارپائی کے کھجور کے بان نے آپؐ کی پیٹھ اور دونوں پہلوؤں پر نشان چھوڑے تھے۔ پس میں نے آپؐ کو اپنی اور ابو عامرؓ کی خبر سے آگاہ کیا۔ اور یہ کہ وہ فرماتے تھے کہ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپؐ نے پانی منگا کر وضو بنائی۔ پھر دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پس فرمایا اے اللہ! عبید ابو عامرؓ کی مغفرت فرما۔ جب کہ میں آپؐ کے دونوں بغلوں کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آپؐ نے مزید فرمایا۔ اے اللہ! ابو عامرؓ کو قیامت کے دن بہت سی مخلوقات اور لوگوں پر فوقیت اور برتری عطا فرمانا۔ میں نے عرض کی حضرت! میرے لئے بھی مغفرت کی دعا فرمائیں۔ تو آپؐ نے ابو موسٰیؓ کے لئے دعا فرمائی۔ اے اللہ! عبد اللہ بن قیسؓ کے گناہ معاف کر دے۔ اور قیامت کے دن اسے شرافت والے مکان میں داخل فرما۔ ابو بردہؓ فرماتے ہیں۔ ان دو دعاؤں میں سے ایک ابو عامرؓ کے لئے تھی اور دوسری حضرت ابو موسٰیؓ کے لئے تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اوطاس بھی حنین کی بستیوں میں سے ایک بستی کا نام ہے۔ ہوازن کی ایک جماعت شکست کھا کر یہاں پر جمع ہو رہی تھی۔ آپؐ نے اوطاس کی طرف جیش بھیج دیا۔ کہ شاید یہ لوگ درید بن حشمہ کے ساتھ مل کر پھر حملہ نہ کر دیں۔ تو ان کو جمع نہ ہونے دیا جائے۔

فنتزا منہ الماء نزا کے معنی نکلنا اور بہنے کے ہیں۔ اور ماء سے مراد خون ہے۔ ممکن ہے۔ کہ وہ خاص پانی جو بعض اعضا میں رہتا ہے وہ نکلا ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ص ۶۱۸ س ۱۹ امر اللہ یعنی بالآخر اللہ کا حکم غالب آیا۔
اصیبغ ص ۶۱۹ س ۲ ظاہر یہ ہے کہ اصیبغ سے مراد لومڑی ہے۔ یا ایک قسم کی چھوٹی سی چڑیا ہے۔ اگر یہ اسم اور علم نہ ہو تو مجازاً وصفی معنی کے اعتبار سے حقارت اور ضعف میں تشبیہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ لغت میں کہیں اصیبغ کے معنی لومڑی کے نہیں ملتے۔ البتہ اصبغ پرندے کے ساتھ حقارت اور ضعف میں تشبیہ ہے۔ جس کو شراح نے نقل فرمایا ہو اور بعض میں غین کی بجائے عین ہے۔ تو ضبع کی تصغیر ہوگئی۔ جس کے ساتھ ضعف انتراس میں تشبیہ دی گئی۔ کہ یہ بچوں کی طرح گھٹیا درندہ ہے۔ اور اصیبغ کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔ یہی میرے نزدیک بہتر توجیہ ہے۔ جس کے معنی رنگیلا کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فاشار ابی موسیٰ ص ۶۱۹ س ۱۱ ابو موسیٰ کی طرف اشارہ اس لئے نہیں کیا کہ وہ ان کا قاتل ہے۔ بلکہ اشارہ کیا کہ اس کو قتل کرو۔ کیونکہ قاتل تو وہ دوسرا آدمی تھا۔ تو ابو موسیٰ کو اشارہ کیا کہ اس کو پکڑو اور اس سے میرا بدلہ لو۔
فنزا منہ الماء خون کی بجائے پانی کا نکلنا۔ گھائل ہونے اور مرجانے کی نشانی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اشار الی ابو موسیٰ یعنی ابو موسیٰ کو اشارہ کیا کہ اس حبشی قاتل سے بدلہ لو۔ چنانچہ مسلم میں بھی ایسا ہی ہے۔ نزا منہ الماء مجمع میں ہے۔ کہ نزف ای جری دمہ الم ینقطع علم الاشخان۔ یہی وجہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اسے داغ دیا جاتا ہے۔ تاکہ خون بند ہو جائے۔ ورنہ جان کے تلف ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ حنین میں شکست کھا جانے کے بعد ہوازن کے لوگ تتر بتر ہو گئے۔ کچھ طائف چلے گئے۔ کچھ نخلہ کی طرف اور کچھ اوطاس کی طرف گئے۔ تو اوطاس والوں کی طرف آپؐ نے حضرت ابو عامرؓ اور ابو موسیٰؓ اشعری کو بھیجا تو یکے بعد دیگرے امیر جیش تھے۔ درید کو قتل کرنے والا ربیعہ بن رفیع ہے۔
علیہ فراش صحیح یہ ہے کہ ما علیہ فراش اس پر کوئی بستر نہیں تھا۔ تو ما نافیہ رہ گیا ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ الطَّائِفِ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ

قَالَهٗ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ۔

غزوہ طائف ۸ھ شوال کے مہینہ میں واقع ہوا۔ طائف مکہ کے قریب تین مراحل پہ مشرق کی طرف ایک شہر ہے۔ جہاں انگور بہت ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک صحت افزا مقام ہے۔ وجہ تسمیہ کے بارے میں ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اللّٰھم ارزقھم من الثمرات حجاز کی مقدس زمین اس کی متحمل نہیں تھی۔ بنا بریں جبرائیلؑ نے شام سے ایک قطعہ زمین کا اٹھا کر اسے خانہ کعبہ کا طواف کرایا۔ اور اسے اونچائی پہ رکھ دیا۔ اس کے اندر وہ میوہ جات پائے جاتے ہیں۔ جو گرم ملکوں میں نہیں ہوا کرتے۔ بعض نے کہا طوفان نوحؑ کے زمانہ میں زمین پانی کے اوپر ہو گئی ہے۔ اے طافت علی الماء قبیلہ بنو ثقیف کے لوگ یہاں پر آ کر قلعہ بند ہو گئے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۸۵ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الخ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رض دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ مُخَنَّثٌ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُمَيَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ الْمُخَنَّثُ هِيْتٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ تو میرے پاس ایک ہیجڑا بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے سنا۔ کہ وہ عبد اللہ بن ابی امیہؓ سے کہہ رہا تھا۔ کہ اے عبد اللہ! دیکھو! اگر اللہ تعالےٰ نے طائف تم پہ فتح کر دیا۔ تو تم غلمان کی بیٹی کو پکڑ لینا۔ اس لئے کہ وہ چار شکنوں کے ساتھ آتی ہے۔ اور آٹھ شکنوں سے جاتی ہے۔ یعنی وہ خوب موٹی ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ لوگ تمہارے پاس نہ آیا کریں۔ ابن جریج فرماتے ہیں۔ کہ مخنث ھیت یعنی ہیجڑے کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مخنّث خنث سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ٹوٹنے کے ہیں۔ عورتوں کی طبیعت میں انکساری کلام اور چال ڈھال میں نزاکت اور ٹوٹا پن پایا جاتا ہے۔ جو شخص طبعی طور پر عورتوں کی سی انکساری کرے وہ تو مجبور ہے۔ لیکن جو جان بوجھ کر تشبہ بالنساء کرے۔ اس پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ بہرحال ہر ایک مرد و عورت کو اپنے امتیاز کے ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ چونکہ اس مخنّث میں طبعی انکساری تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا۔ کہ یہ اولی الاربہ یعنی صاحبِ شہوت میں سے نہیں ہے۔ ان میں سرے سے شہوت کا مادہ نہیں۔ ان سے پردہ نہ ہونا چاہیئے۔ غلمان بن سلمہ کی لڑکی خوب موٹی تازی تھی۔ اور موٹی عورتیں عرب کے یہاں پسندیدہ ہیں۔

عکن موٹاپے کی وجہ سے جب توند بڑھ جاتی ہے۔ تو چار خط شکن کے درمیان میں پڑ جاتے ہیں۔ جو کہ پچھلی طرف سے آٹھ شکن معلوم ہوتے ہیں۔ اس مخنّث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ازاں مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ جب حضرت عمر بن الخطابؓ کی خلافت کا دور آیا تو آپ سے کہا گیا۔ کہ اب وہ کمزور اور بوڑھا ہو گیا ہے تو آپ نے اسے مدینہ میں آنے کی اجازت دے دی۔

حدیث نمبر ۳۸۸۶ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا وَزَادَ وَهُوَ مُحَاصِرُ الطَّائِفِ يَوْمَئِذٍ۔

ترجمہ۔ محمود کی سند میں ہشام کے یہ الفاظ زائد ہیں۔ کہ آپؐ نے اس دن طائف کا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۸۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ لَمَّا حَاصَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا قَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ اِنْ شَاءَ اللهُ فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوْا نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً نَقْفُلُ فَقَالَ اغْدُوْا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا فَاَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا اِنْ شَاءَ اللهُ فَاَعْجَبَهُمْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ

مَرَّةً فَتَبَسَّمَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلَّهُ بِالْخَبَرِ ـ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا۔ تو ان سے کوئی چیز حاصل نہ ہوئی (نہ صلح نہ فتح) تو آپؐ نے فرمایا انشاء اللہ کل ہم لوگ واپس لوٹنے والے ہیں۔ صحابہ کرام پر یہ بات گراں گزری۔ کہ ہم اس حال میں جائیں گے۔ کہ ہم نے طائف کو فتح نہ کیا۔ اور کبھی کہا کہ ہم ایسے لوٹائے جائیں گے جس پر آپؐ نے فرمایا کہ صبح سویرے لڑائی شروع کر دو۔ صبح کو لڑائی شروع ہوئی تو انہیں بہت زخم پہنچے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل ہم واپس لوٹ جانے والے ہیں۔ تو یہ بات ان کو پسند آئی۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ اور کبھی سفیان کہتے ہیں کہ آپؐ مسکرا دیئے۔ حمیدی فرماتے ہیں کہ سفیان نے یہ ساری خبر ہمیں بیان کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جو لوگ حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہوئے۔ وہاں پر لڑائی شروع ہو جانے کی وجہ سے یہ شکست خوردہ حنین اور اوطاس سب طائف میں جمع ہو گئے۔ اور آس پاس کی بستیوں سے کھانے پینے کا سامان جمع کر لیا۔ قلعہ کی دیوار مضبوط تھی اور اس کے اندر پانی بھی کافی تھا۔ ان کا پختہ خیال تھا کہ مسلمان محاصرہ کریں گے۔ چنانچہ وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ کم از کم مدت حصار پندرہ اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوجی جب قلعہ کے پاس پہنچے تو ان کفار نے اوپر سے تیر اور پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں نے جواباً تیر اور پتھر پھینکے۔ لیکن وہ خطا جاتے تھے۔ کیونکہ اوپر والے کا نشانہ خطا نہیں جاتا نیچے والے کا خطا جاتا ہے۔ کفار نے ایک برس کا ساز و سامان مہیا کر رکھا تھا۔ مسلمانوں میں اتنی ہمت نہ تھی۔ بنا بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ مشورہ میں نوفل بن معمر دیلمی نے کہا۔ کہ ان کی مثال لومڑی جیسی ہے۔ کہ اگر کوئی لومڑی کے سوراخ پر جما رہے تو بالآخر وہ اسے پکڑ لے گا۔ اگر چھوڑ کر چلا جائے تو پھر اسے نہیں پکڑ سکتا۔ تو لومڑی سے کیا ڈر ہے۔ یہ تھوڑی سی جماعت ہے۔ ان سے ضرر کا کوئی اندیشہ نہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ انا قافلون الخ مگر لوگوں کی رائے اس کے خلاف تھی۔ بہر حال آپؐ نے انہی کی رائے کو ترجیح دی۔ کیونکہ آپؐ کے ہاں ڈکٹیٹریت پسندیدہ نہیں تھی۔ جب فوج زخمی ہوئی۔ تو پھر

واپس لوٹنا پڑا کیونکہ اوپر سے آنے والے تیروں کی مدافعت نہیں ہو سکتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۸۸۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ اَبُو عُثْمَانَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَبَا بَكْرَةَ وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِي اُنَاسٍ فَجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ وَقَالَ هِشَامٌ سَمِعْتُ سَعْدًا وَاَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ قُلْتُ لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا قَالَ اَجَلْ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَاَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنَزَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الطَّائِفِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت سعدؓ سے جو اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر پھینکنے والے ہیں۔ اور ابو بکرۃ سے جو چند لوگوں کے ساتھ طائف کے قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے تھے۔ پس وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو یہ دونوں فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ آپؐ فرماتے تھے کہ جس نے جان بوجھ کر اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کی تو جنت اس پر حرام ہے۔ ہشام اپنی سند سے ابو عثمان سے بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت سعدؓ اور ابو بکرۃؓ سے سنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ کے پاس ایسے دو آدمی گواہی دے رہے ہیں۔ جو تجھے کافی ہیں۔ انہوں نے کہا بالکل ہاں کیونکہ ایک ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اور دوسرا وہ ہے جو طائف کے قلعہ سے تیئس ۲۳ آدمیوں میں سے تیسرے آدمی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتر کر آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ابو بکرہ کا اصلی نام نفع بن مہران ہے۔ اور بکرۃ سیڑھی کو کہتے ہیں۔ حضرت ابو بکرۃ ثقیف کے غلاموں میں سے ہیں۔ جنہوں نے مشورہ کیا۔ کہ ہم کیوں نہ

اسلام لے آئیں۔ تورات کے وقت انہوں نے قلعہ کی دیوار پر سیڑھی لگائی۔ اور رسیوں کے ذریعہ اتر آئے۔ جس میں حضرت نفع بن مہران کا بہت دخل تھا۔ اس لئے ان کو ابو بکرۃ کہا گیا۔ تسوّر بمعنی اوپر کو چڑھ کر پھر نیچے اترے۔

فالجنۃ علیہ حرام یہ حکم اس وقت تو صحیح ہے جب کہ نسبت الی غیراب کو حلال سمجھے۔ اگر حلال نہ سمجھے بلکہ کسی علت کی بنا پر اس سے کام نکالے۔ تو جنت میں دخول اوّل نہیں ہوگا۔ سزا بھگت کر پھر داخل جنت ہوگا یا یہ حکم تغلیظاً ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۸۹ حدثنا محمد بن العلاء الخ عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو نازل بالجعرانۃ بین مکۃ والمدینۃ ومعہ بلال فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی فقال الا تنجزلی ما وعدتنی فقال لہ ابشر فقال قد اکثرت علی من ابشر فاقبل علی ابی موسیٰ وبلال کھیئۃ الغضبان فقال رد البشری فاقبلا انتما قالا قبلنا ثم دعا بقدح فیہ ماء فغسل یدیہ ووجھہ فیہ ومج فیہ ثم قال اشربا منہ وافرغا علی وجوھکما ونحورکما وابشرا فاخذا القدح ففعلا فنادت ام سلمۃ من وراء الستر ان افضلا لامکما فافضلا لھا منہ طائفۃ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ جب کہ آپؐ جعرانہ میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے نزول فرماتے تھے۔ اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آکر کہنے لگا۔ کہ میرے لئے جو آپؐ نے وعدہ کیا ہے اسے پورا نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ خوش ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگا کہ یہ ابشر تو آپؐ نے بہت دفعہ کہا ہے۔ تو آپؐ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کی طرف غضب ناک حالت میں متوجہ ہوئے۔ فرمایا اس دیہاتی نے تو بشارت کو رد کر دیا ہے۔ پس اب تم آؤ اور قبول کر دو۔ انہوں نے کہا ہم نے قبول کیا۔ پس آپؐ نے ایک پانی کا

پیالہ منگوایا۔ اس میں ہاتھ مبارک اور چہرہ انور دھویا اور اس میں کلی کا پانی ڈالا۔ پھر فرمایا۔ اس کو پیو۔ اپنے چہرے اور سینے پہ اس پانی کو پلٹو۔ اور خوشی حاصل کرو۔ چنانچہ انہوں نے پیالہ کو لیا اور جس طرح آپؐ نے فرمایا تھا۔ اسی طرح کیا۔ تو پردہ کے پیچھے سے حضرت امّ سلمہؓ نے پکار کر فرمایا۔ کہ اپنی ماں کے لئے بھی کچھ بچا لینا۔ تو انہوں نے اس میں سے کچھ حصّہ ان کے لئے بچا لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جعرّانہ ایک منزل کا نام ہے۔ جو مکّہ سے خارج حرم قریباً اٹھارہ میل دور ہے۔ بین مکہ ومدینہ کی بجائے صحیح بین مکہ والطائف ہے۔ کیونکہ یہ طائف سے واپسی کا واقعہ ہے۔ اس طرح باب سے مطابقت ہو جائے گی۔ دنیا کے اندر سب سے افضل پانی یہی ہے۔ جس کے اندر آپؐ نے ہاتھ دھوئے اور کلی کا پانی ڈالا۔ دوسرا پانی وہ ہے جو بعد میں چشمہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۰ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ لَيْتَنِي أَرَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ مَعَهُ فِيهِ أُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِالطِّيبِ فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى بِيَدِهِ أَنْ تَعَالَ فَجَاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذَلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِي يَسْأَلُنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَأُتِيَ بِهِ فَقَالَ أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ۔

ترجمہ۔ حضرت یعلیٰ فرمایا کرتے تھے۔ کہ کاش میں آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھتا جب کہ آپؐ پہ وحی نازل ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جعرانہ میں تھے۔ اور آپؐ پر ایک کپڑے کے ذریعہ سایہ کیا گیا تھا۔ اس مقام پر آپؐ کے ہمراہ کچھ صحابہ بھی تھے۔ کہ اچانک ایک دیہاتی آگیا۔ جس پر ایسا جبہ تھا۔ جو خوشبو سے لت پت تھا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپؐ کا کیا حکم ہے جس نے عمرہ کا احرام ایسے جبہ میں باندھا جو خوشبو سے لت پت ہونے کے بعد پہنا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے یعلیؓ کو اشارہ کیا کہ آؤ۔ اور نزول وحی کی حالت کو دیکھو۔ چنانچہ یعلیؓ آئے اور اپنا سر اس خیمہ کے اندر داخل کیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ آپؐ کا چہرہ سرخ ہے۔ سانس پھولا ہوا ہے اس طرح ایک گھڑی تک حال رہا۔ پھر یہ حالت کھل گئی۔ فرمایا وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا۔ پس اسے ڈھونڈھ کر لایا گیا۔ پس آپؐ نے فرمایا وہ خوشبو جو تم نے لگا رکھی ہے۔ اس کو تین مرتبہ دھو ڈالو۔ اور جبہ کو کھینچ لو۔ پھر عمرہ میں اسی طرح افعال ادا کرو۔ جیسے اپنے حج میں کرتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ متضمخ ای متخلط بالطیب خوشبو سے لت پت بڑا ہوا۔ فادخل راسہ ای فی القبہ یغط سانس کے آنے کی خرخراہٹ۔ اما الطیب الذی بک احرام کے بعد خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ البتہ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے۔ کپڑوں پر لگانا جائز نہیں۔ بدن پر اگر خوشبو کا اثر باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ جس خوشبو کا اثر بدن پر احرام کے بعد باقی رہے اسے جائز نہیں کہتے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ وہ آپؐ کے نعرق یعنی چوٹی پر خوشبو لگاتی تھیں جس کا اثر باقی رہتا تھا۔ لہذا اس کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے جو مؤخر ہے تو ناسخ ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وعلیہ ثوب قد اظل بہ ص۲۱۰ دھوپ سے بچنے کے لئے کپڑا کا سایہ کیا گیا تھا۔ اور معہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس کپڑے کے سائے میں کچھ اور صحابہ کرام بھی تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ بھی اہم ہے۔ لیکن میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ فیہ کی ضمیر محل کی طرف راجع ہے ثوب کی طرف نہیں ہے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے سے لپٹے ہوئے تھے۔ حضرت یعلیؓ نے اس میں اپنا سر داخل کیا تھا۔

کیونکہ دوسری حدیث میں ہے۔ فستر بثوب فرفع عمر طرف الثوب فنظرت الیہ اور مسند احمد میں ہے۔ علیہ ستر مستور من الشمس فادخلت رأسی معہم فی الستر۔

حدیث نمبر ۳۸۹۱ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَكَأَنَّهُمْ وَجَدُوا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِي وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِي كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ قَالَ مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيبُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا أَتَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رِحَالِكُمْ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا الْأَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں۔ جب حنین کی لڑائی میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی ورسول پر غنیمت کا انعام فرمایا۔ تو آپؐ نے ان لوگوں میں مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ جن کے دلوں کو مالوف کرنا تھا۔ اور انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ پس گویا کہ وہ ناراض ہو گئے۔ اس وجہ سے کہ جو مال لوگوں کو ملا انہیں نہ ملا۔ یا اس وجہ سے جو کچھ لوگوں کو ملا۔ ان کو کچھ بھی نہ ملا۔ تو آپؐ نے ان کو خطبہ دیا اور فرمایا۔ اے گروہ انصار کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا تھا کہ میری بدولت اللہ تعالےٰ نے تمہیں راہ دکھلائی۔ اور تم تتر بتر تھے۔ کہ میری وجہ سے اللہ تعالےٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔ پھر تم محتاج تھے میری وجہ سے اللہ تعالےٰ نے تمہیں غنی کر دیا۔ جب بھی آپؐ کوئی بات فرماتے تو وہ کہتے کہ واقعی اللہ اور اس کے رسول کا سب سے بڑا احسان ہے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کہ

اللہ کا رسول کوئی بات کہتا ہے تو تم اللہ ورسول امن کہہ دیتے جواب دینے سے تمہیں کس چیز نے روکا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے تو تم کہہ سکتے تھے۔ کہ آپؐ واقعی فلاں فلاں چیز کو لائے ہیں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ لوگ تو بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے نبی کو اپنے گھروں کو لے جاؤ۔ اگر ہجرت کا ثواب عظیم نہ ہوتا تو میں انصار کا آدمی ہوتا۔ اگر لوگ کسی نشیبی اور اونچی جگہ پر چلتے تو میں انصار کی وادی اور ان کی چٹان پر چلتا۔ انصار تو شعار ہیں جو کپڑا بدن سے ملصق ہوتا ہے۔ اور دوسرے لوگ دثار ہیں جو شعار کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ عنقریب تم میرے بعد ترجیحات دیکھو گے کہ جن میں تم کو نظر انداز کیا جائے گا۔ پس تم صبر کرنا۔ حتیٰ کہ میرے حوض کوثر پر آکر ملنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ولم یعط الانصار شیئاً الخ بظاہر حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس غزوہ حنین کے غنیمت کے مال میں سے انصار کو جو غانمین تھے کچھ نہ ملا۔ بلکہ مؤلفۃ القلوب کو دیا گیا۔ تو یہ کیسے صحیح ہوا۔ واقدی وغیرہ نے جواب دیا۔ کہ چونکہ آپؐ کو خمس میں اختیار ہے۔ اس لئے آپؐ نے انہیں محروم رکھا۔ ابن قیمؒ اور اکثر شراح کی یہی رائے ہے۔ اور بعض نے کہا۔ یہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔ جس طرح آپؐ چاہیں تصرف کریں۔ انصار نے کہا۔ تعطی قریشا وصنا دید نجد وسیوفنا تقطر من دمائھم یعنی آپؐ قریش اور نجد کے سرداروں کو دے رہے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواریں ابھی تک ان کے خون سے تر بتر ہیں۔ اور یہ خبر بھی آپؐ کو پہنچی کہ آپؐ مکہ چھوڑ کر مدینہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ جب کہ قریش نے آپؐ کو نکال دیا تھا۔ اب چونکہ مکہ فتح ہو چکا ہے۔ یہ خبر گرم ہوئی کہ آپؐ شاید مکہ میں مقیم ہوں گے۔ جس کی تائید ان رعایات سے ہوتی ہے۔ جس میں انصار سے زیادہ قریش کا خیال رکھا گیا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ مکہ میں قتل عام ہوگا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کے الیوم یوم الملحمہ کہنے پر آپؐ ناراض ہوئے۔ جھنڈا ان سے لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا۔ اس کے برعکس قریش سے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم ان وجوہ سے انصار کو خیال ہوا کہ آپؐ پر قومی حمیت کا غلبہ ہوا ہے۔ اس لئے رعایات کر رہے ہیں۔ آپؐ نے انصار کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ تم یہ کہہ سکتے تھے۔ کہ جئتنا مکذبا فصدقناک وجئتنا عائلا فواسیناک وجئتنا مخذولا فنصرناک یعنی آپؐ

پاس اس حال میں آئے کہ آپؐ کو جھٹلایا گیا تھا۔ تو ہم نے آپؐ کی تصدیق کی۔ آپؐ ہمارے پاس محتاج ہو کر آئے تو ہم نے آپؐ سے ہمدردی کی۔ آپؐ کی کوئی امداد کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہم نے آپؐ کی مدد کی۔ لیکن یہ سب کچھ آپؐ نے بطور تواضع کے فرمایا تھا۔ ورنہ نصرت اور مواسات سب کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔

لکنت امرأ من الانصار اس سے انتقال نسب مقصود نہیں۔ بلکہ جماعت کی فضیلت بیان کرنا ہے۔ ہر ایک کو چار چار اونٹ حصہ میں آئے تھے۔ یہ مال خمس تھا۔ بعض شراح فرماتے ہیں۔ کہ انصار اور مہاجرین کو اس غنیمت کے مال سے اس لئے محروم رکھا۔ اور مال غنیمت طلقاء کو دے دیا۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ جب ھوازن نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ تو سوائے چند مجاہدین کے سب غانمین بھاگ کھڑے ہوئے۔ ولوا مدبرین والی آیت اس میں صریح ہے۔ اب جو کچھ نصرت ہوئی وہ نصرت الٰہی۔ نزول ملائکہ اور آپؐ کے مٹی پھینکنے سے ہوا۔ تو اب یہ سب مال فئی ہوا۔ اور فئی میں اللہ اور اس کے رسول کو تقسیم کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ غانمین کا حق نہیں ہوتا۔ جب انصار اور مہاجرین بھاگ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے پرتلہ کی مانند ایک بادل بھیجا جس سے کفار پر رعب طاری ہو گیا۔ جس سے کفار بھاگ گئے اور مسلمان آپؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ تو یہ لوگ مستحق غنیمت کے تھے ہی نہیں۔

لکنت امرأ من الانصار کہ اگر شبہ ہو کہ مہاجرین قریش میں سے ہیں۔ اور قریش کا نسب انصار سے افضل ہے۔ تو یہ تمنا کیسی ہوئی تو کہا جائے گا۔ کہ کبھی نسبت باعتبار وطن کے ہوتی ہے کبھی باعتبار عقیدہ اور اعمال کے ہوتی ہے۔ اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ نسب میں انتقال حرام ہے۔ لیکن آپؐ باعتبار دار کے انصار کی طرف نسبت ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں دار کی نسبت اپنی طرف باعتبار وطن کے اختیار کرتا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ نسبت باعتبار صناعت کے ہے۔ مہاجرین کا کام یہ ہے کہ وہ مسافرت اور غربت اختیار کریں۔ اور انصار کی صنعت یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہ کر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کریں۔ تو آپؐ فرماتے ہیں اگر صناعت ہجرت میں فضیلت نہ ہوتی تو میں صناعت انصار کو اختیار کرتا۔ تو انتساب ولادت نہ ہوا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ آپؐ کو انتساب ولادت بھی

انصار سے ہے۔ کیونکہ آپؐ کی دادی عبد المطلب کی ماں بنو نجار میں سے ہے۔ اور آباء کے اعتبار سے بنو ہاشم سے ہے۔ اور بسا اوقات ماں کے قرابتداروں کے اعتبار سے انتساب ہوتا ہے۔ چنانچہ اولادِ علیؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتساب باعتبار امّہات کے ہے۔ بنا بریں حضرات حسنینؓ ابن رسول اللہ کہا جاتا ہے۔ اور ابنی ھذا سید الخ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کو ذریت ابراہیمؑ سے باعتبار امّہات کے قرار دیا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نسب کبھی دادا کی طرف سے اور کبھی نانا کی طرف سے جا ملتا ہے۔ تو آپؐ فرما رہے ہیں کہ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو بوجہ کمالاتِ انصار کے تو میں انتساب ولادت میں بھی انصار کی طرف منسوب ہوتا۔

ولو سلک الناس وادیًا و شعبًا مدینہ منورہ میں تین وادیاں ہیں جو بارش کے دنوں میں دریا کی طرح چلتی ہیں۔ جو دو تین دن کے بعد خشک ہو جاتی ہیں۔ تو رود کو ہی ہوتی۔ اور جس میں ہمیشہ پانی چلتا رہے۔ اسے بھی وادی کہتے ہیں۔ راستے عمومًا انہی وادیوں کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ قبائل جو راستے اختیار کرتے وہ مقید ہوتے تھے۔

شِعب وہ راستہ جو پہاڑ کے درمیان ہو۔ خواہ وہ پہاڑ کے پھٹ جانے کی وجہ سے ہو۔ یا اس کے بغیر ہو۔ تو آپؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ اگر انصار سفر کرتے ہوئے جو راستہ وادی یا شِعب کا اختیار کریں تو میں ان کی رفاقت اختیار کروں گا۔ اس سے انصار کی فضیلت بیان ہوئی۔

الانصار شِعار شِعار وہ کپڑا بدن کے جو بالوں سے متصل ہو۔ یہ بطانۃ اور خاصہ سے کنایہ ہے۔ کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ یہ انصار میرے خواص میں سے ہیں۔ جن پہ مجھے اعتماد ہے۔ جن پر اعتماد نہ ہو اُسے دثار سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے دعا فرمائی۔ یہ کلمات سن کر انصار رو پڑے۔ یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ تو آپؐ نے دعا سے ان کی تسلّی کر دی۔ کہ میں اس وقت تم سے اثرۃ نہیں کر رہا۔ کہ مشترک چیز کسی کے لئے خاص کر دی جائے۔ چنانچہ بنو امیہ آئے انہوں نے اپنے قبیلہ والوں کو حقوق دیئے۔ انصار کو نظر انداز کر دیا۔ جس کی شکایت حضرت امیر معاویہؓ سے کی گئی۔ تو انہوں نے فرمایا آپؐ نے

تمہیں کیا حکم دیا تھا۔ فرمایا اصبروا تو امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ صبر کرو۔ بنو عباس نے بھی یہی رویہ اختیار کیا انصار کے حقوق کسی نے نہیں پہچانے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم پر تشدد ہوگا صبر کرنا۔ میں تمہارے حقوق حوض کوثر پر دلواؤں گا۔ جس سے تمہارا جبر مکافات عمل ہوگا۔ یہ تسلی کے الفاظ ارشاد ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ او کا نہم وجدوا ص۶۲ س۱۴ دونوں جملوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے جملہ میں اوّل کلام پر فاء داخل ہے۔ دوسرے جملہ میں نہیں ہے۔ یہ فرق بھی محدثین کے نزدیک کوئی تھوڑا نہیں ہے۔ اس پر تنبیہ ضروری تھی۔ اور بعض شراح نے معنوی طور پر فرق بیان کیا ہے۔ لیکن وہ ٹھیک نہیں۔ تکلف و تعسف ہے۔ جو نہ موجب تردید ہے۔ کہ اس کی بنا پر حرف تردید او کو لایا جاتا یا کلام کا اعادہ کیا جاتا۔ جیسے معنوی تاویلات میں مشاہد ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس لفظ تکرار کا فائدہ نسخہ ہندیہ کے مطابق ہے۔ اور اس توجیہ کو مولانا حسین علیؒ پنجابی نے اپنی تقریر میں نقل کیا ہے۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں نہیں ہے۔ مصری نسخوں کے اندر صرف ایک دفعہ ذکر ہوا ہے تکرار نہیں ہے۔ نہ متون میں اور نہ ہی شروح میں تکرار ہے۔ اور کرمانیؒ نے تکرار کا فائدہ یہ بیان کیا ہے۔ کہ پہلا جملہ غضب سے ہے۔ اور دوسرا حزن سے ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ اذا وجد فی نفسہ ای غضب و وجد اذا حزن۔ اور دونوں کے درمیان فرق مصادر میں ہوگا۔ وجد بالفتح اور غضب موجدۃً۔

فی مذھب اھل الحدیث چنانچہ باب الاستنثار میں حدیث عائشہؓ کے اندر ہے۔ اتینا بالقناء اور دوسری سند میں بالقناء ہے۔ تو تعریف۔ تنکیر کا فرق ہوا۔ ھکذا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ولو شئتم قلتم ص۶۲ س۱۷ آپؐ نے یہ اس لئے فرمایا۔ تاکہ بعد میں کوئی یہ نہ کہے کہ ان کے احسانات تو تھے۔ لیکن انہوں نے ذکر نہیں کئے۔ جب آپؐ نے ان کے احسانات جتلائے۔ اور ان کو حکم دیا کہ تم بیان کرو۔ لیکن انہوں نے بیان کیا۔ تو ان کی طرف سے تسلیم ہوگیا۔ کہ ان کے یہ احسانات معتد بہ نہیں ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ان پر ہوئے تھے۔ تو یہ ان کی طرف سے منت

نہیں ہے۔ ورنہ وہ ان کو گن گن کر بیان کرتے۔ لیکن یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہوا۔

تشریح از شیخ زکریا قطب گنگوہیؒ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا سبب ذکر کیا ہے۔ یہ نہ تقریر پنجابی میں ہے نہ تقریر مکی میں اور نہ ہی شروح بخاری میں ہے۔

اور حدیث ابو سعید میں ہے کہ۔ اتیتنا مکذبا فصدقناک ومخذولا فنصرناک وطریدًا فآویناک وعائلا فواسیناک۔ جس پر انصار نے جواب دیا۔ بل المن علینا بللّٰہ ورسولہ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے ان کے پاس نہ آتے تو انصار کو یہ فضائل کیسے حاصل ہوتے۔ اور آپؐ کا یہ سب کچھ فرمانا تواضع اور انصاف کے طور پر ہے۔ ورنہ حجۃ بالغہ اور منت ظاہرہ سب اللہ کے رسول کی ہے۔ جس پر آپؐ نے الا ترضون کہہ کر ان کو متنبہ کیا کہ اس احسان عظیم سے تم غافل ہو۔ دنیا فانی کے اسباب لے کر کیا کرو گے اور کب تک کھاؤ گے۔

حدیث نمبر ۳۸۹۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَخْبَرَنِی اَنَسُ بْنُ مَالِکٍؓ قَالَ اُنَاسٌ مِنَ الْاَنْصَارِ حِیْنَ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَفَآءَ مِنْ اَمْوَالِ ھَوَازِنَ فَطَفِقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْ رِجَالًا اَلْمِائَۃَ مِنَ الْاِبِلِ فَقَالُوْا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْ قُرَیْشًا وَیَتْرُکُنَا وَسُیُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَآئِھِمْ قَالَ اَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِھِمْ فَاَرْسَلَ اِلَی الْاَنْصَارِ فَجَمَعَھُمْ فِیْ قُبَّۃٍ مِّنْ اَدَمٍ وَّلَمْ یَدَعْ مَعَھُمْ غَیْرَھُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا حَدِیْثٌ بَلَغَنِیْ عَنْکُمْ فَقَالَ فُقَھَآءُ الْاَنْصَارِ اَمَّا رُؤَسَآؤُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَلَمْ یَقُوْلُوْا شَیْئًا وَاَمَّا نَاسٌ مِّنَّا حَدِیْثَۃٌ اَسْنَانُھُمْ فَقَالُوْا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْ قُرَیْشًا وَیَتْرُکُنَا وَسُیُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَآئِھِمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فَاِنِّیْ اُعْطِیْ رِجَالًا حَدِیْثِیْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ اَتَأَلَّفُهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رِحَالِكُمْ فَوَاللّٰهِ لَمَا تَنْقَلِبُوْنَ خَيْرٌ مِّمَّا يَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَضِيْنَا فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَجِدُوْنَ اُثْرَةً شَدِيْدَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ عَلَى الْحَوْضِ قَالَ اَنَسٌ فَلَمْ يَصْبِرُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ھوازن کے اموال میں سے انعام کیا تو انصار کے کچھ لوگوں نے کہا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سو اونٹ دینے شروع کر دیئے ہیں۔ تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کرے۔ کہ آپؐ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ ہماری تلواریں ابھی تک ان کے خون سے تر بتر ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی گفتگو بیان کی گئی۔ تو آپؐ نے انصار کی طرف آدمی بھیج کر انہیں چمڑے کے ایک خیمے کے اندر جمع کیا۔ ان کے ساتھ اور کسی کو نہ بلایا۔ پس وہ لوگ جمع ہو گئے۔ تو آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پوچھا۔ کہ یہ کیا بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ تو انصار کے سمجھ دار لوگوں نے جواب دیا۔ کہ یا رسول اللہ! ہمارے سرداروں نے تو یہ بات نہیں کہی۔ ہاں البتہ ہم میں سے کچھ لوگ جو نو عمر ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کرے جو قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواریں ابھی ان کے خون سے تر بتر ہیں۔ اس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کا زمانہ کفر کے قریب ہے۔ میں ان کی دلجوئی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو اموال لے کر جائیں۔ اور تم اللہ کے نبی کو اپنے گھروں میں لے جاؤ۔ واللہ! جو چیز تم لے کر لوٹو گے وہ اس سے بہتر ہے۔ جو وہ لوگ لے کر واپس لوٹیں گے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم راضی ہو چکے ہیں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ کہ عنقریب تم سخت ترجیحات دیکھو گے۔

پس تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول سے ملو گے۔ پس میں حوض کوثر پر موجود ہوں گا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ انصار نے صبر نہ کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۳ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ فَتْحِ مَکَّۃَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَ بَیْنَ قُرَیْشٍ فَغَضِبَتِ الْاَنْصَارُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّذْھَبَ النَّاسُ بِالدُّنْیَا وَتَذْھَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا بَلٰی قَالَ لَوْ سَلَکَ النَّاسُ وَادِیًا اَوْ شِعْبًا لَّسَلَکْتُ وَادِیَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَھُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمتوں کا مال قریش میں تقسیم کیا تو انصار ناراض ہوگئے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے جائیں۔ اور تم اللہ کے رسول کو لے جاؤ۔ انہوں نے جواب میں کہا کیوں نہیں۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ فرمایا اگر لوگ کسی وادی یا پہاڑی راستہ میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور ان کے پہاڑی راستہ پر چلوں گا۔

تشریح از قاسمیؒ علامہ واقدی نے لکھا ہے۔ کہ آپؐ نے انصار کو بلا کر فرمایا۔ کہ آؤ میں تمہیں بحرین کا علاقہ لکھ دیتا ہوں جو تمہارے لئے خاص ہوگا۔ اس میں اور کسی کا دخل نہیں ہوگا۔ اور یہ علاقہ افضل فتوحات میں سے تھا۔ تو انہوں نے انکار کیا۔ کہ ہمیں دنیا کی ضرورت نہیں ہے۔

لسلکت وادیا ارض حجاز کیثر الاودیہ والشیاب تھی۔ جو راستہ رئیس اختیار کرتا تھا۔ ساری قوم اس کے تابع ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ راستہ ختم ہوجاتا۔ ایک وجہ اور بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ وادی سے رائے اور مذہب مراد ہو۔ ویسے تو متبوع کل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن اس جگہ انصار کی موافقت اور غیروں پر ان کی ترجیح مراد ہے۔ کیونکہ آپؐ نے ان کی وفاداری اور حسن جوار کو پسند فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۴ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ

لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ الْتَقَى هَوَازِنُ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ الْآفٍ وَالطُّلَقَاءُ فَأَدْبَرُوا قَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ لَبَّيْكَ نَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ فَأَعْطَى الطُّلَقَاءَ وَالْمُهَاجِرِينَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالُوا فَدَعَاهُمْ فَأَدْخَلَهُمْ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَاخْتَرْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب حنین کی لڑائی شروع ہوئی۔ تو آپ کی مٹھ بھیڑ قبیلہ ہوازن سے ہوئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار آدمی اور طلقاء بھی تھے۔ لیکن یہ سب پیٹھ دے کر بھاگ گئے۔ آپؐ نے فرمایا او انصار کی جماعت انہوں نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں حاضر ہیں۔ اور آپؐ کے سامنے کھڑے ہیں۔ تو اپنے خچر سے اترے۔ اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پس مشرکین شکست کھا گئے۔ تو آپؐ نے غنیمت کا مال طلقاء اور مہاجروں کو دیا۔ اور انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ پس انہوں نے جو کچھ کہنا تھا تو آپؐ نے ان کو ایک خیمہ کے اندر طلب فرمایا۔ ارشاد ہوا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے جاؤ۔ جس پر انہوں نے کہا کہ ہم راضی ہیں۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر لوگ وادی کے راستہ سے چلیں اور انصار پہاڑی راستہ سے چلیں تو میں انصار کا پہاڑی راستہ اختیار کروں گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | طلقاء جمع طلیق کی۔ وہ لوگ جن کو آپؐ نے نہ قتل کیا تھا اور نہ ہی قید کیا تھا۔ بلکہ فرمایا۔ انتم طلقاء تو ان میں سے دو ہزار آدمی آپؐ کے ہمراہ ہو لئے۔ بعض ان میں سے کفر پر قائم رہے۔ جیسے ابو سفیان بن حرب وابنہ معاویہ اور حکیم بن حزام

جو بعد میں اسلام لائے۔ جن کے بارے میں آپؐ نے لا تثریب علیکم الیوم فرمایا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۵ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ جَمَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اِنَّ قُرَیْشًا حَدِیْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِیَّةٍ وَّمُصِیْبَةٍ وَّاِنِّیْ اَرَدْتُّ اَنْ اُجِیْزَهُمْ وَاَتَاَلَّفَهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْیَا وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی بُیُوْتِکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِیًا وَّسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَّسَلَکْتُ وَادِیَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَ الْاَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کچھ لوگوں کو جمع کیا۔ پس فرمایا۔ کہ قریش تازہ تازہ جاہلیت اور مصیبت سے گزرے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میں ان کو انعام دوں اور دلجوئی کروں۔ کیا تم اس پہ راضی نہیں ہو۔ کہ لوگ تو دنیا لے کر جائیں۔ اور تم اپنے گھروں کو اللہ کے رسول کو لے جاؤ۔ انہوں نے کہا۔ کیوں نہ۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر لوگ وادی کا راستہ چلیں اور انصار پہاڑی راستہ پہ چلیں تو میں انصار کی وادی یا انصار کے پہاڑی راستہ پہ چلوں گا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۶ حَدَّثَنَا قَبِیْصَةُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ لَمَّا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِسْمَةَ حُنَیْنٍ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مَا اَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَتَغَیَّرَ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰی مُوْسٰی لَقَدْ اُوْذِیَ بِاَکْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی غنیمت کا مال تقسیم کیا تو انصار کے ایک آدمی نے کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی خوشنودی کا ارادہ نہیں کیا۔ پس میں آکر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ جس سے آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کی رحمت ہو موسیٰؑ پہ۔ کہ انہیں اس سے بھی زیادہ

تکلیف دی گئی۔ پس انہوں نے صبر کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قریش کی لڑائیوں کی وجہ سے تجارت میں بہت نقصان ہوا تھا۔ ادھر جاہلیت کی بدولت بھی نقصان پہنچا۔ آپؐ نے ان کی تلافی مافات۔ تالیف قلوب اور جبر نقصان کی بناپر ایسے کیا۔

رجل من الانصار یہ منافق شخص تھا جس کا نام منت بن قشیر تھا۔ اس کی بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ اذیات پہنچائی گئیں۔ جن پر انہوں نے صبر کیا۔ ان کو آدر تک کہا گیا۔ کہ ان کے خصیے پھولے ہوئے ہیں۔ حالانکہ انبیاءؑ کو ایسی بیماریوں سے منزہ رکھا جاتا ہے۔ جن سے لوگوں کو نفرت ہو۔ آپؐ کو بھی اذیت پہنچی مگر اس کا صدمہ اتنا نہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۹۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا أَعْطَى الْأَقْرَعَ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَأَعْطَى نَاسًا فَقَالَ رَجُلٌ مَا أُرِيدَ بِهٰذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهُ اللهِ فَقُلْتُ لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللهُ مُوسٰى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب حنین کی لڑائی کا دن ہوا۔ تو آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو ترجیح دی۔ چنانچہ اقرع کو سو اونٹ دیئے۔ اور عیینہ کو بھی اسی طرح دیئے۔ اور بھی کچھ لوگوں کو اس طرح دیا۔ تو ایک آدمی نے کہا۔ کہ اس تقسیم مال میں اللہ کی رضا نہیں چاہی گئی۔ تو میں نے کہا کہ میں اس کی ضرور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پہ رحم کرے۔ کہ ان کو اس سے زیادہ اذیتیں دی گئیں۔ جن پہ انہوں نے صبر کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِنَعَمِهِمْ

وَذَرَارِيِّهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ الْافٍ مِّنَ الطُّلَقَاءِ فَادْبَرُوا عَنْهُ حَتّٰى بَقِيَ وَحْدَهُ فَنَادٰى يَوْمَئِذٍ نِدَاءَ انِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا الْتَفَتَ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهٖ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَاَصَابَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمَ كَثِيْرَةً فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِيْنَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْاَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا كَانَتْ شَدِيْدَةٌ فَنَحْنُ نُدْعٰى وَيُعْطَى الْغَنِيْمَةَ غَيْرُنَا فَبَلَغَهٗ ذٰلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ فَسَكَتُوْا فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحُوْزُوْنَهٗ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَاَخَذْتُ شِعْبَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ هِشَامٌ يَا اَبَا حَمْزَةَ وَاَنْتَ شَاهِدٌ ذَاكَ قَالَ وَاَيْنَ اَغِيْبُ عَنْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ جب حنین کی لڑائی ہوئی۔ تو ھوازن، غطفان اور ان کے علاوہ قبائل کے لوگ اپنے جانوروں اور اہل وعیال کو لے کر آئے تھے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار اور طلقاء تھے۔ جنہوں نے آپؐ سے پیٹھ پھیر لی یہاں تک کہ آپؐ اکیلے باقی رہ گئے۔ پس اس دن آپؐ نے دو پکاریں دیں۔ جن میں خلط ملط نہیں تھا۔ آپؐ نے دائیں طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے انصار کا گروہ! انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ آپؐ خوش ہوں۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اور آپؐ سپید خچر پہ سوار تھے۔ جس سے آپؐ نیچے اترے۔ فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پس مشرکین شکست کھا گئے۔ اور آپؐ کو اس دن بہت غنائم حاصل ہوئیں۔ جن کو آپؐ نے مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کر دیا۔

اور انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ پس انصار نے کہا۔ پس جب کوئی سخت مصیبت ہو تو ہمیں بلایا جاتا ہے۔ اور غنیمت کا مال ہمارے علاوہ دوسروں کو دیا جاتا ہے۔ پس آپؐ کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے ان کو ایک خیمہ میں جمع کیا۔ آپؐ نے پوچھا۔ اے گروہ انصار! یہ کیا بات مجھے پہنچی ہے۔ پس وہ خاموش رہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ اور گروہ انصار کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ لوگ تو دنیا کو لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو گھیر گھار کر اپنے گھروں کو لے جاؤ۔ پس انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ جس پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر لوگ وادی کا راستہ چلیں اور انصار پہاڑی راستہ پر چلیں۔ تو میں انصار کا پہاڑی راستہ لوں گا۔ ہشام کہتے ہیں۔ میں نے کہا اے ابو حمزہ کیا آپ وہاں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ میں وہاں سے غائب کب ہوا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بقی وحدہ حالانکہ آپؐ کے ساتھ ستر آدمی تھے۔ تو حتی بقی وحدہ مقبلا کے معنی ہوں گے آپ اکیلے آگے بڑھے۔ کیونکہ آپؐ کا ارادہ ہوا کہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔ مگر ابوسفیان بن الحارث بغلہ کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے نہ جانے دیا۔ یا حتی بقی وحدہ مع الخواص کے معنی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ عشرۃ الاف من الطلقاء ص ۶۲۱ من الطلقاء میں من عشرۃ الاف کا بیان نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو خلاف واقع ہے۔ بلکہ راوی آلاف پر کلام کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ پھر دو ہزار طلقاء کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا۔ اور ان کے منہ سے من الطلقاء کے لفظ نکلے۔ راوی نے اشارہ کو تو ذکر نہیں کیا۔ صرف بولے ہوئے الفاظ ذکر کر دیئے۔ اس وجہ سے کلام میں خلط ملط ہو گیا۔ غور کر کے سوچنا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی توجیہ اجود ہے۔ روایت کی تغلیط کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ توجیہ اس پر موقوف ہے۔ کہ طلقاء دو ہزار ہوں۔ حالانکہ یہ شراحؒ کی تصریح کے خلاف ہے۔ چنانچہ حافظؒ وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ طلقاء اس تعداد تک نہیں پہنچے تھے۔ بلکہ اس کا عشر عشیر بھی نہ تھے۔ اس لئے بعض نے حرف عطف مقدر مانا ہے۔ اور اہل سیر کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ طلقاء دو ہزار تھے۔ چنانچہ مجمع میں ہے۔ خرج الی

حنین فی اثنی عشر الفا من اھل المدینۃ والفین من الطلقاء۔ کہ حنین میں آپؐ کے ہمراہ دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار طلقاء تھے۔

بَابُ السَّرِيَّةِ الَّتِي قِبَلَ نَجْدٍ

ترجمہ۔ وہ لشکر جو نجد کی طرف بھیجا گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۹ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيهَا فَبَلَغَتْ سِهَامُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا وَنُفِّلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا فَرَجَعْنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ میں بھی اس لشکر میں شامل تھا۔ تو ہمارے غنیمت کے حصے میں بارہ اونٹ تھے۔ اور ہمیں ایک ایک اونٹ اور انعام میں ملا۔ تو اس طرح ہم تیرہ تیرہ اونٹ لے کر واپس لوٹے۔

تشریح از قاسمیؒ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ کہ سریہ میں ایک سو سے پانچ سو تک افراد ہوتے ہیں۔ بعض نے کم وبیش نقل کیا ہے۔ اہل مغازی کے نزدیک یہ سریہ غزوہ فتح سے پہلے کا ہے۔ یعنی شعبان ۸ھ میں واقع ہوا ہے۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو جذیمہ کی طرف حضرت خالد بن الولیدؓ کو بھیجنا۔

حدیث نمبر ۳۹۰۰ حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ الخ عَنْ أَبِيهِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا أَسْلَمْنَا فَجَعَلُوا يَقُولُونَ

صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهُ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ۔کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا جنہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی ۔ وہ اچھی طرح اسلمنا نہیں کہہ سکتے تھے ۔ تو انہوں نے صبأنا صبأنا کہنا شروع کیا ۔پس حضرت خالدؓ نے قتل کرنا اور قید کرنا شروع کیا ۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو اس کا قیدی سپرد کر دیا ۔یہاں تک کہ جب ایک دن ہوا تو حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی اپنے قیدی کو قتل کرے ۔جس پہ میں نے کہا کہ واللہ میں تو اپنے قیدی کو قتل کروں گا اور نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے گا ۔حتیٰ کہ ہم جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اس کا ہم نے اس سے ذکر کیا ۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ اے اللہ! جو کچھ حضرت خالدؓ نے کیا ہے ۔میں اس سے آپ کی طرف بیزاری کا اظہار کرتا ہوں ۔ یہ دو مرتبہ فرمایا ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ صابی اس شخص کو کہا جاتا تھا جو اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر ستاروں کی پرستش کرنے لگے ۔مسلمانوں کو بھی صابی اسی بنا پر کہا جاتا تھا کہ انہوں نے بت پرستی چھوڑ دی تھی ۔صبأنا کہنے کے باوجود حضرت خالد بن ولیدؓ نے قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ۔ابن عمرؓ اور ان کے ساتھیوں نے ان کے حکم کی تعمیل نہ کی ۔ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق چونکہ انہوں نے بلا تحقیق یہ قتل اور اسادت کا حکم دیا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے ۔ اور برأۃ کا اظہار کیا ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لا یقتل رجل منا اسیرہ ص۶۲۲ انہوں نے قیدیوں

کو اس لئے قتل نہ کیا کہ انہوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا۔ فغضب بنا بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالدؓ پر غضب ناک ہوئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ حضرت خالدؓ نے جلدی میں ان کو قتل اور قید کر لیا۔ تحقیق نہ کی جلدی میں حکم دے دیا۔ ورنہ صبأنا کا مطلب پوچھتے۔ لیکن آپؐ نے حضرت خالدؓ سے قصاص اس لئے نہ لیا کیونکہ وہ ان سے قتال کرنے پر مامور تھے۔ جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور صبأنا کا کلمہ محتمل ہے۔ جس کے معنے ہوتے خرجنا من دین الیٰ دین اب نامعلوم اس دین سے ان کی کیا مراد تھی۔ اسلام یا کچھ اور۔ چونکہ یہ کلمہ انتقال اسلام کی طرف صریح نہیں تھا۔ اس لئے حضرت خالدؓ مجبور تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ انہوں نے لفظ اسلام سے نفرت کا اظہار کرنے کے لئے صبأنا کہا ہو۔ اور ان کی فرمانبرداری سے گھن کرتے ہوں۔ تو یہ دین اسلام کا اقرار نہ ہوا۔ صبأنا کہہ کر خواہ مخواہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسلمنا کہہ دیتے تو کام بن جاتا۔

بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ

وَيُقَالُ اَنَّهَا سَرِيَّةُ الْاَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزز مدلجی کا سریہ جسے سریۃ الانصار بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّطِيْعُوْهُ فَغَضِبَ فَقَالَ اَلَيْسَ اَمَرَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّطِيْعُوْنِيْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا فَجَمَعُوْا فَقَالَ اَوْقِدُوْا نَارًا فَاَوْقَدُوْهَا فَقَالَ ادْخُلُوْهَا فَهَمُّوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَّيَقُوْلُوْنَ فَرَرْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ

فَمَا زَالُوا حَتّٰى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جن پر انصار کے ایک آدمی کو حاکم بنایا۔ اور انہیں حکم دیا کہ اس کی فرمانبرداری کرنا۔ پس وہ کسی وجہ سے ان پر ناراض ہو گیا۔ کہنے لگا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ کہنے لگے کیوں نہیں۔ تو اس نے کہا لکڑیاں جمع کرو۔ جب وہ جمع کر چکے تو کہا آگ جلاؤ۔ جب آگ دہکنے لگی تو کہا کہ اس کے اندر گھس جاؤ۔ پس انہوں نے قصد کر لیا تھا۔ لیکن بعض ایک دوسرے کو روکنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہم تو آگ سے بھاگ کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ پس وہ اسی حال پر رہے۔ یہاں تک کہ آگ بجھ گئی۔ اور حاکم کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ اگر وہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے۔ تو پھر قیامت کے دن تک اس آگ سے نہ نکلنے پاتے۔ حاکم کی فرمانبرداری دین کی مشہور باتوں میں ہوتی ہے۔ معصیۃ میں نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فهموا الخ ص ۶۲۲/۱۲ یعنی بعض نے آگ میں گھسنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور بعض ایک دوسرے کو گھسنے سے روک رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو وہ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ ایک نوجوان نے ان سے کہا کہ جلدی نہ کرو۔

بَابُ بَعْثِ اَبِيْ مُوْسٰى وَمُعَاذٍ اِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

ترجمہ۔ حجۃ الوداع سے پہلے حضرت ابو موسیٰؓ اور معاذؓ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجنا۔

حدیث نمبر ۳۹۰۲ حَدَّثَنَا مُوْسٰى الخ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا مُوْسٰی وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اِلَی الْيَمَنِ قَالَ وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى مِخْلَافٍ قَالَ وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِلٰى عَمَلِهٖ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِذَا سَارَ فِيْ اَرْضِهٖ كَانَ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ اَحْدَثَ بِهٖ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ فِيْ اَرْضِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ اَبِيْ مُوْسٰى فَجَاءَ يَسِيْرُ عَلٰى بَغْلَتِهٖ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ وَقَدِ اجْتَمَعَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَاِذَا رَجُلٌ عِنْدَهٗ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ اِلٰى عُنُقِهٖ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذٌ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَيَّمَ هٰذَا قَالَ هٰذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ قَالَ لَا اَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ اِنَّمَا جِيْئَ بِهٖ لِذٰلِكَ فَانْزِلْ قَالَ مَا اَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ فَاَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَالَ اَتَفَوَّقُهٗ تَفَوُّقًا قَالَ فَكَيْفَ تَقْرَاُ اَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ اَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَاَقُوْمُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِيْ مِنَ النَّوْمِ فَاَقْرَاُ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِيْ فَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِيْ كَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو بردہؒ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰؓ اور معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا۔ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنے اپنے دار الخلافۃ کی طرف بھیجا۔ کیونکہ یمن کے دو دار الخلافے تھے۔ پھر فرمایا۔ کہ تم دونوں لوگوں پر آسانی کرنا تنگی نہ کرنا۔ خوشخبری دینا نفرت نہ دلانا۔ پس ہر ایک اپنی اپنی کارکردگی کے لئے چل پڑا۔ فرماتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا معمول تھا۔ کہ جب وہ اپنے ساتھی کی عملداری کے قریب گزرتا تو ایک دوسرے کی زیارت کر کے صحبت کی تجدید کر لیتا اور اس کو ضرور سلام کر کے جاتا۔ چنانچہ حضرت معاذؓ اپنے ساتھی حضرت ابو موسیٰؓ کی عملداری کے قریب پہنچے تو اپنے خچر پر سوار ان کے یہاں پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ بیٹھے ہوئے ہیں۔ لوگ جمع ہیں۔ اور ایک آدمی ان کے پاس ہے۔ جس کی مشکیں کسی ہوئی ہیں۔ کہ دونوں ہاتھ پیچھے سے گردن تک بندھے ہوئے ہیں۔

حضرت معاذؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ سے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد کافر بن گیا ہے۔ یعنی مرتد ہو گیا۔ فرمایا میں اس وقت تک اپنے خچر سے نہیں اتروں گا جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے۔ ابو موسیٰؓ نے فرمایا اسی لئے تو اسے لایا گیا ہے۔ پس تم اتر آؤ۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ جب تک وہ قتل نہیں کیا جاتا میں نہیں اتروں گا۔ چنانچہ اس کے بارے میں حکم دیا گیا۔ پس وہ قتل ہو گیا۔ تب حضرت معاذؓ اترے۔ اور حضرت عبداللہؓ سے پوچھنے لگے آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تو وقفہ وقفہ سے پڑھتا ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا اے معاذؓ! آپ نوافل میں قرآن کیسے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رات کے پہلے حصہ میں سو جاتا ہوں پھر اس حال میں کھڑا ہوتا ہوں۔ کہ میں نے نیند کا کچھ حصّہ پورا کر لیا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو میرے مقدر میں لکھا ہے اسے پڑھتا ہوں۔ پس میں اپنی نیند کو بھی اسی طرح باعث ثواب سمجھتا ہوں جس طرح اپنے قیام اللیل کو موجب ثواب سمجھتا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یمن کے دو حصّے ہیں۔ ہر حصّہ کو مخلاف کہا جاتا تھا خلیفہ کے رہنے کی جگہ۔ جو حصہ پہاڑی پہ واقع ہے اسے مخلافِ اعلیٰ کہتے ہیں اور دوسرے کو مخلافِ اسفل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰؓ اور معاذؓ کو ہر ایک حصّہ پہ والی بنا کر بھیجا۔ یمن میں یہودیوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کہ اسلام میں داخل ہو کر پھر مرتد ہو جاتے تھے۔ جس سے ان کا مقصد اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنا ہوتا تھا۔

تفوق فواق سے ماخوذ ہے۔ اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ کو فواق الناقہ کہتے ہیں۔ اتفوقہ تفوقا مقصد یہ ہے کہ میں تھوڑی دیر کے بعد پڑھتا رہتا ہوں۔

فاحتسب نومتی الخ نیند اور راحت اس لئے موجب ثواب بن جاتی ہے۔ کہ وہ عبادت کا ذریعہ اور وسیلہ بن گیا۔ وسیلہ بھی عبادت ہے۔ اگر اشکال ہو کہ مرتد کو اس اہتمام سے قتل کرنا لا اکراہ فی الدین کے خلاف ہے۔ تو کہا جائے گا کہ دین میں داخل ہونے کے لئے کوئی جبر نہیں۔ لیکن داخل ہونے کے بعد جو اسلامی قوانین و احکام کی خلاف ورزی کرے گا ڈسپلن باقی رکھنے کے لئے اسے سزا دی جائے گی۔ ارتداد کی سزا قتل ہے جیسے

محصن سے زنا کی سزا رجم ہے۔ اگر اسلام جبر کرتا تو ذمّی کافر سے جزیہ قبول نہ کیا جاتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ التفوق تفوقاً ص۱۲۲/۲ مقصد یہ ہے کہ میں ساری رات نہیں سوتا۔ وقفہ وقفہ کے بعد قرآن مجید پڑھتا رہتا ہوں۔ البتہ تھوڑی سی استراحۃ اور آرام طلبی کے بعد پھر قرآن پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ التفوق کے متعلق حافظؒ فرماتے ہیں کہ میں دن رات تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ہمیشہ قرآن پڑھتا رہتا ہوں۔ چنانچہ فواق فاقہ یہی ہے۔ کہ ایک مرتبہ اونٹنی کا دودھ دوہ کر اسے چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ دودھ کو اتار لے۔ پھر اسے دوہیا جائے۔ اسی طرح معمول بنا لیا جائے۔ مولانا مکیؒ نے اپنی تقریر میں لکھا ہے کہ دونوں قرآتوں کے درمیان تھوڑا سا وقفہ کر کے پھر شروع کر دیتا ہوں۔

حدیث نمبر ۳۹۰۳ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ فَسَاَلَہٗ عَنْ اَشْرِبَۃٍ تُصْنَعُ بِھَا فَقَالَ وَمَا ھِیَ قَالَ الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِاَبِیْ بُرْدَۃَ مَا الْبِتْعُ قَالَ نَبِیْذُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِیْذُ الشَّعِیْرِ فَقَالَ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ رَوَاہُ جَرِیْرٌ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ تو ان سے ان مشروبات کے متعلق پوچھا گیا جو وہاں بنائے جاتے تھے۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ کہا بتع اور مزر ہیں۔ میں نے ابوبردہؓ سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔ انہوں نے بتلایا کہ بتع تو شہد کا نچوڑ (جوس) ہے۔ اور مزر جو کا نچوڑ (جوس) ہے۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ جریر نے اس کو روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ اَبِیْہِ اَبِیْ بُرْدَۃَؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَدَّہٗ اَبَا مُوْسٰی وَمُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنَّ اَرْضَنَا بِھَا شَرَابٌ مِّنَ الشَّعِیْرِ الْمِزْرُ وَشَرَابٌ مِّنَ الْعَسَلِ الْبِتْعُ

فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ فَانْطَلَقَا فَقَالَ مُعَاذٌ لِأَبِي مُوسَى كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَالَ قَائِمًا وَقَاعِدًا وَعَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا قَالَ أَمَّا أَنَا فَأَنَامُ وَأَقُومُ فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي وَضَرَبَ فُسْطَاطًا فَجَعَلَا يَتَزَاوَرَانِ فَزَارَ مُعَاذٌ أَبَا مُوسَى فَإِذَا رَجُلٌ مُوثَقٌ فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَهُودِيٌّ أَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ فَقَالَ مُعَاذٌ لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ تَابَعَهُ الْعَقَدِيُّ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ وَكِيعٌ الخ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ جَرِيرٌ الخ

ترجمہ۔ حضرت ابوبردہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت معاذؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ پس ان سے فرمایا کہ تم آسانی کرنا لوگوں پر تنگی نہ کرنا۔ خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا۔ اور ایک دوسرے کا کہنا ماننا پس حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا۔ اے اللہ کے نبی! ہمارے علاقہ میں کچھ مشروبات ہیں جو سے جو بنتا ہے وہ مزر ہے اور جو شہد سے تیار ہوتا ہے وہ بتع کہلاتا ہے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ پس وہ دونوں یہ نصائح سن کر چل پڑے۔ حضرت معاذؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے پوچھا۔ آپ نوافل میں قرآن مجید کیسے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ کبھی کھڑے ہو کر کبھی بیٹھ کر اور کبھی اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر غرضیکہ وقفہ وقفہ سے قرآن مجید پڑھتا ہوں۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا بھائی میں سوتا ہوں پھر کھڑے ہو کر نوافل میں قرآن مجید پڑھتا ہوں۔ اور نیند کو بھی میں قیام کی طرح ثواب سمجھتا ہوں۔ پس ان کے لئے ایک خیمہ لگایا گیا۔ جہاں پر وہ دونوں حضرات آکر ایک دوسرے کی زیارت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت معاذؓ حضرت ابوموسیٰؓ سے ملنے آئے۔ تو دیکھا ایک آدمی بندھا ہوا ہے۔ پوچھا یہ کون ہے۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ یہ یہودی ہے۔ جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا۔ میں اس کی گردن ضرور اڑاؤں گا۔ عقدی اور وہب نے شعبہ سے متابعت کی ہے۔ اور وکیع نے شعبہ سے عن سعید عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابوموسیٰؓ سے یہ روایت مرسلاً اور متصلاً دونوں طرح سے مروی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یسروا ولا تعسرا کا یہ معنی نہیں کہ حدود و قصاص میں نرمی کرو۔ وہاں تو لا تأخذ بهما رحمة کا حکم ہے۔ اس مقام پر امور دینیہ اور امور انتظامی میں نرمی کرنے کا حکم ہے۔ تطاوعا کا مطلب ہے کہ ایک دوسرے کی اطاعت کرو۔ باہمی اختلاف سے لوگوں کو پریشان نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد صحابہ کرامؓ میں تقلید شخصی پائی جاتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۹۰۵ حَدَّثَنِيْ عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ الخ حَدَّثَنِيْ اَبُوْمُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَرْضِ قَوْمِيْ فَجِئْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنِيْخٌ بِالْاَبْطَحِ فَقَالَ اَحَجَجْتَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ لَبَّيْكَ اِهْلَالٌ كَاِهْلَالِكَ قَالَ فَهَلْ سُقْتَ مَعَكَ هَدْيًا قُلْتُ لَمْ اَسُقْ قَالَ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَاسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ فَفَعَلْتُ حَتّٰى مَشَطَتْ لِيْ اِمْرَاَةٌ مِنْ نِسَاءِ بَنِيْ قَيْسٍ مَكَثْنَا بِذٰلِكَ حَتّٰى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی قوم کے علاقہ یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ میں اس حال میں آپؐ کے بلاوا پر حاضر ہوا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابطح یعنی خیف بنی کنانہ میں اونٹنی بٹھا کر پڑاؤ کرنے والے تھے۔ تو آپؐ نے مجھ سے پوچھا۔ اے عبداللہ بن قیسؓ کیا تم نے حج کا احرام باندھا ہے۔ میں نے کہا۔ یارسول اللہ! ہاں میں نے احرام باندھا ہے۔ آپؐ نے پوچھا احرام باندھتے وقت تم نے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا لبیک یہ احرام ایسا ہے جیسا کہ آپؐ کا احرام ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تو نے قربانی کا جانور چلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ میں نے سوق ھدی نہیں کیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم متمتع ہو جاؤ۔ کہ بیت اللہ کا طواف کرو۔ اور صفا اور مروۃ کے درمیان دوڑ لگاؤ۔ پھر عمرہ سے حلال ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ بنو قیس قبیلہ کی ایک عورت نے مجھے کنگھا کیا۔ ہم اسی دستور تمتع پر قائم رکھے گئے۔ یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے

گئے تو انہوں نے حج تمتع سے منع کر دیا۔ بلکہ حج اور عمرہ کے لئے الگ الگ سفر کرنے کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذؓ کو آپؐ نے ۹ھ میں حاکم بنا کر یمن بھیجا تھا۔ اور حجۃ الوداع ۱۰ھ میں واقع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عرب میں اعلان کرا دیا۔ کہ احکام حج سیکھنے کے لئے سب لوگ جمع ہوں اور تمام والیاں کو بھی جمع ہونے کا حکم دیا۔ اسی کے مطابق حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بھی تشریف لائے۔

منیخ اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ۔ البطحٰ وہی خیف بنی کنانہ ہے۔ اجمعت ای نویت الحج او اھللت بالحج کیونکہ یہ چھ ذی الحجہ کو پہنچے ہیں۔ جو لوگ سائق ھدی نہیں تھے۔ آپؐ نے اس سال ان سب کو حکم دیا کہ وہ فسخ الحج الی العمرۃ کریں۔ یعنی اپنے حج کو عمرہ سے بدل لو۔ جس پر آپؐ نے فرمایا یہ اسی سال کے ساتھ مختص ہے۔ کیونکہ اہل عرب اشہر حج میں افعال عمرہ کو افجر الفجور شمار کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عقیدہ کو باطل قرار دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ ذی الحلیفہ میں اعلان کر دیا۔ کہ قد دخلت العمرۃ فی الحج کہ عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ پھر جعرانہ میں اعلان فرمایا۔ پھر عمرہ کے افعال پورے کرنے کے بعد حلال ہونے کا حکم دیا اور فرمایا الحل کلہ یعنی پوری طرح حلال ہو جاؤ۔ کہ بیوی سے ہمبستری بھی کر سکتے ہو۔ یہ بات صحابہ کرام کو گراں گذری۔ جس پر آپؐ نے سختی سے حکم دیا۔ کہ پورے حلال ہو جاؤ۔ تب صحابہ کرام حلال ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰؓ اسی پر عمل کرتے رہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کر دیا تھا۔ کہ جو فسخ الحج الی العمرۃ کرے گا۔ اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ حضرت ابو موسیٰؓ کو حضرت عمرؓ کا حکم ناگوار گذرا۔ کہنے لگے کہ حضرت عمرؓ اپنی رائے سے حکم دیتے ہیں۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اتموا الحج والعمرۃ للہ اور سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی پر دال ہے۔ کہ آپؐ نے احرام نہ کھولا۔ بلکہ محرم رہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حکم اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔

تشریح از قاسمیؒ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ مختار یہی ہے۔ کہ مطلقاً تمتع سے ممانعت نہیں بلکہ اشہر الحج میں عمرہ کر کے پھر حج کا احرام باندھا جائے۔ تو نہی تنزیہی ہوئی جس سے حج مفرد کی ترغیب دینا مقصود ہے۔ ورنہ حج تمتع کے جواز پر بلا کراہت پر اجماع امت ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۶ حَدَّثَنَا حِبَّانُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ طَوَّعَتْ طَاعَتْ وَأَطَاعَتْ لُغَةٌ طِعْتُ وَطُعْتُ وَأَطَعْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں فرمایا کہ عنقریب تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس آؤ گے۔ جب آپ ان کے پاس آئیں تو سب سے پہلے انہیں کلمہ شہادت کی دعوت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ کلمہ شہادت پڑھنے میں تمہارا کہنا مان لیں۔ تو انہیں بتلاؤ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں تم پہ پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں۔ تو انہیں خبر دو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پہ زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے محتاجوں پہ خرچ کی جائے گی۔ اگر وہ اس پہ عمل پیرا ہوں۔ تو ان کے عمدہ اموال سے بچو۔ زکوٰۃ میں درمیانہ مال لو۔ اور زکوٰۃ لینے میں مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو۔ کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ وہ مظلوم کی بددعا جلد مقبول ہو گی۔ قال ابو عبد اللہ امام بخاریؒ الفاظ غریبہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں جو طوّعت لہ نفسہ ہے۔ اس کے معنی طاعت کے ہیں۔ اور اطاعت بالہمزہ بھی طاعت بغیر ہمزہ کے ایک لغت ہے۔ اور متکلم ماضی کا صیغہ طِعت بکسر الطا اور طُعت بضم الطا

اور اطعت بزیادۃ الہمزہ سب ہم معنی ہیں۔ اور طوع کراہت کی ضد ہے۔ اطاع بمعنی انقاد۔

حدیث نمبر ۳۹۰۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ اَنَّ مُعَاذًا لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَقَرَأَ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ زَادَ مُعَاذٌ الخ عَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَرَأَ مُعَاذٌ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ سُوْرَةَ النِّسَآءِ فَلَمَّا قَالَ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهٗ قَرَّتْ عَيْنُ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن میمونؒ سے مروی ہے کہ جب حضرت معاذؓ یمن پہنچے۔ تو انہوں نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ تو انہوں نے واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا تو قوم کے ایک آدمی نے کہا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کی والدہ کی خوشی کی وجہ سے آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔ معاذ بصری نے یہ الفاظ زائد کئے ہیں۔ کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو جہاں آپؐ نے اموال پر حاکم بنا کر بھیجا وہاں انہیں نماز کا بھی امام بنایا۔ جنہوں نے صبح کی نماز میں سورۃ نساء پڑھی۔ جب انہوں نے اتخذ اللہ الخ پڑھا تو آپ کے پیچھے سے ایک آدمی نے کہا ام ابراہیمؑ کی آنکھ خوشی سے ٹھنڈک والی ہوگی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فان ھم اطاعوک الخ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احکام تدریجاً فرض ہوئے ہیں۔ لیکن کہا جائے گا کہ احکام تو یکبارگی فرض ہوئے ہیں۔ البتہ تبلیغ تدریجی طور پر ہونے چاہییں۔ تاکہ لوگ متنفر نہ ہوں۔

قرت عین الخ غیر شعوری طور پر اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔ بظاہر یہ ہے کہ کلام مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ بنابریں حضرت معاذؓ نے ان سے تعرض نہیں کیا۔ لیکن کہا جائے گا۔ کہ ممکن ہے۔ انہوں نے فساد صلوٰۃ کا حکم سنایا ہو۔ جس کو راوی نے ذکر نہیں کیا۔ ورنہ جمہور ائمہ کلام الناس کو مفسد صلوٰۃ قرار دیتے ہیں۔ خواہ عامداً ہو یا ناسیاً ہو عالماً ہو یا جاہلاً ہو۔ احنافؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ شاید حضرت معاذؓ نے یہ سمجھا ہو کہ جاہل اور اعرابی کا کلام مفسد صلوٰۃ نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا محمد حسن مکی کی تقریر میں ہے۔ کہ ایسی صورت میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ ذکر میں داخل ہے۔ کیونکہ یہ ثناء علی المسلم ہے۔ پھر بھی ہمارے نزدیک

مکروہ ہے۔ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے ایک تیسرا جواب نقل کیا ہے۔ کہ ممکن ہے وہ آدمی خارج صلوٰۃ ہو۔ جواز دعا فی الصلوٰۃ کے بارے میں درمختار میں ہے۔ کہ مطلقاً سوال مغفرت سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ الیٰ آخرہ۔

بَابُ بَعْثِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ اِلَی الْیَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

ترجمہ۔ حجۃ الوداع سے پہلے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور خالد بن الولیدؓ کو یمن کی طرف بھیجنا۔

حدیث نمبر ۳۹۰۸ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الخ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَؓ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِؓ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ ثُمَّ بَعَثَ عَلِیًّاؓ بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهٗ فَقَالَ مُرْ اَصْحَابَ خَالِدٍؓ مَنْ شَآءَ مِنْهُمْ اَنْ یُّعَقِّبَ مَعَكَ فَلْیُعَقِّبْ وَمَنْ شَآءَ فَلْیُقْبِلْ فَكُنْتُ فِیْمَنْ عَقَّبَ مَعَهٗ قَالَ فَغَنِمْتُ اَوَاقِ ذَوَاتِ عَدَدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ یمن کو بھیجا۔ بعد ازاں حضرت علیؓ کو ان کی جگہ بھیج دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ خالدؓ کے ساتھیوں کو حکم دو کہ ان میں سے جو چاہے تمہارے ساتھ یمن کو لوٹے اور جو چاہے مدینہ واپس چلا آئے۔ تو میں بھی ان لوگوں میں سے تھا۔ جو حضرت علیؓ کے ہمراہ پیچھے رہ گئے تھے۔ چنانچہ مجھے بہت سے اوقیہ (سونے کا سکہ ہے) غنیمت میں ملے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۹ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْهِ بُرَیْدَةَؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّاؓ اِلٰی خَالِدٍؓ لِیَقْبِضَ الْخُمُسَ وَكُنْتُ اُبْغِضُ عَلِیًّاؓ وَقَدِ اغْتَسَلَ فَقُلْتُ لِخَالِدٍؓ اَلَا تَرٰی اِلٰی هٰذَا فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ یَا بُرَیْدَةُ تُبْغِضُ عَلِیًّا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا تُبْغِضْهُ فَاِنَّ لَهٗ فِی الْخُمُسِ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

ترجمہ۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حضرت خالدؓ کی طرف خمس قبضہ میں کرنے کے لئے بھیجا۔ مجھے حضرت علیؓ سے اس وقت بغض پیدا ہو گیا۔ جب کہ ایک باندی سے جماع کرنے کے بعد غسل کر چکے۔ جس پہ میں نے حضرت خالدؓ سے شکایت کی۔ کہ اس کو دیکھتے نہیں۔ کہ اس نے خمس میں خیانت کی۔ کہ بغیر اذن کے باندی لے لی۔ اور بغیر استبراء رحم کے جماع کر لیا۔ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو میں نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے پوچھا اے بریدہؓ تم اس وجہ سے علیؓ سے بغض رکھنے لگے۔ میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا اس سے بغض نہ رکھو۔ اس کا تو خمس میں اس باندی سے بھی زیادہ حق ہے۔ چنانچہ پھر وہ حضرت علیؓ سے محبت کرنے لگے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | قد اغتسل الخ جس شخص سے بغض ہو اس کی ہر بات عیب معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ حضرت علیؓ نے مالِ غنیمت میں غلول کیا ہے۔ حالانکہ وہ خمس لینے آئے تھے۔ اور ذوالقربیٰ ہونے کی وجہ سے خمس میں ان کا حق تھا۔ چنانچہ آپؐ فرما رہے ہیں۔ کہ ابھی انہوں نے اپنے حق سے تھوڑا وصول کیا ہے۔ البتہ یہ اشکال رہے گا۔ کہ استبراء رحم سے پہلے حضرت علیؓ نے کیسے جماع کر لیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جاریہ باکرہ تھی یا حائضہ تھی۔ اسی رات حیض سے فارغ ہوئی۔ تو حضرت علیؓ اس سے متمتع ہوتے۔ اور ممکن ہے۔ کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی قید میں کافی عرصہ رہنے کو استبراء پہ محمول کر لیا۔ البتہ یہ اشکال ضرور باقی رہے گا۔ کہ حضرت خالد بن ولیدؓ والی تھے۔ اس کی موجودگی میں ان کو تصرف کا کیا حق حاصل تھا۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کی جگہ والی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت سے تصرف کیا۔ جس کا ان حضرات کو علم نہ ہو سکا۔ اس لئے شکایت پیدا ہوئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلی کر لی۔ تو پھر کوئی گلہ شکوہ نہ رہا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ابغض علیا ص ۶۲۳ / ۲۴ بغض اس لئے پیدا ہوا کہ انہوں نے باندی سے جماع کر لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | اور ایک روایت میں ہے۔ کہ لنصیب آل علی فی الخمس افضل من وصیفۃ قال فما کان احد من الناس احب الی من علی یعنی اس باندی سے آلِ علی

کا حصہ خمس میں زیادہ ہے۔ تو حضرت علیؓ احب الناس ہو گئے۔

حدیث نمبر ۳۹۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِيْ اَدِيْمٍ مَقْرُوْظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا قَالَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ اَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ وَّاَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ وَّزَيْدِ الْخَيْلِ وَالرَّابِعُ اِمَّا عَلْقَمَةُ وَاِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ كُنَّا نَحْنُ اَحَقَّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا تَاْمَنُوْنِيْ وَاَنَا اَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَاْتِيْنِيْ خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَّمَسَاءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ مُشَمَّرُ الْاِزَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ قَالَ وَيْلَكَ اَوَلَسْتُ اَحَقَّ اَهْلِ الْاَرْضِ اَنْ يَّتَّقِيَ اللّٰهَ قَالَ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَضْرِبُ عُنُقَهٗ قَالَ لَا لَعَلَّهٗ اَنْ يَّكُوْنَ يُصَلِّيْ فَقَالَ خَالِدٌ وَّكَمْ مِّنْ مُّصَلٍّ يَّقُوْلُ بِلِسَانِهٖ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَمْ اُوْمَرْ اَنْ اَنْقُبَ قُلُوْبَ النَّاسِ وَلَا اَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ قَالَ ثُمَّ نَظَرَ اِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ اِنَّهٗ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَّتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَاَظُنُّهٗ قَالَ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے کچھ سونے کا ٹکڑا بھیجا۔ جو رنگے ہوئے چمڑے کی ادھوڑی میں تھا۔ جس سے اس کی مٹی الگ نہیں کی گئی تھی۔ یعنی اسے پگھلایا نہیں گیا تھا۔ جس کو آپؐ نے چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ عیینہؓ بن بدر۔ اقرعؓ بن حابس۔ زید الخیل جس کا

نام آپؐ نے زید الخیر رکھا تھا۔ اور چوتھا آدمی یا تو علقمہؓ تھا یا عامر بن الطفیلؓ تھا۔ لیکن تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ وہ علقمہ بن علاثہ العامری تھا۔ کیونکہ عامر بن الطفیل عامری اس سے پہلے مر چکا تھا۔ پس آپؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا۔ کہ ان لوگوں کی بنسبت ہم لوگ اس مال کے زیادہ حقدار تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ کیا تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے۔ حالانکہ میں تو آسمان والوں کا امین ہوں۔ میرے پاس تو صبح وشام آسمان کی خبریں آتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ جس کی دونوں آنکھیں گڑھی ہوئی تھیں۔ اس کے رخسارے کی دونوں ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ پیشانی اٹھی ہوئی تھی۔ داڑھی گھنی تھی۔ سر کے بال منڈے ہوئے تھے۔ اور لنگی کو اونچا رکھنے والا جس کا نام ذوالخویصرہ تھا۔ اور یہ سب علامات خوارج کی ہیں۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ سے ڈریں۔ آپؐ نے فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہو۔ کیا میں روئے زمین کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس کا حقدار نہیں ہوں۔ کہ میں اللہ تعالےٰ سے ڈردوں۔ راوی کہتے ہیں کہ جب وہ آدمی پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو حضرت خالد بن الولیدؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ کہ حضرت! بہت سے نماز پڑھنے والے زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں۔ جو ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دل ٹٹولتا پھروں۔ اور نہ ہی مجھے ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم ملا ہے۔ پھر جب وہ پیٹھ دے کر جا رہا تھا۔ تو آپؐ اس کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے۔ فرمایا کہ اس کی نسل سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ کہ کتاب اللہ کی تلاوت سے ان کی زبانیں تر ہوں گی۔ لیکن وہ قرآن ان کی ہنسلیوں سے آگے نہیں بڑھے گا۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر میں نے ان کو پالیا۔ تو ایسے قتل کر دوں گا۔ جیسے ثمود کی قوم کا قتل ہوا۔ کہ بالکل تہس نہس ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لعقب معک تعقیب عساکر کا مطلب یہ ہے کہ لشکر کو واپس آجانے کے بعد لوٹ جانے کا حکم دینا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ سپاہیوں کو چار ماہ تک لشکر میں رہنے کی اجازت دیتے تھے۔ پھر واپس گھر بھیج دیتے تھے۔ اس لئے کہ ایک مرتبہ

گشت کے دوران ایک عورت کا گانا سنا۔ جو اپنے خاوند کے فراق میں غمگین تھی۔ صبح کو حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ تم کتنا عرصہ خاوند کے بغیر رہ سکتی ہو۔ اس نے کہا چار ماہ تک صبر کر سکتی ہوں۔ تو آپ چار ماہ کے بعد فوجیوں کو رخصت پر بھیج دیتے تھے۔ تو جو فوج کسی جگہ مقرر ہوتی جب اسے واپس بلاکر اس کی جگہ دوسری فوج کو بھیجتے تو اس جانے کو تعقیب اور جانے والے کو معقبین کہا جاتا ہے۔ اور ان آنے والوں میں سے جو واپس جانا چاہے اسے اجازت ہے۔ آنا جانا یہ تعقیب کہلاتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۳۹۱ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِسِعَايَتِهِ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ قَالَ وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب جب اپنی ولایت یمن سے آئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ اے علیؓ! تم نے کس چیز سے احرام باندھا تھا۔ کہا جس سے اللہ کے نبی نے احرام باندھا۔ فرمایا چونکہ تم ھدی لائے ہو۔ اس لئے جیسے تم محرم ہو اسی طرح محرم ٹھہرے رہو۔ اور حضرت علیؓ آپؐ کے لئے یمن سے ھدی لائے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | لاقتلنهم قتل ثمود الخ ۶۲۴/۹ ان کا قتل اس لئے جائز ہوا۔ کہ انہوں نے امام کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اگرچہ ذوالخویصرہ کے اندر یہ سبب قتل موجود تھا کیونکہ اس نے ایسا کلمہ بولا جس کی سیاسۃً سزا قتل تھی۔ لیکن مصلحت کی وجہ سے آپؐ نے اس کے قتل سے روک دیا۔ تاکہ لوگ آپؐ کی صحبت سے متنفر نہ ہو جائیں۔ اور اشاعت دین میں خلل نہ پڑ جائے۔ لیکن اسلام شائع ذائع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب تالیف قلوب سے مسلمانوں کو مستغنی کر دیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | بنابریں اب ان خوارج کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ وہ علم بغاوت بلند کریں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جنگ نہروان میں ہزارہا خارجیوں کو

قتل کیا۔ اور بعد کے خلفاء بھی ان سے نبرد آزما رہے۔ پہلے پہل ان کا خروج حضرت علیؓ کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کا ظہور و غلبہ نہیں ہوا۔ شبیب خارجی کی بیوی غزالہ نے سال بھر تک حجاج بن یوسف ثقفی ظالم کو محل سے مسجد تک نہ نکلنے دیا۔

اقامت غزالہ سوق الضراب بین العراقین حولاً قمیصاً عاملاً (کاملاً) کہ غزالہ نے بصرہ اور کوفہ کے درمیان سال بھر تک تلوار زنی کا بازار گرم رکھا۔

حدیث نمبر ۳۹۱۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّهُ ذُكِرَ لِابْنِ عُمَرَ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ فَقَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَأَهْلَلْنَا بِهِ مَعَهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيٌ فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ الْيَمَنِ حَاجًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ أَهْلَلْتَ فَإِنَّ مَعَنَا أَهْلَكَ قَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَمْسِكْ فَإِنَّ مَعَنَا هَدْيًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے ذکر کیا گیا۔ کہ حضرت انسؓ انہیں حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے۔ کہ عمرہ اور حج دونوں کا آپؐ نے احرام باندھا تھا۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا۔ ہم نے بھی آپؐ کے ہمراہ حج کا احرام باندھا۔ پس جب ہم لوگ مکہ پہنچے۔ تو جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں تھا۔ ان کو آپؐ نے فرمایا کہ اسے اب عمرہ بنالو اور بعد ازاں حلال ہو جاؤ۔ چونکہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قربانی کا جانور موجود تھا۔ پس علیؓ بن ابی طالب یمن سے حج کے ارادہ سے آئے تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کہ احرام باندھتے وقت تم نے کیا نیت کی تھی۔ تمہاری بیوی ہمارے ساتھ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام پر احرام کی نیت کی تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ پس اسی احرام پر رک جاؤ۔ کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی کے جانور موجود ہیں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذِی الْخَلَصَةِ

ترجمہ۔ باب ذی الخلصہ کے غزوہ کا بیان۔

حدیث نمبر ۳۹۱۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ کَانَ بَیْتٌ فِی الْجَاهِلِیَّةِ یُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَالْکَعْبَةُ الْیَمَانِیَةُ وَالْکَعْبَةُ الشَّامِیَةُ فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِیْحُنِیْ مِنْ ذِی الْخَلَصَةِ فَنَفَرْتُ مِنْ مِائَةٍ وَخَمْسِیْنَ رَاکِبًا فَکَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهٗ فَأَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهٗ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جاہلیت میں ایک گھر تھا۔ جسے ذو الخلصہ کہا جاتا تھا۔ اور اسے کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ بھی کہتے تھے۔ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا۔ کہ کیا تم مجھے ذو الخلصہ سے آرام نہیں پہنچاتے۔ تو میں ڈیڑھ سو گھوڑے سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ تو ہم نے وہاں جاکر اسے توڑا پھوڑا اور جو لوگ اس کے آس پاس ملے انہیں قتل کر دیا۔ جس کی خبر آکر ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ تو آپؐ نے ہمارے لئے اور ہمارے قبیلہ احمس کے لئے دعا فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۹۱۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ قَالَ لِیْ جَرِیْرٌ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِیْحُنِیْ مِنْ ذِی الْخَلَصَةِ وَکَانَ بَیْتًا فِیْ خَثْعَمَ یُسَمَّی الْکَعْبَةَ الْیَمَانِیَةَ فَانْطَلَقْتُ فِیْ خَمْسِیْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَکَانُوْا أَصْحَابَ خَیْلٍ وَکُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَی الْخَیْلِ فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ حَتّٰی رَأَیْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهٖ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِیًا مَّهْدِیًّا فَانْطَلَقَ إِلَیْهَا فَکَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِیْرٍ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُکَ حَتّٰی تَرَکْتُهَا کَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ قَالَ

فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے آرام نہیں پہنچاتے۔ ذی الخلصہ قبیلہ خثعم میں ایک گھر تھا۔ جسے کعبہ یمانیہ کے نام سے پکارتے تھے۔ تو میں اپنے قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سوار لے کر چل پڑا اور یہ لوگ گھوڑوں والے تھے۔ میں اچھی طرح ٹک کر گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ تو آپؐ نے میرے سینہ میں مکا مارا۔ کہ جس سے میں نے اپنے سینہ میں آپؐ کی انگلیوں کے نشان دیکھے۔ پھر فرمایا۔ اے اللہ! اسے ٹکا کے بٹھادے اور اسے کامل مکمل کر دے۔ پس انہوں نے وہاں جا کر اسے توڑا۔ اس کو آگ لگا دی۔ تو حضرت جریرؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد بھیجا۔ جس نے آکر کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں آپؐ کے پاس اس حال میں آیا ہوں کہ اس بت خانہ کو خارشی اونٹ کی طرح خاکستری رنگ بنا دیا ہے۔ تو آپؐ نے پانچ مرتبہ احمس کے گھوڑوں اور ان کے شہسواروں کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قبیلہ خثعم کے لوگوں نے ایک گھر بنایا۔ جس میں ایک بت رکھا تھا۔ بیت اللہ کو وہ کعبہ شامیہ کہا کرتے تھے۔ اور اس کو کعبہ یمانیہ اور بت کو خلصہ کہتے تھے۔ حضرت جریرؓ جو قبیلہ بجیلہ کے فرد ہیں۔ ان کو اس بت کے گرانے کے لئے بھیجا گیا۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذوالخلصہ۔ کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ یہ تینوں اس بت کدہ کے نام ہیں۔ مگر در حقیقت تینوں نام نہیں ہو سکتے۔ تو بعض نے کہا کہ راوی کو وہم ہو گیا اور بعض نے کہا۔ الکعبہ الشامیہ میں واؤ استیناف کے لئے ہے۔ اور والکعبۃ ھی الشامیہ کے معنی ہیں۔ پڑھنے میں غلطی ہو گئی۔ اور بعض نے کہا کہ چونکہ بعض بلاد کی نسبت سے یہ گھر شمال میں پڑتا تھا۔ اس لئے کعبہ شامیہ کہا گیا۔ اور بعض بلاد کی نسبت جنوب میں تھا۔ اس لئے اسے کعبہ یمانیہ کہا گیا۔

دعا لنا وَلِاَحمس احمس والے قبیلہ بجیلہ کے حلیف ہیں۔ جو احمس بن عون بن انمار کی طرف منسوب ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۱۵ حدثنا یوسف بن موسیٰ عن جریرؓ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تریحنی من ذی الخلصۃ فقلت بلیٰ فانطلقت خمسین ومائۃ فارس من احمس وکانوا اصحاب خیل وکنت لا اثبت علی الخیل فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فضرب یدہ علی صدری حتی رأیت اثر یدہ فی صدری وقال اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیا مھدیا قال فما وقعت عن فرس بعد قال وکان ذو الخلصۃ بیتا بالیمن لخثعم وبجیلۃ فیہ نصب یعبد یقال لہ الکعبۃ قال فاتاھا فحرقھا بالنار وکسرھا قال ولما قدم جریر الیمن کان بھا رجل یستقسم بالازلام فقیل لہ ان رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھھنا فان قدر علیک ضرب عنقک قال فبینما ھو یضرب بھا اذ وقف علیہ جریرؓ فقال لتکسرنھا ولتشھدن ان لا الہ الا اللہ او لاضربن عنقک قال فکسرھا وشھد ثم بعث جریر رجلا من احمس یکنی ابا ارطاۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا رسول اللہ والذی بعثک بالحق ما جئت حتی ترکتھا کانھا جمل اجرب قال فبرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی خیل احمس ورجالھا خمس مرات۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ کعبہ یمانی میرے لئے تکلیف دہ ہے۔ کہ تم مجھے اس ذی الخلصہ کو تباہ کر کے راحت نہیں پہنچا سکتے۔ میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! پس میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو گھوڑے سوار لے کر چل پڑا۔ جو گھوڑوں کی سواری کے ماہر تھے۔ اور میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا بلکہ گر پڑتا تھا۔ جس کا ذکر میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پہ مارا۔ جس کا نشان میں نے اپنے سینہ میں دیکھا اور آپؐ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! اس کو جم کر بیٹھنے کی توفیق عطا فرما اور اسے کامل مکمل بنا دے۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی

گھوڑے سے نہیں گرا۔ اور ذوالخلصۃ یمن میں قبیلہ خثعم اور بجیلہ کا ایک گھر تھا۔ جس میں مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جن کی پوجا پاٹ ہوتی تھی۔ اس پہ جانور بھی ذبح کئے جاتے تھے جیسے کعبہ کہا جاتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ حضرت جریرؓ اس بتکدے کے پاس آئے۔ اسے آگ سے جلادیا۔ اور اس کی عمارت کو توڑ پھوڑ دیا۔ راوی کا کہنا ہے۔ کہ جب حضرت جریرؓ یمن میں تشریف لائے۔ تو وہاں پہ ایک آدمی تھا جو تیروں سے لوگوں کی قسمت کے فیصلے کرتا تھا۔ اسے کہا گیا کہ یہاں پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نمائندہ موجود ہے۔ اگر اسے تجھ پہ قدرت حاصل ہوگئی تو وہ تیری گردن اڑا دے گا۔ پس دریں اثنا کہ وہ اپنی کارگذاری پہ لگا ہوا تھا۔ کہ حضرت جریرؓ ان کے سر پہ جاکر کھڑے ہوگئے۔ پس اس سے کہا کہ یا تو ان تیروں کو توڑ کر کلمۂ شہادت لا الہ الا اللہ پڑھ لو۔ ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس نے ان قسمت کے تیروں کو توڑ پھوڑ دیا اور کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ پھر حضرت جریرؓ نے احمس قبیلہ کا ایک آدمی جس کی کنیت ابوارطاۃ تھی اس کو جناب نبی اکرم علیہ وسلم کی خدمت میں خوشخبری دینے کے لئے بھیجا۔ جب وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کہنے لگا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس حال میں آپؐ کے پاس آیا ہوں۔ کہ اس بتکدہ کو ایسی حالت میں چھوڑ آیا ہوں۔ گویا کہ وہ خارشی اونٹ ہے جسے تارکول مل دیا گیا ہے۔ جس پہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ احمس کے گھوڑوں اور ان کے شہسواروں کے لئے برکت کی دعا پانچ مرتبہ فرمائی۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ

وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَّجُذَامٍ قَالَهُ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ عُرْوَةَ بِلَادُ بَلِيٍّ وَّعُذْرَةَ وَبَنِي الْقَيْنِ۔

ترجمہ۔ زنجیروں والا غزوہ اسماعیل بن خالد کے قول کے مطابق یہ غزوہ لخم اور جذام قبائل کا ہے۔ اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عروۃ نے فرمایا کہ یہ بلاد بلی۔ عذرہ اور بنی القین پہ مشتمل ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۱۶ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلٰی جَیْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَیْتُهٗ فَقُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا فَسَكَتُّ مَخَافَةَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ فِیْ اٰخِرِهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمان سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رض کو جیش ذات السلاسل پہ امیر بنا کر بھیجا۔ فرماتے ہیں جب میں واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ کو تمام لوگوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا حضرت عائشہ رض۔ میں نے پوچھا مردوں میں سے آپ نے فرمایا ان کا باپ ابوبکر رض پھر میں نے پوچھا پھر کون ہے فرمایا حضرت عمر رض ہیں۔ پس آپ نے چند آدمیوں کے نام گنے۔ میں اس خدشہ سے خاموش ہوگیا کہ کہیں مجھے سب سے آخر میں نہ کردیں۔

تشریح از شیخ مدنی رح ذات السلاسل کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اس غزوہ میں کفار نے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہاں ایک پانی کا چشمہ تھا۔ جو دائماً جاری تھا۔ تو اس جگہ کو ذات السلاسل کہنے لگے۔ اس غزوہ کے امیر سالار حضرت عمرو رض بن العاص تھے۔ اور ان کے لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق رض اور عمر فاروق رض بھی شامل تھے۔ بنابریں ان کو خیال پیدا ہوا کہ شاید میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ اس لئے آپ نے مجھے امیر لشکر بنایا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو اس کے خلاف واقع ہوا۔

تشریح از قاسمی رح یہ ذات السلاسل وادی القریٰ کے پیچھے مدینہ سے دس دن کے فاصلہ پر ہے۔ یہ غزوہ ۸ھ جمادی الاخریٰ میں واقع ہوا۔ قضاعہ کے مختلف قبائل جمع ہو کر مدینہ پر چڑھائی کا منصوبہ بنایا۔ جن کی سرکوبی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو مہاجرین اور انصار کا لشکر دے کر امیر بنایا اور انہیں سفید جھنڈا دیا۔ پھر ان کی کمک کے لئے دو سو آدمیوں پر مشتمل حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رض کی سیادت میں لشکر بھیجا۔ فرمایا

آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ نے جب امام صلوٰۃ بننے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے ان کو روک دیا کہ امیر لشکر میں ہوں۔ تم تو امداد کے لئے آئے ہو۔ امامتِ صلوٰۃ میرا حق ہے۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ نے ان کی اطاعت کی۔ تو عمرو بن العاصؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر یہ حضرات بلاد بلی۔ عذرہ۔ طے کی طرف چلے۔

بَابُ ذَهَابِ جَرِيْرٍ اِلَى الْيَمَنِ۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ کا یمن کی طرف جانا۔

حدیث نمبر ۳۹۱۷ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ الخ عَنْ جَرِيْرٍؓ قَالَ كُنْتُ بِالْبَحْرِ فَلَقِيْتُ رَجُلَيْنِ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَذَا عَمْرٍو فَجَعَلْتُ اُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ ذُوْ عَمْرٍو لَئِنْ كَانَ الَّذِيْ تَذْكُرُ مِنْ اَمْرِ صَاحِبِكَ لَقَدْ مَرَّ عَلٰى اَجَلِهٖ مُنْذُ ثَلٰثٍ وَاَقْبَلَا مَعِيْ حَتّٰى اِذَا كُنَّا فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِيْنَةِ فَسَاَلْنَاهُمْ فَقَالُوْا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍؓ وَالنَّاسُ صَالِحُوْنَ فَقَالَا اَخْبِرْ صَاحِبَكَ اَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُوْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَرَجَعَا اِلَى الْيَمَنِ فَاَخْبَرْتُ اَبَا بَكْرٍؓ بِحَدِيْثِهِمْ قَالَ اَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِيْ ذُوْ عَمْرٍو يَا جَرِيْرُؓ اِنَّ بِكَ عَلَيَّ كَرَامَةً وَاِنِّيْ مُخْبِرُكَ خَبَرًا اِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَا كُنْتُمْ اِذَا هَلَكَ اَمِيْرٌ تَاَمَّرْتُمْ فِيْ اٰخَرَ فَاِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوْا مُلُوْكًا يَغْضَبُوْنَ غَضَبَ الْمُلُوْكِ وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوْكِ۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں یمن میں تھا۔ کہ یمن کے دو آدمی ذو کلاع اور ذو عمرو سے میری ملاقات ہوئی۔ میں ان دونوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرنے لگا۔ تو ان سے ذو عمرو نے کہا۔ کہ اگر تم نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

ذکر کیا ہے۔ تو میں بھی تمہیں ان کے متعلق خبر دیتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تین دن گذر چکے ہیں۔ اور وہ دونوں میرے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم نے کچھ راستہ طے کیا تھا۔ کہ ہمیں مدینہ کی طرف سے ایک قافلہ آتے ہوئے نظر آیا۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے۔ اور لوگ ان سے راضی ہیں۔ تو وہ دونوں کہنے لگے کہ اپنے خلیفہ کو ہماری طرف سے خبر دینا کہ ہم تو آرہے تھے۔ اور اگر اللہ نے چاہا تو شاید ہم عنقریب واپس آئیں گے اور یمن کی طرف واپس چلے گئے۔ جن کے حالات سے میں نے حضرت ابوبکرؓ کو آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ تم ان کو کیوں نہ لائے۔ کچھ عرصہ بعد مجھے ذو عمرو نے کہا کہ اے جریرؓ! آپ کو ہم پر شرافت اور برتری حاصل ہے۔ کہ آپ کی وجہ سے ہم مسلمان ہوئے اور یہ کہ میں آپ کو ایک اصولی بات بتاتا ہوں۔ کہ عرب کے لوگو! تم اس وقت تک بھلائی کے ساتھ رہوگے۔ جب تک تمہارا یہ معمول رہا کہ جب ایک امیر کی ہلاکت تم نے مشورہ سے امیر مقرر کیا۔ لیکن جب یہ امارت تلوار کے زور سے آئی۔ تو پھر وہ خلفاء بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔ بادشاہوں کی طرح ان کا غصہ ہوگا۔ اور بادشاہوں کی طرح ان کی ناراضگی ہوگی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ذوکلاع اور ذوعمرو اہل کتاب میں سے تھے۔ اور کتب سابقہ کے اچھی طرح عالم تھے۔ لقد مر علی اجلہ الخ ان کو یا تو علم نجوم اور کہانت سے معلوم ہوا۔ یا کتب سابقہ سے یا الہام کے ذریعہ سے علم ہوا۔ یا کسی آنے والے نے سرا انہیں خبر کردی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ انا قد جئنا ص ۶۲۵ / ۱۴ ہم لوگ زیارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق سے آرہے تھے۔ لیکن جب آپؐ کی رحلت کی اطلاع ہوئی۔ تو ہم اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے واپس جارہے ہیں۔ انشاء اللہ ہم جلدی خلیفہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوں گے العیاذ باللہ ہمارا واپس جانا ارتداد کی وجہ سے نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ اصابۃ میں حافظؒ نے نقل کیا ہے کہ ذوکلاع اور ذوعمرو دونوں حضرت جریرؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہوگئے۔ اور ذی کلاع نے مسلمان ہونے کے شکریہ میں چار ہزار غلام آزاد کر دیئے۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حاضر ہوا اور ان سے روایت بھی کی ہے۔

اور صفین کی لڑائی میں حضرت امیر معاویہؓ کے ہمراہ تھا۔ اور وہیں قتل ہوا۔ کہتے ہیں ذوالکلاع اور ذوعمرو دونوں اپنی قوم کے سردار تھے۔ مسلمان ہو کر آرہے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں۔ لیکن وہ پہنچ نہ سکے۔

بَابُ غَزْوَةِ سَيْفِ الْبَحْرِ

وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيرًا لِقُرَيْشٍ وَأَمِيرُهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ۔

ترجمہ۔ سمندر کی کنارے کا غزوہ جس میں قریش کے قافلہ کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا سالار حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تھے۔ یعنی عامر بن عبد اللہ الجراح فہری قرشی۔

حدیث نمبر ۳۹۱۸ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِؓ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ فَخَرَجْنَا وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ الْجَيْشِ فَجُمِعَ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلٌ قَلِيلٌ حَتّٰى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ مَا تُغْنِي عَنْكُمْ تَمْرَةٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهَا الْقَوْمُ ثَمَانَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ساحل سمندر کی طرف بھیجا۔ جن پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو امیر مقرر کیا۔ یہ لشکر تین سو افراد پر مشتمل تھا۔ ہم ابھی راستہ ہی میں تھے۔ کہ ہمارا توشہ خوراک ختم ہو گیا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے لشکر کو اپنے توشہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ تو کھجور کے دو تھیلے بھر گئے۔ جس میں سے ہر روز وہ ہمیں تھوڑی تھوڑی غذا دیتے تھے۔ یہاں تک وہ بھی ختم ہو گیا۔ تو وہ ہمیں صرف ایک ایک

کھجور کا دانہ دیتے تھے۔ میں نے کہا کہ ایک دانہ کھجور کا تمہیں کیا کام دیتا ہو گا۔ انہوں نے فرمایا۔ واللہ! جب وہ ختم ہو گئے۔ تو ہم نے اس ایک ایک دانہ کو بھی گم پایا۔ پھر ہم سمندر تک پہنچے۔ تو اچانک ایک چھوٹے پہاڑ کی مانند ایک بڑی مچھلی ملی۔ جس کو قوم نے اٹھارہ راتوں تک کھایا۔ پھر حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کے پہلوؤں میں سے دو پہلو کے کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک اونٹنی پر کجاوہ کسا گیا۔ جس کو ان دونوں پہلوؤں کے نیچے سے گذارا گیا۔ تو وہ اتنا اونچے تھے کہ وہ کجاوہ ان کی بلندی تک نہ پہنچ سکا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ سیف بمعنی ساحل وکنارہ۔ بحر سے بحر قلزم مراد ہے۔ یہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔ آپؐ کو اطلاع ملی کہ اہل مکہ کا کوئی قافلہ گزرنے والا ہے۔ تو آپؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت تین سو کا لشکر بھیجا۔

قلیل قلیل اس کا رسم الخط اسی طرح ہے۔ مگر اسے منصوب پڑھا جاتا ہے۔ ای یقوتنا قلیلاً قلیلاً۔ ظراب بمعنی چھوٹا پہاڑ۔

حدیث نمبر ۳۹۱۹ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مِائَةِ رَاکِبٍ اَمِیْرُنَا اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نَرْصُدُ عِیْرَ قُرَیْشٍ فَاَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ فَاَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِیْدٌ حَتّٰی اَکَلْنَا الْخَبَطَ فَسُمِّیَ ذٰلِکَ الْجَیْشُ جَیْشَ الْخَبَطِ فَاَلْقٰی لَنَا الْبَحْرُ دَابَّةً یُقَالُ لَهَا الْعَنْبَرُ فَاَکَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَّادَّهَنَّا مِنْ وَدَکِهٖ حَتّٰی ثَابَتْ اِلَیْنَا اَجْسَامُنَا فَاَخَذَ اَبُوْ عُبَیْدَةَ ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِهٖ فَنَصَبَهٗ فَعَمَدَ اِلٰی اَطْوَلِ رَجُلٍ مَّعَهٗ قَالَ سُفْیَانُ مَرَّةً ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِهٖ فَنَصَبَهٗ وَاَخَذَ رَجُلًا وَّبَعِیْرًا فَمَرَّ تَحْتَهٗ قَالَ جَابِرٌ وَکَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلٰثَ جَزَآئِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلٰثَ جَزَآئِرَ ثُمَّ اِنَّ اَبَا عُبَیْدَةَ نَهَاهُ وَکَانَ عَمْرٌو یَقُوْلُ اَخْبَرَنَا اَبُوْ صَالِحٍ اَنَّ قَیْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِاَبِیْهِ کُنْتُ فِی الْجَیْشِ فَجَاعُوْا قَالَ انْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ انْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ انْحَرْ

قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ انْحَرْ قَالَ نُهِيْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم تین سو ۳۰۰ سواروں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بھیجا۔ ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے۔ ہم قریش کے اونٹوں کے قافلہ کا انتظار کر رہے تھے۔ پس ہم سمندر کے کنارے آدھا مہینہ ٹھہرے رہے۔ جس میں ہمیں سخت بھوک نے ستایا۔ یہاں تک کہ ہم درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ اسی لئے اس لشکر کا نام جیش الخبط پڑ گیا۔ پس سمندر نے ہماری طرف ایک مچھلی پھینکی۔ جس کو عنبر کہا جاتا ہے۔ ہم اس سے آدھا مہینہ کھاتے رہے۔ اور اس کی چربی سے ہم نے تیل بھی لگایا۔ جس سے ہمارے جسم کمزوری سے ٹھیک ہو گئے۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اس مچھلی کے ایک پہلو کی ہڈی کو لے کر کھڑا کر دیا۔ پھر لشکر میں سے ایک لمبے قد والے آدمی کا قصد کیا۔ سفیان کبھی کہتے ہیں۔ کہ اس کی پسلی کی ہڈی کو کھڑا کر کے گاڑ دیا۔ اور ایک آدمی اور ایک اونٹ کو اس کے نیچے سے گزار دیا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ قوم میں سے ایک آدمی تھا۔ جس نے ایک مرتبہ تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر دوسری مرتبہ تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر تیسری مرتبہ تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر چوتھی مرتبہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کو ذبح کرنے سے روک دیا۔ عمرو راوی کہتے ہیں۔ کہ ہمیں ابو صالح نے خبر دی۔ کہ قیس بن سعدؓ نے اپنے باپ سے کہا کہ میں اس لشکر میں موجود تھا۔ پس لشکری بھوکے ہوئے۔ تو مجھے حکم ہوا کہ اونٹ ذبح کرو۔ میں نے ذبح کر دیا۔ پھر بھوکے ہوئے تو مجھے دوسری مرتبہ حکم ہوا۔ کہ اونٹ ذبح کرو تو میں نے ذبح کر دیا۔ پھر بھوکے ہوئے تو تیسری مرتبہ ذبح کرنے کا حکم ملا۔ تو میں نے ذبح کر دیا۔ پھر بھوکے ہوئے تو مجھے اونٹ ذبح کرنے کا حکم ملا۔ فرمایا کہ مجھے روک دیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خبط ببول کے پتے۔ القی لنا البحر دابۃ درحقیقت وہ مچھلی تھی۔ چلنے کے اعتبار سے اسے دابۃ کہا گیا۔ کل ما یدب علی الارض۔ عنبر ایک قسم کی گھاس ہے۔ جو کہ ساحل کے کنارے پر ہوتی ہے۔ یہ عنبر مچھلی اس پر عاشق ہوتی ہے۔ وہ اسے کھا کر قے کرتی ہے یا پاخانہ پھینکتی ہے۔ اسے اعلیٰ درجہ کا عنبر کہا جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی نعمت دنائت اور رذالت سے خالی نہیں ہے۔ انسان اگر غور کرے تو اس عالم کی ہر

چیز اسے قابلِ نفرت معلوم ہوگی۔ مگر ہم غافل ہیں۔ اس کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ عالم علوی کو ہم نے چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قال سفیان مرۃ ۱/۲ ص ۱۲۶ دونوں عبارتوں میں فرق ظاہر ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں اطول رجل کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں ذکر نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بخاری کے نسخوں میں اختلاف ہے۔ ہندی نسخہ میں پہلی روایت میں من اعضائہ ہے اور دوسری میں من اضلاعہ ہے۔ اور کرمانی کے نسخہ میں دونوں جگہ من اضلاعہ ہے۔ قال قال سفیان مرۃ مکان اضلاعہ اعضائہ۔ اور قطب گنگوہیؒ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ دونوں میں فرق اطول کے ذکر اور عدم ذکر کے اعتبار سے ہے۔ تو اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ نھاہ ص ۱۲۶/۲ کیونکہ یہ باپ کے مال سے تجارت کرتے تھے۔ اگرچہ باپ کی طرف سے اذن صریح نہیں تھا۔ مگر دلالۃً اجازت تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ قیس بن سعدؓ نے جب لوگوں میں بھوک دیکھی۔ کہ کوئی ذبح کرنے کے لئے مجھے اونٹ دے دے تو میں مدینہ میں اسے کھجور دے دوں گا۔ تو جہینہ کے ایک آدمی نے اس کا نسب پوچھ کر اس سے سودا کر لیا۔ پانچ اونٹ پانچ وسق کے بدلے خرید لئے۔ اور صحابہ کی ایک جماعت نے اس کے لئے گواہی دی۔ تو حضرت عمرؓ نے اسے روک دیا۔ کیونکہ قیس کا کوئی مال نہیں تھا۔ لیکن ایک اعرابی کے طعن پر قیس کے باپ سعد نے اسے چار باغ ہبہ کر دیئے۔ کہ کم از کم ایک باغ سے پچاس وسق حاصل ہوتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیسؓ کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ سخاوت تو اس گھرانے کی خصوصی علامت ہے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے ان قیسؓ کو ذبح کرنے سے اس لئے روک دیا۔ کہ پھر سواری کے لئے جانور نہیں رہیں گے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے ذمہ پر قرض لیتے تھے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اس نوجوان پر تعجب ہے کہ اپنا مال تو اس کا ہے نہیں۔ غیر کے مال کے لئے قرضہ لے رہا ہے۔ روایت میں نھیت ان سے پوچھا تمہیں کس نے روکا۔ کہا میرے امیر ابو عبیدہؓ نے روکا ہے۔ پوچھا گیا۔

کیوں۔ تو کہا کہ اس کا مال تو ہے نہیں دوسروں پہ قرضہ لے رہا ہے۔ کیونکہ مال تو اس کے باپ کا ہے۔ تو میں نے کہا میرا باپ تو اباعد کے قرضے ادا کرتا ہے۔ میں تو اس کا بیٹا ہوں۔ میرا قرضہ کیوں نہیں ادا کرے گا۔ پھر حدیث باب میں تین دن نحر کا ذکر ہے۔ اور ہر دن تین اونٹ ذبح کئے۔ حالانکہ جھنی سے تو صرف پانچ اونٹ لئے تھے۔ تو زرقانی نے روایات کو جمع کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ پہلے وہ چھ اونٹ انہوں نے ذبح کئے جو خود ان کے پاس تھے۔ پھر جھنی سے پانچ اونٹ قرض لئے۔ جن میں سے تین کو ذبح کیا۔ پھر روک دیئے گئے۔ اور مسند احمد میں چار مرتبہ تین تین اونٹ ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ انحر سے مراد ایجاد فعل نہیں۔ کیونکہ حکایت کے وقت نہ تو لشکر تھا نہ بھوک تھی۔ وقت گزر چکا تھا۔ بلکہ اس امر سے مراد اغراء اور ترغیب دینا ہے۔ معنی ہوئے کہ تم نے ذبح کئے ہوتے۔ جیسے اقرآ فلان اقرآ فلان میں ترغیب مقصود ہے۔ ایجاد فعل مطلوب نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ انحر کے معنی ہے ذبح کئے ہوئے۔ انحر ذبح کئے ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۹۲۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَاُمِّرَ اَبُوْعُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِيْدًا فَاَلْقَى الْبَحْرُ حُوْتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهٗ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَاَخَذَ اَبُوْعُبَيْدَةَ عَظْمًا مِّنْ عِظَامِهٖ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهٗ نَا خْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ كُلُوْا فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا رِزْقًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ اَطْعِمُوْنَا اِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَاَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَاَكَلَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جیش الخبط میں ہم بھی جہاد کے لئے گئے۔ اور ہم پر حضرت ابوعبیدہؓ کو امیر مقرر کیا گیا۔ ہمیں سخت بھوک نے ستایا تو سمندر نے ایک مردہ مچھلی پھینکی۔

اس جیسی ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ جسے عنبر کہا جاتا تھا۔ پس ہم اس میں سے آدھا مہینہ کھاتے رہے۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی۔ جس کے نیچے سے اونٹ سوار گزر گیا۔ ابو الزبیر خبر دیتے ہیں۔ انہوں نے حضرت جابرؓ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ کھاؤ۔ پس جب ہم لوگ مدینہ آئے تو ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس روزی کو کھاؤ جو اللہ تعالٰے نے تمہارے لئے نکالی ہے۔ ہمیں بھی کھلاؤ۔ اگر اس کا کچھ حصہ تمہارے پاس ہو تو بعض نے آپؐ کو دیا جس کو آپؐ نے تناول فرمایا۔

تشریح از قاسمیؒ ایک روایت میں اٹھارہ رات کا ذکر ہے۔ دوسری میں نصف شہر کا۔ اور ایک روایت میں اقمنا شہراً ہے۔ تو رفع تعارض کی صورت یہ ہوگی۔ کہ دراصل اٹھارہ راتیں ہیں۔ نصف شہر میں کسر کو حذف کر دیا۔ اور شہر میں کل مدت اقامت ذکر ہوئی۔ جوع شدید سے قبل اور بعد سب زمانہ ایک ماہ کا تھا۔ واللہ اعلم۔

عنبر کہتے ہیں ایک بہت بڑی مچھلی ہے۔ یہ عنبر کی خوشبو اس کا پاخانہ ہے یا اس کی قے اور اس کی لمبائی پچاس گز ہے۔ طافیہ کے بغیر باقی سب مچھلی حلال ہے ذبح کی ضرورت نہیں۔

بَابُ حَجِّ اَبِیْ بَکْرٍ بِالنَّاسِ فِیْ سَنَةِ تِسْعٍ

ترجمہ۔ سنہ ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا لوگوں کو حج کرانا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۱ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ اَبَابَکْرِ الصِّدِّیْقَ بَعَثَهٗ فِی الْحَجَّةِ الَّتِیْ اَمَّرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ یَوْمَ النَّحْرِ فِیْ رَهْطٍ یُّؤَذِّنُ فِی النَّاسِ لَا یَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس حج میں بھیجا۔ جس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے امیر بنایا تھا۔ قربانی کے دن وہ ایک جماعت کے ساتھ لوگوں میں اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد

کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا اور نہ ہی کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف کر سکے گا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۲ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَجَاءٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ آخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ کَامِلَةً بَرَاءَةٌ وَآخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ النِّسَاءِ یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلَالَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ آخری سورۃ جو کامل اتری وہ سورۃ براۃ ہے۔ اور آخری آیت جو آخر میں اتری وہ سورۃ نساء کی یہ آیت ہے۔ یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلَالَةِ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نویں سال مکہ بھیجا تاکہ حج کے موقعہ پر لوگوں کو احکام سنائیں۔ اگر ان پر عمل پیرا ہوں تو فبہا ورنہ جن لوگوں نے معاہدہ کو نہیں توڑا ان کے لئے مدت مقرر کر دی۔ اور جن سے معاہدہ تھا۔ ان کے لئے بھی اعلان تھا۔ کہ فلاں مدت تک ہمارا معاہدہ ہے۔ بعد ازاں معاہدہ نہیں رہے گا۔ اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ ننگے بدن کوئی حج نہ کرے۔ چونکہ اگلے سال آپؐ نے حج کے لئے جانا تھا۔ اس لئے یہ احکام پہنچائے گئے۔ لیکن معاہدہ برقرار رکھنے یا توڑنے کا اعلان خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے یا آپؐ کا کوئی قریبی کرتا۔ تب اس کا اعتبار ہوتا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نویں دسویں جد میں جا کر شریک ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ قریبی تھے۔ اس لئے ان کے بعد معاہدات کے اعلان کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا گیا۔

تشریح از قاسمیؒ کاملۃ بعض آیات کے اعتبار سے کہا گیا ورنہ بہت سی آیات وہ ہیں جو وفات نبوی کے سال سے پہلے نازل ہوئیں۔ اگر اشکال ہو کہ سورۃ براۃ کو حج ابوبکرؓ سے کیا مناسبت ہے تو جواب یہ ہے کہ اس میں اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِہِمْ ھٰذَا حج ابوبکرؓ کے موقعہ پر نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اس حدیث کو باب سے مناسبت ہو گئی۔ آخر سورۃ خاتمۃ اور ایک نسخہ میں آخر آیت ہے۔ صحیح یہی ہے۔ وہ سورۃ بمعنے قطعہ کی تاویل کی جائے گی۔

بَابُ وَفْدِ بَنِیْ تَمِیْمٍ

ترجمہ۔ بنو تمیم کا وفد ۹ھ کے اواخر میں آیا۔ جب کہ آپؐ جعرانہ سے واپس تشریف لائے۔

حدیث نمبر ۳۹۲۳ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ اَتٰی نَفَرٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰی یَا بَنِیْ تَمِیْمٍ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَرُئِیَ ذٰلِكَ فِیْ وَجْهِهٖ فَجَآءَ نَفَرٌ مِّنَ الْیَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰی اِذْ لَمْ یَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِیْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں۔ کہ بنو تمیم کا ایک گروہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ بنو تمیم جنت میں داخل ہونے کی بشارت قبول کرو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ نے ہمیں بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ پس اب ہمیں کچھ مال بھی عطا فرمایئے۔ تو یہ ناراضگی آپؐ کے چہرہ انور میں دیکھی گئی۔ کہ ان لوگوں نے دنیا کو ترجیح دی۔ آخرت سے بے فکر ہیں۔ پھر یمن کی ایک جماعت آئی۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم بشارت کو قبول کرو۔ بنو تمیم نے قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے قبول کر لیا۔

بَابٌ قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ غَزْوَةُ عُیَیْنَةَ بْنِ حِصْنِ ابْنِ حُذَیْفَةَ بْنِ بَدْرٍ بَنِی الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ بَعَثَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیْهِمْ فَاَغَارَ وَاَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا وَسَبٰی مِنْهُمْ نِسَآءً۔

ترجمہ۔ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کا بنو تمیم کی شاخ بنو العنبر سے جہاد کرنا آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ جس نے ان پر لوٹ مار کی۔ اور ان میں سے کچھ لوگ قتل کئے۔ اور ان کی کچھ عورتوں کو قیدی بنایا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۴ حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ لَا اَزَالُ اُحِبُّ بَنِیْ تَمِیْمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهَا فِیْهِمْ هُمْ اَشَدُّ اُمَّتِیْ عَلَی الدَّجَّالِ

وَكَانَتْ فِيهِمْ سَبِيَّةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ أَعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وُلْدِ إِسْمٰعِيلَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمٍ أَوْ قَوْمِي۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ تین خصلتیں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنو تمیم کے بارے میں سنی تھیں ان کی وجہ سے میں ہمیشہ ان سے محبت کرنے لگا۔ ایک تو یہ کہ وہ دجال کے مقابلہ میں لڑے۔ ساری امت سے زیادہ سخت ہوں گے۔ دوسرے ان میں ایک قیدی عورت حضرت حضرت عائشہؓ کے پاس تھی۔ آپؐ نے ان سے فرمایا اسے آزاد کرو۔ کیونکہ یہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہے۔ اور تیسرے یہ کہ جب ان کے صدقات آئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ میری قوم کے صدقات ہیں تو اس نسبت شریفہ سے مجھے محبت ہو گئی۔

حدیث نمبر ۳۹۲۵ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى الخ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِؓ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍؓ أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ ابْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ عُمَرُؓ بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍؓ مَا أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِي قَالَ عُمَرُؓ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَتَمَارَيَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِي ذٰلِكَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا حَتّٰى انْقَضَتْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ بنی تمیم کا ایک سوار قافلہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ ان پر قعقاعؓ بن معبد بن زرارۃ کو امیر مقرر کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں بلکہ اقرعؓ بن حابس کو امیر نامزد کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تمہارا مقصد تو صرف میری مخالفت کرنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مخالفت مقصود نہیں۔ بلکہ صلاحیت مد نظر ہے۔ پس دونوں حضرات جھگڑ پڑے۔ یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ تو اس بارے میں یہ آیت اتری ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے بڑھ چڑھ کر نہ بولو۔ یہاں تک کہ آیت لاتشعرون تک ختم ہوتی۔

تشریح از قاسمی حضرت عینیہؓ بن حصن کے ہمراہ پچاس آدمی تھے۔ جن میں کوئی انصاری اور مہاجر نہیں تھا۔ انہوں نے خزاعہ پر حملہ کیا۔ ان کے گیارہ مرد اور گیارہ عورتیں اور تیس ۳۰ بچے قیدی بنائے۔ جن کے چھڑانے کے لئے ان کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سردار مقرر کرنے کی درخواست کی۔ جس پر شیخینؓ کا جھگڑا ہوا۔ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے۔

بَابُ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ

ترجمہ۔ عبد القیس کے ایلچیوں کا بیان۔

حدیث نمبر ۳۹۲۶ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ الخ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ اِنَّ لِیْ جَرَّةً يُنْتَبَذُ لِیْ نَبِيْذٌ فَاَشْرَبُهٗ حُلْوًا فِیْ جَرٍّ اِنْ اَكْثَرْتُ مِنْهُ فَجَالَسْتُ الْقَوْمَ فَاَطَلْتُ الْجُلُوْسَ خَشِيْتُ اَنْ اَفْتَضِحَ فَقَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ مُّضَرَ وَاِنَّا لَا نَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّا فِیْ اَشْهُرِ الْحُرُمِ حَدِّثْنَا بِجُمَلٍ مِّنَ الْاَمْرِ اِنْ عَمِلْنَا بِهٖ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ وَتَدْعُوْا بِهٖ مَنْ وَّرَآءَنَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءُ الزَّكٰوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ مَا انْتُبِذَ فِی الدُّبَّآءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو جمرةؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا۔ کہ میرے پاس ایک مٹکا ہے جو میرے لئے نبیذ تیار کرتا ہے۔ پس میٹھا میٹھا میں مٹکے سے پیتا رہتا ہوں۔ اگر زیادہ پی لوں پھر قوم کے پاس بیٹھ جاؤں اور میرا بیٹھنا دراز ہو جائے۔ تو مجھے خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ نشہ ہو جانے کی وجہ سے میں رسوا نہ ہو جاؤں۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عبد القیس کا وفد جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ قوم کا آنا مبارک ہو۔ جو نہ رسوا ہوئے اور نہ ہی شرمندہ ہوئے بلکہ قید ہوئے بغیر مسلمان ہو کر آئے۔ پس کہنے لگے یا رسول اللہ! بے شک ہمارے اور آپؐ کے درمیان کہ مضر قبیلہ کے مشرک لوگ ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم صرف اشہر حرم میں آپؐ کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔ آگے پیچھے نہیں آ سکتے۔ ہمیں دین کے معاملہ میں سے ایک مختصر بات بتلایئے۔ جس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہوں۔ اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی دعوت دیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے روکتا ہوں۔ ایمان باللہ۔ تمہیں کیا پتہ ہے کہ ایمان باللہ کیا چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینا ہے۔ اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ غنیمت کے اموال میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اور چار برتن۔ جن میں نبیذ بنایا جاتا ہے ان سے منع کرتا ہوں۔ وہ دبا، کدو کا مرتبان۔ نقیر سبز گھڑا اور روغنی مرتبان ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت منقذ بن حبانؓ کے تجارت کرتے ہوئے مدینہ آنے پر اس قبیلہ سے تعلق قائم ہوا ہے۔ کہ بحرین کے لوگ ایمان لے آئے ہیں۔ قدوم وفد عبد القیس اس میں اس وفد میں تیرہ چودہ سوار سردار تھے۔ باقی لوگ پیدل تھے۔ ان کی مجموعی تعداد چالیس تھی۔ خزایا خزیان سے ہے۔ بمعنی رسوائی۔ ندامٰی ندمان اور ندامت سے ہے۔ جس کے معنی پشیمانی کے ہیں۔ بحرین عرب کے مشرقی کنارہ پر واقع ہے۔ جو کہ خلیج فارس سے ملتا ہے۔ اور حجاز بحر قلزم کے قریب مغربی کنارہ پر ہے۔ مضر اور ربیعہ میں باہمی لڑائی رہتی تھی۔ ایام اشہر حرم میں آنا جانا ممکن ہوتا تھا۔ غیر اشہر حرم میں آنا جانا مشکل تھا۔

ان تعطوا من المغانم الخمس آپؐ نے چار چیزوں کا فرمایا تھا۔ مگر تفصیل میں پانچ امور ذکر ہوئے۔ جب کہ اقام الصلوٰۃ کو مجرور پڑھا جائے۔ اگر مرفوع ہو۔ تو پہلی بات ایمان باللہ اور اس کی تفسیر شہادۃ الخ سے اعطاء خمس تک ایمان باللہ کی تفسیر ہو گی۔ تو یہ سب ایک چیز ہوئی باقی تین کا ذکر نہ ہو گا۔ تو ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ مجرور کی صورت میں پانچ چیزیں ذکر ضرور ہوئیں۔ لیکن ان تعطوا مامور بہ نہیں ہے۔ ہر وقت کرنے کی چیزوں کا تو ذکر ہوا۔ اور جو چیز خاص وقت میں ہوتی تھی۔ تتمیماً للفائدہ فائدہ کو پورا کرنے کے لئے آپؐ نے اس کا ذکر بھی کر دیا۔ اگر

اقام الصلوٰۃ مرفوع ہو اور یہ سب امور ایمان کامل کے اجزاء ہوں گے۔ تو راوی نے اختصاراً باقی تین کا ذکر نہیں کیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان باللہ سے پہلے ہی متصف تھے۔ کیونکہ حضرت منقذ بن حبان کے ذریعہ ان کو ایمان باللہ کی تعلیم دی جا چکی تھی۔ اس کا ذکر اس جگہ تبعاً ہے۔ اقام الصلوٰۃ وغیرہ کی تعلیم دی گئی۔ جو نہایت ضروری ہیں۔ اور حج کے ایام ابھی آئے نہیں تھے۔ اور نہ ہی ابھی تک اس کے تفصیلی احکام بتلائے گئے۔ اس لئے ان کا ذکر نہ ہوا۔

انھاکم عن اربع یعنی چار برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا ہوں۔ دباء میں مسامات کم ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سکر اور نشہ جلد آجاتا ہے۔ حنتم رنگین گھڑا روغنی۔ مزفت زفت بمعنی رال سے ماخوذ ہے۔ جس کی وجہ سے مسامات بند ہو جاتے ہیں۔ اور نشہ جلدی پیدا ہو جاتا ہے۔ اولاً آپ نے ان چار سے منع فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اوعیہ یعنی برتن کسی چیز کو حرام نہیں کرتے۔ اس لئے حکم دیا۔ کہ ان برتنوں کو استعمال میں لے آؤ۔ اور سکر و نشہ سے بچو۔ ابتداء میں چونکہ شراب سے نفرت دلائی تھی۔ اس لئے ممانعت ہوئی۔ بعد میں نبیذ بنانے کی اجازت دے دی گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قدم وفد عبد القیس ص۶۲ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی غرض اس استدلال سے یہ ہے۔ کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اس وجہ سے تھی۔ کہ ان برتنوں میں نشہ جلدی آجانے کا گمان تھا۔ اور مسکر نشہ آور چیز کا پینا حرام ہے۔ بنا بریں نبیذ کبھی نہ بنانا چاہیئے کہ کہیں جلدی نشہ نہ پیدا ہو جائے۔ تو قول ابن عباسؓ سے لطیف اشارہ ہوا کہ منبوذ تب ناجائز ہے۔ جب حد سکر کو پہنچ جائے ورنہ ممانعت نہیں ہے۔ اور منبوذ ابی جمرہ حد سکر کو نہیں پہنچا تھا۔ دیگر شراح بخاریؒ اس نکتہ کو نہیں پہنچ سکے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ وان کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیذ تاحال نشہ آور نہیں ہوا تھا۔ البتہ شرب کثیر اور طوالتِ جلوس سکر کا باعث بن جاتے۔ جس سے میں لوگوں کے سامنے رسوا ہوتا۔ اب ابن عباسؓ سے انہوں نے سوال کیا۔ جس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایسے نبیذ کا پینا حلال نہیں ہے۔ کیونکہ نبیذ جرّہ سے مطلقاً ممانعت واقع ہوئی ہے۔ خواہ نشہ کثرت اور اطالت کے بعد ہو۔ کیونکہ کل مسکر حرام کا حکم ہے۔

یہاں پر یہ بات قابل غور ہے۔ وفد عبدالقیس کے دوسری مرتبہ آنے میں کفار مضر حائل نہیں تھے۔ وہ پہلی حاضری کے وقت حائل تھے۔ جو ۸ھ فتح مکہ سے قبل ہوئی۔ ۹ھ میں سنۃ الوفود کے اندر کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اس لئے امام بخاریؒ کا قدم وفد عبدالقیس کہنا صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ اس مرتبہ صرف تیرہ سوار تھے۔ جن کا بڑا اشتج تھا۔ اور پہلی مرتبہ چالیس آدمی تھے۔ جن میں تیرہ سوار سردار تھے۔ باقی ان کے اتباع تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۲۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَشْيَاءَ نَأْخُذُ بِهَا وَنَدْعُوْا إِلَيْهَا مَنْ وَّرَاءَنَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ وَاحِدَةً وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَأَنْ تُؤَدُّوْا لِلّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوجمرہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے ابن عباسؓ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ عبدالقیس کا وفد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! ہمارا یہ قبیلہ ربیعہ میں سے ہے۔ ہمارے اور آپؐ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں۔ ہم آپؐ تک سوائے اشہر حرم کے نہیں پہنچ سکتے۔ پس ہمیں چند ایسے امور کا حکم دیں۔ جن کو ہم تھامیں۔ اور ہمارے پیچھے جو لوگ ہیں۔ ان کو بھی اس کی طرف دعوت دیں۔ فرمایا میں تم کو چار امور کا حکم دیتا ہوں اور چار سے تمہیں روکتا ہوں۔ الایمان باللہ تو لاالہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے۔ ایک گرہ لگائی۔ دوسرا نماز کو پابندی سے قائم کرنا ہے۔ مال کی زکوٰۃ دینا ہے۔ اور یہ کہ جو کچھ غنیمت کا مال حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالٰی کے لئے ادا کرو۔ اور تمہیں دباء، حنتم، نقیر اور مزفت سے منع کرتا ہوں۔

حدیث نمبر ۳۹۲۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى بْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ

أَرْسَلُوا إِلَى عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيهِمَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ النَّاسَ عَنْهُمَا قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا فَأَخْبَرْتُهُمْ فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي إِلَى عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُمَا وَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْخَادِمَ فَقُلْتُ قُومِي إِلَى جَنْبِهِ فَقُولِي تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَمْ أَسْمَعْكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَتَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِنَّهُ أَتَانِي أُنَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت کریب ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن ازہر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کریب کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا کہ ہم سب کی طرف سے سلام کہہ کر ان سے ان دو رکعات کے متعلق پوچھنا ہے جو عصر کے بعد ہیں۔ کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ ان کو پڑھا کرتی ہیں۔ حالانکہ ہمیں تو یہ خبر پہنچی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان دو رکعتوں کی وجہ سے لوگوں کو مارتا تھا۔ تو کریب فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان حضرات کا پیغام پہنچایا۔ جس پر انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو۔ میں نے واپس جا کر ان کو اطلاع کی۔ انہوں نے پھر مجھے وہی پیغام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والا دے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

میں نے بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ وہ ان دو رکعات کے پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ لیکن خود ایک مرتبہ آپؐ نے عصر کی نماز پڑھ کر میرے پاس تشریف لائے۔ میرے پاس انصار کے قبیلہ بنی حرام کی کچھ عورتیں موجود تھیں۔ آپؐ نے ان دونوں رکعات کو پڑھا۔ تو میں نے آپؐ کی طرف ایک خادمہ کو بھیجا۔ جس سے میں نے کہا کہ آپؐ کے پہلو میں جا کر کھڑی ہو جا۔ اور آپؐ سے عرض کر دے کہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں یا رسول اللہ! کیا آپؐ ان کے پڑھنے سے روکا نہیں کرتے تھے۔ اور اب میں دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ ان کو پڑھ رہے ہیں۔ تو آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ پس اس لڑکی نے ایسا کیا۔ آپؐ کے اشارہ سے وہ خادمہ پیچھے ہٹ گئی۔ پس جب آپؐ فارغ ہو کر پھرے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوامیہ کی بیٹی! تو نے عصر کے بعد دو رکعت کے متعلق پوچھا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ میرے پاس عبد القیس کے کچھ لوگ اپنی قوم کی طرف سے اسلام لے کر آئے۔ جنہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعت سے غافل کر دیا۔ یہ وہی دو رکعات ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عائشہؓ سے تین روایات بہت مضطرب واقع ہوئی ہیں۔ ایک تو عصر کے بعد کی دو رکعات کے بارے میں۔ دوسری روایت صلوٰۃ اللیل کے بارے میں۔ اور تیسری حج کے بارے میں۔ کہ آیا حضرت عائشہؓ متمتعہ تھیں۔ قارنہ تھیں یا مفردہ تھیں۔ چونکہ عصر کے بعد کی دو رکعت والی روایت میں اضطراب ہے۔ بنابریں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نوافل ذوات الاسباب کا عصر کے بعد پڑھنا جائز ہے۔ واجب ہونا ضروری نہیں۔ حضرت امام اعظمؒ اس اضطراب کی وجہ سے عصر کے بعد ہر قسم کے نفل کو ناجائز کہتے ہیں۔ کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ام سلمہؓ نے ان کو خبر دی۔ ان کو خود علم نہیں۔ دوسری جگہ فرماتی ہیں کہ مجھے علم ہے۔ اس کے علاوہ قولی روایت میں ہے۔ نهى النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ بعد العصر قبل الغروب الخ تو ان قولی روایات کو ترجیح ہوگی۔ یا آپؐ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔ اور قضا نماز کو ہمیشہ پڑھتے رہنا نہ آپؐ نے ایسا کیا اور نہ ہی امت کو ایسے کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ صبح کی نماز کو آپؐ نے قضا پڑھی۔ لیکن ہمیشہ اسے نہیں پڑھا گیا۔ اور ان حضرات کا لوگوں کو مارنا یہ بھی نہی کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۲۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ أَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى يَعْنِي قَرْيَةً مِنَ الْبَحْرَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ پہلا جمعہ جو مسجد نبوی کے بعد ادا کیا گیا ہے۔ وہ مسجد عبد القیس میں ہے۔ جو بحرین کے جواثی بستی میں ادا کیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ جواثی میں پڑھا گیا۔ ۸ھ تک مسجد نبوی کے سوا اور کسی جگہ جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ حالانکہ عوالی کے قریٰ موجود تھے۔ ان قریٰ میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ بعض نے لفظ قریہ سے استدلال کیا ہے۔ کہ مصر کی کوئی قید نہیں۔ لیکن کہا جائے گا۔ کہ قریہ کا اطلاق بلاد پر بھی ہوتا ہے۔ قولہ انزل علی رجل من القریتین عظیم۔ قریتین سے بلدتین مراد ہیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بستی میں جمعہ جائز ہو جائے۔ اور جواثی میں تو چار ہزار آدمی آباد تھے۔ اسے بستی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد ہوا۔ جو صرف بارہ آدمیوں پر جمعہ جائز کہتے ہیں۔ اور بعض قریٰ مسکنہ فی الصیف والشتاء یعنی جن بستیوں میں گرمی اور سردی کے موسم میں سکونت اختیار کی جائے۔ یہ شرط بھی صحیح نہیں۔ جیسے امام احمدؒ اس کی شرط لگاتے ہیں۔ کیونکہ مسجد نبوی کے بعد عوالی اور حوالی میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ پہلا جمعہ ۸ھ میں بحرین کے جواثی میں پڑھا گیا ہے۔

بَابُ وَفْدِ بَنِي حَنِيْفَةَ وَحَدِيْثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ

ترجمہ۔ باب بنی حنیفہ کے ایلچیوں کے اور ثمامہ بن آثال کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۳۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ يَا مُحَمَّدُ وَاللهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ وَاللهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ وَاللهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَوْتَ قَالَ لَا وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھوڑ سوار فوجی دستہ نجد کی طرف بھیجا جو قبیلہ بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو پکڑ کر لائے جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ جسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے۔ پوچھا اے ثمامہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اس نے جواب دیا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس خیر ہی خیر ہے۔ اگر آپؐ مجھے قتل کریں گے تو ایک خون والے کو قتل کریں گے جس کا بدلہ لیا جائے گا۔ اگر آپؐ مجھ پر احسان کریں گے تو یہ احسان آپؐ کا ایک قدر دان پر ہوگا۔ اور اگر آپؐ مال چاہتے

ہیں۔ تو جس قدر آپؐ چاہیں آپؐ کو ملے گا۔ پس آپؐ نے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ دوسری صبح ہوئی۔ پھر آپؐ نے اس سے پوچھا۔ کہ اے ثمامۃ اب سلوک کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا وہی ہے جو کچھ میں آپؐ سے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپؐ احسان کریں گے۔ تو ایک شکر گزار پر آپؐ کا احسان ہوگا۔ پس آپؐ نے اس کو تیسری صبح تک اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر اس سے پوچھا۔ اے ثمامہ کیا خیال ہے۔ اس نے جواب دیا وہی جو آپؐ سے کہہ چکا ہوں آپؐ نے فرمایا۔ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ تو وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ کی طرف چلا۔ غسل کر کے پھر مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اے محمد! واللہ! آپؐ کے چہرہ سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک کوئی چہرہ نہیں تھا۔ اب آپؐ کا چہرہ سب چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ واللہ! کوئی شہر آپؐ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہیں تھا۔ اب سب شہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ واللہ! کوئی دین آپؐ کے دین سے زیادہ مبغوض نہیں تھا۔ اب آپؐ کا دین سب دینوں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ میں عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا کہ آپؐ کے گھوڑ سوار دستے نے مجھے پکڑ لیا۔ اب جیسے حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خوش خبری سنائی اور عمرہ کرنے کا انہیں حکم دیا۔ پس جب وہ مکہ میں آئے۔ کہ کسی کہنے والے نے اس سے کہا کہ تو آبائی دین سے پھر گیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں صابی نہیں ہوا۔ لیکن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسلمان ہو گیا ہوں۔ واللہ! اب ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔ جب تک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہیں دیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قبیلہ بنو حنیفہ سرزمین یمامہ میں سکونت پذیر تھا۔ اسی قبیلہ میں سے مسیلمہ کذاب تھا۔ حضرت ثمامہؓ قبیلہ کے سردار تھے۔ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مکہ کو جا رہے تھے کہ محمدی فوج نے انہیں پکڑ لیا۔ جس نے مسلمانوں کے چند آدمی بھی قتل کئے تھے۔ آپؐ نے تین دن تک انہیں مسجد کے ستون سے باندھے رکھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد کفار کو قتل کرنا نہیں تھا بلکہ کفر کو مٹانا تھا۔ اس لئے جب آپؐ نے اس کے اندر

اسلام کی صلاحیت ورغبت محسوس کی تو اسے چھوڑ دیا۔

واللہ تأتیکم من الیمامۃ حبۃ حنطۃ اس سے معلوم ہوا کہ ترک موالات جائز ہے۔
چنانچہ جب کفار مکہ تنگ ہوئے۔اور عاجز آ گئے۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے
کر اور قرابت کا واسطہ دے کر کہلا بھیجا۔کہ غلہ نہ روکا جائے۔آپؐ کے کہنے پر حضرت ثمامہؓ
نے غلہ بھیجنا شروع کیا۔

حدیث نمبر ۱۳۹۳ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَدِمَ مُسَيْلَمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ مِّنْ بَعْدِهٖ تَبِعْتُهٗ وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَّفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰی مُسَيْلَمَةَ فِيْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَوْسَاَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَاِنِّيْ لَاَرَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْهِ مَا رَاَيْتُ وَهٰذَا ثَابِتٌ يُجِيْبُكَ عَنِّيْ ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَسَاَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ اَرَى الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْهِ مَا رَاَيْتُ فَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَاَهَمَّنِيْ شَاْنُهُمَا فَاُوْحِيَ اِلَيَّ فِي الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِيْ اَحَدُهُمَا الْاَسْوَدُ الْعَنَسِيُّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلَمَةُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔کہ مسیلمہ کذاب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں آ کر کہنے لگا۔کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد خلافت میرے لئے مقرر کر دیں۔
تو میں آپؐ کی پیروی کروں گا۔اور وہ اپنی قوم کے بہت سے لوگ ہمراہ لے کر آیا تھا۔جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف تشریف لائے۔اور آپؐ کے ہمراہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس

تھے۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی کا ایک ٹکڑا تھا۔ کہ آپؐ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس آکر ٹھہر گئے۔ فرمایا کہ اگر تو مجھ سے لکڑی کا یہ ٹکڑا مانگے تو تجھے نہیں دوں گا اور اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں جو فیصلہ فرمایا ہے کہ تو جہنمی ہے۔ اور مقتول ہوگا۔ تو اس سے آگے تجاوز نہیں کرے گا۔ اور اگر تو نے میری اطاعت سے پیٹھ پھیری تو یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا۔ اور بے شک میرا گمان تمہارے متعلق وہی ہے جو مجھے تمہارے متعلق خواب میں دکھایا گیا ہے۔ ضروری باتیں میں نے کہہ دی ہیں۔ باقی تمہاری لمبی تقریر کا جواب قوم کے خطیب حضرت ثابتؓ ہیں۔ جو میری طرف سے تمہیں جواب دیں گے۔ چنانچہ پھر آپؐ اس کے پاس سے چلے گئے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے متعلق دریافت کیا۔ انک اری الذی اریت فیہ ما رأیت کا کیا مطلب ہے۔ تو مجھے حضرت ابوہریرہؓ نے خبر دی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دریں اثنا میں سویا ہوا تھا۔ کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ جن کے حال نے مجھے پریشان کر دیا۔ تو خواب میں ہی مجھے وحی کی گئی۔ کہ آپؐ ان میں پھونک ماریں۔ میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ تو میں نے اس کی تعبیر ان دو کذابوں سے دی جن کا میرے بعد خروج ہوگا۔ ایک ان میں سے اسود عنسی ہوگا اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ رأیت فی یدی سوارین سونے کا زیور عورت کی زینت ہے۔ آپؐ نے جب ان کو وضع الشیئ فی غیر محلہ کے مطابق دیکھا تو کذابین سے تعبیر دی۔

یخرجان بعدی ای بعد خروجی وسطوتی۔ اسود عنسی کے تابع دو جن تھے۔ جن میں سے ایک کا نام سحیق اور دوسرے کا شقیق تھا۔ جو اسے حوادث یومیہ کی خبر دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ صنعا پر غالب آگیا۔ اور باذان کی عورت مرزبانہ سے اس نے نکاح کیا۔ بہرحال وہ جنّ دور کے قبائل کی خبریں اس کے پاس لاتے تھے۔ جس کی وجہ سے اس کی نبوّت کی ترویج ہوئی۔ فیروز دیلمیؓ نے اسود عنسی کو قتل کر کے اطلاع دی۔ اور مسیلمہ کو حضرت حبشیؓ نے قتل کیا تھا۔ جس نے نبوّت کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ ہرقل کے قول کے مطابق پہلے عرب میں نبوّت

تھی ہی نہیں۔

تشریح از قاسمیؒ فتح الباری میں ہے کہ کنگن اور اس طرح کے دوسرے زیورات جو عورتوں کے لائق ہیں۔ ان کی تعبیر مردوں کے لئے یہ ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے اور ایسے امور پیش آئیں گے جن سے خوشی نہیں ہوگی۔

فطارا سے اشارہ ہے کہ ان دونوں کو ذلت حاصل ہوگی۔

حدیث نمبر ۳۹۳۲ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِخَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِيْ كَفِّيْ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَيَّ فَاُوْحِيَ اِلَيَّ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَاَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ اَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبُ صَنْعَاءَ وَصَاحِبُ الْيَمَامَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا۔ کہ مجھے زمین کے خزانے دیئے گئے۔ پس میری دونوں ہتھیلیوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے۔ جو مجھ پہ گراں گزرے۔ پس مجھے وحی کی گئی۔ کہ میں ان کو پھونک ماردوں۔ چنانچہ میں نے پھونک ماری تو وہ چلے گئے۔ جس کی تعبیر میں نے ان کذابین سے دی۔ جن کے درمیان میں ہوں۔ ایک صنعاء والا دوسرا یمامہ والا۔

تشریح از قاسمیؒ صنعاء یمن کا دارالخلافہ ہے۔ جس میں آخر عہد نبوت میں اسود عنسی نے نبوت کا دعوای کیا تھا۔ جس کو آپؐ کی وفات کے وقت فیروز دیلمی نے قتل کیا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فاز فیروز فیروز کامیاب ہوگیا۔ اور یمامہ بھی یمن میں ایک شہر ہے۔ جو مکہ سے چار مراحل پہ واقع ہے۔ مسیلمہ کذاب کو وحشی قاتل حمزہؓ نے خلافت صدیقی میں قتل کیا۔

حدیث نمبر ۳۹۳۳ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يَقُوْلُ كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَاِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ اَخْيَرُ مِنْهُ اَلْقَيْنَاهُ وَاَخَذْنَا الْاٰخَرَ فَاِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً

مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهٖ فَإِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا مُنَصِّلُ الْأَسِنَّةِ فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيهِ حَدِيدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ إِلَّا نَزَعْنَاهُ وَأَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ وَسَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ يَقُولُ كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا أَرْعَى الْإِبِلَ عَلَى أَهْلِي فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوجِهٖ فَرَرْنَا إِلَى النَّارِ إِلَى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو رجاؒ عطاردی فرماتے ہیں۔ کہ ہم پتھروں کی پوجا کرتے تھے۔ پس جب ہم کوئی اچھا پتھر پالیتے۔ تو اس کو پھینک دیتے اور دوسرا لے لیتے۔ جب ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا۔ تو ہم مٹی کا ایک ڈھیر بنا لیتے۔ پھر ایک بکری لا کر اس پر دودھ دوہ لیتے پھر اس کا طواف کرتے پس جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا۔ تو ہم کہتے کہ یہ نیزوں کی دھاریں نکال لینے کا زمانہ ہے۔ پس ہم کسی نیزے کو نہیں چھوڑتے تھے۔ جس میں دھار ہوتی یا کوئی تیر جس میں دھار ہوتی۔ مگر ہم اسے کھینچ لیتے اور پھر رجب کا مہینہ میں ۔ اسے پھینک دیتے۔ اور اسی سند کے ساتھ ابو رجاؒ کہتے ہیں۔ کہ جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ میں ایک نوجوان لڑکا تھا۔ جو گھر والوں کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ پس جب ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ قوم اور فتح مکہ کی خبر پہنچی تو ہم آگ کی طرف بھاگے۔ یعنی مسیلمہ کذاب کو نبی مان لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ منصل الاسنۃ ای ننزع نصل الاسنۃ سنان اور رمح نیزہ نصل اس کی بھال۔ منصل الاسنۃ یعنی بھالے کو نیزے سے نکالنے والا۔ فلا ندع رمحا الخ اس کی تفسیر ہے۔

بَابُ قِصَّةِ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ

ترجمہ۔ اسود عنسی کا قصہ

حدیث نمبر ۳۹۳۴ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

بْنِ عُتْبَةَ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ فِيْ دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَتْ تَحْتَهُ اِبْنَةُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ وَهِيَ اُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَهُوَ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ خَطِيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضِيْبٌ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ فَقَالَ لَهُ مُسَيْلَمَةُ اِنْ شِئْتَ خَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْاَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَاَلْتَنِيْ هٰذَا الْقَضِيْبَ مَا اَعْطَيْتُكَهُ وَاِنِّيْ لَاُرَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْهِ مَا اُرِيْتُ وَهٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ وَسَيُجِيْبُكَ عَنِّيْ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْيَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ ذَكَرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذُكِرَ لِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُرِيْتُ اَنَّهُ وُضِعَ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَاُذِنَ لِيْ فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِيْ قَتَلَهُ فَيْرُوْزُ بِالْيَمَنِ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلَمَةُ الْكَذَّابُ۔

ترجمہ۔ ابن عبیدہ بن نشیط جن کا دوسری جگہ عبداللہ نام ہے۔ کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں اطلاع پہنچی کہ مسیلمہ کذّاب مدینہ آیا ہوا ہے۔ اور وہ دار بنت الحارث میں مقیم ہے۔ درآنحالیکہ حارث بن کریز کی بیٹی اس کے نکاح میں تھی جو عبداللہ بن عامر کی ماں تھی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے۔ جب کہ آپؐ کے ہمراہ ثابت بن قیس بن شماسؓ تھا۔ جس کو خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی۔ پس آپؐ اس کے پاس آکر ٹھہرے۔ اور اس سے ہمکلام ہوئے۔ مسیلمۃ علیہ ما علیہ نے آپؐ سے کہا۔ کہ اگر آپؐ چاہیں تو اپنے بعد خلافت اور حکومت ہمارے حوالے کردیں۔ آپؐ کی زندگی میں وہ حکومت آپؐ کے

پاس رہے گی۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر تو کھجور کی یہ چھڑی مانگنا چاہے تو یہ بھی میں تجھے نہیں دوں گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی شخص ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔ یہ ثابتؓ بن قیس ہیں۔ اب میری طرف سے یہی تمہیں جواب دیں گے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کردہ خواب کے متعلق پوچھا تو ابن عباسؓ نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا۔ کہ مجھے دکھایا گیا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں دو کنگن سونے کے رکھ دیئے گئے ہیں۔ جن سے میں گھبرا گیا۔ اور ان کو ناپسند کیا۔ مجھے حکم ہوا تو میں نے انہیں پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ جن کی تعبیر میں نے جھوٹے مدعیان نبوت سے دی جن کا میرے بعد غلبہ ہوگا۔ عبید اللہ فرماتے ہیں کہ ایک تو ان میں سے اسود عنسی ہے۔ جس کو فیروز دیلمی نے یمن میں قتل کر دیا۔ اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہے جو یمامہ میں قتل ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ مقصد یہ ہے کہ اس روایت کے اندر لفظ ابن کے ساتھ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔ دوسری سند سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبد اللہ ہے جو ثقہ ہے۔ اس کا بھائی موسیٰ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ موسیٰ بہت ضعیف ہیں۔ اور عبد اللہ موسیٰ سے اسی سال بڑا ہے۔ قالہ شیخ زکریاؒ۔

بَابُ قِصَّةِ اَهْلِ نَجْرَانَ

ترجمہ۔ باب نجران کے نصاریٰ کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۲۵ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ الخ عَنْ حُذَيْفَةَ رض قَالَ جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ اَنْ يُّلَاعِنَاهُ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَا تَفْعَلْ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا اِنَّا نُعْطِيْكَ مَا سَاَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا اَمِيْنًا وَّلَا تَبْعَثْ

مَعَنَا إِلَّا أَمِينًا فَقَالَ لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ۔

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ عاقب اور سید جو نجران کے سردار تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کریں۔ توان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا۔ کہ مباہلہ نہ کرو۔ کیونکہ اگر آپؐ سچ مچ نبی ہوئے۔ اور ہم نے ان سے مباہلہ کر لیا۔ تو پھر نہ تو ہم کو فلاح نصیب ہوگی اور نہ ہی ہماری نسل ہمارے بعد کامیاب ہوگی۔ تو انہوں نے آکر آپؐ سے کہا کہ جو کچھ بدل صلح آپؐ ہم سے چاہتے ہیں۔ وہ ہم آپؐ کو دیں گے۔ جس کے قبض کرنے کے لئے آپؐ ہمارے ہمراہ ایک امانتدار آدمی بھیجیں۔ ہمارے ساتھ امین کے بغیر اور کوئی نہ بھیجیں۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں تمہارے ساتھ ایسا امانتدار بھیجوں گا۔ جو کہ حق امانت پوری دیانتداری سے ادا کرے گا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار کرتے رہے۔ کہ کون خوش قسمت ایسا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو عبیدہؓ بن الجراح تم اٹھو۔ جب وہ کھڑے ہو گئے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ یہ ہماری امت کا امین ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۳۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ جَاءَ أَهْلُ نَجْرَانَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا ابْعَثْ لَنَا رَجُلًا أَمِينًا فَقَالَ لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهُ النَّاسُ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ ۔

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ کہ اہل نجران حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے۔ کہ ہمارے مال کو قبض کرنے کے لئے ایک امین آدمی روانہ فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں تمہاری طرف ایسا امین بھیجوں گا جو پوری طرح امانت دار ہوگا۔ تو اس کے لئے لوگ انتظار کرتے رہے۔ تو آپؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بھیجا۔

حدیث نمبر ۳۹۳۷ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اس امت کا امین حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نجران مکہ معظمہ سے سات مراحل پہ واقع ہے۔ یہاں کے لوگ نصرانی ہو گئے تھے۔ جو نصاریٰ حبشہ کے تحت تھے سابرہہ اہل حبشہ کی طرف سے ان پہ عامل مقرر تھا۔ جس کی وجہ سے نصرانیت کی اشاعت ہو گئی تھی۔

تشریح از قاسمیؒ عاقب کا نام عبد المسیح تھا۔ اور سید کا نام ایہم تھا۔ جو اکابر نصاریٰ نجران میں سے تھے۔ جو مسلمان تو نہ ہوئے۔ لیکن ایک ہزار حلہ رجب میں ایک ہزار صفر میں اور ہر حلہ کے ساتھ ایک اوقیہ پہ صلح ہو گئی۔

بَابُ قِصَّةِ عُمَانَ وَالْبَحْرَيْنِ

ترجمہ۔ عمان اور بحرین کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۳۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعَ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَاَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلَاثًا فَلَمْ يَقْدَمْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنِيْ قَالَ جَابِرٌ فَجِئْتُ اَبَا بَكْرٍ فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلَاثًا قَالَ فَاَعْطَانِيْ قَالَ جَابِرٌ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَسَاَلْتُهٗ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَلَمْ

يَعْطِنِي فَقُلْتُ لَهُ قَدْ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِي وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي فَقَالَ أَقُلْتَ تَبْخَلُ عَنِّي وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَءُ مِنَ الْبُخْلِ قَالَهَا ثَلَاثًا مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَكَ وَعَنْ عَمْرٍو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ جِئْتُهُ فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ عُدَّهَا فَعَدَدْتُهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ فَقَالَ خُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ اگر بحرین کا مال آگیا۔ تو میں تجھے اس قدر دوں گا اس قدر دوں گا اس قدر دوں گا تین مرتبہ فرمایا۔ بحرین کا مال اس وقت تک نہ آیا۔ کہ یہاں تک کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ پس جب وہ مال حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے منادی کا حکم دیا۔ کہ وہ اعلان کرے۔ جس شخص کا کوئی قرض جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو۔ یا آپؐ نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو۔ تو وہ میرے پاس آئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ہاں حاضر ہوا۔ اور میں نے انہیں خبر دی۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر بحرین کا مال آگیا۔ تو تین مرتبہ فرمایا کہ اتنا مال تجھے دوں گا۔ بہرحال مجھے انہوں نے مال دے تو دیا۔ لیکن اس کی صورت یہ ہوئی۔ کہ میں اس اعلان کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے ملا۔ میں نے ان سے مانگا۔ پس انہوں نے مجھے نہ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ مانگا تو مجھے نہ دیا۔ تیسری دفعہ مانگا۔ تو مجھے نہ دیا۔ تو میں نے ان سے کہا۔ کہ ایک مرتبہ میں آپ کے پاس آیا۔ آپ نے مجھے نہیں دیا۔ دوسری مرتبہ آیا تو آپ نے نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو بھی آپ نے نہیں دیا۔ پس اگر دینا ہے تو دے دو۔ یا میرے سے بخل کرنا ہے تو یہ بھی بتا دو۔ انہوں نے فرمایا۔ کیا تم یہی کہتے ہو کہ میں تم سے بخل کر رہا ہوں۔ بخل سے بڑی بیماری اور کون ہو سکتی ہے۔ یہ کلمہ انہوں نے تین مرتبہ فرمایا۔ کہنے لگے کہ میں نے ایک مرتبہ بھی تم سے روکنے کا ارادہ نہیں کیا۔ مگر میں چاہتا تھا کہ ذرا ٹھہر کر تجھے دوں گا۔ عمرو اپنی سند سے ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے تھے۔ کہ میں ابوبکرؓ کی خدمت میں آیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ان کو شمار کرو۔ میں نے شمار کیا۔ تو وہ پانچسو درہم

تھے۔ فرمایا۔ اسی طرح دو مرتبہ اور لے لو۔

بَابُ قُدُومِ الْاَشْعَرِیِّیْنَ

وَاَهْلِ الْيَمَنِ وَقَالَ اَبُوْمُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُمْ

ترجمہ۔ قبیلہ اشعر اور یمن والوں کا آنا اور ابوموسیٰؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اہل یمن میرے میں سے ہیں۔ اور میں ان میں سے ہوں۔

حدیث نمبر ۳۹۳۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِیْ مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِيْنًا مَا نُرٰی ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّاُمَّهٗ اِلَّا مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ كَثْرَةِ دُخُوْلِهِمْ وَلُزُوْمِهِمْ لَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں اور میرا بھائی یمن سے مدینہ آئے اور کچھ عرصہ ہم ٹھہرے رہے۔ ہم یہی سمجھتے رہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی والدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے ہیں۔ کیونکہ ان کا آنا جانا بہت تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹے رہتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۳۹ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ اَبُوْمُوْسٰی اَكْرَمَ هٰذَا الْحَیَّ مِنْ جَرْمٍ وَاِنَّا لَجُلُوْسٌ عِنْدَهٗ وَهُوَ يَتَغَدّٰی دُجَاجًا وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ فَدَعَاهُ اِلَی الْغَدَآءِ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَيْتُهٗ يَاْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهٗ قَالَ هَلُمَّ فَاِنِّیْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُهٗ فَقَالَ اِنِّیْ حَلَفْتُ لَا اٰكُلُهٗ فَقَالَ هَلُمَّ اُخْبِرْكَ عَنْ يَمِيْنِكَ اِنَّا اَتَيْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَاَبٰی اَنْ يَّحْمِلَنَا فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ اَنْ لَّا يَحْمِلَنَا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُتِیَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَاَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ فَلَمَّا قَبَضْنَاهَا قُلْنَا تَغَفَّلْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یَمِیْنُہٗ لَاتَفْلَحْ بَعْدَھَا اَبَدًا فَاَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ حَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا وَقَدْ حَمَلْتَنَا قَالَ اَجَلْ وَلٰکِنْ لَّا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَاَرٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا اِلَّا اَتَیْتُ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنْھَا ۔

ترجمہ۔ حضرت زھدم فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت ابو موسیٰؓ کوفہ کے امیر ہو کر آئے تو اس قبیلہ جرم نے بڑی عزت افزائی کی۔ ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ مرغی کا ناشتہ کر رہے تھے۔ اور قوم میں ایک اور آدمی بیٹھا تھا جس کو انہوں نے صبح کے کھانے کی طرف دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں نے تو مرغی کو حرام گندگی کھاتے دیکھا ہے۔ جس سے مجھے گھن ہو گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا آؤ کھالو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔ آپ سے زیادہ نظافت پسند اور کون ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو قسم کھالی ہے۔ کہ میں اس کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا۔ تمہیں تمہاری قسم کے متعلق بھی بتلاتا ہوں۔ ہمارے قبیلہ اشعر کے کچھ لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سواری کے اونٹ مانگنے لگے۔ آپؐ نے ہمیں سواری مہیا کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے پھر سواری کا مطالبہ کیا۔ آپؐ نے قسم کھالی۔ کہ آپؐ ہمیں سواری مہیا نہیں کریں گے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے ہوں گے۔ کہ آپؐ کے پاس غنیمت کے اونٹ آگئے۔ جن میں سے پانچ اونٹ ہمیں دینے کا حکم فرمایا۔ جب ہم نے ان اونٹوں پر قبضہ کر لیا۔ تو ہمیں خیال آیا کہ ہم نے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی قسم سے غافل کر دیا ہے۔ اس کے بعد تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ تو میں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! آپؐ نے تو قسم کھالی تھی۔ کہ میں تمہیں سواری مہیا نہیں کروں گا اب آپؐ نے ہمیں سواری عطا کر دی۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ لیکن جب میں کسی بات پر قسم کھا لیتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ کو اچھا سمجھتا ہوں تو پھر وہی کرتا ہوں جو اچھا اور بہتر ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اشعر یمن کا رہنا والا ایک قبیلہ ہے۔ تو اہل الیمن ذکر العام بعد الخاص ہو گا۔

ھم منی وانا منھم میں من تبعیضیہ نہیں ہے۔ بلکہ اتصال اور قرب کے لئے ہے۔

جیسے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں آپؐ نے فرمایا۔ کہ علی منّی وانا منہ جس سے روافض ان کی کلی فضیلت ثابت کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے انہیں خلافت کا حق دار قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ کلمہ آپؐ نے اور کسی کے حق میں نہیں فرمایا۔ خصوصاً خلفاء راشدین کے بارے میں تو نہیں فرمایا۔ لیکن اگر اتصال کی بجائے بعضیت مراد لی جائے۔ پھر تو حضرت فاطمہؓ سے آپ علی المرتضیٰ کا نکاح صحیح نہیں رہے گا۔ اور اس جگہ آپ اشعریوں کے لئے اتصال ثابت فرما رہے ہیں۔ تو ان کلمات سے فضیلت کلی اور استحقاقِ خلافت ثابت کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ حضرت ابو موسیٰؓ کے دو بھائی تھے۔ ایک کا نام ابورہم اور دوسرے کا ابوبردہ تھا۔

اکرم ھذا الحی من جرم چونکہ قبیلہ جرم بھی یمن کا رہنے والا تھا۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں کوفہ کے امیر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تو اس قرابت کی وجہ سے انہوں نے قبیلہ جرم کی تعظیم وتکریم کی۔

استحملناہ غزوۂ تبوک میں شمولیت کے لئے اشعریین کے پاس سواریاں نہیں تھیں جس پر انہوں نے آپؐ سے جا کر سواری مانگی۔ آپؐ کسی اور وجہ سے ناراض تھے۔ آپؐ نے سواری دینے سے انکار کر دیا۔ بلکہ قسم کھالی۔ پھر قسم کے خلاف ان کو سواریاں دے دیں۔ کیونکہ قسموں کو برادر تقویٰ چھوڑنے کا بہانہ نہ بنانا چاہیئے۔ لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اکرم ھذا الحی من جرم ص۶۲۹ / ۲۴ اس سے مراد قبیلۂ زھدم ہے۔ جن کے پاس حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جا کر مقیم ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | کرمانیؒ نے کہا کہ زھدم اہلِ یمن میں سے نہیں ہے۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زھدم بھی جرمی قبیلہ میں سے ہے۔ جیسا کہ عنقریب کتاب الایمان والنذور میں آرہا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اتی بنھب ابلٍ ص۶۳۰ / ۱ بعض روایات میں ہے۔ کہ آپؐ نے ان اونٹوں کو خرید کر لیا تھا۔ تو جمع کی صورت یہ ہوگی۔ کہ ممکن ہے کہ اس شخص سے خریدا گیا ہو۔ جس کے حصہ میں یہ مالِ غنیمت آیا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | چنانچہ غزوۂ تبوک میں آرہا ہے۔ کہ آپؐ نے چھ اونٹ

حضرت سعدؓ سے خرید فرمائے۔ اور دو دو کر کے ان کو دیئے۔ البتہ اونٹوں کی تعداد کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ کسی میں تین کسی میں پانچ اور کسی میں چھ ہے۔ تو جمع کی صورت یہ ہوگی۔ کہ تین تو جوڑی تھی۔ پانچ کل تھے۔ چھٹا تبعاً دے دیا۔ یا اسے تعدد واقعات پر محمول کیا جائے کہ ایک مرتبہ تو ان کے قدوم کے وقت دیئے۔ اور دوسری مرتبہ غزوۂ تبوک میں عطا فرمائے۔ پہلے واقعہ میں پانچ اونٹ اور دوسرے میں چھ اونٹ تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَتْ بَنُو تَمِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبْشِرُوا يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا أَمَّا إِذْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ قَالُوا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں۔ کہ بنو تمیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے بنو تمیم! خوشخبری حاصل کرو۔ انہوں نے کہا۔ کیا آپؐ نے کئی مرتبہ ہمیں بشارتیں نہیں سنائیں۔ اب کچھ ہمیں دیں بھی سہی۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہو گیا۔ کہ یہ لوگ تو آخرت سے غافل ہیں صرف طالبِ دنیا ہیں۔ پھر کچھ لوگ یمن سے آگئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ کہ تم بشارت قبول کر لو۔ بنو تمیم نے تو قبول نہیں کی۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! ہم نے قبول کر لی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ هٰهُنَا وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْيَمَنِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ عِنْدَ أُصُولِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ ایمان اس جگہ ہے اور ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور دور دور رہنا اور دلوں کا سخت ہونا یہ اونٹوں کی دُموں کی جڑوں کے پاس آواز دینے والوں کے اندر ہے جہاں سے شیطان کے دو کنارے نکلتے ہیں۔ یعنی وہ ربیعہ اور مضر ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ الایمان ھٰھنا اگر اشکال ہو کہ ایمان تو مہاجرین سے شروع ہوا۔ اور بعد میں انصار میں آیا۔ تو آپؐ اہل یمن کے لئے کیسے فرما رہے ہیں۔ تو بعض حضرات نے جواب دیا۔ کہ ایمان یمان باعتبار نسب کے ہے۔ کیونکہ اوس اور خزرج یمن کے رہنے والے تھے۔ نیک لوگ سبا چھوڑ کر مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ درحقیقت یہ اہل یمن ہیں۔ تو اوس و خزرج کے اعتبار سے الایمان ھٰھنا فرمایا گیا۔ اور بعض نے باعتبار مکان کے کہا ہے۔ کہ اس سے اہل مکہ مراد ہیں۔ کیونکہ مکہ تہامہ میں ہے اور تہامہ یمن کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ آپؐ کا یہ ارشاد غزوۂ تبوک میں ہوا ہے۔ اور تبوک سے مکہ اور مدینہ جانب جنوب میں ہیں۔ آپؐ نے جانب جنوب کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس میں مکہ و مدینہ اور یمن سب داخل ہو گئے۔ یہ تین تاویلیں مشہور ہیں۔ جن کا مدار اسی پر ہوا۔ مہاجرین اور انصار کا ایمان سب سے افضل ہے۔ لیکن ان تمام تاویلات کو اگلی حدیث اتاکم اھل الیمن ھم ارق افئدۃً الخ بالکل قطع کرتی ہے۔ کیونکہ کُم کا خطاب مہاجرین اور انصار میں شامل نہیں۔ بلکہ قطعہ یمن ان سے الگ ہے۔ تو ممکن ہے کہ اہل یمن میں کوئی ایسی خصوصیت ہو۔ جو اہل حجاز میں نہ ہو۔ بنابریں آپؐ نے الایمان یمان فرمایا ہو۔ اور فضیلت کلیہ مہاجرین اور انصار کو حاصل ہو۔

فداد بہت زور سے چلا کر آواز کرنے والا۔ چونکہ اونٹ کے لئے ایک خاص آواز ہوتی ہے۔ جو بلند آواز سے کہی جاتی ہے۔ آپؐ نے قلب کی سختی فدادین کے لئے فرمائی۔ کیونکہ ہر چیز کی صحبت مؤثر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے شیر اور چیتے کی کھال پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ ایسے دیگر درندوں کے گوشت اور کھال میں بھی تاثیر ہے۔ کہ کہیں درندگی نہ آجائے۔ اس لئے درندوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا گیا۔

من حیث تطلع قرنا الشیطان طلوع شمس جانب شرق سے ہوتا ہے۔ تو قرنا الشیطان سے قبیلہ ربیعہ اور مضر مراد ہوں گے۔ جو کہ جانب شرق میں آباد تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَأَلْيَنُ قُلُوبًا الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَصْحَابِ الْإِبِلِ وَالسَّكِينَةُ الْوَقَارُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ وَقَالَ غُنْدَرٌ الخ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے پاس یمن والے آئے ہیں۔ جن کے دل کی جھلی نہایت باریک ہے۔ اور ان کے دل بڑے نرم ہیں۔ ایمان یمن والوں کا اور حکمت بھی یمن والوں کی۔ فخر اور بڑائی اونٹ والوں میں ہوتی ہے۔ اور بردباری اور وقار بکری والوں میں ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فؤاد اس جھلی کو کہتے ہیں۔ جو قلب کو گھیرے ہوئے ہو۔ اگر یہ جھلی رقیق اور پتلی ہوگی۔ تو باہر کی نصیحت وغیرہ دل کے اندر اثر کرے گی۔ ورنہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر حق اہل یمن کے قلوب میں آسانی سے اثر کرتا ہے۔ حکمت دانش مندی یعنی اصابۃ فی القول والعمل والعقیدہ کو کہتے ہیں۔ کہ بات بھی صحیح ہو اور عمل بھی ٹھیک ہو۔ آپؐ نے جہات کے اعتبار سے روئے زمین کو تقسیم فرمایا۔ اہل مشرق کو سخت دل والے فرمایا۔ اور جنوب والوں کو باریک دل والا۔ اور اہل شام کے لئے بھی سخت دل والا فرمایا ہے۔ اہل مغرب کے لئے کچھ نہیں فرمایا۔ ارض یمن انبیاء کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ علماء اور صلحاء میں سے امام ابوالحسن اشعری اور امام شافعیؒ کی ولادت یمن میں ہوئی ہے۔ اور امام اعظمؒ اگرچہ یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ مگر ولادت یمن میں ہوئی۔ اس زمانہ میں فخر و خیلاء اہل مشرق میں پایا جاتا تھا۔ آپؐ نے اس زمانہ میں باعتبار قطعات اور معاشات کے یہ تقسیم فرمائی تھی۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وقار اور سکینہ دوسروں میں نہیں پایا جاتا تو حدیث سے صرف اثبات مقصود ہے۔ دوسروں سے نفی کرنا حدیث اس سے ساکت ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۳ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْفِتْنَةُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یمنیوں کا ہے۔ اور فتنہ و فساد اس جگہ ہوگا۔ جہاں سے شیطان کا کنارہ نکلتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۴ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاکُمْ اَهْلُ الْیَمَنِ اَضْعَفُ قُلُوْبًا وَاَرَقُّ اَفْئِدَةً اَلْفِقْهُ یَمَانٍ وَالْحِکْمَةُ یَمَانِیَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں۔ کہ دل بڑے نرم ہیں اور ان کی جھلیاں بڑی باریک ہیں۔ جو امر حق کو جلد قبول کرتی ہیں۔ سمجھ اور دانش یمن والوں کی اور درستگی اور دانشمندی بھی یمنیوں کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۵ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَیَسْتَطِیْعُ هٰؤُلَاءِ الشَّبَابُ اَنْ یَّقْرَءُوْا کَمَا تَقْرَاُ قَالَ اَمَا اِنَّکَ لَوْ شِئْتَ اَمَرْتُ بَعْضَهُمْ یَقْرَاُ عَلَیْکَ قَالَ اَجَلْ قَالَ اقْرَاْ یَا عَلْقَمَةُ فَقَالَ زَیْدُ بْنُ حُدَیْرٍ اَخُوْ زِیَادِ بْنِ حُدَیْرٍ اَتَاْمُرُ عَلْقَمَةَ اَنْ یَّقْرَاَ وَلَیْسَ بِاَقْرَئِنَا قَالَ اَمَا اِنَّکَ اِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُکَ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْمِکَ وَقَوْمِهٖ فَقَرَاْتُ خَمْسِیْنَ اٰیَةً مِّنْ سُوْرَةِ مَرْیَمَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ کَیْفَ تَرٰی قَالَ قَدْ اَحْسَنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا اَقْرَاُ شَیْئًا اِلَّا وَهُوَ یَقْرَؤُهٗ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰی خَبَّابٍ وَعَلَیْهِ خَاتَمٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَلَمْ یَاْنِ لِهٰذَا الْخَاتَمِ اَنْ یُّلْقٰی قَالَ اَمَا اِنَّکَ لَنْ تَرَاهُ عَلَیَّ بَعْدَ الْیَوْمِ فَاَلْقَاهُ رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ حضرت خبابؓ تشریف لے آئے۔ کہنے لگے کہ اے ابو عبد الرحمٰن! کیا یہ نوجوان آپ کے شاگرد اس طرح قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں۔ جس طرح آپ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ اگر

آپ چاہیں تو ان میں سے کسی کو حکم دیں وہ آپ کو پڑھ کر سنائے گا۔ انہوں نے فرمایا ہاں ایسا کرتا ہوں۔ تو فرمایا اے علقمہ تم پڑھو۔ تو زید بن حدیر جو زیاد بن حدیر کا بھائی ہے۔ اس نے کہا۔ کیا آپ علقمہ کو پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ تو ہم میں سے زیادہ قرآت کرنے والا نہیں ہے۔ تو ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ کہ تم چاہو تو میں تمہیں وہ بات بتلاؤں جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری اور اس کی قوم کے بارے میں فرمائی۔ بہرحال حضرت علقمہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سورۃ مریم کی پچاس آیات کی تلاوت کی۔ تو حضرت عبداللہؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا رائے ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس نے بہت اچھا پڑھا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ میں پڑھ سکتا ہوں وہی یہ بھی پڑھ سکتے ہیں پھر حضرت خبابؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جن پر سونے کی انگوٹھی تھی۔ فرمایا کیا ابھی اس انگوٹھی کے پھینکنے کا وقت نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا۔ آج کے دن کے بعد آپ اس کو مجھ سے نہیں دیکھیں گے۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے اسے پھینک دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت علقمہ قبیلہ نخع کے آدمی ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ نخع کی اس قدر تعریف فرمائی۔ کہ مجھے شوق لاحق ہوا کہ میں قبیلہ نخع سے ہوتا۔ اور زید بن حدیر قبیلہ بنو اسد میں سے تھے۔ جن کی آپؐ نے مذمت فرمائی۔ فرمایا جہینہ وغیرہا خیر من بنی اسد غطفان اور اسی فضیلت کی وجہ سے ابن مسعودؓ نے ان کو قرآت کرنے میں ترجیح دی۔ کیونکہ قبیلہ نخع یمن کا رہنے والا ہے۔ اس طرح باب سے مناسبت ہوگئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ هٰؤلاء الشباب ص۶۱۳ س۱۶ حضرت ابن مسعودؓ کے ان شاگردوں کی طرف اشارہ ہے جو اس وقت مجلس میں حاضر تھے۔ زید بن حدیر بھی ان میں شامل تھے۔ جن کو رشک کی بنا پر یہ کہنا پڑا۔ ما اقرء شیئًا الخ اس سے مساوات ثابت کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ ابن مسعودؓ کی غرض یہ تھی کہ اگرچہ یہ دونوں میرے تلمیذ ہیں۔ لیکن علقمہ کا اصل زید کے اصل سے بہتر ہے۔ کیونکہ علقمہ نخعی ہیں۔ جن کے قبیلہ کے لئے آپؐ نے دعا فرمائی ہے۔ اور تم بنو اسد سے ہو۔ جن کی آپؐ نے مذمت فرمائی ہے۔

ما اقرء شیئًا الخ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس میں حضرت علقمہ نخعی کی بڑی منقبت ہے۔

کہ ابن مسعودؓ نے مساوات فی القرآۃ کی شہادت دی۔ چنانچہ حافظؒ نے تہذیب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علقمہ اپنے استاد ابن مسعودؓ سے مشابہ تھے۔ سمتاً وھدیًا۔

تشریح از قاسمیؒ سونے کی انگوٹھی کے متعلق یا تو حضرت خبابؓ کو نہی کا علم نہیں۔ یا وہ نہی تنزیہ پر محمول کرتے تھے۔ ابن مسعودؓ نے نہی تحریمی کہا تو فوراً اس پہ عمل کیا۔

بَابُ قِصَّةِ دَوْسٍ وَّالطُّفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ

ترجمہ۔ باب دوس قبیلے اور طفیل بن عمرو دوسی کا بیان۔

حدیث نمبر ۳۹۴۶ **حَدَّثَنَا** اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ جَآءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ عَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّاْتِ بِهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ طفیل بن عمرو دوسی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا۔ انہوں نے نافرمانی کی اور اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ پس آپؐ ان کے بارے میں بد دعا فرمائیں۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اے اللہ دوس قبیلہ کو اسلام کی ہدایت دے اور انہیں ہمارے پاس لے آ۔

حدیث نمبر ۳۹۴۷ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِی الطَّرِيْقِ۔

يَا لَيْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا ۔
عَلٰى اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

وَاَبَقَ غُلَامٌ لِّیْ فِی الطَّرِيْقِ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهٗ فَبَيْنَا اَنَا عِنْدَهٗ اِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ فَقَالَ لِیَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا غُلَامُكَ فَقُلْتُ هُوَ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَاَعْتَقْتُهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ جب میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ تو راستے میں یہ شعر کہتا تھا۔

س اے رات! وہ کس قدر لمبی ہے اور کس قدر تکلیف والی ہے۔ اس کے باوجود اس نے مجھے کفر کے علاقہ سے نجات دے دی ہے۔

راستہ میں میرا ایک غلام تھا جو بھاگ گیا۔ پس جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور بیعت کرلی۔ تو دریں اثنا کہ میں ابھی آپؐ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک میرا غلام نمودار ہوا۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوہریرہؓ! یہ تیرا غلام حاضر ہے۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اب یہ اللہ کے لئے ہے۔ پس میں نے اسے آزاد کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قبیلہ دوس بھی یمن کا رہنے والا ہے۔ اس قبیلہ میں سے سب سے پہلے طفیل بن عمرو دوسی آکر مسلمان ہوا ہے۔ اور اسلام کی ترویج کے لئے اس نے آپؐ سے ایک علامت طلب کی۔ آپؐ کی دعا سے اس کی آنکھوں کے درمیان روشنی پیدا ہوگئی جس پر انہوں نے کہا۔ حضرت! اس کو تو برص پر محمول کیا جائے گا۔ تو آپؐ کی دعا سے اس کے کوڑے میں روشنی پیدا ہوگئی۔ بعد ازاں انہوں نے اپنے قبیلہ میں جاکر اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کے والد مسلمان ہوئے۔ حضرت ابوہریرہؓ اور دو تین اور آدمی مسلمان ہوگئے۔ باقی افراد قبیلہ نے اسلام قبول نہ کیا۔ جس کی انہوں نے بارگاہِ نبوت میں شکایت کرکے ان کے حق میں بد دعا کی درخواست کی۔ لیکن آپؐ نے بجائے بد دعا کے ان کے حق میں دعا کی۔ اللّٰھم اھد دوسًا۔ کہ اے اللہ! دوس قبیلہ کو ہدایت نصیب فرما۔ چنانچہ اس کی بدولت سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ اور یہ اسّی یا اسّی گھرانے مسلمان کرکے خیبر میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مدینہ میں رہے۔ بعد ازاں یمامہ میں شہید ہوئے۔ اللّٰھم ارحم علیہ۔

بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّئٍ وَحَدِيْثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ۔

ترجمہ۔ باب بنی طے کے ایلچیوں اور عدی بن حاتم کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۴۱ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ اَتَيْنَا عُمَرَ فِيْ وَفْدٍ فَجَعَلَ يَدْعُوْا رَجُلًا رَجُلًا وَيُسَمِّيْهِمْ فَقُلْتُ

اَمَا تَعْرِفُنِیْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ بَلٰی اَسْلَمْتَ اِذْ کَفَرُوْا وَاَقْبَلْتَ اِذْ اَدْبَرُوْا وَوَفَیْتَ اِذْ غَدَرُوْا وَعَرَفْتَ اِذْ اَنْکَرُوْا فَقَالَ عَدِیٌّ فَلَا اُبَالِیْ اِذًا۔

ترجمہ۔ حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایک وفد کی شکل میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ایک ایک آدمی کا نام لے کر پکارتے تھے۔ بس میں نے کہا۔ اے امیر المؤمنین کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں، تم اسلام لائے جب کہ تیرے قبیلہ کے لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو تو سامنے آیا۔ جب انہوں نے غداری کی تو تو نے اسلامی عہد کو نبھایا۔ اور جب انہوں نے اسے اوپرا سمجھا تو تو نے اسلام کو پہچانا جس پر حضرت عدیؓ نے فرمایا۔ اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قبیلہ طیئ بھی یمن کے قبائل میں سے ہے۔ حاتم طائی مشہور سخی اسی قبیلہ کا فرد تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ عدی بن حاتم نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر سنی۔ تو یہ روم کی طرف بھاگ گیا۔ اور نصرانیت کو اختیار کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد حقانیت اسلام کی تفتیش کے لئے آئے۔ لیکن قبل ازیں ان کی بہن قیدی ہو کر آپؐ کے پاس پہنچ چکی تھی۔ اسارت سے نجات کے لئے ان سے کہا گیا۔ کہ تم فصیح بلیغہ ہو۔ اس طرح کلام کرو۔ جس کی وجہ سے تم پر شفقت کی جائے۔ چنانچہ اس نے فی البدیہہ کہا۔

هلک الوالد۔ غاب الوافد فامنن علی من اللہ علیک ۔ کہ میرا باپ ہلاک ہو گیا۔ وفد کے لوگ غائب ہو گئے۔ اب آپؐ مجھ پر احسان فرمائیں۔ اللہ کی طرف سے آپؐ پر رحمت ہو گی۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ جب وہ گھر پہنچی تو عدی بن حاتمؓ بھی پھرتا پھراتا گھر واپس آیا۔ تو ان کی بہن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ سے آگاہ کیا۔ تو یہ مدینہ آ کر مسلمان ہوئے ہیں۔ اور ترمذی میں ہے کہ جب عدی بن حاتم مدینہ میں آیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ عدی بن حاتم ہے۔ کیونکہ آپؐ نے اس سے قبل فرمایا تھا۔ کہ مجھے اللہ سے امید ہے۔ کہ وہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں کر دے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فلا ابالی ص۶۲۳ ج۲ یعنی جب آپ میرے حال سے واقف ہیں،

تو اب مجھے پرواہ نہیں ہے۔ کہ آپؓ نے میرے احوال کی تفتیش میں مجھے پیچھے کیوں رکھا اور مجھ سے پہلے سوال کیوں نہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اسلمت اذ کفروا الخ سے اس طرف اشارہ ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کا قبیلہ مرتد ہو گیا۔ اور انہوں نے صدقات وغیرہ روک لئے۔ لیکن حضرت عدی بن حاتمؓ نے اسلامی عہد کو پورا کیا۔ اور صدقات بھی باقاعدگی سے پہنچائے۔ اور جو جو لوگ ان کی اطاعت میں تھے۔ ان کو مرتد ہونے سے روکا۔ اہل علم کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ لا ابالی۔ کہ جب آپ میری شان سے واقف ہیں۔ تو اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ کہ آپ نے دوسروں کو مجھ پر مقدم کیوں کیا۔ چنانچہ امام احمدؒ کی روایت میں ہے۔ کہ جب میں اپنی قوم کے ہمراہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا تو میں نے سامنے آکر عرض کی۔ جس پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اور عینی میں ہے۔ کہ جب آپ کو میرا یہ مرتبہ معلوم ہے۔ تو میری سعادت کے لئے یہی کافی ہے۔ طی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ یہ پہلا شخص ہے۔ جس نے کنویں کی مَن بنوائی اور اسی طرح اور مناہل پر بھی من بنوائی۔ اس کا نام جلہمہ تھا۔

اس پر سترھواں پارہ ختم ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔
بارہ جمادی الاول ۱۴۰۱ھ بوقت دس بجے قبل از دوپہر
حجۃ الوداع سے اٹھارواں پارہ شروع ہو رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اٹھارہواں پارہ

باب حجۃ الوداع

ترجمہ۔ باب حجۃ الوداع کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۳۹۴۹ حدثنا اسمٰعیل بن عبد اللہ الخ عن عائشۃ قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع فاھللنا بعمرۃ ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان معہ ھدی فلیھلل بالحج مع العمرۃ ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیعا فقدمت معہ مکۃ وانا حائض ولم اطف بالبیت ولا بین الصفا والمروۃ فشکوت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انقضی راسک وامتشطی واھلی بالحج ودعی العمرۃ ففعلت فلما قضینا الحج ارسلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق الی التنعیم فاعتمرت فقال ھذہ مکان عمرتک قالت فطاف الذین اھلوا بالعمرۃ بالبیت وبین الصفا والمروۃ ثم حلوا ثم طافوا طوافا اخر بعد ان رجعوا من منی واما الذین جمعوا الحج والعمرۃ فانما طافوا طوافا واحدا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب ہم حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ تو ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو۔ پس وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے۔ پھر وہ اس وقت احرام

نہ کھولے۔ جب تک اکٹھا دونوں سے فارغ نہ ہو جائے۔ پس بی بی فرماتی ہیں۔ کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ میں پہنچی تو میں حائضہ تھی۔ نہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور نہ ہی صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑ لگائی۔ جس کا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا۔ پس آپ نے فرمایا۔ سر کے مینڈھیوں کے بال کھول دو۔ کنگھا کرو۔ اور حج احرام باندھ لو اور افعال عمرہ کو چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پس جب ہم لوگ افعال حج سے فارغ ہو گئے۔ تو آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے ہمراہ تنعیم کے میقات کی طرف بھیجا۔ جس سے میں نے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا۔ پس یہ عمرہ تیرے اس عمرہ کی جگہ ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ انہوں نے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ پہاڑی کے درمیان سعی بھی کی۔ پھر وہ حلال ہو گئے۔ اور بعد ازاں انہوں نے دوسرا طواف منیٰ سے واپسی کے بعد کیا۔ لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا۔ انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مناسب یہ تھا کہ حجۃ الوداع کا بیان غزوہ تبوک کے بعد ہوتا۔ کیونکہ غزوہ ۹ھ میں واقع ہوا اور حجۃ الوداع ۱۰ھ کا واقعہ ہے۔ تو یہ تقدیم یا سہواً ہوئی ہے۔ یا کاتب کی غلطی ہے۔ بہر حال حجۃ الوداع اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے اخیر میں ایسے الفاظ ذکر فرمائے۔ جن سے وداعی معلوم ہوتی تھی۔ اس خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دین کا خلاصہ بیان فرمایا۔ اور آخر میں فرمایا۔ اللّٰھم اَشْھَدُ اللّٰھم اَشْھَدُ تو اس موادعہ کی وجہ سے اسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے اور اسے حجۃ البلاغ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں جمیع عرب کو تبلیغ کی گئی۔ جس سے اسلام کا ایک اہم فریضہ تکمیل کو پہنچا۔ بنا بریں اسے حجۃ الاسلام بھی کہا جاتا ہے۔ غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھبیس ۲۶ ذیقعدہ ۱۰ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اور چار ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے ہیں۔ اور آٹھویں کی صبح کو منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور نویں تاریخ کی صبح تک پانچ نمازیں وہاں پڑھی ہیں۔ اور نویں کی ظہر کو عرفات پہنچے ہیں۔ ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت جمع کر کے پڑھا۔ مغرب و عشاء دونوں کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔ پھر صبح کی نماز کے بعد روانہ ہو کر واپس منیٰ پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے دور سے پہلے اشہر حج میں عمرہ کرنا افجر الفجور شمار کیا جاتا تھا۔ آپؐ نے اس عقیدہ کے ابطال و بطلان کیلئے ذوالحلیفہ میں عمرہ کے احرام باندھنے کا اعلان فرمایا۔ دیگر عوام نے محض حج ہی کا احرام باندھا کیونکہ ابھی نفرت موجود تھی۔ البتہ ازواج مطہرات نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

فلیھلل بالحج مع العمرۃ اس سے معلوم ہوا۔ کہ آپؐ قارن تھے۔ ہجرت سے پہلے تو اللہ کو معلوم ہے۔ کہ آپؐ نے کتنے بار حج ادا کئے۔ لیکن اس پر اتفاق ہے۔ کہ ہجرت کے بعد آپؐ نے صرف ایک حج کیا ہے۔ اور وہی آپؐ کا آخری حج ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا آپؐ قارن تھے۔ متمتع تھے یا مفرد تھے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ ابتدا ہی سے قارن تھے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ اپنے ابتدا ہی سے مفرد تھے۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ متمتع تھے۔ چونکہ مجمع کثیر تھا۔ اس لئے ہر ایک کو رائے قائم کرنے میں اختلاف پیش آیا۔ امام طحاویؒ نے ایک رسالہ لکھ کر ان تینوں اقوال کو جمع کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ، علامہ عینیؒ، ابن ھمامؒ اور محققین احناف و شوافع فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ یقیناً ابتداء میں مفرد تھے۔ لیکن مکہ پہنچنے سے پہلے قارن ہو گئے۔ پھر شوافع فرماتے ہیں کہ احرام حج میں عمرہ داخل کیا۔ کیونکہ عقیدہ باطلہ کا ازالہ کرنا تھا۔ بنابریں وہ حج افراد کو افضل کہتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افضلیت پر عمل کرتے ہوئے قِران کا احرام باندھا۔ اب حضرت عائشہؓ کے احرام باندھنے میں روایات مختلفہ ہیں۔ چنانچہ اسی طرح حضرت عائشہؓ سے تین جگہ اضطراب واقع ہوا ہے۔ ایک حج میں دوسرا صلوٰۃ لیل میں اور تیسرا رکعتین بعد العصر میں۔ چونکہ روایات صحیحہ ہیں۔ ان میں اضطراب کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ شوافعؒ حضرت عائشہؓ کی روایات کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ کہ آپؐ سائق ھدی تھے۔ یعنی قربانی کا جانور ساتھ لئے ہوئے تھے۔ اور ھدی کی تکمیل مکہ میں ہوئی۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا۔ فلیھلل بالحج مع العمرۃ۔ تو اس امر کی وجہ سے آپؐ ضرور قارن ہوئے۔ امام نوویؒ بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ابتداء میں قِران کو تسلیم نہ کرتے ہوئے افراد کو افضل کہتے ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں۔ فلیھلل بالحج مع العمرۃ یہ آپؐ کا ارشاد تو میقات پر احرام باندھتے وقت ہے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بیداء میں اللھم لبیک بحجۃ و عمرۃ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اور یہ تلبیہ قارن کے علاوہ اور کوئی نہیں

کہہ سکتا۔ اگر ابتداء میں مفرد ہوتے تو یہ تلبیہ کے کلمات کیسے فرماتے۔ چنانچہ جب حضرت انسؓ سے کہا گیا۔ کہ آپؐ ابتداء میں مفرد تھے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کیا تم ہمیں بچہ سمجھتے ہو۔ ہم نے آپؐ کو ابتداء میں قارن کا تلبیہ سنا ہے۔ بنابریں ابن قیمؒ اور ابن تیمیہؒ محققین اسی طرف ہیں۔ کہ آپؐ ابتداء میں ہی قارن تھے۔ اور اس وقت آپؐ کے ہمراہ ایک لاکھ پچیس ہزار اور کم از کم اسّی ہزار آدمی تھے۔ حتی یحل منهما جمیعا متمتع تو افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد درمیان میں حلال ہو جاتا ہے۔ مگر قارن دونوں احراموں سے ایک ہی وقت حلال ہوتا ہے۔ درمیان میں حلال ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت عائشہؓ نے ذوالحلیفہ پر عمرہ کا احرام باندھا۔ مقام سَرِف پر جو مکہ معظمہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں پر یہ حائضہ ہو گئی اور رو رہی تھیں۔ آپؐ نے تسلّی دی۔ بنابریں یہ قیام مکہ کے دوران طواف اور سعی نہ کر سکیں۔ آپؐ سے انہوں نے تین مرتبہ شکایت کی۔ ایک مقام سَرِف میں دوسرے منیٰ کے جاتے وقت اور تیسری شکایت تیرھویں تاریخ کو جب آپؐ مدینہ روانہ ہونے والے تھے۔

شکوت الی رسول اللہ غالبًا یہ دوسری شکایت ہے۔ جب کہ آپؐ منیٰ کی طرف آٹھویں تاریخ کو جا رہے تھے۔ ان کے بارے میں بھی سب کا اتفاق ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ نے ابتداء میں احرام بالعمرۃ باندھا تھا۔ پھر قارنہ ہوئیں یا مفردہ۔ شوافعؒ فرماتے ہیں قارنہ ہو گئیں۔ لیکن احنافؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے ان سے منیٰ جاتے وقت فرمایا۔ کہ عمرہ فسخ کر دو۔

انقضی رأسک اس سے معلوم ہوا کہ فسخ عمرہ کے بعد مفردہ رہ گئیں۔ شوافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے احرام عمرہ پر احرام حج کا حکم دیا ہے۔ عمرہ فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ احنافؒ کے دلائل میں انقضی رأسک امتشطی مینڈھیاں کھولنا اور کنگھا کرنا۔ یہ احرام عمرہ کے منافی افعال ہیں۔ اور دعی العمرۃ کے الفاظ تو صراحۃً دال ہیں کہ عمرہ فسخ ہو گیا۔

ارسلنی یہ تیسری شکایت ہے۔ کہ آپؐ لوگ تو دو دو عبادتوں حج اور عمرہ کا ثواب لے کر جاؤ۔ اور میں صرف حج کے ثواب کی مستحق ہوں۔ عمرہ کا ثواب نہ ملا۔ اس سے بھی فسخ عمرہ کی تائید ہوتی ہے۔ شوافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ کا منشا یہ تھا کہ پہلے تو حج اور عمرہ ساتھ کرنے کا ارادہ تھا۔ اب الگ الگ کرنے کی اجازت دیجئے۔ نیز! اس پر بھی اتفاق ہے۔ کہ دونوں کے

افعال میں جنایت کرنے سے دو دم واجب ہوں گے۔ تو احرام میں تداخل بالاتفاق ہوا۔ اور جنایت میں عدم تداخل بھی بالاتفاق ہوا۔ البتہ طواف اور سعی کے تداخل کے حنابلہؒ اور شوافعؒ قائل ہیں۔ احنافؒ تداخل کے قائل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا طوافک بالبیت والصفا والمروۃ یکفیک لحجتک وعمرتک اس سے شوافعؒ حضرت عائشہؓ کو قارنہ ثابت کرتے ہیں۔ احنافؒ ان کی مفردہ ہونے کے کوشاں ہیں۔ اگرچہ احنافؒ کو بھی تاویل کرنی پڑتی ہے۔ لیکن شوافعؒ کو ان سے زیادہ تاویل کرنی پڑے گی۔ انقضی راسک شوافعؒ کھلانے کے معنے لیتے ہیں۔ اور احنافؒ سر کھولنے کے معنی کرتے ہیں۔

طوافک بالبیت کے معنی یہ لیتے ہیں کہ ثواب میں یہ طواف حج اور عمرہ کے لئے کافی ہوگا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ عمرہ کا احرام باندھ چکی تھیں۔ انہوں نے ادائیگی افعال میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ چونکہ تم نے مشقت برداشت کی ہے۔ اجرک علی قدر نصبک اس لئے حج اور عمرہ دونوں کا ثواب ملے گا۔ جیسے عمرہ حدیبیہ کا ثواب ملا۔ تنعیم مکہ معظمہ سے چار میل کے فاصلہ پر حل میں واقع ہے۔ جسے اب مسجد عائشہ سے یاد کیا جاتا ہے۔

ھٰذہ مکان عمرتک الخ اس سے معلوم ہوا کہ پہلا عمرہ فسخ ہو چکا۔ ورنہ مکان کے لفظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔ بدل تو تب ہو سکتا ہے۔ جب کہ پہلے عمرہ فسخ ہو چکا ہو۔

فانما طافوا طوافا واحدا اس کے ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ قران کرنے والوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔ دخول سے خروج تک۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں۔ کہ حج اور عمرہ ہر ایک سے حلال ہونے کے لئے ایک ایک طواف کیا۔ ای طوافا واحدا للحل منھما جیسے پہلے جملہ سے ہر ایک کے لئے الگ الگ طواف کرنا معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ سوقِ ھدی شوافعؒ پہلے معنی لیتے ہیں۔ اور احنافؒ فرماتے ہیں۔ کہ حج کے لئے طواف اور سعی علیحدہ ہے اور عمرہ کے لئے علیحدہ ہے۔ کیونکہ ایک تو معطوف علیہ میں یہی صورت ہے۔ للحل منھما جمیعًا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپؐ کا ارشاد فلیھلل بالحج مع العمرۃ ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیعًا اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ دوسرے معنی لیے جائیں۔ علاوہ ازیں تمام محدثین اور فقہا یوم دخول مکہ میں آپؐ کا طواف اور

سعی تسلیم کرتے ہیں۔ اور دسویں تاریخ کو بھی آپؐ سے طواف اور سعی ثابت ہے۔ تو جب یہ مسئلہ متفق علیہا ہوا کہ آپؐ نے سائق ھدی ہوتے ہوئے دو طواف اور دو سعی کی ہیں، تو پھر حضرت عائشہؓ کا طاف طوافاً واحداً تمہارے معنی کے مطابق کیسے صحیح ہوگا۔ اگر ہمارے معنی مراد لئے جائیں۔ تو بلا تکلف مسئلہ صحیح ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۹۵۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ قَالَ هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ وَمِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَحِلُّوا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ قُلْتُ إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جب بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہو جاتے تو قبل از سعی اور حلق راس احرام سے حلال ہو جاتے۔ تو ابن جریج کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ کہاں سے فرمایا۔ کہ یہ ابن عباسؓ ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ میرا استدلال اللہ تعالیٰ کے قول سے ہے۔ کہ پھر حلال کی جگہ بیت عتیق ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ طواف کے بعد حلال ہو جاؤ۔ تو ابن جریج کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو عرفات کے ٹھہرنے کے بعد کا حکم ہے۔ تو عطاءؒ نے فرمایا۔ کہ ابن عباسؓ وقوف بالعرفۃ سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں احرام کھولنے کے قائل تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عمرہ کرنے والا اگر طواف سے فارغ ہو کر بغیر قصر یا حلق اور سعی کے حلال ہو جائے گا۔ یہ حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ہے۔ جمہور علماء کے مسلک کے خلاف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں۔ کہ رمی بالجمرۃ کے بعد حاجی حلال ہو جاتا ہے۔ الا النساء طواف زیارۃ کے بعد مکمل احلال ہوگا۔ تو بعد وقوف عرفہ حلال ہونے کا حکم ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ کا اپنا اجتہاد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں صحابہ کرام کو فسخ الحج الی العمرۃ کا حکم دیا تھا۔ جو اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔ تو یہ روایت دلیل نہ بن سکے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اذا طاف بالبیت فقد حل ص۱۳/۸ شراح نے ابن عباسؓ

کے اس کلام سے وہ معنی مراد لئے ہیں۔ جو جمہور علماء کی رائے کے خلاف ہے۔ یعنی یہ کہ حاجی محض طواف کر لینے سے ہی حلال ہو جائے گا۔ اس کے بعد کسی دوسرے امر کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ان کے کلام کی ایسی توجیہ ممکن ہے جو جمہور کی رائے کے خلاف نہ ہو۔ وہ یہ کہ بالفعل حلال ہونا مراد نہ لیا جائے۔ بلکہ حلّ کے معنی ہوں۔ کہ حلّ کے وقت میں داخل ہو گیا۔ جس سے اس کو حلال ہونے کی قدرت حاصل ہو گئی۔ جیسے اذا وجبت الشمس فقد افطر الصائم یعنی غیبوبۃ شمس کے وقت صائم افطار کے وقت میں داخل ہو گیا۔ اور اسے افطار کی قدرت حاصل ہو گئی۔ یہ نہیں کہ اسے بالفعل افطار حاصل ہو گیا۔ کسی چیز کے کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی۔ تو جب ان کی مراد یہ ہوئی۔ تو اب ان کے کلام کو معتمر پہ محمول کیا جائے۔ یا حج کرنے والے پر حمل کیا جائے۔ پہلی صورت میں معتمر پر طواف کے بعد اب اور کوئی چیز واجب نہیں رہی۔ کیونکہ سعی بین الصفا والمروۃ تو طواف کے توابع میں سے ہے۔ اس کو الگ کوئی چیز شمار نہ کیا جائے۔ اگر حاجی مراد ہو تو طواف سے طواف زیارت مراد ہو گا نہ کہ طواف قدوم مراد ہے۔ تو اب معنی یہ ہوں گے۔ کہ حاجی جب طواف قدوم کے بعد ارکان حج سب کے سب ادا کر لے۔ پھر طواف زیارت کرے۔ جو کہ رکن حج ہے۔ تو اب وہ حلال ہو جائے گا۔ یہ تو متفق علیہا مسئلہ ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ابن عباسؓ کے کلام کے یہ معنی لئے جائیں۔ کہ حاجی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حج کو عمرہ کی طرف فسخ کر سکتا ہے۔ اگرچہ یہ مسئلہ جمہور آئمہ کے مسلک کے خلاف ہے۔ مگر کتاب وسنت میں اس کی اصل موجود ہے۔ کیونکہ حجۃ الوداع میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کرام کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کر لیں۔ تو ان کا کلام بالکلیہ جمہور کے مخالف نہ ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہو گی۔ کہ ان کو فسخ کا حکم نہیں پہنچا یا یہ کہ یہ فسخ کا حکم اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔ اور اسی طائفہ صحابہ کے لئے مختص تھا۔ جس سے عمرہ فی اشہر الحج افجر الفجور کے عقیدہ کو باطل کرنا تھا۔ الحاصل ابن عباسؓ کے کلام کے تین محمل ہو سکتے ہیں۔ البتہ حضرت عطاؒ ابن رباحؒ کا استدلال نہ تو آیت سے ان وجوہ مذکورہ پر منطبق ہوتا ہے۔ اور نہ روایت سے۔ مگر ایک بعید سی تاویل یہ ہو سکتی ہے۔ کہ حرم جب ھدی کے حلال ہونے کی جگہ ہے۔ تو محرم کے لئے بھی حلال ہونے کا سبب بن جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حضرت ابن عباسؓ کی توجیہات ثلاثہ جو قطب گنگوہیؒ نے بیان

فرمائی ہیں۔ جن سے ان کا قول جمہور کے موافق ہوجاتا ہے۔ یہ بہترین توجیہات ہیں۔ لیکن جمیع شراح کے نزدیک ابن عباسؓ کا کلام جمہور کے مخالف ہے۔ چنانچہ محشی مولانا احمد علیؒ سہارنپوری نے قسطلانیؒ اور کرمانیؒ سے یہی نقل کیا ہے۔ فقد حل ای من احرامہ قبل السعی والحلق۔ اور یہی ابن عباسؓ کا مشہور مذہب ہے۔ اور یہ سلف وخلف جمہور علماء کے مذاہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ حاجی محض طواف قدوم سے حلال نہیں ہوجاتا۔ حافظؒ نے ابن بطال کا قول نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس ترجمہ سے غرض ان لوگوں کا رد کرنا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ معتمر جب طواف سے فارغ ہوجائے۔ تو قبل از سعی حلال ہوجاتا ہے۔ اور مسلم میں روایت ابن عباسؓ اس طرح ہے۔ لا یطوف بالبیت حاج ولا غیرہ الا حل اور قتادہ کے طریق سے ہے کہ ابن عباسؓ سے کسی شخص نے کہا۔ یہ کیا فتویٰ ہے۔ من طاف بالبیت حل۔ جس پر انہوں نے فرمایا۔ سنۃ نبیکم وان رغمتم تو ان سب روایات مذکورہ سے ثابت ہوا۔ کہ ابن عباسؓ کا مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے۔ بہت تھوڑے لوگوں نے ان کا اتباع کیا ہے۔ جیسے اسحاق بن راہویہ قسطلانیؒ نے بھی ابن عباسؓ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔ فالمراد بالطواف طواف الزیارۃ الخ لیکن اس پر اشکال ہوگا۔ کہ حدیث الباب میں تو ہے۔ انما کان ذلک بعد المعرف الخ اور ابن عباسؓ کا مشہور مذہب یہ نقل کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بعد الطواف مطلقاً حلال ہونے کے قائل ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ شیخ گنگوہیؒ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ عرفات سے پہلے کوئی طواف نہ کرے۔ جیسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور ابن عمرؓ کا مناظرہ بھی ہے۔ کہ ہم ابن عباسؓ کے قول کو لیں یا آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا اعتبار کریں۔ فقد حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطاف بالبیت قبل ان یأتی الموقف الخ

ھذہ المسئلۃ الخ ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور جماہیر سلف وخلف یہ فرماتے ہیں کہ نسخ الحج الی العمرۃ اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔ جس میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابطال عقیدہ کے لئے صحابہ کرام کو فسخ کرنے کا حکم دیا تھا۔ البتہ امام احمدؒ اور اہل ظاہر فرماتے ہیں۔ یہ حکم فسخ اب بھی باقی ہے۔ اور ابن عباسؓ بھی اسی کے قائل ہیں۔

بالآیۃ ولا الروایۃ مولانا حسین علیؒ پنجابی کی تقریر میں ہے کہ محلھا الی البیت میں ھا ضمیر بدنہ

کی طرف راجع ہے۔ تو اس صورت میں ابن عباسؓ کے نزدیک قبل المغرب قربانی کے جانور کا ذبح کرنا جائز ہوگا۔ اور منحر جمیع ارضِ حرم ہوگا۔ اور جو لوگ شعائر سے مناسک مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک محلھا کے معنی ہوں گے۔ کہ لوگوں کا اپنے احرام سے حلال ہونا الی البیت العتیق یعنی طوافِ زیارت کے بعد ہوگا۔ لیکن مفسرین کے نزدیک پہلے معنی مشہور ہیں۔ البتہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں۔ کہ محل ھذہ الشعائر کلھا الطواف بالبیت العتیق اور شعائر میں وقوف بعرفہ۔ وقوف مزدلفہ۔ رمی جمار حلق وغیرہ سب داخل ہیں۔ لیکن جمہور مفسرین کا قول اقرب الی التحقیق ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | انما کان ذلک بعد المعرف ص۲۳۱ س۱۰ | ابن عباسؓ کے استدلال بالآیۃ پر ابن جریج نے اعتراض کیا ہے۔ کہ آیت میں محلھا سے مراد تو وقوف بعرفہ کے بعد ہے۔ کیونکہ قربانی تو وقوف بعرفہ کے بعد ہوتی ہے۔ تو انہوں نے خود ہی جواب دیا کہ آیت میں اگرچہ نحر بعد الوقوف مراد ہے۔ لیکن ابن عباسؓ حکم کو عام کرتے ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ان کی یہ تعمیم عموم لفظ پر مبنی ہے۔ کیونکہ آیت میں حلّ قبل الوقوف یا بعد الوقوف کی کوئی قید نہیں ہے۔ اگرچہ واقع یہی ہے۔ کہ بعد الوقوف مراد ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ محض حرم میں داخل ہونے اور بیت اللہ تک پہنچ جانے سے حلال ہونے کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اگرچہ ظاہر الفاظ کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ابن عباسؓ کا طرز استدلال اس کے بھی جواز کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر ابن عباسؓ کا یہ بھی مذہب ہو۔ پھر تو احرام بغیر فائدہ کے رہ جائے گا۔ کہ اس سے کوئی فعل حج روا نہ ہوا۔ حالانکہ حج میں احرام تو وضوء فی الصلوٰۃ کی طرح ہے۔ کہ جس وضوء سے کوئی عبادت ادا نہ کی جائے۔ وہ غیر معتمد علیہ ہے۔ اسی طرح جب تک احرام سے کوئی حج کی عبادت نہ کی جائے۔ وہ لاحاصل ہے۔ اور کچھ نہیں تو صرف طواف ہی اس سے ادا کر دیا جائے۔ باقی ابن جریجؒ نے حضرت عطاءؒ پر روایت کے استدلال پر اعتراض نہیں کیا۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ روایت منسوختہ العمل ہے۔ پس اس سے استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی ثابت ہے۔ کہ جواز الفسخ اسی ایک مرتبہ کے ساتھ مختص تھا۔ بنا بریں استدلال بالروایت اعتراض وارد کرنا سرے سے صحیح نہ ہوگا استدلال پر نقض تو تب ہوتا جب خود استدلال صحیح ہوتا۔ اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ استدلال بالروایہ صحیح ہے تو اس پر اعتراض وارد ہوگا۔ کہ اس صورت میں تو صرف وصول الی البیت اور اس کے طواف

سے ہی محرم کو حلال قرار دے دیا۔ حالانکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حلال ہوئے تھے۔ وہ تو محض طواف سے نہیں بلکہ قصر یا حلق کرانے کے بعد حلال ہوئے۔ اور یہ توجیہ ہماری توجیہات ثلاثہ میں سے ایک کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ ظاہر اس توجیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن عباسؓ جواز فسخ الحج۔ الی العمرۃ کے قائل تھے۔ اور ان کا استدلال حضرات صحابہ کرام کے فعل سے ہوگا۔ کیونکہ اس حکم کے فسخ کا ان کو علم نہیں ہوسکا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ مقام شبہات اور اوہام سے خالی نہیں ہے۔
وعلی اللہ التوکل وبہ الاعتصام۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اور جمہور کا استدلال مسلم کی روایت ابی ذر سے ہے۔
کانت المتعۃ فی الحج لاصحاب محمدؐ خاصۃ یعنی فسخ الحج الی العمرۃ۔ اور نسائی میں ہے کہ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ فسخ الحج الی العمرۃ ہمارے لئے خاص ہے یا عام لوگوں کے لئے بھی یہ حکم ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ بل لنا خاصۃ۔ لیکن ابن عباسؓ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جو اب بھی جواز فسخ الحج الی العمرۃ کے قائل ہیں۔ کما تقدم من قریب واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حدیث نمبر ۱۴۹۵ حَدَّثَنَا بَيَانٌ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ اَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ اَهْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِاِهْلَالٍ كَاِهْلَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَتَيْتُ امْرَاَةً مِّنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَاْسِىْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں وادی بطحاء میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؐ نے پوچھا۔ کیا تم نے حج کا احرام باندھا ہے۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپؐ نے پوچھا۔ تم نے کیسے احرام باندھا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ لبیک میرا احرام اس طرح ہے جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم بیت اللہ کا طواف کرو۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرو۔ پھر حلال ہو جاؤ۔ پس میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر میں قبیلہ قیس کی ایک عورت کی طرف آیا۔ جس نے میرے سر سے جوئیں نکالیں۔

تشریح از شیخ مدنی بالبطحاء ای حال کونہ ما زاد بالبطحاء یہ وہی خیف بنی کنانہ ہے۔ فلت رأسی جوئیں نکالیں۔ طف بالبیت الخ یہ فسخ الحج الی العمرہ کے لئے ہے۔ جو اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔

حدیث نمبر ۳۹۵۳ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَزْوَاجَهٗ یَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ فَمَا یَمْنَعُكَ فَقَالَ لَبَّدْتُ رَاْسِیْ وَقَلَّدْتُّ هَدْیِیْ فَلَسْتُ اَحِلُّ حَتّٰی اَنْحَرَ هَدْیِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ حضرت حفصہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو حجۃ الوداع کے سال حکم دیا۔ کہ وہ احرام کھول دیں حضرت حفصہؓ نے پوچھا۔ آپؐ کو احرام کھولنے سے کس چیز نے روکا۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے اپنے سر کو تلبید لگایا ہے۔ اور قربانی کے جانور کو ہار پہنایا ہے۔ پس میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا۔ جب تک میں اپنی قربانی کو ذبح نہ کرلوں۔

تشریح از شیخ مدنی تلبید کے معنی ہیں گوند کے ساتھ بالوں کو جمایا تاکہ گرد و غبار داخل نہ ہو۔ اور اونٹ کی حرکت کی وجہ سے بالوں میں انتشار پیدا نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ دیر تک احرام کے ساتھ رہنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اگر عمرہ کے بعد حلال ہوجاتے تو پھر ایسا اہتمام نہ کرتے۔ وقلدت ھدی اور ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہے۔ وقرنت یہ الفاظ صراحۃً قران پر دال ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۵۴ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ خَثْعَمَ اِسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِیْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِیْضَةَ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ اَدْرَكَتْ اَبِیْ شَیْخًا كَبِیْرًا لَّا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّسْتَوِیَ عَلَی الرَّاحِلَةِ فَهَلْ یَقْضِیْ اَنْ اَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں فتویٰ پوچھا۔ جب کہ حضرت فضل بن عباسؓ آپؐ کے ردیف تھے۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ! بیشک اللہ کے فریضہ حج جو اپنے بندوں پہ ہے۔ وہ میرے باپ پر اس وقت واجب ہوا جب کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے کہ وہ سواری پہ ٹھیک طرح سے نہیں بیٹھ سکتے۔ کیا میں اس کی طرف سے قضا کر سکتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں کر سکتی ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں پہ اشکال ہے کہ حج قدرت میسرہ پہ موقوف ہے۔ قدرت ممکنہ کافی نہیں۔ بلکہ زاد و راحلہ کا مالک ہو۔ اہل و عیال کو نفقہ مہیا کر جائے۔ تو جب اس عورت کا باپ غیر مستطیع تھا۔ کہ راحلہ پہ بیٹھ کر سفر نہیں کر سکتا تھا۔ تو اس پہ حج کیسے فرض ہوا۔ کیونکہ قرآن مجید میں من استطاع الیہ سبیلا کی قید ہے۔ تو جب اصل پہ حج فرض نہیں تو نیابت کے کیا معنی ہوئے۔ اس کے کئی جوابات دئے گئے ہیں۔ کہ حج اس پہ فرض نہیں تھا نفلی حج تھا۔ دوسرا اس سے نیابت کر سکتا ہے۔ یہ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ آپؐ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ اس پہ حج فرض ہے۔ بلکہ فرض کے معنی حکم فرض کے نہیں بلکہ نفل کے ہیں۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ شیخاً کبیراً ادرکت کا مفعول نہیں ہے۔ بلکہ وہ کہتی ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پہ حج فرض کیا تو میرا باپ شیخ کبیر تھا۔ اللہ تعالیٰ فوق الطاقۃ واجب نہیں کرتا۔ تو کیا میں اس کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہوں۔ آپؐ نے حج نفل میں اس کو حج بدل کی اجازت دے دی۔ دوسری جماعت کہتی ہے۔ کہ جو شخص زاد و راحلہ کا مالک تو ہے۔ لیکن ادا نہیں کر سکتا۔ تو حج اس پہ فرض ہوا۔ تو وہ احجاج کرے۔ جس کی ایک صورت یہ ہے۔ کہ ایک آدمی کسی بڑے مرض میں مبتلا ہوا۔ مال تو اسے میسر ہے۔ تو ایک جماعت کہتی کہ جب وہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو حج فرض نہیں ہوا۔ جب اصل نہیں تو نیابۃ بھی نہ ہو گی۔ دوسری جماعت کہتی ہے۔ کہ حج کے لئے استطاعت اور ملک شرط ہے۔ وہ پایا جاتا ہے۔ اب اگر وہ خود احجاج نہیں کر سکتا تو دوسرے کسی شخص سے حج کرا لے۔ احنافؒ اسی کے قائل ہیں۔ پھر استطاعت کے ہونے میں احنافؒ کا اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ استطاعت میں قدرت ذاتیہ کو شرط قرار نہیں دیتے۔ صاحبین قدرت ذاتیہ کو استطاعت میں شرط قرار دیتے ہیں۔ تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب آیت حج اتری تو میرا باپ شیخ کبیر تھا۔ حج علی الفور واجب الادا نہیں تھا۔ تاخیر کی

وجہ سے سخت بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اس کی طرف سے نیابت کر سکتی ہو۔

حدیث نمبر ۲۹۵۵ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَھُوَ مُرْدِفٌ اُسَامَۃَ عَلَی الْقَصْوَاءِ وَمَعَہٗ بِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَۃَ حَتّٰی اَنَاخَ عِنْدَ الْبَیْتِ ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ ائْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ فَجَاءَہٗ بِالْمِفْتَاحِ فَفَتَحَ لَہُ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاُسَامَۃُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ ثُمَّ اَغْلَقُوْا عَلَیْہِمُ الْبَابَ فَمَکَثَ نَہَارًا طَوِیْلًا ثُمَّ خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُوْلَ فَسَبَقْتُہُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ وَّرَاءِ الْبَابِ فَقُلْتُ لَہٗ اَیْنَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلّٰی بَیْنَ ذَیْنِکَ الْعَمُوْدَیْنِ الْمُقَدَّمَیْنِ وَکَانَ الْبَیْتُ عَلٰی سِتَّۃِ اَعْمِدَۃٍ سَطْرَیْنِ صَلّٰی بَیْنَ الْعَمُوْدَیْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ وَجَعَلَ بَابَ الْبَیْتِ خَلْفَ ظَہْرِہٖ وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْہِہِ الَّذِیْ یَسْتَقْبِلُکَ حِیْنَ تَلِجُ الْبَیْتَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجِدَارِ قَالَ وَنَسِیْتُ اَنْ اَسْاَلَہٗ کَمْ صَلّٰی وَعِنْدَ الْمَکَانِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ مَرْمَرَۃٌ حَمْرَاءُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ فتح مکہ کے سال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت اسامہؓ کو اپنی قصواء اونٹنی پہ ردیف بنایا ہوا تھا۔ اور آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ بھی تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی اونٹنی کو بیت اللہ کے پاس بٹھلا دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔ کہ چابی لے آؤ۔ تو آپؐ کے لئے دروازہ کھولا گیا۔ جس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت اسامہؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمانؓ داخل ہوئے۔ پھر دروازہ ان پہ بند کر دیا گیا۔ دن کا بہت لمبا وقفہ آپؐ اندر ٹھہرے رہے۔ پھر باہر تشریف لائے تو لوگوں نے اندر داخل ہونے میں جلدی کی۔ میں ان سب سے آگے بڑھا تو حضرت بلالؓ کو دروازے کے پیچھے کھڑے ہوئے دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ان اگلے دو ستونوں کے درمیان پڑھی۔ اور بیت اللہ چھ ستونوں پہ دو قطاروں میں قائم تھا۔ تو آپؐ نے اگلی قطار کے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی اور بیت اللہ کے دروازے کو اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھا۔ اور اپنا چہرہ اس سمت کی طرف رکھا۔

جو آپ کے سامنے آتا ہے۔ جب کہ آپ بیت اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ جہت جو آپؐ کے اور دیوار کے درمیان ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں یہ حضرت بلالؓ سے پوچھنا بھول گیا۔ کہ آپؐ نے کتنی رکعت نماز پڑھی۔ اور اس مکان کے پاس جہاں آپؐ نے نماز پڑھی۔ مرمر کا ایک خوب صورت سرخ پتھر ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ واقعہ حدیث فتح مکہ کا ہے اور باب حجۃ الوداع کا ہے۔ شارح قسطلانیؒ نے بھی یہ اشکال وارد کیا ہے۔ جس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا آپؐ خانہ کعبہ میں ایک مرتبہ داخل ہوئے ہیں یا دو مرتبہ فتح مکہ سے پہلے تو دخول نہیں ہوا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ فتح مکہ میں اندر داخل ہو کر تماثیل اور مورتیوں کو توڑا ہے۔ اور حجۃ الوداع میں آپؐ نے اندر نماز پڑھی ہے۔ تو اگر یہ واقعہ حجۃ الوداع پر محمول ہو۔ تو پھر عام فتح مکہ وہم راوی پر محمول ہوگا۔ اگر فتح مکہ کا ہے تو پھر صحیح ہوگا۔ گو مؤلفؒ اس جماعت کے قول کو ترجیح دینا چاہتے ہیں۔ جو دخول فتح مکہ کے قائل ہیں جو ایک دفعہ کے دخول کے قائل ہیں۔ کہ آپؐ نے نماز بھی فتح مکہ کے موقع پر اندر پڑھی ہے اور بس۔ مگر چونکہ ایک جماعت حجۃ الوداع پر بھی اسے محمول کرتی تھی۔ تو ان کے قول پر اس واقعہ کو حجۃ الوداع میں ذکر کر دیا۔ اور ممکن ہے کہ وہم راوی نہ ہو۔ جزء اول عام الفتح پر محمول ہو۔ اور جزء ثانی حجۃ الوداع پر محمول ہو۔ جسے ثم غلقوا علیھم الباب سے شروع کیا۔ اس کے زمانہ کو ذکر نہیں کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ففتح لہ الباب ص۶۳۱ س۲۱ واقعہ کی تصریح فتح مکہ کے لئے ہے۔ اور حدیث کو حجۃ الوداع کے باب میں لائے ہیں۔ تو ایک اختلافی مسئلہ کو ثابت کرنا ہے۔ کہ آیا حجۃ الوداع میں دخول البیت ہوا ہے یا نہیں۔ تو اس حدیث سے ثابت کر دیا۔ کہ حجۃ الوداع میں بھی دخول ہوا ہے۔ یہ حدیث لا کر اپنے مدعیٰ پر تنبیہ کر دی۔ کہ جب یوم الفتح میں بیت اللہ کے اندر دخول ہوا ہے۔ حالانکہ اس سفر کا مقصد صرف جہاد اور غزوہ تھا۔ بیت اللہ کی زیارت مقصود نہ تھی۔ تو حج میں تو بطریق اولیٰ دخول ہوگا۔ کیونکہ یہ سفر حج تو محض زیارت بیت اللہ کے لئے تھا۔ اور حجۃ الوداع میں دخول البیت کی صریح روایت بھی موجود ہے۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ ام المؤمنین کے پاس واپس تشریف لائے تو چہرہ پر حزن وملال تھا۔

جب ان کے پاس سے گئے تھے۔ تو خوشی اور سرور تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ دخول البیت کر کے میں نے امت کو تعب اور مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ کہ اب ہر ایک اندر گھسنے کی سعی کرے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ صحابیہ کا نام اصل میں رہ گیا۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد میں اس کی تصریح ہے۔ اگرچہ حدیث میں دخول حجۃ کی تصریح نہیں۔ لیکن شیخؒ نے بذل میں اس کے حجۃ الوداع ہونے کی دلیل یہ بتلائی ہے کہ حضرت عائشہؓ عام الفتح میں آپؐ کے ہمراہ نہیں تھیں۔ البتہ حجۃ الوداع میں تھیں۔ اور حدیث عائشہؓ کو ترمذی اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے۔ اس لئے ابن حبان فرماتے ہیں۔ کہ یہ دو وقتوں کی دو خبریں ہیں۔ حجۃ الوداع اور فتح مکہ کی۔ لیکن سہیلی نے دونوں دخول حجۃ الوداع کے قرار دیئے ہیں۔ کہ یوم النحر میں بیت اللہ میں داخل ہوئے کوئی نماز نہیں پڑھی۔ دوسری صبح داخل ہوئے تو نماز پڑھی اس طرح مثبت اور نافی میں جمع ہو جائے گی۔ اس کو دار قطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔

عند المکان الخ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا مصلی ہے جو دروازے کے سامنے بیت اللہ سے خارج ہونے کے بعد آپؐ نے پڑھی ہے۔ لیکن اغلقوا علیھم الباب کے الفاظ اس سے رد کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۵۶ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ أَنَّ عَائِشَةَؓ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَابِسَتُنَا هِيَ فَقُلْتُ إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ يَا رَسُولَ اللهِ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَنْفِرْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتی ہیں۔ کہ حجۃ الوداع میں حضرت صفیہؓ بنت حیی حائضہ ہوگئیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا وہ ہمیں روکنے والی ہے۔ میں نے کہا کہ اے رسول اللہ! وہ طواف افاضہ کر چکی ہے۔ طواف وداع نہیں کیا۔ یعنی وہ بیت اللہ کے طواف زیارۃ سے فارغ ہو چکی ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ اب وہ مدینہ کی طرف چل پڑے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ایک طواف فرض ہے۔ جسے طوافِ زیارۃ، طوافِ صدر اور طوافِ افاضہ کہا جاتا ہے۔ جس کا بارھویں کی شام تک وقت ہے۔ تاخیر پر ایک دم دینا پڑے گا۔ اگر کوئی عورت حیض و نفاس کی وجہ سے تاخیر کرے۔ تو اس کا حج اس وقت تک ادا نہیں ہوگا۔ جب تک یہ طواف نہ کرے۔ البتہ تاخیر پہ دم جبر نہ دینا ہوگا۔ دوسرا طوافِ وداع ہے۔ جو آفاقی کے لئے واجب ہے۔ حائضہ عورت کو طوافِ زیارۃ کے لئے تو ٹھہرنا پڑے گا۔ لیکن طوافِ وداع کے لئے ٹھہرنا ضروری نہیں۔ چنانچہ حضرت صفیہؓ ام المومنین حائضہ ہوئیں۔ آپؐ کا گمان تھا۔ کہ شاید انہوں نے طوافِ افاضہ نہیں کیا۔ جس پر آپؐ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ جب معلوم ہوا کہ طوافِ افاضہ کر چکی ہیں تو آپؐ نے روانگی کا حکم دے دیا۔ اور تیسرا طواف قدوم ہے جو سنت ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَلَا نَدْرِي مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَأَطْنَبَ فِي ذِكْرِهِ وَقَالَ مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ أَنْذَرَهُ نُوحٌ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ وَإِنَّهُ يَخْرُجُ فِيكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ فَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْكُمْ أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ عَلَى مَا يَخْفَى عَلَيْكُمْ ثَلَاثًا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّهُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ أَلَا إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ انْظُرُوا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کی باتیں کرتے تھے۔ حالانکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں تھے۔ لیکن ہمیں معلوم نہیں تھا۔ کہ حجۃ الوداع کیا چیز ہے۔ پس اللہ کی حمد بیان کی اور اس کی ثنا کی۔ پھر مسیح دجال کا ذکر کیا اور اس کے ذکر کو خوب طول دیا۔

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو اس سے نہ ڈرایا ہو۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اور ان کے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو اس سے ڈرایا ہے۔ وہ تمہارے ظاہر ہوگا۔ جس کا حال تم پر پوشیدہ نہیں رہے گا۔ پس تم پر پوشیدہ نہ رہے۔ کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اور وہ دجال اس کی دائیں آنکھ کانی ہوگی۔ گویا کہ اس کی آنکھ ایک ابھرا ہوا انگور ہے۔ خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون اور تمہارے مال اس طرح تم پر حرام کئے ہیں۔ جس طرح اس دن یوم نحر کی حرمت ہے۔ تمہارے اس شہر کی اور تمہارے اس مہینہ کی حرمت ہے۔ خبردار! کیا میں تم تک احکام شریعت پہنچا چکا۔ سب نے ہاں میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ تمہارے لئے افسوس ہوگا۔ دیکھنا کہیں میرے بعد پھر کافروں والے کام نہ شروع کر دینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لا ندری ما حجۃ الوداع ص۶۳۲ ظاہراً اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات شیخینؓ اور دیگر اہل فضل وکمال تو حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ کو جانتے تھے۔ مگر عامۃ الناس تقلیداً نام تو حجۃ الوداع لیتے تھے۔ لیکن وجہ تسمیہ نہیں پہچانتے تھے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ وجہ تسمیہ کا علم نہیں ہوتا۔ لیکن وہ نام استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اور حجۃ الوداع کے نام کی ابتداء کی وجہ یوں سمجھ میں آتی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا۔ لعلی لا اراکم بعد عامی ھذا کہ شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہ دیکھ سکوں۔ تو عام لوگوں نے تو یہ سمجھا کہ اس سال کے بعد پھر ایسے اجتماع کے ساتھ آپؐ حج نہیں کریں گے۔ اس وجہ سے انہوں نے اسے حجۃ الوداع کہا۔ جب آپؐ کا اسی سال وصال ہو گیا۔ تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپؐ کی یہ الوداعی کسی خاص گروہ کے ساتھ مختص نہیں تھی۔ بلکہ آپؐ عوام اور خواص سب سے رخصت ہو رہے تھے۔ اور نہ ہی یہ رخصتی اس سال کے حج میں جمع ہونے والے عوام کے لئے تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا محمد مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ غایت محبت کی وجہ سے ہمارا وہم وگمان ہی نہیں تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے الوداع ہو رہے ہیں۔ ویسے ہم حجۃ الوداع کہتے تھے۔ لیکن مراد کو نہیں سمجھتے تھے۔ پھر جب وفات ہو چکی تو سب کو معلوم ہوا کہ آپؐ الوداع ہو کر وصیت فرما رہے ہیں۔ یضرب بعضکم رقاب بعض الخ اور اس کی مزید تائید اللھم اشھد

سے بھی ہوئی۔ الظاھر الخ اس لئے فرمایا کہ روایات کثیرہ سے واضح ہے۔ کہ اذا جاء نصر اللہ الخ جب نازل ہوئی۔ تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو آپؐ کے وصال کا علم ہو گیا۔

لا یبعد بعض نسخوں میں لا کا حرف ہے بعض میں نہیں ہے۔ لفظ لا زائد ہو تو یہ دلیل ہے کہ بعض کو وجہ تسمیہ کا علم تھا۔ اور لا کا حرف موجود ہو تو تب بھی عامۃ الناس کے متعلق ہوگا۔ کہ کوئی آدمی وجہ تسمیہ نہ جانتا ہو۔ دوسروں کی تقلید میں وہ اس کا نام لے رہا ہو۔

لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلم کی روایت میں اس سے زیادہ واضح ہے۔ خذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجی ھذا۔ اس طرح کی اور روایات بھی ہیں۔ جن سے قرب وفات کا علم ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اسے حجۃ الوداع کہا گیا۔ اور حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس حج کے بعد آپؐ نے مدینہ سے اور کوئی حج نہیں کیا۔ اور حجۃ البلاغ بھی کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے اس میں احکام شرعیہ کی تبلیغ کی۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ اور اسے حجۃ التمام والکمال بھی کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسی میں آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ نازل ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۹۵۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزَا تِسْعَ عَشْرَۃَ غَزْوَۃً وَاَنَّہٗ حَجَّ بَعْدَ مَا ہَاجَرَ حَجَّۃً وَّاحِدَۃً لَمْ یَحُجَّ بَعْدَہَا حَجَّۃَ الْوَدَاعِ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ وَبِمَکَّۃَ اُخْرٰی۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۹ غزوات میں شمولیت فرمائی۔ اور ہجرت کے بعد آپؐ صرف ایک ہی حج حجۃ الوداع کیا ہے۔ جس کے بعد آپؐ نے کوئی حج نہیں کیا۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ دوسرا حج مکہ معظمہ میں تھا۔ جو ہجرت سے پہلے تھا۔ جو ملۃ ابراہیمی کے مطابق تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ نے ہجرت سے پہلے صرف ایک حج کیا ہے۔ حالانکہ بیعات عقبات ثلاثہ حج کے موقعہ پر ہوئی ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ راوی کو ایک کا علم ہو سکا۔ کیونکہ زید بن ارقم انصاری ہیں۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ میں حج کے لئے گئے تھے۔ تو انہوں نے اپنے علم کے مطابق روایت بیان کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۵۹ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ جَرِیْرٍ عَنِ النَّبِیِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِجَرِيْرٍ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں ان سے فرمایا۔ کہ جریر لوگوں کو چپ کراؤ۔ پھر فرمایا میرے بعد کفر کا طریقہ اختیار نہ کرنا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بعض نے اسے حلال سمجھنے والے پر محمول کیا ہے اور ممکن ہے۔ کفار معنی مثل کنار کے ہو۔ چنانچہ بعض روایات میں ضلالاً کا لفظ ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۶۰ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ اَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ ذُو الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ الْبَلْدَةَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاَحْسِبُهٗ قَالَ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْاَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ ضُلَّالًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُّبَلَّغُهٗ يَكُوْنُ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ فَكَانَ مُحَمَّدٌ اِذَا ذَكَرَهٗ يَقُوْلُ صَدَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ زمانہ اسی طرح پھر آیا۔ جیسے اس کی حالت اس دن تھی جس دن اللہ تعالےٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ سال بارہ مہینہ کا ہے۔ جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین تو مسلسل ہیں۔ ذوالقعدہ، ذی الحجہ اور محرّم اور مضر قبیلہ والا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ یہ کون سا مہینہ ہے۔ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ جس پہ آپؐ خاموش ہو گئے۔ ہمیں گمان ہوا کہ عنقریب آپؐ اس کا کوئی اور نام بدل کر رکھ دیں گے۔ فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ جس پہ آپؐ خاموش ہو گئے۔ ہم نے سمجھا۔ کہ آپؐ اس کا کوئی نام عنقریب تجویز کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا بلدہ مکرمہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا دن ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ آپؐ پھر بھی خاموش رہے۔ جس سے ہمیں گمان ہوا۔ کہ عنقریب آپؐ اس کا کوئی نام تجویز کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا یہ یوم النحر قربانی کے ذبح کرنے کا دن نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک تمہارے خون تمہارے اموال اور محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ تمہاری عزتیں اور آبروئیں تم پہ اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس دن کی حرمت اس شہر کے اندر تمہارے اس مہینہ میں ہے۔ عنقریب تم اپنے ربّ سے ملاقی ہوگے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ خبردار! تم لوگ میرے بعد اُلٹے گمراہ نہ ہو جانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ خبردار! تم میں سے حاضر غائب کو پہنچا دے۔ شاید ان پہنچائے ہوئے میں سے کوئی سننے والوں سے زیادہ اس پیغام کو محفوظ کرنے والا ہو۔ محمد بن سیرینؒ جب حدیث کو ذکر کرتے تھے۔ تو کہتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر فرمایا کیا میں تم تک پہنچا چکا۔ دو مرتبہ ایسے فرمایا۔

تشریح الشیخ مدنیؒ عرب کے لوگ اپنے مفاد کی خاطر مہینوں کو آگے پیچھے کر لیا کرتے تھے۔ جسے نسیئۃ کہا جاتا تھا۔ تو حسن اتفاق سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اصلی ترتیب آگئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ السنة اثنا عشر شہرا ۶۳۲/۱۲ محرم تو منصرف ہے اور صفر سے اگر مقرر مہینہ مراد لیا جائے پھر تو وہ غیر منصرف ہوگا اور غیر مقرر مراد ہو تو پھر منصرف ہوگا۔ ربیع کے دونوں مہینہ منصرف ہیں۔ اور جمادی کے دونوں مہینہ غیر منصرف ہیں۔ رجب کا حال ماہ صفر کی طرح ہے۔

رمضان اور شعبان دونوں غیر منصرف ہیں۔ شوال۔ ذوالقعدہ اور ذی الحجہ تینوں منصرف ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ المحرم ہمیشہ معرف باللام ہوتا ہے۔ اور اس پر علمیت کا غلبہ ہے۔ اور اعلام میں تصرف وتغیر نہیں ہوا کرتا۔ صفر محرم کے بعد کا مہینہ ہے۔ کبھی منصرف اور کبھی غیر منصرف ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ یحلون المحرم صفرا یہ منصرف ہے۔ اور جب غیر منصرف ہوتا ہے۔ تو اس میں دو سبب معرفۃ اور ساعۃ ہے۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے معین وغیر معین کے فرق سے اسے واضح کیا ہے۔

الربیع عرب کے نزدیک ربیع دو ہیں۔ ایک ربیع شہور اور دوسرا ربیع الزمان ہے اور ربیع الشہور دو ہیں۔ ربیع الاول و ربیع الثانی۔ جو دراصل شہر ربیع الاول وشہر ربیع الثانی ہیں۔ اول وآخر اعراب میں وصف ہونے کی وجہ سے تابع ہیں۔

جمادیٰ مؤنثہ ہے۔ یہ دونوں غیر منصرف ہیں۔ ان میں دو سبب تانیث اور علمیت ہیں۔ اور مفتاح الصحاح میں ہے۔ جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ بفتح ہوگی۔

رجب کے متعلق قمر الاقمار میں ہے۔ رجب بغیر تنوین کے غیر منصرف ہے۔ علمیۃ اور عدل کی وجہ سے۔ کیونکہ قسم میں معین ہو کر مستعمل ہوتا ہے۔ علی صوم رجب اور رجب منون منصرف ہوگا کیونکہ دو سبب نہیں ہیں۔ کیونکہ رجب معین نہ ہونے کی وجہ سے علمیۃ زائل ہوگئی۔ اور رمضان شعبان غیر منصرف ہیں۔ علمیۃ اور الف نون زائدتان کی وجہ سے۔ رمضان رمضار سے ہے۔ جس کے معنی جلنے کے ہیں۔ وجہ تسمیہ کے بارے میں قسطلانیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ جب عرب اپنی قتل وغارت کی عادات چھوڑ دیں تو ماہ محرم ہے۔ جب ان کے بدن کمزور اور رنگ زرد پڑ جائیں تو صفر ہے۔ جب باغات پھل پھول لے آئیں۔ خوشبوئیں مہکنے لگیں تو ربیعان ہیں۔ جب پھلوں کی قلت ہو جائے۔ اور پانی جم جائے۔ تو یہ جمادیان ہیں۔ نہریں چالو ہو جائیں اور درخت سرسبز ہو جائیں تو یہ رجب ہے۔ جب اونٹنیوں کے بچے ماؤں سے الگ ہو جائیں اور قبائل پھیل جائیں تو یہ شعبان ہے۔

اور فضا میں گرمی آجائے اور سخت گرمی اور انگارے دہکنے لگیں۔ تو یہ رمضان ہے۔ جب بادل قلیل ہوں۔ مکھیاں بہت ہوں۔ اور جانوروں نے دمیں اٹھائی ہوں تو یہ شوال ہے۔ اور جب تجار سفروں سے بیٹھ جائیں تو یہ ذوالقعدہ ہے۔ اور جب ہر طرف سے عازمین حج کے قافلے جا رہے ہوں۔ تو یہ ذی الحجہ ہے۔

حدیث نمبر ۲۹۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْيَهُودِ قَالُوا لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِينَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا فَقَالَ عُمَرُ أَيَّةُ آيَةٍ قَالُوا الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيَّ مَكَانٍ أُنْزِلَتْ أُنْزِلَتْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ۔

ترجمہ۔ ابن شہاب فرماتے ہیں۔ کہ یہود کے کچھ لوگوں نے کہا۔ اگر یہ آیت ہمارے اندر نازل ہوتی۔ تو ہم اس دن کو یوم عید بنا لیتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سی آیت ہے۔ انہوں نے کہا۔ الیوم اکملت لکم دینکم الخ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے جس جگہ یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ اس وقت نازل ہوئی۔ جب کہ آپؐ عرفات کے میدان میں وقوف کرنے والے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اناسا من الیھود اور ترمذی میں رجلا من الیھود ہے۔ چونکہ اس جماعت یہود کے سردار کعب احبار تھے۔ اس لئے رجلاً کہا۔ جماعت ہمراہ تھی تو اناسا من الیھود کہا۔ بعض علماء کا کہنا ہے۔ کہ کعب احبار عہد صدیقی میں مسلمان ہو گئے۔ اور بعض کا کہنا ہے۔ کہ نہیں۔ عہد نبوی میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ احبار ان کو اس لئے کہا جاتا تھا۔ کہ یہ کتب سابقہ کے عالم تھے۔ اکملت لکم میں خطاب جمیع مذاہب کو ہے۔ چونکہ ایسی آیت کسی مذہبی کتاب میں نہیں اتری تھی۔ اس لئے نعمتوں کے شکریہ کے طور پر ایک دن خوشی کا مقرر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پہلے ادیان توحید میں متفق تھے۔ فروع میں کمال ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچا۔ کہ الیوم اکملت لکم فرمایا گیا۔ اس کے بعد کوئی کمال نہ ہوگا۔ بلکہ نقصان ہی ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ | حضرت عمرؓ کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہم اس کی فضیلت سے غافل

نہیں ہیں۔ بلکہ یہ آیت یوم عیدین میں نازل ہوئی۔ یوم جمعہ یوم عرفہ۔

حدیث نمبر ۳۹۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَاَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى يَوْمَ النَّحْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ تو بعض لوگ ہم میں سے وہ تھے جنہوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اور بعض وہ تھے جنہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ پس جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا۔ انہوں نے یوم النحر سے پہلے احرام نہیں کھولا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ وَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ مِثْلَهٗ۔

حدیث نمبر ۳۹۶۳ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ اَبِيْهِ سَعْدٍ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّيْ وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قُلْتُ اَفَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرًا اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ

دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ رَثٰى لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں۔ کہ حجۃ الوداع میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ اس بیماری کی وجہ سے جس کے سبب میں موت کے قریب پہنچ گیا تھا۔ پس میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے تو بیماری نے اس حد تک پہنچا دیا ہے۔ جو آپؐ دیکھ رہے ہیں۔ اور میں مال دار آدمی ہوں۔ میری وارث صرف میری ایک لڑکی ہے۔ کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا چلو اس کا آدھا کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا ایک تہائی۔ آپؐ نے فرمایا ایک تہائی بھی بہت ہے۔ کیونکہ اپنے ورثا کو غنی بنا کر چھوڑ جاؤ۔ یہ بہتر ہے۔ کہ تم ان کو محتاج چھوڑ جاؤ۔ ہتھیلی پھیلا کر لوگوں سے مانگتے پھریں۔ سن لو! جو خرچ بھی کرو گے۔ جس میں اللہ تعالےٰ کی رضا مقصود ہو۔ اس کا تمہیں ثواب ملے گا۔ حتّٰی کہ روٹی کا وہ لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو اس کا بھی ثواب ہوگا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے مکہ میں رہ جاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم پیچھے نہیں رہو گے۔ انشاء اللہ تمہاری عمر دراز ہوگی۔ جو عمل بھی اس میں تم اللہ کی رضامندی کے لئے کرو گے۔ اللہ تعالےٰ اس سے تمہارا مرتبہ اور بلندی کو بڑھائیں گے۔ اور شاید تمہیں اتنی زندگی ملے۔ کہ کچھ لوگ تم سے نفع اٹھائیں گے۔ فتوحات کے ذریعہ۔ اور دوسرے مشرکین اور منافقین کو تم سے نقصان پہنچے گا۔ پھر آپؐ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو برقرار رکھنا۔ ان کو اپنی ایڑیوں پہ نہ پھیر دینا۔ کہ وہ اپنے سیدھے حال سے واپس آجائیں۔ لیکن سختی میں پڑنے والا سعد بن خولہ ہے۔ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حال پہ رحم کھا رہے تھے۔ کہ وہ مکہ میں وفات پا گئے۔ جہاں سے وہ ہجرت کر گئے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اھلّ رسول اللہ بالحج پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ آپؐ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔ اور اس حدیث میں اھلّ بالحج کے الفاظ ہیں۔ پہلے تو یہاں فقط کے الفاظ نہیں۔ دوسرے یہاں معطوف محذوف ہے۔ اور ایسے ہوا کرتا ہے۔ ورنہ

روایات میں تعارض ہوگا۔ شوافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ پہلے مفرد تھے۔ پھر عمرہ کو داخل کیا۔ علامہ عینیؒ ابن حجرؒ اور نوویؒ وغیرہم یہی تاویل کرتے ہیں۔ لیکن امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء ہی سے قارن تھے۔ جیسا کہ پچھلی روایت سے معلوم ہوا۔

اشفیت منہ ای اشرفت یعنی اس کی وجہ سے موت کو جھانک رہا تھا۔ آپؐ نے پانی پہ دم کر کے ان پہ چھڑکا جس سے وہ ہوش میں آئے اور یہ سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔

بلغ بی من الوجع چونکہ حضرت سعدؓ غزوات میں شمولیت کی وجہ سے غنیمت کے مال کے باعث مالدار ہو گئے تھے۔ اس لئے اس کی تقسیم کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اور ان کی بیٹی بھی ذومال ہو گئی تھی۔

لست تنفق الخ یہ ایک شبہ کا دفعیہ ہے۔ کہ ترکہ جب میرے بال بچوں پہ خرچ نہ ہوا۔ تو مجھے اس سے کیا فائدہ ہوا۔ یہی زندگی میں صدقہ و خیرات کر جاؤں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اگرچہ تم نفقہ واجبہ بھی ادا کرو جس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ تو اس کا بھی اجر ملے گا۔ کیونکہ بیوی کا خرچہ واجب ہے۔

اخلف بعد اصحابی الخ چونکہ یہ مہاجر تھے۔ مکہ میں سخت علیل ہو گئے۔ خیال آیا کہ اگر مکہ میں ہی انتقال ہو گیا تو شاید ہجرت کا ثواب حبط ہو جائے۔ تو آپؐ نے تسلی دی۔ کہ ابھی تم نے نہیں مرنا۔ بلکہ تم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ اور مشرکین اور منافقین کو نقصان ہوگا۔ چنانچہ فاتح فارس ہوئے۔ عہد فاروقی میں قادسیہ کی لڑائی میں سپہ سالار تھے۔

لکن البائس الخ حضرت سعد بن خولہؓ عرفات کے میدان میں سر کے بل اونٹنی سے گر پڑے۔ اس طرح مقام ہجرت میں ان کی وفات ہو گئی۔ جس پہ آپؐ نے اظہار حزن کیا۔

البائس سختی میں پڑنے والا۔ ذوحاجۃ۔

حدیث نمبر ۳۹۶۴ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ اَخْبَرَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَاْسَهٗ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ ان حضرات کو خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر مبارک منڈوایا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حلق راسہ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حج اور عمرہ کے علاوہ کہیں سر منڈوانا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ آپؐ ہمیشہ سر پہ بال رکھا کرتے تھے۔ جو کبھی وفرہ کبھی جُمّہ وغیرہ کی مقدار میں ہوتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۶۵ حدثنا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ سَعِیْدٍ الخ أَخْبَرَہُ ابْنُ عُمَرَؓ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَلَقَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِہٖ وَقَصَّرَ بَعْضُھُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے کچھ اصحاب نے حجۃ الوداع میں سر منڈوایا اور بعض نے بال کٹوائے۔

حدیث نمبر ۳۹۶۶ حدثنا یَحْیَی بْنُ قَزَعَةَ الخ أَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍؓ أَخْبَرَہٗ أَنَّہٗ أَقْبَلَ یَسِیْرُ عَلٰی حِمَارٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ بِمِنًی فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَسَارَ الْحِمَارُ بَیْنَ یَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْہُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ وہ گدھیا پر سوار ہو کر آئے۔ جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ کے مقام پہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ پس میری گدھیا صف کے آگے سے گذر رہی تھی۔ پھر یہ اس سے اتر کر لوگوں کے ساتھ قطار میں شامل ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ابن عباسؓ بعض مقتدیوں کے آگے سے گذرے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے نہیں گذرے۔ چونکہ سترۃ الامام سترۃ القوم ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ان پر کوئی سرزنش نہیں کی گئی۔

حدیث نمبر ۳۹۶۷ حدثنا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ ھِشَامٍ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا شَاھِدٌ عَنْ سَیْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّتِہٖ فَقَالَ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہؓ سے حجۃ الوداع میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی رفتار کے بارے میں پوچھا۔ جب کہ میں بھی موجود تھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ عام طور پر تو عنق یعنی درمیانی رفتار ہوتی تھی۔ جب راستہ کی کشادگی مل جاتی تو پھر دوڑاتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۶۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ اَخْبَرَنِىْ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ جَمِيْعًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوایوبؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ حجۃ الوداع میں انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مغرب اور عشار کی نماز اکٹھے ادا کی ہے۔ یہ جمع بین الصلوتین تاخیر کے ساتھ تھی۔ ظہر اور عصر میں جمع تقدیم تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عنق اور نص اونٹ کی چال کے نام ہیں۔ اونٹ کی تیز رفتاری اس کی گردن سے معلوم ہوتی ہے۔ متوسط درجہ کی چال عنق کہلاتی ہے۔ اور تیز رفتاری کو نص کہتے ہیں۔ فجوۃ بمعنی فرجہ۔

بَابُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهِىَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ۔

ترجمہ۔ جنگ تبوک کا بیان جس کو غزوۃ عسرت بھی کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۶۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰىؓ قَالَ اَرْسَلَنِىْ اَصْحَابِىْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ اِذْ هُمْ مَعَهٗ فِىْ جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَهِىَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَقُلْتُ يَا نَبِىَّ اللّٰهِ اِنَّ اَصْحَابِىْ اَرْسَلُوْنِىْ اِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ عَلٰى شَيْءٍ وَّوَافَقْتُهٗ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا اَشْعُرُ وَرَجَعْتُ حَزِيْنًا مِّنْ مَّنْعِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ مَّخَافَةِ اَنْ يَّكُوْنَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِىْ نَفْسِهٖ عَلَىَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى اَصْحَابِىْ فَاَخْبَرْتُهُمُ الَّذِىْ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اَلْبَثْ اِلَّا سُوَيْعَةً اِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُنَادِىْ اَىْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ فَاَجَبْتُهٗ فَقَالَ اَجِبْ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْكَ فَلَمَّا اَتَیْتُہٗ قَالَ خُذْ ھٰذَیْنِ الْقَرِیْنَیْنِ وَھٰذَیْنِ الْقَرِیْنَیْنِ لِسِتَّۃِ اَبْعِرَۃٍ اِبْتَاعَھُنَّ حِیْنَئِذٍ مِنْ سَعْدٍ فَانْطَلِقْ بِھِنَّ اِلٰی اَصْحَابِكَ فَقُلْ اِنَّ اللّٰہَ اَوْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْمِلُكُمْ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ فَارْكَبُوْھُنَّ فَانْطَلَقْتُ اِلَیْھِمْ بِھِنَّ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْمِلُكُمْ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ وَلٰكِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اَدَعُكُمْ حَتّٰی یَنْطَلِقَ مَعِیْ بَعْضُكُمْ اِلٰی مَنْ سَمِعَ مَقَالَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَظُنُّوْا اَنِّیْ حَدَّثْتُكُمْ شَیْئًا لَمْ یَقُلْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لِیْ اِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ وَلَنَفْعَلَنَّ مَا اَحْبَبْتَ فَانْطَلَقَ اَبُوْمُوْسٰی بِنَفَرٍ مِنْھُمْ حَتّٰی اَتَوُا الَّذِیْنَ سَمِعُوْا قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْعَہٗ اِیَّاھُمْ ثُمَّ اَعْطَاھُمْ بَعْدُ فَحَدَّثُوْھُمْ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَھُمْ بِہٖ اَبُوْمُوْسٰی۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے میرے ساتھیوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ میں ان کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریاں طلب کروں۔ کیونکہ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جیش عسرۃ میں جا رہے تھے۔ اور یہ غزوہ تبوک کا موقعہ تھا۔ پس میں نے جا کر عرض کی یا رسول اللہ! میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپؐ انہیں سواریاں مہیا کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں تمہیں کسی چیز پہ سوار نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے آپؐ سے ملنے کا اس وقت اتفاق ہوا کہ آپؐ اس وقت کسی وجہ سے غضب ناک تھے۔ مجھے اس کا علم نہ ہو سکا۔ میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روک دینے کی وجہ سے غمگین ہو کر لوٹا اور اس خوف سے بھی کہ کہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل میں مجھ پہ ناراض نہ ہو جائیں۔ میں نے واپس لوٹ کر اپنے ساتھیوں کو اس بات کی اطلاع کی جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمائی تھی۔ بس ایک تھوڑی سی دیر گذری ہو گی۔ کہ میں نے حضرت بلالؓ کی آواز سنی۔ جو پکار رہے تھے کہ عبداللہ بن قیسؓ کہاں ہے۔ جب مجھے ملے تو کہنے لگے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلا رہے ہیں۔ جلدی چلو۔ جب میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؐ نے

فرمایا کہ یہ اکٹھے بندھے ہوئے دو اونٹ لے لو۔ اور یہ جوڑا بھی لے لو۔ ان چھ اونٹوں کے متعلق فرمایا جن کو آپؐ نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے خرید لیا تھا۔ مجھے فرمایا کہ ان کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ۔ اور ان سے کہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے یہ سواریاں بھیجی ہیں۔ پس تم ان پر سوار ہو کر جہاد کرو۔ میں ان سواریوں کو لے کر ان کے پاس گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری سواری کے لئے ان کو بھیجا ہے۔ لیکن واللہ! میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ تمہارے کچھ آدمی میرے ساتھ ان لوگوں کی طرف چلیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ گفتگو سنی تھی۔ کہیں تم یہ گمان نہ کرو۔ کہ میں نے تمہیں کوئی ایسی بات آکر کہی تھی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کہی ہو۔ انہوں نے میرے سے کہا کہ واللہ! آپ ہمارے نزدیک سچے ہیں۔ ویسے آپ کی مرضی۔ آپ جو چاہیں ہم وہی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰؓ ان کے کچھ آدمی لے کر ان آدمیوں کے پاس پہنچے۔ جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تھی۔ پہلے آپؐ نے ان کو سواریاں دینا روک دیا۔ اس کے بعد ان کو دے بھی دیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے انہیں اسی طرح بتلایا۔ جس طرح حضرت ابو موسیٰؓ نے ان کو بات بتلائی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ غزوہ موتہ سے قبل ہی رومیوں سے جنگ چھڑ گئی تھی۔ اور غزوہ موتہ کا سبب یہ ہوا تھا کہ آپؐ کے سفیر کو حدود شام میں قتل کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کی سالاری میں ان کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ حضرت زیدؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ سب شہید ہو گئے۔ بالآخر حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ پہ فتح ہوئی۔ بعد ازاں آپؐ کو اطلاع ملی۔ کہ ہرقل بادشاہِ روم نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بہت سی فوج جمع کر کے بھیج دی ہے۔ تو آپؐ نے غزوۂ تبوک کے لئے تیاری شروع کی رجب ۹ھ کا واقعہ ہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ تبوک کا مقام مدینہ سے سترہ اٹھارہ منزل دور شام کے قریب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی۔ کہ جب کسی غزوہ کے جانے کا پروگرام ہوتا۔ تو توریہ کر لیتے تھے۔ جانا کہیں ہوتا اس طرف کی کسی اور جگہ کا نام لے لیتے۔ تاکہ منافقین دشمنان اسلام کو خبردار نہ کر دیں۔ لیکن چونکہ یہ سترہ اٹھارہ منزل دور کا سفر تھا۔ گرمی کا سخت موسم۔ فصل پکے

ہوئے۔ اس لئے آپؐ نے صاف اعلان کر دیا کہ ہم تبوک کی طرف جا رہے ہیں۔ اس غزوہ میں سب سے زیادہ آپؐ کے پاس تیس ہزار فوجی تھے۔ بعض نے چالیس ہزار کہا ہے۔ اور بعض نے ستر ہزار بھی کہا ہے۔ جنہوں نے تیس ہزار کہا۔ انہوں نے کہا۔ کہ دس ہزار گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور باقی بیس ہزار اونٹوں پر سوار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام تبوک پہنچے ہیں۔ تو کوئی جیش مقابلہ میں نہیں آیا۔ بیس دن آپؐ نے وہاں پر قیام کیا۔ اور گرد و نواح کی ریاستوں پر قابض ہوئے۔ اس غزوہ کو غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ مال کی تنگی تھی۔ کھجوریں پک رہی تھیں، دیگر ساز و سامان بھی قلیل تھا۔ خوراک ختم ہو گئی۔ تو کھجور پر اکتفا کیا وہ ختم ہو گئیں تو گٹھلیاں چوس چوس کر گزارا کیا۔ پانی نہیں ملا۔ تو اونٹ ذبح کر کے اس کی اوجھڑی سے پانی نکالا۔ دس دس آدمی نوبت بنوبت ایک ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ بدیں وجہ اسے غزوۂ عُسرۃ بھی کہا جاتا ہے۔

هذين القرينين اونٹوں اور بیلوں میں عادت ہے۔ کہ دو مناسب اونٹوں اور بیلوں کو آپس میں ملا کر باندھ دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کا بھاگنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو آپؐ نے چھ اونٹوں کے دو قرین ان کو دیئے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اذھم معہ فی جیش العسرۃ ص۶۳۳ س۱۵ اذ ظرفیہ او تعلیلیۃ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ جیش العسرۃ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے۔ الذين اتبعوه فی ساعۃ العسرۃ امام بخاریؒ نے اسے حجۃ الوداع کے بعد ذکر کیا ہے۔ حالانکہ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہے اور یہ رجب ۹ھ میں واقع ہوا ہے۔ شاید امام بخاری نے عمداً اس کو مؤخر کیا ہے۔ کیونکہ یہ آخر المغازی ہے۔ جس پر انہوں نے کتاب المغازی کو ختم کیا ہے۔ جس کا پہلے انہوں نے ترجمہ باندھا ہے۔ دوسرے ترتیب کا امام بخاریؒ نے التزام بھی نہیں کیا۔ اور میرے نزدیک بھی یہی ہے۔ کہ امام بخاریؒ سے غلطی نہیں ہوئی اور نہ ہی مشائخ کی غلطی ہے امام بخاریؒ نے عمداً ایسا کیا ہے۔ وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے۔ کہ غزوہ فتح کے بعد سے وفود کا سلسلہ آ رہا تھا اس کثرت سے وفود آئے کہ ان کا سلسلہ حجۃ الوداع تک جاری رہا۔ اس لئے ان کی انتہا بیان کرنے کے لئے حجۃ الوداع کا باب باندھا۔ کیونکہ حجۃ الوداع کا غزوہ تبوک کے بعد ہونا تو مشہور و معروف تھا۔ اور فتح مکہ سے پہلے اور حجۃ الوداع کے بعد۔ وفود کا آنا نادر الوقوع تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

حدیث نمبر ۳۹۷۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْهِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی تَبُوْكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِیًّا فَقَالَ اَتُخَلِّفُنِیْ فِی الصِّبْیَانِ وَالنِّسَآءِ قَالَ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ الخ سَمِعْتُ مُصْعَبًا۔

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت علیؓ کو گھریلو معاملات میں نگران بنا کے پیچھے چھوڑ گئے۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کیا آپؐ بچوں اور عورتوں میں مجھے پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے علیؓ! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تم میرے ایسے قائم مقام ہو۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین تھے۔ لیکن یاد رکھو۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ابوداؤد نے سماع کی تصریح کرتے ہوئے کہا۔ سمعت مصعبًا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ پہلے تو آپؐ غزوات میں جاتے وقت حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم اور دیگر حضرات کو جن کی شجاعت مشہور نہیں ہوتی تھی ان کو جانشین بنا جاتے تھے۔ چونکہ اب کی مرتبہ سفر دور دراز کا تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ کو نگران بنا گئے جن کی جوانی اور شجاعت مشہور تھی۔ منافقین نے یہ خبر اڑا دی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ گئے ہیں۔ تو انہوں نے جا کر پڑاؤ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم میرے خلیفہ ہو۔ لیکن بغیر نبوت کے خلیفہ ہو۔ حضرت ہارون علیہ السلام تو خلیفہ بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ روافض اس سے آپؓ کی خلافت بلافصل ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ تشبیہ تو محض قائم مقامی میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو نگران بنایا۔ میں تمہیں امور خانگی کا نگران بناتا ہوں۔ نماز پڑھانا حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کے ذمہ لگایا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام تو موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال پہلے وفات پا گئے۔ وہ تو وقتی طور پر نگران تھے نہ کہ ممات کے بعد خلیفہ بنے۔ اگر حضرت علیؓ کی خلافت مطلقہ ہوتی تو امام صلوٰۃ بھی وہی سنبھالتے۔ حالانکہ امام الناس حضرت ابن ام مکتومؓ تھے۔ پھر خبر واحد اجماع کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حدیث نمبر ۳۹۷۱ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنِ سَعِیْدٍ الخ عَنْ اَبِیْهِ یَعْلَی بْنِ اُمَیَّةَ

قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُسْرَةَ قَالَ كَانَ يَعْلَى يَقُولُ تِلْكَ الْغَزْوَةُ اَوْثَقُ اَعْمَالِي عِنْدِي قَالَ عَطَاءٌ فَقَالَ صَفْوَانُ قَالَ يَعْلَى فَكَانَ لِي اَجِيرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ قَالَ عَطَاءٌ فَلَقَدْ اَخْبَرَنِي صَفْوَانُ اَيُّهُمَا عَضَّ الْاٰخَرَ فَنَسِيتُهُ قَالَ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَانْتَزَعَ اِحْدٰى ثَنِيَّتَيْهِ فَاَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ قَالَ عَطَاءٌ وَحَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَيَدَعُ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا كَاَنَّهَا فِي فِي فَحْلٍ يَقْضَمُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت یعلیٰ بن امیہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں غزوہ عسرہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ اور حضرت یعلیٰؓ فرماتے تھے۔ کہ اس غزوہ کی شمولیت میرے نزدیک میرے تمام اعمال میں سے زیادہ قابل بھروسہ تھی۔ اور یعلیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ میرا ایک اجرتی تھا۔ جو دوسرے آدمی سے لڑ پڑا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹ لیا۔ عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت صفوان نے تو مجھے بتلایا تھا۔ کہ کسی نے دوسرے کو دانتوں سے کاٹا۔ لیکن میں بھول گیا۔ بہرحال جس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچ لیا تو اس کے اگلے دو دانتوں میں سے ایک دانت ٹوٹ کر گر پڑا۔ تو وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے اس کے دانت کا قصاص باطل قرار دے دیا۔ عطاؔ فرماتے ہیں۔ میرا گمان یہ ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ کے اندر چھوڑ دیتا۔ تاکہ تو اسے اس طرح کاٹ کھائے جس طرح گویا کہ وہ نر اونٹ کے منہ میں ہے۔ جس کو وہ کاٹ کر کھا رہا ہے۔

بَابُ حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍؓ

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالکؓ کا واقعہ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اس نے ان تین آدمیوں کی

توبہ قبول کرلی جو پیچھے رکھے گئے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۷۲ حدثنا یحیی بن بکیر الخ ان عبد اللہ بن کعب
بن مالک وکان قائد کعب من بنیہ حین عمی قال سمعت کعب
بن مالک یحدث حین تخلف عن قصۃ تبوک قال کعب لم اتخلف
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ غزاھا الا فی غزوۃ تبوک
غیر انی کنت تخلفت فی غزوۃ بدر ولم یعاتب احدا تخلف
عنھا انما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید عیر قریش
حتی جمع اللہ بینھم وبین عدوھم علی غیر میعاد ولقد شھدت
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ العقبۃ حین تواثقنا علی
الاسلام وما احب ان لی بھا مشھد بدر وان کانت بدر اذکر فی
الناس منھا کان من خبری انی لم اکن قط اقوی ولا ایسر حین
تخلفت عنہ فی تلک الغزاۃ واللہ ما اجتمعت عندی قبلہ راحلتان
قط حتی جمعتھما فی تلک الغزوۃ ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یرید غزوۃ الا وری بغیرھا حتی کانت تلک الغزوۃ
غزاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حر شدید واستقبل سفرا
بعیدا ومفازا وعدوا کثیرا فجلی للمسلمین امرھم لیتاھبوا
اھبۃ غزوھم فاخبرھم بوجھہ الذی یرید والمسلمون
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیر ولا یجمعھم کتاب حافظ
یرید ان یتغیب الا ظن ان سیخفی لہ ما لم ینزل فیہ وحی اللہ وغزا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلک الغزوۃ حین طابت الثمار والظلال
وتجھز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون معہ فطفقت
اغدو لکی اتجھز معھم فارجع ولم اقض شیئا فاقول فی نفسی
انا قادر علیہ فلم یزل یتمادی بی حتی اشتد بالناس الجد فاصبح

رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمون معه ولم أقض من
جهازي شيئا فقلت أتجهز بعده بيوم أو يومين ثم ألحقهم
فغدوت بعد أن فصلوا لأتجهز فرجعت ولم أقض شيئا ثم غدوت
ثم رجعت ولم أقض شيئا فلم يزل بي حتى أسرعوا وتفارط الغزو
وهممت أن أرتحل فأدركهم وليتني فعلت فلم يقدر لي ذلك
فكنت إذا خرجت في الناس بعد خروج رسول الله صلى الله عليه وسلم
فطفت فيهم أحزنني أني لا أرى إلا رجلا مغموصا عليه النفاق أو رجلا
ممن عذر الله من الضعفاء ولم يذكرني رسول الله صلى الله عليه
وسلم حتى بلغ تبوك فقال وهو جالس في القوم بتبوك ما فعل
كعب فقال رجل من بني سلمة يا رسول الله حبسه برداه ونظره في
عطفه فقال معاذ بن جبل بئس ما قلت والله يا رسول الله ما علمنا
عليه إلا خيرا فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كعب بن
مالك فلما بلغني أنه توجه قافلا حضرني همي وطفقت أتذكر
الكذب وأقول بماذا أخرج من سخطه غدا واستعنت على ذلك
بكل ذي رأي من أهلي فلما قيل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم
قد أظل قادما زاح عني الباطل وعرفت أني لم أخرج منه أبدا
بشيء فيه كذب فأجمعت صدقه وأصبح رسول الله صلى الله
عليه وسلم قادما وكان إذا قدم من سفر بدأ بالمسجد فيركع
فيه ركعتين ثم جلس للناس فلما فعل ذلك جاءه المخلفون فطفقوا
يعتذرون إليه ويحلفون له وكانوا بضعة وثمانين رجلا فقبل
منهم رسول الله صلى الله عليه وسلم علانيتهم وبايعهم واستغفر لهم
ووكل سرائرهم إلى الله فجئته فلما سلمت عليه تبسم تبسم
المغضب ثم قال تعال فجئت أمشي حتى جلست بين يديه فقال لي

مَا خَلَّفَكَ اَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ فَقُلْتُ بَلٰى اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَوْجَلَسْتُ
عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهٖ بِعُذْرٍ
وَلَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ
حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهٖ عَنِّيْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يُّسْخِطَكَ عَلَيَّ
وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيْهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ فِيْهِ عَفْوَ اللّٰهِ
لَا وَاللّٰهِ مَاكَانَ لِيْ مِنْ عُذْرٍ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ مِنِّيْ
حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ
صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْكَ فَقُمْتُ وَسَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ
فَاتَّبَعُوْنِيْ فَقَالُوْا لِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا
وَلَقَدْ عَجَزْتَ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ اِلَيْهِ الْمُتَخَلِّفُوْنَ قَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ فَوَاللّٰهِ مَازَالُوْا يُؤَنِّبُوْنِيْ حَتّٰى
اَرَدْتُّ اَنْ اَرْجِعَ فَاُكَذِّبَ نَفْسِيْ ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِيَ اَحَدٌ
قَالُوْا نَعَمْ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِيْلَ لَكَ فَقُلْتُ
مَنْ هُمَا قَالُوْا مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ
فَذَكَرُوْا لِيْ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيْهِمَا اُسْوَةٌ فَمَضَيْتُ
حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِيْ وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ
كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلٰثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوْا
لَنَا حَتّٰى تَنَكَّرَتْ فِيْ نَفْسِي الْاَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِيْ اَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ
خَمْسِيْنَ لَيْلَةً فَاَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِيْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَانِ
وَاَمَّا اَنَا فَكُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَاَجْلَدَهُمْ وَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْهَدُ الصَّلٰوةَ
مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَطُوْفُ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِيْ اَحَدٌ وَاٰتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

فَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَیَّ اَمْ لَا ثُمَّ اُصَلِّیْ قَرِيْبًا مِنْهُ فَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰى صَلٰوتِیْ اَقْبَلَ اِلَیَّ وَاِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ اَعْرَضَ عَنِّیْ حَتّٰى اِذَا طَالَ عَلَیَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ مَشَيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ اَبِیْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ يَا اَبَا قَتَادَةَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَسَكَتَ فَعُدْتُّ لَهٗ فَنَشَدْتُّهٗ فَسَكَتَ فَعُدْتُّ لَهٗ فَنَشَدْتُّهٗ فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَيْنَایَ وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِیْ بِسُوْقِ الْمَدِيْنَةِ اِذَا نَبَطِیٌّ مِنْ اَنْبَاطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُهٗ بِالْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ مَنْ يَّدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيْرُوْنَ لَهٗ حَتّٰى اِذَا جَاءَنِیْ دَفَعَ اِلَیَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ فَاِذَا فِيْهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ قَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَّلَا مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ لَمَّا قَرَاْتُهَا وَهٰذَا اَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهٗ بِهَا حَتّٰى اِذَا مَضَتْ اَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً مِّنَ الْخَمْسِيْنَ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِیْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَعْتَزِلَ امْرَاَتَكَ فَقُلْتُ اُطَلِّقُهَا اَمْ مَاذَا اَفْعَلُ قَالَ لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا وَاَرْسَلَ اِلٰى صَاحِبَیَّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِیْ الْحَقِیْ بِاَهْلِكِ فَتَكُوْنِیْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِیَ اللّٰهُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ كَعْبٌ فَجَاءَتْ امْرَاَةُ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ اَنْ اَخْدِمَهٗ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَا يَقْرَبْكِ قَالَتْ اِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا بِهٖ حَرَكَةٌ اِلٰى شَیْءٍ وَاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِیْ مُنْذُ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا كَانَ اِلٰى يَوْمِهٖ هٰذَا فَقَالَ لِیْ بَعْضُ اَهْلِیْ لَوِ اسْتَاْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِی امْرَأَتِکَ کَمَا اَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ اُمَیَّةَ اَنْ تَخْدِمَهٗ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ
لَا اَسْتَاْذِنُ فِیْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا یُدْرِیْنِیْ مَا یَقُوْلُ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنْتُهٗ فِیْهَا وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ
فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذٰلِکَ عَشْرَ لَیَالٍ حَتّٰی کَمُلَتْ لَنَا خَمْسُوْنَ لَیْلَةً مِّنْ حِیْنَ نَهٰی
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ کَلَامِنَا فَلَمَّا صَلَّیْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ
صُبْحَ خَمْسِیْنَ لَیْلَةً وَّاَنَا عَلٰی ظَهْرِ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِنَا فَبَیْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَی
الْحَالِ الَّتِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَیَّ نَفْسِیْ وَضَاقَتْ عَلَیَّ الْاَرْضُ بِمَا
رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰی عَلٰی جَبَلِ سَلْعٍ بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ یَا کَعْبُ
بْنَ مَالِکٍ اَبْشِرْ قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ اَنْ قَدْ جَآءَ فَرَجٌ وَّاٰذَنَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَیْنَا صَلّٰی صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ
یُبَشِّرُوْنَنَا وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَیَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَکَضَ اِلَیَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَّسَعٰی
سَاعٍ مِّنْ اَسْلَمَ فَاَوْفٰی عَلَی الْجَبَلِ وَکَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا
جَآءَنِی الَّذِیْ سَمِعْتُ صَوْتَهٗ یُبَشِّرُنِیْ نَزَعْتُ لَهٗ ثَوْبَیَّ فَکَسَوْتُهٗ اِیَّاهُمَا
بِبُشْرَاهُ وَاللّٰهِ مَا اَمْلِکُ غَیْرَهُمَا یَوْمَئِذٍ وَّاسْتَعَرْتُ ثَوْبَیْنِ فَلَبِسْتُهُمَا
وَانْطَلَقْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَتَلَقَّانِی النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا
یُهَنُّوْنِیْ بِالتَّوْبَةِ یَقُوْلُوْنَ لِتَهْنِکَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَیْکَ قَالَ کَعْبٌ حَتّٰی دَخَلْتُ
الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ
اِلَیَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ یُهَرْوِلُ حَتّٰی صَافَحَنِیْ وَهَنَّانِیْ وَاللّٰهِ مَا قَامَ اِلَیَّ رَجُلٌ
مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ غَیْرُهٗ وَلَا اَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ کَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَبْرُقُ
وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ اَبْشِرْ بِخَیْرِ یَوْمٍ مَّرَّ عَلَیْکَ مُنْذُ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ قُلْتُ
اَمِنْ عِنْدِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ قَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَکَانَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰی کَاَنَّهٗ قِطْعَةُ

قمر وكنا نعرف ذلك منه فلما جلست بين يديه قلت يا رسول الله
ان من توبتي ان انخلع من مالي صدقة الى الله والى رسول الله قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم امسك عليك بعض مالك فهو خير لك
قلت فاني امسك سهمي الذي بخيبر فقلت يا رسول الله ان الله انما
نجاني بالصدق وان من توبتي ان لا احدث الا صدقا ما بقيت فوالله
ما اعلم احدا من المسلمين ابلاه الله في صدق الحديث منذ ذكرت
ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم احسن مما ابلاني ما تعمدت
منذ ذكرت ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم الى يومي هذا
كذبا واني لارجو ان يحفظني الله فيما بقيت وانزل الله على رسوله
صلى الله عليه وسلم لقد تاب الله على النبي والمهاجرين الى قوله
وكونوا مع الصادقين فوالله ما انعم الله علي من نعمة قط بعد ان
هداني للاسلام اعظم في نفسي من صدقي لرسول الله صلى الله عليه وسلم
ان لا اكون كذبته فاهلك كما هلك الذين كذبوا فان الله قال
للذين كذبوا حين انزل الوحي شر ما قال لاحد فقال تبارك
وتعالى سيحلفون بالله لكم اذا انقلبتم الى قوله فان الله لا يرضى
عن القوم الفاسقين قال كعب وكنا تخلفنا ايها الثلاثة عن امر اولئك
الذين قبل منهم رسول الله صلى الله عليه وسلم حين حلفوا له
فبايعهم واستغفر لهم وارجا رسول الله صلى الله عليه وسلم امرنا
حتى قضى الله فيه فبذلك قال الله وعلى الثلاثة الذين خلفوا وليس
الذي ذكر الله مما خلفنا عن الغزو وانما هو تخليفه ايانا وارجاؤه
امرنا عمن حلف له واعتذر اليه فقبل منه۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن کعب بن مالکؓ جو اپنے باپ کے ان کے بیٹوں میں سے قائد تھے جب
کہ وہ نابینا ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالکؓ سے سنا۔ وہ اپنے غزوہ تبوک سے

پیچھے رہ جانے کا قصہ بیان کرتے تھے۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا۔ میں سوائے غزوۂ تبوک کے اور کسی غزوہ میں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شمولیت کی تھی۔ اور کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا۔ علاوہ اس کے میں غزوۂ بدر سے پیچھے رہ گیا تھا۔ جس سے پیچھے رہنے والے کسی پر بھی آپؐ نے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ وجہ یہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو محض قریش کے قافلہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ تو اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت سے مسلمانوں کو اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی مدت مقرر کئے جمع کر دیا تھا۔ اور میں بیعت عقبہ میں جب کہ ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا آپؐ سے معاہدہ کیا تھا۔ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھا۔ اور اس کے بدلہ میں میں بدر کی حاضری کو زیادہ پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ غزوۂ بدر بیعتِ عقبہ کی بنسبت لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔ اور اس کا بڑا چرچا ہے۔ بہرحال میرا واقعہ یہ ہے۔ کہ جب کہ میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گیا۔ تو اس سے قبل نہ میں اتنا طاقتور تھا اور نہ ہی آسودہ حال تھا۔ واللہ! اس سے پہلے میرے پاس سواری کی دو اونٹنیاں کبھی جمع نہیں ہوئی تھیں۔ یہ اللہ کا انعام تھا کہ اس غزوہ میں میرے پاس دو سواری کی اونٹنیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا۔ کہ جب کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو کسی اور مقام کا توریہ کر لیتے۔ تاکہ دشمن خبردار نہ ہو جائے۔ چونکہ یہ غزوۂ تبوک سخت گرمی کے موسم میں تھا۔ اور سفر بھی دور دراز کا تھا۔ جس میں چٹیل جنگلات عبور کرنے تھے۔ اور دشمن کی تعداد کثیر بھی لاکھوں تک تھی۔ بنا بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے ان کے معاملہ کو کھول کر بیان کر دیا۔ تاکہ وہ اپنے جہاد کے لئے خوب سامان تیار کر لیں۔ اس لئے آپؐ نے ان کو وہ سمت اور مقام بتلا دیا جس کی طرف آپؐ ارادہ فرما رہے تھے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی جماعت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت تھی۔ جو تیس ۳۰ ہزار اور کسی غزوہ میں نہیں تھی۔ ان فوجیوں کے لئے کوئی رجسٹر دیوان نہیں جو ان کی گنتی کو محفوظ رکھتا۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ کتاب حافظ سے دیوان اور دفتر مراد ہے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ اس دفتری نظام کے نہ ہونے کی وجہ سے کوئی شخص اگر غائب ہونا چاہتا تو کثرت جیش کی وجہ سے وہ چھپ سکتا تھا۔ جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ کی وحی نازل نہ ہو۔ نیز! یہ جہاد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موسم میں کیا جب کہ پھل پک چکے تھے اور لوگ سایوں کے نیچے رہنا پسند

کرتے تھے۔ بہر صورت آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کی اور مسلمان بھی آپؐ کے ہمراہ تیار ہوئے۔ میں بھی صبح سویرے ان کے پاس تیاری کے لئے آتا۔ ایسے ہی واپس ہوجاتا تھا۔ میں نے تیاری کا کوئی سامان نہ کیا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا۔ کہ مجھے تو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ فوراً انتظام کر لوں گا۔ پس اس طرح یہ حال مجھے ڈھیل دیتا رہا۔ یہاں تک کہ لوگوں کی کوشش سخت ہوگئی اور انہوں نے اپنا انتظام کرلیا۔ اور صبح کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔ میں نے اپنا کوئی سامان بھی تیار نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا کہ میں ایک دو دن بعد تیاری کر کے ان کو جا لوں گا۔ پس جب وہ لوگ فاصلہ پر چلے گئے۔ تو میں تیاری کرنے کے لئے صبح سویرے گیا۔ لیکن واپس آگیا۔ جب کہ میں نے کچھ بھی تیار نہ کیا تھا۔ پھر دوسری صبح کو گیا اور خالی واپس آگیا۔ کوئی تیاری نہ کر سکا۔ پس میرا یہی حال رہا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ مجاہدین تو جلدی اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اور میں غزوہ سے دور رہ گیا اور میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ سواری کس کر جلدی ان حضرات کو پالوں گا۔ کاش! کہ میں ایسے کرپاتا۔ لیکن میں کچھ نہ کر سکا۔ اب میرا حال یہ ہوگا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب بھی میں لوگوں میں گھومتا پھرتا ہوں گا۔ تو مجھے یہ غم کھائے جا رہا تھا۔ کہ میں تو اب ان میں ایک ایسا آدمی معلوم ہوں گا جس کو نفاق کا طعنہ دیا جائے یا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے کمزوری کی وجہ سے معذور قرار دے دیا ہو۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں مجھے یاد نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ آپؐ مقامِ تبوک تک پہنچ گئے۔ آپؐ تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کعبؓ کو کیا ہوگیا۔ بنو سلمہ کے ایک آدمی عبداللہ بن انیسؓ نے کہا یا رسول اللہ! اب وہ بڑا آدمی ہوگیا ہے۔ عمدہ لباس اور بڑائی نے اسے روک دیا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو بڑا اور اپنے لباس کو عمدہ سمجھنے لگا ہے۔ مالدار ہوگیا ہے۔

ناز پروردہ تنعم نہ برد راہ بدا ست

حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا۔ تو نے ٹھیک نہیں کہا۔ واللہ! یا رسول اللہ! ہمیں بھلائی کے سوا اس پر اور کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ لوٹ رہے ہیں تو مجھے فکر دامن گیر ہوئی۔ اور جھوٹ گھڑنے لگا۔ اور میں سوچتا تھا۔ کہ کل آپؐ کے غصہ اور ناراضگی سے میری کس طرح خلاصی ہوگی۔ اس سلسلہ میں میں نے اپنے گھر کے لوگوں سے جو دانشور تھے۔ ان سے بھی مدد لی۔ پس جب مجھے کہا گیا۔ کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب واپس پہنچ گئے ہیں تو سب جھوٹ موٹ اور باطل خیالات میرے ذہن سے نکل گئے۔ اور میں سمجھ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے میں کسی ایسی بات سے نہیں نکل سکتا جس میں جھوٹ کی ملاوٹ ہو۔ پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ کہنے کا عزم کر لیا۔ پس آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت مدینہ تشریف لے آئے۔ آپؐ کا دستور تھا جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے۔ تو مسجد سے ابتداء کرتے۔ اس میں دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرتے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لئے بیٹھ جاتے۔ پس جب آپؐ نے ایسا کر لیا۔ تو پیچھے رہ جانے والے لوگ آکر اپنے عذر و معذرت بیان کرنے لگے اور قسمیں کھا کر اپنا عذر بیان کرتے تھے۔ وہ کئی اسی سے زیادہ تعداد میں تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہری اعذار کو قبول کر لیتے ان سے بیعت لیتے اور مغفرت کی دعا طلب کرتے۔ اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے۔ پس میں بھی حاضر ہوا۔ جب میں نے آپؐ پر سلام کیا۔ تو آپؐ ناراضی ظاہر کرنے والے آدمی کی طرح مسکرا دئے۔ فرمایا آگے آؤ۔ میں چلتے چلتے آپؐ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ جس پر آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیوں پیچھے رہ گئے۔ کیا تم نے سواری خرید نہیں کر لی تھی۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ واللہ! اگر میں آپؐ کے علاوہ کسی اور اہل دنیا کے پاس بیٹھا ہوتا۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ میں عذر معذرت کر کے اس کے غصہ سے آسانی سے نکل سکتا ہوں۔ کیونکہ مجھے جھگڑے پر استعداد ہے۔ لیکن واللہ! میں جانتا ہوں۔ کہ اگر میں آج آپؐ سے جھوٹ باتیں کر کے آپؐ کو راضی کر لوں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اصل حقیقت بتلا کر آپؐ کو مجھ پر ناراض کر دیں گے۔ اور اگر میں آپؐ سے سچ سچ بات بیان کر دوں۔ تو آپؐ مجھ پر ناراض تو ہوں گے۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے معاف کر دے گا۔ ایسا معاملہ نہیں۔ واللہ! مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔ بلکہ واللہ! میں جب آپؐ سے پیچھے رہا ہوں تو اس وقت سے پہلے میں کبھی اتنا طاقتور نہ تھا اور نہ ہی آسودہ حال تھا۔ جس پر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن اس شخص نے سچ سچ کہہ دیا ہے۔ پس اٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ فرمائیں۔ پس میں اٹھ کھڑا ہوا۔ تو بنی سلمہ کے کچھ آدمی میرے پیچھے چل پڑے۔ اور میرے سے کہنے لگے واللہ! ہم جانتے ہیں کہ تم نے اس سے پہلے کوئی ایسا سنگین جرم نہیں کیا کیا آپ اس سے عاجز تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا عذر بیان کر دیتے جو دوسرے پیچھے رہنے والوں نے کیا ہے۔ پھر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفرت طلب کرنا

تمہارے گناہ کے لئے کافی ہو جاتا۔ پس وہ مجھے برابر ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ کہ میں اپنے آپ کی تکذیب کروں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا میرے جیسا کسی اور نے بھی کیا ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ ہاں! دو آدمی اور ہیں۔ جنہوں نے تمہاری طرح سچ بات کہی ہے ان کو بھی یہی حکم سنایا گیا ہے جو تمہیں کہا گیا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ایک تو مرارہ بن الربیع عمروی ہیں اور دوسرے ہلال بن امیہ واقفی ہیں۔ پس انہوں نے میرے سامنے ایسے دو آدمیوں کا ذکر کیا جو نیک تھے اور بدر میں حاضری دے چکے تھے۔ جن کی پیروی میرے لئے ضروری تھی۔ چنانچہ جب انہوں نے مجھے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں بھی ان کے طریقہ پر چلا۔ اب جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں سے بالخصوص ہم تینوں سے بات چیت کرنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو روک دیا۔ پس لوگ ہم سے الگ ہو گئے اور انہوں نے ہم سے رخ بدل لیا۔ یہاں تک زمین بھی ہمارے بارے میں بدل گئی۔ پس اب وہ زمین نہیں رہی تھی جسے میں پہچانتا تھا۔ پس اس حالت میں ہماری پچاس راتیں بیت گئیں۔ لیکن وہ میرے دو ساتھی تو ٹک کر اپنے گھروں میں رونے بیٹھ گئے۔ میں ان میں سے نوجوان اور طاقتور تھا۔ مجھے تو باہر نکلنا تھا۔ میں نمازیں مسلمانوں کے ہمراہ حاضر ہوتا۔ بازاروں میں گھومتا پھرتا تھا۔ اور مجھ سے بات چیت کوئی نہیں کرتا تھا۔ نماز کے بعد میں آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپؐ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوتے میں آپؐ کو سلام کرتا۔ میں اپنے دل میں کہتا کہ دیکھوں سلام کا جواب دینے میں آپؐ کے ہونٹ مبارک حرکت کرتے ہیں یا نہیں۔ پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر نماز پڑھتا۔ اور چوری چھپے میں آپؐ کی طرف نگاہ کرتا۔ پس جب میں اپنی نماز میں شروع ہوتا تو آپؐ میری طرف متوجہ ہوتے۔ اور جب میں آپؐ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپؐ میرے سے روگردانی فرما لیتے۔ یہاں تک کہ لوگوں کا یہ سخت رویہ میرے اوپر دراز ہوا۔ تو میں حضرت ابو قتادہؓ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ جو میرا چچا زاد بھائی تھا۔ اور تمام لوگوں میں سے مجھے زیادہ محبوب تھا۔ پس میں نے اس کو سلام کیا۔ تو واللہ! اس نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا۔ ابو قتادہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا تم مجھے جانتے نہیں ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر بات دہرائی۔ اور اسے اللہ کی قسم دی۔ پھر بھی وہ خاموش رہے۔ تیسری بار بات

دہرائی۔ اور اسے اللہ کی قسم دی پھر بھی وہ خاموش رہے۔ میں نے تیسری بار بات دہرائی۔ اور انہیں قسم دے کر پوچھا۔ پس ان کی زبان سے صرف یہ ایک کلمہ ہی نکلا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ پس میرے آنسو بہ نکلے۔ اور میں پیچھے ہٹ کر اترنے کے لئے دیوار پر چڑھا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک اور واقعہ پیش آیا۔ میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا۔ کہ شام کے کاشتکاروں میں سے ایک کاشتکار جو مدینہ میں غلہ بیچنے کے لئے آیا تھا۔ پوچھ رہا ہے۔ کہ کوئی کعب بن مالکؓ کا اتہ پتہ بتائے۔ لوگوں نے اسے میری طرف اشارہ کیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے غسان کے بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ تمہارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ سخت برتاؤ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کوئی ذلت اور ضائع ہونے کی جگہ نہیں بنائی۔ ہمارے پاس آجاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ ہمدردانہ سلوک کریں گے۔ پس جب میں نے اس خط کو پڑھا۔ تو میں نے کہا۔ اب یہ ایک اور آزمائش آگئی۔ پس میں نے ایک تنور کا قصد کیا اور اس خط کو اس میں جھونک دیا جو جلنے لگا۔ الغرض پچاس میں سے چالیس راتیں تو اس حال میں گزر گئیں۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آکر یوں کہتا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے بھی الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کیا طلاق دے دوں اور کیا کروں۔ اس نے کہا نہیں۔ بلکہ تم اس سے الگ تھلگ رہو۔ اس کے قریب نہ جاؤ۔ میرے دوسرے دو ساتھیوں کے پاس بھی ایسا پیغام بھیجا۔ میں نے تو اپنی بیوی سے کہا۔ کہ تو اپنے میکے میں چلی جا۔ اور اس وقت تک ان کے پاس رہ جا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں کوئی فیصلہ فرما دیں۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ھلال بن امیہؓ کی بیوی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی۔ یا رسول اللہ! کہ ھلال بن امیہؓ ایک بے کس بے سہارا بوڑھا آدمی ہے۔ جس کا کوئی بھی خدمت کرنے والا نہیں ہے۔ کیا آپؐ ناپسند کریں گے۔ اگر میں اس کی خدمت کروں آپؐ نے فرمایا نہیں۔ البتہ وہ تمہارے قریب نہ آئے۔ یعنی ہمبستر نہ ہو۔ اس نے کہا حضرت واللہ! اس میں تو کسی چیز کی طرف جنبش ہی نہیں۔ جس دن سے اس کے ساتھ یہ سلوک ہوا ہے۔ رونے کے سوا اس کا اور کوئی کام نہیں ہے۔ بس برابر روئے جا رہا ہے۔ مجھے بھی میرے گھر کے لوگوں نے کہا۔ کہ تم بھی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت طلب کر لو۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ھلال بن امیہؓ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی۔ میں نے کہا۔ واللہ! میں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب نہیں کروں گا۔ نا معلوم جب میں اجازت طلب کروں تو آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں گے۔ کیونکہ میں تو نوجوان آدمی ہوں۔ پس اس کے بعد کوئی دس راتیں گزری ہوں گی جب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ سلام و کلام کرنے سے لوگوں کو روکا ہوگا یہاں تک کہ پچاس راتیں پوری ہوگئیں۔ پس میں پچاس راتیں گزرنے کے بعد دوسری صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر میں اپنے گھروں میں کسی گھر کی چھت پہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور ہمارا وہ حال ہو چکا تھا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ کہ میں اپنی جان سے بھی تنگ آگیا تھا۔ اور اللہ کی زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہوگئی تھی۔ کہ اچانک میں نے ایک چیخنے والے کی آواز سنی جو جبل سلع پہ چڑھ کر اونچی آواز سے کہہ رہا تھا۔ کہ اے کعب بن مالکؓ خوش ہو جاؤ۔ فرماتے ہیں کہ میں سجدے میں گر گیا۔ اور جان گیا کہ اب کشادگی آگئی ہے۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز ادا کر لینے کے بعد لوگوں کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے۔ تو لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لئے دوڑے۔ اور میرے ان دو ساتھیوں کی طرف بھی بشارت دینے والے دوڑے اور میری طرف ایک شخص گھوڑے کو دوڑا کر آیا۔ اور قبیلہ اسلم کا ایک خوب دوڑ لگانے والا دوڑ کر پہاڑ پہ چڑھ گیا۔ اور مجھے آواز دی یقیناً آواز گھوڑے سے تیز چلنے والی تھی۔ پس جب میرے پاس وہ شخص پہنچ گیا جس کی بشارت کی آواز میں نے پہلے سنی تھی۔ تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کو پہنا دیئے۔ یہ اس کی خوشخبری سنانے کا انعام تھا۔ واللہ! اس دن ان دو کپڑوں کے سوا میرے پاس اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ جس کا میں مالک ہوتا۔ تو میں نے دو اور کپڑے کسی سے عاریت لے کر پہن لئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں فوج در فوج مجھے لوگ ملتے اور مجھے توبہ کے قبول ہونے پہ مبارک بادی دیتے ہوئے کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا تمہاری توبہ قبول کر لینا تمہارے لئے مبارک ہو۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ اور آپؐ کے اردگرد صحابہ کرام کا مجمع تھا۔

تو حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اٹھ کر جلدی چل کر میری طرف آئے۔ اور میرے سے مصافحہ کیا۔ اور مجھے مبارکباد دی۔ واللہ! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی صاحب اٹھ کر میری طرف نہ آئے۔ میں حضرت طلحہؓ کا یہ احسان نہیں بھول سکتا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کہ آپؐ کا چہرۂ انور خوشی سے دمک رہا تھا۔ فرمایا کہ خوش ہو جاؤ۔ جب سے تمہیں تمہاری ماں نے جنا ہے جتنے دن تم پر گزرے ہیں۔ ان میں بہتر دن آج کا دن ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ توبہ کا اعلان آپؐ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی۔ جب آپؐ کو خوشی لاحق ہوتی۔ تو آپؐ کا چہرہ انور ایسے روشن ہو کر چمکتا گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اور ہم آپؐ کی یہ عادت پہچانتے تھے۔ پس جب میں آپؐ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ! چونکہ یہ کوتاہی مال کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس لئے میری توبہ کی تکمیل اس طرح ہوگی۔ کہ میں اپنے سب مال سے دستبردار ہوتا ہوں۔ اب یہ مال اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ و خیرات ہے۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مال کا کچھ حصہ روک لو۔ آخر بال بچوں پر بھی خرچ کرنا ہے۔ یہ تیرے لئے بہتر ہوگا۔ میں نے کہا حضرت! مجھے جو خیبر سے غنیمت کا حصہ ملا تھا۔ مجھے وہی کافی ہے۔ اسے میں نے روک لیا ہے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات عطا فرمائی ہے۔ اس لئے اب میری توبہ کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ اب میں سچ کے سوا جب تک میری زندگی ہے۔ اور کچھ نہیں بولوں گا۔ اور اللہ کی قسم! مسلمانوں میں سے میں کسی کو نہیں جانتا۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے سچی بات کی وجہ سے اس طرح آزمایا ہو۔ جس خوب صورتی سے مجھے آزمایا ہے۔ جب سے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ اس دن سے لے کر آج کے دن تک میری آزمائش سے کسی اور کی اچھی آزمائش ہوئی ہو۔ یہ میرا ہی نصیب تھا۔ اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اس دن سے آج تک میں نے کبھی جھوٹ بولنے کا قصد نہیں کیا۔ اور مجھے امید ہے کہ بقیہ زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت

نازل فرمائی۔ لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین الخ کونوا مع الصادقین تک۔ پس واللہ! اسلام کی طرف ہدایت کے بعد جس قدر نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کی ہیں۔ ان میں سے میرے دل میں اس سے بڑا کوئی انعام نہیں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچی بات کہی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کے سامنے جھوٹ بولنے سے بچا لیا۔ ورنہ میں بھی ان لوگوں کی طرح ہلاک ہو جاتا جن لوگوں نے آپؐ سے جھوٹ موٹ باتیں کہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرتے وقت ایسا بدتر قول کسی کے لئے نہیں کہا۔ جو ان جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں فرمایا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔ سیحلفون باللہ لکم الخ ان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات مان لی۔ ان سے بیعت لے لی۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی۔ ہم تین آدمیوں کے معاملہ کو مؤخر کیا گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاملہ کو اس وقت تک پیچھے کر دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں فیصلہ فرما دیا۔ پس اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ علی الثلٰثۃ الذین خلفوا۔ یہ ہمارا پیچھے رہنا جس کو اللہ تعالیٰ ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ غزوہ سے پیچھے رہنا نہیں تھا۔ بلکہ ہمارے توبہ کے معاملہ کو پیچھے رکھنا مراد ہے۔ کہ دوسروں کے عذر معذرت قبول کر لئے گئے۔ اور ہمارے معاملہ کو پچاس دن تک مؤخر رکھا۔ تو وہ ہمیں پیچھے رکھنا یہ تھا۔ کہ ہمارے معاملہ کو ان لوگوں کے معاملہ سے پیچھے کر دیا۔ جنہوں نے آپؐ کے سامنے قسمیں کھائیں۔ اور عذر معذرت کئے۔ جن کو آپؐ نے قبول فرما لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت کعب بن مالکؓ کی عمر طبعی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی بینائی جاتی رہی۔ ان کا بیٹا عبد اللہ بن کعبؓ ان کا قائد بنا۔ ولقد شھدت مع رسول اللہ الخ اس پر شبہ ہوتا تھا۔ کہ آپ غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عتاب نہ فرمایا۔ مگر اس نعمت عظمیٰ سے تو محروم رہے جو اہل بدر کو نصیب ہوئی۔ تو اس کا انہوں نے جواب دیا۔ کہ بیعت عقبہ ثانیہ جو اسلام کی اشاعت کا باعث بنی۔ میں اس میں حاضر تھا۔ جو غزوۂ بدر سے افضل ہے۔

راحلتان: اگرچہ لوگوں کے پاس اونٹنیاں ہوتی تھیں۔ لیکن راحلۃ سواری کے قابل ہوتی ہیں

سے ایک ہوتی تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی مثال اونٹ کی سی بتائی ہے۔ کہ جیسے سو اونٹوں میں سے سواری کے قابل ایک راحلہ ہوتا ہے۔ انسانوں میں سے بھی اسی طرح سو میں سے ایک قابل نکلتا ہے۔ مفازہ وہ چٹیل میدان جس میں تفاؤل یعنی نیک فالی کے طور پر کامیابی سے نکلنے کا خیال ہو۔ اھبہ تیاری۔ یتمادی بمابمعنی تاخر۔ تفارط الغزو یعنی غزوہ کے ایام گزر گئے۔ اور بعید ہو گئے۔ حبسہ برادہ یعنی چادر اور تہبند نے اس کو روک لیا ہے۔ یا یہ کہ وہ دوشالہ اوڑھتا ہے۔ اور غریب ایک شال سے گزارہ کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ کثرت مال نے اسے روک لیا ہے۔ ونظرہ فی عطفیہ یعنی جسمانی قوت اور جوانی تو یہ اعجاب نفس اور تکبر سے کنایہ ہوا۔ اظل قادما یعنی سایہ ڈھلتے ہوئے آئے۔ یعنی قریب آ گئے۔ جلد بمعنی قوت کلام۔ جھگڑے کا مادہ۔ تأنیب بمعنی ملامت کرنا۔

فقال اللہ ورسولہ اعلم اگر شبہ ہو کہ یہ کلام تو ہو گیا۔ حالانکہ انہیں کلام کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ تو جواب یہ ہے اس کلام سے تخاطب مقصود نہیں تھا۔ بلکہ انہوں نے اپنے اعتقاد کا اظہار کیا۔ اور جو شخص قسم کھائے کہ میں فلاں سے ہم کلام نہیں ہوں گا اور وہ اللہ ورسولہ اعلم کہے تو حانث نہ ہوگا۔ یہ فقہی مسئلہ ہے۔ نبطی بمعنی فلاح غلہ فروش کاشت کار۔ ملک غسان غالباً جبلہ بن ایہم ہے۔ جو کہ بعد میں مسلمان ہوا۔ ایک دن وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ کسی مسلمان کا اس کی لنگی پر پاؤں آ گیا۔ جس پر اس نے اسے تھپڑ رسید کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ قصاص دینا پڑے گا۔ ایک رات کی مہلت مانگ کر یہ بھاگ گیا۔ اور مرتد ہو کر پھر نصرانی بن گیا۔ یا ممکن ہے کہ اور بادشاہ ہو۔ غسان کے لوگ اوس و خزرج کے ہم نسب تھے۔ جنہوں نے ایک زمانہ میں اوس وخزرج کی امداد بھی کی تھی۔ جب کہ یہود نے ان کو تنگ کر رکھا تھا۔ کیونکہ ان یہودی بادشاہ نے اعلان کر رکھا تھا۔ کہ جو شخص بھی شادی کرے اس کی دلہن پہلی رات بادشاہ کے پاس رہے گی۔ پھر دولہا کے پاس جا کر آباد ہو گی۔ ایک مرتبہ ایک دلہن باہر پھر رہی تھی۔ جس پر اس کے بھائی نے اسے عار دلائی۔ وہ بولی شرم تمہیں آنی چاہیئے۔ کہ کل تم مجھے ایک غیر زوج کے پیش کرنے والے ہو۔ جس پر اس کے بھائی نے یہودی بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اس طرح ان کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ جس پر غسانیوں نے ان کی امداد کی۔ جس کی وجہ سے بنو قریظہ اور بنو النضیر ان سے بدکتے رہتے تھے۔ اور دب کر رہتے تھے۔

سمعت صوت صارخ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا الخ واقعہ یہ ہوا کہ تہجد کی نماز کے وقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آیتِ توبہ نازل ہوئی۔ جس کی اطلاع آپؐ نے حضرت امّ المؤمنین امّ سلمہؓ کو دی۔ جنہوں نے اسی وقت اطلاع کرنی چاہی۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ صبح کی نماز کے بعد اطلاع کر دی جائے گی۔ جلدی کی ضرورت نہیں۔ صبح کو حضرت زبیر بن عوامؓ نے گھوڑا تیار کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے سبقت کر کے جبل سلع پر چڑھ کر بلند آواز کر کے خبر دے دی۔ بعض نے کہا۔ وہ حمزہ بن عمرو اسلمی تھے۔ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کان من خبری ص ۶۳۴ یہاں سے تخلف غزوہ تبوک کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ پہلے حصہ کا اس سے تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تو بیعت عقبہ کی غزوۂ بدر پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔

راحلتان ص ۶۳۴/۱۲ راحلہ سواری کے قابل تو بہت تھوڑی اونٹنیاں ہوتی ہیں۔ جس کے پاس دو راحلہ ہوں وہ تو مالدار شمار ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لوگ تو سَو اونٹوں کی طرح ہیں جس میں سے سواری کے قابل ایک ہوتا ہے۔ اسی طرح سَو آدمیوں میں سے ایک قابل ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ راحلہ بہترین عمدہ اور کامل الاوصاف اونٹنی کو کہتے ہیں۔ جو خوب صورت بھی ہو اور اچھی نسل کی ہو۔ اور بعض نے کہا کہ راحلہ عمدہ اونٹ کو کہتے ہیں۔ تو اس صورت میں حرف ہا۔ مبالغہ کے لئے ہوگا۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ راحلہ حمولہ کے معنی میں ہے۔ جو باربرداری کے لئے ہو۔ سواری کے لئے نہ ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اشتد بالناس الجد ص ۶۳۴/۱۷ مقصد یہ ہے کہ کوچ کا وقت قریب آ گیا۔ وتفارط الغزو یعنی اہل الغزو دور چلے گئے۔

ما علمنا علیہ الا خیرا ص ۶۳۴/۲۲ یہ تعدیل کے الفاظ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے رہ گئے ہیں۔ ورنہ وہ پیچھے رہنے والے نہیں تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ کتاب الشہادت میں گزر چکا ہے۔ کہ ان الفاظ سے عموماً تعدیل کی جاتی ہے۔ عطف کنارہ اور جانب کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ عن کلامنا ایہا الثلاثۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مجرم

اور فاسق سے قطع تعلق کرنا جائز ہے۔ خواہ وہ ترک کلام وسلام سے ہو یا کسی اور صورت میں ہو۔ ان منافقین کے ساتھ کلام وسلام سے اس لئے نہیں روکا گیا۔ کہ انہوں نے اعذار بیان کئے تھے۔ اگرچہ وہ ان میں جھوٹے تھے۔ لیکن ان کو مجرم نہیں گردانا گیا۔ اس لئے کہ زمرۂ معذورین میں آگئے تھے۔ خواہ ان کے اعذار قابل قبول تھے یا نہ تھے۔ نیز! اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کا باطن خبیث ہو اور ظاہر اچھا ہے۔ تو اس سے قطع تعلق کرنا واجب نہیں ہے۔ بلکہ جائز نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا کتاب ادب میں امام بخاریؒ نے بھی اسی سے استدلال کیا ہے۔ کہ ہر فاسق سے ترک تعلق جائز نہیں ہے۔ اور حدیث الباب سے ظاہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کا اعتبار کرتے تھے۔ رموز واسرار کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تھے۔ اور ان کے جھوٹ پر گرفت نہیں کرتے تھے۔ پس حضرت کعبؓ کے متعلق فرما دیا۔ اما ھذا فقد صدق۔ جس پر علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ کہ تحقیق توبہ کے لئے ادنیٰ ندامت کافی ہے۔ اور جب وہ ثابت ہو جائے تو اسے ردّ نہ کیا جائے۔ البتہ شرائط تین ہیں۔ ماسبق پر ندامت۔ تلافی مافات اور عدم اصرار۔ لیکن یہ بھی ہے کہ عوام کے لئے جو خواص پر گرفت کی گئی۔ جیسے ان تینوں حضرات سے مسلسل پچاس دن تک بائیکاٹ کیا گیا۔ تو خواص کو عوام پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ امام بخاریؒ کتاب الشہادت میں کیف تعرف توبتہ کے ذیل میں اس کو بیان کر چکے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کا ارشاد بھی گزر چکا ہے۔ کہ من اظہر لنا خیرا أمناہ وقربناہ ولیس الینا من سریرتہ شیئ اللہ محاسبتہ فی سریرتہ الخ کہ ہم تو ظاہر کو دیکھیں گے۔ ہمارا اسی پر عمل ہوگا۔ باطن کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اور آپؐ کا ارشاد ہے۔ لاا شق بطونھم۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ھذا ایضاً من البلاء ص۶۳۵/۲۲ کہ یہ بھی ایک امتحان تھا۔ کہ مجھے کفر کی طرف رغبت دی گئی۔ شاید میرے اندر کوئی نسبت کفر محسوس کی گئی۔ نیز! ملک غسان کفر اور ارتداد کی دعوت دینا اس کا آزمائش ہونا ظاہر ہے۔ شاید اسی موقعہ پر کہا گیا ہے۔

الجنس یمیل الی الجنس ۔۔۔۔۔ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

واللہ لا املک غیرھما یومئذ الخ ص۶۳۶/۱ ظاہر یہ ہے کہ دراہم ودینار میں سے کوئی چیز ان کے پاس موجود نہ تھی۔ اگرچہ ملک میں تھی۔

تشریح از شیخ زکریا حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ تیممت بمعنی قصدت کے ہے۔ کہ میں نے اس خط کو

تنور میں پھینک کر جلا دیا ۔ یہ عمل حضرت کعبؓ کی قوت ایمانی اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت پہ دلالت کرتا ہے ۔ ورنہ ایسے موقعہ پہ جب کہ بائیکاٹ کا یہ عالم ہو ۔ کہ کلام و سلام بند ہے ۔ کوئی توجہ نہیں کرتا ۔ کمزور آدمی تو بیزار ہو جاتا ہے ۔ اور جاہ و مال کی طرف رغبت کرتا ہے ۔ انسان کہتا ہے ۔ کہ مقاطعہ کرنے والوں کو چھوڑ دو۔ کچھ دن آرام سے گزریں گے ۔ جب کہ ایک بادشاہ کی طرف سے امن اور خوشحالی کا پیغام پہنچ چکا ہے ۔ اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمہیں دین چھوڑنے پہ مجبور نہیں کیا جائے گا ۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے اس کو ایک امتحان سمجھا ۔ انہوں نے سرے سے اس خط کو ہی جلا دیا ۔ کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری ۔ اور کوئی جواب بھی نہیں دیا ۔ حالانکہ شعراء لوگ تو ایسے موقعہ سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ جب کہ قریب و نسیب بھی انہیں اس کی ترغیب دے رہے ہوں ۔ جس پہ ان کا دین و ایمان غالب آیا ۔ کسی طرح کے جھکاؤ کا اظہار نہ ہونے دیا ۔ واقعی اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما کا مصداق تھے ۔

لا املک غیرھما حافظؒ فرماتے ہیں ۔ کہ جنس ثیاب مراد ہے ۔ کہ اور کوئی کپڑے میرے پاس نہیں تھے ۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے ۔ لا املک یومئذ ثوبین غیرھما اس کی تائید انخلع من مالی صدقۃ اقوی اور اسیر کے الفاظ سے ہوتی ہے ۔ اور امسک سھمی بخیبر سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ان کے املاک اور بھی تھے ۔ یہاں کپڑوں کی نفی ہو رہی ہے ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یعنی یہ آپؐ کی کوشش سفارش اور دعا کا نتیجہ ہے ۔ یا اللہ کا فضل ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ نے جو توجیہ بیان فرمائی ہے وہ واقعی لطیف ہے ۔ لیکن میرے نزدیک یہ ہے ۔ کہ جب ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نزول آیت کی خبر نہ تھی ۔ بلکہ اتنا فرمایا تھا ۔ البشر بخیر یوم الخ تو ان پہ معاملہ مشتبہ ہو گیا کہ آیا یہ معافی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا اللہ تعالے کی طرف ہے ۔ اگر اللہ تعالے کی طرف سے ہے تو پھر باعث افتخار ہے ۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی براۃ جب آسمان سے اتری تو وہ اس پہ فخر کرتی تھیں ۔ حضرت زینبؓ ام المومنین باقی ازواج مطہرات پہ فخر کرتی تھیں کہ میرا نکاح آسمانوں پہ ہوا ۔ سید القراء حضرت ابی بن کعبؓ فخر کرتے تھے ۔ کہ اللہ تعالے نے میرا نام لے کر فرمایا ۔ کہ آپؐ ان کو قرآن سنائیں ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فلیس علی نداء ولیس الذی ذکر اللہ الخ ص ۶۳۶ / ۲۶ حضرت کعبؓ کا

مقصد یہ ہے۔ کہ علی الثلاثۃ الذین خلفوا الخ میں مخلفین عن الغزو مراد نہیں۔ کیونکہ وہ تو اسّی کے قریب تھے۔ بلکہ اس سے مراد ہم تین ہیں۔ جن کی توبہ مؤخر کی گئی۔ دوسروں کی توبہ ہم سے پہلے قبول کر لی گئی تھی۔ اس لئے کہ اگر مدار تخلف عن الغزو ہوتا پھر تین کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا حافظؒ بھی فتح الباری میں یہی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت کعبؓ علی الثلثۃ الذین خلفوا کی تفسیر تخلف عن التوبہ سے کرتے ہیں۔ تخلف عن الغزو مراد نہیں ہے۔ اور حضرت عکرمہ بھی الذین خلفوا عن التوبۃ سے تفسیر کرتے ہیں۔ دوسرے ولیس للذی ذکر اللہ الخ یہ ترکیب کے اعتبار سے صحیح نہیں بنتا۔ کیونکہ ظاہر عبارت یوں ہونی چاہئے۔ لیس الذی ذکرہ اللہ۔ جیسا کہ بخاری کے ایک نسخہ میں ایسے ہی ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ معنی یہ ہوں۔ کہ لیس الوجہ للذی ذکرہ اللہ تخلیفنا عن الغزو جب کہ کلمہ من زائد مانا جائے۔ ممکن ہے اصل عبارت یوں ہو۔ لیس مما خلفنا عن الغزو چونکہ لیس کا اسم ظاہر نہیں تھا۔ راوی نے اس کو ظاہر کر دیا۔ کہ یوں کہنا چاہتے تھے۔ للذی ذکرہ بقولہ وعلی الثلاثۃ الذین الخ

تشریح از شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ ہندی نسخہ کی عبارت یہی ہے۔ لیکن حاشیہ کے نسخہ میں لیس الذی ہے۔ اور یہی عبارت شروح اربعہ میں ہے۔ کہ انہوں نے للذی کے لفظ کو چھیڑا نہیں۔ تو اصل عبارت یوں ہوئی۔ لیس الذی ذکرہ اللہ تخلفنا عن الغزو بلکہ وہ تخلف عن التوبہ ہے۔

بَابُ نُزُوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجْرَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حجر میں پڑاؤ کرنا۔

حدیث نمبر ۳۹۷۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ثُمَّ قَنَّعَ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اَجَازَ الْوَادِيَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حجر کے مقام سے جو منازل ثمود ہیں آپؐ کا گذر ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اے مسلمانو! ان لوگوں کے ٹھکانوں سے

روتے ہوئے گذرو۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ کیونکہ کہیں تم پر وہ عذاب نہ ٹوٹ پڑے۔ جن کا وہ لوگ شکار ہوئے۔ پھر آپؐ نے سر مبارک کو اپنی چادر سے چھپا لیا۔ اور جلدی چل کر وادی کو عبور کر لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی طرف جاتے ہوئے منازل ثمود سے گذرے۔ جن کو مدائن صالح کہا جاتا ہے۔ وہاں پر ایک سو تیس بستیاں تھیں۔ پتھروں کو تراش کر ان سے مکانات بنائے تھے۔ جن میں ہر قسم کی راحت اور عیش کا سامان تھا۔ جن کے نشانات آج بھی موجود ہیں۔

لاتدخلوا مساکن الخ باری تعالیٰ کا عذاب دو قسم ہوتا ہے۔ ایک عذاب عام دوسرا عذاب خاصہ ہوتا ہے۔ اس سرزمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب الٰہی کا مشاہدہ کیا تھا۔ چونکہ یہ عذاب عامہ تھا۔ اسی قوم کے ساتھ مختص نہ تھا۔ بلکہ وہ زمین بھی مغضوب علیہا تھی۔ جس میں یہ نہیں دیکھا جاتا۔ کہ کون مجرم ہے اور کون مطیع ہے۔ بلکہ جو بھی وہاں پر جا کر ٹھہرے وہ عذاب الٰہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ جیسے بعض انبیاء نے بیت المقدس پر پہنچ کر فرمایا۔ اے اللہ! اس میں تو غیر مجرم بھی تھے۔ ان پر عذاب کیوں ہوا۔ تو جواب ملا۔ اتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ تو اس مقام پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا۔ کہ تم لوگ اگر اس مقام سے روتے ہوئے گزرو گے۔ تو نجات پا جاؤ گے۔ ورنہ ٹھہرنے کی صورت میں تم بھی معذب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہ کرام کو حکم دیا۔ کہ اس کے کنوئیں کا پانی نہ خود پیو اور نہ ہی جانوروں کو پلاؤ۔ چونکہ واقعہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا تھا۔ اس مناسبت سے یہ حدیث ذکر کی گئی۔

حدیث نمبر ۴۷۳۹ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْحِجْرِ لَاتَدْخُلُوْا عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِیْنَ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِثْلَ مَا اَصَابَھُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان صحابہ کرام سے فرمایا جو حجر کے مقام تک پہنچ چکے تھے۔ کہ تم لوگ ان عذاب دیئے ہوئے لوگوں کے پاس سے روتے ہوئے گزرو۔ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ پہنچ جائے۔ جو ان کو پہنچا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | لاصحاب الحجر میں لام بمعنی عن کے ہے۔ اور اصحاب حجر سے قوم ثمود

مراد ہے۔ جس میں ان کی کیفیت اور حالت بیان کی جارہی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ لام بمعنی عند کے ہو۔ یعنی جب آپؐ ان کے قریب پہنچے تو لا تدخلوا کا حکم دیا۔ یا اصحاب حجر سے صحابہ کرام بوجہ ادنیٰ ملابستہ کے مراد ہوں۔ لیکن یہ معنی بعید تو ہیں لیکن تکلف سے خالی ہیں۔

باب حدیث نمبر ۳۹۷۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَعْضِ حَاجَتِهٖ فَقُمْتُ اَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا قَالَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَ ذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ عَلَيْهِ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهٖ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ مَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت سے فارغ ہو گئے۔ تو میں کھڑے ہو کر آپؐ پہ پانی ڈالنے لگا۔ میرا یقین ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا۔ پس آپؐ نے چہرہ انور کو دھویا۔ پھر اپنے دونوں بازو دھونے لگے۔ تو آپؐ کے جبّہ کی آستین تنگ ہو گئی۔ تو آپؐ نے اپنے جبّہ کے نیچے سے دونوں بازو نکال کر ان کو دھویا۔ پھر آپؐ نے اپنے دونوں موزوں کا مسح کیا۔

حدیث نمبر ۳۹۷۶ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مُخَلَّدٍ الخ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ حَتّٰى اِذَا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هٰذِهٖ طَابَةُ وَهٰذَا اُحُدٌ جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ غزوۂ تبوک سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس آرہے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم نے مدینہ کو جھانک کر دیکھا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ یہ طابہ ہے۔ جہاں کے باشندے اچھے ہیں۔ اور یہ اُحد پہاڑ ہے۔ جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۷۷ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلَا وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچے۔ تو فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں۔ کہ جس راستے پر تم چلے اور جس وادی کو تم نے عبور کیا وہ تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ مدینہ میں تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں وہ مدینہ میں تھے۔ کہ ان کو عذر نے روک رکھا تھا۔ ان کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ تھیں۔ نیت پر ثواب ملتا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ معذور جب کسی عذر کی وجہ سے کوئی کام چھوڑ دے تو اسے کام کرنے والے کا ثواب ملے گا۔

بَابُ كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فارس کے بادشاہ کسریٰ اور روم کے بادشاہ قیصر کو خطوط روانہ فرمانا۔

حدیث نمبر ۳۹۷۸ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ ... اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهٗ مَزَّقَهٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے ذریعہ کسریٰ بادشاہ کی طرف بھیجا۔ انہیں حکم دیا کہ پہلے وہ خط بحرین کے رئیس کو دیں وہ کسریٰ کی طرف پہنچائے گا۔ پس جب اس نے آپؐ کا خط پڑھا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ میرا گمان ہے کہ ابن المسیب نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بد دعا کی۔ کہ جس طرح انہوں نے میرے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ بھی پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہلاک ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اہل سیر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط کب بھیجے ہیں۔ بعض نے ۶ھ کہا ہے اور بعض نے ۹ھ بتلایا ہے۔ امام بخاریؒ نے دونوں روایتوں پر عمل کیا۔ وہاں بھی ذکر کر دیا اور یہاں بھی غزوۂ تبوک کے بعد ذکر کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا قبول ہوئی۔ کسریٰ پر اس کا بیٹا شیرویہ مسلط ہوا۔ جس نے اس کا پیٹ چاک کر کے ہلاک کر دیا۔ یکے بعد دیگرے چودہ بادشاہ ہلاک ہوئے۔ اور خلافت فاروقی میں یہ سلطنت تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔

حدیث نمبر ۳۹۷۹ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ الخ عَنْ أَبِي بَكْرَةَؓ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِيَ اللّٰهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَ مَا كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ أَصْحَابَ الْجَمَلِ فَأُقَاتِلَ مَعَهُمْ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى قَالَ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ امْرَأَةً۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جمل کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے ایک کلمہ سے فائدہ پہنچایا۔ جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ بعد اس کے کہ قریب تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ مل کر ان کی ہمراہی میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑائی میں شامل ہو جاتا۔ وہ بات یہ تھی۔ کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔ کہ فارس کے لوگوں نے کسریٰ کی بیٹی بوران بنت شیرویہ کو اپنی ملکہ بنایا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ وہ قوم کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔ جنہوں نے اپنی حکومت کا والی ایک عورت کو بنایا ہوا ہو۔

یہ حدیث کتاب کسریٰ کا تتمہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کو پھاڑنے والے کو اس کے بیٹے نے پیٹ پھاڑ کر قتل کر دیا۔ جب بیٹا زہر سے مر گیا تو اس کی بیٹی بوران کو ملکہ بنایا گیا۔ اس طرح کتاب المغازی سے مناسبت ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۹۸۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ يَقُولُ أَذْكُرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الْغِلْمَانِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ نَتَلَقَّى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً مَعَ الصِّبْيَانِ نَتَلَقَّى النَّبِيَّ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی ثَنِیَّۃِ الْوَدَاعِ مَقْدَمَہٗ مِنْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ ۔

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں لڑکوں کے ہمراہ ثنیۃ الوداع تک ہم گئے۔ کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کر رہے تھے۔ جب کہ آپؐ غزوۂ تبوک سے واپس آرہے تھے۔

بَابُ مَرَضِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

وَوَفَاتِہٖ وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا اور وفات پا جانا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ کہ آپؐ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس ایک دوسرے سے جھگڑا کروگے۔

حدیث نمبر ۳۹۸۱ قَالَ یُوْنُسُ الخ قَالَتْ عَائِشَۃُؓ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ یَا عَائِشَۃُؓ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِیْ اَکَلْتُ بِخَیْبَرَ فَھٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ اَبْھَرِیْ مِنْ ذٰلِکَ السَّمِّ ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں فرماتے تھے۔ جس بیماری میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ اے عائشہ! اس کھانے کا درد میں برابر محسوس کر رہا ہوں۔ جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ پس یہ اس کا وقت ہے۔ کہ اس زہر کی وجہ سے میں محسوس کر رہا ہوں۔ کہ میرے دل کی رگ پھٹ رہی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بظاہر اس باب کی مناسبت کتاب المغازی سے معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن کہا جائے گا۔ کہ کبھی غزوہ کے معنی مطلقاً کسی مکان کے قصد کرنے کے بھی آتے ہیں۔ اسی معنی کے اعتبار سے حجۃ الوداع کو ذکر کیا گیا تھا۔ اسی مناسبت سے مرض النبی کو بیان فرمایا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور مقربین لایموتون بل ینقلون کہ انبیاء علیہم السلام پر موت نہیں آتی۔ بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے

مقام تک منتقل کئے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مقربین پر فنائیت نہیں آتی۔ بلکہ ان کے لئے انتقال من مکان الی آخر ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے مرض النبی کو کتاب المغازی میں ذکر کیا گیا۔

ابھری ایک رگ ہے جو پیٹھ سے ہو کر گزرتی ہے۔ جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ جب وہ پھٹتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ آپؐ کو قرب الموت میں اس کا علم ہوا۔ اس اعتبار سے آپؐ بھی شہید ہوئے۔ اگرچہ انتقال فراش (بستر) پر ہوا۔

حدیث نمبر ۳۹۸۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے مغرب کی نماز میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ والمرسلات عرفا پڑھتے ہوئے سنا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کوئی نماز نہ پڑھائی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالے نے آپؐ کو اٹھالیا۔ قبض کر لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ هذا اوان وجدت انقطاع ابهری ص۶۳۷/۲۴ وہ زہر آج تک مغلوب اور چھپا ہوا تھا۔ جب کمزوری آگئی تو طبیعت پر غلبہ ہوا۔ قوت مدافعت نہ کر سکی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اوانُ اگر مرفوع ہے تو خبر ہونے کی بنا پر ہے۔ فتح ہے تو پھر مبنی کی طرف اضافت ہونے کی وجہ سے ہے۔ معنیٰ ہوں گے۔ هذا زمان صادفت فيه انقطاع ابهری۔ ابہر دل کی رگ ہے۔ جس کے انقطاع سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور نہایہ میں ہے پیٹھ سے گزرتی ہوئی دل تک پہنچتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۸۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ إِنَّ لَنَا أَبْنَاءً مِثْلَهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَأَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ فَقَالَ أَجَلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ إِيَّاهُ فَقَالَ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کو اپنے قریب رکھتے تھے۔ جس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ

نے ان سے کہا۔ کہ ان جیسے تو ہمارے بیٹے بھی ہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا۔ کہ اس کی فوقیت جان لوگے۔ تو حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے اذا جاء نصر اللہ الخ آیت کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان کی وفات کی اطلاع دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

حدیث نمبر ۳۹۸۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍؓ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوا مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ فَنَسِيتُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ یوم الخمیس تمہیں کیا معلوم کہ وہ یوم الخمیس کیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوئی۔ تو آپؐ نے فرمایا میرے پاس قلم دوات اور کاغذ لے آؤ۔ تاکہ تمہیں ایسی دستاویز لکھ دوں۔ جس کے بعد تم ہرگز کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ پس لوگ آپس میں دینے نہ دینے پر جھگڑنے لگے۔ کسی نبی کے پاس باہمی جھگڑا کرنا مناسب نہیں ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ کیا بے فائدہ بات سمجھتے ہو۔ پس یہ لوگ آپؐ کو اپنے ارادے سے لوٹانے لگے۔ آپؐ نے فرمایا۔ مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ جس حال میں میں اس وقت ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ اور آپؐ نے ان کو تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ایک تو یہ فرمایا کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ اور جو لوگ وفد بن کر آئیں ان کو ایسے عطایا دو جیسے میں دیا کرتا ہوں۔ تیسری سے خاموش ہوگئے۔ یا میں بھول گیا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابن عباسؓ کے اس قول پر روافض نے بڑا شور مچایا۔ اس کو حدیثِ قرطاس کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یوم الاثنین یعنی پیر کے دن ہوئی ہے۔ اس سے کئی دن پہلے یوم الخمیس میں ائتونی اکتب لکم کتابًا فرمایا ہے۔ جس پر صحابہ کرام میں تنازع ہوا۔ بعض کا کہنا تھا۔ اهجر استفهموه کیا یہ ہذیان ہے جو بیماری کی شدت میں انسان سے ہذیان ہوجاتا ہے۔ اس کو ہجر

کہتے ہیں۔ تنازع کی بنا پر آپؐ نے دستاویز نہ لکھی۔ روافض کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے لئے خلافت لکھ دینا چاہتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور انکار کرنے والے حضرت عمرؓ ہیں۔ جن پر طرح طرح سے الزام دھرے جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامور بالتبلیغ ہیں۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کا ارشاد موجود ہے۔ کسی کے خوف سے آپؐ تبلیغ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کا فرمان ہے۔ خصوصاً ایسی چیز کو تو چھوڑ نہیں سکتے۔ جو گمراہی سے بچاتی ہو۔ اور آپؐ نے اختلاف کی پرواہ بھی کبھی نہیں کی۔ جس پر تاریخ شاہد ہے۔ کہ آپؐ نے اپنی وفات کی خبر سنا دی۔ حجۃ الوداع میں کسی کی پرواہ کئے بغیر ایک دائمی دستور امت کو دے گئے۔ تن تنہا اللہ کی توحید کا پیغام دوست، دشمن تک پہنچایا۔ ایسی بات تھی تو حضرت عمرؓ کو روک دیتے۔ جیسے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ان کو روکا۔ یہ صحیح ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کو محدث کہا گیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔ لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ وہ صائب الرائے تھے۔ ان کی رائے کے مطابق کئی مقامات پر نزول قرآن ہوا۔ ایسے آدمی نے اگر روک دیا تو ضرور اس میں مصلحت ہو گی۔ اور ان کی رائے پر خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کیا ہے۔ چلو! تسلیم ہے کہ تنازع کی وجہ سے اس وقت دستاویز نہ لکھی گئی۔ یوم الخمیس کے بعد تو تین چار دن آپؐ زندہ رہے۔ ان ایام میں کسی سے لکھوا لیتے۔ نیز! قبل ازیں الیوم اکملت لکم دینکم الخ آیت نازل ہو چکی ہے۔ اب اگر گمراہی سے روکنے والی کوئی چیز باقی رہ گئی تھی۔ تو پھر تکمیل دین کے کیا معنی ہوں گے۔ منیٰ اور عرفات میں احکام شرعیہ کی تبلیغ کر کے آپؐ پوچھتے ہیں۔ ھل بلغت تمام حاضرین بیک زبان ہو کر کہتے ہیں۔ نعم۔ آپؐ نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ بنائً علیہ معلوم ہوتا ہے۔ آپؐ کوئی نئی بات بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ یا تو مفصلات کو مجملاً بیان کرنا چاہتے تھے۔ یا پہلی باتوں میں سے کسی بات کی تاکید کرنا چاہتے تھے۔ جس کے لئے حضرت عمرؓ آپؐ کو تکلیف دینا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا فہم فاروقی کو فہم ابن عباسؓ پر ترجیح دی جائے گی۔ تاکہ اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہو۔ مجتہدین کے لئے جو مراتب رکھے گئے ہیں۔ وہ ان کو حاصل ہوں۔ ورنہ آخر میں آپؐ نے تین چیزوں کی وصیت کی تھی۔ جس پر حضرت عمرؓ عمل پیرا ہوئے۔ نیز! حضرت ابن عباسؓ بھی حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ اگر آپؐ لکھ دیتے۔ تو منافقین اور روافض کو حضرت عمرؓ پر

8

اعتراض کی گنجائش نہ رہتی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لن تضلوا بعدہ ابدا ص۶۳۸ مفہوم مخالف کے طور پر اس جملہ کا یہ مقتضی نہیں کہ کتابت نہ ہوئی۔ اس لئے گمراہی آگئی۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اگر عدم کتابت سے کوئی چیز ثابت ہوئی تو احتمال گمراہی ہے۔ اور اس کے درجات مختلف ہیں۔ مثلاً انصار اور مہاجرین کا اختلاف اور حضرت سعد بن عبادہؓ کا اختلاف بھی ایک قسم کی گمراہی ہے۔ اگر خلافت لکھ دی جاتی تو ایسی گمراہی بھی واقع نہ ہوتی۔ حالانکہ سوائے سعد بن عبادہؓ کے بقیہ انصار اور مہاجرین اس گمراہی پر بھی قائم و دائم نہیں رہے۔ سب جھگڑا ختم ہو گیا۔ اسی طرح خلافت صدیقی کے بارے میں عرصہ چھ ماہ تک کا خلاف وہ بھی ایک قسم کی گمراہی تھی۔ کہ اجماع صحابہ کا خلاف ہوا۔ لیکن اس کا بھی جلد ازالہ ہو گیا۔ اور وہ بھی اجماعِ امت کی طرف رجوع کر گئے۔ اگر دستاویز لکھی جاتی تو اس قسم کے شبہات پیش نہ آتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے لن تضلوا بعدہ کا عجیب فائدہ بتلایا ہے اس مسئلہ پر بحث کتاب العلم۔ کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔ اور تیسری بات کو داؤدی سے حافظؒ نے نقل کیا ہے۔ وہ وصیت بالقرآن ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ جیش اسامۃ کی روانگی ہے۔ اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ وہ لا تتخذوا قبری وثنا یعبد۔ کہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کرنے لگو۔ اور بعض بین والصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم اور بھولنے والے سعید بن جبیرؓ ہیں یا بقول سفیان سلیمان ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۸۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوْا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَكَانَ يَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍؓ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ

مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ اَنْ يَّكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتٰبَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا وقت قریب آیا۔ جب کہ آپؐ کے گھر کے اندر کچھ لوگ جمع تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قلم دوات کاغذ لے آؤ۔ تاکہ تمہیں میں ایسی دستاویز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ بعض حضرات نے کہا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے۔ جب کہ ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے۔ پس ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ لیکن گھر والوں میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ پس وہ جھگڑنے لگے۔ بعض کا کہنا تھا۔ کہ آپؐ کے کاغذ دوات قریب کر دیا جائے۔ تاکہ آپؐ ایسی دستاویز لکھ دیں۔ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ بعض اس کے خلاف کہتے تھے۔ جب یہ بے فائدہ کلام اور اختلافی باتیں زیادہ ہونے لگیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ عبید اللہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے۔ کہ یہ پوری مصیبت پر مصیبت تھی۔ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے کتاب لکھ دینے میں اختلاف اور شور و شغب کی وجہ سے حائل ہوگئی۔

تشریح از قاسمیؒ حضرت ابن عباسؓ اس نہ لکھنے کو پوری مصیبت قرار دے رہے ہیں چونکہ حضرت عمرؓ ابن عباسؓ سے افقہ تھے۔ کیونکہ اگر وہ کتاب احکام دین پر مشتمل تھی۔ تو وہ الیوم اکملت الخ کے اندر آچکی۔ کہ قیامت کے حوادث کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نصًا یا دلالۃً آگیا۔ تاکہ اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہو۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے ترک کتابت کو مناسب سمجھا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ ورنہ بعد کے ایام میں لکھوا سکتے تھے۔ تو یہ واقعہ بھی حضرت عمرؓ کے موافقات میں سے ہوا۔

حدیث نمبر ۳۹۸۶ حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَؓ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيْهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ فَسَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ

ثُمَّ سَارَّنِي فَاَخْبَرَنِي اَنِّي اَوَّلُ اَهْلِهٖ يَتْبَعُهٗ فَضَحِكْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو بلایا۔ اور ان سے آہستہ سے ایک بات کی جس سے وہ رو پڑیں۔ پھر دوسری دفعہ بلا کر کوئی ایسی خفیہ بات کی جس سے وہ ہنس پڑیں۔ ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ جو آپؐ نے خفیہ بات کی۔ وہ یہ تھی کہ آپؐ کی وفات اسی بیماری میں واقع ہوگی جس میں آپؐ نے وفات پائی۔ جس پر میں رو پڑی۔ پھر مجھ سے خفیہ بات کی۔ تو مجھے بتلایا کہ آپؐ کے خاندان میں سے سب سے پہلے میں ہی آپؐ کے پیچھے جاؤں گی۔ جس پر میں ہنس پڑی۔

حدیث نمبر ۳۹۸۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كُنْتُ اَسْمَعُ اَنَّهٗ لَا يَمُوْتُ نَبِيٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَاَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُوْلُ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَلْاٰيَةَ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ خُيِّرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتی تھی کہ کسی نبی پر وفات نہیں۔ یہاں تک کہ اسے دنیا اور آخرت میں اختیار دیا جاتا ہے۔ تو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی اس بیماری میں سنا جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ جب کہ آپؐ کو سخت کھانسی نے آپکڑا۔ فرماتے تھے۔ کہ ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ جن پر اللہ تعالٰے نے انعام کیا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب آپؐ کو اختیار دیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۸۸ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرَضَ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ جَعَلَ يَقُوْلُ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بیماری لاحق ہوئی۔ جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ تو فرمانے لگے۔ فی الرفیق الاعلیٰ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ رفیق اعلیٰ سے بعض نے باری تعالیٰ مراد لیا ہے۔ بعض نے انبیاء علیہم السلام مراد لئے۔ بعض نے کہا۔ ملائکہ مراد ہیں۔ یا وہ مکان مراد ہے جن میں ان کی مرافقت حاصل ہوتی ہے وہ جنت ہے۔ اور بعض نے آسمان مراد لیا ہے۔ بہرحال مختلف اقوال ہیں۔ اور واقدی کی کتاب میں ہے۔ کہ دایہ حلیمہ کے پاس دودھ پیتے وقت جو اول کلمہ آپؐ نے بولا وہ اللہ اکبر تھا۔ اور آخری کلمہ جو آپؐ کی زبان سے نکلا وہ الرفیق الاعلیٰ تھا۔

حدیث نمبر ۳۹۸۹ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ صَحِیْحٌ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَمْ یُقْبَضْ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یَرٰی مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ ثُمَّ یُحَیَّا اَوْ یُخَیَّرَ فَلَمَّا اشْتَکٰی وَحَضَرَہُ الْقَبْضُ وَرَاْسُہٗ عَلٰی فَخِذِ عَائِشَۃَ غُشِیَ عَلَیْہِ فَلَمَّا اَفَاقَ شَخَصَ بَصَرَہٗ نَحْوَ سَقْفِ الْبَیْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی فَقُلْتُ اِذًا لَا یُجَاوِرُنَا فَعَرَفْتُ اَنَّہٗ حَدِیْثُہُ الَّذِیْ کَانَ یُحَدِّثُنَا وَھُوَ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المومنین فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی کی حالت میں فرماتے تھے۔ کہ کسی نبی کی اس وقت تک وفات نہیں ہوتی یہاں تک کہ انہیں ان کا جنت کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ پھر ان کو سلام کیا جاتا ہے یا انہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ پس جب آپؐ بیمار ہوئے اور وفات کا وقت قریب آگیا۔ جب کہ آپؐ کا سر مبارک یعنی میری (عائشہ کی) ران پر تھا۔ تو آپؐ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو آپؐ ٹکٹکی باندھ کر گھر کی چھت کی طرف دیکھنے لگے پھر فرمایا اللّٰھم فی الرفیق الاعلیٰ جس پر میں نے کہا۔ کہ اب آپؐ ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے۔ تو مجھے وہ آپؐ کی حدیث یاد آگئی جو آپؐ ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرمایا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ثم یحیی او یخیر ص ۶۳۸/۲ یہ راوی کی طرف سے شک کا اظہار ہے۔ مدعی اور مقصد ایک ہے۔ کیونکہ ملک الموت کی طرف سے سلام کرنا آپؐ سے اجازت طلب کرنا ہے۔ گویا کہ یہ تخییر ہے۔ ورنہ جن فرض کو حتمی طور پر ادا کرنا ہے اس میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ تمام شراح نے بھی رد کو شک راوی پر محمول کیا ہے اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں یہی ہے۔ کہ ان پر سلام کیا جاتا ہے یا انہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ہے۔

کہ دخول کے لئے اجازت طلب کر کے سلام کرنا اور ہے اور تخییر اور ہے۔ اس لئے شک پر محمول نہ کیا جائے۔ بلکہ بغیر اجازت کے موسیٰ علیہ السلام پہ داخل ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھپٹر رسید کیا تھا۔ تو یہ سلام دخول ہوگا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ الخ عَنْ عَائِشَةَ رض دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ رض عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُسْنِدَتُهٗ اِلٰی صَدْرِیْ وَمَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سِوَاکٌ رَطْبٌ یَسْتَنُّ بِهٖ فَاَبَدَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهٗ فَاَخَذْتُ السِّوَاکَ فَقَصَمْتُهٗ وَنَفَضْتُهٗ ثُمَّ دَفَعْتُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهٖ فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَنَّ اسْتِنَانًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ فَمَا عَدَا اَنْ فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَهٗ اَوْ اِصْبَعَهٗ ثُمَّ قَالَ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ثَلَاثًا ثُمَّ قَضٰی وَکَانَتْ تَقُوْلُ مَاتَ بَیْنَ حَاقِنَتِیْ وَذَاقِنَتِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رض جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ جب کہ میں آپ کو اپنے سینہ کا سہارا دے کر بیٹھی تھی حضرت عبدالرحمٰن رض کے پاس تازی مسواک تھی۔ جس سے وہ مسواک کر رہے تھے۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اسے دیکھتے رہے۔ میں نے مسواک ان سے لے کر چبائی۔ اسے جھاڑا پاک صاف کیا۔ پھر اسے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ جس سے آپ نے مسواک کی۔ میں نے آپ کو اس سے پہلے اچھی طرح مسواک کرتے نہیں دیکھا۔ پس اتنی دیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنے سے فارغ ہوئے تو اپنا ہاتھ یا اپنی انگلی مبارک اوپر کو اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا۔ فی الرفیق الاعلیٰ۔ پھر آپ کی قضا آگئی۔ اور فخر سے حضرت عائشہ رض فرمایا کرتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میری جھولی اور ٹھوڑی کے درمیان ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہی احسن منہ ص ۶۳۸ / ۲۶ مقصد حضرت عائشہ رض کا یہ ہے کہ یہ مسواک کرنا نہایت عمدگی طاقت اور آداب معلومہ کو ادا کرنے کی صورت میں تھا۔ اس لئے اچھا طریقہ تھا۔

تشریح از شیخ زکریا مولانا مکی کی تقریر میں ہے۔ فابدہ یعنی دیر تک دیکھتے رہے۔

یہ استنان آخری عند الموت ہے اور اس سے پہلے وہ اور تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ دو مرتبہ مسواک کرنے کا ذکر نہیں ملتا۔ اور روایت میں ابدہ کی بجائے امدہ آیا ہے۔ دونوں کے معنی ہیں۔ ای مد نظرہ الیہ۔ قصم کے معنی توڑنا۔ اور قضم کے معنی چبانے کے ہیں۔ توڑنا لمبائی کی وجہ سے یا حضرت عبدالرحمٰنؓ کے مسواک کرنے کی جگہ کو توڑ دیا۔ اور بعض روایات میں حجر علیؓ آیا ہے۔ جس کے سب رواۃ رافضی ہیں۔ اس لئے لا یحتج بہ۔

حدیث نمبر ۳۹۹۱ حَدَّثَنِیْ حِبَّانُ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ ؓ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اشْتَکٰی نَفَثَ عَلٰی نَفْسِہٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْہُ بِیَدِہٖ فَلَمَّا اشْتَکٰی وَجَعَہُ تُوُفِّیَ فِیْہِ طَفِقْتُ اَنْفُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِیْ کَانَ یَنْفِثُ وَاَمْسَحُ بِیَدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْہُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہو جاتے تو معوّذات (قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس) سے اپنے بدن پہ دم کرتے تھے۔ اور اپنا ہاتھ اپنے بدن پہ پھیرتے تھے۔ پس جب آپؐ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ تو میں معوّذات سے آپؐ پہ اس طرح دم کرتی تھی جس طرح آپؐ دم کرتے تھے۔ اور آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو آپؐ کے بدن پہ پھیرتی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وامسح بید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶۳۹/۲ یعنی معوذات پڑھ کر دم کر کے پھر آپؐ کا ہاتھ آپؐ کے بدن پہ پھیرتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ باب فضل المعوذات میں بھی اسی طرح آرہا ہے۔ کہ معوّذات کو پڑھ کر آپؐ کا برکت والا ہاتھ آپؐ کے بدن پہ پھیرتی تھیں۔ بہرحال پہلے نفث و قرأت اور بعد ازاں مسح ہوتا تھا۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر رات کا یہی معمول تھا۔ کہ قرأت کر کے دم کرتے۔ پھر ہاتھ پھیرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۹۲ حَدَّثَنَا مُعَلَّی بْنُ اَسَدٍ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ ؓ اَخْبَرَتْہُ اَنَّہَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْغَتْ اِلَیْہِ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ وَھُوَ

مُسْنِدٌ اِلَیَّ ظَهْرَهٗ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں۔ کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اور موت سے پہلے آپؐ کی طرف کان لگایا۔ جب کہ آپؐ نے اپنی پیٹھ کا میرے لئے سہارا لیا ہوا تھا۔ فرماتے تھے۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما۔ مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ تک پہنچا دے۔

حدیث نمبر ۳۹۹۳ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا لَوْلَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ خَشِیَ اَنْ یُّتَّخَذَ مَسْجِدًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا۔ جس سے پھر کھڑے نہ ہو سکے۔ کہ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا دیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ اسے مسجد بنایا جائے گا۔ تو میں آپؐ کی قبر کو ظاہر کر دیتی۔ کیونکہ آپؐ کو بھی مسجد بنائے جانے کا خطرہ تھا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۴ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ الخ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ وَجَعُهٗ اسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ یُّمَرَّضَ فِیْ بَیْتِیْ فَاَذِنَّ لَهٗ فَخَرَجَ وَهُوَ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِی الْاَرْضِ بَیْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَیْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ فَاَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بِالَّذِیْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ هَلْ تَدْرِیْ مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ الَّذِیْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ هُوَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا زَوْجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ بَیْتِیْ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهٗ قَالَ هَرِیْقُوْا عَلَیَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ اَوْكِیَتُهُنَّ لَعَلِّیْ اَعْهَدُ اِلَی النَّاسِ فَاَجْلَسْنَاهُ فِیْ مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَیْهِ مِنْ

تِلْكَ الْقِرَبِ حَتّٰى طَفِقَ يُشِيْرُ إِلَيْنَا بِيَدِهِ اَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلّٰى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ يَقُوْلُ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ اَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَدْ رَاجَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ وَمَا حَمَلَنِي عَلٰى كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِي اَنْ يُحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهُ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهُ أَبَدًا وَإِلَّا كُنْتُ أَرٰى أَنَّهُ لَنْ يَقُوْمَ أَحَدٌ مَقَامَهُ إِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهِ فَأَرَدْتُّ اَنْ يَعْدِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْ مُوْسٰى وَابْنُ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں۔ جب آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار اور آپؐ کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ تو آپؐ نے اپنی بیویوں سے میرے گھر میں بیماری کے دن گزارنے کی اجازت مانگی۔ تو انہوں نے آپؐ کو اجازت دے دی۔ تو آپؐ اس حال میں تشریف لائے۔ کہ آپؐ کے دونوں قدم زمین پہ خط کھینچتے تھے۔ آپ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر آئے۔ عبید اللہ فرماتے ہیں۔ جب میں نے حضرت ابن عباسؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی جو حضرت عائشہؓ نے کہا تھا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا۔ کہ کیا تم جانتے ہو وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کا حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا۔ میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا وہ حضرت علیؓ تھے۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کرتی ہیں۔ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کرتی ہیں۔ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ اور آپؐ کی بیماری سخت ہو گئی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ مجھے ایسی سات مشکوں کا پانی ڈالو جن کے تسمے نہ کھولے گئے ہوں۔ شاید میں لوگوں کو وصیت کر سکوں۔ تو ہم نے آپؐ کو حضرت حفصہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ٹب میں بٹھا دیا۔ پھر ہم ان مشکوں سے آپؐ پر پانی انڈیلتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ کہ بس تم کر چکیں۔ پھر آپؐ لوگوں کے پاس تشریف لے آئے۔ ان کو نماز پڑھائی اور انہیں خطبہ دیا۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ خبر دیتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

نے فرمایا۔ کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا دورہ پڑتا تھا۔ تو آپؐ اپنے چہرۂ انور سے اپنی کالی کملی کو پھینک دیتے تھے۔ یعنی پس جب گھٹن محسوس کرتے تو چہرۂ انور سے اپنی کملی کو ہٹا لیتے تھے۔ پس آپؐ اسی حال میں تھے۔ کہ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔ گویا کہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا آپؐ اس سے ڈراتے تھے۔ کہ تم ایسا نہ کرنا۔ (بنانا نہ تربت میری کو صنم تم) اور عبید اللہ یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ امامتِ صلوٰۃ کے بارے میں میں بار بار رجوع کرتی تھی۔ کہ کسی طرح آپؐ حضرت ابوبکرؓ کو امام بنانے سے رک جائیں۔ اور اس کثرت مراجعت کا باعث یہ بات تھی۔ کہ میرے دل میں آیا۔ کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی کسی کو آپؐ کی جگہ پر کھڑا کرنا پسند نہیں کریں گے۔ اگر کوئی آپؐ کے مصلّٰی پر کھڑا بھی ہو گیا۔ تو لوگ اس سے بدفالی پکڑیں گے۔ پس میرا ارادہ یہ تھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح ابوبکرؓ سے ٹل جائیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ یہ روایت ابن عمر و ابوموسیٰ اور ابن عباس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عرض بیمار کی خبر گیری کرنا۔

تشریح از قاسمیؒ من سبع قرب حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ سات کے عدد کو زہر اور رجادو کے اثر کو زائل کرنے میں خاص دخل ہے۔ اس کے اثر کے ازالہ کے لئے آپؐ نے سات مشکوں کا پانی منگوایا۔

یحذر ما صنعوا قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہود و نصاریٰ انبیاء کی قبور کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی تعظیم شان کے لئے انہیں قبلہ بناتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو ایسے کرنے سے روکا گیا۔ البتہ اگر کوئی شخص تبرک کے طور پر انبیاءؑ اور صلحاء کے مزارات کے پاس نماز کی جگہ بنائے۔ قبر سامنے نہ ہو۔ تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

الا کنت خیر جاری میں ہے کہ اگر میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہو جاتی۔ کہ لوگ بعد امامت کے آپ سے محبت کریں گے۔ اور بدفالی نہیں پکڑیں گے تو میں بار بار اصرار نہ کرتی۔

حدیث نمبر ۳۹۹۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي فَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ کا سر میرے

سینے کی ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔ پس میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی موت کی سختی کو ناپسند نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حاقنہ یعنی سینے کی ہنسلی اور ذاقنہ ٹھوڑی کو کہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرب موت میں سختی اور تکلیف رضائے باری کے خلاف نہیں۔ البتہ دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مؤمن کی موت ایسے آسانی سے ہوتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی آسانی کے ساتھ نکلتا ہے۔ تو کہا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے بھی اسی طرح پرواز کیا چنانچہ حضرت عائشہؓ کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔ مقدمات موت اور سکرات کی سختی سے تو خود آپؐ نے مدد مانگی ہے۔ اللّٰھم اعنی علی غمرات الموت وسکرات الموت۔

حدیث نمبر ۳۹۹۶ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ الخ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ کَعْبِ بْنِ مَالِکِ الْاَنْصَارِیُّ وَکَانَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍ اَحَدُ الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ تِیْبَ عَلَیْھِمْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍؓ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْعِہِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ فَقَالَ النَّاسُ یَا اَبَا حَسَنٍ کَیْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِئًا فَاَخَذَ بِیَدِہٖ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَہٗ اَنْتَ وَاللّٰہِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاُرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُتَوَفّٰی مِنْ وَّجْعِہٖ ھٰذَا اِنِّیْ لَاَعْرِفُ وُجُوْہَ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ اِذْھَبْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْاَلْہُ فِیْمَنْ ھٰذَا الْاَمْرُ اِنْ کَانَ فِیْنَا عَلِمْنَا ذٰلِکَ وَاِنْ کَانَ فِیْ غَیْرِنَا عَلِمْنَاہُ فَاَوْصٰی بِنَا فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّا وَاللّٰہِ لَئِنْ سَاَلْنَاھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاھَا لَا یُعْطِیْنَاھَا النَّاسُ بَعْدَہٗ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اَسْاَلُھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک انصاریؓ خبر دیتے ہیں۔ اور ان کے والد کعب بن مالکؓ ان تین آدمیوں میں سے ایک تھے۔ جن کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کو خبر دی۔ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس بیماری

میں باہر آئے۔ جس میں آپؐ کی وفات ہوگئی۔ تو لوگوں نے پوچھا۔ اے ابو الحسن! حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کیسے گزاری۔ فرمایا بحمد اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تندرست تھے۔ تو حضرت عباس بن عبد المطلبؓ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان سے کہا واللہ! تم تین دن کے بعد لاٹھی کے غلام ہوگے۔ واللہ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جان رہا ہوں۔ کہ آپؐ عنقریب اس بیماری کی وجہ سے وفات پا جائیں گے۔ کیونکہ موت کے وقت جو بنو عبد المطلب کے چہروں کی حالت ہوتی ہے وہ میں خوب پہچانتا ہوں۔ پس ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور آپؐ سے دریافت کریں۔ کہ یہ خلافت کا معاملہ کس شخص کے لئے ہوگا۔ اگر ہمارے اندر رہے تو ہمیں معلوم ہونا چاہیئے۔ اور اگر ہمارے علاوہ کسی اور کے لئے ہے۔ تو اس کا بھی ہمیں علم ہونا چاہیئے۔ پس آپؐ ہمیں وصیت کر جائیں۔ جس پہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ واللہ! اگر ہم نے اس بارے میں آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا۔ بالفرض آپؐ نے اس خلافت کو ہم سے روک دیا۔ تو پھر ہمیں لوگ کبھی آپؐ کے بعد خلافت نہیں دیں گے۔ واللہ! میں تو اس بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے رہا۔ میں تو نہیں پوچھوں گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مرض میں ایک چیز سنبھالنے کی ہوتی ہے۔ چونکہ حضرت علیؓ نا تجربہ کار تھے۔ اس لئے ان کو اس چیز کا علم نہ ہوا۔ حضرت عباسؓ تجربہ کار تھے۔ انہیں اس کا احساس ہوگیا۔

عبد العصا الخ یعنی لاٹھی کا مملوک بمعنی مامور محکوم بن جاؤ گے۔ یہ حضرت عباسؓ کی فراست تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ **فلنسألہ** ص ۶۳۹ / ۲۶ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حضرات حضرت ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت کا یقین نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ان حضرات اہل بیت نے یہ سمجھا کہ خلافت کے لئے افضلیت ضروری نہیں ہے۔ شاید یہاں خلافت ایسے ہو جیسے دوسرے بادشاہوں وغیرہ میں ہوتی ہے۔ کہ بادشاہ کا قائم مقام اس کا بیٹا ہو اور بیٹے کے نہ ہونے کی صورت میں اس کے بنو اعمام چچاؤں کی اولاد خلافت سنبھالے۔ تو اس سے اس اجماع کی خلاف ورزی نہیں ہوگی جو حضرت صدیق اکبرؓ کی افضلیت پہ قائم ہو چکا تھا۔

لا یعطیناھا ص ۶۳۹ / ۲۷ اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت علیؓ آج بھی خلافت میں رغبت رکھنے والے تھے۔ حالانکہ آپؐ کا ارشاد ہے۔ کہ اس حکومت و خلافت کا وہ شخص زیادہ مستحق ہے جو اس سے سخت نفرت کرنے والا ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت مناقب ابی بکرؓ کی روایات سے واضح ہو چکی ہے۔ اور مناقب ثابت رسول اللہ میں بھی گزر چکا ہے۔ کہ خود حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تقدمنا فقدمنا یا اباابکرؓ اور سیوطیؒ نے اپنی کتاب درّ میں حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت لیا ہے۔ کہ اللہ تعالٰی نے سب لوگوں کی مذمت کی اور ابوبکرؓ کی مدح فرمائی۔ ارشاد ہوا۔ الا تنصروه فقد نصره اللہ اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین الآیۃ۔ اور حضرت علیؓ سے اشاعت میں یہ بھی منقول ہے۔ کہ آپ علیؓ نے فرمایا ابوبکر خیر من مؤمن آل فرعون۔ کیونکہ اس نے اپنا ایمان چھپایا تھا۔ اور ابوبکرؓ نے اپنا ایمان ظاہر کیا۔ اور بھی روایات ہیں۔

لا یعطینا الخ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے دل میں خلافت کی تمنا موجود تھی۔ اور بعض روایات میں ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کیا ہمارے بغیر بھی کوئی اس خلافت کی لالچ رکھتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ میرا یہی گمان ہے۔ اور عنقریب ایسا ہوگا۔ بلکہ ابن سعد میں ہے۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی۔ تو حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کروں پھر دوسرے لوگ بھی تمہاری بیعت کر لیں گے۔ لیکن حضرت علیؓ نے ایسا نہ کیا۔ اور ابن ابی لیلٰی کی روایت کے آخر میں ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کاش میں حضرت عباسؓ کا کہنا مان لیتا۔

حدیث نمبر ۳۷۹۹ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَا هُمْ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍؓ يُصَلِّي لَهُمْ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلَاةِ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍؓ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ أَنَسٌ وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں۔ دریں اثنا کہ مسلمان پیر کے دن فجر کی نماز میں تھے۔

اور حضرت ابوبکرؓ ان کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ کھولا۔ اور مسلمانوں کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسکراتے پھر ہنس دیئے۔ تو حضرت ابوبکرؓ اپنی ایڑیوں پہ پیچھے ہٹ آئے۔ تاکہ صف میں پہنچ جائیں۔ ان کا گمان یہ تھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی وجہ سے مسلمان نماز سے نکل جاتے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔ کہ اپنی نماز پوری کرو۔ پھر حجرہ میں چلے گئے۔ اور پردہ کو نیچے لٹکا دیا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۸ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ الخ اَنَّ عَائِشَةَؓ کَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰہِ عَلَیَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُوُفِّیَ فِیْ بَیْتِیْ وَفِیْ یَوْمِیْ وَبَیْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ وَاَنَّ اللّٰہَ جَمَعَ بَیْنَ رِیْقِیْ وَرِیْقِہٖ عِنْدَ مَوْتِہٖ دَخَلَ عَلَیَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبِیَدِہِ السِّوَاکُ وَاَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَاَیْتُہٗ یَنْظُرُ اِلَیْہِ وَعَرَفْتُ اَنَّہٗ یُحِبُّ السِّوَاکَ فَقُلْتُ اٰخُذُہٗ لَکَ فَاَشَارَ بِرَاْسِہٖ اَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُہٗ فَاشْتَدَّ عَلَیْہِ وَقُلْتُ اُلَیِّنُہٗ لَکَ فَاَشَارَ بِرَاْسِہٖ اَنْ نَعَمْ فَلَیَّنْتُہٗ وَبَیْنَ یَدَیْہِ رَکْوَةٌ اَوْ عُلْبَةٌ یَشُکُّ عُمَرُ فِیْہَا مَاءٌ فَجَعَلَ یُدْخِلُ یَدَیْہِ فِی الْمَاءِ فَیَمْسَحُ بِہِمَا وَجْہَہٗ یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ یَدَہٗ فَجَعَلَ یَقُوْلُ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی حَتّٰی قُبِضَ وَمَالَتْ یَدُہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں۔ کہ مجھ پہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے یہ ہے کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں میری باری کے دن میری ٹھوڑی اور سینے کے درمیان واقع ہوئی۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی وفات کے وقت میری اور آپؐ کی تھوک کو جمع کر دیا۔ میرے بھائی عبدالرحمٰنؓ اس حال میں میرے پاس آئے کہ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ اور میں آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دینے والی تھی۔ آپؐ کو میں نے دیکھا کہ نہایت غور سے ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے محسوس کر لیا کہ آپؐ مسواک کرنا پسند کرتے ہیں۔ تو میں نے پوچھا۔

کہ میں آپ کے لئے ان سے لے لوں۔ آپ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ کیا۔ کہ ہاں لے لو۔ پس میں نے مسواک ان سے لے لی۔ لیکن آپ پر مرض کا شدید دورہ پڑا۔ جس کے بعد میں نے پوچھا کہ کیا مسواک کو آپ کے لئے نرم کر لوں۔ آپ نے پھر بھی اپنے سر کو ہلا کر اشارہ کیا کہ ہاں نرم کر دو۔ پھر آپ نے مسواک کو دانتوں پر پھیرا آپ کے سامنے چمڑے کا برتن یا لکڑی کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ راوی عمر کو شک گذرا ہے۔ جس میں پانی تھا۔ آپ پانی میں اپنے دونوں ہاتھوں کو داخل کرتے تھے۔ اور دونوں ہاتھ منہ مبارک پر پھیرتے تھے۔ اور لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ کہ واقعی موت کے لئے سختیاں ہیں۔ پھر ہاتھ کھڑا کر کے فرماتے۔ رفیق اعلیٰ میں جانا پسند کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی اور آپ کا ہاتھ جھک گیا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۹ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْئَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَقُوْلُ اَيْنَ اَنَا غَدًا يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَاَذِنَ لَهٗ اَزْوَاجُهٗ يَكُوْنُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ كَانَ يَدُوْرُ عَلَيَّ فِيْهِ فِيْ بَيْتِيْ فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَاِنَّ رَاْسَهٗ لَبَيْنَ نَحْرِيْ وَسَحْرِيْ وَخَالَطَ رِيْقُهٗ رِيْقِيْ ثُمَّ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَمَعَهٗ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهٖ فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ اَعْطِنِيْ هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْطَانِيْهِ فَقَضِمْتُهٗ ثُمَّ مَضَغْتُهٗ فَاَعْطَيْتُهٗ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهٖ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى صَدْرِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس مرض میں جس میں آپ نے وفات پائی۔ پوچھتے تھے فرماتے میں کل کہاں ہوں گا۔ میں کل کہاں ہوں گا۔ آپ حضرت عائشہؓ کی باری کے متعلق پوچھنا چاہتے تھے۔ تو آپ کی بیویوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ کہ جہاں چاہیں آپ رہ سکتے ہیں۔ تو آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں رہے۔ یہاں تک کہ انہیں یہاں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں۔ کہ آپ کی وفات اسی دن میں ہوئی۔ جس دن گھومتے پھرتے۔ آپ میرے گھر میں تشریف لاتے تھے۔ پس آپ کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا۔ جب کہ آپ کا سر مبارک میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔ اور مسواک کی بدولت آپ کی لب مبارک میری لب سے رل مل گئی۔ پھر

فرماتی ہیں۔ کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ آئے۔ تو ان کے پاس مسواک تھی۔ جس کو وہ استعمال کر رہے تھے۔ جس کی طرف آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غور سے دیکھا۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ اے عبدالرحمٰن! یہ مسواک مجھے دے دو۔ پس اس نے وہ مجھے دے دیا۔ جس کو میں نے استعمال کی جگہ کو کاٹا۔ پھر اسے میں نے چبایا۔ پھر میں نے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ جس کو آپؐ نے اس حال میں استعمال فرمایا۔ کہ آپؐ میرے سینے کی طرف سہارا لینے والے تھے۔

حدیث نمبر ۴۰۰۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَكَانَتْ إِحْدَانَا تُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا مَرِضَ فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَفِي يَدِهٖ جَرِيْدَةٌ رَطْبَةٌ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً فَأَخَذْتُهَا فَمَضَغْتُ رَأْسَهَا وَنَفَضْتُهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا ثُمَّ نَاوَلَنِيهَا فَسَقَطَتْ يَدُهُ أَوْ سَقَطَتْ مِنْ يَدِهٖ فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهٖ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان واقع ہوئی۔ اور ہم میں سے کوئی آدمی آپؐ کو اس دعا سے اللہ کی پناہ میں دیتا جو دعا آپؐ بیمار ہونے کے وقت پڑھتے تھے۔ پس میں نے وہی تعوذ دعا پڑھنی شروع کی۔ تو آپؐ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور فرمایا رفیق اعلیٰ میں رفیق اعلیٰ میں اور میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا ایسی حالت میں گزر ہوا کہ اس کے ہاتھ میں کھجور کی تر ٹہنی تھی۔ جس کی طرف آپؐ نے غور سے دیکھا۔ مجھے گمان گزرا کہ آپؐ کو اس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے سرے کو چبایا۔ اسے جھاڑا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا دیا۔ جس سے آپؐ نے اس طرح مسواک کیا جو مسواک کرنے کا اچھا طریقہ تھا۔ پھر آپؐ نے وہ مجھے دے دیا۔ پھر آپ کا ہاتھ نیچے گر گیا۔ یا وہ مسواک آپؐ کے ہاتھ سے گر گئی۔ تو اللہ تعالےٰ نے دنیا کے آخری دن اور آخرت

کے پہلے دن مسواک کی وجہ سے میری اور آپؐ کی تھوک کو جمع کر دیا۔

حدیث نمبر ۴۰۰۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَى ثُمَّ قَالَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي وَاللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَتَرَكُوا عُمَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمَّا بَعْدُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ قَالَ اللّٰهُ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِلَى قَوْلِهِ الشَّاكِرِينَ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتَّى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں۔ کہ حضرت ابو بکرؓ اپنی رہائش گاہ سُنح سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ گھوڑے سے اتر کر مسجد میں داخل ہوتے۔ لوگوں سے بالکل ہم کلام نہ ہوئے۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے گھر آکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا۔ جو دھاری دار یمنی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے چہرۂ انور سے کپڑا کھولا۔ پھر اوندھے منہ گرتے ہوئے آپؐ کو بوسہ دیا۔ اور رونے لگے۔ پھر فرمایا میرے باپ اور ماں آپؐ پر قربان ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کے لئے دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ پس یہ موت جو آپؐ کے لئے لکھی جا چکی تھی۔ پس وہ تو آچکی اب دوسری کوئی موت آنے کی نہیں

امام زہریؒ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکرؓ جب گھر سے باہر نکلے تو حضرت عمرؓ لوگوں سے بات چیت کر رہے تھے۔ آپؓ نے فرمایا۔ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ تو لوگ حضرت ابوبکرؓ کی طرف ٹوٹ پڑے۔ اور حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ امّا بعد! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ اور جو شخص تم میں سے اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا تھا۔ تو بے شک اللہ تعالےٰ زندہ ہے۔ جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے رسول ہیں۔ جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے۔ شاکرین تک آیت کو پڑھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ واللہ! گویا کہ لوگوں کو پہلے اس آیت کے اترنے کا علم نہیں تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے تلاوت کیا۔ پس سب کے سب لوگ اب اس آیت کو ان سے لے رہے ہیں۔ اب تو میں نے جس انسان کو سنا وہ اسی آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ حضرت سعید بن مسیبؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ! میں نے تو صرف ابوبکرؓ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا۔ پس میں تو مدہوش و پریشان ہوگیا۔ یہاں تک کہ میرے دونوں پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ اور جب میں نے اس آیت کو تلاوت کرتے ہوئے سنا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں تو میں زمین پر گر پڑا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اہل مدینہ کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ حضرت عمرؓ تو تلوار لے کر کھڑے ہوگئے۔ کہنے لگے جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا کہا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ آپؐ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ میاں کے پاس گئے ہیں۔ عنقریب واپس آجائیں گے۔ آپ کی موت سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ یہ حضرت صدیق اکبرؓ کا حوصلہ تھا۔ کہ خود بھی ثابت قدم رہے۔ اور دوسروں کو بھی حوصلہ دیا۔

الموتتین ایک موت تو وہ جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کہتے ہیں۔ جب کہ وہ کتاب تورات لینے کے لئے گئے تھے۔ اور دوسری موت حقیقی یا جسمانی اور روحانی موت مراد ہے۔ کہ جسم پر موت آگئی۔ روح زندہ ہے اور اس کا تعلق پھر جسم اطہر کے ساتھ قائم ہوگیا ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحقیق کے مطابق جو آپ کی کتاب آبِ حیات میں درج ہے۔ کہ تھوڑی سی دیر کے لئے انقطاع ہوا۔ روح مبارک جسدِ پاک سے نکلی نہیں۔ جیسے ایک چراغ کو طاق کے اندر رکھ دیا جائے۔ بہر حال آپؐ پر

دو موتیں نہیں آئیں گی۔ دوسرے لوگوں کی طرح کہ ان پہ دونوں قسم کی موت آتی ہے۔
نعقرت جیسے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں تو مدہوش ہو جاتا ہے۔ **تقلّنی** اقلال سے ہے۔ جس کے معنی اٹھانے کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فی یومی ص۶۴۰ س۱۶ یعنی آپؐ کی عادت کے مطابق باری ہوتی تو آج میری باری کا دن ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | جیسے پہلے حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔ کان یدور علی نسائہ فی بیتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء سر کے درد سے ہوئی۔ جب کہ آپؐ بیت عائشہؓ میں تھے۔ پھر مرض کا غلبہ ہوا تو آپؐ بیت میمونہؓ میں تھے۔ پھر بیبیوں سے بیت عائشہؓ میں بیماری کے دن گذارنے کی اجازت مانگی۔ جو انہوں نے دے دی۔ آپؐ بارہ دن بیمار رہے۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو اشراق کے وقت پیر کے دن وفات ہوئی۔ لیکن اس اشکال کا کسی شارح نے جواب نہیں دیا۔ کہ جب آپؐ بارہ دن بیمار رہے اور آپؐ کی نو بیویاں تھیں۔ تو پھر حضرت عائشہؓ کی باری کیسے پیر کے دن آ گئی۔ البتہ جمع الوسائل کی تحقیق کے مطابق اگر دس دن مدت علالت ہو تو پھر ان کی باری اس دن بارہ کو آسکتی ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ھبہ کر دی تھی۔ تو حضرت عائشہؓ کی دو باری ہو گئی۔ اگرچہ مسلسل نہ ہو متفرق ہو۔ تو اس بنا پر ممکن ہے کہ آپؐ کی مرض کی ابتدا بیت عائشہ میں ہوئی ہو۔ حضرت سودہؓ کی باری میں اور تیسرا دن حضرت عائشہؓ کی اپنی اصلی باری کا ہو۔ تو اس صورت میں بھی بارھواں دن حضرت عائشہؓ کا بنتا ہے۔ اگر بدایۃ مرض بیت میمونہ سے ہو تو پھر کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہتا۔ جس کی تائید ابن سعد کی روایت سے ہوتی ہے کہ بدایۃ مرض بیت میمونہ سے ہوئی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | من کان یعبد محمداً ص۶۴۰ س۲۴ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ کی بجائے محمد اسم ذات استعمال کیا۔ کیونکہ رسول اللہ کی صورت میں وصفِ رسالۃ کی طرف نگاہ ہوتی۔ لیکن یہاں تو مقصود ذات پاک تھی۔ جس میں وصفِ رسالۃ ملحوظ نہیں تھی۔ کیونکہ وصف رسالۃ کا تعلق تو مرسل سے ہوتا ہے۔ مرسل باری تبارک وتعالےٰ ہیں۔ ان سے علاقہ منقطع نہیں ہوا۔ اگر رسالت منقطع ہوتی تو پھر اس وصف سے آپؐ کا ذکر مناسب نہیں تھا۔ اس لئے ذات کا ذکر ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | تعبیر بمحمد کا عجیب نکتہ قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمایا اور کسی شارح نے

اس کا تعرض نہیں کیا اور نہ ہی وہ ایسے نکات بیان کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۰۰۲ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ الخ عَنْ عَائِشَۃَ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ قَبَّلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِہٖ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کو بوسہ دیا۔

حدیث نمبر ۴۰۰۳ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ الخ قَالَتْ عَائِشَۃُ لَدَدْنَاہُ فِیْ مَرَضِہٖ فَجَعَلَ یُشِیْرُ اِلَیْنَا اَنْ لَّا تَلُدُّوْنِیْ فَقُلْنَا کَرَاھِیَۃُ الْمَرِیْضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَلَمْ اَنْھَکُمْ اَنْ تَلُدُّوْنِیْ قُلْنَا کَرَاھِیَۃُ الْمَرِیْضِ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ فِی الْبَیْتِ اِلَّا لُدَّ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَّا الْعَبَّاسَ لَمْ یَشْھَدْکُمْ رَوَاہُ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ الخ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ہم نے آپؐ کی بیماری کی حالت میں زبردستی آپؐ کے منہ میں دوائی ڈالی۔ ذات الجنب کی بیماری کے لئے عود ہندی اور زیتون مفید رہتا ہے۔ آپؐ نے ہماری طرف اشارہ فرمایا۔ کہ میرے منہ میں زبردستی دوائی مت ڈالو۔ ہم سمجھے جیسے مریض دوائی کو پسند نہیں کرتا اس کی بنا پر آپؐ ہمیں روک رہے ہیں۔ چنانچہ جب آپؐ کو افاقہ اور آرام آیا۔ تو آپؐ نے پوچھا۔ کہ کیا میں نے تمہیں منہ میں زبردستی دوائی ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا۔ ہم نے کہا کہ یہ مریض کا دوائی کو ناپسند کرنے کی بنا پر ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ گھر میں کوئی آدمی باقی نہ رہے۔ کہ میرے سامنے زبردستی اس کے منہ میں دوائی ڈالی جائے۔ علاوہ حضرت عباسؓ کے کہ وہ دوائی ڈالنے کے وقت تمہارے پاس حاضر نہیں تھے۔ چنانچہ سب کو لدود کیا گیا۔ حتیٰ کہ حضرت میمونہؓ روزہ دار کا لدود بھی ہوا۔ یہ لدود قصاصاً تھا۔ کیونکہ انہوں نے آپؐ کی نہی پر عمل نہ کیا۔ اور دوسروں نے ان کو روکا نہیں۔

حدیث نمبر ۴۰۰۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذُکِرَ عِنْدَ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصٰی اِلٰی عَلِیٍّ فَقَالَتْ مَنْ قَالَہٗ لَقَدْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ لَمُسْنِدَتُہٗ اِلٰی صَدْرِیْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَانْخَنَثَ فَمَاتَ فَمَا شَعَرْتُ فَکَیْفَ اَوْصٰی اِلٰی عَلِیٍّ۔

ترجمہ۔ حضرت اسودؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی طرف کوئی وصیت کی ہے۔ یعنی خلافت وغیرہ کی وصیت کی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ کس نے کہا ہے۔ میں نے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ میں آپؐ کو اپنے سینہ کی طرف سہارا دینے والی تھی۔ کہ آپؐ نے کھانسنے کے لئے ایک تھال منگوایا۔ پس ایک طرف جھک گئے۔ آپؐ کی وفات ہوگئی۔ مجھے پتہ نہ چل سکا۔ تو حضرت علیؓ کے لئے کیسے وصیت کرلی۔ آخر تک تو میں موجود رہی ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فکیف اوصی الی علی ص۱۲۶ حضرت عباسؓ کا قول گزر چکا ہے۔ کہ اے علیؓ! آپؐ کی وفات کے تین دن بعد تم عبد العصا یعنی محکوم ہوگے۔ جس پہ حضرت علیؓ نے کوئی نکیر نہیں کیا۔ اور نہ ہی کوئی شے انہوں نے اس بارے میں ذکر کی۔ اور یہ معلوم ہے کہ آپؐ اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ زندہ رہے ہیں۔ وصیت اگر ہو سکتی تھی تو زندگی کے آخری لمحہ میں ہو سکتی تھی۔ آخری وقت کی وصیت کا حضرت عائشہؓ انکار کر رہی ہیں۔ بایں ہمہ اگر آپؐ نے خروج الی الناس اور ان کو خطبہ دیتے وقت وصیت کی ہوتی تو صحابہؓ میں سے کسی نے تو سنا ہوتا کوئی اس کی حکایت کرتا۔ حالانکہ کوئی بھی روایت و حکایت نہیں کرتا۔ چلو مان لیا کہ آپؐ نے خلوت میں یا خفیہ طور پر حضرت علیؓ سے کلام کیا ہوتا تو کوئی ان میں سے اس کی روایت کرتا۔ اگر روایت نہ بھی کرتا تو آپؐ کے کلام کی تعیین تو کر سکتا تھا کہ آپؐ نے یہ کلمات فرمائے۔ ان سب احتمالات میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے۔ تو علی وصی رسول اللہ کیسے بن گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بلکہ حضرت علیؓ کی جانب سے خود تصریحات ہیں۔ کہ ہماری کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ماخصنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسند احمد میں جو کاغذ، قلم دوات لانے کا قصہ ہے۔ تو اس میں احکام صدقات اور اخراج الکفار من جزیرۃ العرب کا ذکر ہے۔ خلافت کا تو کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ صریح تو آپؐ کا فرمان حضرت عائشہؓ سے ہے۔ ادعی لی اباک الخ تو اس میں تو صراحت ہے کہ آپؐ خلافت لکھ دینا چاہتے تھے۔ مگر آپؐ نے اسے چھوڑ دیا۔ یابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر الخ

حدیث نمبر ۲۵۰۰ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰيؓ اَوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ

عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أَوْ أُمِرُوا بِهَا قَالَ أَوْصَى بِكِتَابِ اللّٰهِ ـ

ترجمہ۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے پوچھا کہ کیا آپؐ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کی وصیت فرمائی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو میں نے کہا تو پھر آپؐ نے لوگوں کو وصیت کرنا کیوں ضروری قرار دیا۔ یا فرمایا کہ لوگوں کو اس کا حکم کیوں دیا گیا۔ فرمایا ہاں! آپؐ نے کتاب اللہ کی وصیت فرمائی۔ تو اولاً نفی وصیۃ بالمال والخلافت کی ہوئی۔ اور ثانیاً اثبات وصیۃ بکتاب اللہ کا ہوا۔ یعنی احکام کتاب اللہ کی وصیت فرمائی ۔

حدیث نمبر ۲۷۰۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا أَمَةً إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِي كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةً ـ

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن الحارثؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں نہ تو دینار چھوڑا نہ درہم چھوڑا نہ کوئی غلام اور نہ کوئی باندی چھوڑی۔ سوائے ایک سفید خچر کے ۔ جس پر آپؐ سواری کرتے تھے۔ اور اپنے ہتھیار کے اور خیبرا در فدک کی اس زمین کے جس کو آپؐ نے مسافروں وغیرہ کے لئے صدقہ کر دیا کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے ۔

حدیث نمبر ۲۷۰۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُؓ وَاكَرْبَ أَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ يَا أَبَتَاهُ إِلَى جِبْرَئِيلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُؓ يَا أَنَسُؓ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ ـ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہوئے۔ اور بے ہوشی آپؐ پر طاری ہونے لگی۔ تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا۔ اے ہائے اباجان کی پریشانی! تو آپؐ نے جواب دیا۔ کہ آج کے دن کے بعد آپ کے باپ پر کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ پس جب آپؐ کی وفات ہوگئی۔ تو

حضرت فاطمہؓ بولیں۔ اے اباجان جس کے رب نے انہیں بلایا تو اس نے لبیک کہہ کر جواب دیا۔ اے اباجان! جنت الفردوس آپؐ کا ٹھکانہ ہے۔ اے اباجان ہم جبرائیلؑ کو آپؐ کی وفات کی خبر دیتے ہیں۔ پس جب آپؐ دفن کر دیئے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا اے انسؓ! تو لوگوں نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنے لگے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الی جبرائیل ننعاہ ص ۶۴۱/۱۲ اگرچہ جبرائیلؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بخوبی علم تھا۔ مگر اس کلام سے حسرت و افسوس کا اظہار کرنا ہے۔ جیسے رب انی وضعتہا انثیٰ بی بی مریم کی والدہ نے بطور حسرت کے کہا تھا۔ یا یہ بتلانا مقصود ہے کہ متکلم بھی اس خبر سے واقف ہے۔ جیسے حافظ قرآن سے کہا جائے۔ حفظت القرآن۔ یعنی مجھے بھی تیرے حافظ قرآن ہونے کا علم ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مختار الصحاح میں ہے۔ النعی خبر الموت الناعی ھو الذی یأتی بخبر الموت تو ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت فاطمۃ الزھراؓ جبرائیل علیہ السلام کو موت کی خبر دے رہی ہیں۔ جنہیں آپؐ کی وفات کا علم نہیں تھا۔ حالانکہ وہ تو جانتے تھے۔ تو قطب گنگوہیؒ نے اس شبہ کے دو جواب دیئے۔ جو فن معانی کے مطابق ہیں۔ کہ کبھی متکلم کا کلام سے مقصد افادۂ خبر ہوتا ہے۔ اور کبھی اپنے عالم خبر ہونے کا فائدہ دینا ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات جملہ خبریہ تحزن اور تحسر کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے امرأۃ عمران نے کہا تھا۔ رب انی وضعتہا انثیٰ اور دوسرے متکلم کے عالم بالخبر ہونے کی اطلاع جیسے حفظت القرآن لمن حفظ القرآن البتہ ایک روایت میں الی جبرائیل لناہ وارد ہے۔ جس میں فاعل کی ضمیر ربؐ کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں قطب گنگوہیؒ کا اشکال وارد نہیں ہوگا۔ اگر یہ اشکال ہو کہ یہ تو نوحہ ہے۔ جس سے ممانعت کی گئی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ نوحہ مباحہ ہے۔ جس میں جاہلیت کے اکاذیب نہیں ہیں۔

واکرب اباہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کہا گیا۔ جس پر آپؐ نے کوئی نکیر نہیں کیا۔ بلکہ اس کی تقریر فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ موت کے قریب میت کے لئے اظہار غم و حزن جائز ہے۔ اور بعد وفات کے بھی ایسے اوصاف ذکر کرنے جائز ہیں جو موصوف میں پائے جاتے ہوں۔ جیسے حضرت فاطمہؓ بعد الوفات کہتی ہیں۔ جن سے آپؐ در حقیقت متصف تھے۔ باقی حضرت انسؓ نے حضرت فاطمہؓ کے سوال کا جواب ادب کی رعایت سے نہیں دیا۔ کہ ہم نے تو آپؐ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ الامر فوق الادب۔

بَابُ اٰخِرُ مَا تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری کلمات بولے۔

حدیث نمبر ۴۰۰۸ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ فِيْ رِجَالٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ اَنَّهٗ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهٖ وَرَاْسُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهٗ اِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى فَقُلْتُ اِذًا لَّا يَخْتَارُنَا وَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ قَالَتْ فَكَانَتْ اٰخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن مسیبؒ نے اہل علم کی ایک مجلس میں خبر بیان کی کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تندرست تھے تو فرماتے تھے۔ کہ اس وقت تک کسی نبی کی وفات نہیں ہوتی یہاں تک کہ انہیں اپنا جنّت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ پھر دنیا اور آخرت میں انہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ پس جب آپؐ پر شدّت کا دورہ پڑا تو آپؐ کا سر مبارک میری ران پہ تھا۔ آپؐ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا۔ تو آپؐ نے ٹکٹکی باندھ کر گھر کی چھت کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا اے اللہ! میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ اب آپؐ ہمارے ساتھ دنیا میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ پھر مجھے وہ حدیث یاد آگئی جو آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ فرماتی ہیں۔ پس وہ آخری کلمہ جو آپؐ بول سکے وہ اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ تھا۔

بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کب ہوئی۔

حدیث نمبر ۴۰۰۹ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ

وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ دونوں سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد مکہ معظمہ میں دس سال اقامت پذیر رہے کہ آپؐ پر قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔ تین سال تک وحی کا انقطاع رہا۔ اس طرح تیرہ سال بعد از نبوت ہو گئے اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔

حدیث نمبر ۴۱۰۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ تو آپؐ ترسیٹھ ۶۳ سال کی عمر کے تھے۔

حدیث نمبر ۴۱۰۱ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلٰثِيْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایسے حال میں ہوئی کہ آپؐ نے اپنی زرہ تیس ۳۰ صاع گندم کے بدلے ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔ جس کا نام ابو الشحم تھا۔ تو یہ آپؐ کا آخری حال ہوا۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کے لشکر کو اپنی اس بیماری میں روانہ کرنا جس میں آپؐ کی وفات ہو گئی۔

حدیث نمبر ۴۱۰۲ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ ابْنِ عُمَرَؓ اِسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ فَقَالُوْا فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِيْ اُسَامَةَ وَاِنَّهٗ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ اٹھارہ سالہ

نوجوان کو ایک لشکر کا سردار بنایا۔ جس میں اکابر صحابہ بھی موجود تھے۔ تو لوگوں نے ان کے بارے میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کچھ تم لوگوں نے حضرت اسامہؓ کے بارے میں کہا ہے وہ سب کچھ مجھ تک پہنچ چکا ہے۔ بہرحال سالار وہی رہیں گے۔ کیونکہ وہ سب لوگوں میں سے مجھے زیادہ پیارے ہیں۔ چنانچہ بدھ کے دن آپؐ کو سخت بخار چڑھا۔ سر میں شدید درد ہوا افاقہ کے بعد یوم الخمیس میں آپؐ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ان کا جھنڈا باندھا۔ جو بریدہ اسلمیؓ نے ان کو پہنچایا۔ جب کہ وہ مقام جرف میں لشکر انداز تھے۔

حدیث نمبر ۱۳ ۴۰ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا۔ جس پر حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو افسر مقرر فرمایا۔ تو لوگوں نے ان کی افسری پر اعتراض کیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ آج اگر تم لوگ اس کی افسری پر طعنہ کرتے ہو۔ تو اس سے پہلے اس کے باپ کی افسری پر بھی طعن و تشنیع کر چکے ہو۔ اللہ کی قسم! وہ افسری کے لائق تھے۔ کیونکہ وہ تمام لوگوں میں سے مجھے محبوب تھے۔ اب ان کے بعد ان کے بیٹے اسامہؓ سب سے زیادہ مجھے محبوب ہیں۔

باب حدیث نمبر ۱۴ ۴۰ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ الخ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ مَتٰى هَاجَرْتَ قَالَ خَرَجْنَا مِنَ الْيَمَنِ مُهَاجِرِيْنَ فَقَدِمْنَا الْجُحْفَةَ فَاَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَهٗ مَا الْخَبَرُ فَقَالَ دَفَنَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ خَمْسٍ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِيْ بِلَالٌ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ فِي السَّبْعِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ۔

ترجمہ۔ حضرت صنابحیؒ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابوالخیرؒ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کب ہجرت کی۔

انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ یمن سے ہجرت کر کے آرہے تھے۔ جب ہم جحفہ کے مقام پہ پہنچے تو ہمیں ایک اونٹ سوار ملا۔ جس سے میں نے پوچھا۔ کہ خیر ہے کوئی خیر کی خبر سناؤ۔ اس نے کہا آج سے پانچ دن پہلے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے آرہے ہیں۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے لیلۃ القدر کے بارے میں بھی کچھ سنا ہے۔ اس نے کہا ہاں! مجھے حضرت بلالؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے خبر دی۔ کہ وہ رمضان شریف کی ستائیسویں ۲۷ تاریخ کو ہوتی ہے۔ بہرحال جیش اسامۃ ابھی مقام جرف میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ کہ آپؐ کی وفات ہوگئی۔ تو سب سے پہلا کام جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کیا کہ باوجود مخالفت کے جیش اسامہ کو روانہ کیا۔ یہ اوّل ربیع الآخر ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔ وہ اہل اُبنا کے اوپر حملہ آور ہوئے۔ بہت سوں کو قتل کیا اور بہتوں کو قیدی بنایا ان کے مکانات جلا دیئے اور کھجور کے باغات بھی جلائے اور اپنے باپ کے قاتل کو بھی قتل کیا۔ مدینہ واپس آئے تو مسلمانوں کا کوئی آدمی شہید نہیں ہوا تھا۔ اہل مدینہ اور مہاجرین کھلے کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خوش ہو کر ان کا استقبال کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ لشکر تین ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔ جن میں سات سو افراد قریش کے تھے۔

بَابُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات میں بنفس نفیس شمولیت فرمائی۔

حدیث نمبر ۴۰۱۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ الخ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ارقمؓ سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تم نے کتنے غزوات میں شمولیت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ سترہ غزوات میں۔ تو میں نے پوچھا۔ خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات میں حصہ لیا۔ انہوں نے فرمایا انیس ۱۹ غزوات میں۔

حدیث نمبر ۴۰۱۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ الخ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشْرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں حضرت البراءؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ میں نے جناب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پندرہ غزوات میں شمولیت کی ۔

حدیث نمبر ۴۱۰۷ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الخ عَنْ اَبِیْهِ بُرَیْدَةَ قَالَ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً ۔

ترجمہ ۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں ۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سولہ غزوات میں شمولیت کی ۔

راقم السطور :۔ محمد عبد السلام قاسمی ۔ ۲۹۴ ۔ بی ۔ شاہ رکن عالم کالونی ۔ ملتان شہر ۔ فون ۔ ۵۶۱۵۵۳

کتاب قرآن کی تفسیر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

شروع ساتھ نام اللہ کے جو بہت رحم والا مہربان ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمُ اِسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ الرَّحِيْمُ وَالرَّاحِمُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ كَالْعَلِيْمِ وَالْعَالِمِ۔

ترجمہ۔ رحمٰن اور رحیم دونوں رحمت مصدر کے اسم صفت مشبہ ہیں مبالغہ کے لئے رحیم اور راحم ہم معنی ہیں۔ جیسے علیم اور عالم مگر علیم اور رحیم میں مبالغہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

وَسُمِّيَتْ اُمَّ الْكِتٰبِ اَنَّهٗ يُبْدَاُ بِكِتَابَتِهَا فِى الْمَصَاحِفِ وَيُبْدَاُ بِقِرَاءَتِهَا فِى الصَّلٰوةِ وَالدِّيْنُ الْجَزَآءُ فِى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِالدِّيْنِ بِالْحِسَابِ مَدِيْنِيْنَ مُحَاسَبِيْنَ۔

ترجمہ۔ سورۃ الفاتحہ کے بارے میں جو کچھ فضائل وارد ہوئے ہیں اور فاتحۃ الکتاب کے علاوہ اس سورت کا نام ام الکتاب بھی رکھا گیا ہے۔ کیونکہ صحیفوں میں اس کے لکھنے سے ابتدا کی جاتی ہے۔ اور نماز میں اس کے پڑھنے سے شروع کیا جاتا ہے۔ اور دین کے معنی بدلے کے ہیں۔ خواہ بدلہ خیر کا ہو۔ یا شر کا۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے۔ کما تدین تدان جیسے کرو گے ویسے بھرو گے۔ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ دین کا معنی حساب ہے۔ جیسے مدینین کے معنی حساب کئے گئے لوگوں کے ہیں۔

حدیث نمبر ٤٠١٨ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أُجِبْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي فَقَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ ثُمَّ قَالَ لِي لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ قُلْتُ لَهُ أَلَمْ تَقُلْ لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن المعلیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ پس میں آپؐ کو جواب نہ دے سکا یعنی لبیک نہ کہہ سکا۔ فارغ ہو کر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس لئے جواب نہ دے سکا۔ آپؐ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اللہ اور رسول کی دعوت قبول کرو۔ جب وہ تمہیں بلائیں۔ پھر آپؐ نے مجھے فرمایا۔ کیا تمہیں ایک ایسی سورۃ نہ سکھلاؤں جو قرآن مجید میں سب سورتوں سے بڑی عظمت والی ہے۔ تمہارے مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے۔ پھر آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پس آپؐ نے مسجد سے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے کہا۔ کیا آپؐ نے نہیں فرمایا تھا کہ میں آپؐ کو ایک ایسی سورۃ سکھلاؤں گا۔ جو قرآن مجید سے بڑی عظمت والی سورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ الحمد للہ رب العالمین ہے۔ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جسے مجھے دی گئی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ تفسیر فسر سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی بیان اور وضوح کے ہیں اور اس میں خصوصیت کتاب اللہ اور کلامِ رسول کی نہیں۔ بلکہ لغت میں تعمیم ہے۔ البتہ عرفِ شرع میں بیان کلام اللہ کے ساتھ مختص ہو گیا ہے۔ پھر دوسری تخصیص یہ ہے کہ تفسیر اور تاویل دو الگ الگ ہوں گی۔ حضرت ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں۔ کہ تفسیر بیان مراد کلام اللہ بکلام رسولہ یعنی کلام باری تعالےٰ کی مراد پیغمبر خدا کے ذریعہ معلوم ہو سکتی ہے۔ بنا بریں تفسیر بالرائے حرام قرار دی گئی۔ چنانچہ ائمہ تفسیر ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ سب یہی فرماتے ہیں۔ اور تاویل اس کو کہتے ہیں۔ کہ جس معنی کا آیات تحمل کر سکیں تاویل بالرائے درست ہے۔ احتمالاتِ آیات کو تاویل میں بیان کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے متعلق فرمایا گیا۔ لا تحصی عجائبہ کہ اس کے عجائب کی کوئی گنتی نہیں۔ متاخرین مفسرین کلام میں ہم ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو متقدمین کے کلام

میں نہیں ملتیں۔ تو اسے تفسیر نہ کہا جائے گا۔ اس کو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے زیادہ واضح کیا ہے۔ کہ تفسیر کے لئے تین شرائط ہیں (۱) کلام اللہ کے مطابق معانی یعنی حقیقی معنی یا مجاز متعارف لئے جائیں (۲) سیاق وسباق اس معنے کے مخالف نہ ہو۔ (۳) قرونِ اولیٰ جن کے دور میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے اس آیت کے اس معنی کو سمجھا ہو۔ اگر کسی معنی میں یہ تینوں شرائط موجود ہیں تو یہ تفسیر ہوگی۔ اگر دو شرطیں پائی جائیں تو تاویل قریب ہے اگر ایک شرط ہو تو تاویلِ بعید ہے۔ اگر ان شرائط ثلاثہ میں سے کوئی شرط بھی نہ پائی جائے تو یہ تحریف ہے۔ اس وضاحت کی اس لئے ضرورت پیش آئی۔ کہ معتزلہ۔ شیعہ۔ قدری۔ جبری۔ اہل سنت والجماعت سب کے سب دلیل میں قرآن کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ میں معتزلی ناظرۃ کو بمعنی منتظرۃ کے لیتا ہے۔ اور الیٰ کے معنی الاء ربھا کے لیتا ہے۔ اہل سنت والجماعت رؤیت الیٰ ربھا کے معنی لیتے ہیں۔ سنی معتزلی سے کہتا ہے کہ تمہاری تاویل سیاق کے مخالف ہے۔ کیونکہ انتظار میں نضرت اور ترو تازگی نہیں آسکتی۔ بلکہ انتظار کی وجہ سے تو عبوستہ اور زردی آتی ہے۔ دوسری شرط یہ تھی۔ کہ قرن اولیٰ میں اس آیت کے کیا معنی سمجھے گئے ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام نے ناظرۃ الیٰ ربھا کے معنی یہی رائیۃ کے لئے ہیں۔ اس کے خلاف ان سے منقول نہیں۔ اور الیٰ کے معنی آلاء کے لینا یہ مجاز متعارف نہیں۔ لہٰذا یہ تفسیر صحیح نہ ہوگی۔

علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ التاویل وسیع۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی فوج غلبہ حاصل کرنے والی تھی۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ نے مغلوبیت کے خوف سے اس جنگ کو ٹالنا چاہا۔ تو قرآن مجید کو حضرت عمرو بن العاصؓ کی تجویز پر نیزوں پر اٹھا لیا گیا۔ اور سفید جھنڈا لہرا کر ان الحکم الا للّٰہ کا نعرہ لگا دیا۔ تو فوج علیؓ کے نوجوانوں نے جنگ لڑائی بند کر دی۔ اور حَکَم مقرر کرنے پر تیار ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ فریقین کے حکم مقرر ہوتے۔ حضرت علیؓ فرماتے رہے۔ ان الحکم الا للّٰہ کلمۃ حق ارید بھا الباطل کہ کلمہ تو حق ہے۔ لیکن اس سے مراد باطل ہے۔ جب فیصلہ خلاف ہوا تو یہی شیعانِ علیؓ نے دونوں رہنماؤں کو کافر قرار دیا۔ حضرت علیؓ نے ان کے سمجھانے کے لئے حضرت ابن عباسؓ کو بھیجا۔ فرمایا۔ کہ کلام اللہ سے ان کو نہ سمجھانا حدیثِ نبوی سے ان کو راہِ راست پر لانا۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات تو ذو وجوہ ہیں۔ احادیث نے ان کو بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔ وانزلنا علیک القرآن لتبین للناس کہ ہم قرآن آپ پر اس لئے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت کر دیں۔

چنانچہ ابن عباسؓ کے سمجھانے پر آٹھ ہزار خارجی واپس آ گئے۔ چار ہزار اپنی ضد پہ قائم رہے۔ یہ تقیہ باز نہیں تھے۔ نڈر اور بہادر تھے۔ چنانچہ شبیب خارجی کی بیوی حجاج بن یوسف ثقفی جیسے ظالم کا سال بھر تک مقابلہ کرتی رہی ہے۔ جامع مسجد میں اس کا آنا مشکل کر دیا تھا۔ اقامت غزالہ سوق الضراب بین العراقین حولاً قمیئاً اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کو دو مرتبہ خارجیوں نے پکڑ کر توبہ کرنے پہ مجبور کیا۔ امام صاحبؒ نے خود بھی توبہ کی اور ان سے بھی توبہ کرائی۔ یہ لوگ مرتکب کبیرہ کو کافر سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے امام صاحبؒ سے توبہ کرائی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا۔ ہر فعل ارتداد پہ دلالت نہیں کرتا۔ دیکھو مجھ سے کوئی فعل کفر کا سرزد نہیں ہوا۔ تم نے مجھے خواہ مخواہ کافر سمجھا۔ لہٰذا تم بھی توبہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے بھی توبہ کی۔ غرضیکہ قرآن مجید اجمال ہے۔ اس کی تفسیر سنۃ الرسول سے کرنی چاہیئے۔ چونکہ اہل سنت والجماعت اسی طریقہ پہ تفسیر کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حضرات ان شروط ثلاثہ کو ملحوظ رکھ کر تفسیر کرتے ہیں۔ یہ شروط اس معنی پہ قرینہ ہوتی ہیں۔ امام بخاریؒ اس مقام پہ تفسیر سے عام معنی مراد لیتے ہیں۔ بیان ما یتعلق بالآیۃ۔ یعنی لغوی معانی کے علاوہ شان نزول کے اختلاف کو دور کرنا۔ قرأت کا اختلاف بیان کرنا۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ معنی الجملہ کی تبیین کرے۔ امام بخاریؒ نے اس جگہ زیادہ تر حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر معانی پہ اعتماد کیا ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ کو اس بارے میں امتیازی شان حاصل ہے۔ ایک تو آپؐ نے ان کے بارے میں دعا فرمائی۔ اللھم علمہ الکتاب وفقھہ فی الدین۔ اے اللہ انہیں کتاب سکھلا دے۔ اور دین کی سمجھ عطا فرما۔ اور ان کے بارے میں فرمایا۔ ان لہ لسانا سؤلا وقلبا عقولا۔ اگرچہ آپ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا زمانہ بہت مختصر ہے۔ ان کو لغت عرب پر عبور حاصل تھا۔ اور قرآن مجید کا سمجھنا لغت عرب میں مہارت پیدا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ کاسا دھاقا میں دھاق کے معنی چھلکنے کے ہیں۔ اہل مکہ کے یہاں استعمال نہیں۔ البتہ اہل عرب اسے استعمال کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے جب کسی قرآنی لفظ کا معنی پوچھا جاتا تھا۔ تو وہ معنی تبلا کر استشہاد میں اشعار جاہلیت پیش کرتے تھے۔ جو ان کو ازبر ہوتے تھے۔ تو ان سے کہا جاتا کہ ھل وجدت فی کلام العرب اگرچہ اشعار جاہلیت میں فحش اور بے ادبی کی باتیں بہت ہوتی ہیں۔ لیکن کلام اللہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے کلام عرب کا احاطہ ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ علیکم بدواوین العرب۔ متنبی وغیرہ کے اشعار سے ہم استدلال اس لئے نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ متولدین میں سے ہیں۔ اسلام سے پہلے جو

شعراء جاہلیت گزرے ہیں۔ ان کے کلام سے استدلال ہوگا۔ بنا بریں امام بخاریؒ حضرت ابن عباسؓ کے کلام پر اعتبار کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی دوسرے حضرات سے بھی لیتے ہیں۔

الرحمٰن یہ لفظ اگرچہ لغت عرب میں مستعمل تھا۔ لیکن قریش مکہ کے یہاں قلیل الاستعمال تھا۔ اس لئے وہ کہتے تھے ما الرحمٰن رحمٰن اور رحیم کا مادہ ایک رحمت ہے۔ صیغے دونوں مبالغہ کے ہیں۔ لیکن زیادہ الفاظ کی وجہ سے رحمان میں مبالغہ زیادہ ہے۔ زیادۃ اللفظ تدل علیٰ زیادۃ المعنی مشہور جملہ ہے۔ اور مشہور یہ ہے۔ کہ رحمان کا اطلاق باری تعالےٰ پر دنیا کے اعتبار سے ہے۔ کہ آپ کی رحمت دنیا میں وسیع ہے۔ جو فاسق۔ کافر اور مطیع و مسلم سب کو شامل ہے۔ اور رحیم باعتبار آخرت کے ہیں۔ کہ آخرت میں آپ کی رحمت مؤمنین و مسلمین کے ساتھ مختص ہوگی۔ البتہ باعتبار کیف کے رحمت اخروی زیادہ ہے۔ اور باعتبار کم اور متعلقات کے رحمت دنیا وسیع ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا۔ باری تعالےٰ باعتبار دنیا کے رحمٰن تربیت کے لحاظ سے ہیں۔ کیونکہ تربیت کہتے ہیں کہ کسی چیز کو تدریجاً اس کے کمال تک پہنچانا۔ تاکہ اس کے نتائج پیدا ہونے لگیں۔ تو یہ تربیت بغیر رحمت کے نہیں ہوسکتی۔ اور نتائج کا تحفظ بھی بغیر رحمت کے نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا تربیت کے لحاظ سے رحمان اور نتائج حاصلہ کی حفاظت کے اعتبار سے رحیم کہا گیا۔ امام بخاریؒ ان فروق کے درپے نہیں ہے۔ دوسرے حضرات مفسرین انہیں بیان کرتے ہیں۔

رحیم بر وزن فعیل۔ کبھی یہ وزن فاعل کے معنی میں آتا ہے اور کبھی مفعول کے معنی میں۔ تو امام بخاریؒ نے بتلادیا۔ کہ رحیم راحم کے معنی میں ہے۔ اگر سوال ہو۔ کہ فعیل کا وزن تو استمرار و دوام پر دلالت کرتا۔ فاعل استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ تو رحیم میں دوام ہوگا راحم میں نہیں ہوگا۔ تو پھر رحیم راحم کے معنی میں کیسے ہوا۔ تو کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ کا یہ مقصد نہیں کہ رحیم دوام سے نکل گیا۔ بلکہ بتلانا یہ ہے کہ فعیل بمعنی فاعل کے ہے۔ جیسے علیم بمعنی عالم کے ہے۔ تفسیر میں جملہ وجوہ کا لحاظ ضروری نہیں۔ جو چیز نقل سے مل گئی اسے بیان کردیا۔

بسم اللہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماسبق سے فصل کے لئے بتلایا گیا۔ اسی بنا پر امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ البسملۃ اٰیۃ واحدۃ انزلت لفصل السور۔ تو امام صاحبؒ اسے مستقل آیت مانتے ہیں۔ جو فصل کے لئے نازل ہوئی۔ امام شافعیؒ اسے جزء سورۃ مانتے ہیں۔

ام الکتاب ام کے معنی مبدء کے ہیں۔ اگرچہ وہ اس سے نہ نکلتی ہو اور پیدا ہوتی ہو۔ لیکن توسعًا

ہر مبدء کو امّ کہا گیا۔ اگر شبہ ہو کہ قرآن کی ابتدا تو اقرء باسم ربک سے ہوئی ہے۔ تو سورۃ فاتحہ مبدء کیسے ہو گی۔ تو امام بخاریؒ نے جواب دیا۔ کہ کتابت فی المصاحف میں اس سے ابتدا کی جاتی ہے۔ اور نماز میں قرأت بھی اس سے شروع ہوتی ہے۔ بایں معنی مبدء ہوا۔

الدین کے متعدد معانی آتے ہیں۔ طریقہ موصلہ۔ جزاء۔ مذہب وغیرہ۔ اصلی معنی جزاء کے ہیں۔ کما تدین تدان ای کما تعمل تجزی۔ دین بمعنی عمل بطور مشاکلہ کے ہے۔ کہ ایک معنی کو قرب کی وجہ سے دوسرے معنی کا لباس پہنا دیا جائے۔ جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا واطبخوا لی جبۃ وقمیصا۔ حضرت مجاہدؒ دین کے معنی حساب کے لیتے ہیں۔ جیسے غیر مدینین بمعنی غیر محاسبین کے ہے۔ اور أرأیت الذی یکذب بالدین۔ اے بالحساب تو دین کے اندر دو معنی ہوئے۔ جزاء اور حساب۔

استجیبوا للہ وللرسول الخ یہ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ کہ جب اللہ کا رسول پکارے تو استجابت واجب ہے۔ خواہ نماز میں ہو یا خارج صلوٰۃ۔ پھر شوافعؒ فرماتے ہیں کہ نماز اس سے فاسد نہ ہو گی۔ تو یہ خصوصیاتِ نبویہ میں سے ہو جائے گی۔ لیکن اکثر حضرات ائمہ کا یہ مسلک ہے۔ کہ استجابت، واجب ہے۔ نماز کا توڑ دینا ضروری ہے۔ جیسے کسی پریشان حال کی فریاد رسی اور مال کے چوری ہونے کی وجہ سے نماز توڑ دی جاتی ہے۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی قضا کرے۔

والقرآن العظیم حضرت شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور ان کے موافقین فرماتے ہیں۔ کہ قرآن مجید تمام کا تمام اعظم ہے۔ کسی آیت کو کسی دوسری آیت پر فضیلت نہیں ہے۔ لیکن جمہور ائمہ کا مسلک یہ ہے۔ کہ چونکہ احادیث نبویہ میں بعض آیات کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور وہ فضیلت باعتبار ثواب کے ہے۔ اس سے دوسری آیات کی تحقیر و تذلیل مقصود نہیں۔

السبع المثانی والقرآن العظیم کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔ ایک تو یہی کہ سورۃ فاتحہ میں سات آیات ہیں۔ اسی بنا پر امام اعظمؒ انعمت علیہم پر وقف کرتے ہیں۔ شوافعؒ حضرات چونکہ بسم اللہ کو جزء سورۃ مانتے ہیں۔ اس لئے وہ انعمت علیہم پر وقف نہیں کرتے۔ امام صاحبؒ کا قول اس لئے راجح ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جو قسمت الفاتحۃ بینی و بین عبدی والی روایت نقل کی ہے۔ اگر بسملہ کو داخل مانا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حصہ میں ساڑھے چار آیات اور بندے کے حصہ اڑھائی آیات رہ جاتی ہیں۔ اور بعض حضرات نے سبع مثانی کا مصداق پہلی سبع طوال کو قرار دیا ہے۔ سورۃ بقرہ سے سورۃ انفال تک۔ اور بعض نے

سبع مثانی باعتبار مضامین کے کہا ہے۔ تبشیر تنذیر احکام قصص وغیرہ۔ دیگر حضرات نے اور بھی مصداق بیان کئے ہیں۔ لیکن راجح یہی ہے جس کو امام بخاریؒ نے بیان فرمایا۔ اور مثانی مثنٰی کی جمع ہے۔ جس کے معنی تکرار کے ہیں۔ تو اس سورۃ مثانی اس اعتبار سے کہا گیا تھا۔ مرۃ بعد اخریٰ۔ نماز میں بار بار دہرائی جاتی ہے۔ یا نزول کئی بار ہوا ہے۔ اور بعض نے حمد و ثنا پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اسے مثانی کہا ہے۔ اور بعض نے تکرار الفاظ کی وجہ سے مثانی کہا ہے۔ الرحمٰن الرحیم۔ ایاک اور صراط کے الفاظ مکرر ہیں۔ اور بعض نے کہا سبع مثانی خود قرآن مجید ہے۔ کہ اوّلاً وہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک اور پھر وہاں سے آپؐ کے قلب اطہر پر نزول ہوتا رہا۔ اس تقدیر پر من تبعیضیہ ہوگا۔ اور پہلی صورتوں میں من تبیینیہ تھا۔ اور بعض نے کہا کہ خود یہی سورۃ فاتحہ قرآن عظیم ہے۔ جو امم سابقہ میں سے کسی کو نہیں دی گئی۔ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم سے یہی سورۃ مراد ہے۔ تو اس صورت میں عطف تفسیری ہوگا۔ اور جو لوگ عطف کو تغایر کے لئے کہتے ہیں۔ ان کے یہاں قرآن عظیم اس حصہ کو کہا جائے گا۔ جو سورۃ فاتحہ کے علاوہ ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کو قرآن عظیم اس لئے کہا گیا کہ قرآن مجید کے سب مضامین اس سورۃ میں جمع ہیں۔ بعض محققین کا کہنا ہے۔ کہ قرآن مجید کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں اور اس کا خلاصہ بسملہ میں اور بسملہ کا خلاصہ حرف باء میں بیان کیا گیا ہے۔ جو الصاق کے لئے ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے چمٹ جاؤ۔ اور یہ سورۃ تعلیم آداب حضوری کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اس لئے سب سورتوں سے افضل ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | الرحمٰن الرحیم ص۶۴۲ س۹ امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ ان دونوں کا معنی اور مادۂ اشتقاق ایک ہے۔ اگرچہ فاعل کا اکثر استعمال حدوث کے معنی میں ہوتا ہے اور فعیل کا دوام پہ دلالت کرتا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتا ہے۔ جب کہ اصل معنی فعل کے رہنے دیئے جائیں اور زائد معنی سے انہیں خالی کر لیا جائے۔ اور فعیل کا لفظ صفات خلقیہ میں اس لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کہ ان صفات کو حدوث سے خالی کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے موصوف پر کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرتا کہ یہ صفت اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔

مدینین بمعنی محاسبین ص۶۴۲ س۱۳ یہ اطلاق احد المسا دبین علی الآخر ہے۔ کیونکہ حساب جزا و سزا کے لئے ہوتا ہے۔ اور جزا و سزا بغیر محاسبہ کے ممکن نہیں تو دونوں میں تلازم کی نسبت ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ تفسیر فسر سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کھولنے اور بیان کرنے کے ہیں۔ تفسیر اور تاویل کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا تفسیر بیان المراد باللفظ اور تاویل

بیان المراد بالمعنی مطلب یہ ہے کہ تفسیر کا طریقہ روایت ونقل ہے اور تاویل کا طریقہ درایۃ اور عقل ہے۔ تو اس طرح قرآن عربی کے سمجھنے میں لسان عربی کی معرفت ضروری ہوئی۔ صاحب الفیضؒ فرماتے ہیں کہ پہلے پہل جن لوگوں نے قرآن مجید کی خدمت کی ہے۔ وہ ائمہ نحو ہیں۔ اگر امام بخاریؒ بھی ان کا طریقہ اختیار کرتے تو اچھا ہوتا۔ لیکن انہوں نے ابو عبیدہ معمر کا طریقہ اختیار کیا۔ کہ مفردات الفاظ کی تفسیر بیان کی جس میں ترتیب اور تہذیب ملحوظ نہیں ہے۔ اس لئے اس کی طرح ان کی تفسیر میں اقوال مرجوحہ آگئے ہیں اور کسی ترتیب کا لحاظ نہیں کیا۔ اس لئے طالبین کے لئے ان کی تفسیر کا سمجھنا مشکل ہوگیا۔ کیونکہ نقد وتہذیب کی طرف انہوں نے بالکل توجہ نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ابو عبیدہ کی طرح ان کے نزدیک مجاز کے اصطلاحی معنی نہیں ہیں۔ بلکہ لفظ کے استعمالات کے موارد کو مجاز کہا ہے۔

الرحمٰن الرحیم قسطلانیؒ تو فرماتے ہیں کہ دونوں لفظ رحمت سے مشتق ہیں۔ بعض حضرات نے اسے غیر مشتق مانا ہے۔ کیونکہ عرب نے کہا ما الرحمٰن۔ جواب یہ ہے کہ وہ لوگ تو اس کی صفت اور موصوف سے جاہل تھے۔ اس لئے ما الرحمٰن کہا من الرحمٰن نہیں کہا۔ اور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ان الرحمٰن خلقت الرحیم وشققت لھا اسما من اسمی الخ کہ میں ہی رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم کو پیدا کیا۔ اور اس کے لئے اپنے نام میں سے نام نکالا۔ تو یہ اشتقاق پر نص ہے۔ الرحمٰن فعلان کے وزن پہ اسم ہے۔ رحم سے۔ اور رحیم فعیل کے وزن پہ صفت مشبہ ہے۔ اور رحمت کے معنی لغت میں رقت القلب کے ہیں۔ جس سے وہ تفضل اور احسان کرنا چاہتا ہے۔ رحم بھی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ مافیہا پہ مڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور باری تعالیٰ کے بارے میں حقیقی معنی تو محال ہیں۔ البتہ مجازی معنی تفضل اور احسان کے مراد لئے جاتے ہیں۔

یعنی اصل معناھما الخ یہ جو امام بخاریؒ نے فرمایا کہ الرحیم والراحم بمعنی اس کے متعلق فرمارہے ہیں۔ کہ رحیم صفت مشبہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ اسم مفعول کے معنی میں نہیں۔

مدینین سے قطب گنگوہیؒ نے یہ بیان فرمایا کہ دین کے اصلی معنی تو جزاء کے ہیں۔ چونکہ حساب جزاء کو لازم ہے۔ اس لئے اطلاق اللازم علی الملزوم ہو۔ اور صاحب جلالین نے غیر مدینین بمعنی مجزیین کے لیا ہے۔ اور امام راغبؒ نے فرمایا کہ دین بمعنی شریعت کے عاریۃً ہے۔ اور بل تکذبون بالدین میں مجاہدؒ نے دین بمعنی حساب کے کیا ہے۔ تو مالک یوم الدین یوم الحساب اور یوم الجزاء کے معنی ہوں گے۔ اور بھی بہت

سے دین کے معانی بیان کئے جاتے ہیں۔ عادت۔ عمل۔ حکم۔ حال۔ خلق۔ طاعۃ۔ قہر اور ملت۔ ورع۔ سیاست۔ آخر میں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ تفسیر میں مختلف سورتوں کی متفرق آیات ذکر کرتے ہیں۔ اگرچہ ادنی مناسبۃ ہو۔ تو جب سورۃ فاتحہ میں مالک یوم الدین آیا تو آیت کی مناسبت سے سورۃ انفطار اور سورۃ واقعہ کی آیات ذکر فرمادیں۔

بَابٌ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

ترجمہ۔ باب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کا بیان۔

حدیث نمبر ۴۰۱۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَمَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگیا اس کے سب پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ من وافق قولہ الخ بعض حضرات نے توافق باعتبار زمان کے کہا ہے۔ اور بعض نے توافق حضور قلب مراد لیا ہے۔ اور ملائکہ سے اس جگہ وہ فرشتے مراد ہیں۔ جو ہر وقت ہر ہر فرد کے اور جماعت کے ساتھ رہتے ہیں۔ لیکن دوسری روایت میں ہے۔ کہ اذا قالت الملائکۃ فی السماء تو توافق زبانی آسمانی فرشتوں کے توافق سے مطلوب ہے۔ یعنی ملأ اعلیٰ کے ملائکہ ہمارے ساتھ ہی آمین کہیں گے۔

صراط مستقیم خط مستقیم تو اس کو کہتے ہیں جو اقصر خطوطاً یعنی سب سے چھوٹا خط۔ تو صراط مستقیم سے واضح راستہ اور کثیر الورود مراد ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں منعم علیہم چار ذکر ہوئے۔ منا النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ اور اس کے لئے تین چیزیں ذکر ہوئیں۔ منعم علیہ وہ ہے جو ضلالت اور غضب کی وجہ سے شوخی نہ کرتا ہو۔ جیسے یہود کرتے تھے۔ دوسرے منعم علیہ وہ ہوا کہ اس میں شوخی تو

نہ ہو اور گمراہی بھی نہ ہو۔ کہ نصاریٰ ضالاً ہیں۔ جن لوگوں پر انعامات ہوئے وہ انبیاء، صدیقین وغیرھم۔ نہ وہ گمراہ ہیں۔ اور نہ ہی شوخی کی وجہ سے ان پر غضب ہوا ہے۔ امت محمدیہ دونوں سے بچنا چاہتی ہے۔

اھدنا تثبت کے لئے کہتا ہے۔ کہ ہمیں ہدایت پر ثابت قدم رکھنا یا ہدایت کلی مشکک ہے جو درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ اس سے زائد اور بلند مرتبہ کو طلب کرتا ہے۔ لہذا تحصیل حاصل کا اعتراض نہیں وارد ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس مقام پر یہ تنبیہ کر دینا ضروری ہے، کہ حضرات محدثین کے یہاں تفسیر عام ہے۔ خواہ کسی کلمہ کی شرح کرنا ہو۔ یا کلام سے جو قصہ متعلق ہے۔ اس کی تفصیل بیان کی جائے۔ یا فضیلت بیان کی جائے۔ یا جو چیزیں سورۃ تمام کرنے کے بعد پڑھی جاتیں ان کا بیان ہوگا۔ اور کم از کم تفسیر میں یہ بھی داخل ہے۔ کہ قرآن مجید کا لفظ حدیث میں آگیا۔ اب پہلے امور کا تفسیر میں داخل ہونا تو ظاہر ہے۔ لیکن لفظ قرآن کا حدیث میں وارد ہونا یہ تفسیر میں کیسے داخل ہے اس میں خفا تھا۔ اس لئے اس کا نکتہ یہ ہے۔ کہ لفظ حدیث لفظ قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں جگہ قرآن و حدیث میں ایک ہی معنی مراد ہیں۔ اور لبسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کبھی کسی قصہ یا کلام میں لفظ کے معنی نہیں واضح ہوتے۔ حدیث اس کو واضح کر دیتی ہے۔ یا مراد واضح نہیں ہوتی۔ تو حدیث کے لفظ سے مراد واضح ہو جاتی ہے۔ یا یہ لفظ کسی قصہ کے علاوہ کسی اور جگہ آگیا۔ تو اگر آدمی آیت در روایۃ دونوں کا لحاظ کرے گا۔ تو مقصد سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ معلوم رہے کہ مصنفؒ کی تفسیر متاخرین حضرات کی تفسیر کے مطابق نہیں ہے۔ کہ اس میں مغلقات کا حل ہو۔ مسائل کی تحقیق ہو۔ بلکہ ان کا مقصد اس حدیث کا لانا ہے۔ جس کا کسی طرح سے لفظ قرآن سے مناسبت ہو۔ امام مسلمؒ کی کتاب میں تفسیر بالکل مختصر ہے۔ اور سب سے زیادہ ترمذی میں ہے۔ صحاح ستہ میں سے اور کسی کے اندر تفسیر نہیں ہے۔ البتہ ابو داؤد میں کتاب الحروف بھی تفسیر میں داخل ہے۔ جو امام بخاریؒ کے طریقہ کے مطابق ہے۔ بنابریں علامہ عینیؒ کا امام بخاریؒ پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہوگا۔ کہ باب غیر المغضوب علیھم میں نہ تو باب کا لانا مناسب ہے اور نہ ہی حدیث الباب کا تفسیر سے تعلق ہے۔ بلکہ اس حدیث کو باب فضل القرآن میں ذکر کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن جب امام بخاریؒ کا طرز تفسیر کا ضابطہ معلوم ہو گیا۔ تو پھر اعتراض کرنا سعی لاحاصل ہے۔ اس لئے قطب گنگوہیؒ نے جو تنبیہ فرمائی ہے اس سے امام بخاریؒ کی تفسیر پر وارد ہونے والے سب اعتراضات رفع ہو جائیں گے۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

بَابُ قَوْلِهٖ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

ترجمہ۔ باب وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کی تفسیر۔

حدیث نمبر ۴۰۲۰ **حَدَّثَنَا** مُسْلِمٌ عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ذَنْبَهٗ فَيَسْتَحْيِيْ اِئْتُوْا نُوْحًا فَاِنَّهٗ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ مَا لَيْسَ لَهٗ بِهٖ عِلْمٌ فَيَسْتَحْيِيْ فَيَقُوْلُ ائْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ائْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَاَعْطَاهُ التَّوْرٰةَ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْ رَّبِّهٖ فَيَقُوْلُ ائْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ائْتُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَنْطَلِقُ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاَحْمَدُهٗ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ اِلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ سَاجِدًا مِثْلَهٗ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ يَعْنِيْ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن مؤمن لوگ جمع ہوکر کہیں گے کہ کاش ہم کسی سے اپنے رب کی طرف شفاعت طلب کرتے تو عذاب حشر سے نجات ملتی۔ تو وہ حضرت آدمؑ کے پاس آکر کہیں گے۔ کہ آپ تمام لوگوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اپنے فرشتوں سے تجھے سجدہ کرایا ہے۔ اور تمام اشیاء کے نام آپ کو بتلائے اور سکھلائے ہیں۔ پس آپ ہمارے لئے اپنے ربّ سے سفارش کریں تاکہ وہ ہمیں ہمارے اس مکان عذاب سے راحت پہنچائیں۔ وہ فرمائیں گے میں تمہارے اس مرتبہ کا نہیں ہوں۔ وہ اپنی لغزش یاد کرکے شرما جائیں گے۔ کہیں گے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کا پہلا رسول ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا ہے۔ وہ بھی کہیں گے کہ میں تمہارے اس مرتبہ کا نہیں ہوں۔ وہ اپنے اس سوال کو یاد کریں گے جس کا انہیں علم نہیں تھا۔ وہ بھی شرما جائیں گے۔ فرمائیں گے۔ کہ تم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ تو وہ بھی فرمائیں گے کہ میں تمہارے اس مرتبہ کا نہیں ہوں۔ یہ میرا مقام نہیں۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ جو اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے شرفِ ہمکلامی بخشا۔ اور انہیں تورات عطا فرمائی۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ وہ اپنے اس قتل خطاء کو یاد کریں گے۔ جو ناحق ان سے صادر ہوا۔ پس اپنے رب کے سامنے جانے سے شرما جائیں گے۔ فرمائیں گے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ کے کلمہ کُن سے پیدا ہوئے اور اس کی روح ہیں۔ تو وہ بھی فرمائیں گے کہ میں اس مرتبہ کا اہل نہیں ہوں۔ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کا ایسا بندہ ہے جس کی اللہ تعالےٰ نے اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کردی ہیں۔ پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے کہنے پر چل پڑوں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے ربّ سے حاضری کی اجازت طلب کروں گا۔ تو مجھے مقام محمود پر حاضری کی اجازت مل جائے گی۔ پس جب میں اپنے ربّ کو دیکھوں گا۔ تو سجدے میں گر پڑوں گا۔ جب تک اللہ تعالےٰ کو منظور ہوگا مجھے چھوڑ دیں گے۔ پھر کہا جائے گا۔ آپؐ اپنا سر مبارک اٹھائیں جو مانگیں آپؐ کو دیا جائے گا۔ جو کہیں گے آپؐ کی بات سنی جائے گی اور جس کی آپؐ سفارش کریں گے۔ آپؐ کی سفارش قبول کی جائیں گی۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔ اور ان تمیدی کلمات سے اللہ کی حمد و ثنا بیان کروں گا جو اس وقت وہ مجھے سکھلائیں گے پھر میں سفارش کروں گا۔ پس

میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ جن کو میں جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر اللہ میاں کے ہاں واپس آؤں گا۔ پس جب اپنے رب کو دیکھوں گا تو اس طرح کروں گا۔ جیسے پہلے کیا تھا۔ پھر سفارش کروں گا۔ پھر ایک حد مقرر کی جائے گی۔ جن کو میں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری کے بعد چوتھی مرتبہ آ کر کہوں گا۔ کہ جہنم میں ان لوگوں کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ جن کو قرآن نے روک دیا ہے۔ اور ان پر ہمیشگی واجب ہو چکی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ الا من حبسہ القرآن سے اللہ تعالےٰ عزوجل کا فرمان خالدین فیہا مراد ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اذا رأیت ربی مثلہ مثلہ ۶۴۳ ای باقی الکلام مثل ما تقدم۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسطلانیؒ میں ہے ای افعل مثل ما سبق من السجود ورفع الرأس وغیرہ اور مشکوٰۃ میں شیخین کی روایت سے اس کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس میں اعود الثالثۃ کا ذکر بھی ہے۔

بَابٌ قَالَ مُجَاهِدٌ اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ اَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ اللّٰهُ جَامِعُهُمْ عَلَى الْخٰشِعِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا قَالَ مُجَاهِدٌ بِقُوَّةٍ يَعْمَلُ بِمَا فِيْهِ وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ مَرَضٌ شَكٌّ صِبْغَةٌ دِيْنٌ وَمَا خَلْفَهَا عِبْرَةٌ لِمَنْ بَقِيَ لَا شِيَةَ فِيْهَا لَا بَيَاضَ وَقَالَ غَيْرُهُ يَسُوْمُوْنَكُمْ يُوْلُوْنَكُمْ الْوَلَايَةُ مَفْتُوْحَةٌ مَصْدَرُ الْوَلَاءِ وَهِيَ الرُّبُوْبِيَّةُ وَاِذَا كُسِرَتِ الْوَاوُ فَهِيَ الْاِمَارَةُ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحُبُوْبُ الَّتِيْ تُؤْكَلُ كُلُّهَا فُوْمٌ فَادَّارَأْتُمْ اخْتَلَفْتُمْ وَقَالَ قَتَادَةُ فَبَاءُوْا فَانْقَلَبُوْا وَقَالَ غَيْرُهُ يَسْتَفْتِحُوْنَ يَسْتَنْصِرُوْنَ شَرَوْا بَاعُوْا رَاعِنَا مِنَ الرُّعُوْنَةِ اِذَا اَرَادُوْا اَنْ يُحَمِّقُوْا اِنْسَانًا قَالُوْا رَاعِنَا لَا تَجْزِيْ لَا تُغْنِيْ اِبْتَلٰى اِخْتَبَرَ خُطُوَاتِ مِنَ الْخَطْوِ وَالْمَعْنٰى اٰثَارَهُ۔

ترجمہ۔ مجاہد کی تفسیر ہے۔ شیاطینہم سے منافقین اور مشرکین ان کے ساتھی مراد ہیں۔ محیط الخ کہ اللہ ان کو جمع کرنے والا ہے۔ علی الخاشعین سے سچے اور پکے مومن مراد ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ خذوا ما اتیناکم بقوۃ میں قوۃ کے معنی ہیں کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے اس پر عمل کرو۔ آگے ابو العالیۃ کی تفسیر ہے۔ مرض سے مراد شک یعنی کفر و ایمان میں تردد ہے۔ صبغۃ اللہ صبغۃ سے دین مراد ہے۔

ما خلفها کہ جو لوگ باقی رہ گئے ان کے لئے مقام عبرت ہے۔ لاشیة فیها کہ اس میں کوئی سفید دھبہ نہیں ہے۔ ان حضرات کے علاوہ ابو عبید کی تفسیر ہے۔ یسومونکم کہ تمہارے والی بنتے تھے ولایة اگر واؤ کی فتح سے ہے تو وہ ولاء کی مصدر ہے جس کے معنی پے در پے کرنے کے ہیں۔ اگر ولایة بکسر الواؤ ہے۔ تو پھر اس کے معنی حکومت کے ہیں۔ اور فومها میں بعض حضرات نے فرمایا۔ جو جو دانے کھائے جاتے ہیں وہ سب فوم ہیں۔ فادّارأتم اختلفتم کہ ایک دوسرے پر ٹالتے تھے۔ آگے قتادہ کی تفسیر ہے۔ باؤا بمعنی انقلبوا لوٹے۔ یستفتحون یعنی مدد طلب کرتے ہیں۔ شروا بمعنی باعوا بیچنے کے معنی ہیں۔ راعنا رعونۃ سے ہے۔ جس کے معنی حماقت کے ہیں۔ یہودی جب کسی انسان کو احمق بناتے۔ تو کہتے راعنا لا تجزی کہ لا تغنی کہ کام نہیں آئے گا۔ ابتلی امتحان لیا آزمایا۔ خطوات خطوۃ کی جمع ہے۔ نشان قدم کے معنی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | وما خلفها ص ۶۴۳ یعنی خلف کا لفظ ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ جو گزر چکے ہیں۔ جیسے سلف و خلف۔ لیکن اس مقام پر یہ معنی مراد نہیں ہیں۔

یولونکم مقصد یہ ہے۔ واؤ۔ لام اور یا میں قرب اور دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اگر استعمال میں ولایة بکسر الواؤ امارت کے ساتھ مختص ہے اور بفتح الواؤ الوہیۃ کے لئے ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | ما خلفها قطب گنگوہیؒ نے تنبیہ کر دی۔ کہ خلف کبھی بمعنی سبق کے آتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں خلف کو قدام کی ضد کہا گیا ہے۔ تو اسم بھی ہوگا اور ظرف بھی بنے گا۔ اور زجاج فرماتے ہیں خلفهم سے مراد وہ اعمال ہیں جو کر چکے اور ما بین ایدیهم سے امور آخرت مراد ہیں۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے تنبیہ فرما دی۔ کہ خلف اس جگہ سبق کے معنی میں نہیں بلکہ بقی کے معنی میں ہے۔ اور نکالا لما بین یدیها ای عقوبة لما خلا من ذنوبهم اور ما خلفها ای عبرة لمن بقی بعدهم من الناس کہ بعد والوں کے لئے عبرت ہے۔ یولونکم مختار صحاح میں ہے۔ ولی بمعنی قرب و دنا۔ الولایة یہ ابو عبیدہ کا کلام ہے۔ اور هنالک الولایة لله الحق سورۃ کہف میں ہے۔ اگرچہ یہ کلمہ سورۃ بقرہ میں نہیں۔ بلکہ سورۃ کہف میں ہے۔ امام بخاریؒ اس کلمہ کو اس جگہ اس لئے لائے ہیں۔ کہ یسومونکم کی تفسیر جو یولونکم سے کی گئی ہے۔ اس کی تائید ہو جائے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ۔ باب فلا تجعلوا للہ انداداً وانتم تعلمون کی تفسیر

حدیث نمبر ۴۰۲۱ حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ اِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِیْمٌ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ اَنْ یَّطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِیَ حَلِیْلَةَ جَارِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اللہ کے نزدیک کون سا گناہ بہت بڑا ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالےٰ کا مثل اور شریک بنائے۔ حالانکہ تجھے اسی نے پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا۔ واقعی یہ تو بہت بڑا گناہ ہے۔ میں نے کہا۔ پھر کون سا ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گا۔ میں نے پوچھا۔ پھر کون سا بڑا گناہ ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرتا رہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی الخ

قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْمَنُّ صَمْغَةٌ وَّالسَّلْوٰی طَیْرٌ۔

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ منّ تو ایک گوند کی طرح تھی ہے۔ سلوٰی بٹیر پرندہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ المنّ صمغۃ گوند کی مانند ترنجبین کو کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے برتنوں پہ رات ایک چیز جم جاتی تھی۔ جو شہد کی طرح میٹھی ہوتی تھی۔ اور درختوں پہ جمع ہو جاتی تھی۔ الکماءۃ برسات کی چھتری۔ بعض اسے شیطان کی چھتری کہتے ہیں۔ برسات کے موسم میں زمین سے اگتی ہے۔ کمارۃ کو من المنّ کہا گیا ہے۔ یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ جس طرح منّ بغیر مشقت کے حاصل ہوتی تھی۔ اسی طرح یہ چھتری (کھمبی) بھی بغیر مشقت کے حاصل ہوتی ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ جو منّ بنی اسرائیل پہ نازل ہوئی تھی وہ اصل الاصول ہے۔ اسی مادہ سے اب یہ زمین سے اگتی ہے جو بہت

لذیذ ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۲۲ حدثنا ابو نعیم الخ عن سعید بن زید قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکماۃ من المن وماءھا شفاء للعین۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن زیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ برساتی چھتری من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ المن صمغتہ ص ۶۴۳/۱۴ من کو گھمن سے تشبیہہ دی گئی۔ کہ وہ درختوں کی ٹہنیوں پر جم جاتی ہے۔ اگرچہ وہ گھمن نہیں ہے۔ کیونکہ گھمن (چھیر طہ) تو درخت سے نکلتی ہے۔ ترنجبین اس طرح نہیں کہ وہ درخت سے نکلے۔ کیونکہ وہ ترنجبین ایک ایسی چیز ہے۔ جو ایک مخصوص درخت پر شبنم کی طرح اتر کر جم جاتی ہے جو ہمارے ملک میں نہیں پائی جاتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ من کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔ کہ من درختوں پر اترتی ہے۔ جس کو لوگ شوق سے کھاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ترنجبین کی طرح ایک چیز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شہد کی طرح ایک شربت ہے جسے پانی ملا کر پیتے ہیں۔ مصنفؒ نے حضرت سعید بن زیدؓ کی روایت ذکر کی ہے۔ الکماۃ من المن کی مناسبت سے خطابیؒ پر رد کر رہے ہیں۔ جو فرماتے ہیں کہ کماۃ من کی ایک قسم ہے۔ جو ترنجبین کی طرح ایک چیز ہے۔ جو بنی اسرائیل پر نازل ہوئی تھی۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ کماۃ ایک درخت ہے جو خودرو ہے۔ بغیر تعب اور مشقت کے پیدا ہوتا ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ کہ محض کماۃ کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔ اگر سرمہ میں ملایا جائے تو بہتر ہے۔ شیخ صالح المحدث نے محض کماۃ کا پانی سرمہ کے طور پر استعمال کیا تو ان کا نور بصارت واپس آگیا۔ الحمد للہ۔

باب وإذ قلنا ادخلوا هذه القرية الخ

رغدا واسع كثير۔

حدیث نمبر ۴۰۲۳ حدثنی محمد الخ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قیل لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ فدخلوا یزحفون علی استاھھم فبدلوا وقالوا حطۃ حبۃ فی شعرۃ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ بنی اسرائیل سے کہا گیا۔ کہ تم بیت المقدس کے دروازے سے سر جھکائے ہوئے داخل ہو۔ اور حطۃ کہو۔ کہ ہمارے گناہ معاف کر دے۔ پس وہ اس حال میں داخل ہوئے۔ کہ اپنی سرینوں پر کھسک کر چلتے تھے۔ اور حطۃ کو بدل دیا۔ کہنے لگے حنطۃ۔ تفسیر حبۃ فی شعرۃ سے کی گئی جو کلام مہمل ہے۔ انہوں نے بطور استہزاء کے یہ کلمہ کہا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ تا مورحطۃ حبۃ یعنی انہوں نے حطۃ کی بجائے حبۃ فی شعرۃ کہا ہے۔ اور بعض نسخوں میں حنطۃ حبۃ ہے۔ شاید انہوں نے دونوں لفظوں کو جمع کر دیا ہو۔ یا بعض نے حبۃ فی شعرۃ کہا۔ جو ایک مہمل کلام ہے۔ جس سے ان کا مقصد سخریہ اور استہزاء تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل نے قول اور فعل دونوں میں مخالفت کی۔ سجدہ کرنے کا حکم تھا تو سرین کے بل چلنے لگے۔ یہ عملی مخالفت ہے۔ حطۃ کہنا تھا۔ تو حبۃ فی شعرۃ کہہ کر قولی مخالفت کی۔

بَابُ قَوْلِهِ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ

وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَبْرَ وَمِيكَ وَسَرَافِ عَبْدٌ إِيلُ اللهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں۔ جبر۔ میک اور سراف کے معنی عبد کے ہیں اور ایل اللہ کا نام ہے

حدیث نمبر ۲۰۲۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ بِقُدُومِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي أَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ فَمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدُ إِلَى أَبِيهِ أَوْ إِلَى أُمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي بِهِنَّ جِبْرِيلُ آنِفًا قَالَ جِبْرِيلُ قَالَ نَعَمْ قَالَ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا طَعَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ

فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهُتٌ وَإِنَّهُمْ إِنْ يَعْلَمُوا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ يَبْهَتُونِي فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ فِيكُمْ قَالُوا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا قَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالُوا أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالُوا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَانْتَقَصُوهُ قَالَ فَهٰذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا سنا تو وہ اپنی زمین میں پھل چن رہے تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تین چیزوں کے متعلق پوچھنے لگے اور کہا کہ نبی کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ قیامت قائم ہونے کی پہلی نشانی کیا ہے۔ دوسرا اہل جنت کی پہلی خوراک کیا ہوگی۔ تیسرے یہ کہ بچے کو باپ یا ماں کے مشابہ کون سی چیز کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھے جبرائیلؑ ان کے متعلق خبر دے کر گئے ہیں۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا۔ جبرائیلؑ! آپؐ نے فرمایا ہاں! جبرائیل! تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو فرشتوں میں سے یہود کا دشمن ہے۔ جس پہ رد کرتے ہوئے آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ یہ ہے۔ جو شخص جبرائیل کا دشمن ہے تو وہ ہوتا رہے۔ اس کا قصور صرف یہ ہے۔ کہ وہ آپؐ کے قلب اطہر پہ اللہ تعالےٰ کی وحی اتارتا ہے۔ یہ تو کوئی جرم نہیں۔ فرمایا۔ قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے۔ جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک اکٹھا کرے گی۔ اور پہلی خوراک جس کو جنت والے کھائیں گے وہ بڑی مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو وہ بچہ کو اپنی شکل وصورت پہ کھینچ لیتا ہے۔ اور جب عورت کا پانی آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو وہ اپنی شکل وصورت پہ کھینچ لیتا ہے۔ تو عبداللہ بن سلامؓ نے پڑھا اشھد الخ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ واقعی اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! یہود بہت ہی بہتان تراش لوگ ہیں۔ آپؐ کے سوال کرنے سے پہلے اگر انہیں میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا۔ تو

وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ پس یہود آئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کہ عبداللہ بن سلام تمہارے میں کیسے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم میں سے بہتر اور ہمارے بہتر باپ کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ فرمایا بتلاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو کہنے لگے اللہ اس کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ پس اس پر حضرت عبداللہ بن سلامؓ باہر نکل کر کہنے لگے۔ اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله۔ تو کہنے لگے کہ وہ تو ہم میں سے بدترین آدمی اور ہمارے بدترین آدمی کا بیٹا ہے۔ پس اور بھی ان کے نقائص بیان کئے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! مجھے اسی بات کا خطرہ تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا

حدیث نمبر ۴۰۲۵ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ عُمَرُ اَقْرَؤُنَا اُبَيٌّ وَاَقْضَانَا عَلِيٌّ وَاِنَّا يَقُوْلُ لَا اَدَعُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہم میں سے سب سے بڑے قاری حضرت اُبیؓ ہیں۔ اور ہم میں سے بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔ حالانکہ ہم البتہ حضرت اُبیؓ کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت اُبیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس بات کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں۔ وہ آیت بھلوا دیتے ہیں۔ نأت بخیر منها تو ہم اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت اُبیؓ نسخ قرآن کے قائل نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ بعض آیات میں نسخ ثابت ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ننسها نسأ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی مؤخر کرنے کے ہیں۔ جیسے انما النسیئ زیادة فی الکفر میں ہے۔

اقرء عہد نبوی میں اس شخص کو کہا جاتا تھا۔ جو کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا۔ جو زیادہ تر

حافظ ہوتے تھے۔ حضرت اُبی بن کعبؓ کا مشغلہ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنا رہتا تھا۔ اور اقضیٰ حضرت علیؓ تھے۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں حدیث السن ہوں۔ یعنی نوخیز نوجوان ہوں۔ فصل خصومات کی اہلیت نہیں رکھتا۔ تو آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا۔ جس کی برودۃ مجھے آج تک نہیں بھولی۔ اس کی وجہ سے انشراح صدر ہوا۔ کہ کسی فیصلے میں پیچھے رہنے کی نوبت نہیں آئی۔ اس لئے ان کو اقضٰی کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ بعض مشکل قضایا میں حضرت علیؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض قضایا میں فرمایا۔ کہ یہ قضیہ ایسا مشکل ہے۔ کہ ابوالحسن بھی اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ قضیۃ لا اباحسن لھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصل خصومات والی (حاکم) اور خلیفہ ہی انجام دیتا تھا۔ یعنی عدلیہ اور انتظامیہ ایک ہی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب کام بہت زیادہ ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے عدلیہ اور انتظامیہ کو الگ الگ کر دیا۔ تو محکمہ قضاء حضرت عمرؓ کے زمانہ سے الگ ہوا۔ تو حدیث الباب میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ حضرت ابی بن کعبؓ ہمارے میں سے اقرء ہیں۔ لیکن ان کی بعض قرآت ایسی ہیں۔ جو اولاً آپؐ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور بعد ازاں ما ننسخ من آیۃ کی رو سے منسوخ ہو گئی۔ لیکن حضرت ابی بن کعبؓ ان آیات کو منسوخ الحکم تو مانتے ہیں۔ منسوخ التلاوۃ نہیں مانتے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے۔ کہ بعض آیات منسوخ الحکم اور منسوخ التلاوۃ ہیں۔ بعض صرف منسوخ الحکم ہیں اور بعض منسوخ التلاوۃ ہیں۔ منسوخ الحکم نہیں ہیں۔ بحث گذر چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ۔

حدیث نمبر ۴۰۲۶ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ فَزَعَمَ اَنِّيْ لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِيْدَهٗ كَمَا كَانَ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لِيْ وَلَدٌ فَسُبْحَانِيْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ

نے فرمایا۔ حدیث قدسی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آدم کے بیٹے نے مجھے جھٹلایا۔ حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں تھا۔ اور اس نے مجھے گالی دی۔ حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میں اس بندے کو اس طرح لوٹانے پر قادر نہیں ہوں جس طرح وہ پہلے تھا۔ اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے۔ کہ اس کا کہنا ہے۔ کہ میری اولاد ہے۔ حالانکہ میں بیوی یا اولاد رکھنے سے پاک ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابتدائً پیدا کرنے اور اعادہ میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ جب ہماری نسبت سے اعادہ تواھون ہے۔ تو باری تعالیٰ کے لئے کیسے مشکل ہوگا۔ جس نے بغیر نمونہ کے پہلے پیدا کیا ہے۔ فلسفی کہتا ہے کہ اعادہ معدوم محال ہے۔ کیونکہ تشخصات نہیں لوٹ سکتے۔ البتہ مثل پیدا ہو سکتا ہے۔ اور تشخص میں زمان و مکان وغیرہ کو داخل کرتے ہیں۔ مگر بحث یہ ہے کہ تشخص کس چیز کا نام ہے۔

شتم لغت میں ہر اس فعل کو کہتے ہیں۔ جس میں شاتم مشتوم کی تحقیر اور تذلیل کرتا ہو۔ ولد کی ضرورت بقاء نوع کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جب کہ شخص باقی رہنے والا نہ ہو۔ شمس و قمر کو توالد و تناسل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان کے اشخاص موجود رہتے ہیں۔ نباتات۔ حیوانات وغیرہ کے اشخاص باقی نہیں رہتے۔ بلکہ وہ معدوم ہو جاتے ہیں۔ تو ان کا مثل رہنا ضروری ہے۔ باری تعالیٰ اس سے منزہ ہیں کہ ان کی مثل ہو۔ ولد کے لئے مثل ہونا ضروری ہے۔ ورنہ بصورت دیگر اس کی توہین ہے۔ گدھے اور انسان میں کسی قدر تو شرکت ہے۔ مگر ممکن اور واجب الوجود میں تو کسی قسم کی شرکت نہیں۔ بنا بریں باری تعالیٰ کے لئے بیٹا ٹھہرانے میں شتم کا درجہ اور بڑھ جائے گا۔ ایسے کسی ممکن کو اس کی بیوی قرار دیا جائے تو اس میں اس سے زیادہ توہین ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى مَثَابَةً يَثُوْبُوْنَ يَرْجِعُوْنَ۔

ترجمہ۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى کی تفسیر (اسی سورت میں) مثابہ کا لفظ ہے۔ اس کا معنی مرجع یعنی لوٹنے کی جگہ اس سے یثوبون یعنی لوٹتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۰۲۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ عُمَرُؓ وَافَقْتُ اللّٰهَ

فِي ثَلَاثٍ اَوْ وَافَقَنِي رَبِّي فِي ثَلَاثٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْتَ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ قَالَ وَبَلَغَنِي مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ إِنِ انْتَهَيْتُنَّ أَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا مِنْكُنَّ حَتّٰى أَتَيْتُ إِحْدٰى نِسَائِهِ قَالَتْ يَا عُمَرُ أَمَا فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَعِظُ نِسَاءَهُ حَتّٰى تَعِظَهُنَّ أَنْتَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ الْآيَةَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَنَا سَمِعْتُ أَنَسًا عَنْ عُمَرَ ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے تین امور میں اللہ تعالےٰ کی موافقت کی یا میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی۔ ایک تو یہ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کاش! آپؐ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیتے۔ تو اللہ تعالےٰ نے آیت نازل فرمائی۔ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی دوسری بات یہ ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ کے پاس نیک و بد آدمی آتے رہتے ہیں۔ اگر آپؐ امہات المومنین کو پردہ کا حکم دیتے تو بہتر ہوتا۔ تو اللہ تعالےٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔ اور تیسرے یہ کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج پر ناراضگی کی خبر پہنچی۔ تو میں نے ان بیبیوں کے پاس آکر کہا۔ کہ تم آپؐ کو ستانے سے باز آجاؤ۔ ورنہ اللہ تعالےٰ اپنے رسول کو تم سے بہتر بیویاں بدل دے گا۔ یہاں تک کہ میں جب آپؐ کی بعض بیویوں یعنی حضرت زینبؓ کے پاس پہنچا۔ تو وہ کہنے لگیں۔ اے عمر! کیا اللہ کا رسول اپنی بیویوں کو نصیحت نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ تم ان کی خیر خواہی کرنے لگے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمٰت۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلاق دے دیں۔ تو قریب ہے اس کا ربؐ اسے تم سے بہتر بیویاں بدل دے۔ جو مسلمان اور فرمانبردار ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق قریبًا چودہ پندرہ مقامات پر آیات نازل ہوئی ہیں۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحق ینطق علی لسان عمرؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے۔ کہ پہلی امتوں میں محدث اور ملہم لوگ ہوتے تھے۔ میری امت میں حضرت عمرؓ محدث ہیں۔ اس حدیث میں تین مقام کا ذکر ہے۔ اور کسی عدد کا ذکر کرنا زائد کو منع نہیں کرتا۔ بہرحال حکم الٰہی ان کی رائے کے تابع نہیں۔ بلکہ ان کی رائے کے موافق نازل ہوا۔

مقام ابراھیم ایک پتھر کا نام ہے۔ بنار کعبہ کے وقت جب ابراہیم علیہ السلام کو پتھر اٹھانے اور دیواریں اونچی لے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت لوگ مکہ میں موجود نہیں تھے۔ جن سے تعاون حاصل کیا جاتا۔ تو باری تعالیٰ نے جنت سے دو پتھر نازل فرمائے۔ جن پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے۔ جس قدر اونچا نیچا ہونا ہوتا ان کے حکم کے مطابق یہ پتھر اونچے نیچے ہوتے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ یہ دونوں پتھر یاقوت کے تھے۔ جو جنت سے آئے تھے۔ جن کا نور سلب ہو گیا۔ تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد ایک پتھر کو حجرِ اسود کی شکل میں کھڑا کیا گیا۔ جو بنو آدم کے ذنوب کو مقناطیس کی طرح کھینچنے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا۔ اور مقامِ ابراہیم کا پتھر ابھی تک سفید ہے۔ حجرِ اسود کو مشرقی جنوبی کونے پر نصب کیا گیا۔ اور دوسرے کو باب کعبہ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ جس کے اردگرد چھوٹا سا حجرہ بنایا گیا۔ جس میں وہ اب تک محفوظ چلا آتا ہے۔ ایام جاہلیت میں وہ اسی طرح بند رہتا تھا۔ جیسے اب ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ! اس حجرِ اسود کو درمیان میں لے کر مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنا دیا جائے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک جماعت کہتی ہے مصلّٰی علیہ نہیں مصلّٰی الیہ ہے۔ جس کا حکم رکعتی الطواف ہے۔ طواف کے سات اشواط میں سے ہر شوط پر حجرِ اسود کی تقبیل کرنا۔ اور اس کے قریب خانہ کعبہ کا شرقی جانب دروازہ ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تو مشرق و مغرب میں دو دروازے بنائے تھے۔ مگر قریش نے اپنے مفاد کے لئے ایک دروازہ کر دیا۔ اشواط کے اختتام پر رکعتی الطواف ادا کرنا واجب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مقامِ ابراہیم پہ پہنچ کر خانہ کعبہ کو اپنے مواجھہ پر کرے۔ حجرِ اسود اور خانہ کعبہ کے درمیان مقامِ ابراہیم کو رکھے۔ اگر اژدحام کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ تو پھر مسجد حرام میں جس جگہ چاہے رکعتی الطواف پڑھ سکتا ہے۔

من مقام ابراھیم میں اس توجیہ پر من زائدہ ہوگا۔ اور مقام ابراہیم سے پتھر مراد ہوگا۔ اور بعض حضرات مقام ابراہیم سے کعبہ مراد لیتے ہیں۔ تو اس وقت من تبعیضیہ ہوگا۔ ای اتخذوا بعض الکعبۃ مصلّٰی الیہ اور بعض نے تمام حرم مع بیت اللہ مراد لیا ہے۔ اس پر بھی من تبعیضیہ ہوگا۔ تو مصلّٰی

سے مصلّی فیہ مراد ہوگا۔ رکعتی الطواف کے لئے حکم یہی ہے۔ کہ حرم کے اندر پڑھی جائیں۔ حدودِ حرم سے باہر ادا کرنے میں کلام ہے۔ اور چوتھی توجیہ یہ ہے کہ مقام ابراہیم سے مشاہد حج مراد ہوں۔ چونکہ ان کے بیان کرنے والے ابراہیمؑ ہیں۔ اس لئے اس سے مشاعر ومشاہد حج مراد لئے گئے۔ اور مصلّی سے محلاً فیہ ہوں گے۔ امام بخاریؒ پہلی توجیہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

دوسری بات یہ تھی۔ کہ ابھی تک نزول آیت حجاب نہیں ہوا تھا۔ ہر فاسق وصالح آپؐ کے پاس آتا جاتا تھا۔ آپؐ ان کو تبلیغ کرتے، مناظرہ ہوتا، سب کے سب مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ مشرک، منافق وفاسق بھی ہوتے تھے۔ ان کی نگاہیں ازواج مطہرات پر پڑتی تھیں۔ اس لئے ان کو حضرت عمرؓ نے حجاب میں بیٹھنے کا مشورہ دیا۔ تو لاتبرجن تبرج الجاھلیۃ نازل ہوئی۔

یدنین علیھن من جلابیبھن او لیبدلن اللہ رسولہ ہیں او بمعنی الّا ان کے ہے۔

اما فی رسول اللہ الخ ای لیس کفایۃ فی رسول اللہ الخ ما یفظ نسائہ تو اس پر عسٰی ربہ الخ آیت نازل ہوئی۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ الخ

اَلْقَوَاعِدُ اَسَاسُهٗ وَاحِدُهَا قَاعِدَةٌ وَّالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ وَاحِدُهَا قَاعِدٌ۔

ترجمہ۔ قواعد جمع قاعدہ کی جس کے معنی بنیاد کے ہیں اور جو قواعد عورتوں کے لئے ہیں اس کی واحد قاعد ہے۔ یعنی تا تانیث کے ساتھ جو مفرد ہے اس کے معنی اساس کے ہیں۔ اور جس قواعد کا مفرد قاعد ہے بغیر تا کے ہے وہ عورت جو حیض۔ ولد اور زوج سے بیٹھ جائے۔

حدیث نمبر ۴۰۲۸ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرَيْ اَنَّ قَوْمَكِ بَنَوُا الْكَعْبَةَ وَاقْتَصَرُوْا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ الَّذِيْنَ يَلِيَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تیری قوم قریش نے جب کعبۃ اللہ کی تعمیر شروع کی اور انہیں ابراہیمؑ کی بنیادوں سے تعمیر کو روک دیا۔ کیونکہ چندہ کم ہو گیا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ اس کو ابراہیمی بنیادوں پہ نہیں لوٹا دیتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تیری قوم کفر سے نئی نئی نہ نکلی ہوتی تو میں ایسے کر دیتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ یقیناً یہ بات حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں۔ کہ آپؐ نے ان دو رکنوں کو ہاتھ لگانا چھوڑ دیا۔ جو حطیم کے متصل ہیں۔ کیونکہ بیت اللہ کی تعمیر ابراہیمؑ کی رکھی ہوئی بنیادوں پر پوری نہیں ہوئی تھی۔ کچھ گز زمین چھوڑ دی گئی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ القواعد من النساء یہ الفاظ سورۃ نور کی آیت کے ہیں۔ لیکن اتحاد لفظی کی بنا پر محض فرق بیان کرنے کے لئے اس مقام سے اسے ذکر کر دیا۔ قواعد کا تعلق جب اساس وغیرہ سے ہو۔ تو اس کا مفرد قاعدہ ہوگا۔ اور قواعد من النساء میں قواعد کا مفرد قاعد ہوگا۔ چونکہ قعود عن الحیض والنکاح والولد عورتوں کے ساتھ مختص ہے۔ اس لئے تا لانے کی ضرورت نہیں۔ جیسے حائض میں تا کی ضرورت نہیں۔

ان قومک میں جمیع قریش مراد ہیں۔ محض حضرت عائشہؓ کی قوم مراد نہیں۔ کیونکہ محض ان کے قبیلہ کے لوگ شامل نہیں تھے۔ بلکہ سب قریش تھے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا۔

حدیث نمبر ۴۰۲۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْكِتٰبِ يَقْرَءُوْنَ التَّوْرٰةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ۔ الْاٰيَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ اہل کتاب یعنی یہود اپنی کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے تھے۔ اور اہل اسلام کے لئے اس کی تفسیر عربی زبان میں کرتے تھے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ نہ تو تم اہل کتاب کی تصدیق کرو۔ ممکن ہے۔ وہ کلام محرّف ہوا اور نہ اسے جھٹلاؤ۔ ممکن ہے حق ہو۔ بلکہ یوں کہو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتاری گئی۔

بَاب قَوْلِهِ تَعَالٰى سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

حدیث نمبر ۴۰۲۳ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَّ كَانَ يُعْجِبُهٗ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى اَوْ صَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ صَلّٰى مَعَهٗ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ قَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَ الَّذِيْ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ وَّقُتِلُوْا لَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ منہ کر کے نماز پڑھی۔ آپؐ چاہتے یہی تھے۔ کہ آپؐ کا قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ نے عصر کی نماز بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھی۔ قوم نے بھی آپؐ کے ہمراہ اس طرف نماز پڑھی۔ تو ان میں سے ایک جس نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ ایک مسجد قباء والوں کے پاس سے اس کا گزر ہوا۔ جو رکوع کی حالت میں تھے۔ اس نے کہا۔ میں اللہ کے نام کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکّہ کی طرف نماز پڑھ کر آیا ہوں۔ تو وہ لوگ جس حالت میں تھے۔ اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے۔ اور جو لوگ تحویل قبلہ سے پہلے وفات پا چکے یا کچھ آدمی

قتل ہو چکے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہم ان کے بارے میں کیا کہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے۔ کہ وہ تمہاری نمازیں ضائع کرے تم نے تو حکم کی تعمیل کی تمہیں پورا ثواب ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

حدیث نمبر ۴۰۳۱ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ رَاشِدٍ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعٰى نُوْحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُقَالُ لِاُمَّتِهٖ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَتَانَا مِنْ نَذِيْرٍ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَاُمَّتُهٗ فَيَشْهَدُوْنَ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ فرمائیں گے لبیک اے میرے رب میں حاضر ہوں۔ وسعدیک۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔ کہ کیا آپ نے میرے احکام کی تبلیغ کی تھی۔ وہ فرمائیں گے۔ ہاں۔ تو ان کی امت سے پوچھا جائے گا۔ کہ انہوں نے تمہیں تبلیغ کی تھی۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے۔ کوئی شخص تمہارے لئے گواہی دے گا۔ وہ فرمائیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت ہے۔ پس یہ لوگ گواہی دیں گے۔ کہ واقعی نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری تصدیق کے لئے گواہی دیں گے۔ جرح ہو گی کہ تمہیں کیسے علم ہوا۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی کہ ان انبیاء اور رسل نے تبلیغ کی پس ہم نے ان کی تصدیق کی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ وجل ذکرہ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ کہ اس طرح ہمارا یہ انعام ہے کہ ہم نے تمہیں عادل امت

بنایا، تاکہ سرکاری گواہ کی حیثیت سے تم لوگوں پر گواہی دو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر گواہ ہوں گے۔ وسط کا معنی عدل ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ الخ

حدیث نمبر ۴۰۳۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ بَيْنَا النَّاسُ يُصَلُّوْنَ الصُّبْحَ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ اِذْ جَاءَ جَاءٍ فَقَالَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرْاٰنًا اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا فَتَوَجَّهُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ دریں اثنا لوگ مسجد قبا میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک آنے والے نے آکر کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا ہے۔ کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ پس تم بھی اس کی طرف منہ کر دو۔ پس وہ لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

بَابُ قَوْلِهٖ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ اِلٰى عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

حدیث نمبر ۴۰۳۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرے سوا اب ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ بیت المقدس اور بیت اللہ مراد ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ الخ

حدیث نمبر ۴۰۳۴ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّاُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ اَلَا فَاسْتَقْبِلُوْهَا

وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا بِوُجُوْهِهِمْ إِلَى الْكَعْبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ دریں اثنا لوگ صبح کی نماز میں قبا کے اندر تھے کہ ایک آدمی نے ان سے آکر کہا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آج رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتر چکا ہے۔ اور آپؐ کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ آپؐ کعبہ کی طرف منہ کریں۔ خبردار! تم لوگ بھی اسی طرف منہ کرو۔ لوگوں کا منہ شام کی طرف تھا۔ تو انہوں نے اپنے چہروں کو کعبہ کی طرف پھیر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ حدیث باب کو آیۃ کریمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی۔ کہ مسلمانوں نے محض ایک شخص کی خبر سے آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا۔ بخلاف اہل کتاب کے۔ اگرچہ ان کے پاس ہر قسم کے دلائل پیش کر دیئے گئے (تھے) اتباع نہیں کیا۔

بَابُ قَوْلِهِ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (الآیۃ)

حدیث نمبر ۴۰۲۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ دریں اثنا قبا میں لوگ صبح کی نماز میں تھے۔ کہ اچانک ایک آنے والا ان کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن اتر چکا ہے اور آپؐ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ پس تم بھی اسی کی طرف منہ کرو۔ جب کہ ان کے چہرے شام کی طرف تھے۔ پس وہ لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | الذین اٰتینا ھم الکتٰب ص۶۴۵/۱۳ آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اہل کتاب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ کہ آپؐ وہی نبی موعود ہیں جن کی تعریفیں تورات میں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ابتداءً بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھیں گے۔ اور

آخر میں تحویل قبلہ ہوگی۔ تو آپؐ آخر کار کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ تو اس حیثیت سے ان کی پہچان تحویل قبلہ کے معاملہ سے ہوگئی۔ تو اب اس حدیث کو اس باب میں لانے کے لئے یعرفونہ کی ضمیر تحویل کی طرف راجع کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کیونکہ اس کے بغیر بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو پہچاننا آپؐ کے جمیع احوال کا پہچاننا ہے۔ جو آپؐ کے ساتھ مخصوص ہیں خصوصًا تحویل قبلہ کا معاملہ تو تورات میں آپؐ کی علامت کے طور پر لکھا ہوا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ حدیث بیان کی ہے۔ قسطلانی کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں اپنے بیٹے کی بنسبت آپؐ کو بہتر طریق سے جانتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے اپنے ولد میں شک ہو سکتا ہے کہ کہیں اس کی ماں نے خیانت کی ہو۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ امام بخاریؒ نے اس مقام پہ کئی باب باندھے ہیں۔ اور ان میں اس رکوع کی کئی آیات ذکر فرمائی ہیں۔ اور ہر باب میں وہی ایک حدیث تحویل قبلہ والی ذکر فرمائی ہے۔ اور یہ طریقہ امام بخاریؒ نے سورۃ منافقین میں اختیار کیا ہے۔ شراح میں سے کسی نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے اس کی بہترین توجیہ بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ شیخ مکیؒ فرماتے ہیں۔ یہ سورۃ منافقون ابن ابی کے قصہ میں دفعۃ واحدۃ نازل ہوئی ہے۔ تعدد آیات اور تکرار قصہ سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتلانا ہے۔ کہ ان آیات میں سے کوئی آیت اس قصہ سے باہر نہیں ہے۔ یہی توجیہ یہاں بھی چلے گی۔ کہ یہ تمام آیات تحویل قبلہ کے واقعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ علامہ عینیؒ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کہ یکتمون ای صفۃ النبیؐ واستقبال الکعبۃ۔ الحدیث۔

تشریح از قاسمیؒ امام بخاریؒ کا مقصود حدیث کو دونوں بابوں میں لانے سے یہ ہے۔ کہ عدم اتباع کا مفہوم جو آیت کریمہ سے لیا گیا ہے۔ وہ جمیع اہل کتاب کو شامل نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض جیسے عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں۔ اشک فی ابنی ولا اشک فی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ نظم دانی میں الذین اتیناھم الکتب یعرفونہ الخ اس تخصیص کی طرف اشارہ ہے اور ثانیًا تنصیص فی المؤمنین کے لئے طوسی حدیث کو ذکر کیا۔ کہ خواہ وہ مؤمنین اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب ان دونوں کا حال ایک ہے۔ وہ حق کو نہیں چھپاتے۔ بلکہ بغیر کسی توقف کے جلدی حق کو قبول کرتے ہیں۔ تو اس

طرح آیت کریمہ کا مقصود بھی بیان ہوگیا اور احادیث کے درمیان مطابقت اور موافقت بھی ہوگئی۔
یعرفونہ کی ضمیر مفعول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنعتہ وصفتہ کی طرف راجع ہوگی۔ بعض نے اس کا
مرجع قرآن اور بعض نے تحویل قبلہ بتا دیا ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ النبی بنعتہ مرجع ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ الخ

حدیث نمبر ۴۰۳۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ أَرْبَعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ صَرَفَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ تک نماز پڑھی۔ پھر آپؐ کو اللہ تعالٰی نے قبلہ کی طرف پھیر دیا۔ اور یہ تحویل قبلہ کا واقعہ ۲ھ ۱۵ رجب المرجب بعد الزوال کا ہے۔ اور بارہ ربیع الاول پیر کے دن مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اس لئے کہ کسر کو شمار کر کے سترہ اور کسر حذف کر دیا جائے تو سولہ ماہ بنتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهِ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ شَطْرَهُ تِلْقَاءَهُ۔

حدیث نمبر ۴۰۳۷ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ بَيْنَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ فَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَاسْتَدَارُوا كَهَيْئَتِهِمْ فَتَوَجَّهُوا إِلَى الْكَعْبَةِ وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ دریں اثنا لوگ صبح کی نماز میں قباء کے اندر تھے۔ کہ اچانک ایک آدمی نے آکر کہا۔ کہ آج رات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اترا ہے۔ پس آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ آپؐ کعبہ کی طرف منہ کریں۔ پس تم بھی اس کی طرف منہ کرو۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں پھر گئے۔

اور کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ پہلے ان کا منہ شام کی طرف تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ

حدیث نمبر ۴۰۳۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْقِبْلَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ دریں اثنا لوگ قبار کے اندر صبح کی نماز میں تھے۔ کہ اچانک ایک آنے والے نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات وحی اتر چکی ہے۔ اور آپؐ کو استقبال کعبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ پس تم بھی اس کا استقبال کرو۔ جب کہ ان کے چہرے شام کی طرف تھے۔ پس وہ لوگ قبلہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح از قاسمیؒ بعض روایات میں صلوٰۃ العصر اور بعض میں صلوٰۃ الظہر مراد ہے۔ تو جمع کی صورت یہ ہے۔ کہ مسجد بنی سلمہ میں صلوٰۃ عصر کی نماز میں تحویل قبلہ ہوئی۔ قبار خارج مدینہ ہے۔ ان کو دوسرے روز صبح کی نماز میں اطلاع ہوئی۔ اور استقبال قبلہ کا بار بار حکم اس لئے دیا گیا۔ کہ نسخ کا معاملہ پہلے پہل اسلام میں واقع ہوا۔ اس لئے اس کی مرآت مرآت تاکید کی ضرورت تھی۔ یا احوال مختلفہ پر محمول ہے۔ انفرادی اجتماعی۔ سفر وحضر سب کے احکام بتلائے گئے۔

بَابُ قَوْلِهٖ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ الخ

شَعَائِرُ عَلَامَاتٌ وَاحِدَتُهَا شَعِيْرَةٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الصَّفْوَانُ الْحَجَرُ وَيُقَالُ الْحِجَارَةُ الْمُلْسُ الَّتِيْ لَا تُنْبِتُ شَيْئًا وَالْوَاحِدَةُ صَفْوَانَةٌ بِمَعْنَى الصَّفَا وَالصَّفَا لِلْجَمْعِ۔

ترجمہ۔ شعائر بمعنی نشانیاں۔ اس کا مفرد شعیرۃ بمعنی علامت ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ صفوان کے معنی

پتھر کے ہیں۔ اور بعض نے کہا چکنا پتھر جو کچھ نہیں اگاتا۔ اس کا واحد صفوانۃ ہے۔ جس کے معنی چٹیل کے ہیں۔ اور الصفا سب کے لئے ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۳۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِيهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَمَا أَرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطَّوَّفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ جب کہ میں نوعمر نوجوان تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمائیے۔ ان الصفا والمروۃ الخ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس آیت کے ذریعہ ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ ہرگز ایسا نہیں۔ اگر ایسے ہوتا جیسے تم کہتے ہو۔ تو پھر کلام الٰہی میں یوں ہوتا۔ لاجناح علیہ ان لا یطوف بھما۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ یہ آیت کریمہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو اسلام لانے سے پہلے حج کرنے کے لئے مناۃ بت کے لئے احرام باندھتے تھے۔ جو قدید مقام کے مقابل تھا۔ اساف اور نائلہ صفا اور مروۃ پہاڑیوں پر دو بت تھے۔ جن کے درمیان طواف کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ جب اسلام آگیا تو دوسرے مسلمانوں کی طرح انہوں نے بھی اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ تو یہ آیت ان الصفا والمروۃ نازل ہوئی۔

حدیث نمبر ۴۰۴۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ كُنَّا نَرَى أَنَّهُمَا مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ أَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ الخ

ترجمہ۔ حضرت عاصم بن سلیمان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے صفا و مروۃ کے درمیان طواف

کرنے کے بارے میں دریافت کیا۔ فرماتے ہیں۔ ہم تو اسے جاہلیت کا معاملہ سمجھتے تھے۔ پس جب اسلام آگیا تو ہم ان کے طواف کرنے سے رک گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان الصفا والمروۃ الخ نازل فرمائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ شعرہ مایشعر بہ یعنی جو چیزیں دین کے لئے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کہ ان کو دیکھ کر وہ دین یاد آجاتا ہے۔ ان کو شعائر کہا جائے گا۔ ایسے جو زمان یا مکان اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت رکھے گا انہیں بھی شعائر اللہ کہا جائے گا۔ جیسے شعائر اللہ میں سے مساجد اور قرآن مجید ہے۔ ایسے صفا و مروہ کو بھی شعائر اللہ میں سے کہا گیا ہے۔

صفوان مطلق پتھر کو کہتے ہیں اور ایسے پتھر کو املس کہتے ہیں جس پہ کوئی اگانے والی مٹی نہ ہو۔ اب ایک خصوصی پہاڑی کو صفا کہا جاتا ہے۔ یا تو اس لئے کہ اس کے پتھر املس ہیں۔ یا بغیر کسی قید کے صفا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح مروہ بھی ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جو صفا کی شمالی جانب کو ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی دوڑنے کی جگہ ہے۔ جب کہ ان کے درمیان وادی تھی اب تو مٹی بھر دی گئی ہے۔ ان دونوں پہاڑیوں پہ زمانہ جاہلیت میں دو بت اساف اور نائلہ رکھے ہوئے تھے۔ بعض قبائل کو ان سے تعلق تھا اور بعض کا تعلق مناۃ وغیرہ سے تھا۔ مشہور تھا کہ منات۔ اساف اور نائلہ کے درمیان عداوت تھی۔ ان کے متعلقین کے درمیان بھی عداوت پھیل گئی۔

مناۃ طاغیہ مقام قدید پہ تھا۔ جو لوگ اس سے متعلق تھے۔ وہ خانہ کعبہ کا طواف تو کرتے تھے۔ لیکن صفا و مروہ پر نہیں جاتے تھے۔ اور جو اساف اور نائلہ سے تعلق رکھتے وہ مناۃ طاغیہ کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اب دونوں قبائل اسلام لائے۔ تو اساف اور نائلہ کے متعلقین کہنے لگے کہ اب ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ ہمیں بتوں کا طواف نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ جاہلیت کا عمل ہے۔ اور منات والوں کو دو شبہ پیش آئے۔ ایک تو کراہت طبعی تھی۔ دوسرے جاہلیت کا فعل تھا۔ جس پہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نصیحت فرمائی۔ کہ صفا اور مروۃ اللہ تعالیٰ کی یادگاریں ہیں۔ ان کے درمیان طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بظاہر لا جناح کہنے سے ان کا طواف کرنا واجب اور فرض ثابت نہیں ہوتا۔ حالانکہ شوافعؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک سعی بین الصفا والمروۃ ارکان حج میں سے ہے۔ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ امام احمدؒ کی مشہور روایت یہ ہے۔ کہ سعی کرنا سنت ہے۔ غرضیکہ مباح اسے کوئی نہیں کہتا۔ جو لا جناح کا مصداق ہے۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے یہی پوچھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے۔

ایسا نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گناہ کی نفی تو فرض و واجب سنن اور مباحات کے کرنے میں ہے۔ فرض وہ ہے۔ مایثاب فاعلہ یعاتب تارکہ ویکفر جاحدہ۔ کہ جس کے کرنے والے کو ثواب ملے چھوڑنے والے کو سزا ملے۔ اور انکار کرنے والے کی تکفیر کی جائے۔ واجب وہ ہے۔ یثاب فاعلہ ویعاتب تارکہ ولا یکفر جاحدہ۔ کہ کرنے والے کو ثواب نہ کرنے والے کو سزا اور انکار کرنے والے کی تکفیر نہ کی جائے۔ اور سنّت وہ ہے۔ یثاب فاعلہ یعاتب تارکہ ولا یکفر جاحدہ کہ جس کے کرنے والے کو ثواب نہ کرنے والے کو عتاب اور اس کا منکر کافر نہ ہوگا۔ مباح وہ ہے۔ یثاب فاعلہ ولا یعاتب تارکہ ولا یکفر جاحدہ۔ مباح یہ کہ جس کے کرنے والے کو ثواب نہ کرنے والوں کو ملامت بھی نہ ہوگی اور منکر کی تکفیر بھی نہ کی جائے گی۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے لاجناح فرمایا۔ کہ اس کے کرنے پہ گناہ نہیں ہے۔ جس میں چار چیزیں آ سکتی ہیں۔ ممکن ہے فرض ہو واجب ہو سنّت ہو یا مباح ہو۔ حضرت عروہؓ نے عدم طواف پر نفی جناح سمجھا۔ حالانکہ یہ حرام اور مکروہ پر ہوتی ہے۔ اور یہ بات آیت سے سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ یہ اینچ پینچ کیوں کیا گیا۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ شبہ ان لوگوں کو ترک یعنی عدم طواف میں نہیں تھا۔ بلکہ شبہ طواف کرنے میں تھا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت اس جگہ مختصر ہے۔ دوسری جگہ دونوں فریقوں کا ذکر آجائے گا۔ اس جگہ تو محض ایک فریق کا ذکر ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ

الصفوان الحجر ص۶۴۵ / ۲ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حجر سے جنس پتھر مراد ہے۔ تو اتنی قدر میں تو دونوں تفسیروں میں اختلاف نہیں ہے۔ اور ملاستہ کی قید لگا کر شاید حضرت ابن عباسؓ اس تفسیر سے جنس کی تعیین کرنا چاہتے ہیں۔ نوع مقصود نہیں۔ اس صورت میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ جب اس کی تفسیر سے جمع مراد لیا جائے۔ تو پھر اعتراض ہوگا۔ کہ اس کی طرف تو آیت کریمہ کے اندر مفرد کی ضمیر راجع ہے۔ جمع کیسے مراد ہوگی۔

مثل صفوان علیہ تراب تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ صفوان اسم جنس ہے۔ جو مفرد اور جمع دونوں پہ اطلاق ہوتا ہے۔ ہاں مفرد اور جمع میں فرق اس طرح ہوگا۔ کہ مفرد میں تا زائدہ لائی جائے گی۔ صفوانۃ کہا جائے گا۔ اور جمع کے لئے صفا۔ تو اب ابن عباسؓ اور دوسری تفسیر میں مخالفت نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ صفا کا اطلاق مفرد و جمع دونوں پہ ہوتا ہے۔ البتہ مفرد کی تخصیص تا زائد کر کے کی جائے گی۔ بنا بریں قولہ بمعنی الصفا کا تعلق صفوان سے ہوگا۔ صفوانۃ سے نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ صراحت ہوگئی۔ کہ صفوان

جمع ہے صفوانۃ جمع نہیں ہے۔ تو صفا اور صفوان ہم معنی ہوں گے۔ کہ یہ دونوں کے معنی میں جمع ہیں کیونکہ دونوں اسم جنس ہیں۔ جن کا مفرد اور جمع دونوں پہ اطلاق صحیح ہے۔ البتہ مفرد میں تا زائدہ کو لایا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | قطب گنگوہیؒ کا میلان یہی ہے۔ کہ دونوں قول میں کوئی اختلاف نہیں۔ حالانکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن عباسؓ کے نزدیک الصفوان حجر مطلق ہے اور ان کے غیر کے نزدیک حجارۃ الملس ہے۔ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ الحجارۃ الملس مطلق حجر کا نام نہیں۔ جیسا کہ ابن عباسؓ فرمارہے ہیں۔ بلکہ الملاس کی شرط ہے۔ اور قولہ للجمیع اس جمع سے جنس مراد ہے۔ تو صفوان اور صفا دونوں جنس ہوتے جمع نہ ہوئے۔ چنانچہ صاحب جمل بھی فرماتے ہیں کہ صفوان اسم جنس ہے جس کا مفرد صفوانۃ ہے۔ اور ابن اثیر کا کہنا ہے کہ صفوان حجر الملس والجمع صفی اور بعض نے اسے جمع کہا ہے۔ جس کا مفرد صفوانۃ ہے۔ تو یہ بعینہٖ قول ابن عباسؓ ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا اَضْدَادًا وَاحِدُهَا نِدٌّ۔

ترجمہ۔ بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا انداد پکڑ رکھے ہیں۔ انداد بمعنی اضداد جس کا مفرد ندٌّ ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۴۰ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً وَقُلْتُ اُخْرٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ اَنَا مَنْ مَاتَ وَهُوَ لَا يَدْعُوْا لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ فرمایا۔ اور میں نے دوسرا کلمہ کہا۔ چنانچہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرگیا۔ کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور شریک کو پکارتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ اور میں نے یہ کہا کہ جو شخص اس حال میں مرا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کر کے نہیں پکارتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ قال دونوں کا ایک ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قلت انا من مات الخ ص۶۴۶ یہ مفہوم مخالف نہیں ہے۔ بلکہ لازم معنی حدیث ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ لازم معنی اس لئے ہے۔ کہ مشرک کا جہنم میں داخل ہونا مومن کے جہنم میں نہ داخل ہونے کے کو مستلزم ہے۔ کیونکہ جنّت اور نار کے سوا کوئی اور دار نہیں ہے۔ پس لازم ہے کہ وہ جنّت میں داخل ہوگا۔

بَابُ قَوْلِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى

الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ يَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوفِ وَيُؤَدِّي بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ مِمَّا كُتِبَ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَتَلَ بَعْدَ قَبُولِ الدِّيَةِ۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو! مقتولین کے بارے میں تمہارے اوپر قصاص (بدلہ) فرض کیا گیا ہے۔ آزاد بدلے آزاد کے۔ غلام بدلے غلام کے۔ عورت بدلے عورت کے۔ اور جس شخص کو اپنے بھائی کے خون سے کچھ معاف کر دیا جائے۔ معافی یہ ہے کہ قتل عمد میں وہ خون بہا قبول کرلے۔ تو دستور کے مطابق اس کا پیچھا کرنا ہے۔ اور اچھی طرح ادا کرنا ہے۔ یعنی مشہور طریقہ سے اس کا پیچھا کرے۔ اور وہ اچھی طرح سے دیت ادا کرے۔ یہ حکم تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے۔ ان لوگوں کی بنسبت جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ کہ ان پر قصاص فرض تھا معافی کی صورت نہیں تھی۔ پس اس کے بعد اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی قبول دیت کے بعد قتل کر دے۔

حدیث نمبر ۴۰۴۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ الخ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۴۳ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ الخ عَنْ أَنَسٍؓ أَنَّ الرُّبَيِّعَ عَمَّتَهُ

كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ نَطَلَبُوا إِلَيْهَا الْعَفْوَ فَأَبَوْا فَعَرَضُوا الْأَرْشَ فَأَبَوْا فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَوْا إِلَّا الْقِصَاصَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسُ بْنُ نَضْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَنَسُ كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ان کی پھوپھی ربیعؓ نے کسی باندی کے اگلے دو دانت توڑ دیئے۔ ربیع کی قوم نے اس کے لئے معافی طلب کی جاریہ کی قوم نے انکار کر دیا۔ پس ان کے سامنے دیت پیش کی گئی تو ان لوگوں نے دیت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پس وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر قصاص پر اڑ گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دے دیا۔ حضرت انسؓ کے چچا انسؓ بن نضر نے کہا۔ یا رسول اللہ! کیا میری بہن ربیع کے دانت توڑے جائیں گے۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس کے اگلے دو دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے انسؓ! کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے۔ تو قوم راضی ہو گئی اور انہوں نے حضرت ربیعؓ کو معاف کر دیا۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اگر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بنو اسرائیل میں قتل عمد کی انتقام میں صرف دو صورتیں تھیں۔ قصاص یا عفو۔ تیسری کوئی صورت نہیں تھی۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر آسانی کر دی گئی۔ کہ ان کے لئے تیسری صورت قبول دیت کی بڑھا دی گئی۔ پھر قتل عمد کے موجب میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ قتل عمد کا موجب اصلی قصاص ہے۔ دیت اور عفو اولیاء مقتول کی مرضی پر موقوف ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ موجب اصلی قصاص اور دیت ہے۔ یعنی اولیاء مقتول قبول دیت پر مجبور کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک مجبور نہیں کئے جا سکتے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے شوافع استدلال پکڑتے ہیں۔ لیکن احنافؒ جواب دیتے ہیں کہ موجب اصلی تو قصاص ہے۔ امت محمدیہ پر اتنی تسہیل ہے کہ اگر اولیاء مقتول راضی ہوں تو دیت دی جا سکتی ہے۔ ابن عباسؓ کے قول سے وہ چیز ثابت نہیں ہوتی جو شوافعؒ

چاہتے ہیں۔ عُفی بمعنی ترک ہے۔ یعنی اگر قصاص ترک کر دیا جائے۔ ان میں سے کسی ایک کا موجب اصلی ہونا روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔

فمن عُفی لہ من اخیہ شیئ یعنی اولیاء مقتول میں سے اگر کوئی بعض قصاص معاف کر دے یا نفس مال کا عفو کر دے۔ تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اہل انجیل کے لئے عفو متعین کر دیا گیا تھا۔ ان کے لئے قصاص اور عفو نہیں تھا۔ اہل تورات کے لئے قصاص اور عفو تھا دیت نہیں تھی۔ روایت باب شوافع کا مستدل ہے۔ اور ربیع والی روایت احناف کا مستدل ہے۔

لاتکسر ثنیتھا یہ انکار کے طور پر نہیں فرمایا ورنہ کفر لازم آئے گا۔ بلکہ وہ خبر دے رہے ہیں کہ اگرچہ آپ نے تو قصاص کا حکم دے دیا ہے۔ لیکن اس کا ثنیہ توڑا نہیں جائے گا۔ جس پر آپ نے ان من عباد اللہ من اقسم الخ فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کان فی بنی اسرائیل القصاص الخ اگر اشکال ہو کہ بنو اسرائیل میں دیت تو شائع ذائع تھی۔ تو کہا جائے گا کہ یہ ان کی طرف سے کتاب اللہ کی تغییر و تحریف تھی۔ ورنہ اصلی حکم قصاص اور عفو تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ خازن میں ہے۔ کہ تورات میں زانی محصن پر رجم کا حکم تھا۔ جس کو انہوں نے تبدیل کر دیا۔ کہ بنو قریظہ پر بنو النضیر کو فضیلت تھی۔ اگر بنو نضیر کا کوئی آدمی قتل کر دیتا تو وہ نصف دیت کرتے۔ بنو قریظہ بنو نضیر کا کوئی آدمی قتل کر دیتے تو ان کو کامل دیت دینی پڑتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ان کا مقدمہ آیا تو آپ نے دیت برابر کر دی۔ قصاص تو تھا ہی۔

بَابُ قَوْلِهٖ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ الخ

حدیث نمبر ۴۰۴۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ عَاشُوْرَآءُ یَصُوْمُهٗ اَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَآءَ صَامَهٗ وَمَنْ شَآءَ لَمْ یَصُمْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ اہل جاہلیت عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ جب رمضان کی فرضیت

نازل ہوئی۔ تو آپؐ نے فرمایا جو شخص چاہے عاشورا کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس کا روزہ نہ رکھے۔

حدیث نمبر ۴۰۴۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَا شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشورا کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو اب جو چاہے عاشورار کا روزہ رکھے جو چاہے افطار کرے۔

حدیث نمبر ۴۰۴۶ حَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ الْاَشْعَثُ وَهُوَ يَطْعَمُ فَقَالَ الْيَوْمَ عَاشُوْرَاءُ فَقَالَ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَادْنُ فَكُلْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس حضرت اشعثؓ بن قیس کندیؓ اس وقت تشریف لائے۔ جب کہ حضرت عبداللہؓ کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت اشعثؓ نے فرمایا آج تو عاشورار کا دن ہے۔ تو ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشورار کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ پس اب قریب ہو جاؤ اور کھانا کھاؤ۔

حدیث نمبر ۴۰۴۷ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ الْفَرِيْضَةَ وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یوم عاشورار کا روزہ جاہلیت میں قریش رکھتے تھے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ملت ابراہیمی کی پیروی میں روزہ رکھتے تھے۔ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے۔ تو بھی اس عاشورار کا روزہ رکھتے تھے۔ اور اس کے روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ لیکن جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو رمضان کا روزہ فرض رہ گیا اور عاشورار چھوڑ دیا گیا۔ پس اب جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس کا روزہ نہ رکھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | چونکہ امور مفروضہ کی تحریر و کتابت ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ان کے لئے

کُتب فرض وغیرہ کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ چونکہ عرب کے لوگ روزہ کے عادی نہ تھے۔ لہٰذا ان کو بہلا پھسلا کر اس کا عادی بنایا گیا۔ فرمایا گیا کہ یہ روزہ تم پر ایسے لازم ہے۔ جیسے امم سابقہ پر لازم تھا۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ جس سے نفس کو تکلیف ہو۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ کما کتب کمال تشبیہ ہے۔ کہ رمضان شریف کا روزہ امم سابقہ پر بھی فرض تھا۔ لیکن جمہور کے نزدیک نفس صیام میں تشبیہ ہے۔ امم سابقہ پر تو عتاب اور سزا کے طور پر ہوتا تھا۔ لیکن امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے تقویٰ کا باعث ہے۔ ایاماً معدودات میں بھی ترغیب مقصود ہے۔ کہ تھوڑے سے روزے ہیں گنتی کے اور گنتی عدد قلیل کی ہوتی ہے۔ عدد کثیر کو گنا نہیں جاتا۔

صوم عاشورار کے بارے میں احناف اور مصنف کا یہی مسلک ہے۔ کہ پہلے صوم عاشورار فرض تھا۔ بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ محض استحباب باقی ہے۔ البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صوم عاشورار کے بعد ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرہ۔ چودہ اور پندرہ کے روزے فرض کئے گئے۔ وہ بھی منسوخ ہوئے۔ اس کے بعد رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ ایاماً معدودات سے صوم ایام بیض کی تائید ہوتی ہے۔ قریش میں زمانۂ جاہلیت سے یہ دستور چلا آرہا تھا۔ کہ وہ یوم عاشورار کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپؐ جب مدینہ پہنچے تو یہود کو دیکھا وہ بھی یوم عاشورار کا روزہ یوم شکر کے طور پر رکھتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہم اگر زندہ رہے تو نو ۹ اور دس ۱۰ محرم دو دن کا روزہ رکھیں گے۔ اور فرمایا نحن احق بموسیٰ منکم کہ تمہاری بنسبت ہم موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہیں۔ کہ ان کی تقلید کریں۔ شوافعؒ صوم یوم عاشورار کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں۔ اس مقام سے ایک مسئلہ یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ صوم فرض کی تبییت یعنی رات کے وقت سے نیت کرنا ضروری نہیں۔ احنافؒ یہی فرماتے ہیں۔ شوافعؒ رات سے نیت کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ احنافؒ کا استدلال صوم یوم عاشورار سے ہے۔ کہ آپؐ نے عاشورار کے دن اعلان فرمایا۔ کہ جس شخص نے اس وقت تک کچھ نہ کھایا ہو۔ وہ اس وقت سے اپنے آپ کو صائم سمجھے۔ شوافعؒ کے نزدیک تبییت ضروری ہے۔ اس لئے وہ صوم یوم عاشورار کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں۔

بَابُ قَوْلِهِ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ وَقَالَ عَطَاءٌ يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهٖ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ فِي الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ اِذَا خَافَتَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا اَوْ وَلَدِهِمَا تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ وَاَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ اِذَا لَمْ يُطِقِ الصِّيَامَ فَقَدْ اَطْعَمَ اَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبِرَ عَامًا اَوْ عَامَيْنِ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا خُبْزًا وَلَحْمًا وَاَفْطَرَ قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ يُطِيْقُوْنَهٗ وَهُوَ اَكْثَرُ۔

ترجمہ۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پھر تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اسے دوسرے دن گنتی کر کے روزہ رکھنا چاہیے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان پر ایک مسکین کے کھانے کا کفارہ ہے۔ اور جو اس سے زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اگر تمہیں روزے کے بے حساب ثواب کا علم ہو۔ تو روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ حضرت عطا تابعیؒ فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالےٰ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔ تمام قسم کے امراض سے روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ حضرت حسنؒ بصری اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ دودھ پلانے والی اور حمل والی عورت جب انہیں اپنی ذات پر یا بچّے کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔ تو وہ دونوں روزہ چھوڑ سکتے ہیں۔ لیکن بعد میں انہیں قضا کرنا ہوگا۔ اور بوڑھا خرانٹ جب روزے کی طاقت نہ رکھے تو افطار کرے۔ حضرت انسؓ بہت بوڑھے ہو جانے کے بعد ایک سال تک یا دو سال تک ہر دن ایک مسکین کو روٹی اور گوشت کا کھانا کھلاتے تھے۔ اور روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اور عام قراۃ میں یطیقونہ ہے اور یہی اکثر ہے اور بعض میں یطوقونہ بھی آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ جو لوگ روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ یعنی اس کی طاقت نہیں رکھتے ان کو افطار کی اجازت ہے۔ البتہ کفارہ دینا ہوگا۔

حدیث نمبر ۴۰۴۸ حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ الخ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ

هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْمَرْأَةُ الْكَبِيْرَةُ لَا يَسْتَطِيْعَانِ اَنْ يَّصُوْمَا فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا۔

ترجمہ۔ حضرت عطاؒ تابعی نے ابن عباسؓ سے سنا وہ وعلی الذین یطوقونہ الخ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ اس کا حکم بوڑھے خرانٹ مرد اور بڑی عمر کی عورت کے لئے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | فعدۃ من ایام اخر الخ اس میں معطوف علیہ محذوف ہے۔ ای من افطر فعدۃ من ایام اخر۔ جمہور فرماتے ہیں کہ جس روزہ میں نقصان کا خدشہ ہو۔ اس میں افطار ہے۔ نقصان کا مطلب یہ ہے کہ ہلاکتِ نفس یا ہلاکت عضو کا خطرہ ہو اس میں افطار جائز ہے۔ حضرت عطاء بن رباحؒ اور امام بخاریؒ کا مسلک یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں تعمیم ہے۔ کہ ہر مریض کو افطار کا حق ہے۔ خواہ ہلاکت کا خطرہ ہو یا نہ ہو۔ امام صاحبؒ مرضعہ اور حاملہ کو مریض کا حکم دیتے ہیں۔ جب عذر مرض چلا جائے۔ تو قضا کرے۔ اور بعض حضرات نے ان دونوں کو شیخ کبیر کے حکم میں کہا ہے۔ کہ مرضعہ اور حاملہ کی طرف سے فدیہ دیا جائے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ فدیہ بھی ہو اور قضا بھی ہو۔ اذالم یطق الصیام فقد افطر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ الخ اکثر حضرات اس آیت کو منسوخ کہتے ہیں۔ کہ کہ ابتداء اسلام میں روزہ ہر ایک پر لازم نہیں کیا گیا۔ طاقت والے کے لئے احد الامرین یعنی فدیہ دینا یا روزہ رکھنے کا اختیار تھا۔ اور فدیہ طعام مسکین سے عبارت ہے۔ اگر کسی نے دو تین کو کھلا دیا تو فھو خیر لہ کا مصداق ہوگا۔ اس کے بعد دوسری آیت فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ اس اختیار کو منسوخ کر دیتی ہے۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع اور بہت سے صحابہ کرام اسی کے قائل ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اس کو منسوخ قرار نہیں دیتے۔ بلکہ شیخ کبیر کے بارے میں آج بھی اس کا حکم باقی ہے۔ ان کی قرآت میں یطوقونہ کے الفاظ بھی ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) کہ بالکل روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو۔ اس کا قطعی حکم ہے۔ کہ وہ روزہ نہ رکھے قضا کرے۔ دوسری صورت وہ ہے جس کو ابن عباسؓ لے رہے ہیں۔ کہ حالت شباب میں صوم کی طاقت تھی۔ ادا نہ کر سکا۔ اب شیخ کبیر ہو گیا۔ روزہ رکھنے سے عاجز ہے۔ تو اسے فدیہ دینا ہوگا۔ جو روزے کا بدل ہوگا۔ تیسری صورت وہ ہے جس کو حضرت قتادہ بیان کر رہے ہیں۔ کہ آیت شیخ کبیر کے بارے میں خاص ہے۔ جو صوم کی طاقت رکھتا ہے۔ مگر روزہ رکھنا شاق اور گراں گزرتا ہے۔ اسے افطار

اور فدیہ میں سے ایک کا اختیار ہے۔ مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ دوسری تقریر یہ ہے کہ یطیقونہ میں ہمزہ افعال کا سلب کے لئے ہے۔ یا لا مقدر مانا جائے۔ یا یطوقونہ پڑھا جائے تو پھر آیت منسوخ نہ ہو گی۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے۔ کہ آیت کو اصلی معنی پر رکھا جائے۔ اور یطیقونہ کی ضمیر منصوب فدیہ کی طرف راجع ہو۔ جو کہ لفظاً مؤخر ہے۔ لیکن معنیً مقدم ہے۔ البتہ ضمیر مذکر کا اشکال رہے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ فدیہ سے طعام مسکین مراد ہے۔ تو ضمیر کا مرجع بھی وہی بنے گا۔ اب راجع اور مرجع میں مطابقت ہو گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | یفطر من المرض کلہ ص۶۴۷ اگر حضرت عطاؒ کے قول کے یہ معنی لئے جائیں کہ جواز فطر ہلاک نفس یا مشقۃ شدیدہ پر موقوف نہیں ہے۔ بالکل افطار ہر اس مرض میں جائز ہے۔ جس سے روزہ اس کو نقصان پہنچاتا ہو۔ خواہ ہلاکت یا مشقۃ شدیدہ تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ تو اس صورت میں ان کا قول جمہور کے خلاف نہیں ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | عام طور پر شراح حضرات حضرت عطاء اور دیگر حضرات کے اقوال میں فرق کرتے ہیں۔ لیکن حافظؒ نے جو روایت عبدالرزاق کی نقل کی ہے اس سے افادہ شیخ گنگوہیؒ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ابن جریج نے حضرت عطاؒ سے پوچھا۔ کون سی بیماری رمضان میں افطار کا باعث ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ المرض کلہ تو میں نے کہا اگر کسی نے روزہ رکھا پھر اس پر بیماری کا غلبہ ہو گیا تو کیا افطار کرے انہوں نے کہا ہاں افطار کرے۔ اسی طرح کا ایک قصہ خود امام بخاریؒ کا اپنے شیخ اسحاق بن راہویہؒ کے ساتھ پیش آیا۔ کہ امام بخاریؒ نیشاپور میں قدرے بیمار ہو گئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ تو ان کے شیخ اسحاق بن راہویہ ان کی بیمار پرسی کے لئے آئے۔ اور پوچھا۔ اے ابو عبداللہ آپ نے روزہ چھوڑ دیا۔ رخصت پر عمل کرنے میں آپ نے جلدی کر دی۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ مرض مبیح الفطر میں تین قول ہیں۔ (۱) ہر بیماری سے افطار جائز ہے۔ یہ مسلک حسن بصری اور ابن سیرینؒ کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رخصت مرض مہلک اور شدیدہ کے ساتھ مختص ہے۔ یہ اکثر فقہاء کا قول ہے۔ اور تیسرا قول اصم کا ہے جو مطلق کو اکمل الاحوال پر حمل کرتے ہیں۔ جو روزہ رکھنے سے مشقت میں پڑ جائے۔ یہی مسافر کا حکم ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ الخ

حدیث نمبر ۴۰۴۹ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض أَنَّهُ قَرَأَ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ نے فدیۃ طعام مسکین پڑھا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۵۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ كَانَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتّٰى نَزَلَتْ الْآيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا مَاتَ بُكَيْرٌ قَبْلَ يَزِيْدَ۔

ترجمہ: حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، ان پر ایک مسکین کے کھانے کا کفارہ ہے، تو جو شخص چاہتا تھا روزہ نہ رکھ کر کفارہ دے دیتا تھا یہاں تک کہ وہ آیت اتری جو اس کے بعد ہے۔ یعنی فمن شھد الخ تو اس نے اسے منسوخ کر دیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ بکیر کی وفات یزید سے پہلے ہو چکی ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۵۱ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض أَنَّهُ كَانَ يَقْرَءُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ يَقُوْلُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُحَمَّلُوْنَهُ قَالَ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ الَّذِيْ لَا يُطِيْقُ الصَّوْمَ أُمِرَ أَنْ يُطْعِمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا قَالَ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا يَقُوْلُ وَمَنْ زَادَ وَأَطْعَمَ أَكْثَرَ مِنْ مِسْكِيْنٍ فَهُوَ خَيْرٌ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ علی الذین یطوقون الخ کی قرات کرتے تھے۔ یعنی جن لوگوں کو تکلیف دی گئی ہے روزہ اٹھوایا گیا ہے۔ فرماتے تھے کہ وہ بوڑھا خرانٹ آدمی ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے حکم دیا کہ وہ ہر دن روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ اور من تطوع خیرا یعنی جس شخص نے زیادہ کیا اور ایک مسکین سے زیادہ کو کھلا دیا تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ شیخ کبیر کے بارے میں حکم بتلایا گیا۔ اور حضرت سلمہؓ بن اکوع اسے منسوخ کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت ابن عباسؓ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ سلمہ بن اکوعؓ کبار میں سے ہیں۔ لہذا ابن عباسؓ کا قول معتبر

نہ ہوگا۔ دوسرا ابن عباسؓ علی الاطلاق منسوخ ہونے کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم شیخ کبیر کے بارے میں یہ حکم باقی ہے۔ تو اس آیت کے دوسرے افراد کے بارے میں منسوخیت کا حکم ہے۔ تو جمہور کے مسلک کا خلاق نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قال ابن عباس لیست بمنسوخۃ ص۶۴۸ اس تاویل کے اختلاف کا مدار اس پر ہے۔ کہ جو لوگ یطیقون کے معنی استطاعت کے لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک آیت منسوخ ہے۔ اور جو اس کی تفسیر عدم استطاعت سے کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا حکم ابھی باقی ہے منسوخ نہیں۔ یطوقون یدشدون کی طرح ہے۔ کہ روزہ مشقت اور ہلاکت کے قریب پہنچانے میں گلے کا طوق بن گیا۔ تو اصل مسئلہ میں اختلاف نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | نورالانوار میں ہے۔ علی الذین یطیقونہ میں تا تو کلمہ لا محذوف ہے۔ ای لا یطیقونہ یا ہمزہ سلب کے لئے ہے۔ قال ایک ہے۔ کہ جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں۔ ان پر فدیہ ہے۔ جو قضاً بمثل غیر معقول اور اگر ظاہر پر محمول کرو۔ تو پھر آیت منسوخ ہوگی۔ کہ ابتدار اسلام میں اختیار تھا۔ جو درجہ بدرجہ منسوخ ہوا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ایک تفسیر کے مطابق آیت منسوخ ہے۔ اور دوسری تفسیر پر محکم ہے۔ اور شیخ کبیر کے بارے میں فدیہ واجب ہے۔ کیونکہ اس کے ذمہ قضاء نہیں ہے۔ حاملہ اور مرضعہ کے بارے میں فدیہ مستحب ہے۔ کیونکہ قضا ان پر لازم ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | مات بکیر قبل یزید الخ ص۶۴۸ تو یہ روایت الاکابر عن الاصاغر ہوگی کہ بکیر اپنے شیخ کی وفات سے پہلے انتقال کر گئے۔ کیونکہ بکیر کی وفات ۱۲۰ھ میں ہے اور یزید کی وفات ۱۴۷ھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس روایت اکابر عن الاصاغر میں کلام ہے۔ جب تک ولادت کی تحقیق نہ ہو یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ الخ

حدیث نمبر ۴۰۵۲ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ قَالَ لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوْا لَا يَقْرَبُوْنَ النِّسَآءَ رَمَضَانَ كُلَّهٗ وَكَانَ رِجَالٌ يَخُوْنُوْنَ اَنْفُسَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

وَعَفَا عَنْكُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جب رمضان کے روزے رکھنے کا حکم نازل ہوا تو سارا رمضان بھر لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اور کچھ لوگ جماع کے بارے میں خیانت کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ تم لوگ اپنی جانوں سے خیانت کرتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی اور معافی دے دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ رفث ہر اس کلام کو کہتے ہیں جو خاوند بیوی کے درمیان جماع کا باعث بنے۔ یا جو چیز جماع کے لئے ہو۔ خواہ وہ فعل ہو یا قول ہو۔ زوج زوجہ کے لئے پردہ ہے اور زوج زوج کے لئے پردہ ہے۔ کہ خاوند اپنی خواہش جماع کو پورا کر کے بے حیائی سے بچ جاتا ہے۔ اور ظاہراً بھی لباس زینت ہے۔ کہ شادی شدہ شخص کو باعزت باوقار مانا جاتا ہے۔ غیر شادی شدہ رنڈوا اور لوفر شمار ہوتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں یہ تھا کہ عشاء کے بعد سے روزہ رکھا جاتا تھا۔ اگر کوئی عشاء سے پہلے سو جائے۔ نہ کھایا نہ پیا اور نہ جماع کر سکا۔ تو پھر وہ دوسرے دن تک روزے سے رہتا۔ عرب میں قوت رجولیت کاملہ تھی۔ وہ لوگ عشاء تک تو کھانے پینے میں مصروف رہتے۔ جماع کی نوبت نہ آتی تھی۔ کیونکہ ممانعت تھی۔ صبر نہ ہو سکا۔ خیانت ہو جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ اور حضرات بھی اس میں مبتلا ہوئے۔ خدمت اقدس میں شکایت لے آئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لا یقربون النساء رمضان کلہ ص۶۴۷/۱۹ یعنی سونے کے بعد عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت تھی۔ اور حکم میں اس قدر سختی کہ سو لینے کے بعد نہ کھانا نہ پینا۔ نہ جماع۔ یہ اس لئے تھا تاکہ بعد میں آنے والوں کو معلوم ہو کہ صحابہ کرام باوجود حاجت الی النساء اور سخت جماع کے وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہوئے سمعنا و اطعنا کہتے تھے۔ یہود کی طرح سمعنا و عصینا نہیں کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اختیار کی حد سے نکل کر بھی تسلیم کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ احادیث میں وارد ہے۔ یاکلون ویشربون ویأتون النساء ما لم ینا موا۔ یعنی جب تک سوتے اس سے پہلے کھاتے پیتے اور جماع کرتے تھے۔ جب سو جاتے پھر رک جاتے۔ قطب گنگوہیؒ نے تینوں اکل شرب اور جماع سے ممانعت کی۔ حکمت بیان کر کے ایک عجیب طریقہ اختیار کیا ہے جو اور کسی شارح نے اختیار نہیں کیا۔ وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام باوجود

سخت تقاضا جماع کے اور بیش بہا قوت کے ان کو جماع سے اس لئے روکا گیا۔ کیونکہ اطاعت اور فرمانبرداری کی شرافت بعد میں آنے والوں پر ثابت کرنی تھی۔ ان کی قوت جماع کا یہ حال تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں ان کے پاس ایک عورت نے اپنے مرد کی شکایت بیان کی کہ ان کا خاوند ہر دن اور رات میں سات مرتبہ جماع کر کے تھکا دیتا ہے۔ اس سے ان حضرات کی قوت مردمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کو جماع سے روکنا بڑا صبر آزما معاملہ تھا۔ جس کو ان حضرات نے بخوشی قبول فرمایا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے رمضان کی راتوں میں جماع کرنے کی انہیں اجازت دے دی۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ الخ الْعَاكِفُ الْمُقِيْمُ۔

حدیث نمبر ۴۰۵۳ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ اَخَذَ عَدِيٌّ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ حَتّٰى كَانَ بَعْضُ اللَّيْلِ نَظَرَ فَلَمْ يَسْتَبِيْنَا فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلْتُ تَحْتَ وِسَادَتِيْ قَالَ اِنَّ وِسَادَتَكَ اِذًا لَعَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں۔ کہ عدی نے ایک سفید اور دوسرا سیاہ تاگا لیا۔ یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ کہ اس نے غور سے دیکھا پس وہ تاگے ظاہر نہ ہوئے۔ پس جب صبح ہوئی تو کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے وہ تاگے اپنے سرہانے کے نیچے رکھ دیئے۔ فرمایا۔ تو اس وقت تیرا سرہانہ چوڑا ہوگا۔ کہ سفید اور سیاہ تاگے اس کے نیچے آگئے۔

حدیث نمبر ۴۰۵۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍؓ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ اَهُمَا الْخَيْطَانِ قَالَ اِنَّكَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا اِنْ اَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کہ سفید تاگہ سیاہ تاگے سے جدا ہو اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا یہ دونوں تاگے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس وقت

تو تیری گدی چوڑی ہو گی۔ اگر تو نے دو تاگوں کو دیکھا بلکہ وہ تورات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۵۵ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ وَأُنْزِلَتْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ وَلَمْ يُنْزَلْ مِنَ الْفَجْرِ وَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الأَسْوَدَ وَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَهُ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوا إِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں۔ کہ کلوا واشربوا الخ تو اتر چکی تھی۔ لیکن من الفجر کا نزول نہیں ہوا تھا۔ اور آدمیوں کا یہ حال تھا کہ جب وہ روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے۔ تو ان میں سے ایک اپنے دونوں پاؤں میں سفید اور سیاہ تاگہ باندھ لیتا اور اس وقت تک برابر کھاتا رہتا۔ یہاں تک کہ ان دونوں تاگوں کا دیکھنا واضح ہو جاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد من الفجر اتارا۔ تو پھر ان کو معلوم ہوا کہ ان دو تاگوں سے مراد تورات اور دن ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خیط ابیض اور اسود سے ممکن ہے۔ کہ روئی کا سفید و سیاہ تاگہ مراد ہو۔ یا صبح کی سفیدی اور سیاہی کا احتمال بھی ہے۔ تو من الفجر کے لفظ نے اس کی تعیین کر دی۔ کہ خیط ابیض سے صبح کی سپیدی مراد ہے۔

ان وسادتک اذاً تعریض کہا جاتا ہے۔ کہ یہ غباوۃ اور بے وقوفی سے کنایہ ہوتا ہے۔ کیونکہ عرض قفا عرض وسادۃ کو لازم ہے۔ اور عرض وسادہ بے وقوفی کی علامت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ان ابصرت الخیطین ای تحت وسادتک کیونکہ محض دیکھنے سے اس عمر ملنے کا چوڑا ہونا لازم نہیں۔ جب تک اسے اس قید سے مقید نہ کیا جائے۔

وکان رجال اذا ارادوا الخ ص ۶۴۷ / ۲۷ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب لوگوں نے اس سے یہ معنی نہیں سمجھے تھے۔ بلکہ بعض کا یہ حال تھا۔ اور دوسروں نے وہی معنی سمجھے جو میں ارادہ کر رہا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ تفسیر معالم میں ہے۔ کہ ان وسادتک اذاً العریض کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ تیری نیند بہت ہے۔ تو وسادہ سے نیند مراد ہوگی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وسادہ سے وہ جگہ مراد ہے۔ جہاں انسان اپنا سر رکھتا ہے۔ اور جب عرب یہ کہتے ہیں کہ فلاں عریض القفا تو اس سے

مراد عبادت اور غفلت ہوگی۔ مطلب یہ ہوگا۔ کہ رات اور دن تیرے سرہانے کے نیچے آگئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ تو اس پر عریض القفا ہی سوتا ہوگا۔ جو غافل اور غبی ہوگا۔

فیہ دلالۃ الخ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ تاگے سرہانے کے نیچے رکھ دیتے تھے اور بعض ٹانگوں میں باندھ دیتے تھے۔ تو دونوں احتمال صحیح ہیں۔ جس پر آپؐ نے نکیر فرمایا۔ کہ اس سے تو صبح کا تاگہ سفید و سیاہ مراد ہے۔ کہ صبح صادق تک کھا پی سکتے ہو۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

حدیث نمبر ۴۰۵۶ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانُوْا اِذَا اَحْرَمُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَتَوُا الْبَيْتَ مِنْ ظَهْرِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ جاہلیت میں جب احرام باندھ لیتے اور کسی ضرورت کی وجہ سے گھر آنا ہوتا تو گھر کی پچھلی دیوار سے گھر میں آتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ نیکی یہ نہیں ہے کہ گھر کی پیٹھ سے گھروں میں داخل ہو۔ بلکہ نیکوکار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

حدیث نمبر ۴۰۵۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَتَاهُ رَجُلَانِ فِيْ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِؓ فَقَالَا اِنَّ النَّاسَ صَنَعُوْا وَاَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ يَمْنَعُنِيْ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ دَمَ اَخِيْ فَقَالَا اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَقَالَ قَاتَلْنَا

حتّٰی لَمْ تَکُنْ فِتْنَۃٌ وَکَانَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ وَاَنْتُمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰی تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِغَیْرِ اللّٰہِ وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ فُلَانٌ وَحَیْوَۃُ بْنُ شُرَیْحٍ عَنْ بَکْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِیِّ اَنَّ بُکَیْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَہٗ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَی ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا حَمَلَکَ عَلٰی اَنْ تَحُجَّ عَامًا وَّتَعْتَمِرَ عَامًا وَتَتْرُکَ الْجِھَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ عَلِمْتَ مَا رَغَّبَ اللّٰہُ فِیْہِ قَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ اِیْمَانٍ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ وَصِیَامِ رَمَضَانَ وَاَدَاءِ الزَّکٰوۃِ وَحَجِّ الْبَیْتِ قَالَ یَا اَبَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَلَا تَسْمَعُ مَا ذَکَرَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا اِلٰی قَوْلِہٖ اَمْرِ اللّٰہِ وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ قَالَ فَعَلْنَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ الْاِسْلَامُ قَلِیْلًا فَکَانَ الرَّجُلُ یُفْتَنُ فِیْ دِیْنِہٖ اِمَّا قَتَلُوْہُ وَاِمَّا یُعَذِّبُوْہُ حَتّٰی کَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَکُنْ فِتْنَۃٌ قَالَ فَمَا قَوْلُکَ فِیْ عَلِیٍّ وَّعُثْمَانَ قَالَ اَمَّا عُثْمَانُ فَکَانَ اللّٰہُ عَفَا عَنْہُ وَاَمَّا اَنْتُمْ فَکَرِھْتُمْ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْہُ وَاَمَّا عَلِیٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَتَنُہٗ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ فَقَالَ ھٰذَا بَیْتُہٗ حَیْثُ تَرَوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے جنگ کے زمانہ میں دو آدمی حضرت ابن عمرؓ کے پاس آ کر کہنے لگے۔ کہ لوگ جنگ و جدال میں خون بہا کر ضائع ہو رہے ہیں۔ آپ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ پس آپ باہر نکل کر اس جنگ و جدال کا فیصلہ کیوں نہیں کرتے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ مجھے اس بات نے روکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بھائی کے خون بہانے کو حرام قرار دیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ تم ان لوگوں سے اس وقت تک لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ہم تو ان مشرکوں کے ساتھ اس وقت تک لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شرک کا فتنہ نہ رہا۔ اور دین و قانون اللہ تعالیٰ کے لئے رہ گیا۔ اور تم لوگ یہ چاہتے ہو۔ کہ تم آپس میں لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ و فساد برپا رہے۔ اور دین و قانون غیر اللہ کے لئے ہو جائے۔

اور عثمان بن صالح کی سند سے مزید کہا۔ حضرت نافعؒ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور آکر کہنے لگا۔ کہ اے ابو عبدالرحمٰن کیا وجہ ہے کہ آپؓ ایک سال حج کرتے ہیں اور دوسرے سال عمرہ کے لئے جاتے ہیں۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کو آپ نے چھوڑ دیا ہے۔ اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں کس قدر رغبت دلائی ہے۔ فرمایا اے بھتیجے! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ پہلے تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔ پھر پانچ نمازیں پڑھنی ہیں۔ اور رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھنا ہے۔ چوتھے مال کی زکوٰۃ ادا کرنی ہے۔ پانچویں بیت اللہ کا حج کرنا ہے۔ تو اس نے کہا۔ اے ابو عبدالرحمٰن! کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی کتاب کے اندر ذکر کیا ہے۔ تم نے اس کو نہیں سنا۔ ترجمہ آیت۔ کہ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم ہے۔ کہ اس وقت تک ان سے لڑائی جاری رکھو۔ یہاں تک کہ فتنہ و فساد بند ہو جائے۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا۔ اس پر ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عمل کر لیا۔ اس وقت اسلام تھوڑا تھا۔ پس مسلمان آدمی کی اس کے دین کے بارے میں آزمائش ہوتی تھی۔ یا تو مخالفین اسے قتل کر دیتے یا اسے عذاب میں مبتلا کرتے۔ یہاں تک کہ اب اسلام بہت ہو گیا۔ پس وہ شرک والا فتنہ نہیں رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت عثمانؓ کے فرار کو تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور تمہیں اس کو معافی دینا پسند نہیں ہے۔ رہ گئے حضرت علیؓ۔ وہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور آپؐ کے داماد ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ یہ ان کا گھر ہے۔ جہاں سے تم دیکھ رہے ہو۔ کہ وہ ابیات رسول کے درمیان ہے۔ بہر حال وہ منزلاً اور منزلۃً آپؐ کے قریب ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یزید کے تخت پر بیٹھنے سے چند حضرات نے اختلاف کیا۔ کیونکہ یزید نہ تو مستحق خلافت تھا اور نہ ہی اس کی خلافت مشورۃ الناس سے قائم ہوئی تھی۔ سیدنا حسینؓ۔ ابن الزبیرؓ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ نے نہ تو ولیعہدی کی بیعت کی تھی اور نہ ہی خلافت کو مانا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کا حضرت حسنؓ سے معاہدہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد وہ تخت نشین ہوں گے۔ لیکن امام حسنؓ وفات پا گئے۔ امیر معاویہؓ زندہ تھے۔ حضرت حسینؓ سے عہد نہیں تھا۔ اس لئے اپنی زندگی میں انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی تھی۔ ان مذکورہ بالا چار حضرات نے بیعت سے بدیں وجہ انکار کیا کہ بیک وقت دو امیروں

کے لئے بیعت نہیں ہو سکتی۔ یزید کے تخت نشین ہونے کے بعد اس نے مخالفین کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی جس نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا۔ جس کے بعد واقعہ حرہ پیش آیا۔ اور دوسرا واقعہ سیدنا حسینؓ کی شہادت کا ظاہر ہوا۔ یزید کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ حسین عنبری سردار نے سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ادھر مروان بن حکم جو حاکم مدینہ تھا۔ اس نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ وہ کمزور تھا۔ ویسے بھی چھ ماہ کے اندر اندر اس کی وفات ہوگئی۔ تو عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا۔ جس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کنارہ کش رہے۔ سفک دمار یعنی خون ناحق بہنے کے خطرہ کے پیش نظر انہوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی۔ دل سے نہیں مانتے تھے۔ یہ ایسا تھا جیسے تغلب کی حکومت کو سفک دمار کے خوف سے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اس لئے ان الناس ضیعوا فرمایا گیا۔ طرفداران یزید نے فتنہ ابن الزبیرؓ پیدا کیا۔ اس طرح دو جماعتیں ہوگئیں۔ ایک نے حضرت ابن الزبیرؓ کا ساتھ دیا۔ اور دوسری عبدالملک بن مروان کی حامی بن گئی۔ جو ابن الزبیرؓ کو حق پر نہیں سمجھتے تھے۔ غرضیکہ ان لوگوں نے حضرت ابن عمرؓ کو ابن الزبیرؓ سے لڑنے کے لئے اکسایا۔ جس پر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں تو کسی مسلمان کا خون بہانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ تو اس پر ان لوگوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں ہے۔ قاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ای شرک وظلم جس پر ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ مشرکین اور کفار سے لڑ کر ہم نے شرک اور ظلم کا خاتمہ کر دیا۔ اب تم اس لئے لڑتے ہو۔ کہ دین دنیا داروں کے ہاتھ آجائے۔ اور عبداللہ بن الزبیرؓ دین دار کو تم اچھا نہیں سمجھتے۔

عن نافع ان رجلاً قیل حکیم کذا فی العینی۔ فاصلحوا بینھما اس آیت سے انہوں نے استدلال کیا۔ کہ مسلمان باغیوں سے لڑنا درست ہے۔ چونکہ آپ عظیم شخصیت ہیں۔ اس لئے آپ فریقین میں صلح کرا سکتے ہیں۔

اما عثمانؓ فکان اللہ عفا عنہ سائل خارجی تھا جو شیخین کی فضیلت کا قائل تھا۔ اور ختنین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دامادوں کی تنقیص کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ جنگ احد میں فرار کر گئے تھے۔ تو ابن عمرؓ نے جواباً فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عفا اللہ عنہم فرما کر انہیں معافی دے دی ہے۔ تم انہیں کیوں معاف نہیں کرتے۔ رہ گئے حضرت علیؓ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی بھی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات کے درمیان حضرت فاطمہؓ کا حجرہ تھا۔

جس میں حضرت علیؓ رہتے تھے۔ تو ان کو منزلاً و منزلۃً دونوں طرح سے قرب حاصل ہے۔ کیونکہ جنوبی جانب حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے حجرے تھے۔ بیچ میں حضرت فاطمہؓ کا حجرہ تھا۔ اس کے پیچھے دیگر ازواج مطہرات کے حجرات تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے خفا ہوتے تو اپنے قریب جگہ نہ دیتے۔ خوارج کا اعتراض درست نہیں ہے۔ وہ تو منزل کے اعتبار سے قریب اور قرابۃ کے اعتبار سے بھی قریب ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ان تخرج الزمت ۶۴۵ کہ باغی اور سرکش لوگوں کا قتال کریں۔ تاکہ فتنہ و فساد کا انسداد ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اور آیت کریمہ میں لاتکون فتنۃ میں فتنہ سے شرک مراد ہے۔ وہ ہم ختم کر چکے۔ اب مسلمانوں میں مقاتلہ کر کے ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا یہ میری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ قاتلوا التی تبغی الخ باغی لوگوں سے لڑنے کے لئے عدد اور عدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ افراد اور اسلحہ میرے پاس نہیں ہے۔ کہ میں ان سے قتال کر سکوں۔ لہٰذا سکوت اور تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مولانا مکیؒ کی تقریر میں سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ باغی مسلمانوں سے قتال بغیر شوکت اور قدرت کے ممکن نہیں۔ جو ہمیں حاصل نہیں ہے۔ قتال کفار سے ہم فارغ ہو گئے۔ اور اب لیس کقتالکم علی الملک کہ اب تو صرف ملک کے لئے لڑنا رہ گیا ہے۔ جیسا کہ مروان اس کے بیٹے عبد الملک اور عبد اللہ بن الزبیرؓ کے درمیان واقع ہوا۔ تو ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی۔ کہ ایسی حالت میں جب کہ کسی فریق کا حق پر ہونا اور دوسرے کا باطل پر ہونا واضح نہ ہو۔ قتال کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ جب کسی کا باغی ہونا واضح ہو جائے تو اس سے لڑنا واجب ہے۔ حتی تفیٔ الی امر اللہ۔ جمہور امت کا یہی مسلک ہے۔ ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف اور عبد اللہ بن الزبیرؓ کی جنگ ہوئی۔ جس میں حضرت ابن الزبیرؓ قتل کر دیئے گئے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کی وفات اوائل ۷۴ھ میں ہوئی۔ اور ابن عمرؓ یہاں تک کنارہ کش رہے کہ اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ کے حکم کے باوجود وہ تحکیم کے واقعہ میں حاضر نہیں ہوئے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ التَّهْلُکَةُ وَالْهَلَاكُ وَاحِدٌ۔

حدیث نمبر ۴۰۵۸ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ حُذَیْفَةَ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ قَالَ نَزَلَتْ فِي النَّفَقَةِ ۔

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قربات الٰہیہ میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ کفار سے جنگ میں مسلمانوں پر خرچ کرو تاکہ وہ قوی ہو کر ان کا مقابلہ کر سکیں۔ اگر تم نے مال سے محبت کر کے جہاد وغیرہ پر خرچ نہ کیا۔ تو دشمن قوی ہو کر تمہیں ہلاک کر دے گا۔ تو یہ امساک اور حب المال ہمیشہ کی ہلاکت کا سبب ثابت ہوگی۔

بَابُ قَوْلِهِ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا اَوْ بِهِ اَذًى مِّنْ رَّاسِهِ

حدیث نمبر ۴۰۵۹ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ قَعَدْتُ اِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ الْكُوفَةِ فَسَاَلْتُهُ عَنْ فِدْيَةٍ مِنْ صِيَامٍ فَقَالَ حُمِلْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ مَا كُنْتُ اُرَى اَنَّ الْجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِكَ هٰذَا اَمَا تَجِدُ شَاةً قُلْتُ لَا قَالَ صُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ وَاحْلِقْ رَاْسَكَ فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَّهِيَ لَكُمْ عَامَّةً ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن معقل فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت کعب بن عجرہؓ کے پاس جا کر اس مسجد یعنی مسجد کوفہ میں بیٹھا۔ میں نے ان سے روزہ کے فدیہ کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں اٹھا کر لایا گیا کہ جوئیں میرے چہرہ پر گر کر پھیل رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تیری یہ مشقت اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ کیا تمہارے پاس بکری ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ ہر مسکین کو دو سیر گندم دو۔ اور سر منڈا لو۔ تو پس یہ آیت خاص کر میرے بارے میں نازل ہوئی۔ جس کا حکم تمہارے لئے عام ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ الخ ہمارے نام نہاد صوفی اور دلی اس آیت کو بہت پڑھتے ہیں۔ اور جب کوئی اہم کام ہوتا ہے۔ تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ کہ خطرہ ہے دشمن کی فوج اور ہتھیار زیادہ ہیں۔ لہٰذا جہاد کو ترک کر دو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دو۔ لیکن

ترمذی شریف میں یہ روایت حضرت ابوایوب انصاریؓ سے اس طرح مروی ہے کہ قسطنطنیہ پر جب مسلمانوں نے حملہ کیا۔ اور رومی فوج پر مسلمانوں کا بھرپور حملہ ہوا۔ تو کسی شخص نے کہا کہ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ جس پر حضرت ابوایوبؓ انصاری ناراض ہوئے۔ فرمایا یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ ہم انصار نے چپکے چپکے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ اب تک ہم لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت امداد کی ہے۔ یہاں تک کہ اب مسلمان بہت ہوگئے ہیں۔ جنگوں میں شرکت کی وجہ سے ہمارے باغات خشک ہوگئے۔ خصوصاً کھجور کے درخت جلدی خشک ہوگئے۔ اب اگر ہم غزوہ تبوک میں شامل ہوئے۔ تو ہمارے باغات تباہ ہوجائیں گے۔ لہٰذا جہاد میں شمولیت ترک کر کے باغات اور کھیتوں کی خبر گیری کرو۔ جس پر یہ آیت لاتلقوا بایدیکم الخ نازل ہوئی۔ کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ الی التھلکۃ بعزمکم ترک الجھاد۔ یعنی جہاد کو چھوڑ دینا ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مال کے خراب ہونے کی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ ترکِ جہاد کی صورت میں دشمن قوی ہوجائے گا۔ تم پر غالب آکر تمہیں ذلیل کر دے گا۔ کیونکہ دشمن جب تک رعب نہ دیکھے وہ برابر لشکر کشی کرتا رہتا ہے۔ الغرض جہاد سے مال ضائع ہوگا اور ترکِ جہاد سے اولاد ضائع ہوگی۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ جملہ لاتلقوا بایدیکم انفقوا کے بعد لایا گیا ہے۔ پہلے معنی یہ تھے۔ کہ تمہارا مال کو جمع کرنا اور جہاد چھوڑ دینا یہ تہلکہ ہے۔ اب معنی ہوں گے۔ کہ تمہارا مال کو جمع کرنا اور خرچ فی سبیل اللہ نہ کرنا یہ تہلکہ ہے۔ تو اب کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگرچہ شان نزول یہی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوایوبؓ انصاری فرمارہے ہیں۔ کہ التھلکۃ میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔ ای عزمکم ترک الجھاد ہے یا عزمکم جمع الاموال ہے۔ لیکن مورد کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ آج کل لوگ خطرہ کا بہانہ بناتے ہیں۔ جواب یہ ہے۔ کہ یہاں عموم ہے نہیں کہ تم خصوص کا خیال کرو۔ حدیث سے خصوص معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ دو آدمی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتے ہیں۔ ایک وہ مسافر جو آخری شب اپنی محبوب نیند کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے مناجات شروع کرتا ہے۔ تہجد پڑھتا ہے۔ دوسرا وہ ہے۔ جو دشمن سے قتال کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو شکست ہوگئی۔ یہ تنہا دشمنوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور شہید ہوجاتا ہے۔ یہاں تو تہلکہ قطعی اور یقینی ہے۔ مگر یہ شخص احب الناس الی اللہ ہے۔ اگر اس کے خلاف ہوتا تو ابغض الناس بنتا۔ آپؐ خود بدر کے میدان میں پریشان تھے۔ نہ تلواریں نہ گھوڑے نہ فوج

ادھر دشمن ہر طرح کے کیل کانٹے سے مسلح تھا۔ بایں ہمہ آپؐ تین سو تیرہ آدمی لے کر ایک ہزار کے مقابل نکلتے ہیں۔ یہ بھی تمہارا تھلکہ تھا۔ آج ہم انگریز سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ انگلینڈ کی آبادی چار کروڑ ہے۔ ہم ہندوستانی چالیس کروڑ ہیں۔ مسلمان دس کروڑ ہیں۔ ہمارے تو پیشاب سے بھی انگریز بہہ جائے۔ لیکن پھر بھی لاتلقوا الخ رہ جاتا ہے۔ غزوۂ یرموک میں دشمن تین لاکھ ہے۔ حکومت پشت پناہ ہے۔ مسلمان اٹھتی ہزار ہیں۔ جن کو جمیع اطراف سے جمع کر کے حضرت فاروق اعظمؓ نے بھیجا تھا۔ یہ بھی تھلکہ تھا۔ مگر مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ قادسیہ کی جنگ میں فارسی حکومت مسلمانوں کے مقابلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے۔ فوج کیل کانٹے سے مسلح ہے۔ اور سپاہی بہادر اور جنگجو ہیں۔ رستم پہلوان کمان کرتا ہے۔ ادھر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی کمان میں جنگ شروع ہوتی ہے۔ فوج دشمن کی فوج سے ایک تہائی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کم ہے۔ مقابلہ کے بعد فتح مسلمانوں کو ہوتی ہے۔

الغرض معلوم ہوا۔ کہ التھلکہ میں الف لام عموم کے لئے نہیں خصوص پر محمول ہے۔ دشمن کو قتل کرنا اس پر رعب ڈالنا ضروری ہے۔ بسا اوقات ایک آدمی بہت کام کر جاتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اکیلے جماعتوں کو شکست دے دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک آدمی کی بدولت دشمن مرعوب ہو جائے۔ جس سے دشمن مغلوب ہو۔ اور مسلمانوں کا جذبۂ شہادت رنگ لائے۔ اور بھی کئی مصالح ہو سکتے ہیں۔ سب روایات صحاح کی ہیں۔ قسطنطنیہ پر سات مرتبہ حملہ ہوا۔ ساتویں مرتبہ فاتح سلطان محمد تھے۔ تین مرتبہ عربوں نے حملہ کیا۔ اور چار مرتبہ ترکوں نے حملہ کیا۔ چھ بار مسلمان ناکام رہے۔ ہمت نہیں ہاری۔ حضرت عمرؓ اور امیر معاویہؓ کے عہد میں حملے ہوئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | باب فمن کان مریضاً۔ آیت میں ہے۔ لاتحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ الخ یعنی دسویں ذی الحجہ تک سر کو نہ منڈواؤ یعنی احرام نہ کھولو۔ اگر کوئی مریض ہے۔ جس کو سر منڈوانا ضروری ہے۔ یا سر میں کوئی تکلیف دہ چیز پیدا ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے محرم نے سر کو منڈوا لیا تو اسے فدیہ دینا پڑے گا۔ وہ تین چیزوں میں سے ایک ہے۔ تین دن کے روزے۔ بکری کی قربانی۔ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ

حدیث نمبر ۴۲۰۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ اُنْزِلَتْ اٰيَةُ الْمُتْعَةِ فِيْ كِتَابِ اللهِ فَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْزَلْ قُرْاٰنٌ يُحَرِّمُهٗ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا حَتّٰى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهٖ مَاشَاءَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں۔ کہ تمتع کی آیت تو کتاب اللہ میں نازل ہوئی ہے اور ہم نے یہ حج تمتع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا ہے۔ قرآن میں اس کی حرمت نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی مرتے دم تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمتع سے منع کیا۔ اب اپنی رائے سے جو شخص چاہے کہتا رہے۔ اس سے مراد حضرت عمرؓ ہیں یا حضرت عثمانؓ ہیں۔ جو ہر عبادت کا الگ الگ حکم دیتے تھے۔ حج اور عمرہ کو جمع نہیں کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حج کے تین اقسام ہیں۔ افراد، تمتع اور قران حج افراد کے اندر میقات سے احرام باندھ کر دسویں ذی الحجہ تک اسی حالت میں رہتا ہے۔ طواف زیارت ادا کر کے پھر احرام کھولا جاتا ہے۔ تمتع میں دخول مکہ کے بعد افعال عمرہ ادا کر کے حلال ہو جاتا ہے۔ پھر یوم ترویہ میں احرام باندھ کر افعال حج ادا کرنے کے بعد دسویں تاریخ کو حلال ہوتا ہے۔ اس میں آسانی ہے۔ منہیات کا ارتکاب نہیں کرنا پڑتا۔ اور قران میں زیادہ سختی ہے۔ کہ اس میں برابر دسویں تاریخ تک احرام کی حالت میں رہنا پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے۔ راجح قول یہی ہے۔ بہت سے آدمیوں نے حج کا احرام باندھا تھا۔ آپؐ نے ان سے عمرہ کا احرام بندھوا کر انہیں متمتع بنایا۔ اب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگوں کو حج تمتع سے منع کیا جاتا ہے۔ تمتع اصطلاحی لفظ ہے۔ ایک تو قران اور افراد کا قسیم ہے۔ اور ایک دوسرا تمتع لغوی ہے۔ بان یتمتع الرجل بسفر واحد لعمرۃ وحجۃ یعنی کہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ سے نفع حاصل کرے۔ دونوں پر ہی تمتع کا اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے تمتع اور قران کا احرام باندھنے سے بالکل منع کر دیا تھا۔ دوسرے فسخ الحج الی العمرۃ کو بھی منع کر دیا۔ فسخ الحج الی العمرۃ تو بالاتفاق زمانہ سعادتؐ کے ساتھ مختص ہے۔ آپؐ نے فرما دیا تھا۔ لکم خاصۃ۔ حضرت عمرؓ کی ہیبت کی وجہ لوگ ان کا خلاف کرنے

سے ڈرتے تھے۔ البتہ مشورے کھلے دل سے دیتے تھے۔ کسی کا لحاظ نہیں ہوتا تھا چنانچہ ایک بڑھیا نے قنطار مقنطرہ والی آیت پڑھ کے ان کو خاموش کر دیا تھا۔ اور ایک مرتبہ منبر پہ کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ اگر میں قرآن و سنت کے خلاف حکم دوں تو تم لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کروگے۔ حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ اس تلوار سے تکلے کی طرح تیرے بل نکالیں گے۔ جس پہ حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے۔ کہ مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ دین کے محافظ موجود ہیں۔ اس رعب و داب کے باوجود راتوں کو گشت کر کے لوگوں کے حالات معلوم کرتے تھے۔ تو حضرت عمران بن حصینؓ اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قال رجل برأیہ ما شاء۔ لیکن یہ حضرت عمرؓ کا روکنا اپنی رائے سے نہیں تھا کیونکہ فسخ الحج الی العمرۃ تو آپؐ کے ارشاد کے مطابق لکم خاصۃً تھا۔ اور اتموا الحج والعمرۃ للہ بھی فسخ حج الی العمرۃ کو منع کرتا ہے۔ اور سنت نبوی بھی اسی پہ دال ہے۔ کہ آپؐ رمی جمرہ عقبہ تک برابر احرام میں رہے۔ حضرت عمرؓ نے تمتع اور قران سے اس لئے منع کیا تا کہ لوگ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ ادا کر کے خانہ کعبہ کو چھوڑ نہ دیں۔ بلکہ برابر آتے رہیں۔ تو یہ منع تحریمًا نہیں بلکہ مصلحتًا تھی۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

حدیث نمبر ۴۰۶۱ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَّتَّجِرُوْا فِی الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز تین بازاریں تھیں۔ تو مسلمانوں نے حج کے موسم میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا۔ جس پہ یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ مواسم حج میں رزق طلب کرنے کے لئے تجارت کرنا گناہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عرب میں سوائے ایام حج کے دوسرے اوقات میں اجتماع الناس ممکن نہیں تھا۔ صرف اشہر حرم میں لوگ مجتمع ہوتے تھے۔ جس میں خرید و فروخت ہوتی تھی۔ البتہ ایام منیٰ میں خالص مناسک حج کے لئے اجتماع ہوتا تھا۔ عکاظ۔ مجنہ۔ ذوالمجاز تینوں بازاروں میں شوال کے

مہینہ میں تجارت کے لئے جمع ہوتے تھے۔ جب اسلام آیا۔ تو مسلمان لوگوں کو خیال ہوا کہ چونکہ ایام حج میں تجارت کرنا جاہلیت کا طریقہ تھا۔ تجارت کی وجہ سے فریضہ حج خالص نہیں رہ سکتا۔ بلکہ گناہ ہوگا۔ اس لئے اس خیال کی تغلیط کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ ضمناً تجارت کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔

حدیث نمبر ۴۰۶۲ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ ثُمَّ يَقِفُ بِهَا ثُمَّ يُفِيْضُ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ قریش اور ان کے ہم مسلک لوگ مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے۔ اور اپنا حمس نام رکھتے تھے۔ باقی عرب کے لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے۔ جب اسلام آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ عرفات میں آئیں۔ وہاں وقوف کریں پھر وہاں سے لوٹیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قول کا مطلب ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قریش کے ساتھ بعض دوسرے قبائل بنو خزاعہ اور بنو عامر اور بنو ثقیف وغیرہ بھی تھے۔ اس لئے من دان دینھا فرمایا گیا۔ قریش کہا کرتے تھے۔ نحن قطین بیت اللہ۔ اس لئے ہم حدود حرم سے باہر نہ جائیں گے۔ منیٰ۔ مزدلفہ تو حدود حرم میں ہیں۔ لیکن عرفات حدود حرم سے باہر ہے۔ اس لئے قریش اور ان کے موافقین وقوف کے لئے مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے۔ دوسری اقوام عرفات میں وقوف کرتی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ بھی وقوف عرفات کا تھا۔ قریش کی جاری کردہ بدعات میں سے یہ بھی تھا۔ کہ وہ وقوف عرفات نہیں کرتے تھے۔

حمس حماسہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی شدت کے ہیں۔ چونکہ قریش دوسروں کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو حمس کہتے تھے۔

حدیث نمبر ۴۰۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ يَطُوْفُ

اَلرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَا كَانَ حَلَالًا حَتّٰى يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَاِذَا رَكِبَ اِلٰى عَرَفَةَ فَمَنْ تَيَسَّرَ لَهٗ هَدِيَّةٌ مِّنَ الْاِبِلِ اَوِ الْبَقَرِ اَوِ الْغَنَمِ مَا تَيَسَّرَ لَهٗ مِنْ ذٰلِكَ اَىَّ ذٰلِكَ شَاءَ غَيْرَ اَنْ لَّمْ يَتَيَسَّرْ لَهٗ فَعَلَيْهِ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَذٰلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ فَاِنْ كَانَ اٰخِرُ يَوْمٍ مِّنَ الْاَيَّامِ الثَّلٰثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَنْطَلِقْ حَتّٰى يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى اَنْ يَّكُوْنَ الظَّلَامُ ثُمَّ لِيَدْفَعُوْا مِنْ عَرَفَاتٍ اِذَا اَفَاضُوْا مِنْهَا حَتّٰى يَبْلُغُوْا جَمْعًا الَّذِىْ يَبِيْتُوْنَ بِهٖ ثُمَّ لِيَذْكُرِ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّاَكْثِرُوا التَّكْبِيْرَ وَالتَّهْلِيْلَ قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا ثُمَّ اَفِيْضُوْا فَاِنَّ النَّاسَ كَانُوْا يُفِيْضُوْنَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ حَتّٰى تَرْمُوا الْجَمْرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ متمتع جب تک حلال ہے۔ وہ بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔ پھر جب وہ عرفات کی طرف سوار ہو کر جانے لگے تو جس شخص کو قربانی کا جانور میسر ہو۔ خواہ اونٹ ہو یا گائے یا بکری۔ ان میں سے جو بھی اسے آسانی سے مل جائے۔ اور جس کو آسانی سے یہ میسر نہ ہوں۔ تو اس پر تین دن کے روزے حج کے ایام میں ہیں۔ جو یوم عرفہ سے پہلے پہلے ہوں۔ اگر ان تینوں دنوں میں سے آخری دن عرفہ کے دن کا روزہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر وہاں منیٰ سے چل کر عرفات میں وقوف کرے۔ صلوٰۃ عصر سے لے کر غروب آفتاب تک جب تاریکی آجائے۔ پھر یہ لوگ عرفات سے لوٹ کر روانہ ہوں۔ یہاں تک کہ مزدلفہ میں پہنچیں۔ جہاں پر اسفار یعنی خوب روشنی تک رہنا ہوگا۔ پھر وہ اللہ تعالےٰ کو بہت یاد کریں۔ یا اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا اکثر ورد کریں۔ لیکن یہ سب کچھ صبح کرنے سے پہلے پہلے ہو۔ پھر وہاں سے لوٹیں۔ کیونکہ غیر حمس لوگ بھی یہاں سے لوٹتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کا قول ہے۔ افیضوا الخ

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ مسلک احناف کے موافق ہے۔ نویں تاریخ سے پہلے جن تاریخوں میں چاہے روزہ رکھے۔ اگر اس سے پہلے روزہ نہ رکھ سکے۔ یہاں تک کہ دسویں اور گیارہویں تاریخ ہو گئی۔ تو پھر ھدی کا ذبح کرنا ضروری ہوگا۔ مالکیہ اور شوافع اس کے قائل

نہیں ہیں۔ بلکہ روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ حتی یقضہ لعرفات من صلوٰۃ العصر الی ان یکون الظلام ان یظہر الظلام جمع بین الصلوتین تقدیم کے لئے امام صاحبؒ کے نزدیک چند شرائط ہیں۔ یوم عرفہ ہو۔ احرام ہو۔ اور مسجد نمرہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو۔ تو پھر جمع بین الصلوتین جائز نہیں۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک اور شرائط ہیں۔ استغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم حتی ترمجوا الجمرۃ۔ یہ ذکر۔ اذکار۔ تسبیح وتہلیل۔ استغفار وتوبہ اس وقت تک چالو رہیں۔ یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی کرے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً۔

حدیث نمبر ۴۰۶۴ حَدَّثَنَا ابُو مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی نصیب ہو۔ اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَقَالَ عَطَاءٌ اَلنَّسْلُ الْحَيْوَانُ۔

حدیث نمبر ۴۰۶۵ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ عَنْ عَائِشَةَؓ تَرْفَعُهٗ قَالَ اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اس حدیث کا رفع کرتی ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض آدمی وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔

لدادۃ بمعنی شدید الخصومۃ خصام جمع خصم کی جھگڑالو۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ الخ

حدیث نمبر ۴۰۶۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا خَفِيْفَةً ذَهَبَ بِهَا هُنَاكَ وَتَلَا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ فَلَقِيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِؓ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ قَالَتْ عَائِشَةُؓ مَعَاذَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا وَعَدَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا عَلِمَ اَنَّهٗ كَائِنٌ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ وَلٰكِنْ لَّمْ يَزَلِ الْبَلَاءُ بِالرُّسُلِ حَتّٰى خَافُوْا اَنْ يَّكُوْنَ مَنْ مَّعَهُمْ يُكَذِّبُوْنَهُمْ فَكَانَتْ تَقْرَؤُهَا وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا مُثَقَّلَةً۔

ترجمہ۔ ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباسؓ وظنوا انهم قد كذبوا ذال کی تخفیف سے پڑھتے تھے۔ اور اس آیت کو اس آیت کی طرف لے جاتے تھے۔ جو سورۃ بقرہ میں ہے متی نصر اللہ یعنی انبیاء کے پاس اس حد تک پہنچ گئی۔ اور حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا معه متی نصر اللہ الآیۃ۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں۔ کہ میری ملاقات حضرت عروۃ بن الزبیرؓ سے ہوئی۔ میں نے ان کے سامنے حضرت ابن عباسؓ کا قول ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت عائشہؓ تو اس سے اللہ کی پناہ مانگتی تھیں۔ کہ انبیاء کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جھوٹ کہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے نبی سے جو بھی وعدہ کیا۔ اس نبی کو تو یقین تھا۔ کہ وہ اس کی موت سے پہلے پہلے ضرور ہو کر رہے گا۔ جھوٹ کا تو احتمال نہیں ہے۔ البتہ اللہ کے رسولوں پر مصائب برابر آتے رہے۔ یہاں تک کہ انبیاء کو اپنے ساتھیوں سے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ ان کو جھٹلا نہ دیں۔ تو وہ قد کذبوا تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ظنوا انهم قد كذبوا یہ سورۃ یوسف کی آیت ہے۔ اور اس کو حضرت ابن عباسؓ اس تفسیر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ کہ ام حسبتم کے ساتھ لما یأتکم الخ باساء بؤس سے ہے اور ضراء ضر سے ہے۔ یعنی شدت فقر و شدت مرض اس کی تائید میں ابن عباسؓ سورۃ یوسف کی آیت کو پیش کرتے ہیں۔ یہاں کوئی مذہبی اختلاف نہیں۔ بلکہ قرأۃ کا اختلاف

ہے۔ ابن عباسؓ سورۃ یوسف کی آیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ متقدمین پر جو حالتیں گذری ہیں۔ وہ تم کو ضرور پہنچیں گی۔ پھر بہشت میں داخلہ ملے گا۔ وہ حالت مستھم البأساء والضراء کہ فقر و فاقہ شدت مرض سے دوچار ہوئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی۔ عالم مایوسی میں رسولوں کو بھی گمان ہو گیا۔ کہ نصرت کا وعدہ ان سے جھوٹ کہا گیا۔ حتی غایت کے لئے مغیی یعنی جس کی غایت ہے۔ وہ محذوف ہے۔ ای طال علیہم الیأس واستبطأعنھم النصر حتی اذا استیئس الرسل۔ یعنی ان پر سختیاں دور ہو گئیں۔ اور نصر ایزدی کے آنے میں دیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ رسل مایوس ہو گئے۔ تو استیئس کا فاعل رسل ہوئے۔ ظنوا کا فاعل بھی الرسل ہے۔ اور کذبوا فعل مجہول کا نائب فاعل بھی الرسل ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ رسول ناامید ہو گئے۔ کہ اب اللہ کی مدد نہیں آتی۔ تو کُذِبوا فعل مجہول کے معنی ہوئے کہ رسول جھوٹ بولے گئے العیاذ باللہ وہ جھوٹ بولنے والا کون ہے۔ یا تو اللہ تعالےٰ ہیں یا ملائکہ ہیں۔ جب یہ تفسیر ابن عباسؓ حضرت عائشہ کو سنائی گئی۔ تو وہ اللہ کی پناہ مانگنے لگیں۔ انہوں نے فرمایا۔ قرأت قد کذبوا تشدید ذال کے ساتھ ہے۔ یعنی لوگ ان کو جھٹلائیں گے۔ تو اس صورت میں وہ اعتراض وارد نہ ہو گا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے بارے میں کذب کا احتمال رسولوں کو تھا۔ لیکن پھر اشکال ہے۔ کہ ظنوا کیسے صحیح ہو گا۔ کیونکہ ظن اور علم تو درکنار واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کی ان کو جھٹلایا۔ تو دونوں قرأت میں تعارض ہوا۔ جس کے بارے میں حضرت عروہ بن الزبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا۔ ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ کذبوا بالتخفیف پڑھنا جائز ہے اور نہ بالتشدید کذبوا پڑھنا جائز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسولوں کے ساتھ دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو وہ جنہوں نے جھٹلایا۔ دوسرے وہ جو ایمان تو لائے تصدیق بھی کی۔ لیکن مصائب اور بلایا کی شدت اور زیادتی کی وجہ سے بول پڑے۔ جیسا کہ حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ۔ دلالت کرتا ہے۔ تو اب معنی یہ ہوئے۔ اذا استیئس الرسل ای من القوم وھم الکفار وظنوا انھم قد کذبوا ای من جھۃ المؤمنین جب انبیاء کفار سے مایوس ہو گئے اور مومنوں کی طرف سے جھٹلائے جانے کا گمان ہوا۔ تب نصرت الٰہی نازل ہوئی۔ اس تقریر سے حضرت عائشہؓ کی قرأت واضح ہو گئی۔ جس نے کذبوا بالتخفیف قرأت کو باطل کر دیا۔ حالانکہ ابن عباسؓ کی قرأت متواترہ ہے۔ تو اس کی وجہ وہی ہے جو ابن عباسؓ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ لبا اوقات

مقام توبیخ اور مقامِ ملامت میں ایسی چیز کی نسبت کر دی جاتی ہے۔ جو اس میں نہیں پائی جاتی۔ جیسے کسی باپ کے بیٹے نے ان کے والد ہونے کا انکار نہیں کیا۔ لیکن نافرمانی کی بنا پہ وہ کہتا ہے۔ کہ خدا کی قسم! تو مجھے باپ نہیں سمجھتا۔ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے بارے فرمایا گیا۔ وظن ان لن نقدر علیہ یعنی یونس علیہ السلام نے گمان کیا۔ کہ ہم اس پہ ہرگز قدرت نہیں رکھتے۔ چونکہ یہ مقام ملامت ہے۔ بلاغت کا تقاضا ہے۔ کہ ایسی بات کی نسبت کی جائے۔ جس سے توبیخ ہو جائے۔ ایسے یہاں ان لوگوں نے یہ گمان نہیں کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ جھوٹ بولا۔ لیکن جب کثرت سے سوال کرنے لگے۔ متی نصر اللہ اور بار بار رنج و ملال کا اظہار کیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کو ہمارے وعدوں پہ یقین نہیں ہے۔ ہم نے ان سے جھوٹ کہا۔ جیسے حضرت جابرؓ کے بار بار سوال کرنے پر کہ آپؐ کا وعدہ پورا کرو۔ اتبخل کیا بخل کرتے ہو۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ بخل سے بڑا مرض تو اور کوئی نہیں ہے۔ آخر میں انہوں نے آپؐ کے وعدہ کو پورا کر دیا۔ تو حضرت ابن عباسؓ تو فرماتے ہیں۔ کہ اذا استیئس الرسل کو ام حسبتم الخ کی طرف لے جاؤ۔ جو سورۃ بقرہ میں ہے۔ لما یأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم تو اب وہ چیز نہ پائی گئی۔ جس سے حضرت عائشہؓ تعوذ کر رہی ہیں۔ کیونکہ حقیقۃً ظن نہیں پایا گیا۔ جیسے حضرت یونس علیہ السلام کا یہ فعل کہ وہ بغیر اذن الٰہی کے نینوا سے بچوں اور عورتوں کو ساتھ لے کر چلے گئے۔ تو ملامت ہے کہ ایسا انہیں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ کیا ہم ان کو لینے پہ قادر نہیں تھے۔ چنانچہ بیوی کو کوئی بادشاہ لے گیا۔ بچے دریا میں ڈوب گئے۔ خود چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ آیت کریمہ کا ورد کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جان بخشی کر دی۔ بیوی بھی مل گئی بچے بھی واپس مل گئے۔

ذھب بھا ای الایۃ اور ھناک سے سورۂ بقرہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی آیت حتی یقول الرسول الخ کو تلاوت کیا۔ کہ ظنوا انھم قد کذبوا اس کے ساتھ لاحق کیا جائے۔ اس طرح دونوں آیات اور قرأت میں تطبیق ہو گئی۔ لیکن ان دونوں کا مدار اس پہ ہے۔ کہ ضمائر میں انتشار نہ کیا جائے۔ انھم۔ ظنوا وکذبوا سب کا مرجع الرسل ہو۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ ظنوا کی ضمیر کا مرجع اتباع الرسل ہیں۔ یعنی ظن المؤمنون۔ کذبوا ای المؤمنون یعنی اتباع کہیں کہ ہم سے رسولوں نے جھوٹ بولا۔ یا ہم سے خدا نے جھوٹ کہا۔ اور الذین اتقوا جو اس آیت سے پہلے ہے۔ وہ دلالت کرتا ہے کہ یہ مضمون مؤمنین کے لئے ہے۔ اور مومنوں کو یہ گمان ہو جانا کوئی مستبعد نہیں۔ اور رسل سے ایسا گمان

محال ہے۔ اس وقت کذبوا کے معنی حقیقی ہوں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان کے مجازی معنی لئے تھے اور کذبوا بمعنی انتزعوا کے ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ الٰخ

حدیث نمبر ۴۰۶۷ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الٰخ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ اِذَا قَرَءَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ فَاَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَأَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِىْ فِيْمَا اُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ اُنْزِلَتْ فِىْ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضٰى وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ الٰخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ قَالَ يَاْتِيْهَا فِىْ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ الٰخ

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب قرآن مجید پڑھتے تھے۔ تو فارغ ہونے سے پہلے کسی سے کلام نہیں کرتے تھے۔ ایک دن میں آپ کے پاس قرآن مجید پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔ کہ آپ نے سورۃ بقرہ کو پڑھا۔ اور ایک مکان نساؤکم الٰخ تک پہنچے تو مجھ سے فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کس کے بارے میں اتری ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ فلاں فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی جو وطی فی الدبر یعنی عورتوں کی پچھلی طرف سے جماع کرتے ہیں۔ پھر وہ آگے گذر گئے۔ تلاوت کرتے رہے۔ اور عبد الصمد کی سند میں ہے۔ کہ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ انی شئتم فرمایا۔ کہ اس کی دبر میں آسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۶۸ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الٰخ سَمِعْتُ جَابِرًاؓ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَّرَآئِهَا جَاءَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہود کہتے تھے جب کوئی شخص اپنی بیوی سے پچھلی طرف سے آکر جماع کرے۔ تو اس کا بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ جس طرف سے تم چاہو۔ ان سے جماع کر سکتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | انی شئتم الٰخ اس کے معنی اور حکم میں اختلاف ہے۔ قرن اوّل

میں بھی اختلاف رہا۔ اور بعد میں بھی اختلاف رہا ہے۔ کہ انّی بمعنی کیف کے ہے۔ یا انّی بمعنی این کے ہے جس نے انّی بمعنی کیف کہا۔ اس نے لواطت کی ممانعت ثابت کی اور جس نے انّی بمعنی این کے کہا اس نے لواطت کو یعنی وطی فی الدبر کو جائز کہا۔ روافض انّی بمعنی این کے لیتے ہیں۔ اور بعض صحابہ سے بھی ایسا منقول ہے۔ لیکن جمہور صحابہ وائمہؒ انّی بمعنی کیف کے فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایات مختلفہ ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ حضرت نافعؒ کو قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ اور قرآن سناتے وقت کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ لیکن نساؤکم حرث لکم کے بارے میں فرمایا کہ نزلت فی کذا وکذا۔ دوسری جگہ تصریح ہے۔ ای فی اتیان النساء فی ادبارھن جیسا کہ ابن راہویہ نے کہا ہے۔ اکتفا بھی ایک بلاغت کی صفت ہے۔ جس میں کہ کسی چیز کو مصالح کی بناپر ما قبل پر اکتفا کر کے اسے حذف کر دیا جائے۔ یأتیھا فی ای فی دبرھا۔ اور بعض روایات میں فی قبلھا ہے۔ لیکن وہ دوسری روایات کے خلاف ہے۔ بہر حال مصنفؒ نے ابن عمرؓ کی روایات مجملاً ذکر کی ہیں۔ جن سے ان کا مسلک صحیح واضح نہیں ہوتا۔ بعض سے لواطت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اور صاحبزادہ سالمؒ سے یہ بھی روایت ہے۔ کہ نافعؒ نے میرے باپ پر تہمت لگائی۔ میرا باپ لواطت کے جواز کے قائل نہیں تھے۔ مگر پھر بھی ان کی روایت حضرت نافعؒ کی روایت کے مطابق ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے بھی مختلف روایات ہیں۔ بعض سے جواز اور بعض سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ البتہ ابوداؤد میں ابن عمرؓ کا قول فیصلہ کن موجود ہے۔ ابوداؤد ص۲۹۴ ملعون من اتی امرأتہ فی دبرھا۔ اور جابرؓ کی روایت جاء الولد احول وارد ہے۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے غلطی ہوئی۔ خدا ان کی مغفرت کرے۔ ابن عباسؓ انصار کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ کہ وہ انصار اپنی عورتوں سے کروٹ پر جماع کرتے ہیں۔ اور قریش عورتوں کو بالکل ننگا کر کے ہر طرف سے مقبلات مدبرات قُبُل میں جماع کرتے ہیں۔ اور تائید میں انّی شئتم مستقبلات مستلقیات ومتدبرات تو اس طرح ابن عباسؓ نے تفصیل کر دی۔ ترمذی شریف ص۱۱۹ پر ہے۔ من اتی حائضًا او امرأتہ فی دبرھا او کاھنًا فقد کفر اور ص۱۲۹ پر اعرابی کی روایت ہے۔ ولا تأتوا النساء فی اعجازھن۔ غرضیکہ اس قسم کی روایات کثرت سے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لواطت کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت کا غلط ہونا کئی وجوہ سے ہے۔ آیت کریمہ یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی یعنی اذی کی وجہ سے قُبل میں جماع کرنے سے منع کیا گیا۔ تو جیسے قبل محلِ نجاست ہے ایسے دُبر بھی محلِ نجاست ہے۔ جیسے وہ ممنوع یہ بھی ممنوع ہوگا۔ غالباً

اسی لئے اس کے بعد نساؤکم حرث لکم فرمایا گیا۔ نیز! قُبل تو محل حرث ہے۔ دُبر محلِ حرث نہیں۔ بلکہ محلِ فرث ہے۔ لہٰذا انّی کے ایسے معنی لئے جائیں جو حرث کے معنی کو زائل نہ کریں۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ انّی واقعی کبھی بمعنی کیف اور کبھی بمعنی این آتا ہے۔ جیسے انّی لک ھذا ای من این لک ھذا اور کبھی انّی بمعنی کیف۔ جیسے انّی یکون فی ولد ولم یمسسنی بشر ای کیف یکون لی ولد۔ اس اشتراک کی وجہ سے انّی کے وہ معنی لیئے جائیں گے جو حرث کے مناسب ہوں۔ کیف کے معنی لینا متفق علیہ ہیں۔ دوسرے معنی عموم مشترک کے طور پہ ہوں گے جو ناجائز ہیں۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر انّی کے معنی این کے بھی لئے جائیں۔ فأتوا حرثکم انّی شئتم ای من این شئتم یعنی جس جانب سے آؤ آؤ۔ قُبل میں تو محلِ حرث مَاتِی فیہ متعین کر دیا گیا۔ جانب کی تعمیم پر ابن عباسؓ کی روایت دلالت کرتی ہے اور حضرت جابرؓ کی روایت اس کے موافق ہے۔ کہ مَاتِی فیہ قُبل ہے۔ جس سے یہود کے دعویٰ کی تردید کی گئی ہے۔ چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اگر عموم مراد لیا جائے جس سے لواطت کی اباحت ثابت ہو تو پھر ممانعت کی روایات موجود ہیں۔ محترم ہونے کی وجہ سے ان کو ترجیح ہوگی۔ تو ان احادیث متواترہ سے آیت کی تخصیص کی جائے گی۔ تو انّی بمعنی کیف کے متعین ہو گیا۔ یا مَاتِی فیہ محل حرث کے ساتھ مختص ہو۔ پھر انّی بمعنی من این بھی ہو سکتا ہے۔ جمہور کا یہی قول ہے اور وہ جو صاحبِ ہدایہ نے امام مالکؒ کا جواز لواطت کا قول نقل کیا ہے۔ چونکہ ان سے روایات مختلفہ منقول ہیں۔ لہٰذا ان کا مسلک متعین نہ ہو سکا۔ مالکیہ اس کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں۔ کہ اباحت کا قول نقل کرنے والے مفتری ہیں۔ آخر میں اگر شبہ ہو کہ حضرت جابرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیت کا شانِ نزول یہود کے بارے میں ہے۔ ابن عباسؓ انصار کا واقعہ روایت کرتے ہیں تو ان میں کوئی تزاحم نہیں۔ ایک آیت کے دو سبب نزول ہو سکتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | یا تیھا فی الخ ص۶۴۹ س۲۱ یہاں فی جارہ کا مجرور ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ فی دُبرھا سے ذکر کو قبیح سمجھا گیا۔ اور زبان کو اس کے ذکر سے محفوظ کیا گیا۔ اور ابن عمرؓ کے اس قول کو علماء کرام نے جمہور کے خلاف پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ اس سے وطی فی الدبر کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے۔ جب کہ حرث سے عورت مطلق مراد لی جائے خاص موضع وطی مراد نہ لیا جائے جیسا کہ دوسرے حضرات نے اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ چونکہ دُبر محل حرث نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں وطی کرنا جائز نہ ہوگا۔ اگر حرث سے مراد عورت اور اس کا محل وطی بتمامھا مراد لیا جائے۔ کیونکہ تمام عورت

بچے کی پیدا ہونے کی جگہ اور اس کے اگنے کی جگہ ہے۔ تو معنی ہوں گے۔ فأتوا انسو تکم من این شئتم هذا۔ تو صحیح یہ ہے۔ کہ ابن عمرؓ کے کلام کا معنی وہ لیا جائے۔ تو جمہور کے کلام کے موافق ہو تو یا تیھا فی یں فی بمعنی من کے ہو۔ یا یوں کہا جائے۔ کہ مضاف مجرور محذوف ہے۔ وہ جانب ہے۔ معنی یں ایتوھا فی ای جھا تھا شئتم لا فی ای صما ھما شئتم یعنی عورت کی جس جانب سے چاہو جماع کر سکتے ہو۔ یہ نہیں کہ جس سوراخ میں چاہو جماع کر سکتے ہو۔

قولہ اذا جامعھا من د. رائھا الخ تو یہ آیت سے رد مردود کے مطابق ہوگا۔ اس میں محل فرث کا کوئی دخل نہیں کہ اس سے اس کی اباحت ثابت کی جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حافظؒ نے ابن عمرؓ سے مختلف روایات نقل کی ہیں۔ جس میں تصریح ہے۔ کہ یہ آیت ایتان النساء فی ادبارھن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ مسئلہ ایسا مشہور ہے۔ کہ لوگوں نے اس پہ جزء لکھے ہیں۔ جزء محمد بن سحنون وغیرہ۔ ابن عباسؓ کی جو روایت ابوداؤد میں ہے۔ اس میں ہے کہ انصار کی ایک عورت کے بارے میں آیت اتری۔ ائی شئتم مقبلات مدبرات ملقیات فی الفرج کان المرد علی حسب المردود کہ یہود یہ کہتے تھے۔ کہ جو دبر کی طرف سے قُبل میں جماع کرے تو بچہ احول پیدا ہوگا۔ تو بچہ دُبر سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ قُبل سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے تردید بھی اسی کے موافق ہوگی۔ مسلم کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ اذا اتیت امرأة من دبرھا فی قبلھا (الحدیث) یہ سب روایات ابن عباسؓ کے قول کی تائید کرتی ہیں۔

بَابُ قَوْلِهِ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ

حدیث نمبر ۴۰۶۹ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ الخ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ الخ أَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتّٰى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا فَأَبٰى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ۔

ترجمہ۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ کی بہن کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی۔ پس اس کو اس وقت تک چھوڑے رکھا یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہوگئی۔ پس ابوالبداح خاوند نے رحیل کا خطبہ کیا تو ان کے بھائی معقل نے انکار کر دیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ جب کہ تم اپنی بیویوں کو طلاق دو۔ پھر وہ اپنی عدت کو پہنچیں تو اگر وہ اپنے خاوند سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں نہ روکو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت معقل بن یسارؓ کی ہمشیرہ کے بارے میں لوگوں نے خطبہ کیا۔ تو انہوں نے ان کا ایسے آدمی سے نکاح کر دیا۔ جو مالی اعتبار سے کمزور تھا البتہ حافظِ قرآن تھا۔ کئی دن گزرنے کے بعد اس کو خاوند نے طلاق دے دی۔ اور عدت بھی ختم ہوگئی۔ دوسرے لوگوں کی طرح اس زوج اوّل ابوالبداح نے بھی خطبہ کیا۔ حضرت معقل بن یسارؓ کی مرضی نہیں تھی۔ لیکن ان کی بہن رُحیل راضی تھی۔ بھائی کو غصہ تھا۔ کہ اس نے اس کی بہن سے سلوک بھی اچھا نہیں کیا تھا اور دورانِ عدت رجوع بھی نہیں کیا۔ تو آیت کریمہ میں بتلایا کہ یہ کوئی وجہ نکاح نہ کرنے کی نہیں ہے۔ جب خاوند بیوی راضی ہیں تو ان کے نکاح کو نہ روکو۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (إلى) بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ، يَعْفُوْنَ يَهَبْنَ۔

حدیث نمبر ۴۲۷۰ حَدَّثَنِیْ اُمَيَّةُ الخ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الْاُخْرٰى فَلِمَ تَكْتُبُهَا اَوْ تَدَعُهَا قَالَ يَا ابْنَ اَخِىْ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْهُ مِنْ مَّكَانِهٖ۔

ترجمہ۔ جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں۔ اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن انتظار کریں الخ حضرت ابن الزبیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے کہا۔ کہ اس آیت کو تو دوسری آیت اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن کو حاملہ عورتوں کی

عدت وضع حمل ہے۔ تو آپ نے اس کو کیوں نہیں لکھا۔ یا آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اے بھتیجے! میں نے کسی چیز کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کیا۔ ہر ایک کو اپنے مقام پر رہنے دیا ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۷۰ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ اَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ قَالَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّصِيَّةً اِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرَ اِخْرَاجٍ قَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَاءَتْ اعْتَدَّتْ عِنْدَ اَهْلِهٖ وَسَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيْرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنٰى فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُكْنٰى لَهَا وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ بِهٰذَا وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا فِيْ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ نَحْوَهٗ۔

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ والذین یتوفون منکم الخ یہ عدت عورت کو اپنے خاوند کے ورثا کے پاس گزارنا واجب تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے متاعا الی الحول غیر اخراج الخ نازل فرمائی۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ وہ عدت جو پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پورا سال کر دی، جو پہلے سات مہینے اور بیس راتیں ہوتی تھیں۔ یہ وصیت ہے چاہے وہ اپنی اس وصیت کے مطابق ادلیا زوج کے ہاں رہ کر گزارے۔ اگر چاہے تو وہاں سے نکل جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، غیر اخراج یعنی انہیں نکالا جائے۔ اگر وہ خود بخود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو یہ عدت جیسے

تھی ویسے ہی اس پر واجب ہے۔ یہ مجاہد سے منقول ہے۔ اور ابن عباسؓ سے عطاؒ روایت کرتے ہیں۔ کہ اس آیت نے اس کی عدت خاوند کے ورثا کے پاس گزارنے کو منسوخ کر دیا۔ اب جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اسے نکالا تو نہ جائے۔ اور عطاؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر چاہے تو وصیت کے مطابق اولیائے زوج کے پاس عدت گزارے اگر چاہے تو وہاں سے چلی جائے۔ فلا جناح علیکم فیما فعلن عطاؒ فرماتے ہیں۔ پھر میراث کا حکم اس لئے آگیا۔ تو اس کی رہائش کی ذمہ داری منسوخ ہو گئی۔ اب جہاں چاہے عدت گزارے۔ رہائش اس کے لئے واجب نہیں ہے۔ دوسری سندوں سے بھی یہی حکم ثابت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۷۲ حَدَّثَنِیْ حِبَّانُ الخ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰی مَجْلِسٍ فِیْهِ عُظْمٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَفِیْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ لَیْلٰی فَذَکَرْتُ حَدِیْثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ فِیْ شَاْنِ سُبَیْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَلٰکِنْ عَمَّهٗ کَانَ لَا یَقُوْلُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اِنِّیْ لَجَرِیْئٌ اِنْ کَذَبْتُ عَلٰی رَجُلٍ فِیْ جَانِبِ الْکُوْفَةِ وَرَفَعَ صَوْتَهٗ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِیْتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ اَوْ مَالِكَ بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ کَیْفَ کَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِی الْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِیَ حَامِلٌ فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَتَجْعَلُوْنَ عَلَیْهَا التَّغْلِیْظَ وَلَا تَجْعَلُوْنَ لَهَا الرُّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰی بَعْدَ الطُّوْلٰی وَقَالَ اَیُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ لَقِیْتُ اَبَا عَطِیَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک محفل میں بیٹھا تھا۔ جس میں انصار کے بڑے بڑے حضرات موجود تھے۔ اور ان میں عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی تھے۔ تو میں نے عبد اللہ بن عتبہ کی روایت ذکر کی۔ جو سبیعہ بنت الحارث کے بارے میں تھی۔ تو عبد الرحمٰن بولے کہ ان کے چچا تو اس کے قائل نہیں تھے۔ تو میں نے کہا۔ میں بڑا جرأت مند ہوں گا اگر میں نے کوفہ کے کسی کنارے میں کسی شخص پر جھوٹ بولا اور انہوں نے اپنی آواز کو اور بلند کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے نکلا اور مالک بن عامر یا مالک بن عوف سے جا کر ملا۔ ان سے پوچھا۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول اس عورت کے بارے میں کیا ہے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔ جب کہ وہ حاملہ ہو۔ تو انہوں نے کہا۔

ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ کیا تم اس عورت پر سختی کرتے ہو۔ اور اس کے لئے رخصت پر عمل نہیں کرتے کہ سورۃ نسأ قصریٰ جس میں اولات الاحمال الخ ہے وہ سورۃ نسأ طولیٰ یعنی سورۃ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جس میں حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن معلوم ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ الذین یتوفون الخ سے متوفی عنھا زوجھا کی عدت چار ماہ دس دن مقرر ہے۔ اور وصیۃ لازواجھم متاعاً الی الحول سے ایک سال عدت ثابت ہوتی ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ ایک سال عدت کا حکم ابتداءِ اسلام میں تھا۔ جس کو اس آیت چار ماہ دس دن والی نے منسوخ کر دیا۔ اور مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہیں۔ جو قریباً تین ماہ میں ممکن ہیں۔ کیونکہ اگر حیض کے اقل ایام لئے جائیں اور طہر کے اکثر اقل ایام لئے جائیں تو عدت انتالیس [39] دن میں ختم ہو سکتی ہے۔ اگر حیض کے اکثر ایام اور طہر کے اقل ایام لئے جائیں تو عدت دو ماہ میں ختم ہو جائے گی۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک عدت ثلٰثۃ قروء یعنی تین حیض ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین طہر ہیں۔ اس مدت کی تعیین اس لئے کر دی گئی تاکہ بچہ کے ہونے یا نہ ہونے کا علم حاصل ہو جائے۔ طلاق میں زوج موجود ہوتا ہے۔ وہ اپنے بچہ کا تفحص اور تلاش کرے گا۔ لیکن جب زوج مر گیا۔ تو چار ماہ دس دن کی عدت میں بچہ کے اندر چار ماہ میں نفخ روح ہو جائے گا۔ دس دن میں وہ حرکت کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس لئے اس میں یہ احتیاط کی گئی۔ اس مقام پر اگرچہ تلاوت میں دونوں مدتوں میں ترتیب ہے۔ کہ منسوخ بعد میں ہے اور ناسخ پہلے ہے۔ مگر نزول کے اعتبار سے یہ ترتیب نہیں ہے۔ جس پر ابن الزبیرؓ نے اعتراض کیا۔ کہ منسوخ آیت کو بعد میں کیوں لکھا گیا ہے۔ یا اس کو قرآن مجید میں کیوں لایا گیا۔ اسے تو ترک کر دینا بہتر تھا۔ تدعھا ای لم تدعھا یعنی اسے کیوں رہنے دیتے ہو۔ اسے ترک کر دینا چاہیئے تھا۔ دوسری توجیہ یہ بیان کی گئی۔ کہ عدت واجبہ جس کا گزارنا ضروری ہے۔ وہ چار ماہ دس دن ہے۔ وہ بیتِ زوج میں گزارتی ہے۔ جس سے جدا ہونا جائز نہیں ہے۔ دوسری عدت سات ماہ بیس [20] دن ہے۔ جس میں ورثا کو خرچہ اور مکان مہیا کرنا لازم ہے۔ وصیۃً ای لیوصوا وصیۃً۔ تو یہ دوسری عدت مستحبہ ہوئی جس میں نسخ کا قول نہ کرنا پڑے گا۔

قال ابن عباسؓ متوفی عنھا زوجھا کے بارے میں جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے کہ ایسی عورت

اپنے خاوند کے گھر ایام عدت گزارے۔ اگر کوئی عذر درپیش ہو۔ جس کی وجہ سے بیت زوج میں عدت گزارنا ممکن نہیں تو دوسری جگہ انتقال ہو سکتا ہے۔ مثلاً سفر میں تھے۔ بہرحال جمہور یہی فرماتے ہیں کہ یتاخرہ عدت منسوخ ہے۔ اور جس کی تلاوت پہلے ہے وہ ناسخ ہے۔ جس کی نظیریں قرآن مجید میں ملتی ہیں۔ مجاہدؒ نے کہا تھا کہ وفات سے پہلے تمتع الی الحول کی وصیت کر دینی چاہیئے۔ جس سے وجوب نفقہ و سکنیٰ کی طرف اشارہ ہوا۔ لیکن عطاءؒ کے قول میں جمہور کے مسلک کی بہت مخالفت معلوم ہوتی ہے۔ کہ آیت ثانیہ یعنی متاعاً الی الحول نے عدۃ عند اھلھا کو منسوخ کر دیا۔ یعنی اسے تمام کی تمام عدت بیت زوج میں گزارنا ضروری نہیں۔ تو اس ثانیہ آیت سے سکنیٰ منسوخ ہوا۔ کہ چار ماہ دس دن کے لئے سکنیٰ ہے۔ اور نہ ہی سات مہینے بیس دن کے لئے سکنیٰ ہے۔ باقی رہ گیا نفقہ تو جب اسے میراث مل گئی اب نفقہ کا مطالبہ نہ زوج سے باقی رہا اور نہ ہی ورثاء کے ذمہ رہا۔ بنابریں سکنیٰ اور نفقہ دونوں ختم ہو گئے۔ یہ عطاء اور مجاہد کا قول جمہور کے یہاں مقبول نہیں۔ عطاء اور مجاہد کا اس پر تو اتفاق ہے۔ کہ آیت ثانیہ منسوخ نہیں ہے۔ لیکن مجاہد نے چار ماہ دس دن عدت کو واجب مانا اور سات ماہ بیس دن کو مستحب کہا۔ اور عطاء نے کچھ زیادتی کی۔ کہ عدت خواہ کچھ بھی ہو۔ جب اسے میراث مل گئی تو فان خرجن کے تحت نہ تو سکنیٰ ضروری رہا اور نہ ہی نفقہ ضروری رہا۔

حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ متوفی عنھا زوجھا عدت چار ماہ دس دن بیت زوج میں گزارے۔ اس کے بعد اس کے لئے نہ سکنیٰ ہے نہ نفقہ ہے۔ اسی طرح حاملہ عورت جب بیت زوج میں عدت گزارے گی۔ تو نفقہ بھی ضروری ہوگا۔ حضرت علیؓ کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا یہی قول ہے۔ کہ حاملہ عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے۔ وضع حمل ابعد ہے تو وہ ہوگی۔ ورنہ چار ماہ دس دن ابعد ہے تو وہ گزارے۔ حضرت ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ دونوں حضرات فرماتے ہیں۔ کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ خواہ زوج کی وفات کے دو گھنٹہ بعد ہی وضع حمل ہو جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ نسختھا الآیۃ الاخریٰ ص۶۵۰ وہ دوسری آیت وہی ہے جس کے لئے باب منعقد ہوا ہے۔ اس وجہ سے روایت کا لانا صحیح ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا وہ آیت یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشراً ہے۔ جس کے لئے باب منعقد ہوا۔ حضرت ابن الزبیرؓ کے سوال کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب متاعاً الی الحول الخ

والی آیت اربعۃ اشہر وعشراً والی آیت سے منسوخ ہے ۔ تو اسے قرآن مجید میں کیوں لکھا گیا ۔ حضرت عثمانؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے ۔ کہ اگرچہ آیت منسوخہ ہے ۔ لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قرآن مجید سے نکالنے کا حکم نہیں دیا ۔ چونکہ امر توفیقی ہے ۔ ہم نے اس آیت کو مصحف میں موجود پایا تو اس کو باقی رکھا ۔ تو آیت منسوخ الحکم اور مثبت التلاوت ہوگی ۔ جس کے کئی فائدے ہیں ۔ ایک تو تلاوت کا ثواب ہے ۔ دوسرے سلف میں سے ان حضرات کا اتباع ہے جو اسے منسوخ نہیں مانتے ۔ بلکہ سال کے کچھ حصہ کو خاص کر لیا گیا ۔ اور کچھ کو باقی رکھا گیا ۔ کہ عورت کے لئے وصیت ہے کہ چاہے تو وہ خاوند کے گھر اقامت کر سکتی ہے ۔ جیسے مجاہدؒ فرما رہے ہیں ۔ اگرچہ جمہور کی رائے اس کے خلاف ہے ۔ بہرحال یہ مقام ہے ۔ کہ جہاں ترتیب تلاوت میں ناسخ منسوخ سے مقدم ہے ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کانت هذه العدة تعتد ص۶۵۰ مجاہدؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے ۔ کہ دونوں آیتوں میں سے کوئی منسوخ نہیں ۔ اور پہلی آیت نزول میں دوسری آیت سے مقدم ہے ۔ حکم یہ ہے کہ عورت پر واجب ہے کہ چار ماہ اور دس دن عدت گذارے ۔ ورثاء پر یہ واجب ہے ۔ کہ اس عدت کی مدت گذر جانے کے بعد بھی سال بھر تک وہ اسے نان نفقہ دیتے رہیں ۔ اگر چار ماہ دس دن کی مدت سے زائد عرصہ میں ورثاء کے سکنٰی سے جانا چاہے تو اسے اس کی اجازت ہے ۔ گویا یہ میراث کے حکم نازل ہونے سے پہلے اس حکم کا بیان کر دیا ۔ جب آیت میراث نازل ہوگئی ۔ تو اب شوہروں کے ذمہ عورتوں کے بارے میں وصیت کر جانا واجب نہ رہا ۔ تو وہ سکنٰی اور نفقہ کا تمتع بھی ساقط ہو گیا ۔ تو اس صورت میں عطاءؒ اور مجاہدؒ کے کلام میں کوئی منافات نہیں رہے گی ۔ اور اسی ابن عباسؓ کے کلام میں بھی تنافی نہیں ہوگی ۔ کیونکہ ان دونوں نے ایک حکم بیان کیا ہے ۔ تو اب فالعدة کما هي واجب عليها کا معنی یہ ہوگا ۔ کہ عورت اس مدت عدت کا انتظار کرے اور کسی سے نکاح نہ کرے ۔ اگرچہ اسے یہ اجازت ہے کہ جہاں چاہے جا سکتی ہے ۔ اور حضرت عطاءؒ کے کلام کا حاصل یہ ہوگا ۔ کہ عورت اپنے متوفی خاوند کے گھر عدت گذارنے کی مکلف ہے ۔ لیکن جب آیت وصية لازواجهم نازل ہوئی تو مدتِ عدت ختم ہونے سے پہلے اس کو خاوند کے گھر سے نکلنے کی اجازت ہے اور خاوندوں کو حکم ہے ۔ کہ وہ اپنے ورثاء کو وصیت کر جائیں کہ وہ ان کی بیویوں کو گھر سے نہ نکالیں ۔ لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی تو اب یہ حق بھی عورتوں سے ساقط ہو گیا ۔ اب صرف یہ حکم باقی رہ گیا ۔ کہ وہ اپنی

عدت کی مدت چار ماہ دس دن جہاں چاہے گزار سکتی ہے۔ اور یہ حکم جمہور کے خلاف ہے۔ کہ پہلی آیت دوسرے کے لئے ناسخ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا محمد حسن مکیؒ نے اس بحث میں بسط سے کلام کیا ہے۔ وہ نسختھا کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ جاہلیت میں متوفی عنہا زوجہا کی مدت ایک سال تک ہوتی تھی۔ جو وہ اپنے گھر میں گزارتی تھی۔ اس سال کے بارے میں وصیت کا حکم نازل ہوا تو اسلام میں بھی ایک سال عدت برقرار رہی۔ پھر تربص والی آیت اتری۔ تو عدت چار ماہ دس دن رہ گئی۔ اور سال کے باقی حصہ کی عدت منسوخ ہوگئی۔ اور ابن الزبیرؓ کے نزدیک فان خرجن کے معنی یہ ہیں۔ کہ خواہ عدت ایک سال یا چار ماہ دس دن اس عورت کو اس مدت عدت میں اس گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ تربص فی بیت الزوج خاوند کے گھر ٹھہرے رہنا واجب ہے۔

غیر اخراج یعنی جیسے عورت پر استقرار واجب ہے ایسے ورثا زوج پر بھی واجب ہے کہ اس کو اپنے ہاں ٹھہرائیں۔ نکلنے پر مجبور نہ کریں۔ تو عطاء یہی فرما رہے ہیں۔ وجوب عدت عدا علیھا وصیت ورثاً دونوں سے متعلق ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ غیر اخراج کا تعلق صرف وصیت کی صورت میں ہے۔ ویسے تو عورت جہاں چاہے ایام عدت گزار سکتی ہے۔ تو سکنیٰ مدت عدت اور وصیت دونوں صورتوں میں منسوخ ہوا۔ بلکہ اب تو اس کے لئے وصیت کرنا بھی لازم نہ رہا۔ تو ان کی دوسری تقریر میں تین امور ہوئے۔ وجوب العدۃ وہ تربص اربعۃ اشھر وعشر ہے۔ دوسری اس مدت عدت میں اپنے خاوند کے گھر سکونت رکھنا ہوگی۔ تیسرے زوج پر وصیت لازم ہے کہ مدتِ عدت کے بعد سال کے ختم ہونے تک نفقہ اور سکنیٰ کی وصیت کر جائے۔ تو اب مجاہدؒ کے نزدیک فان خرجن الخ وجوب تربص الخ کے لئے ناسخ نہیں ہے۔ بلکہ عورت کو اختیار ہے۔ کہ مدت وصیت میں جہاں چاہے سکونت اختیار کر سکتی ہے۔ اور عطاءؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دونوں صورتوں میں جہاں چاہے عدت گزارے۔ فان خرجن دوسرے امر کے لئے ناسخ ہوا۔ اس سے اپنے شیخ ابن عباسؓ کے مذہب بیان کرنے میں دونوں کے توافق ہوگیا۔ اور آیت میراث سے تیسرا امر وصیت واجبہ بھی منسوخ ہوگئی۔ ابن عباسؓ کی روایت بھی جمہور کے مسلک کے خلاف نہیں۔ بلکہ وہ بھی عدت حول کو اربعۃ اشھر سے منسوخ مانتے ہیں۔

ما ذھب الیہ الجمھور الخ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ کہ آیت تربص اربعۃ اشھر کا نزول آیت سے

مقدم ہے جس میں وصیت تمام حول ہے۔ جو تلاوت میں پہلے ہے۔ اس قول کی انہیں ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ناسخ منسوخ سے پہلے ہوتا ہے۔ تو اس کی صورت انہوں نے یہ نکالی کہ معتدہ پر عدت تربص اربعۃ اشھر واجب کی اور ورثا میت پر یہ واجب کیا۔ کہ معتدہ ان کے پاس سات ماہ اور بیس دن رہے۔ سال کو مکمل کرنے کے لئے اگر وہ ان کے پاس رہنا چاہے۔ مفسرین میں سے اس کا کوئی قائل نہیں۔ اور نہ ہی فقہائیں سے اس کا کوئی قائل ہے۔ بلکہ سب کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آیت حول منسوخ ہے۔ اور سکنیٰ عدت کے تابع ہے۔ جب حول منسوخ ہو کر عدت چار ماہ دس دن رہ گئی۔ تو سکنیٰ بھی منسوخ ہو جائے گا۔ جاننا چاہیئے کہ اس جگہ تین مسائل ہیں۔ جو اختلافی ہیں ایک تو یہ ہے۔ کہ متوفی عنھا زوجھا کا سکنیٰ زوج پر واجب ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے۔ کہ اس عورت کو عدت اس گھر میں گزارنی چاہئے جہاں اسے خاوند کی موت کی خبر پہنچی۔ خواہ سکنیٰ اس کا اپنا ہو یا خاوند کا۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے۔ کہ معتدہ کو ایام عدت میں دن اور رات کے وقت اپنی ضروریات کے لئے نکلنا جائز ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس پر سب علماء متفق ہیں۔ کہ لانفقۃ لھا اور ہمارے نزدیک اصح یہ ہے کہ سکنیٰ واجب ہے۔ اگرچہ حاملہ بھی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ بدائع میں ہے۔ کہ معتدہ عن وفات کے لئے نہ نفقہ ہے نہ سکنیٰ ہے۔ متوفی کا مال ورثہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ولکن عمر لایقول ذلک ص۶۵۱/۱۴ عبداللہ بن عتبہ حضرت ابن مسعودؓ کے شاگرد تھے۔ جب استاد اس کا قائل نہیں تو شاگرد بھی قائل نہ ہوگا تو اس کی طرف نسبت کرنا جھوٹ ہوگا۔ اس لئے انی ... ان کذبت سے رد کرنا صحیح ہوا۔

فلقیت مالک بن عامر یہ دونوں ابن مسعودؓ کے شاگرد ہیں۔ اتجعلون علیھا التغلیظ۔ یہ ان لوگوں پر رد کرتا ہے جو ابعد الاجلین کو عدت قرار دیتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا تہذیب کے اندر عبداللہ بن عتبہ کو ابن مسعودؓ کے تلامذہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اور میرے نزدیک انی بری ان کذبت کا تعلق اس سے ہے۔ کہ اہل مجلس کے اشارہ الی الکذب کو ناپسند کیا۔ جیسا کہ سورۃ طلاق کی تفسیر میں آرہا ہے۔ عمہ یعنی ابن مسعودؓ اس کے قائل نہیں۔ ابن لیلیٰ سے یہی منقول ہے۔ حالانکہ ابن مسعودؓ سے اس کے خلاف مشہور ہے۔ ممکن ہے پہلے وہ ابن لیلیٰ کے قول کے قائل ہوں۔ بعد میں رجوع کر لیا ہو۔ جس کا ان کو علم نہیں ہو سکا۔ علامہ کرمانیؒ نے نقل کیا ہے۔

کہ ابن مسعودؓ نے تغلیظ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ چار ماہ دس دن عدت گذر جائے اور ابھی وضع حمل نہ ہوا ہو۔ تو حمل نو ماہ سے بڑھ کر چار سال تک جا سکتا ہے۔ تو اس صورت میں عورت پر سختی ہوگئی۔ حالانکہ وہ حلال ہو چکی تھی۔ اس لئے اگر وہ اربعۃ اشھر سے کم میں وضع حمل ہو جائے تو اسے رخصت پہ عمل کرنے دیا جائے۔ اربع سنین شوافع کے نزدیک اکثر مدت حمل ہے۔ اور اقل مدت حمل چھ ماہ ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى الخ

حدیث نمبر ۴۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ مَلَأَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ اَوْ اَجْوَافَهُمْ شَكَّ يَحْيٰى نَارًا۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا۔ کہ ان کفار نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی عصر کی نماز سے روک دیا ہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو اور ان کے گھروں یا ان کے پیٹوں کو آگ سے بھرے۔ بیوت اور اجواف میں یحییٰ کو شک ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ مُطِيْعِيْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے تابعدار ہو کر کھڑے رہو۔

حدیث نمبر ۴۰۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ اَحَدُنَا اَخَاهُ فِيْ حَاجَتِهٖ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں۔ کہ پہلے ہم نماز میں بات چیت کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے ایک اپنے بھائی سے اپنی ضرورت کے متعلق بات کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت اتری۔ حافظوا الخ

ترجمہ۔ تمام نمازوں کی خوب نگرانی کرو۔ بالخصوص درمیانی نماز عصر کی اور اللہ کے سامنے چپ چاپ

ہو کر کھڑے رہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قانتین ای مطیعین ص۶۵ اور اطاعت کی حد یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز سے رک جائے۔ جو حضورِ قلب کے خلاف ہو۔ ان میں سے بات چیت کرنا بھی ہے۔ بنا بریں اس حدیث کا اس باب میں لانا صحیح ہو گیا جو وجوبِ سکوت پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حضرت ابن مسعودؓ نے قانتین کی تفسیر مطیعین سے کی ہے۔ جو ترجمہ میں واقع ہے۔ اور ابن عباسؓ سے مصلین یعنی نماز پڑھنے والے تفسیر منقول ہے۔ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ قنوت میں یہ سب داخل ہیں۔ رکوع، خشوع، طول قیام، آنکھ کا پست رکھنا، تواضع وانکساری اور خوفِ الٰہی اور اصح تفسیر وہ ہے جو زید بن ارقمؓ سے مروی ہے۔ کہ قنوت سے سکوت مراد ہے۔ یعنی لوگوں سے بات چیت کرنے سے چپ رہے۔ ویسے چپ سادھ لینا مراد نہیں ہے۔ کیونکہ نماز میں تو قرآن پڑھنا ہے اور ذکر وتسبیح کہنا ہے۔

امام راغبؒ نے کہا ہے۔ کہ قنوت لزوم الطاعۃ مع الخضوع۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ الخ

قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ كُرْسِيُّهُ عِلْمُهُ يُقَالُ بَسْطَةً زِيَادَةً وَفَضْلًا أَفْرِغْ أَنْزِلْ وَلَا يَؤُدُهُ لَا يُثْقِلُهُ آدَنِيْ أَثْقَلَنِيْ وَالْآدُ وَالْأَيْدُ الْقُوَّةُ السِّنَةُ نُعَاسٌ يَتَسَنَّهْ يَتَغَيَّرْ فَبُهِتَ ذَهَبَتْ حُجَّتُهُ خَاوِيَةٌ لَا أَنِيْسَ فِيْهَا عُرُوْشُهَا أَبْنِيَتُهَا السِّنَةُ نُعَاسٌ نُنْشِزُهَا نُخْرِجُهَا إِعْصَارٌ رِيْحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُوْدٍ فِيْهِ نَارٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلْدًا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَابِلٌ مَطَرٌ شَدِيْدٌ الطَّلُّ النَّدَى وَهٰذَا مَثَلُ عَمَلِ الْمُؤْمِنِ يَتَسَنَّهْ يَتَغَيَّرْ۔

ترجمہ۔ مشکل الفاظ کی تفسیر نقل فرماتے ہیں۔ کہ ابن جبیرؒ نے فرمایا۔ وسع کرسی کے معنی علم کے ہیں۔ بسطۃً فی العلم میں زیادہ اور فضیلت کے معنی ہیں۔ افرغ علینا بمعنی اتار ہم پر۔ یؤدہ گراں گزرنا۔ چنانچہ کہتے ہیں آدنی یعنی بوجھل کر دیا گراں کر دیا۔ ویسے آد اور اید کے معنی قوت وطاقت کے ہیں۔

بُھِتَ حیران رہ گیا۔ کہ اس کی دلیل چلی گئی کوئی جواب نہ دے سکا۔ خاویہ جس میں کوئی جلیس نہ ہو۔
عروشها یعنی ان کی عمارتیں گری پڑی تھیں۔ سنتہ کے معنی اونگھ کے ہیں۔ ننشزها یعنی ہم ان کو
نکالیں گے۔ اعصار اس سخت آندھی کو کہتے ہیں۔ جو زمین سے آسمان تک چلے۔ جیسے ستون میں آگ
ہوتی ہے۔ ابن عباسؓ کی تفسیر میں ہے۔ صلدا چٹیل جس میں کوئی چیز نہ ہو۔ اور آگے عکرمہؒ کی تفسیر ہے۔
وابل کے معنی سخت بارش اور طل تری۔ شبنم۔ یہ مومن کے عمل کی مثال ہے۔ کہ وہ بہرصورت مفید
ہوتا ہے۔ یتسنہ کے معنی تبدیل ہونے کے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۰۵۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا سُئِلَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ قَالَ يَتَقَدَّمُ الْاِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُصَلِّيْ بِهِمُ الْاِمَامُ رَكْعَةً وَتَكُوْنُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ لَمْ يُصَلُّوْا فَاِذَا صَلَّوا الَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَةً اِسْتَأْخَرُوْا مَكَانَ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا وَلَا يُسَلِّمُوْنَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا فَيُصَلُّوْنَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَنْصَرِفُ الْاِمَامُ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَيَقُوْمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً بَعْدَ اَنْ يَّنْصَرِفَ الْاِمَامُ فَيَكُوْنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ اَشَدَّ مِنْ ذٰلِكَ صَلُّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَانًا مُسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا قَالَ مَالِكٌ قَالَ نَافِعٌ لَا اُرٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذٰلِكَ اِلَّا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب صلوٰۃ خوف کے بارے
میں پوچھا جاتا تھا تو وہ فرماتے ہیں۔ کہ امام آگے بڑھے اور لوگوں کا ایک گروہ بھی اس کے ساتھ ہو جس
کو امام ایک رکعت نماز پڑھائے۔ اور ایک گروہ ان کے درمیان اور دشمن کے درمیان ہو۔
ابھی نماز نہ پڑھیں۔ جب امام کے ہمراہ والے لوگ ایک رکعت پڑھ لیں۔ تو وہ ان لوگوں کی جگہ پر ہٹ
کر آجائیں۔ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ اور یہ لوگ سلام نہ پھیریں۔ اور وہ لوگ آگے بڑھیں جنہوں
نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی وہ امام کے ہمراہ ایک رکعت نماز ادا کریں۔ پھر امام سلام پھیر کر ہٹ جائے۔

جب کہ وہ دو رکعت نماز مسافر پڑھ چکا ہے۔ پھر ان دونوں گروہوں میں سے ہر ایک امام کی فراغت کے بعد اپنے طور پر ایک رکعت پڑھیں۔ اس طرح ان میں سے ہر گروہ دو رکعت نماز مسافر ادا کرے گا۔ اگر خوف اس سے زیادہ سخت ہو۔ تو پھر پیدل اپنے پاؤں پر کھڑے اور سوار ہو کر خواہ قبلہ کی طرف منہ کرنے والے ہوں یا قبلہ رُو نہ ہوں۔ وہ نماز ادا کریں۔ حضرت نافع فرماتے ہیں۔ کہ یہ کیفیت صلوٰۃ خوف ابن عمرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ذکر کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کرسیہ علمہ ۶۵/۲۴ کرسی کی تفسیر علم سے اس لئے کی گئی۔ کہ آیت میں مقصود اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت بیان کرنا ہے۔ کیونکہ کرسی تو بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جو احاطۂ علمی کی مقتضی نہیں ہے۔ لہٰذا بیان کر دیا کرسی کے معنی مجازاً علم کے ہیں۔ اس لئے کہ جو شخص کسی چیز پر بیٹھنے والا ہو۔ وہ اسی پر سب سے زیادہ قدرت رکھنے والا اور دوسروں کی بنسبت اس کے حال کو زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔ تو جس چیز کو کرسی گھیرے ہوئے ہے۔ وہ شخص اس پر قادر بھی ہوگا۔ اور اس کا جاننے والا بھی ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ کرسیہ علمہ سے اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ یہاں درحقیقت نہ کوئی کرسی ہے۔ اور نہ ہی کوئی کرسی پر بیٹھنے والا ہے۔ بلکہ مجازاً اس سے علم مراد ہے۔ اور تفسیر جلالین میں ہے۔ کرسیہ ای احاطہ علمہ اور بعض نے کہا۔ ملکہ اور بعض نے نفس کرسی مراد لی جو عظمت پر مشتمل ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ ما فی السمٰوٰت السبع فی الکرسی الا کدراھم سبعۃ القیت فی ترس الخ یعنی ساتوں آسمان کرسی کے احاطہ میں اس طرح ہیں جس طرح سات درہم ایک ڈھال کے اندر ہوں۔ اور صاحب جمل فرماتے ہیں۔ کہ لغۃً کرسی بعض کا بعض کے اندر جڑ جانے کو کہتے ہیں۔ اور جس کرسی پر انسان بیٹھتا ہے اس کی لکڑیاں بھی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ کرسی سے علم اس لئے مراد لیا گیا۔ کیونکہ عادت ہے کہ اہل علم علم کی اشاعت کے لئے کرسی پر بیٹھتا ہے۔ تو گویا کہ یہ محل علم ہوگئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے۔ کہ بھت یہاں پر اپنے مشہور معنی میں نہیں ہے۔ کہ جس کی عقل چلی جائے بلکہ وہ شخص جس کے پاس کوئی دلیل نہ رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل مبہوت تو اس شخص

کو کہتے ہیں جو حیرانی کی وجہ سے اس درجہ پہ پہنچ جائے کہ اس کی عقل کام نہ کرے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ بل تأتیھم بغتۃً فتبھتھم جو حیران کر دے۔ لیکن اس جگہ وہ شخص مراد ہے جس کے پاس کوئی حجت نہ رہے۔ جلالین میں بھت بمعنی تحیّر کے ہے۔ اور صاحب جمل فرماتے ہیں کہ فعل ان افعال میں سے ہے جو مجہول مستعمل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے معنی مبنی للفاعل بمعنی تحیّر و دھش کے ہیں۔ تو الذی کفر فاعل ہو گا نائب فاعل نہیں ہو گا۔

عروشھا ابنیتھا یعنی تسمیۃ الکل باسم الجزء کے طور عرش ویسے تو چھت کو کہتے ہیں۔ لیکن مراد اس سے کل عمارت ہے۔ کیونکہ عروش دراصل چھت کو کہتے ہیں۔ اور چھت کے گرنے سے ساری عمارت کا تباہ ہونا لازم نہیں آتا۔ عروش بمعنی ابنیہ سے ساری عمارتوں کا تباہ و برباد ہونا مراد لیا گیا۔ تو اس طرح چھتوں کے گرنے سے ویرانی مراد ہوئی۔

یعنی عرش کے اصلی معنی چھت کے ہیں۔ خاویہ علی عروشھا کے معنی صاحب جمل اور بیضاوی نے یہ بیان کئے ہیں۔ کہ پہلے چھتیں گریں بعد ازاں باقی عمارت گر گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | وطل الندی وھذا مثل عمل المؤمن ص ۶۵/۲۵ یعنی مومن کا تھوڑا سا عمل بھی نجات کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اس کے پاس اصل ایمان موجود ہے۔ بخلاف کافر کے کہ اس کی تمام مساعی رائیگاں ہیں۔ خواہ کتنے اعمال ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | جلالین میں ہے۔ طل مطر خفیف یصیبھا ویکفیھا کیونکہ وہ اونچائی پہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کے نقصانات کثیر ہوں یا قلیل۔ بہر صورت اس کو فائدہ دیں گے۔ جیسے ٹیلے پہ کھیتی بہر صورت فائدہ مند ہے۔ خواہ بارش کثیر ہو یا قلیل ہو۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا

حدیث نمبر ۴۱۷۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِؓ قُلْتُ لِعُثْمَانَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا (اِلٰى) غَيْرَ اِخْرَاجٍ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاُخْرٰى فَلِمَ تَكْتُبُهَا قَالَ تَدَعُهَا يَا ابْنَ اَخِيْ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْهُ مِنْ مَكَانِهٖ قَالَ حُمَيْدٌ اَوْ نَحْوَ هٰذَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن الزبیرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ کہ یہ آیت جو سورۃ بقرہ میں ہے۔ الذین یتوفون الخ اس کو تو دوسری آیت جس میں اربعۃ اشھر وعشرًا کا ذکر ہے اس نے منسوخ کر دیا ہے۔ آپ نے اس آیت کو اس جگہ کیوں لکھ دیا۔ تو انہوں نے جوابًا فرمایا۔ کہ بھتیجے! ہم نے اس کو اس لئے چھوڑ دیا۔ کہ ہم قرآن مجید کے کسی حصہ کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کرتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ والذین یتوفون یہ باب آیت منسوخہ کی تفسیر کے لئے منعقد ہوا ہے۔ اور پہلا باب آیت ناسخہ کی تفسیر کے لئے تھا۔ تو اس طرح تکرار نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ دونوں ترجموں کا مقصد الگ الگ ہے۔ پہلے ترجمہ سے مقصود چار ماہ دس دن کا بیان کرنا تھا۔ اور اس ترجمۃ الباب سے مقصود مدۃ الحول کی منسوخی کا بیان کرنا ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى الخ

حدیث نمبر ۴۰۷۷ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ۔ فَصُرْهُنَّ قَطِّعْهُنَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ابراہیمؑ کی نسبت شک کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ جب کہ انہوں نے کہا۔ اے میرے رب! مجھے دکھلادے۔ کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ فرمایا کہ تمہارا اس پہ ایمان نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں ایمان تو ہے۔ لیکن دیکھنا اس لئے چاہتا ہوں۔ تاکہ میرے دل کو تسلی ہوجائے۔ صرھن کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق جب یہ کہا کہ حضرت ابراہیمؑ کو احیاء موتٰی میں شک تھا۔ تو آپؐ اس کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ان کا شک تھا تو ہم زیادہ شک کرنے کے اہل ہیں۔ کیونکہ الولد سر لابیہ بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے۔ نسی آدمؑ نسی ذریتہ

محمد آدم محمد ذریتہ" کے مطابق ہمیں بھی شک ہوتا۔ لیکن جب ہمیں شک نہیں ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام کو بھی شک نہیں ہوگا۔ اگر شبہ ہو۔ کہ بسا اوقات باپ کافر ہوتا ہے۔ بیٹا مسلمان۔ بیٹا کافر تو باپ مسلمان ہوتا ہے۔ جیسے ابراہیمؑ کا مسلمان ہونا اور ان کے باپ آذر کا کافر ہونا مشہور ہے۔ پھر دوسری توجیہ یہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔ نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض تو ان کو ملکوت السموات والارضین کا علم دیا گیا۔ فلما جن علیہ اللیل الخ کے بعد جب انہوں نے لا احب الافلین کا نعرہ لگایا۔ کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جس پر فرمایا گیا۔ تلک حجتنا آتینا ھا ابراھیم الخ کہ ملکوت السموات والارض کا علم ان کو ابتداء سے عطا کیا گیا۔ اور یہ چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دکھلائی گئیں۔ تو جس کو نہیں دکھلائی گئیں وہ تو شک نہیں کرتا۔ جس کو ایسا علم اور تجربہ حاصل ہو وہ کیسے شک کر سکتا ہے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا تو جب آپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں متبوع ہوئے اور آپؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تابع ہوئے۔ اور یہ تابعیت ایسے ہے۔ جیسے شہزادہ نقیب اور چوبدار کے تابع ہوتا ہے۔ تو اگر متبوع کے اندر شک ہوتا تو تابع میں بطریق اولیٰ شک ہوگا۔ لیکن جب تابع میں نہیں تو متبوع میں بھی نہیں۔

چوتھی توجیہ میں بعض نے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کسر نفسی کے طور پر ہے۔ کہ ھضما للنفس بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام شک کرنے والے نہیں ہو سکتے۔

پانچواں جواب یہ ہے۔ کہ آپؐ کا ارشاد اس وقت کا ہے۔ جب کہ آپؐ کو اپنی سیادت اور سرداری کا علم نہیں تھا۔ بہرحال ابراہیمؑ کا سوال نہ تو احیاء موتیٰ کے بارے میں ہے۔ اور نہ شک کے طور پر ہے۔ بلکہ کیفیت احیاء مطلوب ہے۔ اور یہ ہو سکتا ہے۔ کہ نفس شیئ کا علم ہو اور اس کی کیفیت معلوم نہ ہو۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ (اِلٰى قَوْلِهٖ) يَتَفَكَّرُوْنَ

حدیث نمبر ۴۰۷۸ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الخ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ يَوْمًا لِاَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ

نَزَلَتْ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ قَالُوا اللّٰهُ اَعْلَمُ فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُوْلُوْا نَعْلَمُ اَوْ لَا نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهَا شَيْءٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ عُمَرُ يَا ابْنَ اَخِيْ قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ اَيُّ عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّيْطٰنَ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِيْ حَتّٰى اَغْرَقَ اَعْمَالَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یہ آئندہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایود احدکم الخ توانہوں نے جواب دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ ناراض ہوئے۔ یہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ اے امیر المؤمنین! میرے دل میں اس آیت کے بارے میں کچھ علم ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بھتیجے! کہو اور اپنے آپ کو چھوٹا ہونے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھو۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ اس آیت میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کون سے عمل کی تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کسی نہ کسی عمل کی مثال ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے خود فرمایا۔ کہ یہ مثال ایسے مالدار آدمی کی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ بلند و برتر کی فرمانبرداری کرتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر شیطان مسلط کر دیا۔ جس نے اس سے گناہوں کا ارتکاب کرایا۔ کہ اس کے سارے اعمال صالحہ کو ضائع کرا دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ واللہ اعلم ص۶۵۱ س۱۱ حضرت عمرؓ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واضح فرق تھا۔ کہ جب صحابہ کرام واللہ اعلم کا کلمہ آپؐ کے سامنے ذکر کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ آپؐ معلم تھے۔ تعلیم دینے کے لئے مبعوث تھے۔ تو واقعی تعلیم کی صورت میں واللہ ورسولہ اعلم نقصان دہ نہیں تھا۔ بخلاف اس مقام کے کہ حضرت عمرؓ تو ان کے ممتحن تھے۔ کہ دیکھیں یہ جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ تو جب اللہ اعلم سے جواب دیا۔ تو حضرت عمرؓ پر معاملہ رَل مل گیا۔ کیونکہ ایسا جواب تو عالم اور جاہل دونوں دے سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ پر واضح نہ ہو سکا۔ کہ کون جانتا ہے اور کون نہیں جانتا۔

قال ابن عباس لعمل ص۶۵۱ س۱۳ لعمل میں تنوین تنکیر کی ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی عمل ضرور ہے جس کا مجھے علم نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسطلانیؒ نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ اس لئے ناراض ہوئے کہ وہ تو ان حضرات کا امتحان لینا چاہتے تھے۔ کہ جس کو علم ہو وہ سامعین کو بتلادے۔ لیکن انہوں نے ایسا جواب دیا۔ جس میں عالم جاہل برابر ہیں مقصود حاصل نہ ہوا۔ علامہ سیوطیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کو جو جواب حضرت عمرؓ نے دیا ہے۔ اس کی تفصیل نقل کی ہے۔ کہ ابن آدم کا وہ عمل مراد ہے۔ جس کی جنت کے داخلہ کے لئے اس کو ضرورت ہے۔ مگر اس کو پیرانہ سالی نے آگھیرا۔ اہل وعیال بہت ہیں۔ اس حالت میں کچھ کر نہیں سکتا۔ حالانکہ قیامت کے دن ایسے عمل کا وہ زیادہ محتاج ہوگا۔ اے بھتیجے! تو نے سچ کہا۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا يُقَالُ اَلْحَفَ عَلَيَّ وَاَلَحَّ عَلَيَّ وَاَحْفَانِيْ بِالْمَسْئَلَةِ فَيُحْفِكُمْ يُجْهِدْكُمْ۔

ترجمہ۔ الحاف کے معنی الحاح اور چمٹ چمٹ کر سوال کرنا۔ یحفکم یجہدکم کہ تمہیں مشقت میں ڈال دیا۔

حدیث نمبر ۴۰۷۹ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ سَمِعْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَلَا اللُّقْمَتَانِ اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَتَعَفَّفُ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ يَعْنِيْ قَوْلَهٗ لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں ہے جس کو ایک دانہ کھجور یا دو دانے یا ایک لقمہ اور دو لقمے واپس کردیں۔ مسکین تو وہ ہے۔ جو سوال کرنے سے بچتا ہے۔ اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھ کر تائید حاصل کر سکتے ہو۔ ترجمہ۔ کہ وہ لوگ لوگوں سے چمٹ چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔

تشریح از قاسمیؒ لایسألون الناس الحافاً ایک مقصد یہ ہے کہ وہ سوال تو کرتے ہیں۔ لیکن الحاح نہیں کرتے یا سرے سے سوال ہی نہیں کرتے۔ فیحفکم سے بتلادیا کہ الحاف اور احفا ایک ہیں۔ جس کے معنی جہد ومشقت ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اَلْمَسُّ الْجُنُوْنُ۔

حدیث نمبر ۴۰۸۰ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبٰوا قَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات سود کے بارے میں نازل ہوئیں۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لوگوں کو پڑھ کر سنایا پھر شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا۔

تشریح از قاسمیؒ یتخبطہ الشیطٰن من المس میں مس سے جنون مراد ہے۔ یعنی سود خوار ایسے گرتے پڑتے ہوں گے جیسے مجنون گرتا پڑتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سود خوار کے پیٹ میں اس کو بھر دے گا جس سے وہ بوجھل ہو جائے گا۔

حرم التجارۃ فی الخمر اگرچہ حرمت خمر اور اس کی تجارت کی حرمت سود کی حرمت سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اس جگہ اس کا ذکر یا تو اس وجہ سے ہے۔ کہ حرمت خمر پہلے نازل ہوئی اور اس کی تجارت کی حرمت کا بعد میں نزول ہوا یا تاکیداً اور مبالغۃً ذکر کیا گیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجلس میں کوئی ایسا آدمی موجود ہو جس کو تحریم تجارت خمر کا علم نہ ہو۔ تو آپؐ نے اس کی اطلاع کے لئے یہ فرما دیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا يُذْهِبُهٗ۔

حدیث نمبر ۴۰۸۱ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتِ الْاٰيَاتُ الْاَوَاخِرُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاهُنَّ فِي الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں ان میں احل اللہ البیع وحرم الربوا بھی ہے یمحق اللہ الربوا بھی ہے۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر

تشریف لائے اور مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر ان کو تلاوت کیا اور شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ینذھبہ صبہ ۲/۶۵۱ اس تفسیر سے یہ بتلانا ہے کہ محق کے معنی مٹانے کے ہیں۔ تو اس کا اعلیٰ درجہ مراد ہے جو اصل کو بھی لے جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے اس تفسیر سے تنبیہ فرما دی کہ محق کے اصلی معنی تو نقص کے ہیں۔ ینذھبہ سے اس کی تفسیر سے اس کے کمال کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ چیز گھٹتے گھٹتے اس کا منتہیٰ یہ ہوتا ہے کہ وہ بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے یمحق الکافرین صاحب جلالین فرماتے ہیں ای یھلکھم اور بیضاوی میں ہے۔ المحق نقص الشیئ قلیلاً قلیلاً اور امام سیوطیؒ نے حضرت ضحاک سے نقل کیا ہے۔ لایبقی منہ لاھلہ شیئ کہ آخرت میں مال والوں کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاعْلَمُوْا

حدیث نمبر ۴۰۸۳ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰیَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَرَاَهُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِی الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جب سورۃ بقرہ کی آخر آیات نازل ہوئیں۔ جن میں یہ آیت بھی شامل ہے۔ کہ اگر تم سود سے باز نہ آئے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو پھر تمہاری مرضی جو کچھ عمل کرتے رہو۔ تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کو مسجد کے اندر جا کر ان کو پڑھ کر سنائیں اور شراب کی تجارت کو بھی حرام قرار دیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اگر کوئی تنگدست ہو تو اس کو آسانی تک مہلت دے دو۔ اگر صدقہ کر دو۔ اگر تمہیں اس کے ثواب کا علم ہو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۸۳ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُنَّ عَلَيْنَا ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں۔ جن میں آیت بالا بھی ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر یہ آیات ہمیں پڑھ کر سنائیں۔ پھر شراب کی تجارت کی حرمت کو بیان فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وان کان ذو عسرۃ ص۶۵۱ ج۲ اس روایت کو اس باب میں لانے کی مناسبت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے جو حکم ہے۔ وہ تو قرضدار کو مہلت دینا اور اس پر صدقہ کرنا ہے۔ تو جو شخص اصل مال سے زیادہ وصول کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک کتنا مبغوض ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا شیخ گنگوہیؒ نے جو حدیث کی مناسبت ترجمہ سے ثابت فرمائی ہے۔ وہ بھی بہترین توجیہ ہے۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ مؤلف نے ایک ہی روایت پر کئی تراجم قائم کئے ہیں۔ اس سے تبلانا ہے آیات ربوٰا اور آیات دین سب کی سب ان آیات آخر سورۃ بقرہ سے مراد ہیں۔ علامہ عینیؒ نے بھی یہی جواب ذکر کیا ہے کہ یہ آیت بھی آیات ربوا سے متعلق ہے۔ اس لئے اس کو ان آیات کے ساتھ ذکر کر دیا۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ ان کان ذو عسرۃ اگرچہ خبر ہے۔ لیکن معنی میں امر کے ہے ای فانظروہ الی میسرۃ اور غیر جاری میں ہے۔ کہ ان آیات کے تراجم میں ان احادیث کو اس لئے لاتے ہیں۔ تاکہ ان آیات کی قرآت کا زمان ۔ مکان معلوم ہو جائے۔ اور تجارت الخمر کا حکم بھی بیان ہو جائے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ۔

ترجمہ۔ اس دن سے ڈرو جس دن میں تم اللہ کی طرف لوٹو گے۔

حدیث نمبر ۴۰۸۴ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الرِّبَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ آخری آیت جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ سود کی آیت ہے۔

تشریح از قاسمیؒ طبرانی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ آخری آیت اتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ ہے۔ اس جگہ آیت الربوٰا کو فرمایا تو مؤلفؒ ابن عباسؓ کے دونوں قول کو جمع فرما رہے ہیں۔ کہ آخری آیت آیۃ الربوٰا ہے۔ جس کے بعد آپؐ صرف سات راتیں زندہ رہے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ

وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

ترجمہ۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے تم ظاہر کرتے ہو یا اس کو چھپاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے ان کا حساب لے گا۔ پھر جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پہ قدرت حاصل ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۸۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ عُمَرَؓ اَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ الخ

ترجمہ۔ ابن عمرؓ جو اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ ان تبدوا یہ آیت منسوخ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ آیت اپنے مدلول ظاہری کے اعتبار سے دلالت کرتی ہے۔ کہ قلب کے جتنے خطور ہیں ان سب پر مواخذہ ہوگا۔ ھاجس وہ خطرہ جو دل میں کھٹکے اور گزر جائے۔ خاطر جس میں کچھ توقف ہو۔ حدیث النفس جس خطرہ میں نفس کو لذت محسوس ہو۔ ھم وہ ہے۔ کہ نفس نے اس کی خواہش کے بعد خفیف سا ارادہ کر لیا۔ عزم یہ ہے کہ ارادہ پختہ ہو جائے۔ بفضلہ تعالیٰ صرف عزم پر مؤاخذہ ہے۔ باقی سب خطرات معاف ہیں۔

لا یکلف اللہ الخ کے نزول سے پہلے ھواجس۔ خواطر، ھموم سب پر مؤاخذہ معلوم ہوتا تھا۔ جس سے صحابہ کرامؓ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ کہ ایسا تو کوئی شخص نہیں۔ جس کے قلب میں خلاف شریعت ھواجس وخواطر نہ گزریں۔ اور وللہ ملک السمٰوٰت والارض سے بتلایا گیا کہ اللہ مالک ہے۔

اور مالک اپنی مملوک میں ہر قسم کے تصرفات کا حق رکھتا ہے ۔ تو شاید ان خواطر اور ھواجس پر بھی مؤاخذہ فرمالیں تو انہیں کون روک سکتا ہے ۔ جب ہم اپنی ملکیت میں ہر قسم کا تصرف کر سکتے ہیں ۔ تو باری تعالیٰ کی ملکیت کا تو کیا کہنا ۔ تو صحابہ کرامؓ نے دربار نبوی میں اپنی پریشانی کا اظہار کیا ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ کیا تم بنی اسرائیل کی طرح سمعنا وعصینا کہتے ہو ۔ تمہیں سمعنا واطعنا کہنا چاہیئے ۔ یہ جواب باری تعالیٰ کو پسند آیا ۔ تو آیت لا یکلف اللہ نفسا الخ نازل فرمائی ۔ کہ جو افعال عزم و ارادہ سے ہوں گے ۔ ان پر مواخذہ ہوگا ۔ خواہ وہ افعال قلبیہ ہوں یا جو جوارح سے ہوں ۔ ھواجس خواطر ۔ حدیث النفس اور ھم ان اعمال میں داخل نہیں ۔ ان پر مؤاخذہ نہ ہوگا ۔ اب صرف عزم بالجزم کی صورت رہ گئی ہے ۔ یا افعال جوارح پر ان کا مؤاخذہ ہوگا ۔ اسی کو فرمایا گیا ۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به الخ اگر اشکال ہو کہ نسخ اخبارات میں نہیں ہوتا ۔ بلکہ انشاءات اور احکام میں ہوتا ہے ۔ کیونکہ نسخ کے معنی ہیں ۔ رفع حکم شرعی الخ تو اس جگہ قد نسختها الآية کہنا کیسے صحیح ہوگا ۔ اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ اخبار دو قسم ہیں ۔ اخبار محضہ جیسے امم ماضیہ یا مستقبلہ کے اخبار (۲) بعض وہ اخبار ہیں ۔ جو صورۃً خبریں ۔ لیکن ان سے انشاءات منتزع ہوتے ہیں ۔ جیسے کتب علیکم الصیام اس کا معنی ہے ۔ صوموا شہر رمضان ۔ ایسے للہ علی الناس حج البیت یہ جملہ خبریہ مستلزم انشاء کو ہے ۔ اس کے معنی حجوا کے ہوں گے ۔ ایسے ہی لا یکلف اللہ نفسا خبر ہے ۔ مگر مستلزم انشاء کو ہے ۔ تو نسخ باعتبار لازم کے ہوا ۔ اور بعض فرماتے ہیں ۔ کہ نسخ اس جگہ اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے ۔ بلکہ متقدمین کے نزدیک نسخ بمعنی تخصیص کے بھی آتے ہیں ۔

ان تبدوا ما فی انفسکم میں ما عموم کے لئے تھا ۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ سب خطور پر مؤاخذہ ہوگا ۔ لیکن لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها سے خواطر ھواجس نکل گئے ۔ تو قصر تخصیص ہوا ۔ مخصص دلالت کرتا ہے ۔ کہ ارادہ پہلے ہی سے تمام کا نہ تھا ۔ بلکہ بعض کا تھا ۔ جس کی تعیین مخصص نے کر دی ۔ کیونکہ تخصیص کے معنی ہیں ۔ قصر الحکم علی بعض افرادہ اور تخصیص تو اخبارات اور انشاءات دونوں پر ہوتی ہے ۔ البتہ نسخ صرف انشاءات میں ہوتا ہے ۔ تیسری توجیہ وہ ہے ۔ جس کو امام سیوطیؒ اور شاہ ولی اللہؒ لیتے ہیں ۔ کہ ما فی انفسکم سے اول مرتبہ ہی نیات فاسدہ اور اعمال قلبیہ مراد ہیں ۔ کہ حسد ۔ کبر ۔ عجب وغیرہ پر مؤاخذہ ہوگا ۔ صحابہ کرامؓ نے سمجھا نہیں کہ اس سے مراد کیا ہے ۔ تو

بارگاہِ ایزدی سے اس کا بیان آگیا۔ تو اب نہ نسخ ہوا نہ تخصیص ہوئی۔ بلکہ ابتدا ہی سے افعال قلبیہ ارادیہ مراد ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قد نسخت ان تبدوا الخ اس جگہ نسخ سے تخفیف مراد ہے کیونکہ نسخ تو احکام میں ہوتا ہے۔ اور یہاں ایسا نہیں۔ مقصود یہ ہوا کہ اس امت سے اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ حافظؒ بھی فرما رہے ہیں۔ کہ نسخ سے مراد تخفیف ہے۔ کہ اگرچہ محاسبہ ہوگا۔ لیکن مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں نسخ سے تخصیص مراد ہو۔ کیونکہ متقدمین کثرت سے نسخ کا اطلاق تخصیص پر کرتے آئے ہیں۔ اور محاسبہ ان عزائم کا ہوگا جن میں انسان شروع ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ خطرات وھواجس پر مؤاخذہ نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے۔ کہ باری تعالیٰ کی اخبار میں نسخ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے تو کذب لازم آتا ہے۔ البتہ جن اخبار کا امر و نہی سے تعلق ہے۔ ان میں نسخ جائز ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَقَالَ

ابْنُ عَبَّاسٍ اِصْرًا عَهْدًا وَّ يُقَالُ غُفْرَانَكَ مَغْفِرَتَكَ فَاغْفِرْ لَنَا۔

حدیث نمبر ۴۰۸۶ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ الخ عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحْسِبُهُ ابْنُ عُمَرَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ قَالَ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الَّتِیْ بَعْدَهَا۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ نے اصر کے معنی عہد کے کئے ہیں۔ جو لازم المعنی ہیں۔ کیونکہ اصر کے اصلی معنی شیئ ثقیل کے ہیں۔ کیونکہ وفا بالعہد سخت ہوتا ہے۔ اس لئے اسے بھی اصر کہا گیا۔ غفرانک کا مصدر ہے۔ کہ ہم تیری بخشش مانگتے ہیں۔

سُورَۃُ آلِ عِمْرَانَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تُقَاۃٌ وَتَقِیَّۃٌ وَاحِدَۃٌ، صِرٌّ بَرْدٌ، شَفَا حُفْرَۃٍ مِثْلُ شَفَا الرَّکِیَّۃِ، وَھُوَ حَرْفُھَا تُبَوِّیُٔ تَتَّخِذُ مُعَسْکَرًا، اَلْمُسَوَّمُ الَّذِیْ لَہٗ سِیْمَاءٌ بِعَلَامَۃٍ اَوْ بِصُوْفَۃٍ اَوْ بِمَا کَانَ رِبِّیُّوْنَ الْجَمِیْعُ وَالْوَاحِدُ رِبِّیٌّ تَحُسُّوْنَھُمْ تَسْتَاْصِلُوْنَھُمْ قَتْلًا، غُزًّا وَاحِدُھَا غَازٍ، سَنَکْتُبُ سَنَحْفَظُ نُزُلًا ثَوَابًا، وَیَجُوْزُ وَمُنْزَلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ کَقَوْلِکَ اَنْزَلْتُہٗ وَقَالَ مُجَاھِدٌ وَالْخَیْلُ الْمُسَوَّمَۃُ الْمُطَھَّمَۃُ، اَلْحِسَانُ وَقَالَ ابْنُ جُبَیْرٍ وَحَصُوْرًا لَا یَاْتِی النِّسَآءَ وَقَالَ عِکْرَمَۃُ مِنْ فَوْرِھِمْ مِنْ غَضَبِھِمْ یَوْمَ بَدْرٍ وَقَالَ مُجَاھِدٌ یُخْرِجُ الْحَیَّ النُّطْفَۃَ تَخْرُجُ مَیِّتَۃً وَیُخْرِجُ مِنْھَا الْحَیَّ، اَلْاِبْکَارُ اَوَّلُ الْفَجْرِ وَالْعَشِیُّ مَیْلُ الشَّمْسِ اُرَاہُ اِلٰی اَنْ تَغْرُبَ۔

ترجمہ۔ تقاۃ اور تقیہ دونوں مصدر ہیں۔ دونوں کے معنی بچنے کے ہیں۔ فیہا صر بمعنی ٹھنڈک کے۔ کنتم علی شفا حفرۃ جیسے کنویں کا کنارہ ہوتا ہے۔ ایسے جہنم کے گڑھے کا کنارہ ہوگا۔ تبوئی لشکر گاہ میں ٹھکانا دے رہے تھے۔ المسوم وہ گھوڑا جو علامت زدہ ہو۔ وہ نشان خواہ کسی داغ کی صورت میں ہو۔ یا کسی اون یا کسی چیز سے ہو۔ ربیون یہ جمع ہے۔ ربی کی وہ عالم جو رب کی طرف منسوب ہو۔ تحسونھم قتل کر کے ان کی بیخ کنی کرتے تھے۔ غزا جمع غاز کی ہے۔ سنکتب عنقریب ہم اسے محفوظ کر دیں گے۔ نزلا کے معنی ثواب کے ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ کہ نزلا منزل من عند اللہ جو اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہو۔ جیسے انزلتہ اور مجاہد کی تفسیر میں ہے۔ الخیل المسومۃ وہ گھوڑے مراد ہیں جو لمبے قد کے اور خوب صورت عمدہ ہوں۔ آگے ابن جبیر کی تفسیر ہے۔ حصورا وہ شخص جو عورتوں سے ہمبستر نہ ہو۔ اگرچہ خواہش

رکھتا ہو۔ عکرمہؒ کی تفسیر میں ہے۔ من فورھم کے معنی ان کے غضب ناک ہونے کے ہیں۔ آگے مجاہدؒ کی تفسیر ہے۔ یخرج الحی یعنی نطفہ جو مردہ حالت میں نکلتا ہے۔ اور اس سے زندہ پیدا ہوتا ہے۔ ابکار فجر کا اوّل وقت اور عشی کے معنی ہیں۔ سورج کا یہاں تک ڈھل جانا کہ غروب تک پہنچ جائے۔

بَابُ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمٰتٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْحَلَالُ وَ الْحَرَامُ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ يُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ وَكَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ وَكَقَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى زَيْغٌ شَكٌّ، اِبْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ الْمُتَشَبِّهَاتُ وَالرَّاسِخُوْنَ يَعْلَمُوْنَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ۔

ترجمہ۔ یہ سب متشابہات کی تفسیر ہیں۔ کیونکہ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاسق گمراہ ہے۔ جس کی گمراہی بڑھتی رہتی ہے۔ اس کی تصدیق دوسری آیت نے کی۔ کہ جو بے عقل لوگ ہیں یہ شرک کی نجاست ان پہ ہوتی ہے۔ اس طرح ہدایت یافتہ کی ہدایت بڑھتی رہتی ہے۔ تو اس کی ضد ضلالۃ بھی بڑھتی رہے گی۔ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ آیت محکمہ تو حلال حرام ہیں اور باقی سب متشابہ ہیں۔ جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ زیغ بمعنی شک ابتغاء الفتنۃ سے متشابہات ہے۔ اور راسخ فی العلم جانتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہم اس پہ ایمان لائے

حدیث نمبر ۴۰۸۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت ھو الذی انزل الخ کو تلاوت کیا۔ اور فرمایا۔ جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے۔ جو متشابہات کا پیچھا کرتے ہیں۔ تو یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کا اللہ تعالٰے نے نام لیا ہے۔ پس ان سے بچتے رہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | المسومۃ المعلمۃ الخ ص ۶۵۲ ۸ عادت یہی ہے کہ نشانی ان گھوڑوں کو لگائی جاتی ہے۔ جو خوب صورت اور لمبی قد اور پتلی کمر والے ہوں۔ تو دونوں تفسیروں میں کوئی فرق نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | یعنی مصداق کے اعتبار سے دونوں تفسیروں میں کوئی فرق نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | سنحفظ اشارہ ہے کہ یہاں کتابت کے حقیقی معنی مراد نہیں۔ بلکہ مجازاً اس سے حفظ مراد ہے۔ اور یہ تفسیر بلازم ہے۔

یخرج منھا الحیّ خروج سے اس جگہ حالات کی تبدیلی مراد ہے۔ کیونکہ نطفہ کی پیدائش کے بعد مضغہ۔ سقط جنین وغیرہ یہ انقلابی حالات ہیں۔ جو اصل نطفہ پر وارد ہوتے ہیں۔ گویا کہ یہ حالات مخرج ہوئے نکالے ہوئے۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف۔

واخر متشابھات یصدق بعضہ کی ضمیر متشابھات جمع کی طرف راجع ہے۔ باعتبار قرآن ہونے کے۔ وانی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطٰن الرجیم۔

حدیث نمبر ۴۰۸۸ حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا وَالشَّیْطٰنُ یَمَسُّہٗ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَہِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّیْطَانِ اِیَّاہُ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَہَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَؓ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوتا۔ جسے پیدائش کے وقت شیطان نے چونکا نہ دیا ہو۔ پس وہ شیطان کے چونکے سے چیخ مار کر روتا ہے۔ مگر بی بی مریم اور اس کا بیٹا عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے۔ حضرت ابوہریرہؓ تائید میں فرماتے ہیں کہ یہ ان کی ماں کی دعا کی برکت سے تھا۔ کہ اے اللہ! بی بی مریم اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ کہ شیطان مردود کا ان پر اثر نہ ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | متشابہات اور محکمات کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محکمات وہ ہوں گے جو ایک دوسرے پر صادق آتے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ متشابہات میں داخل ہوگئے۔ تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مقابلہ کی وجہ سے آیات محکمات کی تعریف یہی ہوگی۔ کہ

وہ ایک دوسرے پر صادق نہ آئیں گے۔ لفظ اگرچہ عام ہے۔ مگر مراد اس سے خاص ہے۔ تو اب معنی ہوں گے۔ بعض آیات وہ ہیں۔ جو اپنے معانی میں متفردہ ہیں۔ کہ دوسری آیات ان پر صادق نہیں آتیں۔ اور بعض وہ ہیں جو صادق آتی ہیں۔ تو پہلی محکمات اور دوسری متشابہات ہوں گی۔ اب یہاں پر ایک چیز باقی رہ گئی۔ وہ یہ کہ آیت ما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ پہلی تقریر کے مطابق ہر اہل علم متشابہ کو جانتا ہے۔ کیونکہ اس تقسیم اور تفسیر کی رد سے وہ بھی محکمات میں داخل ہے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ ما تشابہ سے مراد غیر متشابہات ہیں۔ جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ علماء کو نہیں ہے۔ تو ما تشابہ منہ کو تو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور متشابہات بمعنی یصدق بعضھا علی البعض کو علماء بھی جانتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا کیونکہ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت متشابہات کے معنی متناسبات کے ہوں گے۔ جو ایک دوسرے پر صادق آتے ہیں۔ اور ما تشابہ منہ سے مراد وہ آیات ہوں گی۔ جن کے معانی غلط ملط ہو جائیں کہ وہ سمجھے نہیں جاتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الفتنۃ المتشابھات اس بنا پر فتنہ کی تفسیر متشابہات سے کی گئی جس کے معنی ظاہر نہ ہوں۔ غلط ملط ہو جائیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اصحاب زیغ قرآن مجید میں وہ آیات تلاش کرتے ہیں۔ جن کے معانی خفیہ ہیں ظاہر نہیں ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ لوگوں کے اعتقادات خراب کریں۔ اور ایسے شبہات پیدا کریں جس سے عوام الناس گمراہ ہو جائیں۔

تشریح از شیخ زکریا علامہ سیوطیؒ نے تفسیر اتقان میں محکم اور متشابہ کی خوب بحث کی ہے۔ دراصل متشابہ دو قسم ہے۔ ایک تو وہ جس کے معنی محکم کی طرف لوٹ کر سمجھ میں آجاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو کسی صورت سمجھ میں نہیں آتے۔ انہیں کی طرف اہل زیغ کا میلان ہوتا ہے۔ جیسے نصاریٰ نے روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے استدلال کیا۔ لیکن آیت محکمہ ان ھو الا عبد انعمنا علیہ کو چھوڑ دیا۔ محکم میں یہ احتمالات نہیں ہوتے۔

بَابُ قَوْلِهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ

اَلِيْمٌ مُؤْلِمٌ مُوْجِعٌ مِنَ الْاَلَمِ وَهُوَ فِيْ مَوْضِعِ مُفْعِلٍ

حدیث نمبر ۴۰۸۹ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ يَمِيْنَ صَبْرٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ قَالَ فَدَخَلَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ وَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قُلْنَا كَذَا وَكَذَا قَالَ فِيَّ اُنْزِلَتْ كَانَتْ لِيْ بِئْرٌ فِيْ اَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيِّنَتُكَ اَوْ يَمِيْنُهُ فَقُلْتُ اِذًا يَحْلِفُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مال روکنے والی قسم کھائی جس سے وہ کسی مسلمان آدمی کو کاٹنا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوں گے۔ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں سے دنیا کا قلیل مال خریدنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اشعث بن قیس داخل ہونے پر پوچھنے لگے۔ کہ ابوعبدالرحمٰنؓ نے تمہیں کون سی حدیث سنائی۔ ہم نے کہا کہ فلاں فلاں حدیث بیان کی۔ انہوں نے فرمایا وہ تو میرے بارے میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے چچازاد بھائی کی زمین میں میرا کنواں تھا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یا تو تم گواہ پیش کرو۔ یا اس کی قسم کا اعتبار کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! وہ تو اس وقت قسم اٹھالے گا۔ وہ تو بے پرواہ آدمی ہے۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو رکاوٹ کی قسم اس لئے اٹھاتا ہے۔ تاکہ کسی مسلمان کا مال دبالے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوں گے۔

حدیث نمبر ۲۴۰۹ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى اَنَّ رَجُلًا اَقَامَ سِلْعَةً فِي السُّوْقِ فَحَلَفَ فِيْهَا لَقَدْ اُعْطِيَ بِهَا مَا لَمْ يُعْطَهُ لِيُوْقِعَ فِيْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَنَزَلَتْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا الخ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن اوفیٰؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک آدمی جو اپنا اسباب بازار میں چالو کرنے کے لئے قسم اٹھاتا ہے۔ کہ اسے یہ مال اسے اتنے میں ملا ہے۔ جتنے میں اسے نہیں ملا تھا۔ وہ اس قسم سے کسی مسلمان کو دھوکے میں ڈالنا چاہتا ہے۔ تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الذین یشترون الخ

حدیث نمبر ۷۰۹۱ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا تَخْرِزَانِ فِي بَيْتٍ أَوْ فِي الْحُجْرَةِ فَخَرَجَتْ إِحْدَاهُمَا وَقَدْ أُنْفِذَ بِإِشْفًى فِي كَفِّهَا فَادَّعَتْ عَلَى الْأُخْرَى فَرُفِعَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَأَمْوَالُهُمْ ذَكِّرُوهَا بِاللَّهِ وَاقْرَءُوا عَلَيْهَا إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ فَذَكَّرُوهَا فَاعْتَرَفَتْ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی ملیکہؓ سے مروی ہے کہ دو عورتیں اپنے گھر یا حجرے کے اندر جوتے بنانے کا کام کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک اس حال میں باہر نکلی تو اس کی ہتھیلی میں موچی کی آر آر پار ہوئی تھی اس کا مقدمہ حضرت ابن عباسؓ کے پیش کیا گیا۔ جس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر لوگوں کو ان کے دعوے کی بنا پر دیا جائے۔ تو وہ لوگوں کے خون اور مال کو وہ دعویٰ لے جائے گا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس مدعیہ کو اللہ کے نام سے نصیحت کر دو اور اس پر یہ آیت کریمہ تلاوت کر دو۔ ان الذین یشترون الخ تو اس نے اقرار کر لیا۔ جس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔

بَابُ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الخ سَوَاءٍ قَصْدٍ۔

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الخ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ حَدَّثَنِي

أَبُو سُفْيَانَ مِنْ فِيهِ إِلَى فِيَّ قَالَ انْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا بِالشَّامِ إِذْ جِيئَ بِكِتَابٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هِرَقْلَ قَالَ وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهِ فَدَفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ بُصْرَى فَدَفَعَهُ إِلَى هِرَقْلَ قَالَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هٰهُنَا أَحَدٌ مِنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقَالُوا نَعَمْ قَالَ فَدُعِيتُ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلَى هِرَقْلَ فَأُجْلِسْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا فَأَجْلَسُونِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَجْلَسُوا أَصْحَابِي خَلْفِي ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهِ فَقَالَ قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْلَا أَنْ يُؤْثِرُوا عَلَيَّ الْكَذِبَ لَكَذَبْتُ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ سَلْهُ كَيْفَ حَسَبُهُ فِيكُمْ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُو حَسَبٍ قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ أَيَتَّبِعُهُ أَشْرَافُ النَّاسِ أَمْ ضُعَفَاءُ هُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاءُ هُمْ قَالَ يَزِيدُونَ أَوْ يَنْقُصُونَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يَزِيدُونَ قَالَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ قَالَ قُلْتُ تَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالًا يُصِيبُ مِنَّا وَنُصِيبُ مِنْهُ قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قَالَ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِي هٰذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِي مَا هُوَ صَانِعٌ فِيهَا قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَمْكَنَنِي مِنْ كَلِمَةٍ أُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هٰذِهِ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهِ فِيكُمْ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُو حَسَبٍ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي أَحْسَابِ قَوْمِهَا

وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِي آبَائِهِ مَلِكٌ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ
آبَائِهِ مَلِكٌ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ وَسَأَلْتُكَ عَنْ أَتْبَاعِهِ
أَضُعَفَاؤُهُمْ أَمْ أَشْرَافُهُمْ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ
وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ
فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ
يَذْهَبَ فَيَكْذِبَ عَلَى اللهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ
دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ
الْإِيمَانُ إِذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوبِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ
فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ
قَاتَلْتُمُوهُ فَزَعَمْتَ أَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوهُ فَتَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ
سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُونَ مِنْهُ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى ثُمَّ تَكُونُ
لَهُمُ الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ لَا يَغْدِرُ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ
لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا
فَقُلْتُ لَوْ كَانَ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيلَ
قَبْلَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَ يَأْمُرُكُمْ قَالَ قُلْتُ يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ
وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ قَالَ إِنْ يَكُ مَا تَقُولُ فِيهِ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ
أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ وَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ
لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ
مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى هِرَقْلَ
عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ
الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ أَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ
عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ وَيَا أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ إِلَى قَوْلِهِ اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ
الْكِتَابِ ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ عِنْدَهُ وَكَثُرَ اللَّغَطُ وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا قَالَ
فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ خَرَجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ أَنَّهُ لَيَخَافُهُ مَلِكُ
بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا بِأَمْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ
سَيَظْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَدَعَا هِرَقْلُ عُظَمَاءَ
الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ آخِرَ الْأَبَدِ وَأَنْ يَثْبُتَ لَكُمْ مُلْكُكُمْ
قَالَ فَحَاصُوا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوهَا قَدْ غُلِّقَتْ
فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمْ فَدَعَا بِهِمْ فَقَالَ إِنِّي إِنَّمَا اخْتَبَرْتُ شِدَّتَكُمْ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ
رَأَيْتُ مِنْكُمُ الَّذِي أَحْبَبْتُ فَسَجَدُوا لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوسفیانؓ نے دو بدو مجھ سے یہ بات کی کہ اس مدت
میں جس میں ہمارے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح تھی۔ میں چلا۔ دریں اثنا کہ میں
شام میں تھا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک والا نامہ ہرقل قیصر روم کی طرف لایا گیا۔
جس کو حضرت دحیہ کلبیؓ لائے تھے۔ جنہوں نے پہلے وہ خط بصریٰ کے حاکم کو دیا۔ بصریٰ کے حاکم نے وہ خط
ہرقل تک پہنچایا۔ ہرقل نے پوچھا کہ یہ آدمی جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ یہاں یہ اس کی قوم کا کوئی آدمی موجود
ہے۔ لوگوں نے بتلایا کہ موجود ہے۔ تو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مجھے بلوایا گیا۔ ہم ہرقل کے پاس
پہنچے۔ جس نے ہم سب کو اپنے سامنے بٹھلا دیا۔ اور پوچھا کہ تم میں سے کون شخص نسب کے اعتبار سے اس نبی
کے زیادہ قریب ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں ان کا قریبی ہوں۔ تو مجھے بادشاہ کے سامنے بٹھلا دیا
اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھلا دیا۔ پھر ترجمان کو بلا کر کہا۔ ان لوگوں سے کہو کہ میں اس ابوسفیان سے
اس نبی کے متعلق حالات پوچھتا ہوں۔ اگر مجھے یہ جھوٹ بتلائے تو تم اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں۔ کہ واللہ
اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا۔ کہ یہ لوگ میری طرف سے جھوٹ نقل کرتے پھرتے رہیں گے۔ تو میں جھوٹ بول لیتا۔ پھر اس
نے ترجمان سے کہا۔ کہ اس سے پوچھو۔ اس شخص کا تمہارے اندر حسب و نسب کیسا ہے۔ میں نے کہا۔ وہ
ہمارے اندر شریف خاندان والے ہیں۔ اس نے پوچھا آپؐ کے باپ داداؤں میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے۔
میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا تم لوگوں نے اس دعوائے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے۔

میں نے کہا نہیں۔ پوچھا کیا ان کی پیروکاری بڑے لوگ کرتے ہیں یا کمزور لوگ کرتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ بلکہ کمزور لوگ کرتے ہیں۔ پھر کہا کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ وہ تو بڑھ رہے ہیں۔ پھر پوچھا کیا ان میں سے کوئی ایک دین میں داخل ہو جانے کے بعد ناراض ہو کر پھر جاتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا تمہاری ان سے لڑائی بھی ہوتی ہے۔ میں نے کہا ہوتی ہے۔ پوچھا پھر تمہاری ان سے کیسے رہتی ہے۔ میں نے کہا لڑائی ہمارے اور ان کے درمیان ڈول کی طرح ہے۔ کبھی وہ ہمیں زک پہنچاتے ہیں اور کبھی ہم انہیں مصائب کا نشانہ بناتے ہیں۔ پھر پوچھا کیا اس نے کبھی تم سے بدعہدی بھی کی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ حالانکہ ہم صلح کی مدت میں تھے۔ جس کا ہمیں علم نہیں تھا کہ وہ اس مدت میں ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہے۔ واللہ! یہی ایک موقع تھا۔ جس میں میں ان کی تنقیص کر سکتا تھا۔ مگر مجھے جرأت نہ ہوئی۔ پھر اس نے پوچھا کہ ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعوائے نبوت کیا ہے میں نے کہا نہیں۔ تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا۔ ان سے کہو۔ کہ میں نے تم سے آپؐ کا حسب ونسب پوچھا۔ تو تم نے کہا۔ کہ وہ ہمارے اندر شریف خاندان سے متعلق ہیں۔ اللہ کے رسول بھی اسی طرح شرفا گھرانے سے بھیجے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا۔ کہ کیا ان کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کہہ سکتا تھا۔ کہ وہ اپنے آباء واجداد کی حکومت طلب کرتا ہے۔ پھر میں نے تم سے ان کے پیروکاروں کے متعلق پوچھا کہ وہ کمزور قسم کے لوگ ہیں یا بڑے بڑے چوہدری ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ کمزور درجہ کے موچی۔ تیلی۔ جولاہے ہیں۔ اور انبیاء ورسل کے یہی پیروکار ہوا کرتے ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ اس دعوای سے پہلے کبھی جھوٹی بات تم نے سنی ہے۔ تو تو نے بتلایا کہ نہیں۔ تو میں جان گیا۔ کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ بولنے کا روادار نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے بولنے لگا۔ پھر میں نے تم سے پوچھا۔ کہ کیا ان کے دین میں داخل ہو جانے کے بعد کوئی شخص دین پہ ناراض ہو کر اس سے پھر گیا ہے۔ تم نے کہا۔ نہیں۔ اور اسی طرح ایمان دلوں کی وضاحت میں داخل ہو جائے۔ تو وہ نہیں نکلتا۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ یہ پیروکار بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔ تو تم نے کہا۔ وہ تو بڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح ایمان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام ہو جائے۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ تمہاری ان سے لڑائی بھی ہوتی ہے۔ تم نے بتلایا کہ تم ان سے جنگ آزمائی کرتے رہتے ہو۔ اور تمہارے اور ان کے درمیان ڈول کی طرح برابر رہتی ہے۔ کہ کبھی وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں اور کبھی تم ان کو نقصان پہنچاتے ہو۔ تو انبیاء اور رسل اسی طرح ان کا

امتحان لیا جاتا ہے۔ لیکن انجام کار انہیں کا ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کبھی وہ بدعہدی بھی کرتا ہے۔ تم نے کہا۔ بدعہدی نہیں کرتا۔ اسی طرح رسل وانبیاء بدعہدی نہیں کیا کرتے۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ یہ دعوٰی ان سے پہلے بھی کسی نے کیا ہے۔ تو نے کہا نہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر کسی نے ان سے پہلے یہ دعوٰی کیا ہوتا۔ تو میں کہتا کہ یہ آدمی ہے۔ جو اس بات کی اقتدا کر رہا ہے جو پہلے کہی جا چکی ہے۔ پھر اس نے پوچھا کن چیزوں کا حکم دیتا ہے۔ تو میں نے کہا۔ کہ وہ ہمیں نماز۔ زکوٰۃ۔ صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ جو کچھ تو نے ان کے بارے میں تبلایا ہے۔ وہ حق ہے۔ تو وہ یقیناً نبی ہے۔ اور مجھے علم تھا کہ ابھی ان کا ظہور ہونے والا ہے۔ اور مجھے گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر میں ان کی طرف پہنچ سکتا۔ تو میں ان کی زیارت کرنے کو پسند کرتا ہوں۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ اور یقینی بات ہے۔ کہ اس کی سلطنت میرے قدموں تک پہنچے گی۔ پھر اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ منگایا اور اس کو پڑھا۔ تو اس کا مضمون یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے۔ روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف ہے۔ جو ہدایت کی پیروی کرے اس پہ سلامتی ہو۔ اما بعد۔ میں تمہیں اسلام کی توحید کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ۔ بچ جاؤ گے۔ اگر اسلام لے آئے تو تمہیں اللہ تعالےٰ دوہرا ثواب عطا فرمائے گا۔ اگر تم نے روگردانی کی تو ان کسانوں کا جو تمہاری رعایا ہیں ان کا گناہ بھی تم پہ ہوگا۔ ترجمہ آیت۔ اے کتاب والو! اس درمیانہ بات کی طرف آؤ۔ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اشهدوا بانا مسلمون تک پڑھا۔ جب والا نامہ کی پڑھائی سے فارغ ہوا۔ تو اس کے پاس سے آوازیں اٹھنے لگیں۔ اور شور و غل بہت ہونے لگا۔ ہمارے متعلق حکم ہوا۔ چنانچہ ہم نکال دیئے گئے۔ جب ہم نکل رہے تھے۔ تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے کا کام تو بن گیا۔ کہ بنو الاصفر یعنی رومیوں کا بادشاہ بھی اس سے ڈر رہا ہے۔ پس مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے غلبہ کا یقین ہو گیا۔ بنیاد وہاں سے پڑی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اسلام میں داخل کر لیا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہرقل نے روم کے بڑے بڑے لوگوں کو بلایا اور انہیں ایک مکان میں اکٹھا کر لیا۔ اور ان سے کہنے لگا۔ کہ اے روم کے لوگو! کہ کیا تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیابی اور ہدایت کی ضرورت ہے۔ اور یہ کہ تمہارا ملک بھی باقی رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح نفرت کا اظہار کر کے دروازوں

کی طرف بھاگے۔ وہ بند کر دیئے گئے تھے۔ کہنے لگا ان کو میرے پاس واپس بلاؤ۔ جب آئے تو کہنے لگا۔ کہ میں نے تو تمہارا امتحان لیا تھا۔ کہ تم اپنے دین پر کتنا پختہ ہو۔ پس جو چیز میں چاہتا تھا۔ وہ میں نے دیکھ لی۔ تو عادت کے مطابق سب نے اسے سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے۔ تشریح گذر چکی ہے۔

بَابُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ الخ

حدیث نمبر ۴۰۹۳ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ اَكْثَرَ اَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ نَخْلًا وَكَانَ اَحَبَّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بِيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ قَامَ اَبُوْطَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بِيْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَّائِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَّائِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْطَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ مَالٌ رَّابِحٌ۔

ترجمہ۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوطلحہؓ مدینہ میں سب انصار سے زیادہ کھجوروں کے باغ والے تھے۔ اور سب سے زیادہ عمدہ اور محبوب مال ان کے نزدیک بیرحا تھا۔ جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا کرتے تھے اور اس میں اچھا عمدہ پانی پیتے تھے۔ پس جب آیت لن تنالوا البر الخ نازل ہوئی۔ تو حضرت ابوطلحہؓ کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تم میں سے اس وقت تک کوئی نیکی نہیں حاصل

کرسکتا۔ جب تک اپنی محبوب چیز کو خرچ نہ کرو۔ اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خیرات ہے۔ اور میں اس نیکی اور ذخیرہ کی اللہ تعالیٰ کے یہاں امید کرتا ہوں۔ پس اے اللہ کے رسول! جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے آپ وہاں سے خرچ کریں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مبارک ہو یہ مال تو آنے جانے والی چیز ہے یہ مال تو آنے جانے والی چیز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ تم نے کہا۔ وہ سب کچھ میں نے سن لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں خرچ کریں۔ تو حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ تو حضرت ابوطلحہؓ نے اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنے چچا کی اولاد کو بھی حصہ دیا۔ عبداللہ بن یوسف فرماتے ہیں کہ ایک روایت مال رابح ہے۔ یعنی یہ مال نفع دینے والا ہے۔ لیکن یحییٰ بن یحییٰ نے امام مالکؒ پر اسے مال رائح پڑھا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۹۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَأُبَيٍّ وَاَنَا اَقْرَبُ اِلَيْهِ وَلَمْ يَجْعَلْ لِيْ مِنْهَا شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوطلحہؓ نے حضرت حسان اور حضرت اُبیؓ کو تو حصہ دیا۔ حالانکہ میں ان کا زیادہ قریبی تھا۔ مجھے اس میں سے کچھ نہ دیا۔ کیونکہ حضرت انسؓ ان کے عیال میں داخل تھے۔ ابیب ہونے کی وجہ سے محروم رہے۔ ان کی والدہ امّ سلیمؓ نے حضرت ابوطلحہؓ سے نکاح کر لیا تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

ترجمہ۔ فرما دیجئے تورات لے آؤ۔ پس اس کو پڑھو۔ اگر تم سچے ہو۔

حدیث نمبر ۴۰۹۵ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَاَةٍ قَدْ زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ بِمَنْ زَنَا مِنْكُمْ قَالُوْا نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا فَقَالَ لَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرٰةِ الرَّجْمَ فَقَالُوْا لَا نَجِدُ فِيْهَا شَيْئًا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا الَّذِيْ يُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَطَفِقَ يَقْرَأُ مَا دُوْنَ يَدِهٖ وَمَا وَرَآئَهَا وَلَا يَقْرَأُ اٰيَةَ الرَّجْمِ فَنَزَعَ يَدَهٗ عَنْ اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَالَ مَا هٰذِهٖ فَلَمَّا رَاَوْا ذٰلِكَ قَالُوْا هِيَ اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبًا مِنْ حَيْثُ مَوْضِعُ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ فَرَاَيْتُ صَاحِبَهَا يَحْنَأُ عَلَيْهَا يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ یہودی لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زانی مرد اور عورت کو لے آئے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا۔ تم لوگ اپنے زنا کرنے والے شخص کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم توان کا منہ کالا کر لیتے ہیں اور انہیں کوڑے مارتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا تمہاری تورات میں سنگسار کرنے کا حکم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہم تو اس میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ تورات لاؤ اگر تم سچے ہو تو اسے پڑھ لو۔ توان کے مدرس عبداللہ بن صوریا نے جو انہیں تورات کا درس دیتا تھا۔ اپنی ہتھیلی آیتِ رجم پر رکھ دی۔ تو اس نے اپنے ہاتھ سے ذرے اور اس کے بعد والے کو تو پڑھا۔ آیت رجم کو نہیں پڑھتا تھا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے اس کا ہاتھ آیت رجم سے کھینچا۔ پس فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ جب یہود نے اس کو دیکھا تو کہنے لگے واقعی یہ تو آیت رجم ہے۔ توان دو زانیوں کے متعلق حکم ہوا۔ کہ مسجد نبوی کے قریب جہاں جنازہ گاہ ہے وہاں انہیں سنگسار کیا گیا۔ میں نے عورت کے آشنا کو دیکھا کہ وہ اس عورت پر جھکتا تھا۔ پتھروں سے اس کو بچاتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فجعلها فی حسان وابی وانا اقرب الیه ص۵۴۲ ۱۸ یعنی میں پرورش کے اعتبار سے ابوطلحہؓ کے قریب تھا۔ اور وہ دونوں نسب کے اعتبار سے قریب تھے۔ اس میں شکایت نہیں بلکہ وجہ ترجیح کو بیان کرنا ہے۔ کہ اگرچہ میں تربیت اور معاشرہ کے اعتبار سے قریب تھا۔ لیکن چونکہ وہ لوگ نسب کے اعتبار سے قریب تھے۔ اس لئے ان کو اختیار کیا گیا۔ کتاب الوصایا میں ان چاروں حضرات کا سلسلہ نسب بیان ہو چکا ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الخ

حدیث نمبر ۴۰۹۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَاْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْاِسْلَامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ تم بہتر امت ہو۔ تو لوگوں کی بھلائی کے لئے بھیجی گئی ہے۔ فرمایا بہتر لوگوں میں سے لوگوں کے لئے وہ ہیں جو ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لائیں۔ یہاں تک کہ وہ انہیں اسلام میں داخل کریں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | خیر الناس للناس ص۶۵۴/۲۲ اس میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ للناس جار مجرور کا تعلق خیر سے ہے اخرجت سے نہیں ہے۔ معنی یہ ہوں گے۔ کہ تم خیر الامم لوگوں کی بھلائی کی وجہ سے ہو۔ یہ نہیں کہ تم جتنی امتیں لوگوں کے لئے بھیجی گئی ہیں ان میں سے بہتر امت ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | کنتم خیر امۃ کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کا اختلاف ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اخرجت للناس میں لام صلہ خیر امۃ کا ہے۔ جیسا ابو ہریرہؓ فرما رہے ہیں۔ کہ لوگوں کی بھلائی کی وجہ سے بہتر ہو۔ اور بعض نے اسے اخرجت کا صلہ قرار دیا۔ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالےٰ نے لوگوں کے لئے کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بہتر نہیں بھیجی۔ چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں۔ کنتم للناس خیر امۃ۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں۔ خیر بعض الناس لبعضھم ای انفعھم لھم۔ یعنی جو لوگوں کے اسلام لانے کا سبب بنیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ تو فرماتے۔ انتم خیر امۃ پھر تو ہم سب خیر امت تھے۔ لیکن ارشاد ہے۔ کنتم یہ خاص اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ یا جو لوگ ان جیسے کام کریں گے۔ کیونکہ تمہارے اندر احمر و اسود سرخ سیاہ سب ایمان لاتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ الخ

حدیث نمبر ۴۰۹۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ فِيْنَا نَزَلَتْ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا قَالَ نَحْنُ

طَائِفَتَانِ بَنُو حَارِثَةَ وَبَنُو سَلِمَةَ وَمَا نُحِبُّ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَمَا يَسُرُّنِي أَنَّهَا لَمْ تُنْزَلْ لِقَوْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جب کہ تم میں سے دو گروہوں نے بزدلی ظاہر کرنے کا قصد کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار تھا۔ فرماتے ہیں۔ وہ دو گروہ بنو حارثہ اور بنو سلمہ تھے۔ ہم پسند نہیں کرتے تھے۔ یا مجھے اچھا نہیں لگتا تھا کہ یہ نہ اترتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ اللہ تعالیٰ ان کا ناصر ہے۔ کہ اس نے بزدلی سے بچا لیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْئٌ۔

ترجمہ۔ یعنی آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۹۸ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْئٌ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ رَوَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کی دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کے بعد سنا۔ فرماتے تھے۔ اے اللہ! فلاں۔ فلاں۔ فلاں پر لعنت فرما۔ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ترجمہ۔ آپ کو کسی معاملہ کا اختیار نہیں ہے۔ اس کو اسحاق نے زہری سے روایت کیا۔

حدیث نمبر ۴۰۹۹ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ عَلٰى اَحَدٍ اَوْ يَدْعُوَ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَ

سَلَمَۃَ بْنِ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ يَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلَاتِهِ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِأَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لئے بددعا کرنے یا دعا کرنے کا ارادہ فرماتے۔ تو رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھتے۔ پس بسا اوقات جب سمع اللہ لمن حمدہ و ربنا لک الحمد کہتے۔ تو فرماتے اے اللہ! ولید بن ولید۔ سلمۃ بن ھشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اور اے اللہ! اپنی پکڑ قبیلہ مضر پر سخت کر دے۔ اور وہ پکڑ حضرت یوسف علیہ السلام کے سات سال کی قحط سالی کی صورت میں ہو۔ یہ بلند آواز سے فرماتے تھے۔ اور اپنی بعض نمازوں میں یعنی فجر کی نمازیں فرماتے۔ عرب کے چند قبائل کے بارے میں فرماتے۔ اے اللہ! فلاں فلاں پر لعنت نازل فرما۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامر شیئ نازل فرمایا۔

بَابُ قَوْلِهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ الخ

وَهُوَ تَأْنِيثُ آخِرِكُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ فَتْحًا أَوْ شَهَادَةً۔

ترجمہ۔ اور اللہ کا رسول تمہارے آخر میں پکارتا تھا۔ اخری آخر کی تانیث ہے اور احدی الحسنیین سے فتح اور شہادت مراد ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۰۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍؓ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍؓ وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذٰلِكَ إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ وَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔ کہ اُحد کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل دستے، تیر اندازوں پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو افسر مقرر فرمایا تھا۔ پس وہ شکست کھا کر بھاگے،

تو یہی اللہ کا قول ہے۔ کہ جب کہ اللہ کا رسول انہیں پیچھے سے بلا رہا تھا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سوائے بارہ آدمیوں کے اور کوئی باقی نہیں رہا تھا۔

تشریح از شیخ مدنی" سورۃ آل عمران | تقاۃ کا معنی بچاؤ۔ یمین صر بالا کی ہوئی ہوا یا رد کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی۔ کہ جس کھیتی سے وہ باد صر گذرتی ہے اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

متشابہات متشابھہ قرآن مجید کو اس اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ کہ اس کی آیات مضامین میں دوسری آیات کے مشابہ ہوتی ہیں۔ کتابا متشابھا اس اعتبار سے ہے۔ اور کبھی اس حیثیت سے کہا جاتا ہے۔ کہ کچھ معانی قریب اور مشابہ ان معانی کے ہیں۔ جو ناجائز ہیں۔ تو رَل مِل گئے۔ جیسے ید۔ وجہ۔ قدم وغیرہ باری تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا۔ جن سے شبہ ہوتا ہے۔ کہ شاید یہ ہاتھ پاؤں چہرہ انسان کی طرح ہوں گے۔ مؤلفؒ اس جگہ کچھ غلطی کر رہا ہے۔ کیونکہ اس جگہ متشابہ کے وہ معنی نہیں جو ایک دوسرے پر صادق آتے ہوں۔ یصدق بعضھم بعضا بلکہ یشبہ الحق بالباطل ہے۔ اور اما الذین فی قلوبھم زیغ الخ اس کی تائید کرتا ہے۔ تو یصدق بعضہ بعضاً نہ ہوا۔ البتہ ان دونوں معنی میں متشابہ کا استعمال ہوتا ہے۔ محکمات فقہاؒ کے نزدیک وہ آیات جن کے معانی واضح اور ظاہر ہوں نسخ کا احتمال نہ رکھتی ہوں۔ یا وہ اصول مذاہب ہیں جن میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ مجاہدؒ نے محکمات کی تفسیر حلال و حرام سے کی ہے۔

باب انی اعیذھا بک وذریتھا الخ صـ ۶۵۲ ۔ یہ حضرت عمرانؑ کی بیوی کی دعا ہے۔ الا مریم وابنھا اس سے تخصیص معلوم ہوتی ہے۔ جس پہ زمخشری نے اعتراض کیا ہے۔ کہ یہی ظاہر معنی مراد لئے جائیں۔ تو پھر ان دو کے سوا جس قدر انبیاء اور صلحاء ہیں۔ سب مس شیطان سے محفوظ نہ ہوں۔ حالانکہ شیطان کے تأثرات سے الا عبادک المخلصین کا ارشاد موجود ہے۔ تو صاحب کشاف نے ظاہر معنی ترک کر دیئے۔ امام رازیؒ نے اس اعتراض کو نقل کر کے جوابات دیئے ہیں۔ جو چل نہیں سکتے۔ ایک یہ بھی ہے۔ کہ امام رازیؒ نے روایت کا انکار کر دیا۔ کہ خبر واحد نص قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن محققین حضرات فرماتے ہیں۔ کہ واقعی تخصیص ان دونوں کی ہے۔ لیکن مس کے شر سے مخلصین کو بچا لیا۔ مس ان دونوں کے سوا سب کو ہوا۔ تو یہ فضیلت جزئیہ ہوگی۔ اس سے انبیاء علیہم السلام پہ فضیلت کلیہ لازم نہیں آتی۔ اس توجیہ پہ حصر حقیقی ہوا۔ چنانچہ دوسری روایت میں ہے۔ کہ ان کو

شیطان نے مس کرنا چاہا۔ لیکن اس کا اثر جھلی تک ہوا۔ جسم تک اثر نہیں پہنچا۔ صاحب کشاف فرماتے ہیں۔ کہ مس شیطان سے تمکن علی الاغوار مراد ہے۔ اور وہ سوائے ان دو کے باقی سب کے لئے ہے۔ اس وقت بھی حصر حقیقی ہوگا۔ اگر شبہ ہو۔ کہ شیطان کا اغوار تو اس وقت ہوگا جب ممسوس کسی فعل پر قادر ہو۔ بچہ تو کسی فعل پر قادر نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ذو اختیار نہیں ہے۔ یہ حشویہ کا اعتراض ہے۔ جس پر صاحب کشاف نے کہا۔ کہ مس بالفعل مراد نہیں بلکہ مسّ بالقوۃ مراد ہے۔ کہ جب بچہ بڑا ہوگا۔ تو اس وقت شیطان کو اغوار کی قدرت حاصل ہوگی۔ لیکن اہل السنت والجماعت کہتے ہیں۔ کہ چونکہ بچپن میں انفعالی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے شیطان اسی وقت سے اغوا کی صلاحیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ آئندہ یہ صلاحیت کام آسکے۔ اور چونکہ اس سے حقیقی مراد ہے۔ کہ ان دونوں ماں بیٹے کے علاوہ نزغ شیطان سے کوئی محفوظ نہیں رہا۔

دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ مسّ سے نزغ شیطان حقیقی مراد ہے۔ البتہ زمانہ خاص حضرت بی بی مریمؑ اور عیسیٰؑ کا مراد ہے۔ اس زمانہ میں ان دونوں کے سوا کوئی محفوظ نہیں تھا۔ جیسے فضلتکم علی العٰلمین میں مفسرین حضرات فرماتے ہیں۔ کہ العٰلمین فی زمانھم مراد ہے۔ نہ وہ جمیع انبیاء سے افضل تھے نہ خاتم الانبیاء سے اور نہ ہی خیر القرون سے افضل تھے۔ اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل تھے۔ تو ایسے یہاں بھی فی زمانھما مراد ہوگا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح جب حضرت علیؓ سے ہوا۔ تو آپؐ نے یہی دعا مانگی۔ اللھم انی اعیذھا بک وذریتھا الخ ایسے حضرت علیؓ کے لئے بھی دعا فرمائی۔ تو وہاں بھی استغراق حقیقی نہیں ہے بلکہ استغراق عرفی ہے لہذا صاحب کشاف اور امام رازیؒ کی توجیہات صحیح نہ ہوں گی۔ اس مسّ کی وجہ سے بچّہ روتا ہے۔

باب قولہ ان الذین یشترون الخ یمین صبر۔ صبر کے معنی حبس کے ہیں۔ تو یمین صبر وہ ہے۔ جس پر کسی کو روکا جائے۔ مدعی جب گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ تو یمین صبر وہ ہوئی جو مدعی کے دعویٰ کے بعد متحقق ہو۔ ای علی محلوف یمین صبر۔

حدثنا علی اقام سلعتہ یعنی اپنے اسباب کو رواج دینا چاہتا ہے۔ جیسے اقامت غزالۃ سوق الضراب الخ میں ہے۔

حدثنا نصر بن علی الخ تخرزان جوتا یا موزے کا سینا۔ اشفی وہ سوئی (آلہ) جس سے چمڑے

کو سیا جائے۔ اور ابرہ کپڑا سینے کی سوئی کو کہتے ہیں۔

بدعواھم ای بجرد دعواھم بغیر بینۃ و بغیر یمین۔ بہرحال آیت پر شبہ ہوتا ہے۔ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت برّ کے بارے میں ہے یا بیع کے بارے میں ہے یا صحاح کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہود کے بارے میں ہے۔ لیکن کہا جائے گا۔ اسباب نزول میں منازعت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک آیت مختلف اسباب کے بارے میں نازل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ ہر سبب کو سبب نزول سمجھنا ضروری نہیں۔ بلکہ انزلت فی کذا بسا اوقات نزول کے بعد بھی ہوتا ہے۔ تو مفسرین حضرات فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کی عادت یہ ہے۔ کہ وہ ہر اس چیز کو شانِ نزول یا سببِ نزول بتلاتے ہیں۔ کہ جس کا آیت کے مضمون یا حکم سے کوئی تعلق ہو۔ تفسیر اتقان میں یہی کہا گیا ہے۔

باب قل یا اھل الکتٰب تعالوا الخ من فیہ الی فیّ سے مراد بالمشافہ گفتگو کرنا مراد ہے۔ جب کہ درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہو۔ بصریٰ شہر اب موجود نہیں ہے۔ بلکہ اب اس کی جگہ حوران اور شرق اردن آباد ہیں۔

باب لن تنالوا البرّ الخ بیرحاء ایک شخص کا نام تھا۔ جس کی طرف یہ کنواں منسوب تھا اور یہ کنواں ایک باغ میں واقع تھا۔ اگر بیرحاء ہو تو پھر یہ اس باغ کا نام ہے۔ یہ باغ بہت سرسبز تھا۔ جس کے درخت بہت گنجان تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو طلحہؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ چڑیا اس کی ٹہنیوں میں پھنس گئی۔ جسے باہر نکلنے کی جگہ نہ مل سکی۔ جس پر انہوں نے فرمایا۔ کہ اس مال نے مجھے اپنی طرف مائل کیا۔ جس کو میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں میں بانٹ دیا۔ جس پر لن تنالوا الخ نازل ہوئی۔

باب قل فأتوا بالتوراۃ ص۶۵۴ تحمیمھا حمم بمعنی کوئلہ سے ماخوذ ہے۔ تحمیم ای تسوید الوجہ بالحمیم چونکہ تورات میں زانی کا حکم قرآن مجید کے حکم کے مطابق تھا۔ اس لئے آپؐ نے بطور الزام کے ان سے پوچھا۔ عبداللہ بن صوریا ان کا مدرس تھا۔ جس نے چالاکی سے آیتِ رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ اسے بھانپ گئے۔ ہاتھ کو کھینچا اور آیت رجم پڑھی۔

باب قولہ کنتم خیر امۃ۔ للناس جار مجرور کا تعلق خیر سے ہے۔ کہ ناس جو اشرف المخلوقات ہے۔ اس کی خیریت طلب کی جائے۔ ایک خیریت طلبی یہ ہے کہ مصائب دنیا سے نجات مل جائے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ آخرت کی بہتری کو طلب کیا جائے۔ یہ سب سے بہتر ہے۔ اور یہ چیز امم سابقہ میں نہیں پائی جاتی۔ پھر وہ عام ہے۔ کہ وہ خیریت طلبی ایک قوم کی ہو۔ شہر کی ہو یا ملک کی ہو۔ سب سے بہتر یہی ہے۔ کہ خیریت طلبی آخرت کے اعتبار سے تمام لوگوں کے لئے ہو۔ بنا بریں مذہب اسلام کی اشاعت اور تدریج زیادہ ہوئی۔ اسی وجہ سے لوگوں نے اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ کیونکہ ہمارے پیغمبر ساری دنیا کی طرف بھیجے گئے تھے۔ ہمیں بھی تمام دنیا کی خیریت طلبی کرنی چاہیئے فرقہ وارانہ جذبات سے غیر مسلم اقوام کی خیریت طلبی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ فرقہ واریت سے نفرت زیادہ بڑھتی ہے۔ آج ہم اس کے اندر کوتاہی زیادہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ فرمایا گیا۔ یأتون بھم فی السلاسل فی اعناقھم الخ وہ سلاسل خواہ ظاہرہ ہوں یا باطنہ ہوں۔ کہ اخلاق اور احسان کی تلوار سے ان کو اسلام میں داخل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بابر نے ہمایوں کو یہی لکھا تھا۔ کہ اسلام میں قتلِ عام کی اجازت نہیں دی گئی۔ کیونکہ مقصود انسانیت کا ختم کرنا نہیں ہے۔ بلکہ مدافعت کی صورت میں قید کرنا۔ اور پھر ان کو آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ الحاصل اس طرح کی ہمدردی اور کسی امت میں نہیں پائی جاتی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ احدی الحسنیین فتحا وشھادۃ ص۱۶۵ امام بخاریؒ اس آیت کو اس جگہ تفسیر کے لئے نہیں لائے۔ بلکہ یہ بیان کرنا ہے۔ کہ جیسے بیان فرمایا۔ کہ اخریٰ آخر کی تانیث ہے۔ آخر بفتح الخاء کی نہیں۔ تاکہ افعل تفضیل نہ بن جائے۔ کیونکہ اسم تفضیل کو مفضل علیہ کو تقاضا کرتا ہے۔ اور اس جگہ اس کو کسی دوسری چیز پر فضیلت دینا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کے آخر میں نہیں تھے۔ کہ اس پر اسم تفضیل صادق آئے۔ اسی طرح الحسنیٰ کے اندر فی ذاتہ حسن شہادت اور حسن فتح بیان کرنا مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ ان کو کسی دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ تو احدی الحسنیین کا ذکر فی غیر محلہ نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریا امام بخاریؒ پر شراحؒ نے اعتراض کیا۔ کہ نقل قولہ تعالیٰ ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین تو سورۃ براءۃ کی آیت ہے۔ اس کی تفسیر تو وہاں ہونی چاہیئے تھی۔ اس جگہ اس کو غیر محل میں لایا گیا۔ تو قطب گنگوہیؒ نے ان کے اس شبہ کا دفعیہ کیا۔ کہ اس جگہ مقصود تفسیر نہیں۔ بلکہ نظیر بیان کرنا ہے۔ کہ جیسے اخریٰ آخر کی تانیث ہے۔ ایسے حسنیین حسنیٰ کا تانیث ہے۔ اور وہ حسنیٰ شہادت ہے والوجہ فی ذلک امام بخاریؒ کی نظر بہت دقیق ہے۔ کیونکہ اگر اخریٰ آخر بفتح الخاء کی تانیث ہو۔

تو اس سے تاخر وجودی پر دلالت نہ ہو سکے گی۔ البتہ اخری مؤنث ہے۔ لیکن اس میں تفضیل مطلوب نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت پیچھے نہیں تھے۔ کچھ تاخر تھا۔ جیسے حسنیٰ اسم تفضیل ہے۔ لیکن اس سے تفضیل کے معنی نہیں لئے گئے۔ اس طرح اُخراہ اسم تفضیل ہے۔ لیکن اس سے تفضیل کے معنی مقصود نہیں ہیں۔ اور یہ شہادت غزوۂ احد کی ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَمَنَةً نُّعَاسًا۔

حدیث نمبر ۴۱۰۱ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ غَشِيَنَا النُّعَاسُ وَنَحْنُ فِيْ مَصَافِنَا يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ فَجَعَلَ سَيْفِيْ يَسْقُطُ مِنْ يَدِيْ وَاٰخُذُهٗ وَيَسْقُطُ وَاٰخُذُهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا۔ کہ اُحد کی لڑائی میں جب ہم میدان جنگ میں تھے تو ہمیں اونگھ نے ڈھانپ لیا۔ پس میری تلوار میرے ہاتھ سے گرتی تھی۔ میں اسے پکڑتا تھا۔ پھر گرتی تھی اور میں اسے پکڑتا تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔

اَلْقَرْحُ الْجِرَاحُ، اِسْتَجَابُوْا اَجَابُوْا يَسْتَجِيْبُ، يُجِيْبُ،

ترجمہ۔ قرح کے معنی زخم کے ہیں۔ استجابوا بمعنی اجابوا کے ہے۔ یستجیب یجیب کے معنی میں ہے۔ اور سین طلب کے لئے نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ استجابوا اجابوا ص۶۵۵/۱۶ یعنی سین طلب کے لئے نہیں ہے لیکن اس کو اختیار اس لئے کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے۔ کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم ماننے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ گویا کہ یہ ان کے دل کی بات تھی۔ اور دل سے ہی پیدا ہونے والی تھی۔ کسی کے کہنے سننے کا اس میں دخل نہیں تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علماء شراحؒ نے اس نکتہ سے خاموشی اختیار کی۔ صرف اتنا کہا کہ

استجاب بمعنی اجاب کے ہے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ نے فقد استکمل الایمان کے معنے اکمله کے کئے ہیں اور سین کی زیادۃ کو مبالغہ کے لئے قرار دیا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو الگ کر کے اس سے اکمال دین طلب کیا۔ تو اس کا ذاتی تقاضا ہوا۔

بَابُ اَنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ

حدیث نمبر ۴۱۰۲ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ قَالَهَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالُوْا اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا۔ جب ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب آپؐ سے کہا گیا۔ کہ تمہارے لئے لوگ جمع ہو چکے ہیں۔ پس ان سے بچو۔ تو اس بات نے بجائے خوف کے ان کے ایمان میں زیادتی کر دی۔ اور کہنے لگے ہمیں تو اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۰۳ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ اٰخِرُ قَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ تو ان کا آخری قول یہ تھا۔ اللہ مجھے کافی ہے اور وہ میرا بہترین کارساز ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ) سَيُطَوَّقُوْنَ كَقَوْلِكَ طَوَّقْتُهٗ بِطَوْقٍ۔

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے فضل سے بخل اور کنجوسی کرتے ہیں۔ عنقریب یہ مال ان کے گلے کا ہار بنے گا۔ طوقته بطوق کہ میں نے اس کو ہار پہنایا۔

حدیث نمبر ۴۱۰۴ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَاْخُذُ بِلِہْزِمَتَیْہِ یَعْنِیْ بِشِدْقَیْہِ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے۔ پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ تو اس کا مال ایک گنجے سانپ کی شکل بنایا جائے گا۔ جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ جو اخبث شیطان کی نشانی ہے۔ قیامت کے دن اس کے گلے کا ہار بنایا جائے گا۔ جو اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا۔ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ ولا یحسبن الذین یبخلون الخ۔

بَابُ قَوْلِہٖ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اَذًی کَثِیْرًا۔

ترجمہ۔ اے مسلمانو! تم اہل کتاب اور مشرکوں کی طرف سے بہت تکلیف دہ باتیں سنو گے۔

حدیث نمبر ۴۱۰۵ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ اُسَامَۃَ بْنَ زَیْدٍؓ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکِبَ عَلٰی حِمَارٍ عَلٰی قَطِیْفَۃٍ فَدَکِیَّۃٍ وَّاَرْدَفَ اُسَامَۃَ بْنَ زَیْدٍؓ وَرَاءَہٗ یَعُوْدُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَۃَ فِیْ بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَۃِ بَدْرٍ قَالَ حَتّٰی مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِیْہِ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ اُبَیِّ ابْنِ سَلُوْلٍ وَذٰلِکَ قَبْلَ اَنْ یُّسْلِمَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ اُبَیٍّ فَاِذَا فِی الْمَجْلِسِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَعَبَدَۃِ الْاَوْثَانِ وَالْیَھُوْدِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَفِی الْمَجْلِسِ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَؓ فَلَمَّا غَشِیَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَۃُ الدَّابَّۃِ خَمَّرَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ اُبَیٍّ اَنْفَہٗ بِرِدَائِہٖ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوْا عَلَیْنَا فَسَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاھُمْ

اِلَی اللہِ وَقَرَأَ عَلَیْہِمُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ عَبْدُ اللہِ بْنُ اُبَیٍّ ابْنُ سَلُوْلٍ اَیُّہَا الْمَرْءُ اِنَّہٗ لَا اَحْسَنَ مِمَّا تَقُوْلُ اِنْ کَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِنَا بِہٖ فِیْ مَجْلِسِنَا اِرْجِعْ اِلٰی رَحْلِکَ فَمَنْ جَآءَکَ فَاقْصُصْ عَلَیْہِ فَقَالَ عَبْدُ اللہِ بْنُ رَوَاحَۃَ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللہِ فَاغْشَنَا بِہٖ فِیْ مَجَالِسِنَا فَاِنَّا نُحِبُّ ذٰلِکَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِکُوْنَ وَالْیَہُوْدُ حَتّٰی کَادُوْا یَتَثَاوَرُوْنَ فَلَمْ یَزَلِ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخَفِّضُہُمْ حَتّٰی سَکَنُوْا ثُمَّ رَکِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَابَّتَہٗ فَسَارَ حَتّٰی دَخَلَ عَلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا سَعْدُ اَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ اَبُوْ حُبَابٍ یُرِیْدُ عَبْدَ اللہِ بْنَ اُبَیٍّ قَالَ کَذَا وَکَذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اعْفُ عَنْہُ وَاصْفَحْ عَنْہُ فَوَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ لَقَدْ جَآءَ اللہُ بِالْحَقِّ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ لَقَدِ اصْطَلَحَ اَہْلُ ہٰذِہِ الْبُحَیْرَۃِ عَلٰی اَنْ یُّتَوِّجُوْہُ فَیُعَصِّبُوْنَہٗ بِالْعِصَابَۃِ فَلَمَّا اَبَی اللہُ ذٰلِکَ بِالْحَقِّ الَّذِیْ اَعْطَاکَ اللہُ شَرِقَ بِذٰلِکَ فَذٰلِکَ فَعَلَ بِہٖ مَا رَاَیْتَ فَعَفَا عَنْہُ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ یَعْفُوْنَ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ وَاَہْلِ الْکِتٰبِ کَمَا اَمَرَہُمُ اللہُ وَیَصْبِرُوْنَ عَلَی الْاَذٰی قَالَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اَذًی کَثِیْرًا الْاٰیَۃَ قَالَ اللہُ وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ مِّنْ بَعْدِ اِیْمَانِکُمْ کُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِہِمْ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَاَوَّلُ الْعَفْوَ مَا اَمَرَ اللہُ بِہٖ حَتّٰی اَذِنَ اللہُ فِیْہِمْ فَلَمَّا غَزَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدْرًا فَقَتَلَ اللہُ بِہٖ صَنَادِیْدَ کُفَّارِ قُرَیْشٍ قَالَ ابْنُ اُبَیٍّ ابْنُ سَلُوْلَ وَمَنْ مَّعَہٗ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَعَبَدَۃِ الْاَوْثَانِ ہٰذَا اَمْرٌ قَدْ تَوَجَّہَ فَبَایِعُوا الرَّسُوْلَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَاَسْلَمُوْا۔

ترجمہ ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے

گدھے پر سوار ہوتے جس کے اوپر فدک والی کملی پڑی ہوئی تھی۔ اور آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ واقعہ بدر سے پہلے آپؐ بنو الحارث بن الخزرج میں حضرت سعد بن عبادہؓ سردار خزرج کی بیمار پرسی کے لئے جا رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی محفل سے ہوا۔ جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین بھی تھا۔ اور یہ واقعہ اس کے مسلمان ہونے سے پہلے کا ہے۔ پس مجلس میں ملے جلے لوگ تھے۔ مسلمان، مشرکین، بت پرست اور یہود اور مسلمان تھے اور اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی موجود تھے۔ پس جس وقت محفل کو گدھے کے پاؤں سے اڑی غبار نے ڈھانپ لیا۔ تو عبداللہ بن ابی نے اپنی چادر سے اپنی ناک کو ڈھانک لیا۔ پھر کہنے لگا۔ کہ ہم پر غبار نہ اڑاؤ۔ بہرحال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس والوں پر سلام کیا۔ پھر ذرا ٹھہر کر سواری سے اُترے۔ اور ان لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دی۔ اور قرآن مجید بھی پڑھا۔ جس پر عبداللہ بن ابی بولا۔ کہ جو کچھ آپؐ کہہ رہے ہیں۔ اگر حق ہے تو اس سے اچھا اور کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن آپؐ ہمیں ہماری مجلسوں میں تنگ نہ کریں۔ اپنے ٹھکانے پر واپس جائیں جو شخص آپؐ کے پاس آئے۔ اس پر بیان کریں۔ جس پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بولے۔ یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ ضرور آپؐ ہماری مجلسوں میں آیا کریں ہم اس کو پسند کرتے ہیں۔ کہ آپؐ ہر جگہ ہمیں قرآن سنائیں۔ جس پر مسلمان مشرکون اور یہود آپس میں گالی گلوچ پر اتر آئے۔ قریب تھا کہ لڑائی بھڑک اٹھتی۔ پس آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو چپ کراتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ چپ ہو کر ٹھنڈے ہو گئے۔ پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس تشریف لے آئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اے سعدؓ! تمہیں معلوم نہیں جو کچھ ابو حباب عبداللہ بن ابی نے کہا۔ وہ اس اس طرح کہتا تھا۔ تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ اس کو معاف کر دیں اور اس سے درگزر کریں۔ وہ بیچارہ حسد کے مارے مجبور ہے۔ کیونکہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپؐ پر کتاب کو اتارا اب تو اللہ تعالیٰ اس حق کو لے آیا۔ جس کو اس نے آپؐ پر اتارا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے اس شہر والوں نے اتفاق کر لیا تھا۔ کہ اس کو تاج پہنائیں گے۔ اور سرداری کی دستار باندھیں گے۔ پس اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ جس کی وجہ سے اس کو

اُچھولگ گیا۔ کہ وہ حسد میں مبتلا ہو گیا۔ پس اس حق نے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جو آپؐ دیکھ رہے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا۔ بلکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کرام برابر اہل کتاب اور مشرکین سے درگذر کرتے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف لڑائی کرنے کی اجازت دے دی۔ اور برابر ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آپ لوگ اہل کتاب اور مشرکوں کی طرف سے بہت تکلیف دہ باتیں سنیں گے۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ بہت سے اہل کتاب تو یہ چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پھر کفر کی طرف لوٹا دیں۔ یہ ان کی طرف سے حسد کی وجہ سے ہے۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے معافی کرنے کے بارے میں اس حکم کے مطابق عمل کرتے تھے۔ جو فاعفوا واصفحوا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا۔ اس پر اس وقت تک عمل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان سے قتال کی اجازت ملی۔ چنانچہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی لڑی۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے سردار کفار کو قتل کر دیا۔ تو ابن ابی ابن سلول اور ان کے ساتھیوں نے کہا۔ جو مشرکین اور بت پرستوں میں سے تھے۔ کہ اس دین کا معاملہ تو اب واضح ہو گیا۔ تو اسلام پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لو۔ چنانچہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | فدکیہ فدک مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے۔
قطیفہ بمعنی گرم چادر یعنی حمار کا چار جامہ۔

اهل هذه البحيرة ای اهل هذه البلدة اور بعض نے کہا۔ کہ مدینہ کو بحیرہ اس خصوصیت کی بنا پر کہا گیا۔ کہ اس میں تین نہریں بہتی ہیں۔ شرق پھندا لگ گیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا الخ

حدیث نمبر ۴۱۰۶ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّؓ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَزْوِ

وَتَخَلَّفُوْا عَنْهُ وَفَرِحُوْا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَذَرُوْا إِلَيْهِ وَحَلَفُوْا وَأَحَبُّوْا أَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَنَزَلَتْ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ منافق لوگوں کا یہ حال تھا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور یہ لوگ آپ سے پیچھے رہ جاتے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بیٹھ جانے پر خوش ہوتے۔ پس جب آپؐ غزوہ سے واپس تشریف لے آتے تو یہ لوگ عذر بہانے پیش کرتے قسمیں اٹھاتے۔ بایں ہمہ جو کچھ انہوں نے نہیں کیا تھا۔ اس پر یہ چاہتے تھے۔ کہ ان کی تعریف و ثنا کی جائے۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ یہ لوگ خوش نہ ہوں۔

حدیث نمبر ۴۱۰۰ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَهُ أَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهِ اذْهَبْ يَا رَافِعُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ فَرِحَ بِمَا أُوْتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يُّحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُوْنَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَمَا لَكُمْ وَلِهٰذِهٖ إِنَّمَا دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوْهُ إِيَّاهُ وَأَخْبَرُوْهُ بِغَيْرِهٖ فَأَرَوْهُ أَنْ قَدِ اسْتَحْمَدُوْا إِلَيْهِ بِمَا أَخْبَرُوْهُ عَنْهُ فِيْمَا سَأَلَهُمْ وَفَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا مِنْ كِتْمَانِهِمْ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ حَتّٰى قَوْلِهٖ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أُوْتُوْا وَيُحِبُّوْنَ أَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ۔

ترجمہ۔ مروان بن حکم حاکم مدینہ نے اپنے دربان سے کہا۔ کہ اے رافع! حضرت ابن عباسؓ کے پاس جاؤ۔ اور ان سے پوچھو کہ اگر کوئی شخص اس انعام پر خوش ہو جو اسے دیا گیا ہے۔ اور پسند کرے جو کچھ اس نے نہیں کیا۔ اس پر اس کی تعریف کی جائے۔ تو کیا اس کو بھی عذاب دیا جائے گا۔ اس وقت تو ہم سب کے سب عذاب کے مستحق ہوں گے۔ جس پر ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ تمہیں

کیا ہو گیا۔ کہ تم عام معنی مراد لیتے ہو یہ تو ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلوایا اور ان سے کسی چیز کے متعلق پوچھا اس کو تو انہوں نے چھپالیا۔ اور اس کے علاوہ دوسری بات کی خبر کر دی۔ اور سمجھنے لگے جو کچھ آپؐ نے ان سے پوچھا اور انہوں نے اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ اس پر وہ آپؐ سے تعریف وثنا کا مطالبہ کرنے لگے۔ اور جو کچھ انہوں نے چھپالیا تھا۔ اس پر خوش ہونے لگے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ پھر ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب الخ اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول یفرحون بما اوتوا الخ عبدالرزاق نے ابن جریج سے اس کی متابعت کی۔

حدیث نمبر ۴۱۰۸ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ الخ اَخْبَرَهٗ اَنَّ مَرْوَانَ بِهٰذَا الخ

تشریح از شیخ مدنیؒ | غزوہ تبوک میں منافقین نے ایسا کیا تھا۔ اور دیگر غزوات میں بھی وہ ایسے ہی کہا کرتے تھے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہود کا فعل تھا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک آیت کے متعدد شان نزول ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس پر اشکال ہے۔ کہ ابن عباسؓ کا یہ قول مسلکِ جمہور کے خلاف ہے۔ کیونکہ حکم عام ہوتا ہے۔ اور مورد خاص ہوا کرتا ہے۔ اہل کتاب جو عمل کر رہے ہیں۔ اگر وہ فرائض کا ترک ہے۔ تو یہود وغیرہ سب معذب ہوں گے۔ اگر وہ مستحبات کو ترک کر رہے ہیں۔ پھر وہ شہرت کے خواہاں ہیں۔ تو پھر عذاب تو نہ ہوگا۔ البتہ مستحق ملامت ہوں گے۔ یہ جمہور کا مسلک ہے۔ اور ابن عباسؓ کا صرف اہل کتاب کے لئے کہنا یہ محض ان کا مسلک ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ اذ اخذ اللہ میثاق الذین الخ یہ آیت بالاتفاق یہود کے بارے میں ہے۔ لیکن اس پر کہا جائے گا۔ کہ واقعی یہ آیت یہود کے بارے میں ہے۔ مگر اگر امت محمدیہ ایسے اعمال کرے اور اس پر مؤاخذہ نہ ہو۔ تو امت محمدیہ مستثنیٰ نہیں ہے۔ ممکن ہے ابن عباسؓ کا مقصد یہ ہو کہ شان نزول میں تم شریک ہو۔ یا یہ حکم زیادہ تقبیح کے لئے ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فقال ابن عباسؓ مالکم وبھذہ ص۶۵۶ ج۲ ابن عباسؓ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے۔ جیسے سائل نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ آیت کا مصداق وہ شخص ہے جو اپنے گمان کے مطابق کہتا ہے۔ کہ نہ کمی کروں گا نہ زیادتی کروں گا۔ تو کسی مسلمان کا اپنی نیکی پر خوش ہونا اور نہ کئے ہوئے پر تعریف کے طلب گار ہونا یہود کے معاملہ

کے برابر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو کتمان حق پر حمد و ثنا کے خواہاں تھے۔ جو فعل حرام ہے۔ اسی طرح مسلمان کا کسی انعام پر خوش ہونا وہ بھی یہود کے خبر دینے کے مماثل نہیں ہے۔ جو وہ اپنی کتاب کی خبر بتا کر دیتے ہیں۔ پھر وہ اس پر بغلیں بجاتے ہیں۔ پس اگر کوئی مسلمان یہود کی طرح کسی فعلِ حرام کا ارتکاب کرے گا۔ پھر وہ چاہتا ہے کہ اس پر میری تعریف بھی کی جائے۔ یا کوئی افترا پردازی کرتا ہے پھر اپنے کئے پر خوش ہوتا ہے تو بلاشک اس کی ان کرتوتوں پر ضرور مؤاخذہ ہوگا۔ تو ابن عباسؓ کے کلام کا ماحصل یہ ہوا کہ جس نے یہود جیسا کام کیا وہ آیت کے مطابق یہود کی طرح معذب ہوگا تو ان دونوں افعال میں جو سائل نے ذکر کیا اور جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی بہت بڑا فرق ہے تو نہ تو نص مورد کے ساتھ مختص ہوئی نہ ہی ہر شخص مؤاخذہ سے بری ہوا۔ جیسا کہ مروان نے سمجھا تھا۔

تشریح از شیخ زکریا ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اذ اخذ اللہ میثاق الآیۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبیخ اور اہل کتاب کو ڈانٹ ہے۔ جنہوں نے سابق انبیاء علیہم السلام کی زبانی عہد کیا تھا۔ کہ وہ نبی آخر الزمان پر ایمان لائیں گے۔ اور ان کی مدد کریں گے۔ لیکن اس کے برعکس انہوں نے کتمان کیا۔ اور اس کے عوض حقیر دنیا کا مال لیا۔ تو اس سے امت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کو تنبیہ ہے۔ اگر انہوں نے یہی اہل کتاب کا وطیرہ اختیار کیا۔ تو ان کو بھی وہی سزا ملے گی جو اہل کتاب کو ملی۔ علماء کا فرض ہے کہ جو کچھ علم نافع ان کے پاس ہے اسے صرف کریں۔ اور اس میں سے کچھ بھی نہ چھپائیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ من سئل عن علم فکتمہ الجم یوم القیامۃ بلجام من نار۔ یعنی جس شخص سے کوئی علمی مسئلہ پوچھا جائے پس وہ اسے چھپائے گا تو اسے قیامت کے دن جہنم کی لگام ڈالی جائے گی۔ اور یفرحون بما اوتوا الآ سے وہ ریاکار مراد ہیں جو جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ تاکہ اس سے مال کثیر جمع ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت مٹادیں گے اور وہ برابر قلت کا شکار ہوگا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیۃ

حدیث نمبر ۴۱۰۸ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَۃَؓ فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ قَعَدَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيَاتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنَّ فَصَلّٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ـ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس رات گزاری۔ تو کچھ دیر آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے بات چیت کی۔ جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہا تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور آسمان کی طرف دیکھا۔ اور ان فی خلق السمٰوٰت والارض الخ اس آیت کو پڑھا۔ پھر کھڑے ہوئے وضو کیا۔ مسواک کی۔ گیارہ رکعت تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت سنت فجر پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | فتحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اھلہ ساعۃً

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد بات چیت فرمائی ہے۔ تو سمر بعد العشاء ثابت ہوا۔ امام بخاریؒ اس روایت کو جلد اول میں نہیں لائے۔ جس سے بعض شراح کو اشکال پیش آیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمر بعد العشاء کی کوئی روایت ثابت نہیں تو انہوں نے انام غلیمۃ سے اس کا اثبات کیا تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ الخ

حدیث نمبر ۴۱۰۹ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَيْمُوْنَةَ فَقُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطُرِحَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةٌ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ طُوْلِهَا فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَرَاَ الْاٰيَاتِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ حَتّٰى خَتَمَ

ثُمَّ اَتٰی شَنًّا مُعَلَّقًا فَاَخَذَہٗ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِہٖ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی رَاْسِیْ ثُمَّ اَخَذَ بِاُذُنِیْ فَجَعَلَ یَفْتِلُھَا ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے پاس رات بسر کی۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ آج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ضرور دیکھوں گا۔ چنانچہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بستر بچھایا گیا۔ آپ تو اس کی لمبائی میں سو گئے۔ پھر رات کو اٹھے تو اپنے چہرہ سے نیند کے آثار مٹانے لگے۔ پھر سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں۔ یہاں تک کہ اسے ختم کیا۔ پھر ایک پرانے لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف تشریف لائے اس سے پانی لیا وضو بنائی۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں نے بھی کھڑے ہو کر اسی طرح کیا جس طرح آپؐ نے کیا تھا۔ کہ میں آکر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سر پہ رکھا۔ پھر میرے کان کو پکڑ کر ملنے لگے۔ ثم ایک دوگانہ۔ دو دوگانے۔ حتی کہ چھ دوگانے نماز پڑھی پھر وتر ادا کئے۔

بَابُ قَوْلِہٖ رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَہٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔

حدیث نمبر ۴۱۱۰ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ بَاتَ عِنْدَ مَیْمُوْنَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھِیَ خَالَتُہٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِیْ عَرْضِ الْوِسَادَۃِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَھْلُہٗ فِیْ طُوْلِھَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی انْتَصَفَ اللَّیْلُ اَوْ قَبْلَہٗ بِقَلِیْلٍ اَوْ بَعْدَہٗ بِقَلِیْلٍ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْھِہٖ بِیَدِہٖ ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ الْاٰیَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَۃِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰی شَنٍّ

مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِيْ وَأَخَذَ بِأُذُنِيْ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت میمونہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات گزاری جو ان کی خالہ لگتی تھیں۔ تو وہ فرماتے ہیں۔ میں تو بستر کی چوڑائی میں سو گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھر والے بستر کی لمبائی میں سو گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی یا اس سے تھوڑا سا پہلے یا اس سے تھوڑا سا بعد۔ میں۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوئے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ سے نیند کو ملنے لگے پھر سورۃ آل عمران کی خاتمہ والی دس آیات پڑھیں۔ پھر ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کی طرف گئے۔ اس سے وضو کیا۔ جس کو آپؐ نے اچھی طرح سے بنایا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی۔ میں نے بھی ایسے کیا۔ جیسے آپؐ نے کیا تھا۔ پھر میں چل کر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا۔ اور میرے دائیں کان کو ملا۔ پس آپؐ نے چھ دوگانے نماز پڑھی۔ پھر وتر ادا کئے۔ پھر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن نے آکر اطلاع کی۔ تو آپؐ نے دو ہلکی پھلکی رکعتیں سنت فجر پڑھی پھر باہر تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

بَابُ قَوْلِهِ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ الآية

حدیث نمبر ۱۱۱۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک رات حضرت میمونہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزاری جو ان کی خالہ لگتی تھیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں تو بستر کی چوڑائی میں لیٹ گیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے گھر والے بستر کی لمبائی میں لیٹ گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک سوئے رہے۔ یہاں تک کہ جب آدھی رات ہوگئی یا اس سے تھوڑا پہلے یا اس سے تھوڑا بعد۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نیند سے بیدار ہوئے۔ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے چہرۂ انور سے اپنے ہاتھ کے ساتھ نیند کو پونچھنے لگے۔ یعنی اس کے آثار زائل کئے۔ پھر سورۂ آل عمران کی خاتمہ کی دس آیات پڑھیں۔ پھر ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کی طرف کھڑے ہوئے۔ وہاں سے پانی لے کر وضو بنانی شروع کی تو اپنے وضو کو اچھی طرح بنایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں بھی اٹھا اور اسی طرح کیا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر میں چل کر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پہ رکھا اور میرے دائیں کان کو ملنے لگے۔ پھر دو دو رکعتیں چھ مرتبہ پڑھیں۔ پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن نے آکر اطلاع کی تو آپؐ نے کھڑے ہو کر دو ہلکی سی رکعتیں سنت فجر ادا کی۔ پھر باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واھلہ فی طولھا وسادۃ کے معنی تکیہ کے ہیں۔ اگر اشکال ہو۔ کہ وسادۃ پہ کیسے سویا جا سکتا ہے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ وسادۃ پہ سر رکھنا مراد ہے۔ اور حضرت میمونہؓ نے تکیہ کی لمبائی میں سر رکھا۔ اور ابن عباسؓ نے عرض وسادہ میں سر رکھا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ وسادۃ کے معنی فراش یعنی بستر کے بھی آتے ہیں۔ اس صورت میں کوئی اشکال وارد نہ ہوگا۔ یفتلھا فتل کے معنی ملنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بچوں کے کان پکڑنا اور ان کو ملنا اس سے حافظہ میں زیادتی ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اضطجع فی طولھا ص۶۵ ۱۳ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مراہق لڑکے کی موجودگی میں اپنی اہلیہ کے ساتھ لیٹنا جائز ہے۔ البتہ ذوشعور سویا ہوا ہو تو ان کی موجودگی میں ہمبستری نہیں کرنا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | جمع الوسائل میں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے۔ کہ کسی محرم باشعور کی موجودگی میں بغیر ہمبستری کرنے کے اپنی بیوی کے ساتھ سوجانا جائز ثابت ہوا۔ اگرچہ بعض روایات میں وارد ہے۔ کہ حضرت میمونہؓ اس رات حائضہ تھیں۔ اور ابن عباسؓ صرف آپؐ کی رات کی عبادت کو دیکھنے آئے تھے۔ شاید وہ نہ سوئے ہوں۔ یا بہت تھوڑی نیند کی ہو۔ اوراوجز کے اندر بھی بتلایا ہے۔ کہ وسادہ سے بستر مراد ہے۔ لیکن میرے اور میرے مشائخ کے نزدیک راجح یہ ہے۔ کہ اس سے تکیہ مراد ہے۔ کیونکہ ابو زراعہ کی روایت میں ہے۔ کہ ابن عباسؓ نے اپنی خالہ سے کہا۔ کہ مجھے بستر کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی چادر بچھا کر لیٹ جاؤں گا اور اپنا سر تمہارے تکیہ کے عرض میں رکھ لوں گا۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ وسادہ سے بستر مراد لینا ضعیف ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

قال ابن عباس یستنکف یستکبر قواما قوامکم من معایشکم لھن سبیلا یعنی الرجم للثیب والجلد للبکر وقال غیرہ مثنی وثلاث یعنی اثنتین وثلاثا واربعا ولا تجاوز العرب رباع ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ یستنکف کے معنی غرور اور گھمنڈ کرنے کے ہیں۔ قواماً یعنی تمہاری زندگی کو قائم رکھنے والا ہے۔ لھن سبیلاً شادی شدہ کے لئے رجم ہے اور کنوارے کے لئے کوڑے ہیں۔ ابن عباسؓ کے غیر کی تفسیر ہے۔ مثنیٰ دو دو۔ تین تین اور چار چار کے معنی میں ہے۔ اہل عرب چار سے آگے نہیں بڑھتے۔

باب وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ

حدیث نمبر ۲۱۱۳ حدثنا ابراھیم بن موسیٰ عن عائشۃؓ ان رجلا کانت لہ یتیمۃ فنکحھا وکان لھا عذق وکان یمسکھا علیہ ولم یکن لھا من نفسہ شیئ فنزلت فیہ وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتمیٰ احسبہ قال کانت شریکتہ فی ذلک العذق وفی مالہ ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ آدمی کی پرورش میں ایک یتیم لڑکی تھی جس سے اس نے نکاح کر لیا۔ اور اس یتیمہ کا کھجور کا باغ تھا۔ اس یتیمہ کو محض اس باغ کے خوف کی وجہ سے روک رکھا تھا۔ اپنی طرف سے اس نے کوئی مہر وغیرہ نہیں دیا۔ تو آیت نازل ہوئی۔ اگر تمہیں خدشہ ہو۔

کہ یتامیٰ کے بارے میں ان کی حق رسی میں انصاف نہیں کرسکو گے۔ توان کے علاوہ دوسری دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرسکتے ہو۔ ان کا مہر دبا کران پر ظلم نہ کرو۔

حدیث نمبر ۱۳۱۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَقَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي هٰذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ وَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ فَنُهُوا عَنْ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا لَهُنَّ أَعْلٰى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ فَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَإِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي آيَةٍ أُخْرٰى وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيمَتِهِ حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ قَالَتْ فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوا عَنْ مَنْ رَغِبُوا فِي مَالِهِ وَجَمَالِهِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ إِذَا كُنَّ قَلِيلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ۔

ترجمہ۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؓ نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ کے بارے میں پوچھا۔ توانہوں نے فرمایا۔ اے میرے بھانجے! یتیم لڑکی جوکسی اپنے وارث کی پرورش میں ہوتی تھی۔ اور وہ اس کے مال میں شریک ہوتی جس کو اس کا مال اور حسن تو پسند ہوتا۔ وہ ولی اس سے نکاح اس طریقہ پر کرنا چاہتا کہ اس کے مہر میں انصاف نہ ہو۔ کہ اس کو اس قدر مہر دے۔ جو اس کو دوسرا دیتا ہے۔ توان کو ایسی یتیم لڑکیوں کے نکاح کرنے سے روک دیا گیا البتہ اگر وہ ان سے انصاف کریں اور ان تک وہ مہر مثل ان کے طریقہ پر پہنچائیں۔ توپھر نکاح کرسکتے ہیں۔ ورنہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کریں۔ ان کی حق تلفی نہ کریں۔ حضرت عروۃؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے حکم دریافت کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ یہ لوگ عورتوں کے بارے میں آپؐ سے حکم طلب کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد دوسری آیت میں یہ ہے۔ کہ تم ان کے نکاح کرنے سے بے رغبتی کرتے ہو۔ جیساکہ وہ یتیمہ تھوڑے مال اور کم حسن والی ہو۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جن یتیم بچیوں کے مال اور جمال میں رغبت رکھنے کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہوں۔ ان سے روک دیا گیا۔ مگر اگر قلیل المال والجمال سے انصاف کریں۔ تو پھر اجازت ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مثنیٰ وثلاث ورباع۔ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے۔ فعال کا وزن رباع سے زائد نہیں آتا۔ حالانکہ لغت میں رباع سے زائد بھی موجود ہے۔ اب گفتگو عدول میں ہے۔ کہ ثنتین ثنتین کی جگہ پہ مثنیٰ لایا گیا ہے۔ اور ثلاث ثلاثۃ ثلاثۃ مکررہ کا قائم مقام ہے۔ جمہور علماء تو اسی پہ حمل کرتے ہیں۔ کہ تین تین چار چار عورتوں سے نکاح کی اجازت مقابلۃ الجمع بالجمع کے طور پہ ہے۔ جس کا ہر ایک کو حق ہے۔ ایک آدمی کو چار سے زائد عورتوں سے نکاح میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ تو خوارج اور ملاحدہ اور روافض کا یہ کہنا کہ اٹھارہ کی اجازت ہے۔ غلط ہوگا۔ کیونکہ یہاں مقابلہ الجمع بالجمع ہے جو تقسیم پہ دال ہے۔ بعض اہل بدع نو ۹ تک کی اجازت ثابت کرتے ہیں۔ اہلسنت والجماعۃ نے تقسیم اور توزیع پہ محمول کیا۔ مجموعہ کی اجازت نہیں۔

ان خفتم الخ اس آیت کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایات مختلف ہیں۔ بعض مختصرہ اور بعض طویلہ۔ بسا اوقات مختصرہ کو دیکھ کر طویلہ سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسا درست نہیں ہے۔ عرب کی عادت تھی۔ کہ چچا کی بیٹی اگر حسین مالدار ہو۔ تو اس سے نکاح کر لیتے۔ ولی ہونے کی وجہ سے مہر ادا نہ کرتے۔ اگر حسین نہ ہوتی یا مال نہ ہوتا۔ تو نہ کسی اور سے نکاح کر دیتا اور نہ ہی خود نکاح کرتا تھا۔ تاکہ مال میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ اگر نکاح کرتا تو اس کے حقوق ادا نہ کرتا۔ اور گذر گذران بھی اچھی طرح نہ کرتا تھا۔ اگر حسینہ جمیلہ ہے۔ نکاح تو کرتا ہے۔ مگر مہر تھوڑا دیتا ہے۔ یا معاشرت اچھی نہیں کرتا۔ تو حکم ہوا کہ اگر تم اس بدصورت اور قلیل المال کے حقوق ادا نہیں کر سکتے۔ تو کسی اور سے نکاح کر دو۔ اور خود اس کے پرسانِ حال بن جاؤ۔ اور خوب صورت لڑکی کے بارے میں یہ تھا کہ اگر کسی دوسرے کے پاس چلی گئی تو دوسرا ان کی خبرگیری نہیں کرے گا۔ میں اس سے نکاح کر کے اس کی خوب خبرگیری کروں گا۔ بہرحال یتامیٰ کے بارے میں اصلاحِ احوال کا حکم ہوا کہ بہرصورت

ان کے حقوق کی ادائیگی کی جائے ۔

استفتوا رسول اللہ الخ دوسری صورت یہ ہے ۔ کہ جب خود پورا مہر نہیں دے سکتے اور دوسرے کو دینے سے مال میں شریک ہونے کا خوف ہے ۔ تو حکم نازل ہوا کہ اگرچہ تم ولی ہو ۔ عورت خواہ قلیلۃ المال والجمال ہو یا کثیر المال والجمال ۔ دونوں صورتوں میں اگر تم حقوق کی ادائیگی کر سکتے ہو ۔ تو خود نکاح میں رکھو ۔ ورنہ دوسرے سے نکاح کر دو ۔ رد کو نہیں ۔

بَابُ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ الخ

وَبِدَارًا اَىْ مُبَادَرَةً اَعْتَدْنَا اَعْدَدْنَا اَفْعَلْنَا مِنَ الْعَتَادِ ۔

ترجمہ ۔ بدارًا مبادرۃ کا اسم مصدر ہے ۔ جلدی کرنا ۔ اعتدنا افعال کی ماضی ہے ۔ عتاد سے مشتق ہے ۔ جس کے معنی گننے کے ہیں ۔

حدیث نمبر ۴۱۱۴ حَدَّثَنِىْ اِسْحٰقُ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِىْ مَالِ الْيَتِيْمِ اِذَا كَانَ فَقِيْرًا اَنَّهٗ يَاْكُلُ مِنْهُ مَكَانَ قِيَامِهٖ عَلَيْهِ بِالْمَعْرُوْفِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے کے اس قول کے بارے میں فرماتی ہیں ۔ کہ جو شخص مالدار ہو وہ تو یتیم کے مال کھانے سے بچتا رہے ۔ اور جو محتاج ہو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے ۔ فرماتی ہیں کہ یہ یتیم کے مال کے بارے میں نازل ہوئی ۔ جب کہ کوئی محتاج ہو ۔ تو جو کچھ وہ خدمت مالِ یتیم کے بارے میں انجام دیتا ہے ۔ اس کے بدلہ دستور کے مطابق یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے ۔

تشریح از شیخ مدنی ؒ اعتدنا بمعنی اعددنا ۔ مصنف بتلا رہے ہیں ۔ اعتدنا میں تا اصلی ہے ۔ یا تا دال سے بدلی ہوئی ہے ۔ اصل میں اعددنا تھا ۔ اس آیت کریمہ سے مال یتامیٰ کا حکم بیان ہوا ۔ کہ یتیم جب بالغ ہو جائے تو اس کا مال اس کو واپس کر دیا جائے ۔ دوران حفاظت اگر نگران فقیر ہو ۔ تو اسراف نہ کرے ۔ مشہور طریقہ سے اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے ۔

مکان قیامہ علیہ ای مقدار قیامہ ۔ یعنی جتنی اس نے خدمت کی ہے ۔ اس کے مطابق مال لے اس سے زیادہ نہ لے ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قواماکم من معایشکم ۲۶۵ یہ اس قواماً کی تفسیر ہے جو سورۃ فرقان میں وارد ہے۔ جس کے معنی اقتصادی میانہ روی کے ہیں۔ کہ جس سے گذر بسر اچھی ہو سکے۔ اس مقام پر مصنفؒ نے قیاماً کی تفسیر نہیں بیان کی۔ بلکہ قواماً کی تفسیر کی ہے۔ اشارہ ہے کہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ سورۃ فرقان میں ہے۔ وکان بین ذلک قواماً۔ جلالین میں اس کے معنی وسط کے بیان کئے گئے ہیں۔ قطب گنگوہیؒ نے جو معنی بیان کئے ہیں۔ کلام اس کا بھی محتمل ہے لیکن اکثر شراح فرماتے ہیں۔ کہ اس کا تعلق آیت نساء سے ہے۔ کہ ابن عباسؓ نے قیاماً کی تفسیر قواماً سے کی ہے۔ مشہور قرأۃ قیاماً ہے۔ اور ایک قرأت میں بکسر القاف اور واؤ کے ساتھ قِواماً بھی وارد ہے جو ابن عمرؓ کی قرأت ہے۔ چنانچہ امام راغبؒ فرماتے ہیں۔ القیام والقِوام اسم لمایقوم بہ الشیٔ یقوم بمعنی یثبت کے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اموال سے تمہاری زندگی کی ضروریات وابستہ ہیں۔ بے وقوف لوگوں یعنی عورتوں اور بچوں کو مال دے کر ضائع نہ کرو۔ ورنہ معیشت تنگ ہو جائے گی۔

باب قولہٖ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنَ الخ

حدیث نمبر ۴۱۱۵ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حُمَیْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنَ قَالَ ھِیَ مُحْکَمَۃٌ وَّلَیْسَتْ بِمَنْسُوْخَۃٍ تَابَعَہٗ سَعِیْدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اذا حضر القسمۃ الخ والی آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر تقسیم وراثت کے وقت اولوالقربیٰ حاضر ہوں تو ان کو بھی میراث میں سے دیا جائے۔ حالانکہ جب آیت میراث سے ورثاء کے حصص مقرر کر دیئے گئے۔ کہ جو کچھ مال ہے وہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے تو پھر اولی القربیٰ وغیرھم کو کیا دیا جائے گا۔ جب کہ کچھ بچا ہی نہیں۔ اس لئے جمہور علماء فرماتے ہیں۔ کہ یہ حکم ایتاء ذی القربیٰ کا حکم آیت میراث نازل ہونے سے پہلے تھا۔ بعد میں منسوخ ہو گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخہ نہیں۔ بطور مروت کے ورثاء سے کہا گیا۔ کہ میراث تقسیم کرتے وقت تم اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ ان کو دے دو۔

اور قولوا لھم قولاً معروفاً بھی اس پہ دال ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ آیت منسوخ نہیں البتہ لوگوں نے اس پر عمل کرنا ترک کر دیا کیونکہ ورثار دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو ورثار میراث کے مستحق ہیں۔ دوسرے اولوالارحام اور مساکین ہیں۔ جو میراث سے محروم ہیں۔ لیکن تقسیم کے وقت آگئے۔ تو اگر یہ حکم ایجابی ہے اور اگر استحبابی ہے تو منسوخ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وھی محکمۃ ص۶۵۸ س۱۵ اگر امر استحبابی ہے تو پھر منسوخ نہیں آیت محکمہ ہے ایجابی ہے تو منسوخ ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ الخ

حدیث نمبر ۴۱۱۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍؓ فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ مَاشِيَيْنِ فَوَجَدَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَعْقِلُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهُ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ فَاَفَقْتُ فَقُلْتُ مَا تَاْمُرُنِيْ اَنْ اَصْنَعَ فِيْ مَالِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَنَزَلَتْ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ قبیلہ بنی سلمہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ پیدل چل کر میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ میرا حال یہ تھا۔ کہ مجھے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ہوش پایا یہ کہ میں کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ پس آپؐ نے پانی منگایا جس سے آپؐ نے وضو کر کے مجھ پہ چھینٹے مارے تو بے ہوشی سے مجھے آرام آگیا۔ میں نے عرض کی کہ آپؐ یا رسول اللہ میرے مال کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں کہ میں اس میں کیسے کروں۔ تو آیت یوصیکم اللہ الخ نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یوصیکم اللہ الخ ص۶۵۸ س۱۶ اس سے مراد آیت میراث ہے۔ تاکہ وہ آیت کلالہ کو بھی شامل ہو جائے۔ جو آخر نسار میں ہے۔ کیونکہ کلالہ کا مسئلہ بھی حضرت جابرؓ کے متعلق ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس تقریر سے شیخ گنگوہیؒ نے حدیث پر اشکال کا دفعیہ کیا ہے۔ کہ حضرت جابرؓ کے بارے میں تو سورۃ نسار کی آخری آیت کلالہ ہے۔ جن کے اصول و فروع نہیں تھے۔

جواب یہ ہے۔ کہ اس جگہ آیت میراث مراد ہے۔ اور کلالہ والی آیت کے حضرت جابرؓ کے بارے میں نازل ہونا کوئی معارض نہیں، نزول کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ جواب اس لئے صحیح نہیں۔ کہ کلالہ کے معنی میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا۔ مال موروث ہے۔ بعض نے کہا۔ میّت کا نام ہے۔ بعض نے کہا۔ نو وارث کا نام ہے۔ تو استدلال صحیح نہ ہوا۔ کیونکہ یستفتونک آخر الامر میں نازل ہوئی اور آیت میراث بہت مدت پہلے سعد بن ربیع کے ورثاء کے بارے میں نازل ہو چکی ہے۔ جو غزوہ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ جنہوں نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں ان کی والدہ اور ایک بھائی پیچھے چھوڑا تھا۔ جس کا سارا مال بھائی نے لے لیا تھا۔ اس پہ آیت میراث نازل ہوئی۔ لیکن اس میں بھی کوئی منافات نہیں ہو سکتا ہے۔ دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہو۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ

حدیث نمبر ۴۱۱۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْاَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسَ وَالثُّلُثَ وَجَعَلَ لِلْمَرْاَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ زمانۂ جاہلیت میں مال صرف لڑکے کے لئے اور وصیت ماں باپ کے لئے ہوتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا منسوخ کر دیا۔ چنانچہ نر کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر رکھا۔ ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ۔ جب کہ اولاد ہو۔ اگر نہ ہو تو تیسرا حصہ ہے۔ اور بیوی کے لئے آٹھواں حصہ ہے۔ جب کہ اولاد ہو۔ اگر میّت کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو چوتھا حصہ ملے گا۔ اور خاوند کو اولاد کی عدم موجودگی میں آدھی جائداد اور اولاد کی موجودگی میں چوتھا حصہ ملے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ابتداء اسلام بلکہ زمانۂ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا کہ میّت کی ساری ہی جائداد اولاد کو ملتی تھی۔ والدین کے لئے وصیت کر جاتا تو وہ مستحق ہوتے تھے ورنہ نہیں۔

عورتوں کو تو بالکل نہیں دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا جو جنگ میں امداد نہیں کر سکتے۔ وہ میراث کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ یہ وراثت تو قرابت کی بنا پر ہے۔ آج کل بھی لوگوں پر یہی خبط سوار ہے۔ کہ عورتیں محروم الارث ہوں۔ شریعت نے اس کی تحدید کر دی۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا الخ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لَا تَقْهَرُوْهُنَّ حُوْبًا اِثْمًا، تَعُوْلُوْا، تَمِيْلُوْا، نِحْلَةً اَلنِّحْلَةُ الْمَهْرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ لا تعضلوھن کے معنی ان پر قہر و ظلم نہ کرو۔ روکو نہیں۔ حوب کے معنی گناہ کے۔ تعولوا کے معنی جھکاؤ۔ نحلہ خوشدلی سے مہر ادا کرو۔

حدیث نمبر ۴۱۱۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ الشَّيْبَانِيُّ وَذَكَرَهٗ اَبُو الْحَسَنِ السَّوَائِيُّ وَلَا اَظُنُّهٗ ذَكَرَهٗ اِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ قَالَ كَانُوْا اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ اَوْلِيَآءُهٗ اَحَقَّ بِامْرَاَتِهٖ اِنْ شَآءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَاِنْ شَآءُوْا زَوَّجُوْهَا وَاِنْ شَآءُوْا لَمْ يُزَوِّجُوْهَا فَهُمْ اَحَقُّ بِهَا مِنْ اَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اہل عرب کا یہ حال تھا۔ جب ان کا کوئی آدمی مرجاتا تو اس کے وارث اس کی بیوی کے زیادہ حقدار ہوتے۔ اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا۔ چاہتے تو کسی اور سے اس کا نکاح کر دیتے۔ اگر چاہتے تو سرے سے اس کی شادی نہ کرتے۔ گویا کہ وہ اس کے خاندان والوں کی بنسبت عورت کے زیادہ حقدار تھے۔ جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! تمہارے لئے عورتوں کا زبردستی وارث بننا حلال نہیں۔ اور ان پر قہر نہ کرو۔ تاکہ تم ان سے کچھ مہر کا حصہ وصول کرو جو تم نے اس کو دیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | عرب کی عادت یہ تھی۔ کہ جب کوئی آدمی مرجاتا تو اس کی

بیوہ کا وارث بھی میت کا وارث ہوتا تھا۔ پھر چاہے اپنے نکاح میں رکھے۔ چاہے کسی دوسرے سے نکاح کر کے حق مہر خود وصول کرلے۔ چاہے نکاح ہی نہ کرے۔ تو شریعت نے اس جبر کو اٹھادیا۔ کہ اگر وہ بیوہ میت کے بھائی سے بطیب خاطر نکاح کرنا چاہے۔ تو اسے کرنے دو۔ ورنہ مجبور نہ کرو۔ اور جو حق مہر اس کو دیا گیا ہے اس کا کچھ حصہ بھی واپس نہ لو۔ نحلہ کے معنی عطیہ کے ہیں۔ مہر بھی بطور عطیہ کے دیا جاتا ہے۔

کسی عضو کا عوض نہیں ہوتا۔ ان شأتزوجها ای علی صداقها او بدونها ونوجوها واخذوا صداقها۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ

مَوَالِيَ اَوْلِيَآءَ وَرَثَةً عَاقَدَتْ هُوَ مَوْلَى الْيَمِيْنِ وَهُوَ الْحَلِيْفُ وَالْمَوْلٰى اَيْضًا ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُنْعِمُ الْمُعْتِقُ وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْمَلِيْكُ وَالْمَوْلٰى مَوْلًى فِي الدِّيْنِ۔

ترجمہ۔ ہر ایک کے لئے ہم نے وارث بنائے ہیں۔ اس مال کے جو ان کے والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑ کر جائیں۔ موالی اولیا بمعنی وارث کے ہے۔ ایک مولی معاہدہ کا ہوتا ہے۔ جس کو مولی الیمین اور حلیف کہتے ہیں۔ چچازاد بھائی کو بھی مولی کہا جاتا ہے۔ مولیٰ انعام کرنے والا۔ آزاد کرنے والا آزاد کیا ہوا۔ اور مولی بادشاہ کو بھی کہتے ہیں۔ اور مولیٰ دین کے ساتھی کو کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱۱۹ حَدَّثَنِي الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ قَالَ وَرَثَةً وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْاَنْصَارِيَّ دُوْنَ ذَوِي رَحِمِهٖ لِلْاُخُوَّةِ الَّتِيْ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نُسِخَتْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ مِنَ النَّصْرِ وَالرِّفَادَةِ وَالنَّصِيْحَةِ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ وَيُوْصِيْ لَهٗ سَمِعَ اَبُوْ اُسَامَةَ اِدْرِيْسَ وَسَمِعَ اِدْرِيْسُ طَلْحَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ولکل جعلنا موالی میں موالی بمعنی ورثہ کے ہے۔ اور وہ لوگ جن کے ساتھ تمہاری قسمیں بندھ چکی ہیں۔ جب مہاجرین حضرات مدینہ میں آئے۔ تو

مہاجر انصاری کا وارث ہوتا اس کا قریبی رشتہ نہیں ہوتا تھا۔ اس بھائی چارہ کی وجہ سے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان قائم کیا تھا۔ جب آیت ولکل جعلنا الخ نازل ہوئی تو وہ وراثت منسوخ ہوگئی۔ اب مولی الیمین وہ ہیں۔ جو مدد اور نصرت اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں۔ میراث ختم ہوگئی۔ اب اس کے لئے وصیت کی جاتی ہے۔

موالی جمع مولی کے جس کے متعدد معانی آتے ہیں۔ مولی بمعنی وارث جن سے عقد ایمان ہو۔ اس حلیف کو بھی مولی کہا جاتا ہے۔ چچا زاد بھائی۔ آزاد کرنے والا آزاد ہونے والا اور بادشاہ کو بھی اور جس سے دینی دوستی ہو اس کو بھی مولی کہتے ہیں۔ تو رافضیوں کا من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں ایک معنی کو متعین کر کے حضرت علیؓ کو احق بالخلافۃ ثابت کرنا غلط ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے موالی کی تفسیر وارثوں سے کی ہے۔

لکل جعلنا موالی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص کے جو ورثاء موجود ہوں۔ وہ سب وارث ہوں گے۔ حالانکہ حلفاء کو اس میراث میں سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

والذین عاقدت ایمانکم اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب ورثاء مال لے گئے۔ تو مولی الموالات کو کیا ملے گا۔ تو بعض لوگوں نے کہا۔ کہ والذین عاقدت ایمانکم پہلی آیت ولکل جعلنا موالی سے منسوخ ہے۔ البتہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ مال تو ان کو ملے گا نہیں۔ ہاں نصیحت۔ خیر خواہی۔ نصرت اور معاونت کے اعتبار سے یہ آیت منسوخ نہیں۔ تو سوائے میراث کے باقی امور میں اپنے معنی پہ ہے۔ لیکن اگر حلیف کے لئے وصیت کر گیا ہے تو ثلث مال میں سے اس کو دیا جائے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اولیاء ورثۃ ص ۶۵۸ / ۲۶ مولی کے کئی معانی ہیں۔ ان میں سے وارث بھی ہے۔ اور مولی الیمین بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے چند معانی ذکر کئے ہیں۔ اہل لغت نے اور معانی بھی بتائے ہیں۔ محبت پڑوسی مددگار۔ سسر۔ تابع متولی۔ مساوی۔ عبد۔ ابن الاخ۔ شریک ندیم اور معلم القرآن بھی حدیث میں آیا ہے۔ کہ جس نے کسی کو کتاب اللہ کی ایک آیت سکھلا دی وہ مولی ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ يَعْنِيْ زِنَةَ ذَرَّةٍ ـ

حدیث نمبر ۴۲۱۲ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ اُنَاسًا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ ضَوْءٌ لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ضَوْءٌ لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ يَتَّبِعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ اِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ بَرٌّ اَوْ فَاجِرٌ وَغُبَّرَاتُ اَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُوْدُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ بْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُوْنَ فَقَالُوْا عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ اَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلَى النَّارِ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُوْنَ كَذٰلِكَ مِثْلَ الْاَوَّلِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ اَتَاهُمْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ اَدْنٰى صُوْرَةٍ مِنَ الَّتِيْ رَاَوْهُ فِيْهَا فَيُقَالُ مَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلٰى اَفْقَرِ مَا كُنَّا اِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِيْ كُنَّا نَعْبُدُ

فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ کہ کچھ لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہتے تھے۔ یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھ سکیں گے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا دوپہر کے وقت اس روشنی میں جس میں کوئی بادل نہ ہو۔ تمہیں سورج کے دیکھنے میں کوئی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح قیامت کے دن تمہیں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں۔ مگر جیسے سورج اور چاند میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں جب قیامت کا دن ہو گا۔ تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا۔ کہ ہر امت جس جس کی عبادت کرتی تھی اس کے پیچھے جائے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور مورتیوں کی پوجا کرتے تھے۔ وہ ان سب کے ہمراہ جہنم میں جا کر گریں گے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کے عبادت گذاروں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہے گا۔ خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار یا یہ اہل کتاب کے بقایا ہوں۔ تو یہود کو بلوایا جائے گا۔ تو ان سے پوچھا جائے گا تم کس کی عبادت کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہم تو عزیرؑ اللہ کے بیٹے کی عبادت کرتے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اس کا بیٹا ہے۔ پس بتاؤ اب تمہیں کیا چاہیئے۔ کہیں گے۔ اے ہمارے ربّ ہم تو پیاسے ہیں۔ ہمیں پانی پلایا جائے۔ تو اشارہ کیا جائے گا۔ کہ پانی پینے کے لئے کیوں نہیں اترتے۔ تو ان کو جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔ گویا کہ وہ ریتا ہے جو دور سے پانی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو توڑ رہا ہو گا۔ پس وہ سب جہنم میں زبردستی گر پڑیں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلوایا جائے گا۔ ان سے بھی پوچھا جائے گا۔ تم کس کی عبادت کرتے رہے۔ کہیں گے ہم تو اللہ کے بیٹے مسیحؑ کی عبادت کرتے رہے۔ تو ان سے کہا جائے گا تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ ہی کوئی بیٹا ہے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا تم کیا چاہتے ہو۔ پس وہ اسی طرح پہلوں کی طرح جواب دیں گے۔ اور ان کے ساتھ وہی سلوک ہو گا۔ کہ وہ جہنم میں ایک دوسرے کے بعد گرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کے عبادت گذار باقی بچ جائیں گے۔ جن میں نیکوکار اور بدکار سب ہوں گے۔ تو ربّ العالمین ان کے پاس ایسی قریبی

شکل میں آئیں گے۔ جس کے اندر انہوں نے رب کو دیکھا تھا۔ تو ان سے کہا جائے گا۔ کہ تم کس کا انتظار کرتے ہو۔ ہر امت تو اپنے معبود کے ساتھ چلی گئی۔ تو وہ کہیں گے۔ کہ سخت احتیاجی کے حالات میں بھی دنیا میں ہم ان لوگوں سے الگ تھلگ رہے۔ ہم نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ اب ہم اپنے اس رب کا انتظار کر رہے ہیں۔ جس کی ہم عبادت کرتے تھے۔ تو فرمائیں گے۔ میں تمہارا رب ہوں۔ تو کہیں گے ہم تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں مانتے۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ کہیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اب دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کو اپنے رب میں شبہ کس بنا پر تھا۔ آیا اس وجہ سے کہ باری تعالیٰ مکان اور جہت سے منزہ ہیں۔ آنکھ کا نور ان چیزوں کو دیکھتا ہے۔ جو نہ تو بہت قریب ہوں اور نہ ہی بہت بعید ہوں۔ اور مکان سے بھی محدود ہو۔ تو باری تعالیٰ کی رؤیت میں انہیں شبہ تھا۔ کیونکہ قریب بعید کے لئے حجاب ہوتا ہے۔ قائم قاعد کے لئے حجاب ہوتا ہے۔ تو جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو شبہ تیسری توجیہ کی بنا پر تھا۔ کہ امم سابقہ کے لوگ بڑی بڑی قامت والے تھے۔ ہم چھوٹے قد والے ہیں۔ بڑے قد والے حاجب بن جائیں گے۔ تو ہم باری تعالیٰ کو کیسے دیکھ سکیں گے۔ وہ شبہات نہیں جو معتزلہ کو پیش آتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ ضوء اور سحاب کے معنی صحو کے ہیں۔ اور صحو صفائی کو کہتے ہیں۔ کہ آسمان بالکل صاف و شفاف ہو۔ اور آفتاب میں شانِ جلدی ہے۔ اور بدر میں شانِ حجابی ہے۔ جو آنکھ اس کو دیکھتی ہے وہ اسے ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ اطباء کہتے ہیں کہ چودھویں کے چاند کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا بصارت کو بڑھاتا ہے۔ یہاں تک ماہتاب اور آفتاب کی دو حالتیں ذکر کی گئی ہیں۔ بدر کی ایک قوی اور دوسری کمزور حالت ہے۔ سورج کی دوپہر کے وقت حالت قویہ ہے۔ کہ سورج اس وقت شباب حرارت پر ہوتا ہے۔ فلا یبقی من کان یعبد غیر اللہ الخ یہ روایت مختصرہ ہے۔ روایت طریہ میں ہے۔ کہ ہر ایک معبود باطل کی صورت سامنے آجائے گی۔ تو دونوں عابد اور معبود جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے عباد کے اور یہ ظلم نہیں اس لئے کہ ایک ظلم بمعنی اعم ہے۔ کہ تصرف فی ملک الغیر ہو۔ تمام دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ

کا ملک ہے۔ للہ ملک السمٰوٰت والارض یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء یہ ظلم تو اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ البتہ وضع الشیئ فی محلہ اس کو عدل کہتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ کہ عدل باری تعالیٰ پر واجب نہیں۔ اگر ظلم اللہ تعالیٰ سے ہو جائے تو کوئی محال نہیں بلکہ جائز ہے۔ کہ کسی حکمت کی بنا پر ہو۔ جس سے مقصد عابد کو بتلانا ہو۔ کہ تیرا معبود اتنا عاجز نہیں کہ جہاں بھیجنا چاہے۔ اور جو کچھ اس سے کرنا چاہے۔ وہ سب اس کے اختیار میں ہے۔ تو یہ عدل کے خلاف نہ ہوگا۔

کنا نعبد عزیر بن اللہ۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم کے مطابق چاہیئے تھا۔ کہ عزیر اور مسیح بھی اپنے عابدین کے ہمراہ جہنم میں جاتے۔ لیکن ارشاد ربانی ہے۔ الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون تو ان حضرات کو جہنم سے دور رکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ ما کا مصداق نہیں ہیں۔ آج عراق میں ایک ایسی قوم ہے۔ جو ابلیس کو خدا مانتی ہے۔ بلکہ عراق کے ہر گاؤں کا الگ مذہب ہے۔ غرضیکہ انسانوں میں سے جو غیر اللہ معبود ہیں۔ اگر وہ کافر ہیں۔ تو عابدین کے ساتھ وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ اگر موحد ہیں تو پھر الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ کے مطابق وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

فی ادنیٰ صورۃ ای اقرب صورۃ یا ادنیٰ دون سے ماخوذ ہے کہ سابقہ صورت کے مغایر صورت میں آئیں گے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے باری تعالیٰ کو کسی صورت میں دیکھا ہوگا اس وقت ظہور سابقہ صورت میں نہیں بلکہ اس کے اقرب پر ظہور ہوگا۔ یا مغایر ہوگی۔ یہ دوسرے معنی دوسری روایت کے مطابق ہیں۔ جس میں غیر صورت کے الفاظ ہیں۔ لیکن عرب کے لوگ صورت جسم اس کو کہتے ہیں جو ہیئت سطح اور جسم کے احاطہ سے پیدا ہوتی ہے۔ باری تعالیٰ اس مادیت سے منزہ ہیں۔ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے۔ کہ صورت اس معنی میں منحصر نہیں۔ بلکہ صفت کے معنی بھی آتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ یعنی صفت المسئلہ کذا ہے۔ اور کبھی حقیقی معنی پر بھی اطلاق ہوتا ہے یہاں صورت بمعنی صفت کے ہے۔ اور رؤیۃ سے رؤیۃ قلبیہ مراد ہے۔

انی صفتہ اعتقموھا ای علقموھا محدثین کی ایک جماعت کا کہنا ہے۔ کہ دراصل باری تعالیٰ ظاہر نہیں ہوں گے۔ بلکہ امتحاناً باری تعالیٰ کسی فرشتہ کو ظاہر کریں گے۔

اتاھم ربنا میں اتیان بمعنی ظہور کے ہے۔ اتیان کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف نقل مکانی

کے لئے نہیں۔ کیونکہ باری تعالٰی مکانیت سے منزّہ ہیں۔ چونکہ یہ فرشتہ دعوٰی کرنے کے اعتبار سے اب سمجھا جا رہا ہے۔ اس لئے اتاھم ربنا بمعنی ظہر ربنا کے معنی ہوں گے۔ تو بامر اللہ کسی خلق کا ظہور ہوا۔ دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ خود باری تعالٰی متصف بصفۃ اخرٰی ہو کر ظاہر ہوں گے۔ تو اب مجازی معنی نہ لینے پڑیں گے۔

تیسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ صورۃ کے معنی صفۃ کے اور رؤیۃ کے معنی تصرف کے لئے جائیں۔ کیونکہ ہر ایک سے باری تعالٰی کی مخاطبت ہو چکی ہے۔ الست بربکم فرمایا گیا۔ تو قیامت کے دن باری تعالٰی اس کو یاد دلائیں گے۔ کہ ایک مرتبہ باری تعالٰی سے مکالمہ ہو چکا ہے۔ ممکن ہے اس وقت رؤیۃ باری تعالٰی بھی ہوئی ہو۔ جسے دنیا میں آ کر ہم نے بھلا دیا۔ قیامت میں جمیع ما قدمت و اخرت یاد آجائیں گی۔ اسی طرح صورت باری تعالٰی بھی یاد آجائے گی۔ جو یوم الست میں دیکھی تھی۔ اب جب یاد آجانے کے بعد ظہور ہو گا۔ تو وہ اس صورت کے مغایر صورت میں ظہور ہو گا۔ تیسری توجیہ اہل تصوف کرتے ہیں۔ کہ باری تعالٰی کی صورت کا ظہور اس طرح پر نہ ہو گا۔ جو کہ دنیا میں تنزیہات کو مقتضی ہے۔ بلکہ تجلیات کی صورت میں ہو گا۔ یعنی لیس کمثلہ شیئ کے مطابق ہو گا جس کا ادراک ہمارے شاعر نہیں کر سکتے۔ اور محققین حضرات نے فرمایا۔ کہ باری تعالٰی درحقیقت ان سب امور سے منزّہ ہیں۔ البتہ لوگوں کی مخاطبت کے لئے نور و نار کی شکل میں ظہور ہو گا۔ جیسے موسٰی علیہ السلام کے لئے نار میں تجلی ہوئی۔ تو اگر نور و نار کی شکل مادی ہو۔ تو اس سے باری تعالٰی کا مادی ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ تجلی حضرت موسٰی علیہ السلام پر پڑی تھی۔ خرّ موسٰی صعقًا اور اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ نور باری تعالٰی سے نہایت کم درجہ کی چیز ہے۔

الغرض ہمارے سمجھانے کے لئے ان تجلیات میں اور کیفیات میں ظہور ہوا۔ تو اب صورت اپنے حقیقی معنی پر ہو گی۔ اور ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے۔ کہ عالم ذرّ میں یہ خطاب ہوا۔ جس میں سب بنی آدم بصورت ذرّ ظاہر ہوئے۔ اور باری کو دیکھا۔ اور ذرّ کے معنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ہیں۔ تو وہ ذات متجلیہ جو عالم ذرّ میں نظر آئی تھی۔ یاد آگئی جس کے دیکھنے کا آج بھی شوق موجود ہے۔ مومنوں کو یہ صورت متجلیہ نظر آئے گی۔ تو وہ مطمئن ہوں گے۔ کافر جو رؤیۃ سے محروم ہوں گے۔ وہ بے چین و بے قرار ہوں گے۔

چوتھی توجیہ صوفیاء کرام کی یہ ہے۔ کہ جب انسان نماز شروع کرتا ہے۔ تو یناجی ربہ اپنے رب

سے سرگوشی کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ تمہارا رب تمہارے آگے ہوتا ہے۔ تو محققین فرماتے ہیں کہ نمازی کے سامنے باری تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے۔ جب واصل الی اللہ پر اس تجلی کا ظہور ہوتا ہے تو وہ ایسا مستغرق ہوتا ہے۔ کہ اگر سر پر کوئی مصیبت آپڑے تو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ بغداد میں ایک عاشق اپنی معشوقہ کو دیکھتے ہوئے برف کی سردی کو برداشت کرتا رہا۔ اور ایسے کلکتہ میں ایک شخص نے میم کی لڑکی کے سامنے انگارا اٹھالیا۔ جس کا اسے احساس بھی نہ ہوا۔ تو وہ جو حضرت علیؓ کے بارے میں آتا ہے۔ کہ نماز کی حالت میں ان کے بدن سے تیر نکالا گیا۔ جس کا ان کو پتہ نہ چل سکا۔ یہ حالت استغراق تھی۔ تو جب عشق مجازی میں انسان سردی۔ گرمی اور اثرات سے غافل ہو جاتا ہے۔ تو معشوق حقیقی کے عشق میں مصائب کا متحمل کیوں نہ ہوگا۔ چونکہ نماز کی حالت مؤمنین کو تجلی باری تعالیٰ سے مناسبت ہو چکی تھی۔ اب جب قیامت میں اس کا ظہور ہوگا۔ تو نماز کی حالت کے مغایر ہوگا۔ اسی کو رأوا فیھا سے تعبیر کیا گیا۔ تو اس وقت یہ لوگ نہ سجدہ کریں گے اور نہ ہی اتباع کریں گے۔

کنا نعبد چوتھی توجیہ کا زیادہ قرینہ ہے۔

۔ فیقولون لا نشرک باللہ یہ روایت مختصر ہے۔ طویلہ روایت میں ہے۔ کہ پھر باری تعالیٰ دوسری صورت میں ظہور فرمائیں گے۔ جس کو دیکھ کر سب مؤمنین سجدہ میں گر جائیں گے۔ منافقین جو پہلی حالت میں مؤمنین کے شریک تھے۔ اب ان کی پشت تختہ بن جائے گی۔ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ان اللہ لا یظلم ۱؎ ص ۶۵۹/۲ ترجمۃ الباب میں روایت کا یہ لفظ بَرّہ و فاجرہ دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ایمان قلیل کا اعتبار نہ ہو۔ تو یہ ظلم ہوگا۔ نیز ابر نکرہ واقع ہوا ہے۔ اور ادنیٰ مؤمن بھی بار یعنی نیکوکار ہوتا ہے۔ تو اس کو بھی من جملہ ابرار کے شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ اگر یہ ان میں داخل نہ ہو تو پھر لازم آئے گا۔ کہ بَرّ کے بعض افراد کو اس کے عمل کا بدلہ نہ ملے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے۔

یعنی ذرہ ص ۶۵۹/۲ اس تشریح سے ایک وہم کا دفعیہ کر دیا۔ جو مثقال کے لفظ مشترک سے پیدا ہوتا تھا۔ کہ مثقال مطلق وزن کے معنی میں اور مقدار کے معنی میں آتا ہے۔ اور وزن اور مقدار مخصوص۔ غبرات اھل الکتاب حالانکہ یہ کفر میں دوسرے کفار کے ہمراہ تھے۔ مگر ظاہری طور پر

وہ دعویٰ کرتے تھے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کی عبادت نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ ان کا اعتقاد تھا۔ کہ یہ دونوں ابن اللہ ہیں تو ان کی عبادت ان کے اعتقاد فاسد کے مطابق اللہ کی عبادت ہوگئی۔ تو یہ اشتراک باللہ ہوا۔ جس پر ان کو سزا ملے گی۔ ظاہری دعویٰ کے اعتبار سے باقی رہ گئے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ نے حدیث کی ترجمہ سے مناسبت اس طرح ثابت کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مؤمنین اور کافرین کے درمیان اپنے عدل عظیم سے فیصلہ فرمائیں گے۔ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔

مثقال دراصل مقدار وزن کو کہتے ہیں۔ اور عرف میں سونے کے دینار کو کہا جانے لگا اور عرف فقہاء میں یہی دوسرے معنی مشہور ہیں۔ اور عینی میں ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مثقال وزن دینار کو کہتے ہیں۔ اور بس۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ہر وزن کو مثقال کہا جاتا ہے۔

ذرۃ کی مقدار کے بارے میں قسطلانیؒ نے فرمایا۔ کہ دراصل بہت چھوٹی چیونٹی کو کہا جاتا ہے۔ جس کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ اور مٹی کے ذرے کو جسے ہوا اڑا کر لاتی ہے۔

غبرات حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ غبرات جمع غُبَّر کی جو غابر کی جمع ہے۔ اور غابر باقی کو کہتے ہیں اس جگہ اہل کتاب کے توحید پرست مراد ہیں۔ اگرچہ حدیث میں ان اہل کتاب موحدین کا انجام ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن جب طواغیت جہنم میں ہیں تو معلوم ہوا یہ عبّاد بھی ان کے ہمراہ جہنم میں ہوں گے۔

فاوردھم النار ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیھا بھی ان کے انجام پر دلالت کرتا ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا اَلْمُخْتَالُ وَالْخَتَّالُ وَاحِدٌ نَطْمِسُ نُسَوِّيْهَا حَتّٰى تَعُوْدَ كَاَقْفَائِهِمْ طَمَسَ الْكِتَابَ مَحَاهُ سَعِيْرًا وُقُوْدًا۔

ترجمہ۔ کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے۔ اور ان سب پر آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔ مختال اور ختال کے ایک ہی معنی ہیں۔ متکبر۔ نطمس ان کے چہروں کو برابر کر دیں گے۔ یہاں تک کہ

ان کی گدیوں کی طرح ہو جائیں گے اور طمس کا مفعول کتاب ہو تو مٹانے کے معنی ہیں۔ سعیداً دیکھنے والی۔

حدیث نمبر ۴۲۱۲ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا قَالَ أَمْسِكْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن مرة فرماتے ہیں۔ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائش کی۔ کہ آپ پر قرآن پڑھوں۔ میں نے کہا حضرت! آپ پر میں قرآن پڑھوں۔ حالانکہ قرآن تو آپ پر اتارا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی اور سے بھی قرآن مجید سنوں۔ میں نے آپ پر سورۃ نساء تلاوت کی۔ یہاں تک کہ میں جب اس آیت تک پہنچا۔ فکیف اذا جئنا الخ تو آپ نے فرمایا۔ رک جاؤ۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی ختل بمعنی دھوکہ دینا۔ ختال کثیر الختل مختال بھی اسی کو کہتے ہیں۔ اور بعض لوگوں نے مختال کو خیلاء سے لیا ہے۔ وہ اس کے معنی متکبر کے لیتے ہیں۔ طمس کے اصلی معنی مٹانے کے ہیں۔ نطمس یعنی ناک۔ رخسارے جو ایک خاص طریقہ سے اٹھے ہوتے ہیں۔ ان کو مٹا دیں۔ فاذا عیناہ تذرفان آپ کا رونا کس بنا پر تھا۔ بعض نے سرور کی وجہ سے کہا ہے کہ آپ کو اس پر خوشی ہوئی۔ کہ اپنی امت کے خود شاہد ہوں گے۔ کیونکہ شہادت میں جب اپنا کوئی عزیز اور قریب ہو۔ تو مشہود علیہ بے فکر ہوتا ہے۔ کہ یہ شاہد ایسی کوئی بات نہیں کرے گا۔ جس سے مشہود علیہ کو ضرر پہنچے۔ بلکہ ادائیگی شہادت میں خاص خیال رکھتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ نے فرمایا۔ ان تعذبھم فانھم عبادک۔ غرضیکہ جب آپ اپنی امت پر شہید ہوں گے۔ تو ہمدردی کی وجہ سے امت کو بچا لیں گے۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو ہمدردی نہ کرتا۔ اس سے آپ کو خوشی ہوئی۔ جس سے آنسو بھی بہہ نکلے۔ اور یہ خوشی کا آنسو ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس لئے بیٹے کو قرۃ العین آنکھ کی ٹھنڈک کہا جاتا ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ آپ رنج و فکر کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ قیامت کی ہولناکیاں۔ امت

کی نزاکت اور انسانوں کی کمزوریاں آپؐ کے پیش نظر تھیں۔ جس سے آپؐ کو خیال ہوا کہ امت کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَآئِطِ صَعِيْدًا وَجْهَ الْاَرْضِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَتِ الطَّوَاغِيْتُ الَّتِىْ يَتَحَاكَمُوْنَ اِلَيْهَا فِىْ جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ وَّفِىْ اَسْلَمَ وَاحِدٌ وَّفِىْ كُلِّ وَاحِدٍ كُهَّانٌ يَّنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ وَقَالَ عُمَرُ الْجِبْتُ السِّحْرُ وَالطَّاغُوْتُ الشَّيْطٰنُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ الْجِبْتُ بِلِسَانِ الْحَبْشَةِ شَيْطٰنٌ وَالطَّاغُوْتُ الْكَاهِنُ

ترجمہ۔ صعید کے معنی روئے زمین۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ طواغیت وہ سرداران تھے۔ جن کے پاس لوگ فیصلے کرانے جاتے تھے۔ جہینہ میں ایک تھا۔ ایک قبیلہ اسلم میں تھا۔ اس طرح ہر قبیلہ میں ایک ہوتا۔ کھان جن پہ شیطان نازل ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جبت کے معنی جادو کے ہیں۔ اور طاغوت شیطان ہے۔ اور عکرمہؒ فرماتے ہیں۔ کہ حبشہ کی زبان میں جبت شیطان کو اور طاغوت نجومی کو کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۲۲۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ هَلَكَتْ قِلَادَةٌ لِاَسْمَآءَ فَبَعَثَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ طَلَبِهَا رِجَالًا فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَيْسُوْا عَلٰى وُضُوْءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يَعْنِىْ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ حضرت اسماءؓ کا ہار میرے سے گم ہو گیا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لئے کچھ آدمی بھیجے۔ پس نماز کا وقت آ گیا۔ تو نہ تو ان لوگوں کے پاس پانی تھا۔ اور نہ ہی تلاش کرنے سے انہیں ملا۔ پس انہوں نے بے وضو نماز پڑھ لی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | كانت الطواغيت ص۶۵۹ ۲۱ یہ بتوں کے نجومی تھے۔ کیونکہ خود بتوں کی طرف فیصلہ لے جانا ممکن نہیں ہے۔

وقال عمر الجبت دونوں قولوں میں تعبیر کا فرق ہے۔ ورنہ مدعیٰ تو ایک ہی ہے۔ کیونکہ دونوں

لفظوں میں سے ہر ایک کا اطلاق جادو اور شیطان پر صحیح ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں۔ طواغیت طاغوت کی جمع ہے۔ شیطان اور بت دونوں کو جمع اور لفظ مذکر اور مؤنث سب صورتوں میں اطلاق آتا ہے۔ طبری فرماتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک طاغوت کے اصلی معنی تو سرکش جو بعید من اللہ ہو۔ یا کسی انسان کی عبادت کرے یا کسی شیطان کی۔ یا کسی حیوان یا پتھر کی۔ تو ان کی اتباع ہمیشہ ان کے متعلق ہی اتباع کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ یا یہ کہ ان کے اتباع قہراً جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ اور طبری کی تحقیق کے مطابق ہے۔ سحر اور کاہن بھی اسی میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جلالین میں ہے کہ جبت اور طاغوت قریش کے دو بت تھے۔ اور صاحب جمل نے اس بارے میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے۔ اور مزید برآں کہ انسان کی شکل میں شیطان ہوتا تھا جس کے پاس فیصلے لے جاتے تھے اس کو طاغوت کہا جاتا تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ذَوِى الْاَمْرِ۔

حدیث نمبر ۴۲۳ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ نَزَلَتْ فِىْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ اِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَرِيَّةٍ الخ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت اطیعوا اللہ الخ حضرت عبداللہ بن حذیفہؓ کے بارے میں اتری۔ جب کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کا سردار بنا کر بھیجا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اولی امر کی تفسیر ذوی الامر سے کرتے ہوئے اشتراک کے وہم کا دفعیہ کیا ہے۔ کیونکہ کلمہ اولی جس طرح لفظ ذا کی جمع کے لئے آتا ہے۔ اس طرح وہ مستقل جمع کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔ الست بابن الاولی سعدوا وسادوا۔ کیا میں ان لوگوں کا بیٹا نہیں ہوں جو نیک بخت اور سردار تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ کو اولی الامر کی تفسیر ذوالامر سے کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ اولی کا لفظ دونوں میں مشترک ہے۔ جمع ذو کے معنی بھی اور الذی موصول کی جمع بھی ہے۔ اور شاعر کے کلام میں اولی سعدوا وسادوا بمعنی الذین سعدوا وسادوا کے ہے۔

اور رضی شرح کافیہ میں ہے۔ کہ الذی کی جمع من غیر لفظہ الاولیٰ بروزن العلیٰ ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔

حدیث نمبر ۴۲۱۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فِيْ شَرِيْجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَآءَ اِلٰى جَارِكَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَآءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَآءَ اِلٰى جَارِكَ وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهٗ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ اَحْفَظَهُ الْاَنْصَارِيُّ كَانَ اَشَارَ عَلَيْهِمَا بِاَمْرٍ لَّهُمَا فِيْهِ سَعَةٌ قَالَ الزُّبَيْرُ فَمَا اَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ اِلَّا نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حرۃ کے ایک غول کے بارے میں حضرت زبیرؓ کا ایک انصاری سے جھگڑا ہو گیا۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے زبیر! تم اپنی زمین کو پانی پلا کے پھر اپنے ہمسائے کے لئے چھوڑ دو۔ انصاری بولا یا رسول اللہ! یہ فیصلہ آپؐ نے اس لئے دیا ہے کہ زبیرؓ آپؐ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ جس پر آپؐ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے زبیرؓ! پانی پلاؤ۔ پھر اس وقت تک پانی کو روکے رکھو جب تک وہ دیوار کی طرف نہ لوٹے پھر اپنے پڑوس کے لئے چھوڑ دو۔ اور آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کا حق اپنے صریح حکم سے پورا کر دیا۔ جب کہ انصاری نے آپؐ کو ناراض کر دیا۔ حالانکہ آپؐ نے پہلے اپنے حکم سے ایسا اشارہ فرمایا تھا۔ جس میں دونوں کے لئے گنجائش تھی۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میرا گمان ہے۔ کہ یہ آیات اسی بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن ہو نہیں سکتے۔ جب تک اپنے باہمی جھگڑوں کا فیصل کنندہ آپؐ کو نہ مانیں۔

تشریح از شیخ مدنی شریج مسیل الماء وہ غول جہاں پانی بہتا ہے۔ پہاڑوں میں پانی جذب نہیں ہوتا بلکہ بہتا ہے۔ اس کے بہنے کی جگہ کو شریج کہتے ہیں۔ حرہ پہاڑی حصہ ہے جس کے زمین دوز پہاڑ ہیں۔ کہیں اونچا کہیں نیچا۔ اس پہاڑی حصہ کے اندر جہاں زمین ہے وہاں باغات لگے ہوتے ہیں۔ اس میں بعض باغات ایسے ہیں۔ جہاں پانی پہاڑ کھود کر بڑی تکلیف کے بعد پہنچایا جاتا ہے۔ اور بعض باغات کو ان شریج کے ذریعہ پانی آتا تھا۔ حضرت زبیرؓ کا باغ اونچائی پر تھا۔ اور انصاری کا نیچے تھا۔ ان دونوں میں پانی کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ انصاری کہتا تھا کہ پانی چھوڑ دیا کرو۔ پہلے میں اپنے باغ کو پانی پلالوں۔ پھر آپ پلانا۔ حضرت زبیرؓ نہیں مانتے تھے۔ آپؐ نے اقرب فالاقرب کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت زبیرؓ کو اجازت دے دی کہ وہ پہلے اپنے باغ کو پانی پلالیا کریں۔ تھوڑا سا پانی اپنے درختوں کو پلا کر پھر چھوڑ دیا کریں۔ یہ صلح کی بنا پر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ ورنہ حق یہ تھا۔ کہ جب اقرب کی ضروریات سے فارغ ہو جائے۔ تو پھر چھوڑ دے۔ اس پر انصاری کو غصہ آیا۔ جس پر آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو ان کا پورا حق جتلایا۔ یہ حکم عدل کا تھا۔ اور پہلا حکم صلح کی بنا پر تھا۔

احفظہ اغضبہ اب گفتگو یہ ہے۔ کہ انصاری نے آپؐ پر بڑا سنگین الزام لگایا۔ کہ اس کے عقیدہ کے مطابق آپؐ مروت کی بنا پر کبھی عدل نہیں کرتے۔ بنابریں بعض شراح نے کہا کہ یہ انصاری منافق تھا۔ جس نے زبانی کلامی کلمہ شہادت پڑھا تھا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے۔ کہ منافقین کو انصار نہیں کہا جاتا تھا۔ اس لئے کہ انصار تو مخلصین کا نام ہے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جھگڑا حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت زبیرؓ کے درمیان ہوا۔ تو پھر اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے۔ کہ انصاری مخلص تھا۔ مگر اس کو یہ حکم معلوم نہیں تھا۔ کہ ہمارے اوپر ہر چھوٹے بڑے جلیل اور حقیر سب میں اطاعت رسول واجب ہے۔ اور آپؐ کی معصومیت کا بھی علم نہیں تھا۔ اس پر فلا وربک الخ سے تنبیہ کر دی گئی۔ تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ بتقاضائے بشریت یہ کلام ان سے صادر ہوا۔ جیسے حضرت ماعز اسلمیؓ سے زنا سرزد ہوا۔ اور بعض سے سرقہ بتقاضائے بشریت سے انبیاء علیہم السلام محفوظ ہوتے ہیں۔ دوسرا کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ یہ جواب زیادہ قابل اعتماد ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ـ

حدیث نمبر ۴۱۲۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ نَّبِيٍّ يَمْرَضُ اِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ فِيْ شِكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيْدَةٌ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ خُيِّرَ ـ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا۔ مگر اس کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کے اندر اختیار دیا جاتا ہے۔ اور آنحضرت کی جس بیماری میں وفات ہوئی ہے۔ تو آپؐ کو سخت پکڑنے آدبایا۔ پس میں نے آپؐ کو فرماتے سنا۔ ترجمہ۔ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا ہے۔ وہ انبیاء ہیں۔ صدیقین ہیں۔ شہداء ہیں۔ اور نیک بخت لوگ ہیں۔ مجھے محسوس ہوا کہ بس اب آپ کو اختیار دے دیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بحۃ آواز کا سخت ہو جانا۔ وہ خرخراہٹ جو حلق میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جب کہ بلغم حلق میں آجائے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَى الظَّالِمِ اَهْلُهَا ـ

حدیث نمبر ۴۱۲۶ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ ـ

ترجمہ۔ حضرت عبید اللہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ میں اور میری والدہ ان لوگوں میں تھے جو کمزور سمجھے جاتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ آیت پہلے رکوع میں ہے۔ جس میں قتال کی دو وجہ

بیان کی گئی ہیں ۔ ایک تو اللہ کے راستہ میں جہاد کرو ۔ دوسرے ان کمزور لوگوں کی حفاظت کیلئے جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے ۔ اس کے چند رکوع بعد میں ہے ۔ کُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ قَالُوْا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۔ یعنی جو لوگ دار الحرب مرے یا مارے گئے ۔ ان سے محاسبہ ہوتا ہے ۔ کہ تم نے کفار کا ساتھ کیوں دیا ۔ انہوں نے جواب دیا ۔ کہ ہم کمزور تھے ۔ تو کہا گیا کیا اللہ کی زمین فراخ نہیں تھی ۔ کہ تم اس کی طرف ہجرت کر جاتے ۔ اس کے بعد آتا ہے ۔ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ ۔ ان کے لئے عفو کا حکم ہے ۔ مؤلفؒ نے پہلی آیت میں داخل کر دیا ۔ ممن عذره الله حالانکہ معذور تو دوسری آیت میں داخل ہیں ۔ تو اشکال ہوا ۔ کہ مصنفؒ اس حدیث کو اس جگہ ذکر نہ کرتے ۔ بلکہ دوسری آیت میں لے آتے ۔ جواب یہ ہے کہ اس جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں معذور قرار دیا ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ بھی ان کی مدد کو ضروری فرما رہے ہیں ۔ حضرت ابن عباسؓ اور ان کی والدہ انہیں مستضعفین میں سے تھے ۔ ان کی مدد کرنے کا حکم فرمایا گیا ۔ تو اس حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ صرف اس کا تعلق دوسری آیت سے ہے ۔ صحیح نہ ہوا ۔ بلکہ دونوں آیات کے متعلق ہے ۔ اگرچہ ابن عباسؓ اپنے آپ کو دوسری آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں ۔ لیکن اس جگہ انہیں قابلِ امداد بتلانا ہے ۔

حدیث نمبر ۴۲۱۲ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ تَلَا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّيْ مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ حَصِرَتْ ضَاقَتْ تَلْوُوْا اَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ وَقَالَ غَيْرُهُ الْمُرَاغَمُ الْمُهَاجَرُ رَاغَمْتُ هَاجَرْتُ قَوْمِيْ مَوْقُوْتًا مُؤَقَّتًا وَقْتَهُ عَلَيْهِمْ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ نے الا المستضعفين الخ آیت تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ میں اور میری والدہ ان لوگوں میں سے تھے ۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہے ۔ اور ابن عباسؓ سے اگلی تفسیر منقول ہے ۔ حصرت کے معنی تنگ ہونے کے ۔ تلووا السنتکم کہ کلمہ شہادت پڑھنے میں تم اپنی زبانوں کو مروڑ لیتے ہو ۔ ابن عباسؓ کے غیر کی تفسیر ہے ۔ المراغم کے معنی مہاجر کے ہیں ۔

راغمت یعنی میں نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ موقوتا مقرر شدہ وقت۔ علیھم ان پر وقت مقرر کر دیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَدَّدَهُمْ فِئَةٌ جَمَاعَةٌ۔

بدد بمعنی متفرق کر دیا۔ اور فئۃ کے معنی جماعت کے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱۲۸ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أُحُدٍ وَّكَانَ النَّاسُ فِيْهِمْ فِرْقَتَيْنِ فَرِيْقٌ يَّقُوْلُ اقْتُلْهُمْ وَفَرِيْقٌ يَّقُوْلُ لَا فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَقَالَ إِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ اُحد سے واپس آئے۔ تو لوگوں کے ان منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک کہتا تھا۔ ان کو قتل کر دو۔ دوسرا کہتا قتل نہ کرو۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ منافقین کے بارے میں تمہارے دو گروہ کیوں ہو گئے۔ ان کو تو قتل کر دینا چاہیئے تھا۔ فرمایا کہ مدینہ پاک ہے وہ کھوٹ کو ایسے دور کرتا ہے۔ جیسے آگ چاندی کے کھوٹ کو دور کرتی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نفی خبث کی کئی صورتیں ہیں۔ کہ میل کچیل کو دفع کر دیا جائے یا خود وہ میلی کچیلی چیز چلی جائے۔ جیسے بخار والا اعرابی چلا گیا۔ اور ایک صورت یہ بھی کہ کوئی نعش وہاں سے نکال لی جائے۔ زمین قبول نہ کرے۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ بقیع غرقد میں سے منافقین کی نعشوں کو نکالا گیا اور عارفین کو ان کی قبروں میں دفن کر دیا گیا۔ حالانکہ آپؐ کا حکم ہے کہ کسی میت کو قبر سے نہ نکالا جائے۔ لیکن منافقین کو بقیع غرقد میں دفن کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن زمین نے ان کو قبول نہ کیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ۔

اَفْشَوْهُ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ يَسْتَخْرِجُوْنَهٗ حَسِيْبًا كَافِيًا اِلَّا اِنٰثًا الْمَوَاتَ حِجْرًا اَوْ مَدَرًا اَوْ مَا اَشْبَهَهٗ مَرِيْدًا مُتَمَرِّدًا فَلَيُبَتِّكُنَّ بَتَّكَهٗ قَطَعَهٗ قِيْلًا وَّقَوْلًا وَاحِدٌ طُبِعَ خُتِمَ۔

ترجمہ۔ جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے۔ تو اس کو خوب پھیلاتے ہیں۔ اذاعۃ کے معنی افشا کے ہیں۔ استنباط کے معنی نکالنے کے۔ حسیبا بمعنی کافی۔ اناثا مردہ چیزیں جن میں روح نہ ہو۔ خواہ وہ پتھر ہوں یا کوئی مٹی کا ڈھیلا یا اس سے مشابہ اور مرید کے معنی سرکش کے ہیں۔ بتکہ قطع کرنا۔ کاٹنا۔ قیل اور قول کے ایک معنی ہیں۔ طبع بمعنی ختم مہر لگا دی گئی۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ۔

ترجمہ۔ جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے۔ اس کی سزا جہنم ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۲۹ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ الخ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ اخْتَلَفَ فِيْهَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ فَرَحَلْتُ فِيْهَا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ فَسَاَلْتُهٗ عَنْهَا فَقَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ هِيَ اٰخِرُ مَا نَزَلَ وَمَا نَسَخَهَا شَيْءٌ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ کوفہ والوں کا اس آیت کے بارے میں اختلاف ہوا۔ تو میں اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے حضرت ابن عباسؓ کے پاس کوچ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ آیت من یقتل مومنا الخ یہ آخری نازل شدہ آیت ہے۔ جس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قاتلِ عمد ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس آیت کو ابن عباسؓ فرما رہے ہیں۔ کہ یہ آخر ما نزل ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔

کہ جمیع آیات قرآنیہ میں سے آخری آیت ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ قتل کے بارے میں جس قدر آیات نازل ہوئی ہیں۔ ان میں سے یہ آخری آیت ہے۔ جس کو کسی نے نسخ نہیں کیا۔ اس کے مقابل میں سورۃ فرقان کی آیت ہے۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ کہ جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتے ہیں۔ بلکہ اس کی برائیوں کو مٹا دیتے ہیں۔ ابن عباسؓ والی آیت سورۃ نساء جزئی ہے اور سورۃ فرقان کی آیت کلی ہے۔ اور مدنی آیت مکی آیت کے لئے ناسخ ہوتی ہے۔ ان روایات ابن عباسؓ کو سورۃ فرقان میں بھی لایا گیا ہے۔ ان میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ذرہ یکستہ نسختھا اٰیۃ المدینۃ التی فی سورۃ النساء تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ قاتل مومن کے لئے توبہ نہیں ہے۔ اور اختلف اھل الکوفۃ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جمیع اہل سنت کا مسلک یہ ہے۔ کہ اس کی توبہ قبول ہے۔ ابن عباسؓ نے جو جواب سعید بن جبیر کو دیا اس میں دونوں کو جمع کر دیا ہے۔ کہ سورۃ فرقان والی آیت مشرک کے بارے میں ہے۔ اور سورۃ نسأ کی آیت قاتل مومن کے بارے میں ہے۔ کہ اس کے لئے توبہ نہیں ہے۔ تو دونوں آیات کا محمل الگ الگ بتلایا گیا۔ تو نسخ نہ ہوا۔ الحاصل ابن عباسؓ کی روایات مختلفہ ہیں۔ نفس مسئلہ میں جمہور کا مسلک یہ ہے۔ کہ توبہ سے ہر جرم معاف ہو جاتا ہے۔ خواہ کفر و شرک ہو یا قتل نفس ہو۔ جس پر واقعات حدیث شاہد ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے ننانوے آدمی قتل کئے تھے۔ جس کے پاس توبہ کے لئے جاتا وہی ویلک مالک توبۃ۔ بالآخر وہ بیت المقدس کی طرف چلتا ہے۔ ملک الموت نے چلنے کی طاقت سلب کر لی۔ تو بیٹھ کر رینگتا تھا۔ جب بیٹھ کر چلنے اور رینگنے کی طاقت نہ رہی۔ اس کے مرجانے کے بعد ملائکہ عذاب اور ملائکہ رحمت میں اختلاف ہوا۔ باری تعالیٰ نے زمین کو تنگ ہو جانے کا حکم دیا۔ تو بیت المقدس کی طرف قرب پر ملائکہ رحمت لے گئے۔ تو جب امم سابقہ میں قتل نفس کی توبہ قبول ہے۔ تو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تو زیادہ مستحق ہو گی۔ دوسرے یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء والی آیت کو قتل سے پہلے اور اس کے بعد لایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت ہو گی۔ تیسرے اللہ یغفر الذنوب جمیعًا میں قتل مومن بھی داخل ہے۔ لا تقنطوا من رحمت اللہ بھی ہے۔ ان آیات کی بنا پر اہل سنت والجماعت کہتے ہیں۔ کہ توبہ سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ قتل نفس بھی معاف ہو جائے گا۔ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں۔ کہ مرتکب کبیرہ کافر ہو جاتا ہے۔ وہ مخلد فی النار ہو گا۔ جمہور کے مسلک پر کہ قاتل نفس کی

توبہ قبول ہے۔ نفس آیت اور ابن عباسؓ کی روایت سے اشکال ہوتا ہے۔ ایک جماعت اس کا جواب یہ دیتی ہے۔

کہ خلود کے معنی تابید اور دوام کے نہیں بلکہ کبھی خلود مکث طویل کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے معلقات میں چٹانوں کو خوالد کہا گیا ہے۔ تو آیت میں خلود مکث طویل کے لئے ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ حکم مستحل کے لئے ہے۔ یعنی جو قتل مؤمن کو حلال سمجھتا ہے۔ وہ مخلد فی النار ہوگا۔ اگر مستحل نہ ہو تو توبہ قبول ہوگی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ فجزاءہ جھنم ان جوزی کہ باری تعالیٰ کے یہاں ہر فعل کی جزاء متعین ہے۔ لیکن قیامت کے دن مجموعہ اعمال پہ سزا ہوگی۔ قتل نفس مؤمنہ کی سزا خلود جہنم ہے۔ تو قاتل کے عمل مفرد کا یہ اثر ہوا۔ مجموعہ اور مرکب اعمال کا اثر اور ہوگا۔ کہ نہ خلود جہنم اور نہ خلود جنت ہوگا۔ جمہور کا مسلک یہی ہے۔ کہ صدق دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ انشاءاللہ قبول ہوگی۔ اگر وہ عاصی بلا توبہ مرگیا۔ تو وہ باقی اہل معاصی کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف کردے۔ چاہے عذاب میں مبتلا کریں۔ گویا اگر کوئی موحّد بلا توبہ کے مرگیا۔ تو کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ مؤبد فی النار نہ ہوگا۔ تو فجزاءہ جہنم میں مفرد عمل کا اثر بیان کیا گیا ہے۔ تو اس صورت میں خالدین فیھا سے تابید مراد ہوگی۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعت اور معتزلہ و خوارج کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ اس پہ تو سب کا اتفاق ہے۔ کہ توبہ ضرور قبول ہوگی۔ لیکن اس میں اختلاف رہا۔ کہ جو موحّد بغیر توبہ کے مرگیا۔ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جہنم کی سزا اگر نہ ملے تو یہ عدل کے خلاف ہے۔ اہل سنت والجماعت فرماتے ہیں کہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء اس میں توبہ کا کوئی ذکر نہیں۔ توبہ سے تو شرک بھی معاف ہوجاتا ہے۔ تو قاتل کی توبہ کیوں مقبول نہ ہوگی۔ ابن عباسؓ کی طرح حضرت حسن بصریؒ بھی اس قبولیت توبہ کے قائل نہیں ہیں۔ جمہور کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ جب ایک اسرائیلی سنو کے قاتل کی توبہ قبول ہے تو محمدی نے کیا گناہ کیا ہے۔ کہ اس کی توبہ قبول نہ ہو۔ جبکہ شرک بھی توبہ سے معاف ہے۔ تو باقی معاصی کی معافی بھی ہوسکتی ہے۔ بہر حال یہ مشیت ایزدی پہ موقوف ہے۔ توبہ کی قبولیت پہ بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ اس بحث میں ابن عباسؓ اور ان کے موافقین کو بالکل مدمقابل کہنا پڑے گا۔ لیکن اس کا ایک جواب یہ بھی دیا

جاتا ہے۔ کہ ابن عباسؓ کا ارشاد لا توبۃ لہ وانی لہ توبۃ یہ تغلیظاً تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں خونریزی بہت ہو رہی تھی۔ خوارج اور روافض سے مقاتلہ ہوا۔ اور خود اہل سنّت میں اختلاف رونما ہوا۔ جنگ جمل میں دس ہزار مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ تو انہوں نے مصلحت کی بنا پر سفک دماء سے روکا۔ حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ ابن عباسؓ نے لا توبۃ لہ نہیں فرمایا۔ بلکہ انی لہ توبۃ فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس کو توبہ کی توفیق کہاں مل سکتی ہے۔ اگر توفیق مل گئی تو اس سے سکوت ہے تو اس وقت قول ابن عباسؓ جمہور کے خلاف نہ ہوگا۔ لا توبۃ لہ روایت بالمعنی ہوگی۔ اب دوسرا مسئلہ یہ ہے۔ کہ سورۃ نساء کی آیت کو آیت فرقان کے لئے ناسخ کہا گیا ہے۔ اور دوسری جگہ یہ ہے کہ یہ دونوں ناسخ منسوخ نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں مطابق اور محکم ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب ابن عباسؓ کا مسلک جمہور کے مسلک کے موافق تھا۔ جب ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو کبھی کسی صورت کو ذکر کر دیتے۔ کبھی دفع الوقتی کے لئے دوسری صورت کو ذکر کر دیا۔ ان کا اصلی مقصد خونریزی کو روکنا تھا۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے۔ ان اموالکم ودماءکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ بلدکم ھذا وشھرکم ھذا الحدیث تو یہ سب تغلیظاً تھا۔ کہ تمہارے اموال۔ خون اور عزتیں تم پر ایسے حرام ہیں جیسے اس شہر کی اس ماہ کی اور اس دن کی حرمت ہے۔ یہ ہم اس لئے کہتے ہیں۔ کہ نسخ ہمیشہ انشارات میں ہوتا ہے۔ یہاں تو دونوں جملے اخبارات میں سے ہیں۔ من یقتل مؤمناً الخ اور الا من تاب وامن الخ تو اخبارات میں نسخ نہ ہوگا۔

دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ ایک نسخ کے معنی رفع حکم شرعی الی حکم آخر مثلہ اور دوسرے نسخ کے معنی تخصیص کے ہیں۔ یہاں یہی معنی ہیں۔ جیسے ان الذین یدعون مع اللّٰہ الٰھاً آخر الخ اس کے افراد اہل جاہلیت اور اہل اسلام وغیرہ سب ہو سکتے تھے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ یہ اہل جاہلیت کے لئے ہے۔ اور سورۃ نساء والی مسلمانوں پر محمول ہے۔ تو منسوخ کے معنی مخصوص کے ہوتے۔ اس کو کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا۔ تو اب لم ینسخھا شیئ کہنا صحیح ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | الا اناثا یعنی موات پتھروں پر اناث کا اطلاق اس وجہ سے ہے۔ کہ تشبیہ دی گئی ہے۔ کہ تکلیف زیادہ نفع بالکل نہیں۔ دوسرے ان بتوں کے ناموں

میں تانیث کا لحاظ کیا گیا ہے۔ لات، منات، عزیٰ وغیرہ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں گذرا جس کے لئے کوئی نہ کوئی بت نہ ہو۔ جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اور اس کا نام انثیٰ بنی فلان رکھتے تھے۔ جیسے ہندوؤں کے ہاں لکشمی دیوی سیتا وغیرہ بتوں کے نام ہیں۔ اور قسطلانیؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جس میں روح نہ ہو۔ جیسے پتھر لکڑی وغیرہ وہ اناث ہے۔ اور وہ اپنے بتوں کے نام بھی اناث کے نام پر رکھتے تھے۔

طبع بمعنی ختم۔ طبع اللہ علی قلوبھم میں طبع بمعنی مہر کر دینے کے ہیں۔ چونکہ طبع کثیر المعانی تھا۔ اس لئے دفع وہم کے لئے ختم معنی متعین کر دیئے۔ لغت میں اس کے معنی ڈھالنے کے بھرنے کے وغیرہ کے آتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فجزاءہ جہنم ص۶۶۱ سطر ۱۸ شاید اس سے قاتل نفس کے عذاب کی تخفیف کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ کفر تو اعظم الجنایات ہے۔ تو اس کی عظمت پر واعد لھم عذابا عظیما دلالت کرتا ہے۔ تو فی ذاتہ عذاب میں عظمت ہوئی۔ دوسرے کی نسبت کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ یا اس میں عظمت فساق مومنین جہنم میں داخل ہونے والوں کے اعتبار سے ہے کہ وہ لوگ تو خالدین نہ ہوں گے۔ یہ اس میں خالد ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ نے اس سے تنبیہ فرمائی۔ کہ آخر آیت میں جو اعد لھم عذابا عظیما ہے۔ کہ اس قاتل کی سزا کافر کی سزا سے بھی بڑھ جائے گی۔ کیونکہ خلود کافر کی سزا ہے۔ تو خالدا سے معلوم ہوا اس کے لئے بھی خلود ہے۔ تو برابر ہو گئے۔ تو آخر آیت سے اس وہم کا دفعیہ کر دیا۔ کہ عذابا عظیما میں عظمت یا تو فی نفسہ مراد ہے۔ یا یہ کہ یہ عظمت دوسرے فساق مسلمانوں کے اعتبار سے ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا السِّلْمُ وَالسَّلَمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ۔

حدیث نمبر ۴۲۱۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَا تَقُوْلُوْا

لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ كَانَ رَجُلٌ فِىْ غُنَيْمَةٍ لَهٗ فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَتَلُوْهُ وَاَخَذُوْا غُنَيْمَتَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِىْ ذٰلِكَ اِلٰى قَوْلِهٖ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا تِلْكَ الْغُنَيْمَةُ قَالَ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ السَّلَامُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت کہ جو شخص تم پہ سلام ڈالے اس کو یہ نہ کہو۔ کہ تو مومن نہیں ہے۔ ابن عباسؓ اس کا شان نزول بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا۔ کہ مسلمان وہاں پہنچ گئے۔ اس نے کہا السلام علیکم۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کی بکریاں پکڑ کر لے آئے۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ عرض الحیٰوۃ الدنیا سے وہی بکریاں مراد ہیں۔ اور ابن عباسؓ نے الف کے ساتھ السلام بھی قرأت کی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قرآن مجید میں السلام۔ السلم۔ والسّلم تینوں قرآت ہیں۔ سلم کے معنی صلح اور تابعداری کے ہیں۔ مسئلہ یہی ہے۔ کہ جب وہ شخص تابعداری کا اظہار کر رہا ہے۔ تو ہمیں ظاہر پہ عمل کرنا چاہیئے۔ خواہ وہ دل سے کہے یا نہ کہے۔ سلام کے یہی معنی ہیں۔ اور ایک سلام کے معنی تحیہ کے بھی آتے ہیں۔ اکثر لغت میں یہی مستعمل ہے۔ البتہ انقیاد تابعداری کے معنی بھی آتے ہیں۔ جیسے کہ سِلم اور سَلم کے معنی ہیں۔ اگر سلام کے معنی تحیہ کے ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جب وہ تم پہ سلام و تحیہ کر رہا ہے۔ تو اس سے یہ نہ کہنا چاہیئے۔ کہ تو مومن نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے۔ کہ جہاد میں پوری وضاحت کے بعد معاملہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ شریعت کا مدار ظاہر پہ ہے باطن پہ نہیں ہے۔ جیسے آپؐ نے حضرت اسامہؓ کو بے احتیاطی پہ ڈانٹا تھا۔ یاد رہے کہ یہ حکم جہاد کا ہے۔ ہر جگہ کا یہ حکم نہیں ہے۔ دارالحرب میں اگر کوئی کافر السلام علیکم کہے جو اس کی حقیقت کو نہیں جانتا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

بَابُ لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

حدیث نمبر ۱۳۱۴ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِيَّ

أَنَّهُ رَأَى مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْلَى عَلَيْهِ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَوْ أَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ وَكَانَ أَعْمَى فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تُرَضَّ فَخِذِي ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ آیت لا یستوی القاعدون الخ لکھوا رہے تھے۔ کہ اسی لکھوانے کے دوران حضرت ابن ام مکتومؓ تشریف لے آئے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! اگر میں جہاد کی طاقت رکھتا تو میں ضرور جہاد میں حصہ لیتا اور وہ نابینا صحابی تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی۔ جب کہ آپؐ کی ران میری ران پر تھی۔ جو مجھ پر ثقل وحی کی وجہ سے اتنا گراں گذری کہ مجھے گمان ہوا کہ میری ران پاش پاش نہ ہو جائے۔ پس وہ حالت وحی کی آپؐ سے جدا ہوئی۔ تو اللہ تعالےٰ نے غیر اولی الضرر نازل فرمائی۔ کہ تکلیف والے آدمی معذور ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ آیت مجاہدین کی فضیلت اور قاعدین عن الجہاد کی تنقیص کے لئے نازل ہوئی۔ جس پر حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو شبہ ہوا۔ کہ اگر میں اعمیٰ نہ ہوتا تو ضرور جہاد کرتا۔ جس پر غیر اولی الضرر نازل ہوا۔ اب یہاں اشکال ہے۔ کہ ایک روایت میں ہے۔ کہ آپؐ اولاً اور القار کر رہے تھے۔ اسی حال میں حضرت بن ام مکتومؓ تشریف لائے۔ باب کی تیسری روایت میں ہے۔ کہ وہ آپؐ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ ان میں تنافی نہیں کہ پہلے ابن ام مکتومؓ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپؐ نے حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی کو بلوایا تو یہ سامنے آگئے۔ اور کہا انا ضریر۔ میں تو نابینا ہوں۔ جس پر غیر اولی الضرر نازل ہوا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ لا یستوی القاعدون الخ میں الفاظ عام ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجاہدین اور قاعدین کسی جگہ بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ اس کو مخصوص کر رہے ہیں۔ ممکن ہے یہی مخصوص وصف ہو۔

جس کی وجہ سے بدریین کو فضیلت حاصل ہوئی۔ جس سے وہ تمام صحابہ کرام میں افضل شمار ہونے لگے۔ یہ تفضیل تو مسلم ہے۔ لیکن آیت کا کیا مطلب ہے۔ جمہور فرماتے ہیں۔ کہ شانِ نزول خاص ہوتا ہے۔ حکم عام ہوا کرتا ہے۔ یہاں ابن عباسؓ کا مقصد شان نزول کی خصوصیت بیان کرنا ہے۔ حکم بیان کرنا نہیں ہے۔ حکم یہ ہے کہ مجاہدین اور قاعدین دیگر معاملات میں برابر ہیں۔ تو یہ صرف ان کی رائے ہوگی۔

حدیث نمبر ۱۴۳۲ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَكَتَبَهَا فَجَاءَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَشَكَا ضَرَارَتَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ جب آیت لا یستوی الخ نازل ہوئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو بلوایا۔ تو انہوں نے اس آیت کو لکھ لیا۔ تو ابن ام مکتومؓ تشریف لائے۔ اور اپنی بے بصارتی کا شکوہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے غیر اولی الضرر نازل فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۴۳۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُوْا فُلَانًا فَجَاءَهُ وَمَعَهُ الدَّوَاةُ وَاللَّوْحُ وَالْكَتِفُ فَقَالَ اكْتُبْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَخَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا ضَرِيْرٌ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب آیت لا یستوی القاعدون الآ نازل ہوئی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فلاں شخص کو بلاؤ۔ پس وہ تشریف لائے تو ان کے ساتھ دوات بھی تھی۔ تختی اور پٹھا بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا لکھو۔ لا یستوی القاعدون الخ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت ابن ام مکتومؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا۔

یا رسول اللہ! میں تو نابینا ہوں۔ پس اسی جگہ یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں غیر اولی الضرر بھی تھا۔

حدیث نمبر ۴۲۳۴ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَهٗ لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنْ بَدْرٍ وَالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ لا یستوی القاعدون الخ بدر سے بیٹھ جانے والے اور بدر کی طرف کوچ کرنے والے مراد ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت براءؓ کی روایت میں پہلے غیر اولی الضرر کو روایت نہیں کیا۔ دوسری مرتبہ زیادتی کو بھی ساتھ پڑھ دیا۔ اور بعض نے کہا۔ کہ دوسری بار اسی طرح مکمل نازل ہوا۔ جس میں غیر اولی الضرر موجود تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ الخ

حدیث نمبر ۴۲۳۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الخ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُو الْاَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلٰٓى اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بَعْثٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيْهِ فَلَقِيْتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ فَاَخْبَرْتُهٗ فَنَهَانِيْ عَنْ ذٰلِكَ اَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَنَّ نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ يُكَثِّرُوْنَ سَوَادَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي السَّهْمُ فَيُرْمٰى بِهٖ فَيُصِيْبُ اَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهٗ اَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ الخ رَوَاهُ اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو الاسود فرماتے ہیں۔ کہ اہل مدینہ کے خلاف عبد اللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں ایک لشکر ترتیب دیا گیا۔ جس میں میرا نام بھی لکھ دیا گیا۔ تو میری ملاقات حضرت عکرمہؓ ابن عباسؓ کے غلام سے ہوئی۔ جن کو میں نے اس واقعہ سے مطلع کیا۔ تو انہوں نے مجھے اس سے سختی سے منع کیا۔ پھر فرمایا حضرت ابن عباسؓ نے مجھے خبر دی۔ کہ مسلمانوں کے کچھ لوگ مشرکین کے

ہمراہ تھے۔ کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی جماعت کو بڑھا دا دیتے تھے۔ غالباً یہ بدر کا واقعہ ہے۔ جب کہ مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر پھینکا جاتا تھا۔ جو ان میں سے کسی ایک کو لگ جاتا۔ بس وہ قتل ہو جاتا یا تلوار ماری جاتی تو وہ مقتول ہو جاتا۔ تو اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ کہ جن لوگوں نے کفر کا ساتھ دے کر اپنی جانوں پہ ظلم کیا۔ جب فرشتے ان کو وفات دیں گے۔ تو انہوں نے پوچھا تم کس گروہ میں تھے۔ کہ ہم تو زمین پہ کمزور سمجھے جاتے تھے۔ تو فرشتوں نے ان سے کیا کہا۔ اللہ کی زمین فراخ نہیں تھی۔ کہ تم اس کی طرف ہجرت کر کے چلے جاتے۔ غرضیکہ ان کو ہجرت پہ قدرت تھی ہجرت نہ کی۔ اس کے برعکس کفار مکہ کا ساتھ دیا۔ البتہ مستضعفین مستثنیٰ ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس جگہ توفی کا فاعل ملائکہ جمع لایا گیا ہے اور کسی جگہ توفاھم ملک الموت الذی اکل لھم اور کسی جگہ توفتہ رسلنا کے الفاظ ہیں۔ تو جمع کی صورت یہ ہو گی کہ سردار تو ان فرشتوں کا صرف عزرائیل علیہ السلام ایک فرشتہ ہے۔ پھر اس کے تحت معاونین اور جیوش ہیں۔ پھر ان کے بھی مراتب ہیں۔ کہ ان کے تحت چھ ملائکہ ہیں تین مؤمنین کے لئے اور تین کفار کے لئے۔ پھر ان کے تحت جیوش ہیں۔ تو کبھی فعل کی نسبت ملک اعظم کی طرف کی جاتی ہے۔ اور کبھی نیچے والے ملائکہ کی طرف نسبت کر دی ہے۔

فیما کنتم ما غیر ذوالعقول کے لئے ہے۔ کہ فی ای عمل کنتم اگر ذوی العقول کے لئے ہو تو معنی ہوں گے فی ای فریق کنتم اور یہ سوال توبیخاً اور زجراً ہے۔ جو جیش حضرت ابن زبیرؓ کے مقابلہ میں مکہ معظمہ بھیجا گیا تھا۔ عبدالملک بن مروان یا یزید کے زمانہ میں یہ لشکر روانہ ہوا۔ تو اس میں عبدالرحمٰن بن نوفل ابوالاسود کا نام بھی لکھا گیا۔ اور یہ حضرت زبیرؓ کی پرورش میں رہ چکے تھے۔ اب جب یہ لشکر میں جانے لگے۔ تو حضرت عکرمہ نے انہیں ملامت کی کہ تم ابن زبیرؓ کے مقابل میں جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں قتال کے لئے نہیں جا رہا۔ بلکہ ایسے ہی جا رہا ہوں۔ جس پہ حضرت عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کر کے پڑھی۔ کہ مشرکین کی جماعت کو بڑھاوا دکھانے پہ ان الذین توفاھم الخ نازل ہوئی۔ تو تم چونکہ ابن الزبیرؓ کے مقابلہ میں فتنہ پردازان اسلام کی تعداد بڑھانے کے لئے جا رہے ہو۔ تو ان کثر سواد قوم فھو منھم

جو کسی جماعت کی تعداد بڑھائے گا۔ خواہ جنگ نہ بھی کرے تو وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ لہذا تم بھی عذاب کے مستحق ہوگے۔ شام میں بنو امیہ کی حکومت تھی۔ تو ابن الزبیرؓ کے مقابلہ کے لئے اہل مدینہ سے بھی ایک لشکر تیار ہوا۔ جن کا سردار حسین تمیری تھا۔ اس نے آکر مکہ کا حصار کیا۔ دریں اثنا یزید کی موت کی خبر پہنچی۔ تو اس نے حصار کو ترک کر دیا۔ اور حضرت ابن الزبیرؓ کا تابعدار بن گیا۔ جس کے بعد ابن الزبیرؓ کا تسلط اور بڑھ گیا۔ بنو امیہ نے شام میں یزید کی موت کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کو تخت پر بٹھلایا۔ اس نے اپنے پہلے خطبہ میں کہہ دیا کہ یہ ملک میرے دادا نے غصب کیا ہے۔ خلافت بنو ہاشم کا حق ہے۔ اس پر بنو امیہ نے انہیں زہر دے کر کام تمام کر دیا۔ اس کی خلافت چالیس دن تک بتلائی جاتی ہے۔ چھ ماہ مروان بن الحکم خلیفہ رہا۔ پھر خلافت بنو امیہ سے ضعف شروع ہو گیا۔ اور ابن الزبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ ادھر مروان کے بعد عبدالملک بن مروان تخت پر بٹھلایا گیا۔ جو سمجھدار ہونے کے علاوہ سخی بھی تھا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی خزانے کے منہ کھول دیئے۔ اس میں ذاتی قابلیت اتنی نہ تھی۔ مگر سخاوت کی وجہ سے مقبولِ عام ہو گیا۔ ادھر ابن الزبیرؓ کفایت شعار تھے۔ جو تھوڑا خرچ کرتے تھے۔ ایک تو ان میں بخل کا مادہ تھا۔ دوسرے ان میں خاندان پرستی بھی تھی۔ جس کی وجہ سے ابن عباسؓ نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ محمد بن حنفیہ نے حضرت ابن عباسؓ کے جلا دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ یہ مقبول عام تھے۔ عبدالملک نے موقعہ غنیمت سمجھ کر فوج بھیج دی۔ جس نے ابن عباسؓ کو بچا لیا۔ اس وجہ سے بھی وہ عبدالملک مقبول عام ہو گیا۔ ابن عباسؓ نے پھر بھی ان کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ کسی اور جگہ چلے گئے۔ ان امور کی وجہ سے ابن الزبیرؓ کی حکومت زوال پذیر ہوئی۔

الغرض حضرت عکرمہ کا مقصد یہ تھا۔ کہ مشرکین کی تکثیر سواد کر کے تم بھی مستحق عذاب خواہ تمہاری نیت لڑنے کی نہ ہو۔ جیسے بدر میں کچھ مسلمان مشرکوں کے ساتھ مل کر مارے گئے۔ اور عذاب کے مستحق ہوئے۔

بَابُ قَوْلِهِ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ ۙ الآیۃ

حدیث نمبر ۴۲۳۶ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ ؒ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ قَالَ كَانَتْ أُمِّيْ مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میری ماں بھی ان لوگوں میں تھی۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے معذور قرار دیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ الخ

حدیث نمبر ۴۱۲۷ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ اِذْ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ قَالَ قَبْلَ اَنْ يَّسْجُدَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب سمع اللہ الخ کہا۔ تو سجدہ کرنے سے پہلے کھڑے کھڑے یہ دعا مانگی ۔ اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ اور ولید بن ولید کو بھی بچالے۔ اور جو کمزور مسلمان ہیں ان کی نجات کا سامان فرما۔ اے اللہ! اپنی پکڑ قبیلہ مضر پر سخت کردے۔ ان کی پکڑ یوسف علیہ السلام کے سات سال کی قحط کی صورت میں ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عیاش بن ابی ربیعہ ابوجہل کا اخیافی بھائی تھا۔ اور سلمہ بن ہشام حقیقی بھائی تھا۔ دونوں قریش کے صنادید میں سے تھے۔ ان کے لئے رمضان شریف میں دعا کی گئی۔ تو وہ عید الفطر کے موقعہ پر رہا ہوکر مدینہ پہنچ گئے۔ ان کے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے قریش اور بھی حسد کی آگ میں جلتے تھے۔ آپؐ نے قبیلہ مضر پر بد دعا فرمائی۔ تو اتنا زبردست قحط پڑا کہ انہوں نے آکر آپؐ سے دعا کرائی۔ تب کہیں قحط دور ہوا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ۔

حدیث نمبر ۴۱۳۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اِلٰخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رض كَانَ جَرِيْحًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں۔ کہ اگر تمہیں بارش کی تکلیف ہو۔ یا تم بیمار ہو تو ہتھیار اتار رکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رض زخمی تھے۔

تشریح از شیخ مدنی رح چونکہ ہتھیار اتار دینا۔ یہ اعدوا لھم ما استطعتم کے خلاف تھا۔ جس پر لوگوں نے ان کو ملامت کی۔ تو آیت نازل ہوئی کہ وہ زخمی ہیں ان کو اجازت ہے۔ لیکن اجازت کے ساتھ یہ بھی حکم ہے۔ کہ دشمنوں سے غافل نہ رہو۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ۔

حدیث نمبر ۴۱۳۹ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اِلٰخ عَنْ عَائِشَةَ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ قَالَتْ عَائِشَةُ رض هُوَ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْيَتِيْمَةُ هُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا فَاَشْرَكَتْهُ فِيْ مَالِهٖ حَتّٰى فِي الْعَذْقِ فَيَرْغَبُ اَنْ يَّنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ اَنْ يُّزَوِّجَهَا رَجُلًا فَيَشْرَكُهُ فِيْ مَالِهٖ بِمَا شَرِكَتْهُ فَيَعْضُلُهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ کہ کسی آدمی کے پاس یتیم لڑکی ہوتی تھی۔ جو اس کا متولی بھی ہوتا اور اس کا وارث بھی ہوتا تھا۔ پس وہ لڑکی شریک ہو جاتی۔ حتیٰ کہ کھجور کے خوشہ میں تو وہ مال کی خاطر اس سے نکاح کرنا پسند کرتا۔ لیکن کسی دوسرے سے اس لئے نکاح نہیں کر دیتا تھا۔ کہ کہیں وہ اس کے مال میں لڑکی کی شراکت کی وجہ سے شریک نہ ہو جائے۔ پس وہ اسے نکاح کرنے سے روک دیتا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ یہ لوگ آپ ﷺ سے عورتوں کے بارے

میں حکم پوچھتے ہیں۔ الخ

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عائشہؓ کی یہ روایت کہیں مجمل آئی ہے۔ اور کہیں مفصل وارد ہوئی ہے۔ ایک آیت صیف گرمی کے موسم میں اتری اور ایک شتار یعنی سردی کے موسم میں اتری۔ یہ آیت پہلے گزر چکی ہے۔ کہ اگر تمہیں انصاف نہ کرنے کا خوف ہو تو ان سے نکاح نہ کرو۔ اور یہ آیت شتار سردی میں اتری ہے۔ جس سے حکم نکاح معلوم ہوتا ہے۔ اس میں بعض مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ جھگڑا میراث میں واقع ہوا ہے۔ عرب کی عادت تھی۔ کہ ترکہ لڑکیوں اور چھوٹے بچوں کو نہیں دیتے تھے۔ جو لوگ میدانِ جنگ میں دست دبازدہیں وہی میراث کے حقدار ہیں۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیئے تھا۔ کہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو میراث ملتی وہ تو کما نہیں سکتے۔ بڑی اولاد تو کما سکتی ہے۔ اور عورتیں تربیت کرتی ہیں۔ جس پہ یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی میراث دو۔ اب صحابہ کرامؓ کو بڑی مشکل پیش آئی۔ کیونکہ یہ میراث دینا ان کی عادت کے خلاف تھا۔ رسوم مروجہ کو بدلنا پڑتا تھا۔ تو بار بار آپؐ سے سوال کرتے تھے۔ خواہش یہی تھی کہ کہیں یہ حکم بدل جائے۔ تو دیگر مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ یستفتونك فی النساء ای فی یتامی النساء التی لاتؤتونهن الخ یعنی تم ان کے نکاح میں رغبت رکھتے ہو۔ لیکن انہیں میراث نہیں دیتے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق دیا جائے۔ کسی پہ ظلم نہ کیا جائے۔ تو اس آیت سے تاکید ہوگئی۔ تو حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیت میراث کے بارے میں ہے۔ امام مسلمؒ نے اسے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

یتامی النساء کی صورت یہ ہوتی تھی۔ کہ ایک آدمی مرگیا۔ تو چچا اور بھتیجے کو ولی بنا گیا۔ اب چچا کی لڑکی اس لئے حلال ہے کہ وہ دادا کی میراث میں شریک تھے۔ اور لڑکیاں دو طرح کی تھیں۔ مرغوبہ فیھا پسندیدہ۔ جب کہ کثیرۃ المال والجمال ہو۔ تو اب خطرہ یہ تھا۔ کہ اگر کہیں باہر اس کا نکاح کر دیا۔ تو خاوند مال میں شریک ہو جائے گا۔ بنا بریں اس لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا۔ لیکن نکاح کے بعد اس کا مہر پورا ادا نہیں کرتا۔ گذر بسر صحیح نہیں ہوتی۔ کیونکہ مہر کا مطالبہ کرنے والی صرف یہی ہے۔ دوسری وہ یتیمہ تھی۔ کہ مال کی وجہ سے تو پسندیدہ ہے۔ مگر

قلیلة الجمال والمال ہونے کی وجہ سے نکاح تو کر لیا۔ لیکن حقوق معاشرت پورے ادا نہیں کرتا۔ کثیر المال اسی وقت ہوتی تھی جب کہ میت کا کوئی بیٹا وارث نہ ہو۔ یا باپ اس کے لئے کوئی وصیت کر جائے۔ اگر مرغوب عنہا ہے۔ تو پھر اجنبی سے نکاح کر دیتے۔ تو باری تعالےٰ نے ہر ظلم کی حالت سے منع کر دیا۔ کہ اگر تم عدل نہیں کر سکتے۔ مہر اور حقوق معاشرت پورے ادا نہیں کرتے۔ تو اس سے نکاح مت کرو۔ جب یہ آیت اتری ہے۔ تو لوگوں میں کھلبلی مچ گئی اور لڑکیوں کی پرورش میں حیل وحجت کرنے لگے۔ تو باری تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ ہم نے جو آیت صیف میں فرمایا۔ کہ اگر تمہیں رشتہ داری اور ولایت کا لحاظ تھا۔ تو مرغوبہ عنہا بھی تمہاری رشتہ دار ہے۔ اس صورت میں اس کا لحاظ کیوں نہیں کرتے۔ اس لئے ہم نے حکم دیا کہ مرغوبہ فیہا سے بھی نکاح نہ کرو۔ جیسے مرغوبہ عنہا سے نکاح نہیں کرتے۔ رشتہ داری اور ہمدردی کا لحاظ ہر موقعہ پر ہونا چاہیئے۔ اب تم مرغوبہ فیہا یا مرغوبہ عنہا سے تب نکاح کر سکتے ہو۔ جب کہ عدل کرو۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم نے مرغوبہ فیہا سے نکاح بلا عدل کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ تم مرغوبہ عنہا سے نکاح نہیں کرتے ہو۔ تو یہ روایت مجملہ ہے۔ جس پر اشکال پیدا ہوتا ہے۔ اور مطلب واضح نہیں ہوتا۔ چنانچہ اسی مطلب کو ص۶۵۸ پر حضرت عائشہؓ کی روایت مفصلہ واضح کرتی ہے۔ فی النساء ای فی اعطاء میراث النساء۔

وما یتلی علیکم یہ اجنبی زید وکرم کے موافق ہے۔ یہ حکم خداوندی ہے۔ ما کتب لهن وترغبون ان تنکحوهن الخ اس سے حق مہر اور حقوقِ معاشرت مراد ہیں۔

والمستضعفین یہ بھی حکم کرتا ہے۔ کہ لا تأکلوا اموال الیتامیٰ ظلماً یہ حکم ہے۔ اس کے بعد فرمایا گیا۔ ان تنکحوهن بالقسط۔ بنا بریں جمہور یہی معنی لیتے ہیں۔ کہ ان سب امور کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ آیت میراث کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا

اَوْ اِعْرَاضًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شِقَاقٌ تَفَاسُدٌ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ هَوَاهُ فِي الشَّيْئِ يَحْرِصُ عَلَيْهِ كَالْمُعَلَّقَةِ لَاهِيَ اَيِّمٌ وَّلَا ذَاتُ زَوْجٍ نُشُوْزًا بُغْضًا۔

حدیث نمبر ۱۴۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيدُ أَنْ يُفَارِقَهَا فَتَقُولُ أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ شقاق کے معنی ہماہمی فساد۔ شح کے معنی حریصانہ خواہش۔ معلقہ جو نہ رانڈ ہو اور نہ خاوند والی ہو۔ نشوز کے معنی بغض کے ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے بغض یا روگردانی محسوس کرے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آدمی کے پاس کوئی عورت ہوتی جس سے وہ معاشرت ٹھیک نہیں رکھنا چاہتا ہے۔ کہ اسے جدا کر دے۔ تو عورت کہتی کہ میں تجھے اپنے حالات معاشرت میں حلال کرتی ہوں۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یعنی ہم کو میت کے عدل میں تکلیف دی گئی۔ مجامعت میں تکلیف نہیں دی گئی۔ کیونکہ وہ تو رغبت پر منحصر ہے۔ ولا تمیلوا کل المیل بھی نہ کرو۔ کہ اسے لٹکی ہوئی بنا دو۔ کہ نہ اس کو مال دو اور نہ اس کے حقوق ادا کرو۔ تو یہ تو نہ ایم ہوئی نہ رانڈ ہوئی کیونکہ اس کا خاوند ہے اور نہ ذات زوج ہوئی۔ کہ اس کے حقوق ادا نہیں ہوتے۔

تقول اجعلک یہ صلح کی تفسیر ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَسْفَلَ النَّارِ نَفَقًا سَرَبًا۔

حدیث نمبر ۱۴۱ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِي حَلْقَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَاءَ حُذَيْفَةُ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ خَيْرٍ مِنْكُمْ قَالَ الْأَسْوَدُ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَجَلَسَ حُذَيْفَةُ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

فَتَفَرَّقَ اَصْحَابُهُ فَرَمَانِي بِالْحِصَا فَاَتَيْتُهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ عَجِبْتُ مِنْ ضِحْكِهِ وَقَدْ عَرَفَ مَا قُلْتُ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ كَانُوْا خَيْرًا مِّنْكُمْ ثُمَّ تَابُوْا فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت اسودؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہم حضرت عبد اللہؓ کے حلقہ درس میں تھے۔ کہ حضرت حذیفہؓ تشریف لائے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا۔ پھر فرمایا۔ کہ نفاق ان لوگوں پر اتارا گیا۔ جو تم سے بہتر تھے۔ اسود نے کہا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں۔ کہ منافقین کا ٹھکانا جہنم کے نچلے طبقہ میں ہے۔ تو حضرت عبد اللہؓ مسکرا دیئے۔ اور حضرت حذیفہؓ مسجد کے ایک کنارے میں جا کر بیٹھ گئے۔ پس حضرت عبد اللہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے شاگرد تتر بتر ہو گئے۔ تو حضرت حذیفہؓ نے میری طرف کنکری پھینکی۔ میں ان کے پاس پہنچا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔ مجھے حضرت عبد اللہؓ کی ہنسی سے تعجب ہوا۔ حالانکہ جو کچھ میں نے کہا۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ بیشک نفاق ان لوگوں پر اتارا گیا۔ جو لوگ تم سے بہتر تھے۔ پھر انہوں نے توبہ کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نفاق دو قسم ہے۔ ایک نفاق فی العقیدہ اس کی سزا درک اسفل ہے۔ اور دوسرا نفاق فی العمل ہے۔ کہ عقیدہ تو اور ہے۔ لیکن اس کے اعضاء اس عقیدہ کے موافق عمل نہیں کرتے۔ اس کے متفاوت درجات ہیں۔ اس جگہ حضرت حذیفہؓ کی مراد نفاق فی العمل ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اسفل النار ص۶۶۲ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے ایک وہم کا دفعیہ کیا ہے۔ جو کلمہ من سے پیدا ہوتا تھا۔ کہ شاید منافقین کا مقام جہنم سے کہیں باہر ہوگا۔ جیسے کہتے ہیں۔ ھذا اسفل منہ تو اس تفسیر سے بیان فرمایا۔ کہ من اسم تفضیل کا صلہ نہیں ہے۔ بلکہ من بیانیہ ہے۔ تو اب درک اسفل کا جہنم کے علاوہ کوئی اور مقام نہ ہوا۔ جو اس جہنم سے کم ہو۔ اور آیت کریمہ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ الاسفل کو معرف باللام لایا گیا ہے۔ اور اسم تفضیل تعریف باللام کے بعد صلہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ پس منافقین کا مقام نہ تو جہنم سے گھٹیا ہوا اور نہ ہی اس سے خارج ہوا۔

تشریح از شیخ زکریا حضرت شیخ گنگوہیؒ نے بہترین تفسیر فرمائی۔ کیونکہ قسطلانیؒ بھی فرماتے ہیں۔ کہ جہنم کے سات طبقات ہیں۔ منافق اس کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ درک اسفل کچھ گھر ہیں۔ جن کے دروازے ہیں۔ جن سے جہنم کو ڈھکا جاتا ہے اور اور نیچے اوپر سے ان پہ آگ دہکائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانیت کے درجات میں اسفل السافلین میں اس کا مقام ہے۔ کیونکہ کفر کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو چھپایا۔ اس لئے کفار سے اس کا عذاب زیادہ سخت ہوا۔ اور احادیث میں جو تین خصائل والے کو منافق کہا گیا ہے وہ تغلیظاً ہے۔

لا یحتاج الی صدقہ کیونکہ ابن حاجب نے لکھا ہے۔ کہ اسم تفضیل کی استعمال تین طرح سے ہوتی ہے۔ مضاف۔ کلمہ من اللہ معرف باللام تو اب ان میں سے دو کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے۔

ادون من النار جلالین میں ہے۔ منافقین درک اسفل من النار وھو قعرھا اور جمل میں ہے۔ والقعر الاخیر درک۔ جہنم کے سات طبقات ہیں۔ طبقہ علیا میں مؤمن گناہگار رہیں گے۔ جس کو جہنم کہا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ لظی ہے جو نصاریٰ کے لئے۔ تیسرا حطمہ ہے جو یہود کے لئے۔ چوتھا سعیر ہے جو صابئین کے لئے۔ پانچواں سقر ہے مجوس کے لئے۔ چھٹا جحیم ہے اہل شرک کے لئے اور ساتواں ھاویہ ہے جو منافقین کے لئے ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ نفقا سرباسرنگ۔ اس سے وجہ اشتقاق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ جس طرح سرنگ کا ظاہر تو زمین کے برابر ہوتا ہے۔ لیکن باطن اس کا غیر ہوتا ہے۔ اس طرح منافق چھپاتا کچھ ہے ظاہر کچھ کرتا ہے۔ اور نیز! اس وجہ سے بھی منافق کہتے ہیں۔ کہ اس میں بھی منفق یعنی مذہب اور مسلک ہے۔

تشریح از شیخ زکریا حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ نفقًا کا لفظ سورۃ نساء کا نہیں۔ یہ تو سورۃ انعام کا لفظ ہے۔ اس جگہ اس کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ منافق اسی سے مشتق ہے۔ کیونکہ نفاق اظہار غیر مایبطن کو کہتے ہیں۔ تو وجہ اشتقاق بتلانا مقصود ہوا۔

عجبت من ضحکہ تعجب اس لئے ہوا کہ انہوں نے ضحک پہ اکتفا کیا اور جاننے سمجھنے کے باوجود میرے کلام کی وضاحت نہیں کی۔ میرا مقصد لوگوں کو ڈرانا تھا کہ جب خیر القرون نفاق سے

محفوظ نہیں تھے۔ اگرچہ وہ مدت نفاق میں نیار نہیں رہے تھے۔ تو جب ان میں نفاق سرایت کر گیا۔ جس سے بعد میں انہوں نے توبہ کی۔ تو تمہارے زمانہ میں اس کا وقوع اولیٰ ہے۔ لہذا تم لوگ نفاق سے ڈرتے رہو۔ بے خوف نہ رہو۔ توبہ اور استغفار میں مشغول رہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ طبقہ صحابہ طبقہ تابعین سے بہتر تھا۔ لیکن وہ نفاق میں مبتلا ہوئے اور بعض مرتد ہو گئے۔ تو ان سے خیریت چلی گئی۔ اور بعض ان میں سے تائب ہوئے تو خیریت واپس آگئی۔ حضرت حذیفہؓ کا مقصد یہ تھا۔ کہ تم لوگ تو خیر القرون نہیں ہو۔ تمہیں بطریق اولیٰ ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ اعمال کا اعتبار خاتمہ سے ہوتا ہے۔ کہیں اپنے ایمان پہ وثوق کر کے نہ بیٹھ جاؤ۔ ایمان خارج بھی ہو سکتا ہے۔

مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ نفاق سے نفاق عملی مراد ہے۔ اور حضرت حذیفہؓ کی مراد بھی یہی نفاق عملی تھا۔ جس سے وہ لوگوں کو بچانا چاہتے تھے۔ کہ تم لوگ یہ نہ سمجھو۔ کہ ہم ایسے بڑے عالم سے علم حاصل کر رہے ہیں۔ اور لوگ ہمارے مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی نفاق فی العمل ہے اور مجھے حضرت عبداللہ کے ضحک پر تعجب ہے۔ کہ میری مراد کو جاننے کے باوجود انہوں نے آپ لوگوں کو نہیں سمجھایا۔ اور ہنس کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَيُوْنُسَ وَهَارُوْنَ وَسُلَيْمَانَ۔

حدیث نمبر ۲۱۴۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی کو لائق نہیں ہے۔ کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔

حدیث نمبر ۲۱۴۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى

نَقَدْ كَذَبَ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ جس نے کہا۔ کہ میں یونس بن متیؑ سے بہتر ہوں۔ اس نے جھوٹ کہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | قرآن مجید کی آیات میں جس قدر عتاب حضرت یونسؑ پر ہوا ہے۔ اور کسی نبی پر نہیں ہوا۔ اذ ذهب مغاضبًا۔ وظن ان لن نقدر علیه اور دوسری جگہ فرمایا۔ اذ ابق الی الفلک المشحون یہ نہایت عتاب کے الفاظ ہیں۔ فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت۔ یہ ملامت کے الفاظ ہیں۔ اذ نادی وهو مکظوم۔ الا ان تدرکہ۔ یہ بھی ملامت کی چیز ہے۔

الغرض بہت سخت الفاظ ان کے بارے میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اس سے اشتباہ کا خطرہ تھا۔ کہ کہیں عہد نبوی یا اس کے بعد لوگ یہ نہ کہنے لگ جائیں۔ کہ یونس بن متیؑ نبی نہیں تھے۔ یا ہم اس سے بہتر ہیں یا ہمارا پیغمبر ان سے بہتر ہے۔ کیونکہ کوئی ادنیٰ مومن یہ نہیں کہہ سکتا۔ لن نقدر علیه۔ اور ان کی جلد بازی یہ ہے کہ چالیس دن کے بعد عذاب الٰہی کا وعدہ تھا۔ جب عذاب نہ آیا۔ تو حکم الٰہی کا انتظار کئے بغیر بال بچے لے کر بھاگ پڑے۔ بیوی ایک بادشاہ لے گیا۔ بچے دریا میں ڈوبے۔ خود تنہا رہ گئے۔ کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ قرعہ اندازی میں تینوں مرتبہ ان کا نام نکلا۔ سمندر میں پھینکے گئے۔ چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ آیت کریمہ کے ورد سے نجات ملی۔ ان واقعات کی بنا پر اگر کوئی کہے۔ کہ میں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر یہی ہے۔ تو آپؐ فرماتے ہیں۔ فقد کذب اگر انا سے قائل مراد ہو تو پھر فقد کذب ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ ان یونس لمن المرسلین فرمایا گیا ہے۔ اس حدیث کے متعلق دونوں قول ہیں۔ کہ انا سے کنایہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قائل مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس نے مجھے یونسؑ سے بہتر کہا اس نے جھوٹ کہا۔ اگر اشکال ہو کہ آپؐ تو افضل الانبیاء ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ انا سید ولد آدم لا فخر انا اول شافع واول مشفع یوم القیامة وانا اول من ینشق الارض اور اپنے لئے مقام محمود ثابت فرماتے ہیں۔ تو جب آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سردار ہوئے۔ تو پھر فقد کذب کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ ایک جواب یہ ہے کہ آپؐ کا یہ فرمان اس

وقت کلی ہے۔ جب آپؐ کو اپنی افضلیت کا علم نہیں تھا۔ یہ افضل الانبیاء کا علم نہ تھا اور نہ افضل الخلائق کا علم تھا۔ تو جب علم ہو گیا تو اما بنعمۃ ربک فحدث کے مطابق فرما دیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپؐ کا یہ ارشاد ھضماً لنفسہ ہے۔ تواضع اور انکساری کی بنا پر فرمایا۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ اگر صاحبِ کمال اپنے کمالات کی نفی کرنے لگے۔ تو چونکہ انسان میں کوئی ذاتی کمال نہیں، سب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ کمالات ہیں۔ تو انسان قسم میں حانث نہ ہوگا۔ یہ تصوف کا باب اول ہے۔ کہ اپنے کمالات سے غافل ہو جائے۔ دوسرے کے کمالات کے گن گائے۔ اسی لئے مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

معرفت باری بر انکس حرام است۔ کہ ہر کہ خود را از کافر فرنگی بہتر داند۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ باعتبار نفس رسالت کے فرما رہے ہیں۔ کیونکہ نفسِ رسالت میں تو سب برابر ہیں۔ جیسے کلی مشکک میں نفسِ ماہیت کے اندر سب افراد مشترک ہوتے ہیں۔ پھر اشدیہ اور ضعف میں تفاوت ہو جاتا ہے۔ ایسے نفس رسالت میں سب شریک البتہ مراتب میں تفاوت ہوگا۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یونسؑ کے دامن تقدس کو منزہ کرنا چاہتے ہیں۔

لکل مکان مقال چونکہ آیات بالا کو دیکھنے کے بعد شاید لوگ ان کے تقدس میں شک کرتے۔ اور آپؐ کی تنقیص کرتے۔ تو یہاں یونسؑ کے دامن تقدس کو سنبھالنا ہے اور لوگوں کی غلط فہمی کو دور کرنا ہے اور جب تحدیث نعمت کا وقت آئے گا تو اپنے کمالات بیان کئے جائیں گے۔ بہر حال کسی نبی کی تنقیص نا قابل برداشت ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلَالَةِ

وَالْكَلَالَةُ مَنْ لَّمْ يَرِثْهُ أَبٌ أَوْ ابْنٌ هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ۔

ترجمہ۔ کلالہ وہ شخص ہے جس کا وارث نہ تو باپ ہو اور نہ بیٹا ہو۔ تکللہ النسب جبے نسب نے ایک طرف کر دیا ہو۔

حدیث نمبر ۴۱۴۴ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةٌ وَاٰخِرُ اٰیَةٍ نَزَلَتْ یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلَالَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ آخری سورۃ جو نازل ہوئی وہ سورۃ برآۃ اور آخری آیت نازل ہونے والی یہ آیت کلالہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ تكللہ النسب ص ۶۶۲/۱۵ یعنی جسے نسب نے تھکا دیا ہو۔ عاجز کر دیا ہو۔ کہ نہ اس کا بیٹا رہا ہے اور نہ باپ رہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسطلانیؒ نے فرمایا۔ کہ کتب لغت میں کلالہ مصدر بمعنی کلال ہے۔ قوت کا چلے جانا۔ عاجز ہو جانا۔ ازہریؒ فرماتے ہیں۔ کہ وہ میت جس کا والد اور ولد نہ ہو۔ وہ کلالہ ہے۔ وارث کو بھی کلالہ کہتے ہیں۔ اور وراثت کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے۔ عصبات کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ لم اقل فی الکلالۃ شیئا۔ کہ کلالہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ولد والد لیس لہ اب او ابن یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے۔
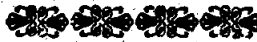
سورۃ نساء پر جلد ششم اختتام پذیر ہوئی۔ انشاء اللہ العزیز سورۃ مائدہ سے جلد ہفتم شروع ہوگی

کتابت:۔ محمد عبدالسلام قاسمی غفرلہ۔ "القاسمی" ۲۹۴۔ بی۔ شاہ رکن عالم کالونی ملتان شہر
۲۱/۲/۱۹۹۹ء بروز اتوار فون:۔ ۵۶۱۵۵۳ (۰۶۱)